۳۶۵ دن

از

محبِّ ملت حضرت مقصود علی خان صاحب قبلہ
سرپرست ادارہ تنظیم مہدویہ ومدیراعلیٰ ماہنامہ ''نورِولایت''

شائع کردہ
ادارۂ تنظیم مہدویہ
''شاداب منزل'' 16-8-806، نیوملک پیٹ،
حیدرآباد 500024 تلنگانہ، انڈیا

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ

(سلسلہ اشاعت 100)

نام کتاب	:	365 دن
مصنف	:	محبّ ملت حضرت مقصود علی خان صاحب قبلہ
سن اشاعت	:	جنوری 2020 عیسوی
تعداد	:	500
صفحات	:	555
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	SAN کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد فون 24529428، 9849166596
سرورق	:	جناب ذیشان خوندمیری صاحب
طباعت	:	بالاجی پرنٹرس' عنبر پیٹ' حیدرآباد
قیمت	:	Rs. 300/-
ناشر	:	ادارۂ تنظیم مہدویہ 806-8-16، نیو ملک پیٹ، حیدرآباد-24 سیل نمبر 9885237858

ملنے کا پتہ

(1) بمکان جناب امیر علی خان عرف شاداب' شاداب منزل، 806-8-16، نیو ملک پیٹ، حیدرآباد -24

(2) مسجد حضرت حافظ سید داؤد میاں صاحب، 316-4-16، چنچل گوڑہ

(3) SAN کمپیوٹر سنٹر، 686-4-16، صوبیدار امیر علی خان روڈ، چنچل گوڑہ، حیدرآباد-24

(4) حضرت سید مصطفیٰ مبارک یداللّٰہی صاحب، یداللّٰہی چوک، تائی واڑہ، بڑودہ، گجرات

(5) حضرت سید منظور حسین عتیق صاحب، حمادی اسٹریٹ، ڈبھوئی، گجرات

(6) جناب سید امجد صاحب، سکریٹری جمعیت مہدویہ، میٹیڈ ہلی، بنگلور

(7) انجمن مہدویہ، چن پٹن، بنگلور

(8) ڈاکٹر عبدالستار خاں صاحب' ثناء ہاسپٹل' شاستری نگر' جے پور' راجھستان 302016

انتساب

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

و

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام

کے طفیل میں

اس کتاب کو اپنی اہلیہ، فرزند، دختر و بہو کے نام موسوم کرتا ہوں۔

کتاب کی تحریر کے دوران جو ذہنی سکون واطمینان میسّر ہوا

نیز جو گھریلو مصروفیات سے دور رکھا گیا

اس کے لئے میں ان تمام کا شکر گذار ہوں

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان پر اپنی رحمت نچھاور کرے

اور فضل وکرم سے نواز دے۔ (آمین)

فہرست

(۱) **پیش لفظ** — عالی جناب محمد رحمت علی خاں صاحب — صفحہ نمبر 5
صدر مہدویہ اسلامک سنٹر شکاگو

(۲) کتاب پر ایک نظر — جناب ابوالفیض سید احمد عابدؔ صاحب — 7
شریک مدیر ماہنامہ نور ولایت

(۳) نباضِ قوم، محبِّ ملّت حضرت مقصود علی خاں — ڈاکٹر ابولطیف سید محمد صاحب سیفؔ — صفحہ نمبر 12
جنرل سیکریٹری مہدویہ اسلامک سنٹر شکاگو

(۴) **تہنیتی نظم** — جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ — صفحہ نمبر 15

(۵) **تہنیت** — جناب یوسف روشؔ صاحب — صفحہ نمبر 16

(۶) **اظہار حق** — حضرت مقصود علی خاں صاحب — صفحہ نمبر 17

سلسلہ	تفصیلات ماہ	صفحات نمبر
1	محرم الحرام	20 تا 58
2	صفر المظفر	59 تا 105
3	ربیع الاول	106 تا 138
4	ربیع الثانی	139 تا 176
5	جمادی الاول	177 تا 225
6	جمادی الثانی	226 تا 267
7	رجب المرجب	268 تا 319
8	شعبان المعظم	320 تا 359
9	رمضان المبارک	360 تا 408
10	شوال المکرم	409 تا447
11	ذی قعدہ	448 تا 497
12	ذی الحجہ	498 تا 544

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالی جناب رحمت علی خاں صاحب
صدر مہدویہ اسلامک سنٹر، شکاگو

پیش لفظ

اللہ کے فضل وکرم سے حضرت مقصودعلی خاں صاحب یحییٰ زئی کی تصنیف ’’365 دن‘‘ کا پیش لفظ لکھنا میرے لئے سعادت کی بات ہے۔آج کل دیکھا یہ جارہا ہے کہ قلم کار اور مضمون نگار یا کتب تصنیف یا تالیف کرنے والے دن بہ دن معدوم ہوتے جارہے ہیں۔اسی طرح سے قوم کا عظیم نقصان ہورہا ہے۔ایسے میں کسی شخص کا مذہبی کتاب تصنیف یا تالیف کرنا کسی کارنامہ سے کم نہیں۔ مجھے یہ بات لکھتے ہوئے خوشی محسوس ہورہی ہے کہ اس معاملہ میں حضرت مقصودعلی خاں بہت خوش نصیب ہیں کہ اللہ نے ان سے تاحال 24 کتب تصنیف کرنے کی خدمت لیا ہے۔ان کی یہ 25 ویں کتاب آپ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ سے امید ہے کہ تصانیف کا سلسلہ جاری رہے گا۔آپ مولوی امیر علی خاں صاحب کے گھر میں 6 ؍ستمبر 1948ء کو تولد ہوئے۔افغان قبیلہ یحییٰ زئی سے تعلق رکھتے ہیں۔بی۔ایس۔سی تک تعلیم حاصل کئے پھر محکمہ ہاوزنگ بورڈ میں بحیثیت سپرنٹنڈنٹ کی ملازمت کے بعد 2006ء میں وظیفہ حسن پر سبکدوش ہوئے ہیں۔

قومی خدمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دورانِ ملازمت ہی 1973ء میں تنظیم مہدویہ اور بزم توفیق کی بنیاد رکھی اور یہ دونوں ادارے آج تک قومی خدمت کے ساتھ ساتھ قومی افراد کی آبیاری کررہے ہیں۔

کسی فرد کے لئے قومی ادارے یا اداروں سے منسلک ہونا اہمیت کا حامل تو ہوسکتا ہے لیکن اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ منسلک رہنے سے کچھ مقصد کا حصول ہے بھی کہ نہیں۔اس معاملہ میں بھی مصنف تصنیف ہذا خوش قسمت ہیں کہ ادارے سے منسوب مقاصد چاہے وہ نور ولایت کی اشاعت ہو کہ کسی مضمون یا کتاب کی اشاعت سب کچھ اپنے وقت پر ہوتا آرہا ہے۔اور اس ادارہ سے اب تک 100 کتب شائع ہوچکی ہیں جو کسی اعزاز سے کم نہیں۔

منجملہ دیگر خصوصیات کے آپ ایک شاعر بھی ہیں اور اپنی شعروسخن کی مصروفیات کے علاوہ دیگر شعراء کی رہنمائی اور سرپرستی بھی کرتے ہیں۔دیگر شعراء کے مجموعہ کلام کے علاوہ خود آپ کے دو مجموعہ کلام ’’نویدِ سحر‘‘ اور ’’نگاہِ سحر‘‘ منظرِ عام پر آچکے ہیں اور شائقین وحلقہ اربابِ شعروسخن سے دادِ تحسین پاچکے ہیں۔

کتاب ہذا اس وجہ سے منفرد حیثیت کی حامل ہے کہ مصنف نے اس کتاب کو مضامین کی شکل میں تحریر کیا ہے اور اسے سینکڑوں

عنوانات میں تقسیم کیا ہے اور ہر عنوان کو قاری کے سامنے تفصیل سے اور سہل انداز میں پیش کیا ہے۔ یوں بھی حضرت مقصود علی خاں صاحب کا یہ منفرد طریقہ کار رہا ہے کہ آپ نے اپنی ہر تصنیف کو قاری کے لئے آسان شکل میں تصنیف کیا ہے۔

آج قوم کے نوجوان اور کم علم حضرات مختلف قسم کے سوالات کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر وہ اس کتاب اور اسی طرح کی دیگر کتب کا مطالعہ جاری رکھیں تو عنقریب ایک وقت آئے گا کہ وہ دیگر حضرات کی علمی تشنگی دور کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ کتاب ہذا میں ہر عنوان کی مناسبت سے بزرگانِ دین، علماء، حضرات، قرآنی احکام، احادیث رسول اللہ ﷺ وفرامین مہدی موعودؑ کے تحت اخذ کئے جانے والے احکام واعمال وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ربیع الاول وجمادی الاول کی مناسبت سے پورے مہینہ کے لے سیرت خاتمینؑ کے اہم گوشوں کو موضوع بنایا گیا ہے جو کہ لائق تحسین ہے۔ جس کے مطالعہ سے قاری کی معلومات میں گرانقدر اضافہ ہوگا۔

ان تمام خصوصیات وخدمات کے علاوہ حضرت مقصود علی خاں کی کوششوں اور تعاون کی وجہ سے دنیا کے مختلف مقامات پر موجود ادارے اور انجمنیں اپنے ذمہ داریوں کو پوری کرنے میں کامیاب رہتی ہیں کیونکہ میری معلومات کے مطابق ادارہ تنظیم مہدویہ کے تربیت یافتہ حضرات ان انجمنوں سے وابستہ رہ کر قومی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ جس کا اجر اللہ تعالیٰ حضرت مقصود علی خاں صاحب کو دونوں جہاں میں عطا فرمائے۔ اللہ سے یہ بھی دعا ہے کہ اللہ آپ کی ہر تصنیف بلکہ ہر خدمت کو قبول کرے اور خاتمینؑ کی قربت اور اپنے دیدار سے آپ کو نوازے۔ آمین۔

جناب ابوالفیض سید احمد عابدؔ صاحب
شریک مدیر ماہنامہ نورِ ولایت

کتاب پر ایک نظر

زندہ قوموں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے دینی، علمی، ادبی اور ثقافتی سرمایہ کی نہ صرف حفاظت کرتی ہے۔ بلکہ اس کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ عملی طور پر اس پر کاربند رہتی ہے اور یہ سب جب ہی مکمل ہے کہ ایک محور ہو کسی ادارہ یا دائرہ کی صورت میں اور اس ادارہ یا دائرہ کے پاس جامع پروگرام اور ٹھوس ارادے ہوں۔

قوم مہدویہ میں بھی یہی طرزِ زندگی دائروں کی شکل میں موجود تھی بلکہ موجود ہے۔ لیکن جامع پروگرام اور ٹھوس ارادوں میں فرق آ گیا میرے اس جملہ کو کوئی تنقید کہئے گا لیکن ایسا نہیں ہے کچھ کہنے کے لئے کچھ بتانا میرا مقصود ہے۔ آج کل کے حالات کا کچھ اور ذکر کروں اس سے بہتر ہے کہ ایک ادارہ جو جامع پروگرام اور ٹھوس ارادوں کے ساتھ دینی کام کر رہا ہے اس کے بارے میں بات کروں اور اس کے سرپرست کی کارکردگی ان کے پروگرام اور ٹھوس ارادوں کا ذکر کروں تو بہتر ہے۔ کیونکہ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھ میں ہے اس کے مولف ہی اس ادارہ تنظیم مہدویہ کے سرپرست محبِ ملت حضرت مقصود علی خاں صاحب ہیں۔

ادارہ تنظیم مہدویہ کو قائم ہوئے تقریباً ۴۵ سال کا عرصہ ہوگیا اور اس ادارہ سے اب تک 99 کتابیں شائع ہو چکے ہیں اور یہ 100 ویں کتاب ہے یعنی ہر چھ ماہ سے کم عرصہ میں ایک کتاب کا حساب رہا۔ اگر کوئی جامع پروگرام اور ٹھوس ارادے نہ ہوتے تو کیا یہ ممکن تھا؟

اس کے علاوہ ادارے کا ترجمان رسالہ ''نورِ ولایت'' پچھلے ۴۰ سال سے ہر مہینہ بلا ناغہ اشاعت کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ یہ تمام کام ویسے تو ادارہ تنظیم مہدویہ کے تحت آتے ہیں لیکن اس کے روحِ رواں محبِّ ملت حضرت مقصود علی خاں صاحب قبلہ ہیں کبھی کوئی ساتھی ہوتا کبھی اکیلے ہی ۴۵ سال سے اس ادارہ کے لئے مصروف ہیں۔ اس سلسلہ اشاعت میں ان کے ٹھوس ارادے اور ان کے اپنے ایک جامع پروگرام ہی کا نتیجہ ہے کہ پابندی کے ساتھ کام وقت پر مکمل ہوتا ہے۔

کسی جامع پروگرام کے تحت اگر اشاعت کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے اور اس میں تبلیغی نوعیت بھی ہے تو اس میں جو چیزیں یا جن مواد کا ہونا ضروری ہے وہ یہ ہے۔ (۱) سیرت کا بیان (۲) قدیم کتب کی دوبارہ اشاعت یا اس کے تراجم کی اشاعت (۳) دینی معلوماتی کتب، تاریخی شخصیتوں پر مضامین یا کتب (۴) اپنے مسلک کی حقیقت اور اس کا ثبوت ایسی کئی چیزیں آتی ہیں اور حضرت مقصود علی خاں صاحب نے سیرت نگاری پر مضمون لکھے۔ تاریخی شخصیتوں کے حالات اور دین پر ان حُرات کے عمل پر مضامین و کتب لکھے۔ بچوں اور بڑوں کی معلومات اور سہولت کے لئے سوال جواب کی صورت میں سیرت نگاری، قرآنی معلومات، بزرگانِ دین کی زندگی کے حالات، حج وعمرہ کت معلومات پر سوال

جواب کی صورت میں ایک کتاب لکھی اور کئی کتابیں تحریر کرکے شائع کروائے ہیں۔

یہ سب ایک پروگرام اور اپنے ٹھوس ارادوں کے ساتھ ساتھ للّٰہیت کا جذبہ شامل حال رہا نہ شہرت کی تمنا رکھی نہ اس سے دنیا کمانے کا ارادہ۔اس لئے ان کو ان کے مقاصد میں کامیابی ملتی چلی گئی۔

تبلیغ کا جو سلسلہ ہے وہ ذاتی لیاقت و بصیرت پر مبنی ہے نہ کہ عوامی نظریات پر۔اس لئے تبلیغی نوعیت میں جب سیرت نگاری کا باب وا ہوتا ہے تو وہاں اخلاق اور ممدوح کے علمی میدان کا ذکرو بیان ہوتا ہے۔وہیں ساری حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ممدوح کیا تھے ان کا دینی درجہ کیا تھا۔محبِّ ملت حضرت مقصود علی خاں صاحب کے مضامین میں جہاں سیرت کا بیان ہے وہاں اس بزرگ کے اخلاق وعادات یعنی ان کے عملی زندگی کا بیان کثرت سے ملے گا۔وہیں آجکل کے حالات سے جب اس عملی میدان کا تقابل کرتے بھی نظر آتے ہیں۔ ماضی کو حال سے اور مستقبل سے جوڑے رکھنے کی گفتگو بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے آج کل کے حالات پر تنقید کرتے نظر آتے ہیں لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ یہاں ان کی تحریر جداگانہ نوعیت کی ہے جسے ہم دھیمی آواز بھی کہہ سکتے ہیں۔

مضمون نگاری میں آج کل کے حالات کا جب ذکر آتا ہے تو سماج تمدن و تہذیب کا ہمہ جہتی دین سے ربط کی کھوج لگانا اور اس پر تبصرہ کرنا مضمون نگاری کے لئے ضروری ہے لیکن وہ دھیمی آواز میں بہتر ہوتا ہے نہ کہ پنجہ آزمائی کرنے والے مواد کا بیان کرنا۔ یہ کام قوم کے ارباب دانش ضرور کرتے ہیں اس سے ہوتا یہ ہے کہ نئے اقدار مستقبل کے دھندلکوں سے جھانکنے لگتے ہیں کیونکہ عام لوگ معمولی حالات میں اپنی دینی فکر کا بستہ طاق نسیاں ہی کی زینت بنا رکھا ہے۔صرف دنیوی تعلیم اس کے درجہ(رینک) اور اس سے ہونے والی دولت زر کی فکر میں گم ہو گئے ہیں ایسے لوگوں کے پاس دین کے آثار مدہم ہوں گے لیکن دین شعور کی سطح پر موجد رہنے کی بجائے تحت الشعور کے نہاں خانوں میں دبا پڑا رہتا ہے یعنی دین ان کے پاس ہوتا ضرور ہے اس کے وجود سے انکار ممکن نہیں وہ جمعہ کے دن کبھی بہرہ عام پر کبھی میلاد میں تو کبھی عرس کے موقع پر تحت الشعور سے نکل کر شعور کی حد میں آجاتا ہے۔

مضمون نگاری دھیمی آواز کا اوپر جو ذکر کیا گیا ہے اس کوشش کی صحیح وضاحت ہو جائے تو مضمون بین اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کا ردعمل اچھا رہے گا۔عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی مولف یا مصنف کا ایک دائرہ ہوتا ہے اور اُسی دائرے کے قاری کو تصنیف پسند آتی ہے ایک دوسرے قسم کا قاری ہوتا ہے جو پسند کرتا ہے نہ رد کرتا ہے۔اس کے علاوہ ایک گروپ ہوتا ہے جس کا کام صرف تنقید کرنا ہوتا ہے وہ متن دیکھتا ہے نہ ضرورت نہ وقت دیکھتا وہ تنقید کہاں کرنا ہے دیکھتا ہے یہ گروپ قومی کاموں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اسی لئے میری گذارش ہے کہ عام قاری ہوں کہ اہل قلم وارباب دانش کتاب کا مطالعہ کسی اسکیل کے تحت کریں اور پھر اپنی رائے قائم کریں۔اسکیل کچھ اس طرح تیار کریں۔

(۱) مضمون کے جملہ متعلقات سے مضمون نگار کو مکمل اور بھرپور واقفیت اور اس کے ہر گوشہ اور پہلو پر مکمل دسترس ہے یا نہیں۔

(۲) دینی سطح پر مضمون کا مقصد اور اس کی تشکیل باہم ملتے ہیں یا نہیں۔

(۳) طرز ادا و بیان و اظہار کا انداز باادب اور آسان فہم ہے کہ نہیں۔

(۴) ماضی کا رشتہ حال اور مستقبل سے ملانے کی کوشش کتنی ہے۔

(۵) آسان زبان کا استعمال کیا گیا ہے یا نہیں۔

محبّ ملت حضرت مقصود علی خاں صاحب کے مضامین میں یہ باتیں ہم کو ملتی ہیں اور اس کتاب میں کافی چیزوں کا خیال رکھا گیا ہے کہ قاری کو اس سے فائدہ ہو۔ آگے ہر مہینہ میں ماہ کے اعتبار سے تفصیل درج ہے۔ ہر ماہ کے حساب سے کتاب کے مندرجہ ذیل معلومات آتے ہیں۔

ماہ محرم میں حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت سے بات شروع ہوئی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت بتائی گئی وہیں آگے اسلام کیا ہے مختصر بیان کیا گیا پھر ایمان اور قرآن پر مضامین ہیں۔ آگے انسان اور وہ بھی بندہ پر اپنی معلومات کا اظہار ہے اور آخرت اور توحید کے ذکر کے بعد ہی بولا چالا معاف کا جو طریقہ ہمارے پاس رائج ہے وہ بتایا گیا۔ ساتھ ہی ۱۰ محرم کو شہادت حسینؓ کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کے بعد احسان کی تعلیم مل جائے گی۔ اسی طرح شروع مہینہ میں شروع شروع کی تعلیمات دین پر مضامین ملیں گے۔ وہیں ۷ مضامین سیرت بزرگان دین پر ہیں اور اس کو لکھتے ہوئے جیسا کہ پہلے ذکر کر چکا ہوں سیرت نگاری میں اخلاق اور بزرگان دین کا عملی میدان پر روشنی ڈالی گئی ہے وہیں آج کل کے حالات کا ذکر ضرور کیا گیا ہے کہ آج ہم میں کس طرح کا دین یا کس طرح کا دین سے ربط ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے دھیمی آواز میں تبصرہ کرتے ہوئے تنقید کا دامن وا ہوا نہیں کہ بند کر دیا گیا۔ پنجہ آزمائی یا مکمل تنقید کا مواد موجود نہیں ہے۔ وہیں لوگوں سے گذارش کی گئی ہے کہ اپنے اپنے دائروں سے ربط میں رہیں اور اپنے اپنے مرشد کی اطاعت کریں اور ان سے دین سیکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔

ماہ صفر میں ۸ سیرت پر مضامین ملیں گے۔ ان کے اخلاق و کردار اور ان کے دائروں کے حالات سے ان کی بزرگی بتائی گئی ہے جیسا پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ دائروں کے حالات بتاتے ہوئے آجکل کے حالات پر ہلکی روشنی ڈالی گئی اور ہم کو جگانے کی کوششیں کی گئی ہے۔ وہیں صفر کی ۲۷ تاریخ کو دائرے کے ایک فقیر کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور آجکل کے حالات اور عقیدہ سے دور ہونے والے حضرات کا سماجی کلچر سے میل ملاپ، عقیدہ اور عقیدت میں کمی آنے کے اظہار پر افسوس کرتے ہوئے یہ تلقین کرتے ہیں کہ خدارا بزرگوں کی کیفیت دیکھیں اور فرمانِ آقا حضرت امامناؑ نے کیا فرمایا تھا سوچیں اور حالت درست کریں اسی ماہ علم، شفاعت، حیا، سخاوت، انسان، برائی، اخلاق پر مکمل مضامین دیکھنے کو ملیں گے۔

ماہ ربیع الاول چونکہ یہ مہینہ رسول اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت کا مہینہ ہے اس مہینہ کے ذکر کے بعد ۲ تاریخ رحلت اور عرس پر مضمون ہے۔ ۳ سے لے کر ۱۳ تک اور ۱۵ سے لے کر ۱۹ اور پھر ۲۱ سے ۲۹ تاریخ میں صفات رسول اکرم ﷺ پر الگ الگ عنوان سے آپؐ کی

سیرت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔۱۴ رتاریخ کوحضرت بختیار کا کیؒ ۲۰ کو بندگی میاں سید سلام اللہؓ اور ۳۰ کو سیرت رسول اکرمؐ اور ''ہم'' عنوان سے مضمون ملیں گے۔اس میں بھی آج کل کے حالات اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان سے ان کی اتباع سے جو دوری ہے' اس کا ذکر ہے۔اور ہماری لاپرواہیوں اور دین سے دوری پر روشنی ڈال کر جگانے کی کوشش کی گئی ہے۔

ربیع الثانی میں ۱۲ مضامین سیرت نگاری پر ہیں وہیں پہلی تاریخ میں '' فکر'' عنوان سے ایک اچھا مضمون ہے آج کے پرآشوب دور کا حوالہ دے کر تلقین کی گئی ہے کہ فکر سب سے پہلے لباس' زبان اور بچوں کی کرنی چاہئے۔۸ مضامین اللہ کے ناموں پر ملیں گے بڑی اچھے پیرائے میں صفات کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔'' آفت وبلا'' مضمون بڑے اچھے پیرائے میں بتایا گیا کہ آفت اور بلا خدائے تعالیٰ کی آزمائش ہے اور صبر وشکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔وہیں آداب حظیرہ پر تفصیل سے مضمون بھی اس ماہ میں اچھا ہے نوجوان پڑھ کر سیکھ سکتے ہیں۔کس طرح زیارت کو جائیں اور وہاں کیا آداب ملحوظ رکھیں۔اسی ماہ میں حضرت ابن عربیؒ پر مضمون ہے جن آیتوں میں انہوں نے حضرت مہدیؑ کے نام ونشان کا ذکر کیا ہے ان آیتوں کا تفصیل سے ذکر مل جائے گا کہ وہ کونسی آیات ہیں۔

جمادی الاول یہ مہینہ چونکہ حضرت مہدی موعودؑ کی ولادت باسعادت کا ہے اسی لئے اس کو جمادی المنور کہتے ہیں اسی لئے کتاب میں اسی نام سے اس مہینہ کو لکھا گیا ہے۔اور پہلا مضمون ہی میرانجی کا مہینہ کے عنوان سے ہے جس میں مہدی موعودؑ کے تعلق سے احادیث کا ذکر ملتا ہے پورے مہینے میں سیرت مہدی موعودؑ ہی بیان ہوئی۔ان کی بعثت کے بارے میں ان کے مقام ومرتبہ اور ان کی تعلیمات ان کے فرامین اور اس پر ان کا عمل تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ساتھ ہی حضرت بندگی میاں شہاب الحقؓ کے تعلق سے دو مضامین بھی ہیں۔

جمادی الثانی اس مہینہ میں ۷ مضامین سیرت بزرگان دین پر ملیں گے۔اس کے علاوہ ۱۰ تاریخ پر ایک اچھا اور نصیحت آمیز مضمون '' میاچنگ کا تجربہ اور نصیحت'' کے عنوان سے اچھے پیرائے میں مل جائے گا۔'' وحی'' پر بھی ایک اچھا مضمون اور محبت اہل بیت بھی معلومات سے بھر پور ہے۔خاص طور پر نوجوانوں کے لئے معلوماتی مضمون ہے۔میاچنگ کا تجربہ بہت ہی آسان انداز میں دین کی دعوت دینے والا مضمون بھی پڑھنے کو ملے گا۔'' مہدوی اُمی'' کے عنوان کا مضمون بھی فرمان مہدیؑ کی تشریح کے طور پر بے خوف دعوتِ مہدویت دینے پر اُبھارتا ہے وہیں نصیحت اور کامیابی کا آخری مضمون بھی پڑھ کر سیکھنے کو ملے گا۔

ماہ رجب میں گیارہ مضامین سیرت پر ملیں گے اور رنگریز شہداء کے واقعہ پر بھی ایک مضمون ہے اللہ کے ناموں پر اس کتاب میں مضامین ہیں اس ماہ بھی ۶ کا ذکر کیا گیا ہے'' ذکر'' پر بھی ایک مضمون ہے۔شب معراج کا مضمون بہت ہی سادگی سے معلومات سے بھر پور ملے گا۔

ماہ شعبان میں ۶ سیرت کے اور ایک مضمون شہدائے دانتی واڑہ پر بہت خوب ہے۔فرمان امامناؑ '' بھوک کے تین حصہ کرو'' پر اچھی تشریح پڑھی جاسکتی ہے۔کافی معلوماتی مضامین اس ماہ بھی آپ کی معلومات میں اضافہ کریں گے۔

ماہ رمضان میں رمضان پر دومضامین اس ماہ کی اہمیت بتانے کے لئے لکھے گئے ہیں۔اول میراں حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ پر دو مضامین میں ان کی سیرت کا احاطہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ ۸ سیرت پر مضامین ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ نئے عنوان ''تربیت کا مہینہ'' عنوان سے اس ماہ کی اہمیت الگ انداز سے بتلائی گئی ہے۔شب قدر کی اہمیت اور فرضیت پر تین مضامین میں اس کا احاطہ کیا گیا ہے۔ایک ہی دن کے مضمون کو طویل نہیں کیا گیا۔صدقہ فطر' زکواۃ' فضائل رمضان پر مضامین اچھے اور آسان پیرائے میں لکھے گئے ہیں۔

ماہ شوال میں سیرت پرے مضامین ہیں جن میں تین سید الشہداء کی سیرت پر اور جنگ کے واقعہ کا ذکر ہے۔گنج شہیداں پر علیحدہ مضمون ہے۔ پردہ' روح' انتقام' حسد' ایذاء' اہل وعیال وغیرہ پر جہاں مضامین ہیں وہیں ''مالک الملک'' اور ''رزق'' پر بڑے ہی اچھے پیرائے میں مضامین ملیں گے۔

ماہ ذیقعدہ میں سیرت پر دس مضامین ہیں جیسا کہ آپ لوگ جانتے ہیں اس مہینہ میں خلیفۃ اللہ کے وصال کے علاوہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ بندگی میاں شاہ نظامؓ کے بہرہ عام وعرس ہیں اسی حساب سے سیرت پر مضامین زیادہ ہوگئے۔حضرت میاں شاہ برہانؓ کی سیرت پر بڑا ہی اچھا مضمون آپ کو پڑھنے کو ملے گا وہیں میاں سید اشرفؓ میاں سید اسحاقؓ پر بھی مضامین عمدہ ہیں۔اور حضرت سید محمد گیسو درازؒ پر بھی ذکر مہدیؑ کے ساتھ اچھا مضمون اس ماہ موجود ہے۔

ماہ ذی الحجہ اس ماہ بہرہ عام پر پہلا مضمون ہے کہ اسی تاریخ کو قوم میں بہرہ عام کا سلسلہ شروع ہوا۔اور دوسرا مضمون ام المصدقین بی بی الہداتیؓ پر ہے جن کا سب سے پہلے بہرہ تقسیم ہوا۔سیرت پر بی بی الہداتیؓ کا مضمون ملا کرے مضامین ہیں جس میں حضرت سید ابراہیم عرف خاموش باواسا میاںؒ کا مضمون اور حضرت بندگی میراں سید یعقوب حسن ولایتؒ کا مضمون اچھے پیرائے میں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوگا۔اسی ماہ ایک مضمون محمدؐ اور صحابہ کرام کا خشیت الٰہی پر بڑا پیارا ہے ہم کو پڑھ کر اپنے آپ کو جانچنے کا موقع ملتا ہے۔

اسی طرح محبِّ ملت حضرت مقصود علی خاں صاحب نے ایک گرانقدر کتاب لکھ کر دی ہے جس سے بزرگوں کی سیرت' علمی باتیں' نصیحت کا مجموعہ' قومی تاریخ یہ تمام چیزیں ایک ہی جگہ دستیاب ہوجاتی ہیں اگر اس کا انگریزی اور ہندی میں ترجمہ ہوجائے تو بہت اچھا ہے۔آنے والی نسل کو ایک کتاب سے کئی چیزیں حاصل ہوجائیں گی۔

اس کتاب کو مکمل کرنے پر میں انہیں مبارک باد دیتا ہوں اور اس پر یہ مضمون لکھنے کی جو ذمہ داری مجھے دی گئی اس کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں لیکن جیسا لکھنا چاہئے تھا ویسا نہ لکھ سکا اس کے لئے معافی کا خواستگار رہوں۔والسلام

ڈاکٹر ابولطیف سید محمد صاحب سیفؔ
جنرل سیکریٹری مہدویہ اسلامک سنٹر شکاگو

دشتِ وفا میں آبلہ پا......
نباضِ قوم محبّ ملت حضرت مقصود علی خاں صاحب

اکثر شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اپنے اداروں کی وجہ سے پہچانی جاتی ہیں لیکن ایسی شخصیات بہت کم ہوتی ہیں جن سے ادارے پہچانے جاتے ہوں۔ انہی شخصیات میں ایک نام جو ہماری قوم میں بہت نمایاں نظر آتا ہے اُن کے بارے میں کچھ لکھنے کی یہ ایک کوشش ہے۔ ویسے تو اُن کی خدمات پر ایک مقالہ لکھا جاسکتا ہے۔ وقت کی تنگی کے باعث ان کی شخصیت کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ انسانی فطرت کا اُصول یہی ہے کہ جو چیز آپ کی دسترس میں ہو اس کو اہمیت نہیں دی جاتی اور جب وہ آپ کی دسترس سے باہر ہو جائے تو اسے یاد کرتے ہیں اور اس کے کارناموں کو دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن کیا یہ بہتر نہیں کہ اس شخص کی اسی وقت قدر کی جائے جب وہ آپ کے قریب ہے اور آپ ابھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اسی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس مضمون کو لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جس شخصیت کے بارے میں گفتگو کرنی ہے ان کا تعارف یوں ہے کہ ان کا نام مقصود علی خاں' والد کا نام امیر علی خاں ہے۔ آپ کے بزرگ افغانستان سے ہجرت فرما کر خلفاء مہدی علیہ السلام کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ آپ کا تعلق افغان برادری کے ایک قبیلہ یحییٰ زئی سے ہے۔ 1948ء سال پیدائش اور آپ نے بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر آندھرا پردیش ہاوزنگ بورڈ میں ملازمت اختیار کرلی۔ پھر بہ حیثیت منتظم اپنی خدمات کی تکمیل پر 2006ء میں وظیفہ حسنِ خدمت پر سبکدوش ہو گئے۔

حضرت مقصود علی خاں صاحب کی قومی خدمات کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ انہوں نے بعض ایسے ادارے قائم کئے جو آج بھی قومی خدمت میں نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان میں تین ادارے قابل ذکر ہیں۔ تنظیم مہدویہ' ادارۂ نور ولایت اور بزم توفیق۔

تنظیم مہدویہ:

تنظیم مہدویہ جو کے 1973ء میں قائم ہوا وہ ایک ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک ٹریننگ اسکول کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ بھی اس ادارے سے وابستہ ہوئے ان میں سے اکثر لوگ کسی نہ کسی مقام پر قومی خدمات کا جذبہ لئے ہوئے کام کر رہے ہیں۔ قومی افراد کو دینی معلومات بہم پہچانے کے لے اس ادارے کی خدمات کبھی بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ اس ادارے کی جانب سے آج بھی ہر اتوار کو دینی محافل کا اہتمام پابندی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اب تک اس ادارے کی جانب سے 45 سال میں (100) کتب شائع ہو چکے ہیں جو کہ بذات خود ایک عظیم کارنامہ ہے۔

نورِ ولایت:

یہ ایک ماہنامہ شائع ہونے والا ایک قومی رسالہ ہے جس کی اپنی انفرادی تاریخ ہے۔ یہ رسالہ 1979ء سے بپابندی وقت پر شائع ہو رہا ہے۔ کسی رسالہ یا ادارے کو قائم کرنا اتنا بڑا کام نہیں ہے جتنا اُس رسالے یا ادارے کو مثبت انداز میں قائم رکھنا اور اس سے لوگوں کی علمی تشنگی کو دور کرنا ہے۔ الحمدللہ نورِ ولایت 2019ء میں اپنے قیام کے چالیس سال مکمل کرلے گا جس کے لئے حضرت مقصود علی خاں صاحب اور اُن کے رفقاء قابلِ مبارک باد ہیں۔ حضرت مقصود علی خاں صاحب شروع میں نورِ ولایت کے شریکِ مدیر رہے پھر 2014ء سے مدیر کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔

بزمِ توفیق:

کسی بھی قوم کی علمی سطح کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس قوم میں کتنے لوگ اپنے قلم سے قومی فکر کی آبیاری کر رہے ہیں۔ یہ بھی ہمارے لئے ایک سانحہ سے کم نہیں کہ گذشتہ چار پانچ سال کے عرصہ میں ہماری قوم چند ایسے شعراء سے محروم ہوگئی جو اساتذہ کا مقام رکھتے تھے اور بہت جلد ایک بڑا خلاء پیدا ہوگیا۔ بزمِ توفیق کی یہ کوشش ہے کہ جتنا ممکن ہوسکے اس خلاء کو پُر کیا جائے اسی لئے اس ادارے کی جانب سے ہر ماہ نعتیہ مشاعرہ کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ افرادِ قومی کی تخلیقی صلاحیتوں کو اُجاگر کیا جاسکے۔ اس ادارے کی جانب سے اب تک تقریباً بارہ (12) قومی شعراء کے دیوان شائع ہوچکے ہیں۔

ایک حیثیت سے اگر ہم غور کریں تو حضرت مقصود علی خاں صاحب نے اپنے آپ کو قومی خدمت کے لئے وقف کردیا ہے۔ اُن تین اداروں کے علاوہ جن کا اوپر ذکر آ گیا ہے' آپ نے 1986ء تا 1993ء تک معتمد عمومی مرکزی انجمن مہدویہ کی حیثیت سے خدمات انجام دی ہیں۔ اپنی معتمدی کے زمانے میں آپ نے بعض نئے پروگرام شروع کئے جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(۱) میلاد کے موقع پر کوئیز مقابلے (۲) جلسۂ نوجوانانِ قوم مہدویہ (۳) جلسۂ طالبات (۴) سیمینار اور سمپوزیم کا انعقاد

آپ کی کاوشوں سے تاریخِ حیدرآباد میں پہلا قرأت کلام پاک گولڈ میڈل مقابلہ 1980ء میں منعقد کیا گیا۔ اس کے علاوہ مدرسہ حفاظ مرکزی انجمن مہدویہ کی نگرانی کا ذمہ بھی آپ کے حصہ میں آیا اور اس مدرسہ حفاظ سے تقریباً پانچ حفاظ آج قوم کی خدمت کررہے ہیں۔

ہم بچپن میں بزرگوں سے ایک لفظ سنا کرتے تھے اور وہ لفظ تھا ''قحط الرجال'' اُس وقت اس لفظ کے معنی پوری طرح سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ لیکن آج اس لفظ کی حقیقت سے ہم آشنا اس طرح ہوگئے کہ اس کی عملی تصویر ہمارے سامنے موجود ہے۔ یعنی لکھنے والوں کی اتنی کمی ہوگئی ہے کہ قلمی جہاد کرتے ہوئے صرف چند لوگ ہی نظر آتے ہیں جن سے ہٹ کر بس اک جمود کی کیفیت طاری ہے۔ حضرت مقصود علی خاں صاحب نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی اور کررہے ہیں کہ مضامین کی تحریر کے ذریعہ جتنا ہوسکے قومی افراد تک دینی علم کی روشنی پہنچائیں۔ انکی کوششوں کے پیچھے ان کا جذبہ ایمانی اور جذبۂ تبلیغی ہے جو ان کو ہر حال میں اس کام کی طرف مائل رکھتا ہے۔ ان کی اسی علمی خدمات کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) اب تک آٹھ سو (800) سے زائد مضامین نورِ ولایت اور نورِ حیات میں شائع ہوچکے ہیں۔

(۲) حیدرآباد کے روزناموں جیسے سیاست، منصف اور رہنمائے دکن میں وقتاً فوقتاً مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

(۳) ان کی لکھی ہوئی (24) کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔اور یہ کتاب ان کی 25 ویں کتاب ہے ان میں سے بعض کتب کے نام یہ ہیں۔

سیرت حضرت محمد مصطفی ﷺ، سیرت مہدی موعود علیہ السلام، سیرت خلفاء مہدیؑ، معلوماتِ قرآنی واسلامی، معلوماتِ حج وعمرہ، فرامین امامناؑ اور ہم، خطباتِ جمعہ وعیدین، شہدائے مہدویہ، سفینۂ روح وعمل، ماضی کے اوراق بہاراں، معصومین وصالحین اور ہم، مختصر تاریخ مرکزی انجمن مہدویہ، معلومات قرآنی وغیرہ۔

الحمداللہ حضرت مقصود علی خاں نے 24/ جمادی الثانی 1431ھ کو ترکِ دنیا کے فریضہ کی تکمیل کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو 2005ء میں حج کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔آپ نے ہندوستان سے باہر سفر بھی کیا جیسے سعودی عرب، پاکستان، دبئی اور امریکہ۔2015ء میں مہدویہ اسلامک سنٹر شکاگو کی دعوت پر مہدویہ اسلامک کانفرنس میں شرکت کے لئے امریکہ تشریف لائے۔یہ جہاں بھی گئے وہاں اپنے قومی افراد سے ربط میں رہے اور اپنی تقاریر کے ذریعہ سے دین کی خدمت کئے جارہے ہیں۔کبھی میں نے ایک شعر کہا تھا جو حضرت مقصود علی خاں صاحب کے نصب العین کی نشاندہی کرنے کے لئے موزوں معلوم ہوتا ہے اور وہ یوں ہے کہ:

یہ آگہی کی سزا ہے کہ میں کہیں جاؤں
مجھے ہوا کے مقابل دِیا جلانا ہے

حضرت مقصود علی خاص صاحب اپنی منفرد کاوشوں کی وجہ سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔زیرِ نظر کتاب ''365دن'' کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن کے حساب سے تین سو ساٹھ مضامین پر مشتمل یہ کتاب قاری کو ہر روز ایک مضمون پڑھنے کی دعوت دیتی ہے۔یہ تمام مضامین انہی کے لکھے ہوئے ہیں اور مضامین کا انتخاب ہر اسلامی مہینے میں وقوع پذیر ہونے والے تاریخی واقعات پر مبنی ہے۔مجھے یقین ہے کہ اہلِ علم ودانش ان کی اس نئی کوشش کو ضرور سراہیں گے اور قوم اس سے استفادہ کرے گی۔

آپ کو ''نباضِ قوم'' کا خطاب 1982ء میں چن پٹن میں دیا گیا اور 2005ء میں کمیٹی دائرہ حضرت روشن منورؒ کی جانب سے ''محبّ ملت'' کا خطاب دیا گیا جو کہ آپ کی خدمات کے اعتراف کی ایک سند ہے۔بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مقصود علی خاں صاحب کے قلم میں اور زور پیدا کرے اور آپ سے قومی جمود کو توڑنے کا کام لے آمین۔آج دین کے معاملے میں ہمارے قومی جمود کو دیکھتے ہوئے حبیب جالبؔ کا ایک شعر یاد آرہا ہے جسے تھوڑی سی تحریف کے ساتھ پیش کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو پائے تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ:

دشتِ وفا میں آبلہ پا چند ایک ہیں
باقی چلے ہیں سایۂ دیوار کی طرف

جناب سید سمیع اللہ حسینی صاحب سمیعؔ

تہنیتی نظم

(حضرت مقصود علی خاں صاحب کی کتاب ''365 دن'' کی تصنیف پر)

حضرتِ مقصودؔ نے تصنیف کی عمدہ کتاب
تین سو پینسٹھ مضامین اس میں ہیں سب لاجواب

ابتداء کی ہے محرم سے ہی لکھ کر واقعات
عرس جن کا ہوتا ہے سب ہیں رقم اُن کی صفات

ہے صفر کے ماہ کے حالات کا بھی تذکرہ
تیرہ تیزی کا لیا ہے خوب اس میں جائزہ

ہے ربیع الاولیٰ میں سب ذکر ہی سرکارؐ کا
یہ مہینہ واقعی ہے احمدِؐ مختار کا

اُمِّ سلمہؓ کا ہے مضمون اس ربیع الثانی میں
ذکر اُن کا باعثِ بخشش جہانِ فانی میں

ہے جمادی الاولیٰ میں مہدیؑ کی سیرت کا بیاں
سیرتِ مہدیؑ سے اس کی ہے فضیلت بھی عیاں

اس مہینے کے مضامین بھی ہیں سارے خوب تر
اس جمادی ثانی کی تحریریں ہیں سب معتبر

ہوگیا روشن شبِ معراج سے ماہِ رجب
جو سکھاتا ہے ہمیں یہ دین ہے سارا ادب

پندرھویں شب کا ہے بیاں ہے خوب اس شعبان میں
اور منور ذکر سارا ہے خدا کی شان میں

لیلۃ القدر اور روزوں سے بلند اس کا مقام
رحمتوں کا خزانہ ماہ یہ ماہِ صیام

ثانی مہدیؓ کا بھی ہے ذکر اُس میں ضوفشاں
اس مہینے میں کیا مقصود نے جس کا بیاں

تذکرہ صدیق ؓ کا گنجِ شہیداں کا بھی ہے
ذکر شوال المکرّم اور ایماں کا بھی ہے

ذکر ہے شاہ دلاورؓ کا عیاں ذی قعدہ میں
اور مضامین دوسرے ہیں خوب اس کے بعد میں

ماہِ ذی الحج کے حوالے سے مصنف کا بیاں
بعد قراءت قاری کے دل پہ یہ چھوڑے گا نشاں

میں مبارک باد دیتا ہوں' انہیں اس کام پر
کام اچھا ہے وہی جو ہو خدا کے نام پر

جناب یوسف روشؔن صاحب

تہنیت

ممتاز و نامور قلم کار و شاعر جناب مقصود علی خاں سحؔر کی 25 ویں تصنیف ''365 دن'' کی اشاعت کی مسرت میں

تین سو پینسٹھ ہیں دن مقصود کے اسباق کے

ہے سحؔر کا اس قدر حسّاس اور سچا قلم
سینکڑوں جس نے کئے ہیں دین کے عنواں رقم
جو بھی ہے عنواں اِس میں اُس کا رکھا ہے بھرم
دُور دل سے دھیرے دھیرے ہو گئے رنج و الم

درس اس میں سینکڑوں ہیں سینکڑوں اوراق کے
تین سو پینسٹھ ہیں دن مقصود کے اسباق کے

سب کتب مقبول ہیں پچیسویں ہے یہ کتاب
تین سو پینسٹھ مضامین دیڑھ سو جن کے ہیں باب
کیوں نہ ہوگی اس کے ہر اک باب میں بھی آب و تاب
کام کچھ ایسا ہوا جس کا نہیں کوئی جواب

مشرق و مغرب میں نوری تذکرے آفاق کے
تین سو پینسٹھ ہیں دن مقصود کے اسباق کے

اظہار حق

حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے جو ''الباری'' ہے یعنی عالم کو بنانیوالا ہے۔ ''الہادی'' ہے یعنی راہ دکھانے والا ہے۔ ''الباقی'' ہے یعنی ہمیشہ رہنے والا ہے۔ ''الرشید'' ہے یعنی رہنما ہے۔ ''الخالق'' ہے یعنی پیدا کرنے والا ہے۔ اور ''ذوالجلال والاکرام'' ہے یعنی صاحب بزرگی اور بخشش کا رہے۔ ہم اسی اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں۔

ہزاروں درود وسلام ہو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر آپ ؐ کے طفیل میں اسلام ملا' قرآن جیسی مقدس کتاب ملی۔ آپ ؐکی سیرت کا ہر ورق قیامت تک کے لئے راہ ہدایت ہے۔ ہزاروں درود وسلام ہو حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام پر جو خلیفۃ اللہ ہیں' تابع تام خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بن کر مبعوث ہوئے جن کی ہر حال میں تصدیق فرض ہے۔

ہم اس زمین پر ہی تعلیم وتربیت پا کر عبادت' محنت' محبت' خدمت' امانت' انصاف' فرمانبرداری کا فریضہ انجام دیتے ہیں بعض اس زمین پر نافرمانی' ظلم' جھوٹ' جہالت' غرور وتکبر' فریب' حسد اور فتنہ وفساد کا بیج بوتے ہیں۔ بعض وقت ہم سے خیر وشر کے کام علم رکھتے ہوئے اور ناعلمی میں سرزد ہو جاتے ہیں۔ اس کی وجہ تعلیم وتربیت کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بے عملی زندگی گزار لیتے ہیں۔ ہمارے گھروں اور مدرسوں میں اسلامی تعلیم کا کوئی مستقل انتظام نہیں ہے جس کی وجہ سے جس طرح کی زندگی گزارنے کا اسلام سبق دیتا ہے اُس سے ہم آگہی نہیں رکھتے۔ گھر کے ماحول کو خراب کرنے میں پہلے ٹیلی ویژن تھا اب سیل فون ہو گیا۔ ہماری نظریں دن بھر میں جتنی مرتبہ سیل فون پر ہوتی ہیں ایک مرتبہ بھی قرآن پاک پر جو قیامت تک کے لئے ہدایت نامہ ہے اس پر نہیں پڑتی۔ والدین بچوں کو اسکول اور ٹیوشن پر بھیج کر سمجھ جاتی ہیں کہ ہم تعلیم وتربیت کا حق ادا کر دیا۔ جس شوق سے سیل فون کی اسکرین پر نظر ڈالتے ہیں اس طرح کبھی ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت میں غور نہیں کیا۔ موجودہ دور میں اسلامی اصول پر تعلیم وتربیت ضروری ہے۔ مخلوط تعلیمی نظام بہت نقصان پہنچا رہا ہے آپسی میل جول عقیدہ کو کمزور بنا رہا ہے۔ یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ سرپرستوں سے وہ تعلیم وتربیت نہیں مل پا رہی ہے جو ملنا چاہئے۔

قرآن پاک میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ترجمہ) اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں'' تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے صاحبزادے عبادت میں خلل ڈال رہے تھے آپؓ انہیں جنگل میں چھوڑنے کے لئے لے جا رہے تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ کی نظر مبارک آپ پر پڑی۔ فرمایا کدھر جا رہے ہو۔ میاں نظامؓ عرض کرتے ہیں یہ بچے عبادت میں خلل ڈال رہے ہیں انہیں چھوڑنے جا رہا ہوں۔۔ قربان ہو جائیں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ پر آپ ارشاد فرماتے ہیں'' میاں نظام ان کو اپنے ساتھ رکھو' ان کی تربیت کرو اور اپنے

ساتھ جنت میں لے جاؤ‘‘ حضرت مہدی موعودؑ نے ہر موقعہ پر تعلیم وتربیت پر توجہ دلائی ہے۔آج ہم اس ارشاد کو بھول بیٹھے ہیں۔

اولاد دراصل والدین کے لئے امانت ہے ان کی صحیح تربیت کرنا والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔اس وقت ہمارا معاشرہ اسلامی تربیت کا بہت محتاج ہے۔ہم اپنے بچوں کی صحیح تربیت کریں گے تو وہ ہماری اور قوم کی نیک نامی کے باعث ہوں گے۔یاد رہے ہم پہلے اپنی اصلاح کریں تا کہ اولاد کے لئے نمونہ بنیں۔

فبروری 2009ء میں جبیل (سعودی عربیہ) میں قیام کے دوران خیال آیا کہ اسلامی تعلیم پر کوئی کتاب تحریر کی جائے۔اس کام کو روکنے کے لئے شیطان نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اس پر تو بہت ساری کتابیں شائع ہو چکی ہیں اس طرح چند دن گذر گئے۔ایک دن ذہن میں خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ نئے انداز سے یہ کتاب تحریر کی جائے۔وہ کس نوعیت کی ہو۔اللہ تعالیٰ نے فقیر کی سوچ وفکر پر رحمت نچھاور کرتے ہوئے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ تعلیمات اسلامی وسیرت کو قمری تاریخ کے لحاظ سے یکم محرم تا 30/ذی الحجہ پیش کی جائے۔اس آمد خیال پر دل خوشی سے سرشار ہو گیا۔اللہ کا نام لے کر 14/مارچ 2009ء سے تحریر کا آغاز کیا۔تاریخوں کے لحاظ سے مجھے 360 مضامین تحریر کرنا ہے۔ایک مہینہ تک اس پر کام ہوا۔ابتداء میں آسانی سے کام ہوتا رہا جیسے جیسے کام بڑھتا گیا قلم ساتھ دینا چھوڑ دیا۔یہ کام بہت بڑا ہے میرے لئے ممکن نہیں۔اس کے بعد ماہنامہ نورولایت کے لئے مضامین اور ایک کے بعد ایک کتابیں معلومات قرآنی ‘سفینۂ روح عمل‘ ماضی کے اوراق بہاراں‘ خطباب جمعہ وعیدین‘ فرامین مہدی موعودؑ اور ہم‘ شہدائے مہدویہ‘ حج وعمرہ (سوال وجواب میں) سیرت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ (سوال جواب میں) اور معصومین وصالحین اور ہم کی تحریر اور اشاعت میں مصروف رہا۔اس دوران نعتیہ مجموعہ کلام ’’نگاہ سحر‘‘ بھی شائع ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فرزند امیر علی خاں عرف شاداب کی خواہش پر مارچ 2016ء میں دوبارہ سعودی عربیہ جانے کا اتفاق ہوا۔قیام بھی تین مہینہ کا تھا۔دل میں خیال پیدا ہوا اتنے دن کس طرح گزاریں گے۔اس فکر میں ذہن میں بات آئی کہ کیوں نہ رو کے ہوئے کام کو دوبارہ آغاز کیا جائے۔اس کے لئے میں تحریر کا مواد تیار کر کے ساتھ لے گیا۔اور الحمد اللہ کتاب کا نصف کام اس دوران ہوا۔حیدرآباد میں بھی اس پر آگے کام کیا۔لیکن اور تحریری کام باقی تھا۔الحمد اللہ سال 2018 ماہ مارچ میں دوبارہ سعودی عربیہ جانا ہوا۔قیام بھی چار مہینہ کے برابر تھا۔اس دوران تحریری کام کو تکمیل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔فضل خداوندی سے بہ طفیل خاتمین پاکؓ کام تکمیل کو پہنچا۔اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجالاؤں کم ہے۔

جس ترتیب سے یہ کتاب تحریر کی گئی اس کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کتاب کا نام ’’365 دن‘‘ رکھا گیا ہے۔یہ کتاب قمری تاریخوں کے لحاظ سے تحریر کی گئی ہے۔اس میں سیرت وتعلیمات حضرت محمد ﷺ وحضرت مہدی موعود علیہ السلام‘ فرائض نبوت وولایت‘ سیرت خلفاء خاتمین پاکؓ‘ بزرگان دین کے علاوہ معاشرہ میں رہنے کے لئے تعلیمات اسلامی اور بنیادی باتیں جو ضروری ہیں۔اس کو بھی پیش کرنے کی کوشش کی گئی

ہے۔اس کتاب میں تقریباً تمام اُمور پر جن سے واقف ہونا ضروری ہے اس کو سرسری طور پر انتہائی سادگی کے ساتھ مختصر سے مختصر جملوں میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔مطالعہ کے دوران کوئی غلطی نظر آجائے تو سہو سمجھ کر معاف کردیں۔اوراس کی اطلاع دیں تاکہ تصحیح کردی جائے۔

اس کتاب کوتحریر کرنے کا اولین مقصد ''تعلیم وتربیت'' ہے۔ہمارا معاشرہ اس وقت کن کن حالات سے گزر رہا ہے تمام پر عیاں ہے۔فقیر کی خواہش ہے کہ قمری تاریخ کے لحاظ سے روزانہ ہر گھر میں ایک وقت مقررہ پر سب کو جمع کرکے سنایا جائے۔اس کے ساتھ متولیان مساجد سے ادباً گزارش ہے کہ کسی ایک نماز میں (جس نماز میں مصلیوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے) قمری تاریخ کے لحاظ سے پڑھ کر سنانے کا انتظام فرمائیں۔اس کے لئے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔انشاءاللہ اس سے سامعین کے دینی معلومات میں اضافہ اور ایمان وعقیدہ میں پختگی آئے گی۔

اس کتاب کی تحریر کے دوران فقیر کی اہلیہ‘ فرزند‘ دختر اور بہو نے جو خدمت انجام دی اس کے لئے میں تادم آخر تک شکر گزار رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عطا فرمائے۔آمین۔

ادارہ بے حد شکر گزار ہے عالی جناب سید نجم الدین صاحب تشریف الٰہی نجمی کا جنھوں نے اپنے والدین (حضرت سید خوندمیر تشریف الٰہی مرحوم اور محترمہ سیدہ قمر النساء تشریف الٰہی مرحومہ) کے ایصال ثواب کے لئے اس کتاب کی اشاعت میں گرانقدر عطیہ روانہ کیا۔ میں شکر گذار ہوں جناب رحمت علی خاں صاحب صدر ایم آئی سی شکاگو‘ جناب ابوالفیض سید احمد صاحب عآبد اور ڈاکٹر ابولطیف سید محمد صاحب سیفؔ جنرل سکریٹری ایم آئی سی کا جنھوں نے کتاب کے تعلق سے اپنے زرین خیالات کا اظہار کیا۔جناب سید سمیع اللہ حسینی سمیعؔ وجناب یوسف روشؔ صاحب کا بھی ممنون ہوں جنھوں نے تہنیتی نظم میں بہترین تاثرات کا اظہار کیا۔ناسپاسی ہوگی اگر میں شکریہ اداء نہ کروں جناب ذیشان خوندمیری کا جنھوں نے دیدہ زیب سرورق تیار کیا۔

ہمیشہ کی طرح برادرم جناب ابوالفیض سید احمد عآبد صاحب ابن حضرت سید علی برتر صاحب شریک مدیر ماہنامہ نورولایت اور جناب شاہ نور محمد نظامی صاحب کا جو مخلصانہ تعاون حاصل رہا اس کے لئے ان کا تہہ دل سے ممنون ومشکور ہوں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام کو آخر وقت تک دین ومذہب کی باتیں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقیر مقصود علی خاں غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ محرم الحرام

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	ہجری سال۔حضرت عمر فاروقؓ	21	16	حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ	40
2	اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت	22	17	حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؓ	42
3	اسلام	24	18	حضرت بندگی میاں شاہ عبد المجید نورنوشؓ	43
4	ایمان	25	19	حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادہ لاہوتؒ	45
5	قرآن المجید	26	20	نفس	46
6	بندہ	28	21	تقویٰ	48
7	یوم آخرت	29	22	حضرت بندگی میاں امین محمدؓ	49
8	کلمۂ توحید	31	23	اعمال	50
9	بولا چالا معاف کرنا	32	24	نماز	52
10	حضرت سیدنا حسینؓ	33	25	تحیۃ الوضو یا وضو دوگانہ	53
11	اطاعت وفرمانبرداری	34	26	سورۂ فاتحہ	53
12	شک وشبہ اور شیخی	36	27	اسلام علیکم	55
13	احسان	37	28	دعا کا قبول نہ ہونا	55
14	حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ	38	29	انصاف	56
15	حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ	39	30	حشر	58

ہجری سال۔حضرت عمر فاروقؓ

آج یکم محرم ہے۔ہجری سال کا پہلا دن ہے۔تمام عاشقان اسلام کو نئے سال کی پر خلوص دلی مبارکباد

آج مختصر طور پر یہ بتلادوں کہ ہجری سال کی ابتداء کس طرح ہوئی۔حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت ہے۔اسلام عرب سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل رہا تھا۔خلیفۂ رسول کی جانب سے احکامات جاری ہوتے تھے۔بعض وقت ایسا ہوجاتا تھا کہ پہلے جاری کردہ احکامات وصول ہونے سے قبل بعد کے احکامات وصول ہوجاتے تھے اور پہلے جاری کردہ اس کے بعد وصول ہوتے تھے۔اس سے احکامات کو روبعمل لانے میں دشواری ہوتی تھی کونسا پہلا جاری ہوا اور کونسا بعد میں۔اس پر اگر تاریخ درج کی جاتی تو آسانی سمجھ میں آجاتا۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھ کر بھیجا کہ آپ کے احکامات ہمارے پاس پہنچتے ہیں لیکن ان پر تاریخ نہیں ہوتی۔اس خط کی وصولی کے بعد حضرت عمرؓ نے 17ھ میں صحابہ کو تعین تاریخ کے بارے میں مشورہ کے لئے مدعو کیا۔حضرت سیدنا علیؓ، حضرت عثمانؓ اور دیگر اصحاب تشریف لائے۔اس مشاورتی اجلاس میں بعض نے کہا کہ تاریخ کی ابتداء بعثت نبی اکرمؐ ہونی چاہیئے۔بعض نے کہا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وفات سے۔حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تاریخ کی ابتداء ہجرت سے ہونی چاہیئے۔اس لئے کہ ہجرت سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔سب نے اس رائے کو پسند کیا۔حضرت محمدؐ ہجرت کا ارادہ محرم میں ہی فرماچکے تھے۔اس لئے سن ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے کی گئی۔حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو یہی مشورہ دیا کہ سن ہجری کی ابتداء محرم الحرام سے ہونی چاہیئے۔''الفاروق''میں شبلی نعمانی تحریر کرتے ہیں 21ہجری میں حضرت عمرؓ کے سامنے ایک تحریر پیش ہوئی جس پر صرف شعبان کا لفظ تھا۔حضرت نے کہا کہ یہ کیونکر معلوم ہو کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟اسی وقت مجلس شوریٰ طلب کی گئی اور ہجری تقویم کے مختلف پہلوؤں زیر بحث آئے۔بنیادی بات یہ تھی کہ کون سے واقعہ سے سال کا آغاز ہو؟ حضرت علیؓ نے ہجرت نبوی کی رائے دی اور اس پر سب کا اتفاق ہوا۔حضرت علیؓ کے مشورہ سے محرم کو پہلا مہینہ قرار دیا گیا۔اس مشاورتی اجلاس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے تمام گورنروں اور سپہ سالاروں کو ہجری سال کے آغاز کی اطلاع دی۔اس طرح عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں قمری مہینوں اور سال کا آغاز ہوا۔آپ کے عظیم کارناموں میں یہ بھی ایک عظیم کارنامہ ہے۔

یہ بھی ایک عجیب حقیقت ہے کہ جس ہستی کے دور خلافت میں سن ہجری کا آغاز ہوا۔اس کی پہلی تاریخ کو اس کی شہادت ہوتی ہے جنہیں تاریخ اسلام میں حضرت سیدنا عمر فاروقؓ سے یاد کیا جاتا ہے۔نماز فجر کے وقت ابولولو نامی یہودی کے ہاتھوں آپ کی شہادت ہوتی ہے۔حضرت محمد ﷺ آپ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ یقیناً عمرؓ بن خطاب ہوتے۔ایک موقعہ پر فرمایا عمرؓ جس راستے سے چلتے ہیں شیطان اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے سے چلنے لگتا ہے۔ایک موقعہ پر یہ بھی فرمایا دو آسمانی وزیر ہیں جبرئیلؑ اور میکائیلؑ اور دو زمینی وزیر ابوبکرؓ اور عمر فاروقؓ

حضرت عمرؓ صاف گو، بے باک اور انصاف پسند تھے۔ خلافت ایسی تھی کہ آج بھی اس کی مثال دی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا عمرؓ کا اسلام ہماری فتح تھی۔ ان کی ہجرت ہماری کامیابی اور ان کی خلافت خدا کی رحمت تھی۔ آپ ہی کی بدولت مسلمانوں کو علانیہ کعبہ میں نماز پڑھنے کا موقع ملا۔ آپ کی خواہش اور ارادے کی تائید میں اکثر آیات نازل ہوئیں۔ شراب کے حرام کئے جانے کی بڑی تمنا آپ کو تھی۔ آخر قرآن میں شراب کی حرمت کا حکم آ گیا۔ مقام ابراہیم کو مصلےٰ بنانے کی آرزو ظاہر کرتے رہتے تھے۔ آخر قرآن میں حکم آ گیا کہ مقام ابراہیم کو مصلےٰ بناؤ، منافقین کی نماز جنازہ پڑھانے کے لئے آپ حضور ﷺ کو روکا کرتے تھے۔ آخر قرآن میں حکم آ گیا، بدر کے قیدیوں کو قتل کرنا اور ازواج مطہرات کو پردہ کا حکم دیا جائے، چنانچہ قرآن میں قتل کرنے اور پردہ کا حکم آ گیا۔ آپ ہی کی خلافت میں تعلیمی نصاب بنا، مالیاتی پالیسی بنی، مردم شماری کا آغاز ہوا۔ راشنگ کا نفاذ ہوا، شفاء خانے، مسافر خانے بنے، بچہ پیدا ہوتے ہی بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا، حکومت کا سکریٹریٹ قائم ہوا، غرض فلاحی مملکت کا ایک نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ذمہ داری کا اتنا احساس تھا کہ فرماتے تھے دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوک سے مر گیا تو عمر سے اس کی باز پرس ہوگی۔ ایک مرتبہ علاج کے سلسلہ میں شہد کی ضرورت پڑی۔ اس وقت بیت المال میں شہد تھا۔ خطبہ دینے آئے تو کہا اگر اجازت ہو تو میں بیت المال سے شہد لوں ورنہ وہ مجھ پر حرام ہے۔ اجازت ملنے پر بیت المال سے شہد لیتے ہیں۔

یہ وہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ تھے جو خلافت کے عہدہ کو خدمت خلق کا ایک عہدہ سمجھتے تھے۔ آپ کو کتنا خوف آخرت تھا کہ ایک روز گھانس کا ایک تنکہ ہاتھ میں لیکر فرمایا کاش میں تنکہ ہوتا، کاش میں پیدا نہ ہوتا، اس مرد مجاہد، مرد مومن، خدمت گزار قوم کو ایک یہودی نے وار کر کے زخمی کرتا ہے۔ اس گہرے زخم سے یکم محرم 24 ہجری کو دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ قیامت تک کے لئے اپنی زندگی کے انمول نقش ہمارے لئے چھوڑ گئے۔ اس نمونہ زندگی کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت

آج ماہ محرم الحرام کی 2/تاریخ ہے۔ آج ہم مختصر طور پر ''اللہ تعالیٰ کی قدرت'' پر سماعت فرمائیں گے۔

اللہ ہمارا رب ہے وہ پاک ذات ہے، اللہ اپنی الوہیت اور ربوبیت میں واحد ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں جو اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے۔ وہ اول بھی ہے اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، حیی بھی ہے قیوم بھی، وہاب بھی ہے ستار بھی ہے، قہار بھی ہے غفار بھی ہے، جبار بھی ہے علیم بھی ہے، حکیم بھی ہے رحیم بھی ہے۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا و بے نیاز ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ بہت مہربان، نہایت رحم والا، عظمت والا، سلامتی والا، امن دینے والا، نگرانی کرنے والا، بخشنے والا، روزی دینے والا، بلند کرنے والا، عزت دینے والا، فیصلہ کرنے والا، انصاف کرنے والا، محبت کرنے والا، ہدایت دینے والا ہے۔ وہ کسی کو دے تو روکنے والا کوئی نہیں اور جو وہ روک لے اس کو کوئی دینے والا نہیں الغرض وہ رحیم و کریم اور سمیع و علیم ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

ہم بخوبی واقف ہیں کہ کائنات کا خالق و مالک اور فرمارواں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کی قدرت کا کوئی آنکھ احاطہ نہیں

کرسکتی۔اس کی قدرت کے آگے سب بے نیاز ہیں۔اس کی بے شمار صفات ہیں،ان صفات کا کوئی اندازہ بھی نہیں کرسکتا۔اللہ کریم ہےاور کرم اس کومحبوب ہے۔اللہ سخی ہےاور سخاوت اسے محبوب ہے۔اللہ تعالیٰ بے پناہ قوت وطاقت والا ہے،وہ شاہ کوگدااور گدا کوشاہ بنا سکتا ہے،تمام اختیارات کا مالک ہے۔اللہ نے ہمیں اشرف المخلوقات بنا کراس دنیامیں پیدا کیا ہے۔ہم میں بھی اس کی صفات کا کچھ نہ کچھ حصہ ہونا چاہیئے ۔یہ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہم زندگی گزار کر اللہ کا انعام پاسکیں ۔بندوں کی خدمت بھی اللہ ہی کی خدمت ہے۔جو کچھ بھی عطا کرتا ہے اللہ ہی عطا کرتا ہےاور اللہ ہی ہے جو ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔

ہم بندہ خدا ہیں ہمیشہ اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے ،کیونکہ وہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے،وہ پاکیزہ ہےاور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے،وہ ایک ہےاور اتحاد کو پسند کرتا ہے،وہ ہمیشہ ہمارے قریب ہےاور ساتھ ہےاس لئے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں،اللہ کا نام بھی اللہ واسطے ہی لیں۔ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ جو بھی نفع ونقصان ہوتا ہے وہ اللہ ہی کے طرف سے ہوتا ہے ،لہٰذا جو بھی کام کریں اللہ واسطے کریں

دلوں کا سکون ،اطمینان،چین اللہ کے ذکر میں ہے۔یاد خدا سے دل کو راحت ہوتی ہے۔اللہ کی یاد سے غفلت نہ برتیں۔جو خدا کو بھول جاتا ہے اللہ بھی اس کو بھول جاتا ہے۔اچھے اعمال ہی سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔جس نے اللہ کو پہچان لیا اس پر ہر چیز روشن ہوجاتی ہے۔اللہ کو ہر وقت ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہےاور ہمیشہ اللہ سے اللہ کے فضل کو طلب کریں۔

ہم اللہ ہی کی عبادت کریں اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہیں اور ہمیشہ ہر حال میں اس کا شکریہ ادا کرتے رہیں۔شکر ادا کرنے سے نعمت میں زیادتی ہوتی ہے۔اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ کریں۔اللہ سب کچھ معاف کرسکتا ہے لیکن شرک کو معاف نہیں کرتا۔

عزت بھی اللہ کی دین ہے۔اس کے لئے اللہ ہی کا شکر بجالانا چاہیئے ۔جو اللہ کا شکر عطا کرتے ہیں،اللہ انہیں مزید عزت سے نوازتا ہے۔اس کے لئے صراط مستقیم کو اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہیئے ۔جو شخص اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی ،بتلائی ہوئی حدوں سے باہر قدم رکھتا ہے دراصل وہ اپنے آپ پر ہی ظلم کرتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی صحبت میں رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔قارون،فرعون اور ابوجہل کا طرز حیات خدا کا باغی بنا دیتا ہے۔پیغمبروں،اولیاءاللہ کی سیرت خدا کا دوست بنادیتی ہے۔حضرت محمدﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص دولت مند کے قریب ہوتا ہے وہ اللہ سے اتنا ہی دور رہتا ہے۔جو بندہ سمجھدار ہوتا ہے وہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ سے دور ہوجائیں ۔اللہ سے دور ہونا گویا اس کی رحمت سے،اس کی شفاعت سے،اس کے کرم سے،اس کے فضل سے دور ہونا ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس کا فضل طلب کریں نہ کہ اس کا انصاف

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہےاور وہی کامیابی پاتا ہے جو امتحان کی تیاری کرتا ہے۔اس لئے کامیابی کے لئے اطاعت اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں۔نفس اور شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے،وہ زندگی کے ہر قدم پر ہمیں بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے۔ہمیں ہر حال میں اس سے بچ کر زندگی گزارنا چاہیئے ۔اس سے بچنے کا بہترین طریقہ ذکر اللہ ہے۔

اللہ کے نام کو غور سے دیکھو اور دل میں جذب کرلو۔اللہ کا نام محبت سے دیکھتے رہیں گے تو یہ نام مبارک دل پر نقش ہوجائے گا۔منکر نکیر آئیں تو کہیں گے کہ اس کے دل میں تو اللہ لکھا ہوا ہے۔اس سے کیا سوال و جواب؟ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ’’ہر جا کہ باشید بیادِ خدا باشد‘‘ اور ہر چہ خواہی از خدا خواہ یعنی جہاں کہیں بھی رہو اللہ کو یاد کرو اور جو بھی چاہو خدا سے چاہو۔ہماری ہر سانس میں ذکر اللہ ہو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ زندگی کے اس سفر میں ہمیں شیطان کے وسوسوں سےاور نفس کی کارستانی سے محفوظ رکھے۔باعمل حقیقی مومن بنائے (آمین)

اسلام

آج ماہ محرم الحرام کی 3/ تاریخ ہے۔آج ہم ''اسلام'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کریں گے۔

یہ بات سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے کہ ''اسلام'' اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اور اس کے بعد کوئی پیغام آنے والا نہیں ہے، صرف قیامت آئے گی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے'' ہم نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند فرمایا ہے'' اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں ہمیں داخل کیا۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد قرآن ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ ظاہر کر دیا کہ شیطان کھلا دشمن ہے تو اس کی پیروی کس حال میں بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ شیطان کی فطرت ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو ہر قدم پر ہر سمت سے، ہر مرحلہ میں صراط مستقیم سے ہٹائے۔ وہ دنیا کی رنگینیوں کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن وہ بندے جو اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاتے ہیں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور ہر حال میں اللہ کی خوشنودی کی طرف راغب ہوتے ہیں اور شیطان کو شکست دے کر خدا کو خوش کرتے ہیں۔

اسلام ایک سیدھا سادا دین ہے۔ جس کی عام فہم تعلیم باسانی ہر ایک کے سمجھ میں آتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مسکینوں کو کھانا کھلانا اور واقف اور ناواقف ہر دو کو سلام کرنا بہترین اسلام ہے۔ مسکین جو ہوتا ہے وہ دراصل اللہ کا دوست ہوتا ہے، اس کی خدمت کرنا بھی دراصل اسلام ہے۔ زندگی کے شب و روز میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی رہتی ہے، صرف جاننے والوں کو ہی سلام نہ کریں بلکہ انہیں بھی سلام کریں جن سے آپ واقف نہ ہوں، یہ اسلام کی تعلیم ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ہر ایک دین کے واسطے خلق ہے اور اسلام کا خلق حیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جہاں حیا نہیں وہاں اسلام نہیں۔ جس معاشرے میں بے حیائی، سورج کی روشنی کی طرح ہو وہاں اسلام کی برکت رحمت کہاں آئے گی۔ جس کے پاس اسلام کی دولت ہے وہ حیادار ہوتا ہے، بے حیائی سے وہ کوسوں دور ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سراپا ادب ہے جو اس کو ملحوظ نہیں رکھے گا وہ بدنصیب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے (آمین)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو پہلے غریبوں نے ہی قبول کیا اور غریبوں سے ہی ظاہر ہوا۔ قرب قیامت کے دور میں یہ غریبوں میں رہے گا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود نے جو دعا کی تھی وہ یہی تھی، مسکینی میں زندگی بسر ہو، مسکینی میں خاتمہ ہو اور قیامت کے دن ہمارا شمار مسکینوں میں ہو۔ آج کے اس دور میں زندگی کے عیش و آرام کے لئے، دولت کے لئے، شہرت کے لئے نمایاں مقام کے لئے وہ حرکتیں، وہ کام کر جاتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہوتا ہے۔ اسلام ایک بہت بڑی نعمت ہے جو اس کے دائرہ میں آ گیا وہ خوش نصیب ہو گیا۔ یہ ایک آفاقی مذہب ہے جو کل بنی نوع انسان کی بقاء کا ضامن ہے۔ یہ آخری اور مکمل دین ہے جو انسانی مخلوق کے لئے پسند فرمایا گیا ہے

۔کرہ ارض کی سب سے بڑی دولت اسلام ہے۔ یہ سب سے بڑی دولت ہے اس سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ دولتمند ہونا، رئیس ہونا، سیاست داں ہونا، مشہور کھلاڑی ہونا یہ کوئی دولت نہیں، اسلام کے سامنے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ اسلام سے بہرہ ور ہونا ہی سب سے بڑی دولت ہے۔

حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کامیاب وہ ہے جسے اسلام کی ہدایت مل گئی۔ فضل خداوندی سے ہمیں اسلام کی ہدایت مل گئی ہے تو اس کا تحفظ بھی کریں۔ خود اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اپنے گھر والوں، عزیزوں، رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کو بھی عمل کی طرف دعوت دیتے رہیں۔

قلب اور روح کو تصدیق حضرت مہدی موعودؑ سے منور کرنا ہی دین اسلام ہے۔ لہٰذا اپنے ایمان کے تحفظ کے لئے نفع نقصان، شہرت وغیرہ سے درگزر کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسلام کے دائرہ میں زندہ رکھے اور خاتمہ بھی اسی دائرہ میں کرے (آمین)

ایمان

آج ماہ محرم الحرام کی 4/ تاریخ ہے۔ آج ہم ''ایمان'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کریں گے۔

دین کی تین شاخیں ہیں، اسلام، ایمان، احسان۔ اسلام کا مطلب اللہ واحد پر ایمان لائیں محمد رسول اللہ کو نبی تسلیم کریں اور فرائض جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ کی پابندی کریں۔ ایمان کا مطلب ہے اللہ کے تمام رسولوں، نبیوں، فرشتوں پر تمام صحائف و کتابوں پر ایمان رکھیں، غیب کی باتیں جیسے روز جزاء، جنت، دوزخ، ثواب، عذاب وغیرہ کا یقین کریں۔ احسان کے مسائل عشق و محبت خداوندی اور دیدار باریٔ تعالیٰ سے متعلق ہیں۔

ایمان کے ایک اور معنی ہیں کہ خدائے واحد کو دل سے پہچانے، زبان سے اقرار کرے اور حکم شرح پر عمل کرے۔ دراصل ایمان و اسلام ایک ہی ہے، اسلام زبان سے اقرار کرتا ہے اور ایمان عمل صالح کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔ ایمان کی اصل تصدیق دل سے یقین کرنا اور اطاعت کرنے کے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی کے لئے سب سے بڑا خزانہ ایمان ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ بندگان خدا جنہیں ایمان کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اس دولت سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے ایمان والوں کے دل اللہ کی یاد سے سکون پاتے ہیں۔ ایمان کی دولت پانے کے بعد سوچ و فکر کو، خیالات وغیرہ کو ہمیشہ نیک رکھنا چاہئے اور ہر حال میں اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہئے۔ بھروسہ کے قابل وہی ذات ہے، کیونکہ ایمان والے اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایمان اس کا نام ہے کہ خدائے واحد کو دل سے پہچانے، زبان سے اس کا اقرار کرے اور حکم شرع پر عمل کرے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔ ایمان والوں کو سخت سے سخت، کٹھن سے کٹھن حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ ایسے وقت پر حضرت علیؓ فرماتے ہیں ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچ بولنے پر ضرر اور نقصان کا اندیشہ ہو وہاں بھی سچ ہی بولے۔ ایمان لانے کے بعد بد تہذیبی بری بات ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جھوٹ ایمان کو زائل کر دیتا ہے۔ کیا کوئی اپنے ایمان

کو جو اللہ تعالیٰ کی بڑی دین ہے اس کو زائل کرے گا ؟ جواب ہاں ہرگز نہیں ہوگا۔ لہٰذا ایمان کو بچانے کے لئے جھوٹ سے گریز کریں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اپنے اُمتی پر اتنا بھروسہ تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرا اُمتی جھوٹا نہیں ہوگا۔ ایمان لانے کے بعد شرک سے بچیں۔ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک نہ کریں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ہے جس وقت مومن گناہ کرتا ہے تو اس کا ایمان باہر ہو جاتا ہے۔ جب اس گناہ سے توبہ کرتا ہے تو ایمان آ جاتا ہے۔ ایمان کی دو قسمیں ہیں ، ایک ایمان وہ ہے جو محمد مصطفیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہے وہ دور ہو جاتا ہے اور دوسری قسم کا ایمان قرآن اور مرشد کا ہے یہ نور دور نہیں ہوتا ہے۔ محمد ﷺ کے نور سے جو ایمان حاصل ہو وہ اگر دور ہو جائے ؟ کیا کوئی مسلمان یہ گوارا کرے گا، ہرگز نہیں۔ لہٰذا اُن کاموں سے دور رہیں جس سے عذاب خداوندی ہوتا ہے۔

ایمان والوں کے کردار کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ وہ بخل نہیں کرتے اور نہ بدخلقی کا مظاہرہ کرتے ہیں بلکہ وہ نیک چلن اور ایماندار ہوتے ہیں۔ ایمان میں وہ طاقت وصلاحیت ہوتی ہے کہ وہ زندگی کو خوشحال بنا دیتی ہے بشرطیکہ ایمان کی حقیقت کو جانیں۔ اعمال صالح ایمان کو روشن کرتے ہیں۔ جس کے دل میں ایمان اور خوف خدا ہوتا ہے وہ لوگ نصیحتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں سادگی ایمان کی علامت ہے اور ایک موقع پر فرمایا ایمان دو نصف ہیں ، ایک نصف صبر اور دوسرا شکر۔ ان تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان والے زندگی سادگی سے گزاریں اور صبر وشکر کا مظاہرہ کریں۔ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اُس کا ایمان ناقص ہے جو خود شکم سیر ہو کر کھائے اور اُس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ سے فرمایا ''اے محمدؐ اگر تو ایمان کی حلاوت چاہتا ہے تو اپنے نفس کو بھوکا رکھ اور اپنی زبان کے لئے خاموشی لازم کرلے'' ہمارے بزرگانِ دین اسی پر عمل کرتے تھے۔ ایمان کی دولت ملنے کے بعد عزیز واقارب ہی نہیں بلکہ پڑوسیوں کا بھی خیال رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ اس کا ایمان ضعیف وکمزور ہے جو دوسروں کی تکالیف ، پریشانیوں پر خوش ہوتا ہے۔

ہر مسلمان کے پاس ایمان کی دولت ہے لیکن کمی ہے تو سچے ایمان کی۔ سچا ایمان روحانی طاقت پیدا کرتا ہے جو آج کے دور میں قال قال ہے۔ اپنے نفس کو سچے ایمان کی تلاش میں لگا دیں۔ آخر میں حضرت امام شافعیؒ کے اس قول کو پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں جو ہمارے لئے ہدایت سے بھرپور ہے۔ آپ فرماتے ہیں دنیا کے خزانے سونے سے بھرے جاتے ہیں تم اپنا خزانہ ایمان اور نیکی سے بھرو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم اپنا خزانہ ایمان ونیکی سے بھریں (آمین)

قرآن المجید

آج ماہ محرم الحرام کی 5/ تاریخ ہے۔ آج ہم ''قرآن'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کریں گے۔

ذلک الکتب لا ریب فیہ۔ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے کلام الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ القرآن کا لفظ قرآن میں 66 مرتبہ آیا ہے۔ اس میں (114) سورتیں ہیں مکہ مکرمہ میں (90) سورتیں اور مدینہ منورہ میں (24) سورتیں نازل ہوئیں۔ دنیا کی کوئی کتاب اس کے مقابل میں نہیں لائی جاسکتی۔ یہ زبان وادب کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔ قرآن مجید روشنی ہے اور اس روشنی سے تمام تاریکیاں دور ہوسکتی ہیں۔ یہ رونق بزم کائنات ہے اس کی تلاوت دنیا ومافیہا اور آخرت کی تمام عبادتوں سے بہتر اور افضل ہے۔ عز وشرف عظمت وفضیلت

، خیر و برکت سے مالا مال کر دینے والی کتاب ہے، ہدایت وحکمت سے لبریز، شک وشبہ سے بالاتر، حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب ہے۔ جہالت کے اندھیروں کو نکالکر توحید کے نور منور کرنے والی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت قرآن مجید ہی ہے۔

اللہ تعالی کے ان گنت احسان ہیں۔ ہم ان احسانوں کا احاطہ نہیں کر سکتے اور نہ شمار کر سکتے ہیں۔ ان احسانوں میں ایک عظیم ترین احسان یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن نازل ہوا۔ قرآن ساری انسانیت کے لئے ایک بے نظیر قانون ہدایت ہے۔ یہ عالم انسانیت کا بہترین رہبر بھی ہے۔ اس کرہ ارض پر جو کتاب ہدایتِ کامل بن سکتی ہے وہ صرف اور صرف قرآن ہے۔ قرآن ایک روشن اور پر حکمت کتاب ہے۔ قرآن کا مقصد لوگوں کو سمجھانا ہے اور اس سے نصیحت حاصل کرنا ہے۔

اللہ تعالی نے اس عظیم اور روشن کتاب کی خصوصیت یہ رکھی ہے کہ وہ احتیاط اور میانہ روی کا راستہ دکھاتی ہے۔ اس کی خوبی ہے کہ اخلاق کمزوریوں سے نکال کر فضائل کی روشنی میں لاتی ہے۔ صفائی اور پاکیزگی کی تعلیم دیتی ہے۔ انفرادی اور معاشرتی زندگی کے دوران جو حالات پیش آتے ہیں یا جو واقعات رونما ہوتے ہیں اس کے سد باب کی راہ بھی یہ دکھاتی ہے۔ غرض اس کتاب میں اجتماعی اور سوشیل احکام بھی ہیں۔ قرآن تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کس کی ہوئی نہیں ہے، اس کی خواہش کم کرلو۔ زندگی سکون واطمینان سے گزر جائے گی۔ دنیا فنا ہونے والی ہے لہٰذا اس کی خواہش فضول ہے۔ قرآن پاک قیامت تک ساری انسانیت کے لئے راہ ہدایت ہے۔ یہ میرا ایمان ہے کہ زمین پر اگر قرآنی حکومت قائم ہو جائے تو ہر طرف امن ہی امن دکھائی دے گا۔ ہر فرد بلا مذہب وملت، اطمینان سے، سکون قلبی سے، راحت سے زندگی بسر کرتا ہوا نظر آئے گا۔ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے یہ خاصیت رکھی ہے۔

اللہ سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے۔ قرآن سے محبت رکھنا اللہ سے محبت کی علامت ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا قرآن سے محبت کی علامت ہے۔ اس کتاب پاک سے فیضیاب ہونے، ہدایت پانے اور رہنمائی حاصل کرنے کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں، ایک قلب سلیم، دوسرا عقل صحیح۔ اس کتاب کا پڑھنا ثواب، اس پر عمل کرنا موجب خیر و برکت اور ذریعہ نجات ہے۔ حدیث میں ہے جس نے ایک آیت سنی تو قیامت کے دن اس کے لئے ایک نور ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور ثواب میں پڑھنے والا اور سننے والا دونوں شریک ہیں۔ حضرت قیس بن معصعہؓ نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا کہ قرآن کتنے دنوں میں ختم کیا کروں؟ آپ نے فرمایا 15 روز میں۔ سائل نے گزارش کی کہ حضور میں اس سے کم مدت میں باسانی پڑھ لے سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو ہفتہ بھر میں ختم کیا کرو پھر عرض کیا کہ اس سے بھی کم وقت میں پڑھ سکتا ہوں تو ارشاد ہوا کہ بس اس سے کم وقت میں نہیں۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا ہے جس نے تین روز سے کم میں قرآن مجید ختم کیا اس نے سمجھا نہیں۔ حضرت محمد ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو حکم دیا سات روز کے اندر ایک بار قرآن ختم کرے۔

یہ کتاب یعنی قرآن پاک دراصل زمین پر رہنے والوں کے لئے ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ اس کتاب کا پڑھنا کار ثواب ہے، اس پر عمل کرنا موجب خیر و برکت اور سب سے اہم بات ذریعہ نجات ہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے اس کتاب کو عشق نامہ فرمایا ہے۔ قرآن کی تلاوت دراصل بندہ اور خدا کی گفتگو ہے۔ اس سے بڑھ کر اس کتاب کی خصوصیت کیا ہوگی؟ یہ کتاب رحمت ہے، بشارت ہے، ہدایت ہے، قرآن یہی کہتا ہے رب والے بن جاؤ۔

حضرت محمد ﷺ نے قرآن کے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے ،قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے تمام آسمانوں، زمین اور ان چیزوں سے جو اس میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اس قدر محبوب چیز کا حق اُسی وقت ادا ہوسکتا ہے جب کہ اس کی تلاوت اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق کی جائے۔ قرآن پاک کی تلاوت یا سماعت سے نہ صرف دل ہی اللہ کے ذکر میں مشغول نہیں ہوتا بلکہ جسم کا ہر رونگھٹا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتا ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں جس شخص نے کتاب اللہ کا علم حاصل کیا اور پھر جو کتاب کے اندر ہے اس کی پیروی کی اللہ اس کو دنیا میں گمراہی سے بچا کر راہ ہدایت پر رکھے گا اور قیامت کے دن اس کو بڑے حساب سے بچائے گا۔ قرآن مجید اپنے پڑھنے والوں کی قیامت میں سفارش کرتا ہے۔ لہٰذا تلاوت قرآن اپنی زندگی کا پروگرام بنالیں۔

بندہ

آج ماہ محرم الحرام کی 6 /تاریخ ہے۔آج ہم ''بندہ'' عنوان پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کریں گے

انسان اللہ کا بندہ ہے۔ بندگی ہی اس کی زندگی ہے۔ اور بندگی دنیا ہی میں کی جاتی ہے۔ اس دنیا میں آنے کے بعد زندگی کس طرح گزاری جائے ،قرآن ،احادیث رسول اللہ وفرامین خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعوؑد راہ دکھاتے ہیں۔

سب سے پہلا عمل یہی ہے کہ اللہ کی بندگی کی جائے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ شرک کرنے والے کو اللہ معاف نہیں کرتا ہے بلکہ انہیں سخت ترین عذاب دیتا ہے۔ بندگی صرف اللہ کی کی جائے۔ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہؐ اور اطاعت مہدی موعوؑد کے بعد والدین کا احترام ضروری ہے۔ ان کی خدمت کی جائے اور ہر وقت ان کے فرمانبردار رہیں۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے بہترین سلوک کریں۔ ان کے دکھ درد، خوشی وغمی کے موقع پر ساتھ دیں۔ ضرورت مند محتاج، غریب ،مفلس کی جہاں تک استطاعت ہو ان کی مدد کریں۔ بندہ ہونے کے ناطے یہ عمل ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہم بندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو بندگی پسند ہے۔ جب تک ہماری بندگی میں للّٰہیت تھی ، اللہ کی خوشنودگی تھی ، اطاعت الٰہی تھی ، نام ونمود، شہرت سے دور تھے۔ زبان وقلم انہیں بندگی میاں لکھنے پر مجبور تھا۔ اس کے برخلاف جب سے ہم نام کی شہرت کے لئے ،القابات کے حصول کے لئے بندگی شروع کردی۔ اس سنت سے ہم دور ہوگئے۔ اس ترقی یافتہ نام ونمود کی دنیا میں نام سے آگے اور پیچھے القابات لگانے کا جو رواج شروع ہوگیا، اس کی زد میں ہم بھی آگئے۔ بندگی کی جو چاشنی تھی وہ ہم سے دور ہوگئی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور اللہ کے بندے رہنے میں ہی کامیابی وکامرانی ہے۔ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں'' اللہ تعالیٰ کا بندہ کے گمان کے ساتھ رہنا بندے کے لئے یہ بڑی رحمت ہے۔ اس رحمت پر بندگی سے اس کا شکر یہ ادا کرنا چاہیئے ، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو حسن عمل کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے اس طرح کی دعا اور بھلائی کی امید رکھنا چاہیئے کہ وہ عمل ہم سے کرائے جس سے خوشنودی رب العالمین حاصل ہوتی ہے۔

ہم مسلمان ہیں، بندۂ خدا ہیں اور خدا کا جو بندہ ہوتا ہے وہ نفس کی خواہش کا بندہ نہیں ہوتا۔ جس نے بھی نفس کی خواہشوں کو اپناتا ہے وہ بندگی سے دور ہوجاتا ہے۔ ایک خواہش کی تکمیل کے بعد دوسری خواہش کی تکمیل میں مصروف ہوجاتا ہے۔ اس منزل پر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہنے کے بجائے خواہشوں کی رضا میں زندگی گزارتا ہے، حالانکہ اُسے ہر حال میں اللہ کی رضا میں راضی رہنا چاہیئے ، جو بندگی کی شان ہے

۔بندہ کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا نہیں ہے بلکہ بندوں کا بھی شکر گزار ہونا چاہیئے ۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''جو بندوں کا شکر گزار نہیں وہ اللہ کا بھی ناشکرا ہے'' شکر گزاری ایک ایسا وٹامن ہے جو کردار کی خوبی کو ظاہر کرتی ہے۔حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں ''جس نے خدا کا حق نہیں جانا اُس نے بندوں کا حق نہیں پہچانا۔ہم بندہ ہیں بندوں کے حق کو بھی ماننا چاہیئے ۔ جاننے کے بعد اگر اللہ تعالیٰ صلاحتیں دی ہیں اس کو ان کے لئے روبعمل لائیں۔''

بندہ کو ہمیشہ خالق سے ہی رشتہ جوڑنا چاہیئے ۔اپنا رشتہ اُن سے ہی جوڑیں جو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیابی میسر کرتی ہیں۔ اس لئے حضرت غوث اعظم دستگیرؒ ارشاد فرماتے ہیں ''اگر خالق کے ساتھ ہے تو اس کا بندہ ہے اور اگر مخلوق کے ساتھ ہے تو مخلوق کا بندہ ہے'' مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے ساتھ دیکر خالق کی بندگی کو نہ بھولیں ورنہ اللہ کے بجائے مخلوق کے بندہ ہو جاؤ گے۔

ہم بندہ ہیں، اسلامی کردار ہمارا دائرہ زندگی ہے۔جھوٹ، دھوکہ دہی، حسد، تکبر، بڑائی اور دیگر امراض سے دور رہیں۔ایک دوسرے کا خیال رکھیں، اتحاد و اتفاق کو فروغ دیں۔عفو و درگزر اور ہمدردی کو اپنائیں۔حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں ''اللہ کے بندو آپس میں قطع تعلق نہ کرو اور حسد چھوڑو'' درحقیقت قطع تعلق قومی نقصان ہے اور قومی ترقی اس سے رک جاتی ہے۔حسد دیمک کی مماثل ہے۔جس طرح دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے اس طرح حسد آپسی قوت کو ختم کر دیتی ہے۔ہم مہدوی ہیں، بندگی ہمیں عزیز ہے۔ہم اُس وقت تک اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ فقر محبوب نہ ہو جائے غنا سے۔

حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں۔خدا بننا آسان ہے، بندہ بننا مشکل ہے۔نعوذ باللہ خدا بن کر بیٹھ جائیں تو آپ کو کوئی کام کرنے کی نوبت نہیں پڑتی۔اس کے برخلاف بندہ بن جائیں تو عبادت، معاملات، حقوق کی ادائی وغیرہ پر عمل کرنا پڑتا ہے۔یعنی بندہ شریعت کے حدود میں بندھا ہوا ہوتا ہے۔ایک سے وابستہ ہونے میں جو لطف اور چاشنی ہے وہ تمام سے ہونے میں نہیں۔اللہ کے بندہ ہیں اور بندے بن کر ہی اس دنیا میں زندگی گزاریں اور رخصت بھی ہوں تو اسی حال میں ہو۔جب تک سانس ہے بندہ کے لئے ضروری ہے کہ بندگی بجالاتے رہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں تیری بندگی میں ہی جلائے اور اسی میں خاتمہ کرے فقر کی حالت میں (آمین)

یوم آخرت

آج ماہ محرم الحرام کی 7/ تاریخ ہے۔آج ہم ''یوم آخرت'' عنوان پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کریں گے

آخرت کے معنی بعد میں آنے والی چیز ہے۔یوم کے معنی دن اور زمانے کے ہوتے ہیں۔اس دنیوی زندگی کے بعد جو آنے والی زندگی ہے وہ آخرت کی زندگی ہے۔یوم آخرت پر ایمان لانا اور عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔قرآن مجید میں توحید اور آخرت کا ذکر بار بار آیا ہے۔توحید کے بعد آخرت پر یقین کر لینے سے انسانی زندگی میں زبردست انقلاب آجاتا ہے۔وہ خیر اور بھلائی کے کاموں کو انجام دیتا ہے، برائی سے دور رہتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے یوم آخرت میں کامیابی نیک اعمال پر ہے۔

پیدا ہونے کے بعد دنیا سے سابقہ پڑتا ہے اور وفات کے بعد آخرت سے۔ایک مقام پر قرآن کہتا ہے آخرت اور دنیا سب کچھ اللہ ہی

کے اختیار میں ہے۔اس قرآنی حکم سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا۔حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں ”دنیا مٹی کی ہےاور فانی ہے،آخرت سونے کی ہےاور باقی ہے لہٰذا رغبت آخرت کے ساتھ ہونی چاہیئے نہ کہ دنیا سے“غور کرنا ہے کہ ہمیں رغبت کس سے ہے۔آج دنیوی رغبت سانس کی طرح ہماری زندگیوں میں بھری پڑی ہےاور ہم آخرت کو بھول چکے ہیں۔ایک عربی کہاوت ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ہم دنیا میں آخرت کے لئے کیا کررہے ہیں؟ جوآخرت کو دنیا سے بہتر جانے وہ ایمان والا ہےاور ہم اپنا جائزہ لیں کہ ایمان والے ہیں یانہیں۔لہٰذا آخرت کا کام آج ہی کریں اور دنیا کا کام کل پر چھوڑ دیں۔

قرآن پاک میں ایک مقام پرارشاد ہوا ہے ترجمہ ”جوشخص راہ ہدایت پر چلے گا اس کے لئے دنیا میں کوئی ڈر ہےاور نہ آخرت میں“اس لئے کہ بھلائی اور برائی کا پورا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ آخرت کی زندگی دو مرحلے میں ہے۔ایک قبر کی زندگی دوسری دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد میدان حشر میں جمع ہونا،حساب وکتاب کے بعد جنت ودوزخ میں داخل ہونے تک۔دوسرے مرحلے کو قیامت کہتے ہیں۔

قرآن تعلیم دیتا ہے جواللہ پرایمان نہیں لاتے وہ دنیا بھی کھوتے ہیں اور آخرت بھی۔فضل خداوندی سے ہم اللہ پر کامل ایمان رکھتے ہیں ،ہم کو چاہیئے کہ دنیا سے زیادہ آخرت کوعزیز رکھیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشادفرماتے ہیں ”بے شک دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہےاور تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو“اس لئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشادفرماتے ہیں آخرت کا بہترین توشہ پرہیزگاری ہے۔سفر دوقسم کے ہوتے ہیں دنیا اور آخرت کا۔دنیا کے سفر میں توشہ ساتھ رکھا جاتا ہےاور آخرت کے سفر میں روانگی سے قبل بھیجنا ہوتا ہے وہ ہے نیک اعمال کا توشہ۔حضرت ابوبکرؓ ارشادفرماتے ہیں دنیا کوآخرت کے لئے اور آخرت کواللہ کے لئے چھوڑ دو۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں آخرت کی عزت اعمال سے ہےاور حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں،تیرے مال میں تیرا حصہ توصرف اتنا ہے جسے تونے آخرت کے لئے بھیج دیا۔آخرت کا دن قیامت ہے۔قیامت والے دن کافروں کے نہ مال کچھ کام آئیں گے نہ اولاد،حتیٰ کہ رفاہی اور بظاہر بھلائی کے کام پروہ جوخرچ کرتے ہیں وہ بھی بیکار جائیں گے۔

یوم آخرت سے بڑے بڑے اولیاء اللہ بزرگانِ دین نے پناہ مانگی ہے۔حضرت محمد ﷺ نے آخرت کی کیفیت سے چھٹکارا دلانے کے لئے ارشادفرمایا،آخرت کا بہترین توشہ پرہیزگاری ہے۔اللہ کا خوف رکھنے والے،اللہ کے مخلص بندے اس دنیا کی زندگی کوغنیمت جانتے ہوئے پرہیزگارانہ زندگی گزارتے ہیں۔وہ نفس اور شیطان کے چکر میں نہیں آتے۔وہ دنیا کے لئے اپنی آخرت کونہیں بگاڑتے۔یہ بات ہمیشہ یادرکھنا ہے کہ یہ دنیا کسی کی ہوئی ہے نہ ہوگی۔

زندگی کے سفر میں ہروقت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی یادرہنا چاہیئے۔آپ ارشادفرماتے ہیں ”کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ دنیا سنبھالیں اور ہم آخرت“آخرت سے بے فکری انسان کو بےعمل بلکہ بدعمل بنادیتی ہے۔ہم عاشقان نبی اکرم ﷺ ہیں،ہم ان کے امتی

ہیں،ہمیں چاہیئے کہ دنیا، دنیاداروں کے لئے چھوڑ کر ہم آخرت کی رغبت رکھیں۔اسی میں اُخروی کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ کامیابی ہمارے نصیب میں رکھے(آمین)

کلمۂ توحید

آج 8محرم الحرام ہے۔کلمہ توحید پر مضمون سماعت کیجئے۔

اسلام کا سب سے پہلا زینہ کلمہ توحید ہے۔لا اله الا الله محمد رسول الله اس کے ساتھ ہی انسان اسلام میں داخل ہوجاتا ہے۔ فرائض نبوت میں یہ سب سے پہلا فرض ہے۔

توحید کے معنی اللہ کو ایک جاننا اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہے۔اسلام کی بنیاد توحید پر ہے۔حضرت آدمؑ سے لے کر حضور نبی اکرم ﷺ تک جتنے بھی انبیاءِ کرام تشریف لائے' وحی الٰہی کے مطابق انہوں نے دعوت کا آغاز توحید سے کیا۔جس طرح سورہ الانبیاء میں ارشاد ہوا۔ وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِ اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ ٥ (سورہ الانبیاء آیت25) ''ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہم ان کی طرف وحی کرتے رہے کہ وہ اعلان کردیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔بس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

قرآن پاک نے لوگوں کو صرف ایک اللہ کی عبادت اور بندگی کی دعوت دی ہے۔ارشاد ہوا۔ وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ٥(سورہ البقرہ آیت163) لوگو تمہارا الہ تو بس ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی الہ نہیں وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

شریعت میں عقیدہ توحید کو وہی حیثیت حاصل ہے جو جسم کے اندر قلب وروح کو۔جس طرح قلب وروح کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا اسی طرح عقیدہ توحید کے بغیر دین کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔دین اس کے پاس ہے جو توحید پرست ہے۔جس کے پاس توحید نہیں ان کے پاس کچھ نہیں۔مرنے کے بعد ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔آخرت کی فلاح وکامیابی عقیدہ توحید پر ہے۔

توحید کے تین اقسام ہیں۔(1) توحید ذات۔اللہ کو اس کی ذات میں اکیلا بے مثال اور لاشریک مانا جائے۔(2) توحید عبادت یعنی ہر قسم کی عبادت صرف اللہ کے لئے ہو۔کسی دوسرے کو اس میں شریک نہ کیا جائے۔یعنی نماز' روزہ' زکواۃ' حج' صدقات' رکوع وسجود' نذرونیاز' طواف' اعتکاف' دعا و پکار صرف اللہ کے لئے ہو۔(3) توحید صفات یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات میں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں یکتا' بے مثال اور لاشریک مانا جائے۔اللہ تعالیٰ کے صفات بے شمار ہیں۔اس کا تصور بھی ناممکن ہے۔تمام عبادت کی روح دراصل عقیدہ توحید ہی ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعوت کا آغاز توحید سے کیا ہے۔لوگوں سے کہا ہمارا خدا ایک ہے۔وہی رزق کا دینے والا' وہی ہماری دعاؤں کو قبول کرنے والا' ہماری آرزوں' خواہشوں کو پورا کرنے والا ہے۔عبادت کے لائق صرف اسی کی ہی ذات ہے۔جس نے یہ عقیدہ رکھا وہ مومن ہے۔جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کیا وہ مشرک ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرایا تھا وہ آگ میں داخل ہوگا۔شرک کی دو قسمیں ہیں۔شرک اکبر وشرک اصغر۔اللہ کی ذات عبادت وصفات میں دوسرے کو شریک کرنا شرک اکبر ہے۔اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔اس کی سزا جہنم ہے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے بھی توحید کی دعوت دی۔آپ نے ارشاد فرمایا'' **ھرچه خواھی از خدا خواھی** ''جو بھی چاہو خدا سے مانگو۔کسی کو کچھ دیں بھی تو ''اللہ دیا'' کہہ کر دو ہر حال میں خدا ہی کا ذکر ہو۔قیامت کے دن نجات کا دارومدار انسان کے عقیدہ پر ہوگا اگر عقیدہ کتاب وسنت کے مطابق خالص توحید ہوا تو نیک اعمال قابل اجر وثواب ہوں گے۔اور گناہ قابل بخشش ہوں گے۔اگر عقیدہ توحید کے بجائے شرک پر مبنی ہوا تو روئے زمین کے برابر نیک اعمال بھی نامقبول اور مردود ہوں گے۔الغرض ہر دم وقدم پر توحید پر قائم رہیں۔اس میں کامیابی ہی کامیابی ہے۔اس کے علاوہ حضرت مہدی موعودؑ نے شرک خفی سے بچنے کی تعلیم بھی دی اور اس کا سارا دارومدار ذکر خفی میں بتایا۔ اپنے دائروں سے منسلک ہوکر اپنے مرشد سے حاصل کریں۔

یہاں تک توحید یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر ہوا محمد رسول اللہ گا اقرار اس طرح ہے کہ اللہ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ آخری کتاب نازل کی اور رسول اللہؐ نے اس کتاب پر مکمل عمل کر کے بتایا اس لئے محمد رسول اللہؐ ہونے کا اقرار کلمہ میں ضروری ہے۔اور وہ اقرار اس طرح ہو کہ رسول نے جو عمل کیا جو فرمایا وہ حرف آخر ہے اس پر عمل کرنا ہی دین میں قائم رہنا ہے۔وہ چاہے کوئی بھی کام ہو اور ان سے محبت کرنا ہر کسی سے زیادہ ورنہ ایمان نہیں رہے گا۔تفصیل کے لئے ربیع الاول کے مہینہ میں رسول اللہؐ کے صفات پر سیرت پر مضامین ملاحظہ کئے جائیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو دین کے دائرہ میں رکھے اور اس کلمہ پر ہماری آخری سانس نکلے۔آمین ثم آمین

بولا چالا معاف کرانا

آج محرم الحرام کی ۹ تاریخ ہے۔کل یوم عاشورہ کا دن ہے۔

یوم عاشورہ کے دن حصرت سیدنا حسینؓ کی شہادت ہوتی ہے۔یہ شہادت اسلام کی حفاظت کے لئے شریعت کی حفاظت کے لئے قرآن کی اطاعت کے لئے' منبر رسول کی حفاظت کے لئے' رشد وہدایت کی گواہی کی پاکیزگی کے لئے ہوئی ہے۔حضرت حسینؓ نے خلافت کی شان ومرتبت کو قائم رکھنے کے لئے اور مملوکیت کو بند کرنے کے لئے یزید کا مقابلہ کیا۔اس مقابلہ میں آپ کی شہادت ضرور ہوئی لیکن اسلام کی حفاظت میں جو جذبہ دکھایا' افراد خاندان کو قربان کیا وہ قیامت تک کے لئے یادگار کارنامہ ہے۔جس سے قیامت تک مسلمانوں کے دل میں اسلام پر قربان ہونے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

حضرت حسینؓ کی تمام تر زندگی مسلمانوں کے لئے راہ ہدایت ہے۔لیکن ۱۰ رمحرم کو بعد نماز فجر آپ کا عمل قیامت تک مسلمانوں کے لئے ایک نعمت ہے۔حضرت سیدنا حسینؓ نے ۱۰ رمحرم کو بعد نماز فجر کربلا میں خطبہ دیا۔خطبہ دینے کے بعد چراغ کو گل کر دیا تاکہ جو اس جنگ سے کنارہ کشی کرنا چاہتے ہیں وہ جاسکیں۔چراغ کو اس لئے بجھا دیا گیا کہ جانے والے شرمساری محسوس نہ کریں۔اس کے بعد حضرت سیدنا حسینؓ نے تمام افراد سے فرمایا اگر سہواً کسی کو مجھ سے تکلیف ورنج پہنچی ہو تو اللہ کے واسطے معاف کریں۔حقوق العباد کے سلسلے میں کچھ کوتاہیاں' رنجش' نا اتفاقیاں' لڑائی جھگڑا وغیرہ ہوجائے تو معافہ معافی کا یہ عمل بندہ کے لئے مددگار ثابت ہوتا ہے۔حقوق اللہ وحقوق العباد ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف کرسکتا ہے۔لیکن بندوں کے حقوق کو بندوں سے ہی معاف کروانا پڑتا ہے۔

کرہ ارض پر حضرت سیدنا حسینؓ کے اس عمل پر گروہ مہدویہ میں عاشورہ کے دن یعنی کل عمل ہوتا ہے۔مرد وخواتین' نوجوان اپنے عزیزوں' دوستوں سے بعد نماز فجر بولا چالا اللہ واسطے معاف کرواتے ہیں۔جس سے آپسی رنجش وغیرہ ختم ہوجاتی ہے۔گروہ مہدویہ کے اس عمل

کی نظیر کہیں اور نہیں ملتی۔اس عمل سے حقوق العباد پر نہ صرف عمل ہوتا ہے بلکہ نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔دل کی پاکیزگی ہوتی ہے گناہیں معاف ہوتے ہیں۔مسلمان' حضرت حسینؓ کے اس عمل کو بھلا دیئے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ نے اس عمل کو جاری کر کے حضرت حسینؓ کے عمل کو زندۂ جاوید بنادیا۔

حضرت سیدنا حسینؓ

آج محرم الحرام کی 10 ؍تاریخ ہے۔آج کے دن ہی حضرت سیدنا حسینؓ کی شہادت ہوئی تھی۔

آج کا دن یوم عاشورہ ہے۔احادیث میں اس دن کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔جیسے زمین وآسمان کی پیدائش' حضرت آدمؑ کی پیدائش' جنت میں داخل ہونا' آدم کی توبہ قبول ہونا' حضرت نوحؑ کا طوفان سے باہر آنا' حضرت ایوبؑ کا صحت یاب ہونا' کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کا اللہ سے ہم کلام ہونا' فرعون کا دریا میں غرق ہونا' حضرت ابراہیمؑ پر آگ کا گلِ گلزار ہونا' حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا' حضرت یعقوب کی بینائی واپس آنا وغیرہ۔لیکن ۱۰؍محرم جس شخصیت کی یاد قیامت تک دلاتی رہے گی وہ حضرت سیدنا حسینؓ کی شخصیت ہے۔حضرت حسینؓ نے میدان کربلا میں حق وانصاف کے لئے اپنی اور خاندان کے افراد کی عظیم الشان قربانی پیش کر کے ایک تاریخ بنائی ہے۔تاریخ اسلام میں حضرت حسینؓ کی قربانی ایک ایسی قربانی ہے جو ہمیشہ قائم رہے گی اور جس مقصد کے لئے یہ قربانیاں دی گئی ہیں وہ کبھی نہیں بھلائی جاسکے گی۔

حضرت حسینؓ خاتون جنت بی بی فاطمہؓ کے بطن سے 4 ؍شعبان سنہ 4 ہجری کو حضرت سیدنا علیؓ کے گھر تولد ہوئے۔نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظروں کے سامنے پروان چڑھتے ہیں۔حضرت حسینؓ کے تعلق سے حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور جوان سے محبت کرے تو بھی ان سے محبت کر۔آپ نے حسنؓ وحسینؓ کے بارے میں فرمایا جس نے ان سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے دونوں سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔آپ نے یہ بھی فرمایا یہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں اور جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ نے باہمی مشورہ سے حضرت سیدنا ابوبکرؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ حضرت سیدنا عثمانؓ حضرت سیدنا علیؓ پھر حضرت حسنؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔حضرت حسنؓ نے آپسی معاہدہ سے خلافت سے دستبرداری حاصل کی اور امیر معاویہؓ کا انتخاب عمل میں آیا۔حضرت امیر معاویہ اپنی خلافت کے دوران ہی اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین بنانے کی راہ اپنا چکے تھے۔یہ طریقہ سابقہ مشاورتی عمل جو انتخاب خلیفہ کے سلسلہ میں ہوا کرتا تھا اس کے خلاف تھا۔معاویہ کے وصال کے بعد ان کا بیٹا یزید 60ھ میں تخت نشین ہوگیا۔یزید کردار کے لحاظ سے سیر وشکار کا بڑا شائق تھا۔اس قابل نہیں تھا کہ وہ خلافت کے عہدہ پر فائز ہو۔یہاں سے غیر شرعی موروثی بادشاہت کا آغاز ہوجاتا ہے۔یزید تخت نشین ہوتے ہی بیعت لینے کا حکم جاری کرتا ہے۔یزید سختی سے احکامات جاری کیئے کہ حضرت حسینؓ کسی طرح سے بھی اس کی خلافت کو تسلیم کرے اور بیعت کرے۔ادھر کوفے والے حضرت حسینؓ کو مسلسل خطوط پر خطوط بھیج رہے تھے کہ یہاں آجایئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

حضرت حسینؓ کی سیرت کا عظیم پہلو یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا ہے۔ یہ آپ کا ذاتی معاملہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ معاملہ اسلام کا تھا' شریعت کا تھا' دین ومذہب کے اصولوں کا تھا۔ سرزمین کربلا نے دیکھا اسلام کی بقاء کے لئے حسینؓ نے اپنی جان عزیز کو قربان کرنے سے پہلے اپنی بہن زینب کے جگر بندوں کے لاشے اُٹھائے۔ بھتیجے قاسم کے پامال جسم کے ٹکڑے سمیٹے' اپنے قوت بازو بھائی عباسؓ کے کٹے شانے کو دیکھا' سینے میں پیوست برچھی اپنے ۱۸ سالہ جوان بیٹے علی اکبرؓ کے جگرے سے نکالے۔ اس عظیم سانحے کے بعد فوج کے سامنے اتمام حجت کرنے اور دین اسلام کے اصول سمجھانے کے بعد کہا میرا قتل ضروری ہے تو لوگو آؤ مجھے قتل کردو۔ اس صدا کے ساتھ بیشمار تیر چلے' نیزے پھینکے گئے۔ چمکتی تلواریں اٹھیں۔ ایسی جنگ ہوئی دشمنان فوج الامان والحفیظ کی صدائیں بلند کیں۔ نماز عصر کا وقت ہوا حسینؓ نے تلوار روک لی اور نماز میں مشغول ہوگئے۔ سجدہ کیا' شمر لعین نے موقع سے فائدہ اٹھایا' خنجر لے کر حسینؓ کا سرتن سے جدا کردیا۔ حسینؓ نے یہ جنگ ملک وسلطنت کے لئے نہیں لڑی بلکہ یہ جنگ حق وباطل کی یعنی نور وظلمات کا مقابلہ تھا۔ ایمان وکفر کا معرکہ تھا۔

یوم شہادت حسینؓ دراصل ایک طرف حق وصداقت پر قربان ہونے کا دن ہے تو دوسری طرف انسانی عظمت کے اعتراف کا دن ہے۔ حسینؓ نام ہے صبر واستقامت کا' حسینؓ نام ہے حق گوئی وبے باکی کا' حسینؓ نام ہے شہادت وبہادری کا' حسینؓ نام ہے حق کی خاطر جان عزیز کو قربان کردینے کا۔ غرض تاریخ اسلام میں حسینؓ کی قربانی ایک ایسی قربانی ہے جو ہمیشہ یاد رہے گی اور جس مقصد کے لئے یہ قربانیاں دی گئیں ہیں وہ کبھی بھی بھلائی نہیں جاسکتی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ مسلمانوں میں بھی وہ جذبہ حسینؓ پیدا ہو جس سے اسلام کی ترقی ہو۔ یوم عاشورہ کو روزہ رکھا جاتا تھا۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یوم عاشورہ کا روزہ اہم ہے مگر اس کے ساتھ 9/ تاریخ کو ملا کر دو روزے کرلو یا پھر 10/ کے بعد 11 کو بھی روزہ رکھو۔ یوم عاشورہ کو یہودی روزہ رکھتے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کی مشابہت نہ کرنے کے لئے 10,9 یا 10,11 بہر حال دو روزے رکھنے کو کہا اس سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اپنی سماجی زندگی میں یہود ونصاریٰ کی مشابہت پیدا نہ کریں۔

اطاعت وفرمانبرداری

آج محرم الحرام کی 11/ تاریخ ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری پر کچھ ساعت کریں گے۔

زندگی کی کامیابی میں اطاعت وفرمانبرداری اہم رول ادا کرتی ہیں۔ اطاعت سے دل میں کشادگی' فرمانبرداری سے انکساری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہر قدم پر اطاعت وفرمانبرداری کی ہدایت دی ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری ہی اسلام کا نام ہے۔ ہمیں اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کی دعوت دی گئی ہے۔ اللہ کی اطاعت کے بعد جس کی اطاعت ہم پر فرض ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور مہدی موعودؑ کی ہے۔ عزت' شہرت' دولت' نجات' رحمت' خیر خوبی سب کچھ اطاعت اللہ وحضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ لیکن اطراف کے ماحول سے اس جذبہ میں کمی پیدا ہوجاتی ہے۔ دوست کسی کو بنائیں' کسی ماحول میں رہیں' کس طرح کی زندگی گزاریں یہ ہم کو ہی طئے کرنا ہے لہٰذا دوست اس کو بنائیں ایسے ماحول میں رہیں جس کے ساتھ رہنے سے دل اطاعت الٰہی وحضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اطاعت کی خوبیاں اس وقت ظاہر ہوتی ہیں

جب اطاعت قلب سے کی جاتی ہے۔ اُس علم کو حاصل کریں جس سے اطاعت وفرمانبرداری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ علم فضول اور بیکار ہے جس سے اطاعت وفرمانبرداری کا درس نہیں ملتا۔ اطاعت کے لئے صرف گردن جھکانا کافی نہیں بلکہ عملی مظاہرہ ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت اور پیروی کی جائے۔ اس میں بندوں کی نجات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ومحبت حضرت محمد ﷺ کی اطاعت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران میں ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: اے رسول آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ تم اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اور اس بات کو سورہ انبیاء میں ارشاد فرمایا۔

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ ان آیتوں کا مطلب یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب کی آیت میں فیصلہ فرمادیا۔

ترجمہ: اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو وہ یقیناً گمراہی کا مرتکب ہوا۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''اگر تم کو برف پر سے رینگ کر جانا پڑے تو جاؤ اور مہدی کے ہاتھ پر بیعت کرو کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ ہے۔'' اسی لئے مہدی موعودؑ کو ماننا ان پر ایمان لانا اور ان کی اتباع کرنا رسول اللہ ﷺ اور اللہ کے فرمان کے تحت ضروری ہے۔

اطاعت کا جذبہ قلب سے ہوتا ہے۔ قلب کے ساتھ جو اطاعت کی جاتی ہے اس کی چاشنی بیان سے باہر ہے۔ اس سے قلب ونگاہ کو مسرت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اطاعت الٰہی ادا کرتے رہوگے تو اطاعت گزاروں میں شمار ہوگا۔ اطاعت میں فرائض نبوت وولایت دونوں شامل ہے۔ ان کی وقت مقررہ کی ادائیگی پر ہی اطاعت گزاروں کے زمرہ میں شامل ہوسکتے ہیں۔

دنیا اور آخرت میں جو عزت کا خواہاں ہے اس کے لئے لازم ہے کہ خدا کی اطاعت کرے۔ علم کے ساتھ ساتھ اطاعت کا جذبہ بھی بڑھنا چاہئے۔ علم کے ساتھ اطاعت نہ ہو تو تمام علم فضول وبیکار ہے۔ جس طرح انسان میں انسانیت کا ہونا ضروری ہے اس طرح علم کے ساتھ اطاعت اللہ ورسول اللہ ﷺ اور ماں باپ کی اطاعت بھی اولاد پر فرض ہے۔ ورنہ نافرمانوں میں شمار ہوگا۔ بندوں پر لازم ہے جب تک سانس ہے اطاعت کے دائرہ میں رہیں۔ جو دنیوی اور اُخروی زندگی کی حفاظت کرتا ہے۔ ہم بندۂ خدا ہیں اس کے ناطے خدا کی اطاعت ہم پر لازم ہے کس طرح سے بھی اطاعت کا دامن چھوڑ نہیں سکتے۔ جو کوئی اطاعت اللہ کا دامن چھوڑا وہ شیطان کا چیلا ہوجاتا ہے۔ اس کے لئے ہر حال میں نقصان ہی نقصان ہے۔ لہٰذا دم کے ساتھ اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کا جذبہ رہنا چاہئے جو دونوں زندگی میں کامیابی دلانے والا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے اطاعت الٰہی میرا حسب ونسب ہے۔ ہم اُمّتی رسول اللہ ﷺ ہیں۔ عاشق محمد ﷺ ہیں۔ فدائیان محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ ہم پر فرض ہوجاتا ہے کہ ہر قدم پر اطاعت الٰہی پر قائم رہیں۔ زندگی تمام اطاعت الٰہی کے دائرہ میں بسر کریں۔ ہم جانتے ہیں شیطان ہمارا کھلا دشمن ہے۔ وہ اطاعت الٰہی سے روکنے کی کوشش کرتا ہے لیکن اس کو شکست دینا ہے۔ شکست اُس وقت ہی دے سکتے ہیں جب اللہ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت وفرمانبرداری ہو۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں تعجب ہوتا ہے اُن پر جو شیطان کو دشمن جانتے ہوئے بھی اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہماری زندگی کی جو اصل راہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اس راہ میں عزت، برکت، رحمت، سکون قلبی حاصل ہوتی ہے۔ سب سے اہم بات خدا سے قریب ہوکر شیطان سے دور ہوجاتے ہیں، خدا سے قریب ہونا زندگی کی

کامیابی ہے۔ جو اطاعت وفرمانبرداری سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ آخری سانس تک ہمیں اطاعت وفرمانبرداری کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شک وشبہ اور شیخی

آج ماہ محرم الحرام کی 12/ تاریخ ہے۔ ’’شک وشبہ اور شیخی‘‘ کیا ہے اس پر سماعت فرمائیے۔

شک وشبہ بُری بلا ہے۔ اس کے گھیرے میں خاندان کے خاندان تباہ وبرباد ہوتے ہیں۔ یہ زندگی کے ہر لمحہ میں مشکلات پیدا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے اطمینان وسکون ختم ہوجاتا ہے۔ شبہ سے شبہ بڑھتا جاتا ہے۔ شک وشبہ ظلم وآفت ہے۔ اس سے نفرت اور مخالفت پیدا ہوجاتی ہے۔ فریب کی راہیں کھولتی ہیں۔ ایسے شخص کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں ہوتا جو شک وشبہ میں رہتا ہے۔ شک وشبہ زندگی کا امن وامان ختم کرکے فتنہ وفساد پھیلاتا ہے۔ جس شخص کی فطرت میں شک وشبہ رہتا ہے اس کی معاشرہ میں کوئی قدر نہیں ہوتی۔ وہ اپنے ہاتھوں ہی اپنے انجام کو بُرا کرلیتا ہے۔ شک وشبہ کرنا دراصل جہالت اور جرم بھی ہے۔ ایسے افراد کی زندگی ایک معنوں میں تاریکی میں ہوتی ہے۔ وہ ہر بات میں ہر واقعہ میں شک کرنے لگتا ہے۔ لکڑی کو جس طرح دیمک کھا جاتی ہے اس طرح شک وشبہ اس کی زندگی کو کھا جاتا ہے۔

ہر معاشرہ میں چند لوگ رہتے ہیں جو اپنے مفاد کے لئے دوسروں میں شک وشبہ کا بیج بوتے ہیں۔ یہ ایک گھناؤنا جرم ہے۔ ان پر خدا کی لعنت پڑتی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں دوستوں پر شک کرنا بُروں کی خصلت ہے۔ مسلمان دراصل زاہد وعابد ہوتا ہے۔ اس میں برائی کی صفت نہیں ہوتی ہے۔ وہ نیکی کے کام خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس کی طرف راغب کرتا ہے۔ حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ عقیدوں میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔ حضرت حسینؓ فرماتے ہیں جو اپنے دین ومذہب کو قیاس کی ترازو میں تولتا ہے وہ ہمیشہ شک وشبہ کا شکار رہتا ہے۔

آج اغیار سے متاثر ہوکر ہم اپنے آئین میں عقیدے میں شک وشبہ کرنے لگتے ہیں۔ ہماری اپنی ایک تاریخ ہے اس کے ایک ایک ورق پر سچائی ہے جہاں للّٰہیت ہی للّٰہیت‘ فرمانبرداری ہی فرمانبرداری‘ عبادت ہی عبادت‘ ہر سانس وقدم کی حفاظت کا سامان ہے وہ خدا کو دیکھنے اور دکھانے والے تھے۔ آیئے ہم اپنے عقیدہ پر کامل یقین رکھتے ہوئے شک وشبہ سے گریز کریں۔ عقیدہ کمزور ہوگیا تو عبادت‘ عبادت نہیں رہتی۔

اسلام زندگی کو اعتدال‘ اُصول اور احتیاط سے گزارنے کی تعلیم دیتا ہے نہ کہ شیخی سے۔ شیخی کرنا اپنے آپ کی توہین کرنا اپنے کو فریب دیتا ہے۔ شیخی کرنے سے عزت وعظمت حاصل نہیں ہوتی بلکہ مصیبت ونقصان کا باعث بھی ہوسکتی ہے۔ شیخی دراصل شرارت اور لالچ کی رشتہ دار ہے۔ نادان لوگ ہی شیخی کرتے ہیں۔ شیخی کرنے سے نہ کوئی فائدہ حاصل ہوتا ہے نہ فتح مندی ملتی ہے۔ یہ بعض وقت آفت بن کر گلے پڑ جاتی ہے۔ بعض نافہم لوگ شیخی کو چالاکی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ افلاس سے کم نہیں ہے۔ غرض شیخی خور ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ شیخی سے باز رہنے میں عافیت ہے۔

شیخی دراصل اپنی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر بات کرنا‘ بڑے بڑے دعوے کرنا‘ جو نہیں ہے اس کا اظہار کرنا ہے۔ شیخی خور بات کرتے وقت

چہرہ پر مسکراہٹ لاتا ہے۔لیکن اس کا ذہن ودل اندر سے افسردہ رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ اترانے والے، شیخی خور کو پسند نہیں کرتے۔ جو عمل اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں وہ عمل کیوں کریں۔ حقیقت میں شیخی کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اپنے خون کو جلانا ہوتا ہے۔شیخی خور، حسد کرنے والے کے قریب ہوجاتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔فضول خرچی اور شیخی نہ کرو۔آج اُمّت اس ارشاد کے خلاف فضول خرچی میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔جھوٹی شان، دیکھا دیکھی بھی شیخی کے برابر ہے۔شیخی خور کے تعلق سے حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں شیخی خور کی بات کسی مسلمان کے حق میں مت سنو۔یعنی شیخی خور کی بات کو نہ سننے کی حضرت محمد مصطفیٰؐ تاکید کررہے ہیں۔آپؐ کی نظروں میں شیخی خور کی بات کی کیا حیثیت ہے اس کا علم ہمیں مل رہا ہے۔آپؐ فرماتے ہیں ''زمین میں شیخی سے اکڑ کر نہ چلو کیونکہ اکڑ کر چلنے سے تو زمین کو پھاڑ نہیں دے گا۔اور نہ تن کر چلنے سے پہاڑوں کی بلندیوں پر پہنچ سکے گا۔

علماءکرام، انجمنوں کا کام ہے کہ قومی افراد بالخصوص نوجوانوں میں شک وشبہ پیدا ہوگیا ہے تو اس کو افہام وتفہیم سے دور کریں۔ ہمارا جو بھی عقیدہ ہے وہ عین شریعت، عین اسلام ہے۔اسلام کی روح ہی ہمارے عقیدے میں ہے۔

ہم مسلمان اور مصدق مہدیؑ ہیں۔ہمیں تعلیم ملی ہے مرنے سے پہلے مرجاؤ۔اس تعلیم کی روشنی میں کوئی مہدوی شیخی خور نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس دنیا سے باعمل اُٹھائے آمین

احسان

آج ماہ محرم الحرام کی 13/تاریخ ہے۔عنوان ''احسان'' پر مضمون سماعت کیجئے۔

ہر انسان میں احسان کا مادہ ہونا چاہئے۔انسانی زندگی میں مسائل، تکالیف، خوشی، غمی آتے ہیں۔ایسے موقعوں پر بھی صبر وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے احسان کے عمل کی نوبت آجائے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔انسانی کردار میں احسان کرنے والوں کی اہمیت ہے۔ جو احسان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر رحم وکرم کرتا ہے۔اور ان کو بلاؤں سے نجات دیتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس طرح اللہ نے تم پر احسان کیا ہے اس طرح تم بھی لوگوں پر احسان کرو، ہر شخص میں احسان کا جذبہ ہونا چاہئے۔یہ معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ ہے اس سے جذبہ اخوت، بھائی چارگی، اخلاص، اتحاد واتفاق، خوش خلقی پیدا ہوتی ہے۔آپ ﷺ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ لوگوں کے ساتھ انصاف اور احسان کرو۔اس کے ساتھ یہ تعلیم بھی آپ نے دی کہ جو لوگوں کا ممنونِ احسان نہیں وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔کسی پر احسان کریں تو اللہ کے واسطے کریں۔اللہ کا شکر ادا کریں کہ مجھے یہ توفیق عطا کی۔احسان دراصل کردار کی خوبی کو ظاہر کرتی ہے۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بدی کے عوض نیکی کرنا احسان ہے، اگر کسی نے تمہیں نقصان پہنچایا یا تکلیف دی، بُرا بھلا کہا ہو یا دشمن ہو تو اس کے عوض اگر نیکی کریں گے تو احسان ہوگا۔یہ عمل دراصل کردار کی اعلیٰ ظرفی کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''اگر تم کسی کے ساتھ احسان کرو تو اسے ظاہر مت کرو اور جب تمہارے ساتھ کوئی احسان کرے تو اسے مت چھپاؤ'' اس کے بعد آپؓ فرماتے ہیں جب کسی احسان کا بدلہ ادا کرنے سے تمہارے ہاتھ قاصر ہوں تو زبان سے اس کا شکریہ ضرور ادا کرو، یہ

اسلامی تعلیم کا مزاج ہے۔اس مزاج کو اپنی زندگی میں روبہ عمل لاکر خداتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں۔ ہماری یہ فطرت ہونی چاہئے کہ اللہ نے فضل کیا ہے تو غرباء ومساکین پر احسان کریں۔ یہ نہ دیکھیں کہ کس کے ساتھ کررہے ہو۔قرآن پاک یہ تعلیم دیتا ہے کہ خیرات کرکے کسی پر احسان نہ جتاؤ۔احسان جتانا دراصل بے ادبی ہے۔کیونکہ جوشخص کسی پر احسان کرکے جتلاتا ہے اس کا گناہ اس کے ثواب سے بڑھ جاتا ہے۔ احسان سب جگہ بہتر ہے لیکن ہمسایہ کے ساتھ یہ بہترین ہوجاتا ہے۔ ہماری فطرت میں یہ بات ہونی چاہئے کہ ہم اپنے دشمن پر بھی احسان کریں تاکہ وہ ہمارا دوست ہوجائے۔کسی کو اپنے عمل سے قریب کرنا بھی بڑی نیکی ہے۔

قومی زندگی میں کئی قسم کے کردار سے ہمیں سابقہ پڑتا ہے۔آج ضرورت جس کردار کو پھیلانے کی ہے وہ یہ ہے کہ لوگوں پر ظلم نہ کیا جائے۔ اوران کے عیبوں کو معلوم کرنے کی خواہش نہ رکھیں۔یہ بھی احسان میں داخل ہے۔احسان کی کئی ایک خوبیاں ہیں ایک خوبی کی طرف امام غزالیؒ نے اس طرح توجہ دلائی ہے۔آپ فرماتے ہیں محتاجوں سے مہنگا مال خریدنا احسان میں ہے اورصدقہ سے بہتر ہے۔آپ نے یہ بھی فرمایا فقیر کو صدقہ دے کر احسان نہ جتلائے بلکہ اس کے قبول کرنے کا خود احسان مند ہو۔

نماز زندگی کی روح ہے اور معراج المومنین ہے۔اس میں احسان اس طرح ہے کہ نماز اس طرح پڑھیں کہ گویا نماز میں اللہ کو دیکھ رہے ہیں۔یہ عبادت ہے، بندگی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم پر بھی اس طرح احسان فرمائے کہ ہر عمل میں للٰہیت ہو۔آمین۔

حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ

آج ماہ محرم الحرام کی 14 ر تاریخ ہے۔آج حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ کی بہرہ عام ہے۔

آپ اُفق مہدویت کے وہ نجم ہیں جس کی روشنی مصدقان مہدی موعودؑ کو راہ بصیرت دکھارہی ہے۔آپ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کے، نواسہ ہیں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے۔آپ مبشر خلیفۃ اللہ ہیں۔آپ بعینہٖ حضرت مہدی موعودؑ کی صورت پر تھے۔اس لئے حضرت شاہ خوندمیرؓ نے دائرہ میں ندا کرائی کہ جس نے حضرت مہدی موعودؑ کو نہ دیکھا ہے وہ اس فرزند کو دیکھ لے۔آپ کی والدہ بی بی خونزا فاطمہؓ کے انتقال کے بعد میاںؓ نے اپنی زوجہ بی بی عائشہؓ سے فرمایا کہ میاں سید محمود کو فرزند مہدی جان کران کی خدمت کرو۔آپ کے فضائل ومناقب کے تعلق سے فرمایا جوشخص اس فرزند کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرے گا اور جوکوئی اس کو پانی پلائے گا اوراس سے محبت کرے گا انشاءاللہ تعالیٰ اس کا اجر دلاؤں گا۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ گروہ حضرت ملک الہدٰ اد ؓ کی صحبت میں رہ کر شب وروز اللہ کے ذکر وفکر میں گزارتے ہیں۔ بیان قرآن کی محفل سے آپ میں یہ کیفیت پیدا ہوجاتی تھی کہ خدا کے عاشق بن جاتے تھے۔طلب دیدار میں محو رہتے تھے۔مہدویہ دائروں کی روح بیان قرآن ہے۔دائروں سے جو بیان قرآن ہوتا وہ سیرتوں میں تبدیلی لاکر خدا کا عاشق اور مخلص بندہ بن جاتا تھا۔حضرت سید جیؒ کے بیان قرآن سے دلوں کی کیفیت بدل جاتی تھی۔علماء کے کہنے پر بادشاہ اکبر آپ کو مناظرہ کے لئے دربار میں آنے کا حکم جاری کرتا ہے۔آپ دربار میں حاضر ہوتے ہیں ملا عبدالنبی سے مناظرہ ہوتا ہے۔دوران مناظرہ ملا احادیث غلط پڑھتا ہے آپ اس کی تصحیح کرتے ہیں بادشاہ اکبر جو پس پردہ سماعت کررہے تھے فوراً پردہ ہٹا کر مناظرہ کی محفل میں آتے ہیں۔ملاّ سے کہتے ہیں سید صاحب نے جو حدیث پڑھی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ملا پر

غصہ کرتا ہے آپ سے کہتا ہے جاؤ میاں کہیں جانا چاہتے ہو جاؤ پھر ملاّ سے کہتا ہے تم نے جہالت کی بات کی۔ایسی نامعقول بحث نہ کرنا۔اگر سید آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کرتا تو ہمارے لشکر پر آگ برس جاتی۔ پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا اگر یہ ذات خود دعویٰ مہدیت کرے تو دعویٰ مہدیت کر سکتی ہے۔اور تحقیق کے بعد اس دعویٰ کو قبول بھی کیا جا سکتا ہے۔حضرت سید نجیؓ کے مقام و مرتبہ کو بیان کرنے کے لئے کئی اوراق چاہئے ۔حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ ارشاد فرماتے ہیں ''میراں سید محمود چشم سر سے خدا بین ہیں''

حضرت کے ارشادات و تعلیمات کردار کے بنانے میں نہایت اہم رول ادا کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا حسب و نسب پر دین و ایمان نہیں ۔ملک باڑی وال کا انتقال ہوا ان کو قبر میں اُتارا جا رہا تھا ایک برادر نے کہا کیوں نہ ہو ان کا حسب و نسب قوی ہے۔حضرت خاتم المرشدینؓ یہ سن کر فرمایا کہ بندہ کے بھی حسب و نسب قوی ہے۔والد صدیق ولایتؓ ماموں حضرت ثانی مہدیؓ نانا خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ۔اس کے بعد فوراً فرمایا حسب و نسب پر ایمان کا دارو مدار نہیں ہے بلکہ مہدیؑ کے فرمان اور تمام مدعائے مہدیؑ پر اس کا مطلب یہی ہے کہ ایمان اس کے پاس ہے جو فرمان امامناؑ کو قبول کرتا ہوا اس پر سختی سے عمل پیرا ہو۔آپ کے پیش نظر اس وقت یہ فرمان تھا۔

''تصدیق بندہ عمل است با عمل مقبول بے عمل مردود''

اس بہرۂ عام کے موقعہ پر ہم اپنا اپنا جائزہ لیں کہ ہم میں کتنا ایمان و عمل ہے۔ بزرگان دین کے بہرہ عام واعراس مبارک دراصل ہمارے لئے یہ موقعہ عنایت کرتے ہیں ہم اپنا اپنا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ مدعائے مہدیؑ پر قائم ہیں یا نہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جب تک سانس ہے عمل بھی اس کے ساتھ رہے۔آمین۔

حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ

آج ماہ محرم الحرام کی 15 / تاریخ ہے اور آج عرس مبارک حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ کا ہے۔

فضلِ خدا سے کل ہم نے آپ کی بہرۂ عام میں شرکت کی سعادت حاصل کی اور اپنے اپنے مرشد سے بہرہ حاصل کیا۔

کائنات کی ہر شئے کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ضروریات کے لئے پیدا فرمایا اور اُسے اختیار دیا کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کرے یا نہ کرے۔انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں بھیجا ان میں رسول و نبی بھی ہیں۔صدیقین و شہداء بھی ہیں۔صالحین و متقین اور اولیاء اللہ ہیں۔انسان کے اختیار میں ہے کہ ان مقدس و متبرک ہستیوں کی سیرت و تعلیمات سے واقف ہو کر اپنی زندگی کو ان کے بتلائے ہوئے طریقوں راستوں پر چلائے۔ہم اپنے اولیاء اللہؒ بزرگوں کی سیرت و تعلیمات کو پڑھتے ہیں۔لیکن ان کے بتلائے ہوئے راستوں پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔اس طرح ہمارا پڑھنا یا واقف ہونا بے کار ہو جاتا ہے۔دراصل بزرگان دین کی سیرت ایک انمول ہدایت ہوتی ہے۔ان میں ایک حضرت بندگی میاں سید نجی خاتم المرشدینؓ کی سیرت ہے۔

آپ کمسن ہیں حضرت شاہ خوندمیرؓ آپ کے احوال کے تعلق سے فرماتے ہیں۔اس کے جو احوال مجھے دکھائے جا رہے ہیں اسکو بیان کروں گا تو اس کے بھائی رشک کریں گے۔جیسا کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے کیا تھا۔اس کو رنجیدہ مت کرو جو کچھ دیکھتا ہے کرتا ہے۔اور وہی کہتا ہے جو دیکھتا ہے۔جس طرح یوسفؑ یعقوب علیہ السلام کے لئے تھے۔اس طرح سید محمود بندہ کے لئے ہے۔میاں سید محمودؓ میں ایک خوبی یہ بھی

تھی کہ آپ کی ایک آنکھ میں کلمہ طیبہ اور بائیں آنکھ میں کلمہ تصدیق لکھا ہوا تھا۔حضرت شاہ خوندمیرؓ کی شہادت کے بعد خلیفہ گروہؓ کی صحبت میں 14 سال رہے ہیں۔آپ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں شہاب الحقؓ کی صحبت میں 25 سال رہتے ہیں۔اس طرح سیدنجی خاتم المرشدینؒ اپنی عمر کے 45 سال صحبت میں گزارتے ہیں۔اس سے صادقین کی صحبت میں رہنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔آپ کی سیرت کا یہ حصہ آج دعوت فکر دیتا ہے۔جبکہ قوم سے یہ عمل مفقود ہوتا جارہا ہے۔بیٹا' باپ کی صحبت پر ہی اکتفا کیا ہوا ہے۔اسلاف کا عمل کیا تھا اس پر نظر نہیں ہے۔

معاشرہ میں ادب واحترام کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔حضرت خاتم المرشدینؒ کی سیرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ بزرگوں کا ادب واحترام کس طرح کیا جاتا ہے۔حضرت میاں مبارک بھائی مہاجرؒ کا دائرہ دساڑہ میں ہے۔حضرت سیدنجیؒ اور حضرت شہاب الحقؒ یہ دونوں بھائی ہر چھ ماہ ملاقات کے لے جاتے اور کچھ دن صحبت میں رہ کر واپس ہوتے۔اس ملاقات کے دوران اگر بھائی مہاجرؒ پلنگ پر بیٹھے ہوئے رہتے یہ دونوں بھائی اصرار کے باوجود پلنگ پر نہ بیٹھ کر زمین پر بیٹھے رہتے۔یہ سادگی اور انکساری واحترام تھا۔حضرت بندگی میاں سید عبدالحیٔ روشن منورؒ جب کبھی آپ کے دائرہ کو تشریف لاتے تو اپنی جوتیاں دائرہ کے دروازے پر چھوڑ دیتے۔حضرت سیدنجیؒ آگے بڑھ کر ان جوتیوں کو اٹھا لیتے۔جب واپس ہوتے جوتیاں سیدھے رکھ کر آپ کے سامنے رکھتے۔یہ آداب دائرہ تھے۔

حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ اپنے زیرنگہداشت فقراء کا خیال رکھتے تھے۔حالات اور وقت کا لحاظ کرتے ہوئے اس میں تبدیلیاں بھی لاتے۔گرانی کے زمانہ میں غلّہ خرید کر رکھتے اور تقسیم کرتے تھے۔یہ عمل اس لئے تھا کہ دائرہ کے فقراء قلبی اطمینان کے ساتھ ذکر وفکر میں رہیں۔

حضرت سیدنجیؒ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ہر فرزند کو مسلسل 40 روز تک نظروں کے سامنے تعلیم وتربیت کی۔جب ہی تو تمام فرزندان ستون دین کے لقب سے مشہور ہوئے۔آپ نے فرزندوں کو وصیت کی کہ مدعائے مہدی موعودؑ پر اپنی ذات سے عمل پیرا ہوجاؤ۔اس کے بعد دوسروں کو نصیحت کرو۔اس طرح کی تعلیم وتربیت کے مناظر اور واقعات نہ دکھائی دیتے ہیں نہ پڑھنے کو ملتے ہیں۔

آپ 3/ذی الحجہ 995ھ کی شب میں نماز تہجد پڑھ کر ذکر اللہ میں محو تھے۔کوئی دشمن آپ پر برچھے سے حملہ کرتا ہے آپ آہٹ سن کر اس کی طرف ہاتھ کرتے ہیں۔برچھا ہتھیلی کو زخمی کردیتا ہے جس سے خون جاری ہوجاتا ہے۔حملہ آور کو تلاش کیا جاتا ہے لیکن پکڑا نہیں جاتا ہے۔اس تکلیف کی وجہ سے 15/محرم الحرام 996ھ کو بعمر 73 سال انتقال ہوتا ہے۔حسب وصیت آپ کی میت کو جالور لاکر دفن کیا جاتا ہے۔جالور شریف میں آپ کا روضہ آج بھی عقیدت مندوں کو فیض یاب کررہا ہے۔

حضرت بندگی میاں سیدنور محمد خاتم کارؒ

آج محرم الحرام کی 16/تاریخ ہے اور آج ہی گروہ مہدویہ کے چار بزرگان دین حضرت بندگی میاں سیدنور محمد خاتم کارؒ حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ حضرت بندگی میاں سید میراںؒ اور حضرت بندگی میاں سید ابراہیمؒ کا بہرہ عام ہے۔آج حضرت بندگی میاں سیدنور محمد خاتم کارؒ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہمارے نظروں کے سامنے بہت کچھ ہوتا ہے، جس کا صبح وشام مشاہدہ کرتے ہیں لیکن جب اللہ والوں کا ذکر ہوتا ہے یا ان کے تعلق

سے پڑھتے ہیں تو ہمیں عبادت وریاضت کے شوق کے ساتھ خدا کا ڈر وخوف بھی پیدا ہوتا ہے۔ان پا کان خدا کا جب ذکر سنتے ہیں یا پڑھتے ہیں تو ہماری کیفیت ہی بدل جاتی ہے۔دل میں ارادہ خیر کے کام کرنے کا اور برائیوں سے دور رہنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ایسے ہی پا کان خدا میں ایک ہستی حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کی بھی ہے۔جو 965ھ میں کھانبیل میں پیدا ہوئے۔والد بزرگوار حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ کی تربیت وصحبت میں ایک نہیں دو نہیں بلکہ 32 سال گزارے۔اسی تربیت کی بناء پر دین کے ستون میں آپ کا شمار ہوتا ہے ۔تربیت قوموں کی زندگی میں وٹامن کا کام کرتی ہے۔جب تک ہمارے دائروں میں اس کا انتظام تھا ہر طرف روحانی مناظر تھے۔جس سے متاثر ہوکر لوگ دائروں کا رخ کرتے اور تصدیق سے مشرف ہوتے تھے۔جس طرح چراغ جلنے پر پروانے چلے آتے تھے اس طرح جن جن دائروں میں تربیتی نظام ہوتا وہاں اسلام وایمان کی حقیقت کو پانے لوگ دوڑے چلے آتے تھے۔جنہیں تاریخ نے ملائے اعلیٰ کے فرشتوں سے تشبیہ دی تھی۔یہ صفت آج بھی ہم حاصل کرسکتے ہیں بشرطیکہ تربیتی نظام سے اپنا رشتہ جوڑیں۔

حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کے تقویٰ وپرہیزگاری اور علم وفضل کو دیکھئے۔آپ فرماتے ہیں ''بندہ نے اپنی ذات حق تعالیٰ کے سپرد کردی ہے تم بھی اپنی ذات اس کے حوالے کردو'' آج ہم اپنی ذات کو بجز خدا سب کے لئے قربان کردینے تیار ہیں۔اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنے کے لئے بہت کچھ قربان کرنا پڑتا ہے لیکن ہم قربانی کے لئے تیار نہیں ہیں۔وقتی نمائشی عمل آج عبادت ہوگئی ہے۔حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ آپ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں۔دین کی راہ میں ایک سانس سے دوڑے ہیں۔یعنی کسی موقعہ پر بھی سستی، کاہلی یا فعل رخصت کا عمل نہیں ہوا۔کردار کی اس سے بڑی خوبی اور کیا ہوسکتی ہے۔

آج ہر سمت عمل عالیت ختم ہوکر رخصتی عمل کا سورج طلوع ہے۔جس قوم میں دم قدم کی حفاظت کا عمل ہو وہاں رخصتی زیبا نہیں دیتی۔آبادیوں میں اجماع کے نہ ہونے سے اور جہاں ہے وہاں نااتفاقی کی وجہ سے قوم میں بدعقیدگی بڑھ گئی اور عالیتی عمل رخصت ہوگیا۔ حضرت بندگی میاں شاہ قاسمؒ فرماتے ہیں خدا تعالیٰ نے میاں ماموں (خاتم کارؒ) کو جو رکھا وہ ہم کو دین مہدی کی ماہیت دکھلانے کے لئے ہے کیونکہ دائرہ میں کوئی رخصتی فعل نہیں ہوتا، سب عالیت پر ہی ہوتا اور دائرہ میں صرف فقراء ہی رہتے تھے۔دراصل ایک قومی زندگی ہے دوسری دائرہ کی زندگی، قومی زندگی میں کاسبین اور دائرہ کی زندگی میں فقراء ہوتے۔ہر ایک کے اصول تھے۔ان اصولوں کی پابندی ضروری تھی۔لیکن آج دونوں زندگیاں ایک ہوکر رہ گئی ہیں۔جس کی وجہ سے دائروں کا نظام تربیت، نوبت وغیرہ ختم ہوکر رہ گئی۔آپ کے دائرہ میں کس طرح سختی تھی اور خلاف اُصول دائرہ میں کوئی عمل سرزد ہوجاتا تو کیسا معاملہ کیا جاتا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔دائرہ کی ایک کنیز پانی کا ایک گھڑا موچی کے پاس اُجرت میں پہونچائی۔جب اس واقعہ کی اطلاع آپ کو ملی تو اس کنیز کو دائرہ سے باہر کردیئے اور فرمایا دائرہ کی 25 سالہ روش توڑ دی۔دائرہ میں کسب کیا جبکہ دائرہ میں جو بھی عمل ہوتا وہ اللہ واسطے ہوتا تھا۔اس طرح کے نظام دائرہ کا تصور آج نہیں کیا جاسکتا کیونکہ ہم دن بہ دن خدا پرست ہونے کے بجائے مادہ پرست ہوتے جارہے ہیں اور ہم میں للّٰہیت باقی نہیں رہی۔

بزرگوں نے اپنی سیرت کے ہر قدم پر تعلیم وتربیت وتلقین کے پہلوؤں کو کبھی بھی فراموش نہیں کئے اور للّٰہیت کو باقی رکھا۔حضرت خاتم کارؒ نے اپنے آخری وقت میں اپنے خلیفہ حضرت بندگی میاں سید عالم باللہ سے فرمایا دائرہ دین میں مضبوطی سے قائم رہو سوائے ذات وحدہ لا شریک کے کسی سے میل میلاپ نہ رکھو۔ایسی نصیحتیں آج سننے کو نہیں ملتی۔دائرہ دین میں رہنے سے زیادہ دائرہ دنیا میں رہنے کی تعلیم دی جارہی

ہے۔ صادقین کی صحبت میں رہنا مفقود ہوگیا ہے۔ غیروں کی صحبت میں رہنے کا سلسلہ چل پڑ رہا ہے۔ اغیار سے زیادہ میل میلاپ کی وجہ سے عقیدہ میں کمزوری آ گئی ہے۔ ہمارے آباء واجداد کے عقیدہ میں جو پختگی تھی وہ ہم میں نہیں ہے۔ اس بیماری کو دور کرنے کے لئے کوئی خاطر خواہ علاج بھی نہیں ہورہا ہے۔ جب کہ دنیوی بیماری کے علاج کے لئے فوراً ڈاکٹر سے رجوع ہوجاتے ہیں، دینی معاملہ میں کتنی بڑی کوتاہی ہورہی ہے۔ قومی تاریخ میں یہ ایک نہایت افسوس ناک بات ہے۔

پیغام مہدویت، تعلیمات مہدویت کی خوشبو آج بھی اپنا رنگ دکھا سکتی ہے بشرطیکہ ہم حضرت بندگی میاں نور محمد خاتم کارؒ کے نظام دائرہ کو وجود میں لائیں۔ ایک نمونہ بنا کر پیش کریں تو اس سے کئی ایک نمونے بن سکتے ہیں۔ آپ 17 محرم الحرام 1033ھ کو اس فانی دنیا سے پردہ فرماتے ہیں۔ مَنچپہ، نظام آباد میں آپ کا روضہ اقدس ہے جو مدعائے مہدی موعودؑ پر چلنے والوں کے لئے راہ ہدایت وبصیرت ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ

آج ماہ محرم الحرام کی 17 رتاریخ ہے اور آج حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کے ساتھ حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کا بھی عرس مبارک ہے۔ کل ہم ان بزرگان دین کا بہرہ اپنے اپنے مرشد سے حاصل کیا۔

حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ 989ھ میں جالور میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت بندگی میاں سید یوسف بارہ بنی اسرائیلؒ کے فرزند، حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے نبیرہ، حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؒ کے نواسے ہیں۔ آپ کی عمر جب ۷ سال کی تھی تو نانا سید نجیؒ نے آپ کے تعلق سے فرمایا کہ یہ میرا قائم مقام ہوگا۔ رہبران قوم کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر مصدق کے لئے حضرت شاہ قاسمؒ کی سیرت ایک بہترین نمونہ ہے۔ وہ افراد جو دائروں سے وابستہ ہوجاتے ہیں وہ ستارے بن کر روشنی پھیلاتے ہیں۔ چار سال تک آپ نے کسب کیا۔ 24 سال کی عمر میں ترک دنیا کر کے والد کی صحبت میں رہتے ہیں۔ آپ ایسے فقیر تھے کہ تن پر پیوند لگا ہوا لباس، کپڑے بوسیدہ لیکن ذکر وفکر جاری رہی فقیری کی حدود قائم۔ دائرہ میں جس فقیر کے ذمہ عشر کی تقسیم کا انتظام تھا اس نے آپ کے لباس کو دیکھ کر نیا پاجامہ سلواتا ہے۔ آپ کو اللہ دیا کہہ کر پیش کرتا ہے۔ اس کو قبول کر کے پہننے کے بعد والد کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ صاحب دائرہ پاجامہ نیا دیکھ کر دریافت کرتے ہیں کہاں سے آیا۔ فرزند تفصیلات سے واقف کراتے ہیں۔ جس نے عشر کی رقم سے پاجامہ تیار کر کے دیا تھا اس کو طلب کیا جاتا ہے۔ اس پر میاں یوسف غصہ کرتے ہیں فرزند سے کہتے ہیں پاجامہ واپس کردو، دائرہ میں جو زیادہ مستحق ہیں اس کو دو۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں جہاں پیری مریدی کی نسبت پیدا ہوتی ہے وہاں پدری پسری کی نسبت اٹھ جاتی ہے۔ یہ ہمارے دائرہ کا نظام تھا۔

حضرت شاہ قاسمؒ کبھی روپے کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے دائرہ میں جب سویت ہوتی تو ہاتھ میں نہیں لیتے بلکہ کرتہ کی آستین کو کھینچ کر ہتھیلی پر لاتے اور سویت لیتے۔ آپ کے والد کو جب اس کا علم ہوا تو فرمایا کہ میں تو سویت ہاتھ میں لیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں خوندکار کے پاس زر وخاک یکساں ہیں بندہ کے پاس ابھی زر، زر ہے، خاک، خاک ہے۔ یہ ادب دائرہ میں تھا۔ والد کی صحبت وتربیت میں اس مقام پر فائز تھے کہ دائرہ کے فرائض انجام دے سکیں۔ لیکن مقام غور ہے کہ جب حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کا آخری وقت آتا ہے تو اپنے فرزند سے فرماتے

ہیں۔ دین مہدی کا مدعا اس وقت پورا ہوگا جب میاں نور محمدؒ کی خدمت میں جائے گا۔ رشد وہدایت پر فائز حضرات کے لے حضرت کا یہ عمل دعوت فکر دے رہا ہے۔ عصر حاضر میں ہمارے لئے ایک فکر کا سامان ہے۔ باپ اپنے فرزند کو مخدوم بنا رکھا ہے لیکن وہ خادم بننے کی بات کہہ رہے ہیں۔ یہ وہ شخصیتیں ہیں جن کا نفس مر چکا تھا۔ اللہ کی طلب میں وہ اپنے آپ کو فنا کر دیئے تھے۔ بزرگوں کی تقلید جب ہمارے روم روم میں ہے تو اس عمل سے دوری کیوں؟

آپ والد کی رحلت کے بعد حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کے دائرہ کے پاس پہنچ کر دائرہ میں آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ایک نہیں بلکہ تین دن تک اجازت نہیں ملتی۔ آپ دائرہ کے باہر ہی قیام کرتے ہیں۔ یہاں غور فرمائیے۔ بھانجہ صحبت میں رہنے کے لئے آ رہا ہے تین دن بعد اجازت ملتی ہے۔ آپ خاتم کارؒ کے حضور حاضر ہوتے ہیں سر کو قدموں پر رکھ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ جب تک ''تو میرا ہے'' نہ کہیں گے میں سر قدموں سے نہیں اٹھاؤں گا۔ یہ محبت وعقیدت دیکھ کر خاتم کارؒ فرماتے ہیں تو میٹھا بھائی (حضرت بندگی میاں یوسفؒ) کا' تو میاں شاہ خوندمیرؓ کا' تو الہدادؒ کا۔ لیکن آپ سر نہیں اٹھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب تک آپ یہ نہیں کہیں گے ''تو میرا ہے'' میں سر نہیں اٹھاؤں گا۔ آخر خاتم کارؒ تمام نام دہراتے ہیں اس کے بعد آخر میں فرماتے ہیں تو میرا ہے۔ یہ سننے کے بعد آپ قدموں پر سے سر اٹھاتے ہیں۔ یہ دراصل امتحان تھا کہ آپ میں قوت ارادی اور صبر وتحمل ہے یا نہیں۔ کیونکہ آپ کے دائرہ کے اصول نہایت سخت تھے۔

آپ منچپہ سے دکن کی طرف ہجرت کرتے ہوئے زمستان پور میں دائرہ قائم کر کے اپنے فقراء کی تربیت کرتے ہیں۔ ایک موقعہ پر اپنے فقراء کی عظمت وبزرگی کے تعلق سے فرمایا کہ بندہ کے پاس نو' دس فقراء ایسے ہیں کہ تمام گروہ کی مشکل حل کرنے میں ان کا ایک کافی ہے۔ آپ کے تقویٰ وپرہیزگاری اپنی آپ مثال تھی۔ دائرہ میں فقر وفاقہ ہے لیکن روحانی کیفیت ایسی ہے کہ سب کچھ میسر ہوجاتا صرف اشارہ کی ضرورت ہے۔ لیکن راضی بہ رضا تھے۔ حضرت کے دائرہ کے قریب ہی ایک جوگی رہتا تھا۔ اس کو جب دائرہ میں فقر وفاقہ کی اطلاع ملی تو ملاقات کے لئے آتا ہے۔ آپ اس وقت چٹان پر کھڑے ہوئے تھے۔ کیمیاء کی پوڑی دیتے ہوئے کہتا ہے کہ جتنا سونا چاہئے اس سے بنالیں۔ آپ وہ پوڑیا قریب کے کنویں میں پھینک دیتے ہیں۔ وہ جوگی بڑی حیرانی سے دیکھتا ہے اور کہتا ہے اتنی قیمتی چیز کو آپ نے پھینک دیا۔ اسی لمحہ چٹان پر تھوکتے ہیں اور چٹان سونا بن جاتی ہے۔ یہ کرامت دیکھ کر جوگی فوراً مسلمان ہو کر مصدق ہوجاتا ہے۔ آپ اس کا نام جوگی محمد رکھتے ہیں۔

حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے جہاں اصحاب کو علم سے فیضیاب کیا وہیں آپ نے جو قلمی ذخیرہ چھوڑا ہے وہ قیامت تک کے لئے ایک خزانہ ہے۔ جس سے آج تک بھی استفادہ کیا جارہا ہے۔ آپ کے تقریباً 24 رسالے ہیں یہ تمام رسالے قوم کے لئے گوہر ہیں جو نہ صرف علمی پیاس کو بجھاتے ہیں بلکہ ایمان وعقیدہ میں پختگی پیدا کرتے ہیں۔

حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے آخری وقت میں جو نصیحت کی وہ ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مقصود خدا اور طلب خدا کو پیش نظر رکھیں۔ شریعت اور طریقت کے حدود کی نگہبانی کرو۔ اس موقعہ پر ایک فقیر نے کہا آپ کے والدؒ ہمیں آپ کے حوالے کئے تھے۔ آپ ہمیں کس کے حوالے کرتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا خدا کے حوالے کر رہا ہوں۔ مرد بن کر رہو جہاں بھی رہو۔ آپؒ نے اپنی آخری سانس تک تعلیمات مہدی موعودؑ پر کاربند رہنے کی تعلیم دی۔ غرض بزرگان دین کی سیرت سے سبق حاصل کریں اور مقصود خدا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ پاک نیت' حلال غذا کی ضرورت ہے۔ انشاء اللہ فضل خدا ہوجائے گا۔

حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجید نورنوشؒ

آج ماہ محرم الحرام کی 18 تاریخ ہے اور آج حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ کا عرس مبارک ہے۔

مہدویہ تاریخ میں ایک مقام پر آپ کو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور دوسرے مقام پر حضرت خواجہ غریب نواز کی اولاد سے ہونا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ آپ چشتیہ سلسلہ سے وابستہ رہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق سے قبل بھی آپ کا اور آپ کے بھائی میاں امین محمدؒ اور میاں ابو محمدؒ کا صاحب حال بزرگوں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ دہلی سے احمد آباد تشریف لاکر سانبرمتی کے کنارے محلہ شیخ پورہ میں قیام فرماتے ہیں۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ بعد ادائی فریضہ حج 901ھ میں مختلف مقامات سے ہجرت فرماتے ہوئے احمد آباد تشریف لاتے ہیں اور تاج خان سالار کی مسجد کے پاس قیام فرماتے ہیں۔ اسی مسجد میں روزانہ آپ کا بیان قرآن ہوتا تھا۔ بیان قرآن سننے کے لئے تمام شہر اُمنڈ آتا تھا۔ مسجد، مسجد کا صحن، مسجد کے دیواروں، جھاڑوں پر بیٹھ کر لوگ بیان قرآن سماعت فرماتے تھے۔ بعد سماعت ہزاروں کی تعداد میں تصدیق سے مشرف ہوتے تھے۔ میاں عبدالمجید بھی بیان قرآن کا چرچا سن کر محفل میں شریک ہوتے ہیں۔ بیان قرآن سے بے حد محضوظ ہو کر تصدیق سے مشرف ہونے کے لئے دربار ولایت میں اپنے بھائیوں کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ کی نظر مبارک آپ پر پڑتے ہی نام سے پکارتے ہیں اور اس وقت خلیفۃ اللہ کے گلے میں پھولوں کا ہار پڑا ہوا تھا آپ وہ ہار میاں عبدالمجید کو پہناتے ہیں۔ آپ بھائیوں کے ساتھ تصدیق سے مشرف ہو کر خلیفۃ اللہ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ تصدیق سے مشرف ہونے کے بعد خلیفۃ اللہ سے ذکر کی تلقین پاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں محو ہو جاتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ کے ساتھ ہجرت کرتے ہیں۔ ہر حکم کو عملی جامہ پہناتے تھے۔ دوران ہجرت یہ مقدس قافلہ جیسلمیر پہنچتا ہے یہاں کا راجہ ہندو دھرم کا سخت پابند تھا اسی مقام پر قافلہ کا ایک بیل بیمار ہو جاتا ہے اور مرنے کے قریب ہوتا ہے۔ علاقہ میں ذبح کرنا منع تھا اس لئے صحابہ خاموشی اختیار کئے ہوئے تھے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کو جب بیل کے بیمار ہونے کی خبر ہوئی تو آپ فرماتے ہیں کیا بیل کو مردار کرو گے۔ میاں عبدالمجید اس وقت اونٹ پر سوار تھے فوراً کود پڑتے ہیں اور اسے ذبح کرتے ہیں اس واقعہ کی اطلاع جب راجہ کو ملتی ہے تو فوراً سواروں کے ساتھ آتا ہے اور دیکھتا ہے کہ لوگ گوشت کے کاٹنے میں مصروف ہیں اس کی طرف کوئی دھیان ہی نہیں دے رہا ہے۔ جب سپاہی اطلاع کرتے ہیں حضور مہدی موعودؑ حجرہ سے باہر تشریف لاتے ہیں، راجہ کی نظر جیسے ہی آپ پر پڑتی ہے فوراً گھوڑے سے اُترتا ہے اور آپ کے آگے سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور اُٹھنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے گائے کو پیدا کرنے والے نے گائے کو مارا ہے۔ دل سے آپ کا معتقد ہو جاتا ہے میاں عبدالمجید ہجرت کے دوران خلیفۃ اللہ سے قریب رہنے کی کوشش میں رہا کرتے تھے اور وصال تک آپ کے ساتھ رہے

خلیفۃ اللہ قیام فرہ کے دوران علیل ہوتے ہیں۔ اس دوران آپ بھی تیمارداری میں شریک رہتے ہیں۔ ایک دن بشکل قئے نور کا اخراج ہوتا ہے آپ فوراً اس کو اپنے دونوں ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے آپ امامنا علیہ السلام کے کتنے قریب تھے اور اس قئے جو بشکل نور تھی نوش فرما لیتے ہیں۔ اس سے آپ کی عقیدت مندی بھی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ قئے نہیں تھی بلکہ روحانی فیضان تھا، خدمت خلیفۃ اللہ میں حاضر ہوئے تو قطعی جنتی ہونے کا شرف پایا، قئے نوش فرمایا تو نوری ہو گئے۔ آپ کو اولاد نہیں تھی اس نور کو نوش کرنے کے

بعد لڑکا پیدا ہوتا ہے جنہیں تاریخ میں شاہ عبدالکریم نوری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد آپ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے ہمراہ ہندوستان واپس آتے ہیں ،حسب اجازت حضرت ثانی مہدیؓ احمد آباد میں دائرہ قائم کرتے ہیں ۔آپ میں تبلیغ کا جذبہ بہت تھا۔ ہر ایک کے سامنے بلاخوف وخطر دعوت پیش کرتے تھے ۔نماز جمعہ کے لئے جامع مسجد احمد آباد جاتے تھے ۔وہاں جمع غفیر میں دعوت خلیفتہ اللہ کو پیش فرماتے تھے ۔ایسے موقعہ پر بعض وقت علماؤں سے آپ کی بحث و مباحث بھی ہوجاتی تھی ۔آپ احادیث اور آیت قرآنی کی روشنی میں تعلیمات خلیفتہ اللہ پیش کرکے تصدیق سے مشرف ہونے کی دعوت دیتے تھے ۔علماء ایک طرف اپنے علم کے گھمنڈ میں اور دوسری طرف دعوت کو قبول کرنے پر ،ترک دنیا اور توکل پر زندگی گزارنا ،اور عیش وعشرت کی زندگی کو خیر باد کرنا پڑتا جوان کے لئے نہایت مشکل مرحلہ تھا۔اس لئے ہمیشہ دعوت کو رد کردیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھٹکاتے تھے لیکن جن میں ایمان کی ذراسی بھی چنگاری رہتی تھی وہ قبول کرکے آپ کے ساتھ ہوجاتے تھے ۔ادھر دنیا دار علماء ،اُمراء بادشاہ کو مہدویوں کے خلاف ورغلارہے تھے ۔ان حالات میں جب بھی جمعہ آتا تھا جامع مسجد احمد آباد کے علماء پریشان ہوجاتے تھے ۔آج پھر میاں عبدالمجید آئیں گے اور سب کے سامنے دعوت پیش کریں گے ۔ یہ علماء ان کو ختم کرنے کا ایک باضابطہ پروگرام مرتب کرتے ہیں ۔18 محرم 930ھ کو جمعہ کے دن آپ ہمیشہ کی طرف جمعہ کی نماز کے لئے آتے ہیں ۔نماز کے بعد حسب عمل دعوت مہدیت پیش کرتے ہیں ۔پہلے ہی سے دنیادار علماء غنڈوں ،بدمعاشوں کو تیار رکھے ہوئے تھے آپ پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور آپ کو شہید کرتے ہیں ۔احمد آباد کے محلّہ نین پورہ میں آپ کا مزار پاک تھا جو فسادات میں زیر زمین کرکے رہائشی کمرہ میں تبدیل کردیا گیا۔

حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادہ لاہوتؓ

آج محرم الحرام کی 19 تاریخ ہے۔آج حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادہ لاہوتؓ کا عرس مبارک ہے

خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام دعویٰ موکدہ کے بعد بڑلی سے ہجرت فرماتے ہوئے ناگور تشریف لاتے ہیں اُس دور میں یہ علمی شہر تھا۔حضرت ملک جی علماؤں کے ساتھ خلیفتہ اللہ سے بحث کے لئے آتے ہیں جیسے ہی نظر خلیفتہ اللہ پر پڑتی ہے خلیفتہ اللہ فرماتے ہیں آیئے شہزادہ لاہوت ،الفاظ کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ جس مقصد کے لئے آئے تھے وہ دل ودماغ سے محو ہوجاتا ہے ۔ناسوت سے لاہوت پر پہونچ جاتے ہیں ۔سب کچھ چھوڑ کر خلیفتہ اللہ کی صحبت اختیار کرلیتے ہیں ۔آپ کے بعد ناگور کے اکثر علماء تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں ۔آپ خلیفتہ اللہ کے ساتھ ہجرت کرتے ہیں اور وصال تک آپ کے ساتھ رہتے ہیں ۔جب ثانی مہدیؓ فرہ سے ہجرت فرماکر گجرات آتے ہیں تو آپ بھی ساتھ ہوجاتے ہیں لیکن دوسرے مقام پر رہتے ہیں ۔حضرت ثانی مہدیؓ سے دائرہ باندھنے کی اجازت چاہتے ہیں ۔درخواست نامنظور ہوتی ہے آپ فوراً معہ ساتھیوں کے ساتھ ثانی مہدیؓ کی صحبت میں رہنے کے لئے آجاتے ہیں ۔یہ اطاعت امیر تھی ،ایک مہینہ کے بعد آپ کو الگ دائرہ باندھنے کی اجازت دی جاتی ہے لیکن آپ حضرت کے دائرہ میں ہی رہنے کی ضد کرتے ہیں ۔حضرت ثانی مہدیؓ فرماتے ہیں میرے حکم پر راضی ہوجاؤ خدا بھی تم سے راضی رہے گا۔غرض اجازت پر موضع بھالسہ میں دائرہ قائم کرتے ہیں اس موقعہ پر میاں سلام اللہ نے عرض کیا کہ پہلے دائرہ باندھنے کی اجازت چاہی تو نہ ملی اور ایک مہینہ کے بعد اجازت دیدی گئی جب ہی دے دینا تھا۔اس پر ثانی مہدیؓ فرماتے ہیں جب

خودی کا اظہار ہو رہا تھا اب خودی ختم ہوگئی اس لئے دائرہ باندھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

حضرت ملک جیؒ کو قطعی جنتی ہونے کی بشارت خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے دی ہے۔آپ کے دائرہ میں عالیت پر عمل ہوتا تھا ۔450 طالبان خدا آپ کے دائرہ میں تھے ان پر سختی سے نگرانی ہوتی تھی۔خلاف شریعت وطریقت کوئی عمل ان سے سرزد ہوجاتا تو انہیں سزا بھی دی جاتی تھی۔آپ کے زبان میں تاثیر تھی۔وعظ و بیان سے بہت سارے لوگ محضوظ ہوکر آپ کے ہاتھ پر تصدیق سے مشرف ہوئے۔حضرت ملک جیؒ نے بیان قرآن کے تعلق سے فرمایا کہ وہی بیان قرآن کرے جس کی آنکھ طمع سے بند ہو، دل حرص سے پاک ہو، پیر غیر اللہ کے در پر جانے سے ٹوٹے ہوئے ہوں، کلام میں اضافہ نہ ہو۔اس ارشاد میں کتنی حکیمانہ باتیں پوشیدہ ہیں نیز کس طرح کے اخلاق، کردار و عمل ہونا چاہیئے اس بات کا واضح اظہار ہوتا ہے۔اس سے صاحب دائرہ کی بزرگی و مقام و مرتبہ کا علم ہوتا ہے۔

آپ کا دائرہ دراصل تربیت گاہ تھا۔طالب حق کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی آپ نے طالب حق کو نئی بیاہی جانے والی دلہن سے تشبیہ دی ہے۔جس طرح منجہ بٹھاتے ہیں، معمولی کپڑے پہناتے ہیں، بھاری کپڑے، مقوی غذا سے پرہیز کرایا جاتا ہے، ہر ایک سے میل جول، بات چیت کی اجازت نہیں ہوتی ہے، ایک کمرہ میں بٹھایا جاتا ہے تب جا کر وہ محبوب کے جلوہ کے لائق ہوتی ہے۔اس طرح طالب حق کو دم و قدم کی حفاظت، عزلت اختیار کرنا پڑتا ہے، لوگوں سے دوری اختیار کرکے خالق کے قریب ہونا پڑتا ہے تب کہیں جا کر وہ فضل خداوندی پر خالق کے جلوہ کے قابل بنتا ہے۔حضرت ملک جی کی سیرت کا اہم پہلو یہ بھی ہے کہ کسی گھر مہمان بن کر نہیں گئے اور نہ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ کوئی طالب خدا کسی طالب دنیا کے گھر جائے۔سختی سے دائرہ میں ممانعت تھی۔احمد نگر میں نظام شاہی حکومت تھی بادشاہ سے لیکر اُمراء تک مہدوی تھے۔بادشاہ احمد نگر برہان نظام شاہ آپ کے دائرہ میں آتا تھا، حضرت اس کو نصیحتیں کرتے تھے۔ایک دن وہ نماز کے وقت آیا، دائرہ کے تمام فقراء نماز کی تیاری کے لئے صف پر بیٹھے ہوئے تھے۔دائرہ کا ایک فقیر بادشاہ کے لئے صف پر سے اُٹھ کر اپنی چادر بچھاتا ہے۔بادشاہ اُس پر نماز پڑھ کر روانہ ہوجاتا ہے۔حضرت ملک جی کو اطلاع ملتی ہے کہ دائرہ کے ایک فقیر نے بادشاہ کے لئے چادر بچھائی تو آپ اُس کو طلب کرتے ہیں۔بادشاہ کا صف پر سے اُٹھ کر استقبال کرنے پر دائرہ سے باہر کردیتے ہیں۔حالانکہ بادشاہ وقت مرید و معتقد ہے، چاہتے تو عیش و آرام سے زندگی گزار سکتے تھے لیکن آپ کو عزلت عزیز تھی، توکل الی اللہ ان کی منزل تھی یہی وجہ تھی احمد نگر اور اطراف کی آبادیوں میں مہدویوں کی عبادت وریاضت، ان کے اخلاق و کردار کے ہر سو چرچے تھے۔دائرہ کے ہیں کہنے پر نہایت ادب و احترام کیا جاتا تھا اور عزت دی جاتی تھی۔

حضرت ملک جی شہزادہ لاہوت نے گجرات سے ہجرت فرماتے ہوئے دکن تشریف لائے، چچونڈ میں دائرہ قائم کیا اپنے واعظ و بیان ، عبادت وریاضت سے مہدویت کی تبلیغ فرمائی۔نامور اُمراء سپاہیوں اور عوام میں آپ کے ہاتھ پر تصدیق سے مشرف ہوئے۔ریاست احمد نگر میں اکثریت مہدویوں کی تھی اور بڑی شان و شوکت سے رہے۔میاں ملک جی شہزادہ لاہوت 19 /محرم 937ھ کو انتقال فرماتے ہیں اور چچونڈ کے مقام سلاد میں آپ کی مزار پاک ہے۔آج بھی عقیدتمندان حاضری کا شرف پاتے ہیں۔

نفس

آج ماہ محرم الحرام کی 20 تاریخ ہے۔مضمون عنوان ''نفس'' سماعت کیجئے۔

انسانی جسم پر روح کے ساتھ ساتھ نفس بھی قبضہ کیا ہوا ہے۔نفس خیر وشر، نیکی و برائی، اچھا برا کی طرف گامزن کرتا ہے۔بعض وقت حلال وحرام میں فرق کرنے نہیں دیتا، فتنہ وفساد برپا کر دیتا ہے۔خیر وشر کے فرق سے غافل بنا دیتا ہے۔حرص اور ہوس کو اُبھارتا ہے۔نفس کو کس راہ پر چلانا بندہ کی مرضی پر منحصر ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارادہ واختیار کی قوت کے ساتھ انسان کو اس دنیا میں بھیجا ہے۔نفس کو قابو میں رکھنے کے لئے تلاوت قرآن اور صحبت صادقین کی ضرورت ہے۔

اس مادہ پرست زندگی میں اکثر لوگ غفلت کا شکار ہو کر نفس پر اعتبار کر بیٹھتے ہیں۔حالانکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہے۔انسان کا سب سے بڑا دشمن نفس ہے اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا۔تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے پہلو میں ہے اور حدیث شریف میں ہے اور تمہارا سب سے بڑا دشمن خود تمہارا نفس ہے جو تمہیں بُرے کاموں میں مبتلا کر کے ذلیل وخوار کرتا ہے۔طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار کرتا ہے۔وہ افراد جو نفس کو قابو میں نہیں رکھتے بلکہ اپنے آپ کو نفس کے حوالے کر دیتے ہیں وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔سب سے بڑی تباہی بندہ کا خدا سے غافل ہونا ہے۔

نفس ہمیشہ خواہشات کی تکمیل کا تقاضہ کرتا ہے اس کی مثال خارش شدہ کتے جیسی ہے۔جسے کھجلی ستاتی ہے جتنا کھجاتے جائیں گے کھجلی بڑھتی جاتی ہے۔یہی حال اس نفس کا ہوتا ہے جو اصلاح کو قبول نہ کر کے خواہشات کی تکمیل کرتا رہتا ہے۔جو نفس پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ نفس کی پیروی میں اس کی اطاعت میں مشغول ہو جاتا ہے جبکہ اُسے اللہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔بہادر وہ ہے جو نفس پر قادر ہو۔نفس ایک ایسی شئے ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔لیکن انسان کو اِدھر سے اُدھر، خیر سے شر کی طرف گھماتی رہتی ہے۔جو نفس کو قابو میں رکھ کر صراط مستقیم پر چلتے ہیں وہ ہی بہادر ہیں۔نفس ہی ہے جو کئی افراد کی زندگیوں کو تباہ و برباد کر دیا اور خدا کا باغی بنا دیا۔مسلمان حقیقت میں نفس کی خواہش کا بندہ نہیں ہوتا۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جس نے اپنے نفس کو نصیحت کی وہ سمجھ لے کہ اس پر خدا نے بہت رحم کیا۔کیونکہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔''اپنے نفس کے ساتھ جہاد سب سے بڑا جہاد ہے'' آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا اللہ کی پناہ مانگو اپنے نفس سے جو کبھی سیر نہیں ہوتا۔

ہمارے اختیار میں ہے کہ نفس کو کس راہ پر لے چلیں۔یہ لالچی بھی ہوتا ہے۔آرزوں، خواہشوں کی تکمیل کے لئے جبر کرتا ہے۔اس کے لئے خدا سے مدد مانگیں۔اصلاح نفس کی فکر میں مشغول رہیں کیونکہ نفس اگر دل پر فتح پائی تو سمجھئے کہ وہ دل مردہ ہے۔زندگی دراصل اصلاح نفس میں ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں''تم اپنے نفس پر رحم کرو خدا تم پر رحم کرے گا۔'' عموماً لوگ اصلاح نفس میں اپنے اوپر ظلم کر لیتے ہیں۔کوئی ایک پیر پر گھٹنوں کھڑا ہو جاتا ہے۔کوئی اُلٹے لٹک جاتا ہے۔کوئی حلال غذا کو اپنے اوپر حرام کر لیتا ہے۔آنکھوں، ہاتھوں کو تکلیف دیتا ہے۔یہ تمام عمل اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔نفس اگر برائی کی طرف لے جارہا ہے تو اس کو نیکی کی طرف راغب کریں۔اس کے لئے کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں''جہاد کفار جہاد اصغر ہے اور جہاد نفس جہاد اکبر ہے'' اگر ہم نفس کی تمنا پوری کرنے میں مصروف ہو گئے تو وہ ہمیں بربادی کی طرف لے جاتا ہے۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں جو شخص خود اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا وہ دوسروں کے حق میں کبھی مصلح نہیں بن سکتا۔

قرآن پاک نے نفس کی حقیقت اور اس کی اچھی بُری حالتوں کو بیان کر کے برائی کو کس طرح دور کیا جائے اس کی طرف رہنمائی بھی کی

ہے۔ اللہ کے ذکر سے نفس کو اطمینان اور سکون نصیب ہوتا ہے۔ یہ اطمینان اور سکون اس کو صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ اس سلسلے میں حسن بصریؒ کا قول ہے ''مومن کا نفس اسے ہر بات پر ملامت کرتا رہتا ہے جب کہ فاسق کا نفس اسے غلطی پر ملامت نہیں کرتا'' صادقین کی صحبت میں رہنے سے انسان کا نفس بُری عادات واطوار اور گندے خیالات سے دور رہ کر نیکیوں کی راہ کو اپناتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں ہر عمل خدا کے لئے اور اس کی رضا کے لئے ہو کیونکہ جو عمل خدا کے لئے نہ ہو وہ نفس کے لئے ہو جاتا ہے۔ دین میں نفس پرستی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جس نے نفس کو قابو میں کرلیا وہ دراصل اسلام کے دائرہ میں آ گیا۔

علم ایک ایسی چیز ہے جس سے ہم ہر کسی کو شکست دے سکتے ہیں۔ نفس کی خواہشوں کو بھی علم کے ذریعہ ماریں' صحبت صادقین کے ذریعہ ماریں' عزلت از خلق کے ذریعہ ماریں' توکل علی اللہ پر رہ کر ختم کریں' یہی نفس اگر صحیح راہ اختیار کرلیا تو اللہ کا مخلص بندہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے نفس کو شریعت وطریقت کی راہ پر چلائے۔ آمین

تقویٰ

آج محرم الحرام کی 21 تاریخ ہے۔ تقویٰ پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرنا تقویٰ ہے۔ تقویٰ شعار کی صفت یہ ہوتی ہے کہ جو مل جائے اس پر راضی' جو شئے نہ ملے اس پر اللہ کا بھروسہ' جو شئے ضائع ہو جائے اس پر صبر' نعمت ملنے پر اللہ کا شکر اور قرآن کی پیروی کرتا ہے۔ تقویٰ شعار اور پرہیز گار لوگوں کا کردار اس طرح ہوتا ہے کہ وہ بات کرتے ہیں تو خدا کے لئے' خاموش رہتے ہیں تو خدا کے لئے' ذکر کرتے ہیں تو خدا کے لئے' عبادت کرتے ہیں تو خدا کے لئے' اس کے علاوہ خدا کے سوا ہر شئے سے علیحدہ رہنا تقویٰ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی چیزوں کو چھوڑ دینا پرہیز گاری ہے۔ پرہیز گاری یہ بھی ہے کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرام کیا انہیں ترک کرے اور جنہیں فرض کیا ہے اس کو بجالائے۔

نیکیوں کا مجموعہ پرہیز گاری ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں پرہیز گار وہ ہے جو شرک' کبیرہ گناہوں اور بے حیائیوں سے بچے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں پرہیز گاری اسے کہتے ہیں کہ اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ جانے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ آدمی جسے بھی دیکھے یہی کہے کہ یہ مجھ سے بہتر ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک موقعہ پر حضرت کعبؓ سے پوچھا پرہیز گاری کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کیا تم خار دار راستے سے کبھی گزرے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ کعبؓ نے پوچھا کس طرح گزرے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کپڑوں کے پھٹنے کے خوف سے دامن بچا کر گزرا۔ کعبؓ نے فرمایا' پرہیز گاری کا بھی یہی حال ہے۔

یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے یعنی یہیں پر تقویٰ اور پرہیز گاری سے زندگی گزارنے پر بخشش ہے۔ بخشش کے لئے ضروری ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا خوف' عبدیت کا شعور' خدا کے سامنے ذمہ داری وجواب دہی کا احساس ہو۔ احمد بن مسروق نے فرمایا کہ تقویٰ یہ ہے کہ دنیا کی لذتوں کی طرف کنکھیوں سے بھی نہ دیکھو اور نہ دل سے اس کے بارے میں خیال کرو۔ اور جس کو محبتِ حق ہوتی ہے کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا۔ ایسے افراد معرفت کے درخت کو فکر کا پانی' غفلت کے درخت کو جہالت کا پانی' توبہ کے درخت کو ندامت کا پانی اور محبت کے درخت کو موافقت کا پانی دیتے ہیں۔ ان پر عمل ہوتا ہے تو تقویٰ و پرہیز گاری کے اعلیٰ درجے پر پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں تقوی شعار زندگی گزارنے

کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت بندگی میاں امین محمدؓ

آج محرم الحرام کی 22 تاریخ ہے۔آج حضرت بندگی میاں امین محمدؓ کا عرس مبارک ہے۔

خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے آپ جلیل القدر صحابی ہیں اور امامنا علیہ السلام نے آپ کو قطعی جنتی کی بشارت عطا فرمائی ہے۔ آپ بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید گنج شکر کے واسطہ سے حضرت سیدنا عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔آپ علم ظاہر و باطن میں یدطولی رکھتے تھے۔افہام وتفہیم کا بہترین انداز تھا جس سے لوگ متاثر ہوتے تھے۔دہلی میں آپ کی سجادگی کا کافی چرچا تھا۔بڑے بڑے اُمراء مرید و معتقد تھے۔شاعری سے بھی دلچسپی تھی،کلام میں رموز ومعرفت،اسرار حقیقت پنہاں ہوتا تھا۔خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی شان میں بہت ہی عالمانہ کلام آپ نے کہا ہے۔قوم کی بدقسمتی ہے کہ آپ کا بیشتر کلام ضائع ہوا کیونکہ آپ ہمیشہ ہجرت میں رہے۔

حضرت مہدی موعودؑ احمد آباد میں قیام کے دوران مسجد تاج خان سالار میں بیان قرآن فرماتے تھے جس کا خوب چرچا تھا۔ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک بیان ہوکر اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ بیان قرآن کی محافل میں شریک ہوتے تھے۔ بیان کے رموز وحقائق کو سن کر حیران و پریشان ہوجاتے تھے۔حالانکہ خود بھی عالم دین تھے،آپ بھائیوں کے ساتھ تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں اور خلیفتہ اللہ کے آخری وقت تک سفر وحضر میں ساتھ رہتے ہیں۔خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے آپ کی قربت کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے۔آخر وقت آپؑ کا سر مبارک میاں امین محمدؓ کے زانو پر تھا۔ 903 میں آپ تصدیق سے مشرف ہوئے اور سات سال تک خلیفتہ اللہ کی صحبت میں رہ کر فیضیاب ہوئے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو جم جم سہاگن کے لقب سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔جم جم سہاگن اس عورت کو کہا جاتا ہے جو شوہر کی سب سے زیادہ چہیتی ہوتی ہے۔یہ معرفت اور تصدیق کے نازک باتیں ہیں جس کو یہ ناچیز سمجھانے سے قاصر ہے۔ایک مرتبہ اوقات ذکر تنور گرم تھا،آپ کو اور میاں یوسفؓ کو خیال پیدا ہوا کیوں نہ روٹی پکالی جائے۔یہ دونوں صحابہ ذکر سے اُٹھ کر روٹی پکانے میں مصروف جاتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ تشریف لاتے ہیں اور دونوں صحابہ سے کہتے ہیں یہ وقت روٹی پکانے کا نہیں ہے۔یہ صحابہ کہتے ہیں تنور گرم ہونے کی وجہ سے ہم نے روٹی پکانا چاہا کیونکہ بعد میں ٹھنڈا ہوجاۓ گا۔آپؑ نے فرمایا ذکر کے اوقات میں کوئی دوسرا کام نہیں کرنا چاہیئے۔کیا خلیفتہ اللہ کی یہ تاکید،یہ ہدایت ہمارے ذہنوں میں ہے ؟اوقات ذکر کی ہم کہاں تک پابندی کررہے ہیں ؟ ہمارے مساجد اس کا جواب پیش کرتے ہیں۔ذکر اللہ مہدویوں کا لباس اور ان کی شان تھی۔اس شاندار روحانی لباس کو ہم نے پس پشت ڈالدیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اُسوہ مہدی علیہ السلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں امین محمدؓ مختلف مقامات پر تبلیغی دورہ فرماتے ہیں۔آپ موجودہ علاقے ، ایران، روس، سعودی العربیہ، چین وغیرہ کے مقامات کا دورہ کرتے ہیں اور پیام مہدی موعودؑ کو پیش کرتے ہیں۔ ہر مقام پر لوگ آپ کے وعظ و نصیحتوں سے استفادہ کرتے ہوئے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔آپ ہمیشہ سفر میں رہے، آپ کے مشن کو جاری رکھنے کے لئے ان مقامات پر کوئی عالم وغیرہ موجود نہ ہونے کی وجہ سے تسلسل قائم نہ رہ سکا۔اگر آج بھی وقت نکال کر کوئی ان مقامات کا دورہ کرے گا تو یقیناً آپ کا ،حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدین اور میاں محمد حاجی نے ان مقامات پر جو تبلیغی کام انجام دیا ہے اس کی تفصیلات سے آگہی حاصل ہوسکتی ہے بشرطیکہ مقامی زبان میں ہمیں مہارت حاصل ہو۔

حضرت بندگی میاں امین محمدؓ ان مختلف مقامات کے دورہ کے بعد دکن کی طرف رخ کرتے ہوئے دولت آباد تشریف لاتے ہیں۔حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوری اپنے بھتیجے کے دائرہ میں قیام کرتے ہیں۔ان بزرگوں کے آنے سے دولت آباد حقیقت میں روحانی دولت آباد ہوجاتا ہے ۔دولت آباد میں کب آئے اور کتنے سال رہے تاریخ اس تعلق سے خاموش ہے۔یہاں آنے کے بعد عزلت اختیار کرکے اللہ کے ذکر وفکر میں ڈوب جاتے ہیں اور 22 /محرم الحرام 936ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ کرجاتے ہیں۔حضرت میاں عبدالکریم نوری کے بازو آپ کا مزار ہے۔ حضرت میاں امین محمدؓ ظاہری و باطنی علم کے ایک روشن چراغ تھے جس نے ہندوستان سے ہٹ کر دنیا کے کئی مقامات پر پیام مہدی موعود کو پہنچایا۔ آج قوم کو ایسے ہی چراغوں کی ضرورت ہے تاکہ اندھیروں کو دور کیا جائے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قوم میں ایسے چراغوں کو پیدا کرے(آمین)

اعمال

آج ماہ محرم الحرام کی 23 تاریخ ہے۔''اعمال'' پر کچھ سماعت کریں گے۔

انسان دنیوی کاموں کی تکمیل کے لئے' کچھ حاصل کرنے کے لئے' کچھ پانے کے لئے سفارش کا متلاشی رہتا ہے۔وہ ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتا ہے جس سے اس کا کام بن جائے۔اس طرح سفارش سے اس کے کام ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پاس بہترین سفارش بہترین اعمال ہیں۔قیامت کی ہولناکیوں میں مال' اولاد' دولت کام آنے والی نہیں صرف اعمال ہی کام آتے ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اسی لئے ارشاد فرماتے ہیں۔''تمہارے اعمال ہی تمہارے حاکم ہیں'' جب اعمال ہی حاکم ہوں تو کوئی ڈر وخوف نہیں رہتا۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جو معلم انسانیت ہیں آپ ارشاد فرماتے ہیں''تم میرے پاس حسب نسب لے کر نہ آؤ بلکہ اعمال لے کر آؤ'' اس ارشاد کی روشنی میں ہم حضور ﷺ کے سامنے جائیں تو اعمال کا خزانہ لے کر جائیں۔آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے''انسان کے اعمال قیامت تک اس کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔حضرت ادریسؑ کا ارشاد بھی ہے''اللہ کے پاس بہترین سفارش' بہترین اعمال ہیں۔اس ارشاد کی روشنی میں بہترین اعمال کے ساتھ زندگی گزاریں یعنی تقوی شعار' پرہیزگار زندگی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ اور اختیار کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا ہے۔ارادہ اور اختیار کو نیک اعمال کے طرف ہی راغب کریں۔ نیک اعمال ایمان کو روشن کرتے ہیں۔اعمال ہی شخصیت کو مقدس اور معتبر بناتے ہیں۔یہی نہیں بلکہ اچھے اعمال خدا سے ملا بھی دیتے ہیں۔ازل سے ہی شیطان بندوں کا دشمن ہے۔وہ صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش میں ہمیشہ سرگرم رہتا ہے۔بعض وقت اس کے دھوکے میں آنے سے

اچھے اعمال بھی برباد ہو جاتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں۔ اپنے اعمال کو زیادہ بہتر سمجھنا شیطانیت ہے۔

خدا کے مقرب بندے بننے کے لئے نیک اعمال چاہئے اور صرف اچھے اعمال ہی انسان کو خدا سے ملاتے ہیں۔ خدا سے ملنے کا بہترین راستہ نیک اعمال ہیں۔ لہذا اس دنیا میں اعمال نیک کی ہمیشہ سعی و کوشش کرتے رہیں۔ اس راہ کا بہترین ساتھی قرآن پاک اور صادقین کی صحبت ہے۔

ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ ایسے اعمال ہی خدا سے ملاتے ہیں۔ اس کے لئے اچھی نیت کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں ''اعمال کا دارومدار نیتوں کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ نیت نیک ہو تو اجر ہی اجر ہے۔ اجر و سزا نیت پر ہے۔ اچھے اعمال انسان کو بزرگ بناتے ہیں۔ برے اعمال بربادی کی طرف لے جاتے ہیں۔ بعض غیبت کر کے اپنے اچھے اعمال جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کے خزانے میں پہنچا دیتے ہیں۔ لہذا اپنے نیک اعمال کی حفاظت ہمیشہ کرنا چاہئے۔

ہر چیز اپنے اندر خصوصیات رکھتی ہے۔ سورج میں تپش' چاند میں ٹھنڈک' آگ میں گرمی' برف میں ٹھنڈک' صادقین کی صحبت نیک بناتی ہے۔ بُرے لوگوں کی صحبت بُرے بناتی ہے۔ غرض ہر چیز میں کچھ نہ کچھ خصوصیات ہیں جو ہمارے فائدہ کے لیے ہیں۔ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ایمان کے بعد عمل کا درجہ ہے۔ اعمال کے اندر اللہ تعالیٰ نے اثرات و طاقت رکھے ہیں۔ ہر عمل کے ثمرات ہیں جو انسان کو ملتے ہیں۔ ہم اس دنیا میں مادی چیزوں میں اثرات دیکھتے ہیں۔ نمک میں کھارا پن' شکر میں میٹھا پن' بجلی کے تار میں کرنٹ' دوا میں مرض کو دور کرنے کا اثر۔ اس طرح اعمال پر دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک پاکیزہ زندگی اور دوسری آخرت میں قرب کا درجہ۔

اعمال میں خشوع و خضوع کے ساتھ للّٰہیت کا جذبہ رہنا ضروری ہے۔ نام و نمود' شہرت اور ریا کاری بال برابر بھی نہیں ہونا چاہئے۔ انعام اس وقت مل سکتا ہے جب عبادت میں للّٰہیت ہو۔ ورنہ ایسی عبادت قیامت کے دن چہرہ پر پھینکی جائے گی۔ اعمال میں اثرات اللہ تعالیٰ اس وقت عنایت کرتا ہے جب اکل حلال سے زندگی گزاری ہو۔ اس سے نماز میں حلاوت اور قلب اطمینان سے ذکر کرتا ہے۔ روزہ سے تقوی نصیب ہوتا ہے۔ حج مغفرت عطا کرتا ہے۔ اعمال پر غرور و تکبر نہ ہونا چاہئے۔ عبادت ہم پر فرض ہے یہ سمجھ کر عبادت کرنا چاہئے۔ سورہ حم سجدہ آیت نمبر 8 میں ارشاد ہوا ''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے ایسا ثواب ہے جو ختم ہی نہ ہو' اچھے عمل پر اللہ کا یہ انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے اعمال کو ضائع بھی نہیں کرتا ہے۔ جس طرح کہ سورہ توبہ میں ارشاد ہوا ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (آیت 120)'' کچھ شک نہیں کہ خدا نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔'' اللہ ہر عمل پر ہر نیکی پر اجر عطا کرتا ہے بشرطیکہ نیت صاف ہو۔ جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد ہے ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے''

حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میری اولاد وہ ہے جو میرے راستے پر چلے۔ فرمایا علیہ السلام نے تم میرے پاس اپنے اعمال لاؤ اپنے نسب مت لاؤ۔ کہا گیا جنت اس کے لئے ہے جس نے اطاعت کی اگرچہ غلام حبشی ہو۔ اور دوزخ گنہگار کے لئے ہے اگرچہ کہ سید قریشی ہو۔ (انصاف نامہ صفحہ ۱۲۸) اس دنیوی زندگی میں بھی اور اُخروی زندگی میں نیک اعمال ہی کامیابی دلاتے ہیں۔ اس لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا۔ ''باعمل مقبول بے عمل مردود''

حضرت ابراہیم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ مجھے میرے اعمال نے ہی خلیل اللہ بنایا ہے۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں دنیا کی عزت مال سے ہے اور آخرت کی اعمال سے۔ دنیا کی زندگی مختصر سی ہے۔اور آخرت کی زندگی دائمی ہے لہذا اس دنیا میں وہ عمل انجام دیں جو آخرت میں کام آنے والے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ آدمی کی اصلیت اس کے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔اس سلسلے میں حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔'' شرافت اعمال وافعال کی عمدگی سے ظاہر ہوتی ہے۔عمل سے زندگی بنتی ہے اور حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں'' باعمل مقبول بےعمل مردود'' آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے'' بندہ کو قبول کرنا عمل صالح کرنا ہے اور اگر نہ قبول کیا بےعمل مردود ہے'' تصدیق حضرت مہدی موعودؑ بھی اعمال میں سے ہے اور وہ بھی عمل صالح۔اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد دوسروں کو بھی واقف کرانا ضروریات دین سے ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نیک اعمال کی توفیق عطا فرما اور حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت وتعلیمات کو دوسروں تک' حکمت کے ساتھ پہنچانے کی صلاحیت عطا فرما۔آمین

نماز

آج ماہ محرم الحرام کی 24 تاریخ ہے۔''نماز'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے'' حضرت محمد ﷺ اور حضرت مہدی موعودؑ کو نماز بہت عزیز اور پیاری تھی۔حضور ﷺ نے اس لئے فرمایا''نماز دین کا ستون ہے۔جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا'' آپ ﷺ نے فرمایا جو صبح کی نماز پڑھتا ہے وہ شام تک اللہ کے ذمہ ہے۔جس نے چالیس دن فجر وعشاء با جماعت پڑھنے والا نار اور نفاق سے بَری ہے۔فرمایا جو قصداً نماز ترک کر دیتا ہے اللہ ورسول اس سے بری الذمہ ہیں۔

نماز مومن کی پہچان' مسلمان کی شان اور اسلام کا امتیاز ہے۔نماز خیر ہے' برائیوں سے روکتی ہے۔نماز وقت کا پابند بناتی ہے۔نماز مصیبتوں میں آسرا ہے۔نماز بندہ کو آداب بندگی سے آگاہ کرتی ہے۔نماز صحت کی ضامن اور تندرستی کی محافظ ہے۔نماز اللہ اور اس کے رسول کے قریب کرتی ہے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے نماز با جماعت پڑھنے کی سختی سے تاکید فرمائی ہے۔ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا'' بازار جانا پڑے تو جاؤ مگر ایک کو ساتھ لے کر' اس دوران نماز کا وقت آجائے تو دونوں مل کر نماز با جماعت ادا کر سکیں۔اس ارشاد سے نماز با جماعت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں کئی ایک مقامات پر اور خاتمین پاک نے بار بار نماز کی تاکید فرمائی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے بارہ سالہ جذبہ الٰہی میں اذاں کے ساتھ ہی ہوش میں آجاتے اور نماز ادا کرتے۔آپؑ نے اپنی زندگی میں کبھی بھی نماز قضاء نہیں کی۔حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کی نماز میں محویت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا معصوم صاحبزادہ چراغ سے کھیلتے ہوئے جھلس کر شہید ہو جاتا ہے۔آپ کو اس کا علم سلام پھیرنے کے بعد ہوتا ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کے آنکھ میں تیر کا ایک حصہ پیوست ہو جاتا ہے' حالت نماز میں اس کو نکالا جاتا ہے۔نماز میں اس قدر محو رہتے ہیں آپ کو نکلنے کا پتہ نہ چل سکا۔سدراسن میں شہیدوں کو نماز کا خیال اس قدر تھا کہ کٹے ہوئے سروں نے با جماعت نماز ادا کی۔ دائروں کے مرد وخواتین کے ساتھ باندیاں اور نوکرانیاں تک نماز کی پابند تھیں۔حضرت بندگی میاں شہاب الحقؓ کے دائرہ کی باندیاں گفتگو میں فرماتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک وقت کی بھی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی۔نماز تہجد کی یہ کیفیت ہے تو پنجگانہ نماز کی کیا کیفیت ہوگی۔

حلال روزی کے ساتھ نماز کی پابندی دنیوی اور اُخروی زندگی کی کامیابی کی ضامن ہے۔مہدوی کی پہچان نماز اور ذکر سے ہے۔اس پہچان کو قائم رکھنے کی ہر دور میں کوشش کرتے رہیں۔افرادِ قوم کو اس کی طرف راغب کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں خشوع وخصوع سے نماز ادا کرنے کی کی توفیق عطا فرمائے۔اور ہماری نمازوں کو قبول فرما۔آمین

تحیۃ الوضو یا وضو دوگانہ

آج ماہ محرم الحرام کی 25 تاریخ ہے۔وضو دوگانہ پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے"وضو نصف ایمان ہے۔وضو کرنے کے بعد بندہ اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کے لائق بن جاتا ہے۔نماز کی ادائی کے لئے وضو ضروری ہے۔بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔وضو کے بعد فوراً دو رکعت نماز شکرانہ ادا کریں۔جسے تحیۃ الوضو یا وضو دوگانہ کہتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ پابندی کے ساتھ وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو ادا فرمایا کرتا تھے۔آپؑ نے اس کی تاکید فرمائی ہے۔کرہ ارض پر مہدویہ قوم ہی ایک واحد قوم ہے جو ہر وضو کے بعد تحیۃ الوضو دوگانہ ادا کرتی ہے۔ہم مہدوی جب بھی وضو کرتے ہیں تو بفضل خدا امامنا علیہ السلام کی اتباع میں تحیۃ الوضو دوگانہ ادا کرتے ہیں۔جو اس نماز کو ترک کردے اسے حضرت مہدی موعودؑ نے دین کا بخیل قرار دیا۔آپ نے نماز کی ادائی کی جو تاکید فرمائی ہے اس کی وجہ احادیث سے معلوم ہوتی ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے حضرت بلالؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ سے پہلے آگے چل رہے تھے۔حضرت بلالؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے کبھی اذاں نہ کہی مگر دو رکعتیں پڑھ لیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہی دو رکعتوں کی وجہ سے آگے رہے۔

حضرت عثمان بن عفانؓ نے وضو کے بعد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا اس طرح جیسے میں نے اب کیا۔پھر فرمایا جو شخص میرے وضو کی طرح وضو کرے پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھے اس طرح کہ درمیان میں کسی خیال میں غرق نہ ہو تو اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے مصدقین کو پابندی کے ساتھ ہر وضو پر دو رکعت پڑھنے کا حکم دیا۔آپ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ آل عمران کی آیت (۱۳۵) اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ النساء کی آیت (۱۱۰) پڑھا کرتے تھے۔دو رکعت ادا کرنے کے بعد بحالت سجدہ دعا فرماتے تھے۔

دعا کا ترجمہ: پروردگار میرے جسم نے تجھے سجدہ کیا اور میرے دل نے تجھ پر ایمان لایا اور میری زبان نے تیرا اقرار کیا اور میں ہی ہوں کہ جس نے بڑا گناہ کیا اور میرے بڑے بڑے گناہوں کو بخشنے والا کون ہے سوائے میرے عظمت والے پروردگار کے' سوائے میرے عظمت والے پرودگار کے' سوائے میرے عظمت والے پروردگار کے۔آمین یارب العالمین۔

سورہ فاتحہ

آج ماہ محرم الحرام کی 26 تاریخ ہے۔سورہ فاتحہ پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

قرآن پاک میں جملہ 114 سورتیں ہیں۔ان میں سورہ فاتحہ پہلا سورہ ہے۔یہ وہ سورت ہے جس کی تلاوت کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب ہے۔حقیقت یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سارے قرآن مجید کا نچوڑ ہے۔یہ ایسی فضیلت والا سورہ ہے جو اُمت محمدیہ سے پہلے کسی اُمت کو نہیں دی گئی۔حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔سورہ فاتحہ جیسی سورت نہ تورات میں نازل کی گئی نہ انجیل میں نہ ہی زبور میں۔یہ سات آیتیں ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور یہی قرآن عظیم ہے۔

سورہ فاتحہ احادیث کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نور ہے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی اکرمؐ کے پاس جبرئیلؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے اوپر سے دروازہ کھلنے کی آواز سنی پھر اپنا سر اٹھایا اور (نبی اکرم ﷺ کو) بتایا کہ یہ آسمانوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جو آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔اس سے ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔اس نے آپ ﷺ کی خدمت میں سلام عرض کیا اور کہا آپ کو دو نور مبارک ہو آپ سے پہلے یہ نور کسی نبی کو عطا نہیں کیا گیا۔ (1) سورہ فاتحہ (2) سورہ بقرہ کی آخری دو آیات۔

سورہ فاتحہ کے مختلف نام قرآن مجید یا احایث میں آئے ہیں۔ام القرآن، سبع مثانی، قرآن عظیم، سورہ الحمد، سورہ الشکر، سورہ الدعاء، سورہ الشافیہ وغیرہ۔قرآن مجید کی جب مکمل تلاوت کرتے ہیں تو یہ بات ہم پر واضح ہو جاتی ہے کہ تین مضامین کو یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو بار بار مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے۔یہ تینوں مضامین سورہ فاتحہ میں موجود ہیں۔اس لئے سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہا گیا۔حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ام القرآن یعنی سورہ فاتحہ ہی سبع مثانی ہے اور قرآن عظیم ہے۔

بندہ حالت نماز میں خدا کی بارگاہ میں رہتا ہے۔جب وہ سورہ فاتحہ کی تلاوت کرتا ہے تو خدا سے کیا انعام پاتا ہے اس حدیث مبارک سے ہمیں معلوم ہوتا ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے نماز اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھی آدھی تقسیم کردی لہذا میرا بندہ جو سوال کرے گا اسے ملے گا۔جب بندہ کہتا ہے" اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ o الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o "تو اللہ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثناء کی، اور ایک مرتبہ یوں فرماتا ہے بندے نے اپنے کام میرے سپرد کردیئے۔اور جب بندہ کہتا ہے" مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ o "تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔اور جب بندہ کہتا ہے" اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ o "تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان معاملہ ہے۔اور میرا بندہ جو مانگے گا اسے ملے گا۔جب بندہ کہتا ہے" اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ o صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ط غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اس بندے کی یہ دعا قبول ہوئی اور اس کے علاوہ جس چیز کا سوال کرے گا وہ بھی اسے دوں گا۔

اس سورہ میں بندگان خدا کے لئے بہت کچھ ہے اس کے لئے محبت ایمان وایقان کا ہوتے ہوئے اکل حلال ضروری ہے۔جب ہی تو شفا بھی بن جاتی ہے۔جسمانی عوارض کے لئے اس کو پڑھ کر دم کریں تو شفا حاصل ہوتی ہے۔جادو، جنون، سایہ وغیرہ کو دور کرنے صبح وشام تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں تو شفا حاصل ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ہم شکر بجالائیں کہ بہ طفیل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہمیں ایسی سورت ملی جس سے

ہمارے درجات بارگاہ خداوندی میں بڑھ جاتے ہیں۔

السلام علیکم

آج ماہ محرام الحرام کی 27 تاریخ ہے۔ ''سلام علیکم'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

''سلام'' اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا دریا وسیع کرتے ہوئے سلام کو دنیا میں اتارا۔ ہر بندہ خدا کا کام ہے کہ وہ سلام کو آپس میں خوب پھیلائیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی کہ ہر مسلمان کو چاہے وہ جانتے ہو یا نہ جانتے ہو اس کو سلام کرو۔ اکثر مسلمان اس تعلیم سے ناواقف ہیں۔ وہ صرف انہی کو سلام کرتے ہیں جنہیں جانتے ہیں۔ اس ہدایت کی روشنی میں ہمیں ہر اُس مسلمان کو سلام کرنا چاہیئے جس سے ملاقات ہوتی ہے یا نظریں چار ہوسکتی ہیں۔

سلام کے الفاظ رسمی طور پر ادا نہ کریں۔ بلکہ سوچ سمجھ کر ادا کریں کیونکہ اس پر نیکی ہے۔ السلام علیکم کہکر سلام کرنے والا اور وعلیکم السلام کہکر جواب دینے والا دونوں کو نیکیاں حاصل ہوتی ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اللہ کے نزدیک تر وہ شخص ہے جو پہلے سلام کرے۔ جو پہلے سلام کرتا ہے اس کو اجر زیادہ ملتا ہے۔ سب سے بڑا اجر یہی ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک تر ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ سلام کے خواہشمند ہوتے ہیں وہ پہل کرنے میں گریز کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے انہیں غرور وتکبر پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مزاج رکھنے والے افراد سے ناراض ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سلام میں جو پہل کرتا ہے وہ غرور وتکبر سے پاک رہتا ہے۔ اس کے مزاج میں عجز وانکساری' عفو ودرگزر اور رحمدلی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس سے سادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو سادگی پسند ہے۔

احادیث کی روشنی میں پورا سلام یہ ہے کہ سلام کے بعد مصافحہ کرنا۔ جب دو مسلمان ملیں تو ان پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ سلام کریں اور آپس میں مصافحہ کریں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے آپس میں مصافحہ کیا کرو کہ اس سے بغض' کینہ' دور ہوتا ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے اور اُس کا ہاتھ پکڑتا ہے یعنی مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے تیز ہوا چلنے کے دن درخت کے سوکھے پتے گرتے ہیں۔ اور ان دونوں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

سلام وسلامتی ہے اور سلام کو پھیلانے کی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہدایت کی ہے۔ ایک موقعہ پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم جنت میں داخل نہ ہوگے یہاں تک کہ مومن نہ بنو اور تم مومن نہ بنوگے یہاں تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اس پر عمل کروگے تو ایک دوسرے سے محبت کروگے۔ آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔

دعا کا قبول نہ ہونا؟

آج ماہ محرم الحرام کی 28 تاریخ ہے۔ دعا کے قبول نہ ہونے پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

دعا زندگی کا جز ہے۔ امیر ہو کہ غریب' عالم ہو کہ ان پڑھ' ہر کوئی زندگی کے ہر حصہ میں دعا کرتا ہے۔ دعاؤں کا قبول کرنے والا اور رد کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بزرگوں نے دعاؤں کے رد کرنے کے مختلف وجوہات بتلائے ہیں۔ جو اپنی جگہ بالکل صحیح اور درست ہیں۔ اس خصوص میں حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے دعا قبول نہ ہونے کے پانچ اسباب بتلائے ہیں۔ یہ پانچوں باتیں ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اپنا محاسبہ کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کا شمار ممتاز ولیوں میں ہوتا ہے۔ آپ بلخ کے رہنے والے تھے۔ دولت وثروت تھی۔ لیکن خدا کے عشق ومحبت میں سب کچھ چھوڑ کر اپنے محل سے نکل گئے۔ دنیا کا علم سیکھے' عبادت وریاضت میں باقی زندگی گزارتے تھے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ سے ایک مرتبہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ قرآن پاک میں اللہ کا فرمان ہے ''اجیب دعوۃ الداع'' میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اللہ کا کلام حق ہے لیکن ہم برابر دعا کرتے رہتے ہیں لیکن دعا قبول نہیں ہوتی اس کی وجہ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے فرمایا۔ دعا قبول نہ ہونے کے پانچ اسباب ہیں۔

(۱) تم نے خدا کو تو پہچانا لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے۔

(۲) قرآن تو پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں کرتے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دم بھرتے ہو لیکن رسول اللہ ﷺ کی سنت پر نہیں چلتے۔

(۴) ابلیس پر لعنت بھیجنے میں تو کمی نہیں کرتے لیکن خود اس کے کہنے پر چلتے ہو۔

(۵) اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ تم نے اپنے عیبوں سے تو آنکھیں بند کر لی ہیں اور دوسروں کے عیب ڈھونڈنے میں لگے ہوئے ہو۔

ان پانچوں اسباب کو دیکھتے ہوئے اپنے اعمال کا جائزہ لیں۔ پھر ہمیں بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ دعا قبول نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ دعا کی قبولیت کے لئے ضروری ہے کہ خدا کا حق' عبادت سے ادا کریں۔ قرآنی باتوں پر عمل کریں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کریں۔ شیطانی وسوسوں سے دور رہیں۔ دوسروں کے بجائے اپنے عیبوں کا جائزہ لیں اور اس کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ ان باتوں پر عمل پیرا ہونے کے بعد یقیناً ہماری دعائیں ضرور قبولیت کا شرف پائیں گے۔

انصاف

آج ماہ محرم الحرام کی 29 تاریخ ہے آج ''انصاف'' پر مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

روزمرہ کی زندگی میں کئی ایک معاملات کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس وقت ایسے موقعہ پر حق کہنے پر نقصان اور جھوٹ پر فائدہ نظر آتا ہے۔ لیکن اسلام تعلیم دیتا ہے کہ ہر موقعہ پر حق کا اظہار کریں۔ اور انصاف سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ کو انصاف پسند ہے۔ خدا کے بندوں کا کام ہے کہ وہ انصاف کو عزیز رکھیں اور انصاف کریں۔

یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ سکون وعافیت ان ہی کو ملتی ہے جو انصاف کرتے ہیں۔ انصاف کرنے والے بے خوف وڈر زندگی بسر کرتے ہیں۔ انصاف ذہن ودل کو راحت واطمینان پہنچاتا ہے۔ انصاف پر جو چیز حاصل ہوتی ہے وہ خیر وبرکت۔ اس کے برخلاف جو چیز ناانصافی سے

حاصل ہوتی ہے وہ زہریلی غذا کے مانند ہے۔ایسے لوگ ڈر وخوف میں زندگی بسر کرتے ہیں ۔قرآن پاک تعلیم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو ہی دوست رکھتا ہے۔غور فرمائیے آج کے دور میں بڑے بڑے نامور' شہرت یافتہ' یا سیاسی لیڈروں سے دوستی پر فخر کرتے ہیں۔ اپنے ساتھیوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ فلاں فلاں میرے دوست ہیں ۔ یہ کہتے وقت ان کے چہرے پر خوشی ومسرت کے آثار نمایاں نظر آتے ہیں ۔اب یہاں غور فرمائیے اس کائنات کے خالق ومالک کہہ رہا ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں جو انصاف کرتے ہیں ۔اللہ کا دوست بننے کا شرف حاصل کرنے کے لئے ہر موقعہ پر انصاف کو ملحوظ رکھیں کسی سے بھی بے انصافی نہ کریں۔

اس دنیا میں جہاں جہاں انصاف اور اخلاق کی حکمرانی ہے وہاں سکون' عافیت وراحت ہے ۔ جہاں انصاف نہیں رہا تشدد ہی تشدد' فتنے وفساد' لڑائی جھگڑے' بے راہ روی' ظلم وستم دکھائی دے گا۔امن کے متلاشی ہیں تو انصاف کو قائم کرنا ہوگا۔انصاف کی قدر کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں''ایک گھڑی انصاف کی برسا برس کی عبادت سے بہتر ہے۔اس کے باوجود اگر کوئی دنیا کی متاع اور خواہش کے لئے انصاف کا گلا گھونٹتا ہے اس کو وقتی طور پر فائدہ دکھائی دیتا ہے۔لیکن وہ درحقیقت نقصان اور خسارہ کو پاتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے ارشادات کے ذریعہ ہدایت کی کہ دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا صدقہ اور خیرات کی طرح اجر وثواب کا موجب ہے۔ زندگی میں اگر ایسا موقعہ ملا تو یہ اجر وثواب حاصل کرنے کی کوشش کریں۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا۔راستی اور انصاف خدا کے نزدیک قربانی سے بہتر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک راستی اور انصاف قربانی سے بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ کو قربانی عزیز ہے لیکن انصاف کو قربانی سے بہتر قرار دیا ہے۔ جو انصاف کو عزیز رکھتے ہیں' انصاف پر قائم رہتے ہیں جو انصاف کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میسر ہوتی ہے۔ وہ بے خوف رہتے ہیں۔اور جو بے انصافی کرتے ہیں وہ ڈر وخوف کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔مختصر سی زندگی مزے میں گزار لیتے ہیں۔لیکن دائمی زندگی آگ کے شعلوں میں گزارنا پڑتا ہے۔ یہ سچائی ہے کہ جو چیز بے انصافی سے حاصل ہوتی ہے وہ زہر ہے۔کیا کوئی زہر کو لینا پسند کرے گا۔

آج کے دور میں انصاف بہت محنت کے بعد مشکل سے مشکل حالات سے گزرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔کیونکہ ماحول ہی خراب ہو چکا ہے۔اس سلسلے میں ایک عربی کہاوت ہے جو بہت ہی بہتر انداز سے ہماری عدالتوں کی حالت کو پیش کرتی ہے۔وہ یہ ہے کہ انصاف حاصل کرنے کے لئے تین چیزیں درکار ہیں۔ایک عمر نوحؑ دوسرا خزانہ قارون اور تیسرا صبر ایوبیؑ۔جنہیں عدالتوں سے سابقہ پڑتا ہے انہیں انصاف کے لئے نہ صرف ایک عمر صرف کرنے کے ساتھ کافی روپیہ خرچ کرنے کے علاوہ صبر کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دوستی رکھنا بہت بڑی نعمت ہے۔ جو انصاف سے حاصل ہوتی ہے۔ زندگی کے سخت سے سخت حالات میں بھی انصاف سے گریز نہ کرنا چاہئے۔ ورنہ ظالموں میں شمار ہوگا۔ جو ظالم ہوتا ہے اس کی بخشش نہیں ہوتی ہے۔قرآن' انصاف کے تعلق سے ہدایت دیتا ہے۔انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لئے سچی گواہی دو۔ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے جب بھی فیصلہ کرنے لگو تو عدل وانصاف کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔بعض وقت خواہش نفس' لالچ' مال کی محبت' اولاد کی محبت' زر زمین کی محبت انصاف کی راہ میں پڑاؤ ڈالتی ہے۔ایسے وقت میں مومن انصاف کا دامن نہ چھوڑیں۔غرض انصاف عبادت سے بہتر ہے۔اور انصاف کرنے والا اللہ کا

دوست ہوتا ہے۔

حشر

آج ماہ محرم الحرام کی 30 تاریخ ہے ’’حشر‘‘ پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

حشر کا دن وہ ہے جس میں نفسانفسی کا ماحول ہوگا۔ باپ بیٹے پر نہ بھائی بہن پر، شوہر بیوی پر نظر ڈالیں گے۔ ہر ایک کو اپنی بخشش کی فکر ہوگی۔ حشر کا دن 50 ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اس سے اتنی تکلیف اور پریشانی ہوگی کہ جو طاقت نہیں رکھتے وہ برداشت نہیں کر پائیں گے۔ اسرافیل علیہ السلام جب صور پھونکیں گے تو لوگ اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ ہر انسان پر دو فرشتے مقرر کر دیئے جائیں گے جو اسے میدان حشر میں لے جائیں گے۔ جب ساری مخلوق میدانِ حشر میں پہنچ جائے گی تو اعلان کیا جائے گا۔ وَامۡتَازُو الۡیَوۡمَ اَیُّھَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ ٥ (سورہ یٰسین آیت ۵۹) مجرموں آج کے روز تم (نیک لوگوں سے) الگ ہو جاؤ۔

میدان حشر میں جہاں لوگ برہنہ پاؤں، برہنہ بدن ہوں گے۔ سورج ایک میل کے فاصلے پر آجائے گا۔ لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے کوئی ٹخنوں تک کوئی گھٹنوں تک، کوئی کمر تک۔ تمام انبیاء کرام کو میدان حشر میں جھنڈے دیئے جائیں گے سب سے اعلیٰ اور اونچا جھنڈا محمد مصطفی ﷺ کا ہوگا۔ باقی انبیاء بھی آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ اس روز اہل ایمان ہر طرح کی گھبراہٹ، پریشانی، ذلت اور رسوائی سے محفوظ رہیں گے۔ ان کے چہرے روشن، تروتازہ ہوں گے۔ نیک اعمال حشر کے دن ہر طرح کی ہولناکیوں سے محفوظ رکھے گا۔ اچھے اخلاق والے حشر میں رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب ہوں گے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے زیادہ عزیز اور قیامت کے روز میرے قریب ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہیں۔ اور تم میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ معتوب اور قیامت کے روز مجھ سے دور ہوں گے جو زیادہ باتونی، بڑائی ہانکنے والے اور تکبر کرنے والے ہیں۔ حشر میں عزت بخشنے والے اعمال میں مصیبت زدہ کی مصیبت دور کرنے والے، تنگ دست مقروض کو مہلت دینے والے، عیب پر پردہ ڈالنے والے۔

حشر کی ہولناکی موت اور قبر کی سختی سے کہیں زیادہ ہوگی۔ کفار کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔ وہ خوف زدہ اور مغموم ہوں گے۔ حشر میں رسوا کرنے والے اعمال میں شرک کرنے والے، سونے چاندی کی زکواۃ نہ دینے والے، انہیں میدان حشر میں سونے اور چاندی کی گرم تختیوں سے داغا جائے گا۔ منافقوں اور بے نمازیوں کی رسوائی ہوگی۔ زمین، پلاٹ، مکان وغیرہ پر قبضہ کرنے والے اندھیروں میں ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ حشر کے دن اُن پر اپنی نظر کرم نہیں ڈالے گا جو احسان جتاتے ہیں۔ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔ والدین کی نافرمان، بے نمازی، قارون، ہامان، فرعون اور ابی بن خلف کے گروہ میں شامل ہوں گے۔ غرض اس دن کی رسوائی سے بچنے کے لئے اطاعت اللہ اور اطاعت رسول اللہ پر اپنی زندگی گزاریں۔

ماہ صفر المظفر

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	علم	60	16	غصّہ	84
2	حضرت بندگی میاں سید یوسف بارہ بنی اسرائیلؒ	62	17	درود شریف	87
3	شفاعت	63	18	انسان	88
4	حیا	65	19	برائی	89
5	سخاوت	66	20	اخلاق	90
6	بیعت	68	21	پڑوسی	91
7	حضرت سیدنا حسنؓ	70	22	ادب	92
8	حضرت بندگی سیدنا شاہ ابرہیمؓ	70	23	ثواب	93
9	حضرت بندگی میاں سید نجم الدینؓ	72	24	حضرت بندگی میاں سید راج محمدؓ	94
10	نکاح	74	25	عشق و اتباع مہدیؑ	97
11	سود	77	26	نظام دائرہ	98
12	تیرہ تیزی	78	27	دائرہ کا ایک فقیر	99
13	زندہ اور مردہ	79	28	حضرت بندگی میاں سیدنا شاہ نصرت مخصوص الزماںؓ	99
14	حضرت سید محمد ابجی میاں شہیدؓ	80	29	اتباع و عقیدت	103
15	حضرت میاں سید شہاب الدین شہید سدھوٹؒ	82	30	قیامت کی علامتیں	104

علم

آج ماہ صفر المظفر کی یکم تاریخ ہے ''علم'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے

زندگی میں جس چیز کی اہم ضرورت ہے وہ علم ہے۔علم کے ذریعہ ہی پتہ چلتا ہے کہ زندگی کس طرح بسر کریں۔عبادت کس طرح کریں، شب وروز کس طرح گزاریں۔اورخدا تعالیٰ کا قرب کس طرح حاصل کریں۔علم وہ ہے جو دنیا میں بھی کام آتا ہے آخرت میں بھی۔

یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔علم کی دولت مانگیں تو اللہ سے ہی مانگیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ انبیاء کی میراث نہ درہم تھا نہ دینار بلکہ ان کی میراث علم تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ علم کی کتنی اہمیت ہے۔اس لئے آپ ﷺ نے اپنی اُمت کے لئے ارشاد فرمایا ''اے لوگو مجھ سے علم سیکھو علم میرا ہتھیار ہے۔آپ نے علم سیکھنے کی تاکید کی اور فرمایا علم کے حصول کے لئے چین بھی جانا پڑے تو جاؤ اور علم حاصل کرو۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے ''میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں'' علم دراصل اللہ تعالیٰ کا فیض ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص تلاش علم میں نکلا وہ اپنی واپسی تک گویا اللہ کی راہ میں چلتا ہے۔

علم ایک چشمہ کے مانند ہے جس طرح چشمہ پیاس بجھاتا ہے اس طرح علم نہ صرف حاصل کرنے والے کی بلکہ سننے والوں کی بھی پیاس بجھاتا ہے۔اس لئے کہا گیا علم دین اور دنیا کی دولت ہے۔علم کی خصوصیت اس مثال سے سمجھ میں آتی ہے۔جہاں سورج چڑھتا ہے وہاں رات ضرور ہوتی ہے مگر جہاں علم روشن ہو وہاں جہالت کا اندھیرا نہیں آتا۔اسی لئے حضرت داؤدؑ نے ارشاد فرمایا ہے ''انسان کے سینے میں علم کی مثال ایسی ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔علم حاصل کرنے کے بعد فرض ہو جاتا ہے کہ اس پر عمل ہو۔علم کی سب سے بڑی حفاظت یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نظروں میں علم کی کیا اہمیت ہے۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ دو مجلس جمی ہوئی ہیں۔ایک مجلس کے لوگ ذکر و تسبیح میں مشغول ہیں اور دوسرے علم دین سیکھنے سکھانے میں مصروف ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور پڑھنے پڑھانے والوں میں بیٹھ گئے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا میں علیم ہوں اور علم والوں کو دوست رکھتا ہوں۔حقیقت یہ ہے کہ قومی زندگی میں علم کی بہت بڑی اہمیت ہے۔حضرت محمد ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ سے دریافت کیا سب سے بڑا سخی کون ہے صحابہ نے کہا اللہ و رسول جانے، آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سب سے بڑا سخی ہے اس کے بعد بنی آدم میں، میں سب سے بڑا سخی ہوں۔اور بنی آدم میں میرے بعد سب سے بڑا سخی وہ ہے جس نے علم حاصل کیا اور اس کو پھیلایا۔

قرآن پاک میں 80 مقامات پر علم کا ذکر آیا ہے۔اس سے علم کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔حضرت فضیلؒ بہت بڑے عابد و زاہد گزرے ہیں۔آپ نے فرمایا علم کے پانچ درجے ہیں۔(۱) آدمی خاموش رہنا سیکھے۔(۲) توجہ سے سننا سیکھے۔(۳) جو کچھ سنے اُسے یاد رکھے۔(۴) جو کچھ معلوم ہو جائے اس پر عمل کرے۔(۵) جو علم حاصل ہو اس کو پھیلائے۔حضرت لقمان اپنے فرزندوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں علم والوں کی صحبت میں بیٹھا کرو کیونکہ خدا تعالیٰ علم و حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو اس طرح زندگی بخشتا ہے جس طرح بارش سے مردہ زمین

لہلہا اُٹھتی ہے۔

علم زندگی کا سرمایہ ہے۔ اور یہ ایسا سرمایہ ہے جو دنیوی زندگی میں بھی اور اُخروی زندگی میں بھی ضائع نہیں ہوتا۔ حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا' یا تو عالم بن جاؤ یا متعلم یا (علم) سننے والے یا پھر (علم اور اہل علم سے) محبت کرنے والے۔ پانچویں قسم نہ بننا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے۔ عطارؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے مسعرؒ نے فرمایا تم نے ہمیں پانچویں قسم بتادی جو ہمارے پاس نہیں تھی۔ یعنی یہ کہ علم اور اہل علم سے نفرت نہ کرنا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں علم ایک ایسا پھول ہے جو جتنا زیادہ کھلتا ہے اتنی ہی زیادہ خوشبو دیتا ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں۔ علم کے ساتھ عمل کرو کیونکہ علم بے عمل جسد بے جان ہے۔ علم و عمل میں وہی حروف ہیں۔ اس سے دونوں کی اہمیت وفضیلت کا پتہ چلتا ہے۔ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ جس طرح چاند کے بغیر رات بے نور ہوجاتی ہے اس طرح علم کے بغیر ذہن بیکار ہے۔ علم سے ہی انسانی زندگی کا معیار بنتا ہے۔ ہم دولت کی حفاظت کے لئے کیا کیا نہیں کرتے ہیں۔ جبکہ علم ہماری حفاظت کرتا ہے۔ یہ بات بھی ہمیشہ ذہن نشین رہنی چاہئے کہ علم دولت سے بہتر ہے۔ دولت قارون اور فرعون کو ملتی ہے۔ مگر علم پیغمبروں کے حصہ میں آتا ہے۔ پیغمبروں کے حصہ میں جو چیز آتی ہے وہ تمام انسانیت کے لئے فائدہ مند' کارآمد ہوتی ہے۔ اس طرح علم بڑی دولت ہے علم سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

علم کے حصول کے سلسلے میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں خدا کا خوف اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے انسان پر علم کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ہر انسان کو علم کی تلاش اور جستجو کرنے کی رغبت ہونا چاہئے۔ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں علم حاصل کرنے کے لئے سبقت حاصل کرو۔ جب علم میسر ہوجاتا ہے اس پر عمل واجبی ہے۔ اس کی تاکید کرتے ہوئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ علم بغیر عمل کے وبال ہے۔ اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے۔ علم تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں علم سے دل کو روشنی ملتی ہے۔ آپؓ یہ بھی فرماتے ہیں۔ دین خزانہ ہے اور علم اس کا راستہ ہے وہ افراد جو علم کا ذوق وشوق رکھتے ہیں علم کو سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ وہ علم کی وجہ سے زندہ رہتے ہیں۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں اُسے موت نہیں آتی جو علم کو زندگی بخشتا ہے۔

علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ علم سے مراد عمل ہے۔ علم کی خوبی عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔ نفسانی خواہشات کو علم کے ذریعہ ہی مارا جاتا ہے۔ ہر انسان میں خوبیاں ہیں لیکن تمام خوبیوں کا مجموعہ علم سیکھنا' سکھانا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ علم وجہالت میں اتنا فرق ہے کہ علم سے نیکی حاصل ہوتی ہے۔ جہالت سے بدی۔ علم وحشت کو دور کرتی ہے۔ وہ علم سب سے اچھا اور مفید ہے جو دماغ کو روشن اور دل کو مطمئن کرے۔ علم ایک نور ہے جس سے عزت' بزرگی اور ہر دل عزیزی حاصل ہوتی ہے۔ علم رحمت ہے اس کو رحمت کے دائرہ میں رکھیں نہ کہ زحمت بنائیں۔ علم کو حکمت کے ذریعہ استعمال کریں۔

علم زندگی کی ضرورت ہے اسکو حاصل کریں۔ اور اس کا استعمال یعنی عمل کر کے فائدہ حاصل کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ علم عطا کرے جس سے خوشنودی رب العالمین حاصل ہوتی ہے۔ آمین

حضرت بندگی میاں سید یوسف بارہ بنی اسرائیلؒ

آج صفر المظفر کی 2 ؍تاریخ ہے اور حضرت بندگی میاں سید یوسف بارہ بنی اسرائیلؒ کی بہرہ عام ہے جو فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کے اور نبیرہ ہیں حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے۔

حضرت میاں سید یوسفؒ 955ھ یا 956ھ میں روایتوں کے مطابق دولت آباد یا احمد نگر کے علاقے میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے لیکر جوانی تک باپ کی تربیت وصحبت میں رہے۔ جب آپ کی عمر شریف 17 یا 19 سال کی ہوئی تو والد نے دونوں فرزندوں یعنی میاں یوسفؒ اور میاں خوندمیرؒ سے کہا جو کچھ یہاں ہے وہ تمہارا ہے لیکن مردوہ ہے جو باہر جا کر لے آئے۔ اس ہدایت کے ساتھ دونوں فرزندوں کو حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؓ کے پاس تربیت کے لئے روانہ کرتے ہیں۔ ان شہزادوں کی آمد پر آپ مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ان بھائیوں کے ذمہ دائرہ کے کام تھے۔ ایک کا کام جنگل سے لکڑی لانا اور دوسرے کا حجروں کی درستگی تھا۔ دونوں بھائی اپنی اپنی ذمہ داری کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھاتے ہیں۔ ایک دو سال نہیں 18 سال تک صبر واستقامت سے تفویض کردہ کام کو انجام دیتے ہیں۔ فقیری کی تمام مشقتیں خوشی خوشی برداشت کر کے صاحب دائرہ کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ ان دونوں بھائیوں نے اطاعت مرشد میں رہ کر قیامت تک کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کیا ہے۔

حضرت بندگی میاں سیدنا شاہ یعقوب حسن ولایتؓ نے جس جذبہ کے ساتھ اپنے فرزندوں کو تربیت کے لئے روانہ کیا اس میں آپ کی استقامت کا بھی بڑا دخل ہے۔ یہ آپ کے کردار کا بہت نمایاں پہلو ہے جو آج دعوت فکر ہمیں دے رہا ہے۔ اس عرصہ میں کسی نے آپ سے کہا آپ کے فرزندوں کا مرتبہ سیدنجی کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ بہت خدمت لی جارہی ہے۔ یہ سن کر آپؓ کہتے ہیں سیدنجی ان کو اپنے غلاموں کے جیسا بھی دیکھیں تو اس میں ان کی خوبی اور بھلائی ہے۔ بعد کی تاریخ شاہد ہے کہ ہر مقام پر جہاں مہدوی آباد ہیں ان بھائیوں کا فیض جاری و ساری ہے۔ حضرت میاں سید یوسف پر سیدنجی کی ایسی شفقت تھی کہ میٹھا بھائی کہہ کر پکارتے تھے۔ دونوں بھائیوں کا کارِ خیر اپنے دائرہ میں کیا۔ اپنی دختر بی بی بوا صاحبہ کا نکاح میاں یوسفؒ سے کیا۔ یہ شادی بھی تاریخی ہے۔ جہاں دھوم دھڑا کا نہیں بلکہ سنت کی ادائی ہے۔ کیا کوئی باپ گوارا کرے گا عدم موجودگی میں بیٹوں کا عقد ہو؟ اس دور میں ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آج رسوم ورواج، شادی بیاہ وغیرہ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے لیکن تعلیم وتربیت سے لاپرواہی برتی جاتی ہے۔ بزرگوں نے ہر قدم پر رہنمائی کی ہے لیکن ہم رہنمائی حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ والد بزرگوار کے انتقال کے بعد دولت آباد تشریف لاتے ہیں۔ یہاں آپ کے بیان قرآن کا کافی چرچا ہوتا ہے۔ عقیدتمند آپ کے پسخوردہ کی تاثیر سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے امراء جیسے سہیل خاں سنگرام، جمال خاں پنی مرید ہوتے ہیں۔ اکبر بادشاہ کے وزیر فیضی سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے۔ سیرت وتعلیمات خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے واقف کرواتے ہیں۔ آپ کے علم کے آگے وہ ڈھیر ہوجاتا ہے اور تصدیق سے مشرف ہوتا ہے۔ کتب سیر میں ہے کہ آپ کے پاس عشر کی رقم کافی جمع ہوتی تھی

۔آپ یہ رقم پابندی کے ساتھ حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ کے حضور میں روانہ کرتے تھے۔ یہ بنڈیوں میں جاتی تھی۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دائرہ میں فرائض ولایت پرسختی سے عمل ہوتا تھا۔

حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین کی تربیت اور صحبت میں آپ علم ظاہر و باطن کے خزانوں سے مالا مال تھے۔سیدنجیؒ کے آخری وقت دونوں بھائی حاضر نہیں تھے۔ایسے وقت پر کسی نے کہا کہ میاں یوسفؒ ،میاں خوندمیرؒ نہیں ہیں۔ یہ سن کر سیدنجیؒ نے فرمایا کہ نہیں یہ دونوں حاضر ہیں،سیدھے بازو میاں یوسف ہیں بائیں بازو میاں خوندمیر ہیں۔ میں جو کرتا ہوں وہ بھی وہی کرتے ہیں۔ میں جب وضو کرتا ہوں تو یہ بھی وضو کرتے ہیں، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو یہ بھی میرے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ یہ ارشاد گرامی اس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں بھائی اپنے مرشد کی ذات میں فنا ہوگئے تھے یعنی فنافی شیخ۔حقیقت میں وہی مرید ہوتا ہے جو مرشد کی ذات میں فنا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ آج دنیا کی محبت میں ہمارا یہ حال ہوگیا ہے کہ مرید ہونے پر بھی دل مائل نہیں ہوتا ہے۔ افرادقوم اس عمل سے بھی دوری اختیار کررہے ہیں۔ وقت آنے پر کہتے ہیں ہمارے بڑے ان کے مرید تھے۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تم کس کے مرید ہو تو نفی میں جواب ملتا ہے یا خاموشی اختیار کرلیتے ہیں۔ باطن کی پاکیزگی کے لئے ولایت کا فیض پانے کے لئے کسی مرشد سے مرید ہوکر تربیت پانا ضروری ہے۔

حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ لسانی خدمت کے ساتھ قلمی خدمت انجام دی۔ آپ نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے 1016ھ میں حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت وتعلیمات کو قلمبند کیا جو مطلع الولایت سے موسوم ہے۔ یہ کتاب قوم میں مشہور ومقبول ہے۔ آج بھی اس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ اگر ہر دور میں صاحب رشد وہدایت پر فائض حضرات دینی ومذہبی لٹریچر فراہم کرتے رہے تو قوم میں ہمیشہ دینی ومذہبی فضاء قائم رہے گی اور معلومات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ ہستی اپنے منصب کی ذمہ داری کو بخوبی انجام دے کر 3/صفر 1026 ھ کو اس دنیا سے کوچ فرمائی۔ دولت آباد میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے جہاں آپ کے والد بزرگوار حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ صاحب حظیرہ ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ اور حضرت بندگی میاں سید مرتضیٰ آپ کے فرزند ہیں۔ یہ دونوں سیدنجیؒ کے دائرہ ہی میں پیدا ہوئے اور نور چشم تھے بزرگانِ دین کی سیرت ہر دور میں ہر مکتبہ فکر افراد کے لئے رہنما ہے۔ان سے رہنمائی حاصل کر کے صراط مستقیم پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

شفاعت

آج صفرالمظفر کی 3 تاریخ ہے شفاعت پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین، معلم انسانیت بنا کر مبعوث کیا وہیں شافع روزِ جزا بھی بنا کر بھیجا۔قیامت کے دن شفاعت کی ابتداء آپ ﷺ سے ہوگی۔

حضرت ابوہریرۃؓ روایت کرتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے تمام انسانوں کو ایک ہموار میدان میں جمع فرمائے گا جہاں پکارنے والا انہیں آسانی سے پکار سکے گا اور دیکھنے والا آسانی سے دیکھ سکے گا۔ سورج قریب آجائے گا جس کی وجہ سے پریشانی اور تکلیف نا قابل برداشت ہو جائے گی۔ لوگ آپس میں کہیں گے دیکھو کیسا سخت وقت آن پہنچا ہے کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو

تمہارے رب کے حضور سفارش کر سکے۔ باہمی مشورے کے بعد لوگ کہیں گے کہ ہمیں حضرت آدمؑ کے پاس جانا چاہئے۔ لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس اور عرض کریں گے آپ ابوالبشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور روح پھونکی' فرشتوں کو حکم دیا انہوں نے آپ کو سجدہ کیا آج آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کریں۔ آپ دیکھ رہے ہیں آج ہم کس مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ نہ اس کے بعد ہوگا۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے (جنت میں) درخت کے قریب جانے سے منع کیا تھا لیکن میں نافرمانی کر بیٹھا جس وجہ سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ (یا اللہ) مجھے معاف فرما۔ (یا اللہ) مجھے معاف فرما۔ تم لوگ کسی اور کے پاس جاؤ۔ نوح علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ نوحؑ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے ''اے نوح! آپ اہل زمین کی طرف سے سب سے پہلے رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (قرآن مجید میں) شکر گزار بندہ کہا ہے۔ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں ہماری کیا حالت ہو رہی ہے۔ حضرت نوحؑ کہیں گے آج میرا رب اتنے غصہ میں ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ (میں نے دنیا میں) اپنی قوم کے لئے بدعا کی (اور ہلاک ہوگئی) اس لئے آج مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ (یا اللہ) مجھے معاف فرما۔ (یا اللہ) مجھے معاف فرما۔ تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے ''اے ابراہیمؑ آپ اللہ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں۔ آپ رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجئے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم کس حال کو پہنچ چکے ہیں'' حضرت ابراہیمؑ کہیں گے'' آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی اس قدر غصہ میں آیا نہ اس کے بعد آئے گا۔ (دنیا میں) میں نے تین جھوٹ بولے تھے جس کی وجہ سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر پکڑ نہ لے۔ (یا اللہ) مجھے بچانا۔ (یا اللہ) مجھے بچانا۔ میرے علاوہ تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ شاید وہ تمہاری سفارش کر سکیں۔ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے'' اے موسیٰ آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت سے آپ کو فضیلت عطا فرمائی اور آپ سے ہم کلام ہو کر سارے لوگوں پر فضیلت دی۔ آپ اپنے رب کے حضور ہماری سفارش کر دیجئے۔ آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہو رہی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں گے'' آج تو میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے اتنا غصہ میں آیا نہ اس کے بعد کبھی اتنے غصہ میں آئے گا۔ (دنیا میں) میں نے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جسے قتل کرنے کا مجھے حکم نہ تھا۔ جس کی وجہ سے مجھے اپنی جان کی فکر ہے۔ (یا اللہ) مجھے بچانا۔ (یا اللہ) مجھے بچانا۔ تم لوگ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے'' اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں اس کا فرمان ہیں جو اس نے مریم کی طرف القا کیا اور اللہ کی روح ہیں آپ نے بچپن کی عمر میں گود میں رہ کر لوگوں سے باتیں کیں۔ آج ہمارے لئے اللہ کے حضور سفارش کر دیجئے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہماری کیا حالت ہو رہی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے'' آج میرا رب اس قدر غصہ میں ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ میں آیا نہ اس کے بعد کبھی ایسے غصہ میں آئے گا۔ (آپ ﷺ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی گناہ کا ذکر نہیں کیا۔ جواب میں حضرت عیسیٰ نفسی نفسی کہیں گے اور فرمائیں گے'' میرے علاوہ کسی دوسرے کے پاس جاؤ۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ لوگ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے'' اے محمد ﷺ آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ اپنے رب کے حضور ہمارے لئے سفارش فرما دیجئے۔ آپ دیکھ ہی

رہے ہیں ہماری حالت کیا ہورہی ہے۔ چنانچہ میں (میدان حشر سے) چلوں گا اور عرش کے نیچے پہنچ کر اپنے رب عزوجل کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا۔اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد وثناء کے دو کلمے میرے دل میں ڈال دیں گے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں بتلائے۔ پھر ارشاد ہوگا۔''اے محمدؐ آپ سر اٹھائیں اور سوال کریں۔آپ کو عطا کیا جائے گا۔سفارش کریں آپ کی سفارش سنی جائے گی۔

میں اللہ تعالیٰ سے سفارش کروں گا۔اور میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں اتنے آدمیوں کو جہنم سے نکال لوں گا اور جنت میں داخل کروں گا۔دوبارہ پھر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پھر اس وقت تک سجدے میں پڑا رہوں گا جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر کہا جائے گا اے محمد سر اٹھاؤ بات کہو سنی جائے گی۔سوال کرو دیئے جاؤ گے۔سفارش کرو قبول کی جائے گی۔ میں پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کروں گا جو اللہ تعالیٰ مجھے اس وقت سکھائے گا۔اس کے بعد سفارش کروں گا۔ چنانچہ میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔(اس کے مطابق) لوگوں کو جہنم سے نکالوں گا اور جنت میں لے جاؤں گا۔(اس طرح تین یا چار بار ہوگا راوی کہتا ہے) مجھے یاد نہیں تیسری چوتھی بار سفارش کے بعد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔ یا اللہ اب تو جہنم میں کوئی بھی موحد باقی نہیں رہا۔سوائے ان لوگوں کے جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے یعنی جنہیں قرآن کے حکم کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا ہے۔(بخاری ومسلم)

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ امت محمدیہ میں ہم کو پیدا کیا اور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق سے مشرف فرمایا۔

حیاء

آج ماہ صفر المظفر کی 4 تاریخ ہے''حیاء'' کے عنوان پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

جس طرح انسان میں انسانیت کا' آدمی میں آدمیت کا ہونا ضروری ہے اس طرح حیا کا ہونا ضری ہے۔جس میں حیا نہ ہو وہ انسان ہی کیا۔اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جسے شرم وحیا کا احساس ہوتا ہے دیگر مخلوق میں نہیں ہوتا ہے۔حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ارشاد ہے۔اسلام کا خلق حیا ہے۔اس سے حیا کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔جس طرح کردار میں خلق کی اہمیت ہے اس طرح حیا' اسلام کا خلق ہے۔حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں حیا سراسر نیکی ہے یہ زینت بھی ہے۔عورت کے لئے تو یہ قیمتی زیور ہے۔جس طرح زیور اور قیمتی اشیاء کی حفاظت کی جاتی ہے اس طرح حیا کی بھی حفاظت کرنا ہے۔حضرت محمد ﷺ نے حیا کے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے دس حصے ہیں نو تو عورتوں میں اور ایک حصہ مردوں میں ہے۔حیا صرف افراد سے نہیں بلکہ اللہ سے بھی حیا کرنا چاہئے۔ارشاد ہوا ہے اللہ سے حیا کرو جیسا کہ حق ہے۔

قرآن' احادیث' بزرگوں کے ارشادات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں جس کردار میں حیا نہ ہو اس کا دین کامل نہیں۔آج چوطرف بے حیائی کے نظارے ہیں۔حیا کے دامن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔جب کہ حیا زینت اور سراسر نیکی ہے۔حیا خیر کے سوا کچھ نہیں لاتی۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ ہر چیز کی ایک خصلت ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔لیکن اسلام کی خصلت حیا ہے۔بے حیائی کے خاتمہ کے لئے دین اسلام نے ایسے لباس پر بھی پابندی لگائی جس میں کہ بدن کے خطوط صاف نظر آتے ہوں یا جسم کی نمائش ہوتی ہو۔جس عورت میں حیا نہیں وہ عورت نہیں ہے کیونکہ عورتوں کا قیمتی زیور حیا ہے۔

حضرت محمد مصطفی ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا ہے بے شک حیا اور ایمان باہم ساتھی ہیں۔جب ان میں سے ایک اُٹھ جاتا

ہےتو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔اس ارشاد کی روشنی میں ہم پر لازم ہے کہ حیااور ایمان کو ہمیشہ اپنی زندگی کا ساتھی بنائیں۔حیا ختم ہوگی تو ایمان چلا گیا۔ایمان چلا گیا تو زندگی میں کیا بچ گیا۔

اسلام انسان کی زندگی کو مکمل اور خوبصورت بنانا چاہتا ہے۔اور صالحیت پر زور دیتا ہے۔چھوٹی سی چھوٹی اور بڑی سی بڑی بات پر بھی توجہ دیتا ہے۔ جہاں سے بے حیائی کا آغاز ہوتا ہے وہاں احتیاط کی تعلیم دیتا ہے۔حضور محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں آنکھیں زنا کرتی ہیں اوران کا زنا دیکھنا ہے۔ ہاتھ زنا کرتے ہیں اوران کا زنا دست درازی ہے۔ پاؤں زنا کرتے ہیں اوران کا زنا اس راہ میں چلنا ہے۔اور زبان کا زنا ناجائز گفتگو اور دل کا زنا غلط تمنا اور خواہش ہے۔وہ افراد جو حیا کے دائرہ میں رہتے ہیں وہ اس سے بچے رہتے ہیں۔زندگی میں حیا کی بہت اہمیت ہے۔

حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں حیا کی غایت یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ سے حیا کرے۔معاشرہ میں وہی لوگ عزت سے دیکھے جاتے ہیں جو حیادار ہیں۔ بے حیا اور بے شرم لوگوں کے لئے اس دنیا اور آخرت میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔علامات قیامت میں سب سے پہلی چیز جو اس اُمت سے اٹھائی جائے گی وہ حیا اور امانت ہے۔غرض ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں حیا اور امانت کا ضرور خیال رکھیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ ارشاد فرماتے ہیں خدا سے حیا کرو اور اسے حاضر و ناظر جانتے ہوئے ڈرتے رہو۔اس ارشاد کی روشنی میں صرف بندوں سے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بھی حیا کرنا ہے۔آپؓ یہ بھی فرماتے ہیں حیا مردوں کے لئے اچھی ہے لیکن عورتوں کے لئے بہت اچھی ہے۔حیا کا پاس و لحاظ رکھیں ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔حضرت عثمان غنیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔''حیا کے ساتھ تمام نیکیاں ہیں اور بے حیائی کے ساتھ تمام برائیاں ہیں۔حیا کا خیال نہ صرف گفتگو میں ہو بلکہ عملی میدان میں بھی رکھنا چاہئے۔حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص اپنے اقوال میں حیا کا ساتھ رکھتا ہے وہ افعال میں بھی اس سے دور نہ ہوگا۔

سیکھنے، سکھانے میں اور جو بات معلوم نہ ہو اس کے اظہار میں حیا کرنا درست نہیں ہے۔ بالخصوص طالب علموں میں علم کے معاملے میں حیا مناسب نہیں۔اس سے نقصان ہوتا ہے۔ جو طالب علم شرماتا ہے وہ آگے ترقی نہیں کرسکتا۔بغیر کسی جھجک اور شرمائے اپنے اُستادوں سے سوال کر کے اپنے علم کی پیاس کو بجھائیں۔اسلام تعلیم دیتا ہے حیا کا دامن نہ چھوڑیں۔ بے حیائی کی باتوں سے ہی نہیں اس کی سوچ و فکر سے بھی دور رہیں۔معاشرہ میں ان ہی افراد کی عزت و تکریم کی جاتی ہے جو حیادار ہوتے ہیں۔ بے حیا افراد سے لوگ دور ہی رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حیادار بنا کر اس دنیا میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

سخاوت

آج ماہ صفر المظفر کی 5 تاریخ ہے''سخاوت'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اپنی چیز، مال و دولت دوسروں پر نچھاور کرنا سخاوت کہلاتی ہے۔ جسے عام زبان میں سخی کہتے ہیں۔کسی کے مشکل حالات میں راحت پہنچانا، کسی کی مصیبت دور کرنا، کسی کے کام آنا، کسی کی علمی پیاس بجھانا، کسی کو صحیح راہ دکھانا، کسی کی مالی امداد کرنا وغیرہ یہ تمام کام سخاوت میں آتے ہیں۔اس عمل میں خیر و برکت کے ساتھ ذہنی خوشی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سخی ہے اور سخاوت اسے محبوب ہے۔ بندہ سخاوت کر کے اللہ کا محبوب بن جاتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سخی کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ''سخی وہ ہے جو اپنی دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرے'' سخی کو جو مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس کی نشاندھی حضرت محمد ﷺ اس طرح بیان فرماتے ہیں ''سخی اللہ سے قریب' جنت سے قریب' لوگوں سے قریب اور آگ سے (دوزخ سے) دور رہتا ہے۔سخی کی یہ خوبی ہونی چاہئے کہ وہ سخاوت کر کے احسان نہ جتائے ورنہ اس کا کرا کرایا مٹی میں مل جائے گا۔

حضرت محمد ﷺ کی یہ تعلیم ہے کہ ہر اُمّتی سخی بنے تا کہ سائل محنت' جستجو کر کے اس قابل بنے کہ دوسروں کی مدد کر سکے۔اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا سخی کا ہاتھ سائل سے بہتر ہے۔آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا سخی اگر گنہگار ہے لیکن وہ بہتر ہے اُس عابد سے جو بخیل ہے۔اس ارشاد سے علم ہوا کہ بخیل نہ بنیں' مال سے محبت نہ کریں۔یاد رہے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا ہے بلکہ اضافہ ہوتا ہے۔حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں ''سخاوت افضل ترین عبادت ہے۔نماز' روزہ' زکواۃ' حج ہی عبادت نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں سخاوت کرنا بھی عبادت ہے۔سخاوت کے بھی آداب ہیں۔اس کے تعلق سے حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''سخاوت کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔''

احادیث کی روشنی میں مال دراصل اللہ کی امانت ہے۔ بندہ اس مال کو اپنی مرضی سے خرچ کرنے کے لئے آزاد نہیں ہے بلکہ خرچ کرنے کے سلسلے میں وہ پابند ہے۔ مال جس طرح سے جائز طریقے سے حاصل کرنا فرض ہے اس طرح سے جائز طریقے پر خرچ کرنا بھی لازم ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے ۔'' اور اللہ کی راہ میں حسب موافق اپنا کمایا ہوا (حلال مال) خرچ کرو۔ اور (بخل کی وجہ سے) اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو۔ اور احسان کیا کرو۔ احسان کرنے والے اللہ کو پسند ہیں۔(سورہ بقرہ آیت 196) اس آیت میں کمایا ہوا مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ذکر ہے۔اسی سورہ کی آیت نمبر 254 میں ارشاد ہوا ہے۔(ترجمہ) اے مسلمانو ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آپہنچے جس میں یہ تجارت ہوگی نہ کسی کی دوستی نہ سفارش ہی (کام آئے گی) اور (جان لو کہ توحید کے) منکر بھی (بڑے) ظالم ہیں۔اس آیت میں حکم ہو رہا ہے ہمارے دیئے ہوئے یعنی جو تم کما رہے ہو وہ بھی اللہ کا دیا ہوا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ اگر تم خرچ نہ کرو گے تو قیامت کے دن جو نفسا نفسی کا دن ہوگا جس میں نہ کسی کی دوستی نہ سفارش اور نہ کوئی تجارت کام آئے گی۔اور یہ بھی کہا گیا جو خرچ نہیں کرتے وہ بڑے ظالم ہیں۔یعنی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والے' سخاوت نہ کرنے والے بڑے ظالم ہیں۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا حقیقت میں بڑا اجر و ثواب ہے۔ یہ وہ سرمایہ ہے جو آخرت میں کام آنے والا ہے۔ جبکہ کوئی کسی کا مددگار نہ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دن جس میں بندے صبح کرتے ہیں دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والوں کو بدلہ عطا فرما۔ اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ روک کر رکھنے والے کے حصہ میں ہلاکت مقدر فرما۔اللہ تعالیٰ نے جن کو مال و دولت سے نوازا ہے ان پر ذمہ داری ہے کہ وہ غرباء' مساکین پر خرچ کریں۔ایک روپیہ خرچ کرنے پر دس کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ مزید نوازتا ہے۔

اللہ کی راہ میں غریب' مساکین پر خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ کس طرح مدد فرماتا ہے۔حضرت سیدنا علیؓ کے اس واقعہ سے درس لیجئے۔حضرت سیدنا علیؓ کوئی امیر آدمی نہ تھے۔ایک روز بی بی فاطمہؓ نے کچھ سوت دیا اور کہا کہ بازار میں فروخت کر کے اس کے پیسوں سے آٹا لائیے۔حضرت علیؓ نے اس سوت کو چھ درہم میں فروخت کیا۔اسی بازار میں ایک سائل نے ندا دی۔اللہ کے نام پر مجھے کچھ دو۔آپ کے گھر سے کوئی سائل خالی

ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔آپ نے چھ درہم اس کو دیدیئے۔گھر کی طرف روانہ ہوئے۔تھوڑی دور جانے کے بعد ایک بدو ایک موٹی اونٹنی لے آیا۔اور علیؓ سے کہا یہ اونٹنی خریدو گے۔آپ نے جواب دیا میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔وہ بولا آدھے میں دیتا ہوں یہ کہکر قیمت بتائی اور اونٹنی آپ کے حوالے کر کے خود چلا گیا۔حضرت علیؓ حیران و پریشان وہیں کھڑے رہ گئے۔کچھ دیر کے بعد ایک بدو آیا اور کہا کہ اونٹنی فروخت کرو گے۔آپ نے کہا ہاں۔اس نے کہ 300 سو درہم دیتا ہوں۔یہ کہکر اس نے 300 درہم آپ کو دیا اور اونٹنی لے کر چلا گیا۔اس کے جانے کے بعد آپ پہلے بدو کو تلاش کئے جس نے اونٹنی دی تھی۔لیکن وہ کہیں نہ ملا۔گھر آئے حضرت محمد ﷺ تشریف لائے ہوئے تھے۔حضرت علیؓ نے چاہا کہ اونٹنی کا واقعہ سنادوں۔رسول اللہ ﷺ نے خود ہی مسکراتے ہوئے کہا۔اے علی جانتے ہو اونٹنی والے کون تھے۔حضرت علیؓ نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو اس کا علم ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا اے علی راہ خدا میں تم نے 6 درہم دیئے اللہ نے 300 درہم عطا فرمائے۔وہ بدو اللہ کا فرشتہ تھا۔

اللہ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں اللہ واسطے خرچ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کو خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

بیعت

آج صفر کی 6 تاریخ ہے بیعت پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

قلب وذہن کی پاکیزگی کے لئے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرنا ضروری ہے۔یعنی کسی بزرگ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عہد کرنا بیعت کہلاتا ہے۔کہا جاتا ہے کہ بیعت سنت ہے' واجب نہیں۔بیعت مزار سے درست نہیں۔بیعت کے لئے مرشد کا جسمانی حیات کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔بیعت کے سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ اپنے عقیدے کو درست کریں۔پھر کسی پابند شریعت مرشد سے بیعت کی جائے تاکہ فیض خاتم الولایت محمدیہ حاصل ہوسکے۔بیعت اس سے کریں جس کے عقیدے میں پختگی ہے وہ دم قدم کی حفاظت کرتا ہو' جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔اور وہ تارک الدنیا ہو۔

انسانی زندگی میں بیعت سے فائدہ یہ ہے کہ وہ گزری ہوئی زندگی کا جائزہ لیتا ہے۔اپنے آپ پر ملامت کرنے لگتا ہے۔دل سے گناہوں' نازیبا کارناموں پر نادم ہو کر توبہ کرتا ہے۔گناہوں اور دیگر بری باتوں سے بچنے کا عہد کرتا ہے۔توبہ کی بڑی فضیلت ہے۔توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔'' لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ'' ٥ (سورہ الزمر آیت 53) (ترجمہ) خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف کردے گا بے شک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔بیعت سے قبل اپنے گناہوں کی خدا سے معافی چاہیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے لوگوں سے مختلف مقاصد کے لئے بیعت لی تھی۔کسی سے جہاد کے لئے' کسی سے ہجرت کے لئے' کسی سے اسلام کے ارکان کی پابندی کے لئے' کسی سے سنت نبوی پر قائم رہنے کے لئے اور بدعت سے بچنے کے لئے۔سورہ فتح میں ارشاد ہوا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ...... اَجْرًا عَظِيْمًا (آیت نمبر ۱۰) ترجمہ: جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔پھر جو وعدہ شکنی کرے اس کا وبال اُسی پر ہے اور جس نے عہد کو پورا کیا جو اس نے اللہ سے کیا اسے عنقریب اللہ اجر

عظیم دے گا۔ بیعت کے بعد صالح زندگی گزاریں۔ عہد شکنی نہ کریں' برائیوں سے دور رہیں۔ اور ہمیشہ نیک کام انجام دیں۔

اسی سورہ میں ارشاد ہوا لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (آیت ۱۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت ہو رہے تھے۔ فلاح پانے کے لئے ارشاد ہوا۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o (سورہ المائدہ آیت 35) ''اے لوگو جو ایمان لائے اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ قرآن پاک کی ان آیتوں کی روشنی میں ہر مرد و عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندگی کی سدھار کے لئے کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ بیعت سے دل میں ذوق عبادت پروان چڑھتا ہے۔ خدا کی طرف دل مائل ہوتا ہے۔ فکر و نظر میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔

خانوادوں میں بیعت کا طریقہ مختلف ہے۔ عام طریقہ یہ ہے کہ مرید تازہ وضو کرے اور پیر بھی باوضو ہو۔ پیر' مرید کے ہاتھ کو اس طرح پکڑے جس طرح مصافحہ کیا جاتا ہے۔ پیر' مرید کو کلمہ طیبہ' ایمان مفصل اور ایمان مجمل پڑھائے۔ گناہوں سے توبہ کرائے اور سلسلہ پڑھائے۔ مرشد کے لئے قرآن' حدیث اور تعلیمات خلیفۃ اللہ کا علم ہونا ضروری ہے۔ عالم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ تارک دنیا ہونا ضروری ہے۔ اور ارشادی سلسلہ میں کسی سے ارشادی اس کو حاصل ہونا بھی ضروری ہے۔ بغیر ترک کرے کسی کو مرید کرنا مذہبی طور طریقے کے خلاف ہے۔ مرید کے لئے ضروری ہے کہ مرشد کا ہر لحاظ سے ادب کرے۔ عبادت کے بعد مرشد کے بتلائے ہوئے تعلیمات پر عمل کرے۔ یعنی جس طریقے سے ذکر کی تعلیم دے اسی طرح ذکر کرے۔ مرشد سے ہی مرید کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر کسی بزرگ کو کم تر نہ سمجھے اور نہ تحقیر کرے۔ ہر ایک کا ادب واحترام کرے۔ اگر مرشد خلاف شرع عمل کرے یا بگڑ جائے تو مریدی توڑ ڈالے اور کسی اچھے پابند شریعت بزرگ سے بیعت کی جائے۔ بیعت میں عقیدہ کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ مرشد کا ایک عقیدہ ہے اور مرید ایک عقیدہ ہے تو فیض ولایت محمدیہ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر عمل کا دارومدار عقیدے پر ہے اگر عقیدہ صحیح ہے تو سب کچھ صحیح ہے۔ اگر پیر اپنے مرید کو مذہب پر نہیں چلاتا اور خود بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق عمل نہیں کرتا اس کی حیثیت ایک ٹھگ کی مانند ہو جاتی ہے کیونکہ دھویں سے آگ کا پتہ چلتا ہے اور مرید سے پیر کا۔ مرید پر پیر کی نگرانی ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ صالح زندگی کے لئے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے۔ اس کی تربیت پر توجہ دینا چاہئے۔ مرید کے لئے بھی لازم ہے کہ وہ مرشد کے حکم کی تعمیل کرے۔ اگر مرید بے رخی برتے تو اس کو پہلے سمجھائیں اگر خدانخواستہ وہ نہ سمجھے تو تنبیہ کریں۔ اس پر بھی وہ صراط مستقیم پر نہ آئے تو مریدی سے بے دخل کر دیں۔ جب تک ہمارے دائروں میں اس طرح کی سختی تھی مریدوں میں عمل تھا وہ پابند شریعت وطریقت تھے۔ عقیدہ میں پختگی تھی۔

بیعت کے بہت فوائد ہیں۔ یعنی مرید بننے میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ بغیر خادم بنے مخدوم نہیں بن سکتے۔ لہذا پہلے خادم بنیں۔ للّٰہیت کے جذبہ کے تحت' خوف خدا رکھتے ہوئے جب ہم کسی بزرگ یا پابند شریعت وطریقت مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں تو جسم اور روح پاک وصاف ہو جاتی ہے۔ دل و دماغ سے حسد' کینہ' غرور و تکبر دور ہو جاتا ہے۔ صبر و شکر کا مادہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ دل پاک فکر پاک ہو جاتی ہے۔ شر کی جگہ خیر کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ پاکبازی اور راست بازی فطرت بن جاتی ہے۔ جس طرح خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے تعلق سے کہا۔ تصدیق اور بیعت کے بعد حضرت میاں شاہ نعمتؓ کی کیا کیفیت ہو گئی تھی۔ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔ والدین کا فریضہ ہے کہ اولاد سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد انہیں بیعت کرائیں اس سے عمل کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اور ایمان وعقیدہ میں استحکام آتا ہے۔

حضرت سیدنا حسنؓ

آج صفر کی 7 تاریخ ہے آج حضرت سیدنا حسنؓ کا عرس مبارک اور حضرت بندگی میاں سیدنا شاہ ابراہیمؒ کا بہرہ عام بھی ہے۔

حضرت سیدنا حسنؓ فرزند ہیں حضرت سیدنا علیؓ و بی بی فاطمہؓ کے ‘نواسہ ہیں حضرت محمد مصطفیٰؐ کے۔مورخین نے آپ کی پیدائش ۳ ہجری میں ہونے کا ذکر کیا ہے۔حضرت محمدؐ کو آپ سے بے حد محبت تھی۔آپؐ نے فرمایا حسن کو میرا علم اور میری صورت ملی اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا’’ اہل بیت میں مجھے حسن و حسین سب سے زیادہ محبوب ہیں۔خدایا میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والے کو بھی محبوب رکھ‘‘ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا’’حسن و حسین میرے جنت کے دو پھول ہیں‘‘

حضرت محمدؐ نے آپ کے امن پسند ہونے‘ صلح جُو ہونے اور نرم خو ہونے کے تعلق سے پیشین گوئی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا’’میرا یہ بیٹا سید ہے خدا اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔‘‘ سرزمین عراق کے شہر کوفہ میں حضرت سیدنا علیؓ کو شہید کر دیا گیا۔ حضرت سیدنا حسنؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔حضرت حسنؓ جب والد کی تدفین سے فارغ ہوئے تو سب سے پہلے قیس بن سعد نے آگے بڑھ کر آپ سے عرض کیا اپنا ہاتھ آگے بڑھایئے میں اس پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی پیروی کی شرط پر بیعت کرتا ہوں۔حضرت حسنؓ یہ سن کر خاموش رہے اتنے میں قیس بن سعد نے بیعت کر لی تو اور لوگوں نے بھی آپ کی بیعت کرنا شروع کی۔تاریخ شاہد ہے کہ جب امیر معاویہ نے بھی خلافت کا اعلان کر دیا اور اپنی خلافت قائم رکھنے کے لئے جنگ کے لئے بھی تیار ہو گئے تھے۔حضرت حسنؓ نے چند شرائط پر خلافت سے دستبردار ہو کر مسلمانوں کو خونریزی سے بچا لیا۔یہ آپ کی سیرت کا اہم واقعہ ہے۔اقتدار حاصل کرنے کے لئے لوگ کیا کیا نہیں کرتے ہیں۔لیکن آپ نے اقتدار پر رہتے ہوئے بھی اقتدار چھوڑ دیتے ہیں تا کہ خون خرابہ نہ ہو۔

حضرت محمدؐ کے پردہ فرمانے کے بعد تمام خلفاء نبی اکرم ﷺ نے آپ سے محبت آمیز برتاؤ کیا اور وظیفہ بھی آپ کے لئے مقرر کیا۔ آپ کا یہ ارشاد گرامی غلامانِ محمدؐ کو راہ ہدایت کی منزل پر پہنچا کر ہلاکت سے بچاتا ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا’’تکبر و غرور سے آدمی کا اصل دین ضائع ہو جاتا ہے۔کیا کوئی مسلمان اپنے دین کو ضائع کرنے کے لئے تیار ہے؟لہٰذا زندگی کے ہر قدم پر غرور و تکبر سے دور رہنے کی کوشش کرتے رہیں۔اس میں بھلائی ہے۔حضرت حسنؓ کو متعدد بار زہر دینے کی کوشش کی گئی۔حتیٰ کہ آخری بار دیا جانے والا زہر بڑا سخت زہریلا تھا جس کے اثر سے 7 صفر کو بعمر 47 سال 49 یا 50 ہجری میں انتقال ہوا۔

حضرت بندگی میاں سیدنا شاہ ابراہیمؒ

آج 8 صفر المظفر ہے اور حضرت بندگی میاں سیدنا شاہ ابراہیمؒ کا عرس مبارک ہے۔

جن بزرگان دین کے روضۂ اقدس پر حاضری دینے سے دل کو سکون و قرار اور آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔انہی مبارک

ہستیوں میں حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کی ذات عالی مرتبت بھی ہے۔آپ کی ولادت کا سن ولادت ۱۰۱۴ھ بتلایا گیا ہے۔آپ کا سلسلہ چوتھی پشت پر حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے ملتا ہے۔آپ کی عرفیت باواصاحب میاں تھی۔تربیت حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ سے حاصل کی۔والد حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؒ کے آخری وقت بہت غم زدہ تھے۔والد یہ کیفیت دیکھ کر پوچھنے پر کہتے ہیں دعافرمائیے مجھے ایمان ملے۔حضرت نے فرمایا تجھ کو ایمان حاصل ہے۔تو جس کو ایمان کی دعادے گا اسکو بھی ایمان ملے گا۔یہ جملہ ہمیں غور وفکر دے رہا ہے کہ گھر کا ماحول دینی و مذہبی ہے پھر بھی خواہش اور آرزو ہے کہ ایمان ملے۔

بچپن ہی سے آپ کو بزرگوں کی خدمت کا شوق تھا۔جو بھی دائرہ میں آتے ان کی خدمت کے لئے وقف ہو جاتے تھے۔شہزادہ ہوتے ہوئے بھی خدمت کا دامن نہیں چھوڑے۔یہ کردار کی بڑی خوبی ہے۔ایک مرتبہ حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کار نے مانگنے کو کہا۔آپ نے فرمایا خوندکار کے صدقہ سے سب کچھ ہے۔حضرت کے صدقہ سے بہشت مجھ کو مل جائے۔حضرت خاتم کارؒ نے مسکرا کر فرمایا تو ذات حق کا طلب بن وصال ذات حاصل کر اور بہشت جس کو دینا چاہے دے۔اس حال و ماحول میں آپ کی پرورش ہوتی ہے۔فرائض نبوت و ولایت پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں،خدا کی ذات میں فنائیت حاصل ہوتی ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ فرماتے ہیں اگر بندہ حضرت محمد خاتم کار کے جیسا فقراء سے فقیری لے تو کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔سوائے سید ابراہیم اور بی بی شاہ کے۔آپ بارہ سال تک اپنے بھائی کی صحبت میں رہے اس کے بعد ارشادی کا حکم ملا۔

حضرت شاہ ابراہیمؒ کی سیرت اور روحانی کیفیت کا یہ حال تھا کہ بغیر دیدار خدا کے نماز کے لئے رکعت نہیں باندھتے تھے۔ایک مرتبہ ادائی نماز کے وقت یہ کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔آپ نے کہا دائرہ میں کچھ خلاف شریعت عمل ہوا ہے۔دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تیل بقال سے اُدھار لاکر چراغ سلگایا تھا۔فوراً حکم دیا کہ تیل کی قیمت ادا کی جائے۔اس کے بعد نماز ادا کی۔آج روپیہ پیسہ کی کمی نہیں ہے، فاقہ سے دور ہیں اس کے ساتھ روحانی کیفیت سے بھی دور ہیں۔حضرت شاہ ابراہیمؒ کی روحانی کیفیت اور خدا سے قربت کا یہ واقعہ ہمیں آپ کے مقام اور مرتبہ کا پتہ دیتا ہے۔موت کا وقت مقرر ہے موت کسی کو مہلت نہیں دیتی لیکن اس عاشق خاتمین علیہ السلام کے پاس حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور روحِ مقدس کو قبض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔جب آپ کی روح مقدس قبض کی جاتی ہے تو ایک پرنور روشنی زمین سے آسمان کی طرف جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔بادشاہِ وقت محمد قلی قطب شاہ اس روشنی کو اوپر جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور دل میں خیال کرتا ہے کہ کوئی بزرگ ہستی اس دنیا سے رخصت ہوئی ہے۔فوراً سواروں کو اس سمت جانے کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر کسی کا انتقال ہو گیا ہے تو کہہ دینا بادشاہ شریک ہونگے لیکن ان سواروں کا دائرہ میں آنے سے قبل ہی حسب وصیت آپ کو سپرد خاک کر دیا جاتا ہے۔حضرت شاہ ابراہیمؒ وصال کے بعد بھی کسی دنیادار کو اپنا چہرہ دکھانا نہیں چاہتے ہیں۔آج ہمارا یہ حال ہے کہ اتنا ہی دنیاداروں سے ہمارا تعلق بڑھتا جارہا ہے۔تعلیمات کی روشنی میں کاسبین سے کچھ فاصلہ رکھنا چاہیئے۔

جو ہستیاں اللہ کے ہو جاتے ہیں اور اپنی زندگی خدا کی یاد میں اس کے دیدار کو حاصل کرنے میں صرف کر دیتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کے آخری آرام گاہوں کی بھی بے ادبی نہیں ہونے دیتا۔شہر میں ریلوے لائن بچھانے کا کام شروع ہو چکا تھا۔ایک ریلوے لائن کاچی گوڑہ سے فلک نما تک بچھائی جارہی تھی۔نقشہ اس طرح تیار ہوا تھا کہ پٹریاں حظیرہ حضرت علیہ الرحمہ کے درمیان سے گزر رہی تھیں۔عقیدتمندانِ حضرت

علیہ الرحمہ اثر و رسوخ کے ذریعہ اس کو روکنے کی تمام کوشش کر چکے تھے۔حکومت کے عہدیدار مقام کا معائنہ کرنے کے لئے وقت اور تاریخ مقرر کئے۔وقت مقررہ پر تمام مہدوی گروہوں کی شکل میں حظیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔چنچل گوڑہ سے آنے والے حضرات نے راہ میں دیکھا کہ کاچی گوڑہ کی ایک بزرگ شخصیت جنہیں حظیرہ میں رہنا چاہیئے تھا، وہ چنچل گوڑہ کی طرف آرہے ہیں۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر آپ نے فرمایا کہ مجھے رات ہی میں معلوم ہوگیا کہ ریلوے لائن حظیرہ کے اندر سے نہیں بلکہ باہر سے جائیں گی۔لوگوں نے دریافت کیا آپ کو کس طرح معلوم ہوا۔آپ نے کہا کہ رات خواب میں دیکھا کہ حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کے ہاتھ میں لکڑی ہے اور لکڑی سے حظیرہ کی مشرقی جانب لکیر کھینچ کر ارشاد فرمایا ریل کی پٹریاں ادھر سے جائیں گی، حظیرہ کے اندر سے نہیں جائیں گی۔متعلقہ عہدیدار نے بعد معائنہ پٹریاں اُسی جگہ ڈالنے کا حکم دیا جہاں حضرت نے لکیر کھینچی تھی۔

ان تمام واقعات کو پیش کرنے کا مدعا اور مقصد یہی ہے کہ ہم خدا کے احکامات پر پابندی سے عمل کرتے ہوئے ان بزرگوں کے روضہ پر حاضری دیں تو ہر بلاومصیبت سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔اور ان کا فیض بھی حاصل ہوگا۔یہ بھی یاد رہے بغیر توشہ عشق ومحبت بزرگانِ دین کے بارگاہوں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔حضرت شاہ ابراہیمؒ 8/صفر 1089ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔آج بھی عقیدت مند آپ کے آستانہ پر حاضری دے کر اطمینان وسکون پاتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید نجم الدینؒ

آج ماہ صفر المظفر کی 9 تاریخ ہے کل یعنی 8 تاریخ کو بندگی میاں سید نجم الدینؒ کا عرس مبارک تھا۔ مختصر سیرت آپ کی سماعت کیجئے۔

مہدوی بزرگوں نے ہر دور میں افراد قوم کو طالب خدا بننے کی دعوت دی۔ان کی عبادت کے نظارے چاہے بیان قرآن ہو، ذکر اللہ ہو، صحبت صادقین ہو، عزلت از خلق ہو یا ہجرت۔ان تمام سے وہ طالب خدا بننے کی سعی وکوشش کرتے تھے۔الحمدللہ اس راہ میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔یہ سچائی ہے کہ اللہ کے نیک و برگزیدہ بندے نہ صرف زندگی میں بلکہ گزر جانے کے بعد بھی زمین والوں کے لئے راہ ہدایت ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ فضل وکرم رہا ہے کہ ہر دور میں ایسے بندے رہے ہیں ان کی سیرت، اخلاق وکردار، عبادت وریاضت، تقویٰ وپرہیز گاری آج بھی ہمیں عبادت کا شوق اور ذوق پیدا کراتی ہے۔ایسے ہی برگزیدہ بندوں میں حضرت بندگی میاں سید نجم الدینؒ ہیں۔آپ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید مجوؒ کے اور پوترے ہیں حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل کے۔حضرت بندگی میاں سید مجوؒ تربیت وصحبت حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ سے رکھتے ہیں اور انہی کے داماد بھی ہیں۔صاحب حال بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔منچپہ میں آپ کی مزار ہے۔آپ کو دو فرزند ہوئے۔ایک میاں سید نجم الدین اور دوسرے میاں سید موسیٰ۔

حضرت میاں سید نجم الدینؒ کا بچپن نانا حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کے دائرہ میں گزرا اور یہیں تربیت بھی پائی۔ظاہری وباطنی علم کے آغوش میں پروان چڑھے۔اسلاف کے طریقے کے مطابق علاقہ حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ سے کیا۔دائروں میں حقوق اللہ کے

ساتھ حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلائی جاتی تھی۔اس معاملہ میں کوئی نرمی نہیں برتی جاتی ۔ ہر صاحب دائرہ کے پیش نظر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا یہ عمل تھا۔ جب حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ پہلی مرتبہ خلیفۃ اللہ کے حضور آئے تو آپؑ نے تمام واقعات سننے کے بعد پہلے حقوق العباد ادا کرنے کا حکم دیا۔ دائروں میں جو بھی طالب خدا یا ترک دنیا کے لئے آتا تو مراقبے کے ذریعہ پہلے اس کی کیفیت جانتے۔ حضرت سید نجم الدین بھی ترک دنیا کے خیال سے حضرت نور محمد خاتم کارؒ کے پاس حاضر ہوتے ہیں لیکن آپ ترک دنیا نہیں کراتے بلکہ کہتے ہیں تمہارے سر پر قرض ہے ادا کر کے آؤ۔ صاحب دائرہ کی یہ روحانی کیفیت ہوتی تھی اور حقوق العباد کا اس طرح سے خیال رکھا جاتا تھا۔

حضرت سید نجم الدین عالیت پسند تھے اور دائرہ کے حدود کا بہت خیال رکھتے تھے، جس کی وجہ سے حضرت نور محمد خاتم کارؒ آپ کو بہت چاہتے تھے۔ حضرت خاتم کارؒ نے بے شمار بشارتیں آپ کے تعلق سے فرمائیں۔ فرمایا جس طرح حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی ذات میں سیر حاصل ہے اس طرح میاں نجم الدینؒ کو بندہ کی ذات میں سیر حاصل ہے۔ خاتم کارؒ نے یہ بھی فرمایا کہ بندہ کا دل نجم الدین کے جسد میں ہے۔ حضرت خاتم کارؒ نے اپنے آخری وقت میں آپ کو بہت یاد کیا۔ لیکن آپ دوری کی وجہ سے آ نہ سکے۔

حضرت میاں سید نجم الدین نے حضرت شاہ نور محمد خاتم کارؒ کے وصال کے بعد اپنے ماموں حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ سے علاقہ کر کے صحبت اختیار کی، اُس دور میں صاحب دائرہ اپنے اصحاب کے افہام و تفہیم کا خیال رکھتے تھے۔ اگر کوئی دائرہ سے دور مقام پر رہتا تو خطوط کے ذریعہ ان کی افہام و تفہیم کی جاتی تھی۔ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے بھی خطوط کے ذریعہ آپ کی افہام و تفہیم کی اور معلومات پہنچائے۔ ایک موقعہ پر مکتوب میں تحریر کیا کہ کسی سے اختلاف نہ کریں۔ مخالفین سنت اور بدعت کرنے والوں کو درگزر نہ کریں افہام و تفہیم کے لئے قلم و زبان کا استعمال کریں۔ فقیروں کو فرزندوں کی جگہ بلکہ ان سے بہتر سمجھیں۔ ماضی میں ہر دائرہ میں تعلیم و تربیت کا معقول انتظام ہوتا تھا۔ صاحب دائرہ کی تمام پر نظر ہوتی۔ ہر ایک کی قابلیت ولیاقت کو دیکھتے ہوئے تربیت کی جاتی تھی۔ اس طرح کے طور وطریقے و عمل آج مفقود ہو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے عقیدہ میں کمزوری اور اسلاف کی راہ سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ قوم کے لئے یہ ایک بڑا المیہ ہے۔

حضرت میاں سید نجم الدینؒ کی سیرت کا اہم پہلو یہ ہے کہ آپ علاقہ کے لئے حضرت نور محمد خاتم کارؒ کے حضور آئے۔ پھر حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ سے علاقہ کیا۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کے حضور حاضر ہوئے۔ نہایت ادب و احترام کا مظاہرہ کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں۔ بندہ کو بھی اپنے فقیروں میں شمار کریں۔ حضرت شاہ نصرتؒ سے بیان قرآن کی اجازت ملتی ہے۔ ہمارے دائروں کی اہم خصوصیت ''بیانِ قرآن'' ہے۔ ماضی میں ہر صاحب دائرہ بیان قرآن سے اپنے اپنے دائرے میں ظاہری و باطنی تعلیم سے اصحاب دائرہ کو مستفید کیا کرتے تھے۔ لیکن آج ہمارے بیشتر دائروں سے یہ منظر ختم ہو چکا ہے۔ افسوس بیان قرآن کی روح دائروں سے پرواز کر گئی۔ جس کی وجہ سے ایمان و عقیدہ میں ہم کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ عالیت سے پستی میں گرتے جا رہے ہیں۔ آج نہ وہ محنت ہے اور نہ علمی قابلیت اور نہ کوشش ہو رہی ہے جس سے کہ قومی افراد کو استفادہ کیا جا سکے۔ چراغ میں تیل اور بتی ہو تو سلگایا جا سکتا ہے اور روشنی پیدا ہوتی ہے جس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جسم ہے اگر، جسم میں ظاہری و باطنی علم نہ ہو تو، ایسا جسم فائدہ مند نہیں ہے۔ ہماری آبادیوں کے لئے ایسے اجسام کی ضرورت ہے جس میں ظاہری اور باطنی علم ہو تا کہ حق و صداقت کی راہ میں ثابت قدم کے ساتھ زندگی گزار سکیں اور کوئی ہم کو کسی بھی رخ و طریقے سے متاثر نہ کر سکے۔

تاریخ مہدویہ کے اوراق شاہد ہیں کہ میاں سید نجم الدینؒ پہلے برہان پور میں اور اس کے بعد تگریہ (راجستھان) میں دائرہ باندھا۔ یہاں پر آپ کی آمد سے قبل حضرت بندگی میاں محمود شاہؒ کا دائرہ تھا۔ میاں محمود شاہؒ، حضرت ثانی مہدیؑ کی اہلیہ بی بی کد بانو کے بھانجے ہیں۔ حضرت ثانی مہدیؑ نے دائرہ کی امامت آپ کے سپرد کی تھی۔ آپ کا عقد بی بی خونزا گوہر بنت ثانی مہدیؑ سے ہوا۔ میاں سید نجم الدینؒ کے تگریہ آنے پر میاں محمود شاہؒ اور آپ کے فرزند میاں شریف محمدؒ کہتے ہیں ''آب آمد وتیمم برخواست'' اس واقعہ سے ان دو بزرگوں کی سادگی، نیستی اور انکساری کا پتہ چلتا ہے۔ مخدوم بنے ہوئے تھے، خادم بن جاتے ہیں۔ یہ کردار کی عظمت ہے، یہ پاکان خدا ہیں جہاں سے سب کچھ ملتا ہے۔ جیسا کہ حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحقؒ نے میاں شریف محمدؒ کے تعلق سے فرمایا قیامت کے دن خدا تعالیٰ اگر پوچھے گا کہ ہمارے حضور کیا تحفہ لائے تو عرض کروں گا کہ شریف محمدؒ کو لایا ہوں۔ یہ مقام و مرتبہ ہے میاں شریف محمدؒ کا۔

تگریہ اور اس کے اطراف کے علاقے میں افغان رہا کرتے تھے۔ تمام کے تمام راجہ کی فوج میں ملازم تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تعلیمات اسلام سے کوسوں دور تھے۔ میاں سید نجم الدینؒ انہیں اسلامی راہ پر لانے، عبادت گزار بنانے کے ساتھ حضرت مہدی موعودؑ کی صداقت کو پیش کیا اور تصدیق مہدی موعودؑ کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا یہ جو آگ کے درخت ہیں ان کی ہر ڈالی پر مصری کی ڈلی ہونی چاہئے۔ حضرت نے ان کے مطالبہ پر کہا صبح دیکھو۔ صبح افغان پٹھان جس درخت کے پاس جاتے انہیں مصری کی ڈلی ملتی۔ یہ کرامت دیکھ کر تمام حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں۔ نظروں میں حضرت کا مقام و مرتبہ بڑھ جاتا ہے اور تصدیق سے مشرف ہوجاتے ہیں۔ یہ آپ کی سیرت کا عظیم کارنامہ ہے۔ فضل خداوندی سے پٹھانوں کو یہ شرف یہ نعمت میاں سید نجم الدینؒ سے ملی۔

خوشبو تعارف کی محتاج نہیں ہوتی ہے۔ جہاں بھی ہوتی ہے موجودگی کا احساس دلاتی ہے۔ اس طرح ہمارے دائرے فیض ولایت محمدیہ کی خوشبو سے لہرا رہے تھے۔ تشنگانِ حق وصداقت اس خوشبو سے فیض پانے کے لئے دائروں سے رجوع ہو کر اپنے کو ظاہری و باطنی علم سے آراستہ کرتے تھے۔ میاں سید نجم الدینؒ کی سیرت بھی ایک خوشبو کی طرح تھی۔ اس خوشبو کو محسوس کر کے کئی ایک مسلمانوں نے تصدیق کا شرف حاصل کیا۔

آج کے ماحول میں حضرت میاں سید نجم الدینؒ کی سیرت ہماری سوچ و سمجھ کے دروازوں کو کھولتی ہے۔ ایک پابند مصدق بناتی ہے۔ آپ 8/صفر 1070ھ کو اس دنیا سے کوچ فرمائے۔ مزار پاک راجستھان کے علاقے تگریہ میں ہے۔ جس پر گنبد بنی ہوئی ہے۔ فن تعمیر کے لحاظ سے بہت خوبصورت و دلکش ہے۔ اطراف میں اور گنبدیں ہیں جس میں مصدقان مہدی موعودؑ آرام فرما رہے ہیں۔ اس مقام کو دیکھنے کے بعد یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ تگریہ کے مہدویوں کو ان بزرگانِ دین سے کتنی عقیدت و محبت تھی۔ جس کی وجہ سے یہ خوبصورت گنبدیں بنائی گئیں۔ ہمارے ماضی کو ایک ڈاکومنٹری فلم کے ذریعہ پیش کرنے کے لئے یہ مقامات بہت اہم ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ کسی مصدق بھائی کو یہ توفیق حاصل ہو کہ وہ ہماری تاریخ کو ڈاکومنٹری فلم کے ذریعہ پیش کر سکے۔

نکاح

آج ماہ صفر المظفر کی 10 تاریخ ہے مضمون بعنوان ''نکاح'' سماعت کیجئے۔

نکاح اتباع سنت رسول اللہ ﷺ اور امت محمدیہ کا بڑھنا ہے۔ اسلام سادگی کا دین ہے' یہ زندگی کے ہر میدان میں اسراف' فضول

خرچی کو ناپسند کرتا ہے۔شادی بیاہ میں اسلام کی تعلیمات بڑی پاکیزہ' آسان اور فطری ہیں۔ان پر ہر کس وناکس بڑی آسانی سے عمل کرسکتا ہے۔اسلام نے شادی کو باعث خیر و برکت قرار دیا ہے جس میں خرچ کم آئے۔لیکن آج ہم نے اس تقریب کو بہت کٹھن بنا دیا ہے۔گھریں آباد ہونے کے بجائے برباد ہورہے ہیں۔

نکاح ایک ایسا رشتہ ہے جو دو شخصوں کو تاعمر کے لئے ایک بندھن میں باندھ دیتا ہے۔اور دونوں کو تاحیات اس رشتہ کو نبھانا ہوتا ہے۔در حقیقت یہ ایک رضامندی کا رشتہ ہے اور دیکھا جائے تو زندگی بھر کا سودا ہے۔اس معاملہ میں زور زبردستی کرنے سے روکا گیا ہے۔مذہب اسلام ایک ہمدرد مذہب ہے جس میں تمام طبقات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔دیگر مذاہب میں عورتوں کو وہ مقام نہیں دیا گیا جوان کے لئے مختص ہے۔صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس میں عورت کو پناہ ملی ہے۔مذہب اسلام نے عورتوں کی شرم وحیا کا لحاظ رکھا اوران کا تحفظ کیا۔ان کی آزادی ضمیر اور پسند وناپسند سے بھی صرف نظر نہیں کیا۔مغربی تہذیب وتمدن عورت کو وہ مقام نہیں دی جو اسلام نے دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں ہی میں نہیں بلکہ جانوروں اور حیوانوں میں بھی جوڑے پیدا فرمائے ہیں۔اس سے نہ صرف نسل کا سلسلہ چلے بلکہ ایک دوسرے کے لئے باعث راحت اور سکون ہونا بھی ہے۔اسی لئے قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (سورہ نساء آیت ۳) جو عورتیں پسند آئیں ان سے نکاح کرلو کہ نکاح سنت ہے۔حضرت ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا لوگ چار غرضوں سے نکاح کرتے ہیں۔مالداری کی وجہ سے' حسب ونسب کی وجہ سے' خوبصورتی کی وجہ سے یا دین داری کی وجہ سے۔حضورؐ نے فرمایا دین دار عورت کو اختیار کرو اسلام ہر زندگی کے معاملہ میں دینداری کو ترجیح دی ہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ارشاد فرمایا جب تمہیں کوئی ایسا شخص پیغام نکاح دے جس کے دین اور اخلاق کو پسند کرتے ہو تو تم اس سے نکاح کرادو۔اگر تم نے ایسا نہ کیا تو زمین میں بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔آج کے معاشرہ میں دینداری اور اخلاق کے بجائے دولت وثروت کو دیکھا جارہا ہے۔دولت کی ہوس میں یہ بھی نہیں دیکھا جاتا ہے کہ کمائی کا ذریعہ کیا ہے صرف پیسہ پر ہی نظر ہوتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ارشاد فرمایا نکاح اعلان کر کے کرو اور اس کی بہترین جگہ مسجد ہے۔ایک موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا سب سے زیادہ مبارک نکاح وہ ہے جو سہل تر ہو۔لیکن آج معاشرہ میں نکاح کے موقع پر بے شمار بیہودے خلاف شرع رسموں کا رواج ہوگیا ہے۔جو آئے دن بڑھتا جارہا ہے۔جس میں تمام خلاف شرع رسومات پر دولت پانی کی طرح بہائی جاتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ نے امت کی تعلیم وتربیت کے لئے ارشاد فرمایا ''جس شخص کے گھر بچہ پیدا ہو اسے چاہئے کہ اس کا اچھا سا نام رکھے اور اسے عمدہ اخلاق وآداب سکھائے۔اور جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کی شادی کرائے۔بالغ ہونے کے بعد اس نے اس کی شادی نہیں کرائی اور اس سے گناہ سرزد ہوگیا تو اس گناہ کا وبال اس کے باپ پر ہوگا۔آپؐ نے والدین کو تاکید فرمائی۔تین چیز میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔نماز جب اس کا وقت آجائے۔جنازہ جب حاضر ہوجائے اور جب بے شادی شدہ لڑکے یا لڑکی کا رشتہ مل جائے۔نکاح دراصل نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔اس میں نہ صرف دین ودنیا کی بہت سی مصلحتیں اور فائدے پوشیدہ ہیں۔بلکہ اس کے کرلینے سے انسان بہت سے صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچ جاتا ہے۔سب سے اہم بات نکاح ذہنی ودلی سکون کے ساتھ ساتھ باعث ثواب بھی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے شادی نہ کرنے اور دنیا سے کٹ جانے سے منع کیا ہے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ ہمیں

شادی کا حکم دیتے تھے اور ترک نکاح سے منع فرماتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ''نکاح میری سنت ہے'' حقیقت یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے نکاح اور شادی بیاہ میں والدین کا کردار ایک دینی فریضہ اور شرعی حق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے ہر ممکن ادا کرنا ہے۔ اسلام میں عاقل بالغ لڑکی کی شادی کے معاملے میں ان کی پسند اور ناپسند کا اختیار دیا ہے۔ اس کی اجازت اور اس کی رضا مندی کو ضروری قرار دیا ہے۔ دور حاضر میں جو واقعات ہو رہے ہیں اس کو مدنظر رکھتے ہوئے لڑکی کو چاہئے کہ اپنی پسند کی بابت اپنے والدین کو بتائے اور اگر کوئی رشتہ پسند نہ ہو تو والدین کو اپنا معاملہ اخلاقی طور پر سپرد کرے تاکہ معاشرہ میں اسے گری ہوئی نظروں سے نہ دیکھیں۔ اسلامی تعلیمات اور عقد نکاح کے مزاج کا تقاضہ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ لڑکا اور لڑکی کی پوری رضامندی سے طئے کیا جائے۔ اس باب میں کسی قسم کے جبر کو راہ نہ دی جائے۔ ورنہ یہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوگا۔

والدین' سرپرست' اولیاء پر اسلام نے بڑی ذمہ داری ڈالی ہے۔ شریعت کی طرف سے معاشی' اصلاحی تربیتیں اور اخلاقی ذمہ داریاں ان پر ڈالی ہیں۔ اس سلسلے میں کسی بھی قسم کی کوتاہی اور کمی پر سخت گرفت کی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ تم میں کا ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ والدین کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنی لڑکی کو کسی ایسے شخص سے نکاح کرنے پر مجبور کرے جس کو وہ ناپسند کرتی ہے۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف کرتا ہے۔ اسلام سادگی کی تعلیم دیتا ہے۔ خدا اور حضرت محمدؐ کو سادگی پسند ہے۔ نکاح بھی سادگی سے ہونا چاہئے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کی معیشت دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔ ان حالات میں علمائے کرام' مذہبی افراد ایک نمونہ بن کر قوم میں آئیں تو ایک مثال قائم ہوسکتی ہے۔ بے جا خرچ پر پوچھ ہے۔ اس پوچھ سے بچنے کی ہر مسلمان مرد' عورت کو کوشش کرنی چاہئے۔ نکاح کی تقریب کو سادہ بنانے کی کوشش کریں۔ ارشاد نبی اکرم ﷺ ہے ''سب سے بابرکت اور قابل احترام نکاح وہ ہے جس میں کم خرچ ہو''

سادگی سے نکاح کرنا' اپنی حیثیت کے مطابق کرنا اور پھر اس کے تقاضے پورے کرنا حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سنت مطہرہ ہے۔ یہ ایک مقدس بندھن ہے جسے کرنے کے لئے کچھ آداب ہیں جن کا لحاظ رکھنا اور انہیں پورا کرنا انتہائی ضروری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''نکاح آدھا دین ہے'' آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں ''اے جوان لوگو تم میں سے جو استطاعت رکھے وہ نکاح کرے اس لئے کہ نکاح آنکھوں کو نیچا کرتا ہے اور شرم گاہ کو بچاتا ہے۔ اور جو شخص خرچ کی طاقت نہ رکھے وہ روزے رکھے کیونکہ روزے خواہش نفس کو ختم کرتا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں ''نکاح دین کا حصار ہے اور شہوت شیطان کا ہتھیار ہے۔ نکاح کرکے شہوت سے بچتے ہیں اور دائرہ دین میں رہتے ہیں۔ نکاح شر سے بھی بچاتا ہے'' آپؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ''جو کسب حلال نہ کرسکے اس کا نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔'' اسلام کسب حلال پر زور دیتا ہے۔ جس میں خیر و برکت ہے اور عبادت بھی قبول ہوتی ہے۔ کسب حرام گناہ ہے ان کی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ لڑکی یا لڑکے کے انتخاب میں دینداری دیکھیں۔

شریعت نے نکاح کے وقت حق مہر رکھا ہے جو خالصتاً عورت کا حق ہے۔ اس کا حق ادا کریں۔ نکاح کے بعد دونوں کی زندگی اور مشترکہ سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ انہیں اپنی زندگی کو خوشگوار بناتے اور اس میں خیر و برکت کے لئے شرکائے نکاح دعا کریں۔ اور مبارک باد دیں۔ عقد نکاح اور رخصتی کے بعد ولیمہ کی دعوت کا اہتمام کرنا سنت ہے۔ جس قدر توفیق ہو اپنے احباب' رفقاء' اعزاء و اقارب کو دعوت طعام پر مدعو کریں۔ جسے دعوت دی جائے اسے ضروری ہے کہ دعوت کو قبول فرمائے۔

اسلام سادگی کی تعلیم دیتا ہے۔تقریب نکاح کو سادگی سے منعقد کریں۔فضول رسومات میں سرمایہ پانی کی طرح نہ بہائیں۔شادی خانہ کے ڈیکوریشن، خورد ونوش پر جو کثیر رقم خرچ کی جاتی ہے اس کا جواب دینا ہوگا۔اس سلسلے میں علماء کرام آگے آ کر افہام وتفہیم کریں اور ایک نمونہ پیش کریں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قومی افراد کو نکاح کی تقریب سادگی سے منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سود

آج ماہ صفر المظفر کی 11 تاریخ ہے سود پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

سود لینا حرام ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے کیونکہ جس شخص کا گوشت مال حرام سے بڑھا اُسے جہنم سے قریب سمجھنا چاہئے۔قرآن پاک میں نہایت صراحت کے ساتھ ارشاد ہوا ہے۔''اے ایمان والو سود نہ کھاؤ'' ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے''اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام کیا'' ایک اور مقام پر ارشاد ہوا''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (اپنی قبر سے) اس طرح کھڑے ہوں گے جس طرح شیطان نے کسی کو چھو کر باولا کر رکھا ہو۔اسی حال میں میدان حشر میں پہنچے گا اور پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر پھرتا رہے گا''

احادیث میں ہے کہ سود کا ایک درہم جان بوجھ کر کھانا 36 مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ گناہ رکھتا ہے۔سود سے اگرچہ مال بڑھتا ہے لیکن یاد رکھو کہ اسکا انجام ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔دل ہلا دینے والا یہ ارشاد ہے کہ سود کے ستر ٹکڑے ہیں سب سے کم ایسا ہے جب کوئی اپنی ماں سے زنا کرے'' حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔''جس رات مجھے معراج ہوئی اس رات جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے تو میں نے اوپر کی طرف دیکھا وہاں گرج، چمک اور کڑک ہو رہی تھی۔حضورؐ فرماتے ہیں میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے پیٹ اس طرح پھولے ہوئے تھے کہ جیسے گھر معلوم ہوتا تھا۔ان میں سانپ ہی سانپ تھے اور یہ سانپ باہر سے نظر آتے تھے۔میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں انہوں نے بتایا یہ سود خور لوگ ہیں۔

جو شخص سود کی حرمت سے انکار کرے وہ کافر ہے۔کیونکہ سود لینے والوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اللہ اور رسولؐ سے جنگ کے لئے آگاہ رہیں۔اللہ اور رسولؐ کے ساتھ جس کی جنگ ہو اس کا انجام کیا ہوگا۔

اسلامی شریعت نے سود کو قطعی حرام ٹھیرایا ہے۔سودی کاروبار کی اسلام میں ممانعت ہے۔قرآن میں سود کو نجس کہا گیا ہے۔جو لوگ مسلمان ہیں وہ اگر سود لیں ان کے لئے ارشاد ہے کہ خدا سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔جو سودی کاروبار کرتا ہے دراصل وہ خدا کا باغی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے سود لینے والے دینے والے اور کاروباری لکھنے والے اور اس کی گواہی دینے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ تجارت کو حلال یعنی جائز کیا اور سود کو حرام۔سود میں اللہ برکت نہیں دیتا بلکہ تجارت میں برکت ہے۔غرض اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے ہر قدم پر رہنمائی کرتے ہوئے وہ انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔خیر کیا ہے، شر کیا ہے، انعام وسرفرازی کس عمل پر ملتی ہے۔سزا اور عذاب کس عمل پر دیا جاتا ہے اس کا بالکل واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔غرض اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

تیرہ تیزی

آج صفر المظفر کی 12 تاریخ ہے کل انشاء اللہ 13 تاریخ ہوگی۔

تیرہ تاریخ کے تعلق سے قوم میں غیر شرعی طریقہ رائج ہوگیا ہے۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں کمی واقع ہوگئی ہے۔ لیکن پھر بھی بہت گھرانوں میں جاری ہے۔ عموماً 13 تاریخ کی صبح میں طشتری میں تھوڑا میٹھا تیل ڈال کر اس میں چہرہ دیکھا جاتا ہے۔ پھر اس تیل میں بھلاویں اور چند سکے ڈالتے ہیں۔ نئے شادی شدہ جوڑوں کے لئے کشتی میں چاول' گیہوں' دال' انڈا' بھلاویں رکھ کر ہاتھ لگانے کے لئے کہتے ہیں۔ جس کو صدقہ کہا جاتا ہے یہ سائلوں کو دیتے ہیں۔

خیر کے کام' خیرات وصدقات کے لئے کوئی مختص دن' تاریخ یا اوقات مقرر نہیں ہیں۔ جس دن بھی چاہیں یہ کام کر سکتے ہیں۔ 13 تاریخ کا یہ عمل اہل ہنود کا ہے جو ہمارے پاس رواج بن گیا ہے جو بات یا عمل اصولاً غلط ہے وہ عملی طور پر کبھی صحیح نہیں ہوسکتی۔ ہماری تہذیب وتمدن کی روشنی میں اُن روایتوں کو چھوڑ دینا چاہئے جو مذہب کے خلاف ہے۔ ان میں ایک تیرہ تیزی بھی ہے۔ یہ بات بھی ذہن عالی میں رہنا چاہئے کہ ہم جن رواجوں کو اپنے لئے قائم کر لیتے ہیں' فتنے اکثر انہی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے معاشرہ کی فضاء مکدر ہو جاتی ہے۔ آپسی اتحاد واتفاق ختم ہوکر دشمنی بڑھ جاتی ہے۔

ہم مسلمان ہیں ہمیں ہمارا یہ عقیدہ ہونا چاہئے کہ جو بھی ہوتا ہے خدا کی مشیت کے مطابق ہوتا ہے۔ خدا کی مرضی کے بغیر پتہ بھی ہل نہیں سکتا۔ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ منجانب اللہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اتنی قدرت والا ہے کہ جسے نفع پہنچانا ہوتا ہے نفع پہنچاتا ہے۔ اور جسے نقصان پہنچانا ہو اسے نقصان پہنچاتا ہے۔ ایمان اور توہم پرستی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ ماہ صفر کے تعلق سے یہ سمجھنا کہ اس میں مصیبت اور بلائیں نازل ہوتی ہیں غیر درست ہے۔

ماہ صفر کے تعلق سے یہ عقیدہ کہ یہ منحوس مہینہ ہے۔ اس میں بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ غلط عقیدہ ہے۔ جبکہ کوئی مہینہ یا دن منحوس نہیں ہوتا۔ صفر کے ابتدائی 13 دنوں کو ایک طبقہ منحوس سمجھتا ہے۔ اور یہ کہتے ہیں ان میں سب سے زیادہ بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ 13 تاریخ کو بعض گھرانے منحوس قرار دیتے ہیں۔ آخری چہارشنبہ کو عورتیں پارکوں میں جاکر ہریالی روندتی ہیں ان کا خیال ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے غسل صحت فرمایا تھا جبکہ تاریخ کے لحاظ سے غلط ہے۔ غرض بہت ساری باتیں اس مہینہ کے تعلق سے مشہور کی گئیں ہیں۔ جو قرآن' احادیث کی روشنی میں غلط ہے۔ حضرت محمدؐ وخلفائے محمدؐ کی سیرت سے اس کا کوئی سروکار نہیں ہے۔

جس طرح نیکی کے کام جب چاہے انجام دے سکتے ہیں اس طرح خیر وخیرات کے لئے بھی کوئی خاص مہینہ یا دن وقف نہیں ہے۔ جب چاہے اپنی سہولت سے یہ فریضہ انجام دے سکتے ہیں۔ برادران وطن کے ساتھ رہنے سے بہت سارے خرافات کو مسلمان اپنا لئے ہیں ان میں ایک تیرہ تیزی بھی ہے۔ مسلمان کا یہ ایمان وعقیدہ ہونا چاہئے کہ مقدر میں نصیب میں جو لکھا ہوا ہوتا ہے وہ ہوکر رہتا ہے۔ راحت کا بھی عطا کرنے والا اور مصیبت دینے والا بھی اللہ ہی ہے۔ وہ اس کے ذریعے بندوں کو آزماتا ہے۔ ہر مرحلہ میں بندہ خدا کو یاد کرتا ہے یا نہیں۔ خدا کی عبادت کرتا ہے یا نہیں۔ ہم بندے ہیں بندگی ہر حال میں ہونا چاہئے۔ جب ہی ہم انعام کے حقدار ہوسکتے ہیں۔

حیات کے ساتھ خوشی، غمی اور آفتیں منسلک ہیں۔ موت ہی ان سے نجات دلاتی ہے۔ اسی لئے تقدیر پر یقین رکھیں اس پر راضی رہیں۔ لیکن تدبیر کا دامن کبھی بھی نہ چھوڑیں۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ خود کو بدل دو تقدیر خود بخود بدل جائے گی۔ اس لئے قرآن میں ایک مقام پر ارشاد ہوا ہے۔ جس نے میری قضا کو تسلیم کیا اور میری بلا پر صبر کیا میں اس کو اپنے پاس صدیق لکھتا ہوں۔ اور جس نے میری بلا پر صبر نہ کیا پس چاہئے کہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرے۔'' لہذا (13) صفر کو'' تیرہ تیزی کرو'' کے عمل کی قرآن اور احادیث سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ اہل ہنود کا خود ساختہ طور وطریقہ ہے اس سے مسلمانوں کا دور رہنا اور بچنا نہایت ضروری ہے۔ قومی اداروں اور علمائے کرام پر ذمہ داری ہے کہ وہ قوم سے غیر شرعی رسموں کا خاتمہ کریں۔ زندگی کے شب وروز شریعت وطریقت کے اصولوں میں گزاریں۔ یہی ہماری زندگی کا مشن ومقصد ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ غیر شرعی رسم ورواج سے ہم سب کو بچائے۔ شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

زندہ اور مردہ

آج صفر المظفر کی 13 تاریخ ہے۔ زندہ اور مردہ کے تعلق سے کچھ سماعت کیجئے۔

زندہ ہم اسکو کہتے ہیں جو چلتا، پھرتا، کھاتا اور پیتا ہے، سانس لیتا ہے۔ مُردہ اس کو کہتے ہیں جو ایک جگہ پڑا ہوتا ہے نہ چلتا ہے نہ پھرتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔ یعنی سانس نہیں لیتا ہے۔ ایسے افراد کو ہم زندہ یا مُردہ کہتے ہیں۔ حضرت محمدؐ کی نظروں میں زندہ اور مردہ کون ہے، اس کا ایک حدیث کے ذریعہ علم ہوتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں'' جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔ یعنی ذکر کرنے والا زندہ اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے۔

انسانی جسم میں دل کو خاص اہمیت حاصل ہے جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے۔ اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اللہ کے مقرب بندے ہمیشہ یہی دعا بارگاہ خداوندی میں کرتے رہتے ہیں۔ یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے بغیر اور دن اچھا نہیں معلوم ہوتا مگر تیری عبادت کے بغیر اور دنیا اچھی نہیں معلوم ہوتی مگر تیرے ذکر کے بغیر اور آخرت بھلی نہیں مگر تیرے معافی کے بغیر اور جنت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے بغیر۔

زندگی اور بندگی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہونا چاہئے۔ مقصود صرف خوشنودی اللہ ہو۔ شہرت، نام ونمود، دکھاوا، زندگی اور بندگی میں نہ ہونا چاہئے ورنہ تمام اعمال پہاڑ پر ریت کی طرح ہوتے ہیں۔ بارش کے ساتھ ہی بہہ جاتے ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔'' جو بھی لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس کا مقصود صرف اللہ کی رضا ہو۔ تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی۔ ذکر کی بہت فضیلتیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتاؤں جو رب کے نزدیک بہت ستھرے اور تمہارے درجے بلند کرنے والے اور تمہارے لئے سونا، چاندی اور خیرات کرنے سے بہتر ہوں اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہوں کہ تم دشمن سے جہاد کرو اور تم ان کی گردنیں مارو اور تمہیں شہید کردیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ہاں ضرور۔ تو آپؐ نے فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے زندہ اور جو اس سے غافل زندگی گزارتے ہیں وہ مردہ ہیں۔ دافع ہلاکت اُمّت محمد یہ حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر اللہ کو فرض فرما کر ہمیں زندہ رکھا۔ اس انعام پر ہر حال میں اللہ کا ذکر کرکے اس کا شکر ادا کریں۔

حضرت سید محمد ابجی میاں شہیدؒ

آج صفر المظفر کی 14 تاریخ ہے شہدائے مہدویہ کی تاریخ میں ایک اہم دن ہے۔ آج ہی کے دن حضرت سید محمد ابجی میاں شہیدؒ کی شہادت ہوتی ہے۔ آپ کی سیرت ملاحظہ کیجئے۔

تاریخ عالم عدیم المثل واقعات سے بھری پڑی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی کہ جو شخص ہدایت کا پیاسا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت کی راہ پر لگا تا ہے اور جس کے اندر ہدایت کی پیاس نہیں ہوتی ہے اسے ہرگز ہدایت نہیں دیتا۔ اس کے ساتھ ہر ایک کا فریضہ ہے کہ اگر کوئی اچھی بات کا علم ہے تو اس کو دوسروں تک پہنچائے۔ دوسرے اس کو تسلیم کریں یا نہ کریں، لیکن یہ اپنے فریضے سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ تصدیق حضرت مہدی موعود علیہ السلام ایمانیت میں سے ہے۔ حضرت علیہ السلام کی تشریف آوری ہو چکی ہے اور اب کوئی مہدی آنے والا نہیں ہے لہذا ہر مہدوی کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ کی بعثت، آپ کی تعلیمات اور آپ کی دعوت کو دوسروں تک پہونچائے۔

حضرت سید عیسیٰ عرف عالم میاں صاحب اہل چن پٹن نے اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے 1280ھ میں تبلیغ مذہب کی خاطر خطوط علمائے ہند کے نام لکھے۔ ان خطوط کے ہمراہ آپ نے قومی کتب بھی روانہ کئے اور خطوط میں یہ بھی لکھا کہ اگر کسی بات میں کوئی شک وشبہات ہو تو خطوط کے ذریعہ یا بالمشافہ گفتگو کر کے دفع کیا جائے۔ ان خطوط کو وصول کرنے کے بعد علماء ہند نے کیا رائے ظاہر کئے اس کا علم نہیں ہو سکا۔ لیکن حیدرآباد کے قاضی سید دلاور علی صاحب کے نام جو خط لکھا گیا تھا وصول ہونے کے بعد قاضی صاحب اس کا جواب خود دینے کے بجائے وہ اس خط کے ہمراہ جو کتب آئے تھے وہ زماں خاں کے حوالے کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں اس کا جواب دو۔

یہاں ایک بات ذہن نشین رہے کہ دعوت حق کو قبول کرنے کے لئے جن کے سینے کھلے ہوتے ہیں تعصب، کج فہمی، مصلحت پرستی کا کوئی پردہ ان کے دل و دماغ کو گھیرے نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے سامنے جب سچائی آتی ہے تو وہ ان کو بالکل اپنے دل کی بات نظر آنے لگتی ہے اس کے برخلاف بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو حق بات کو صاف شکل میں دیکھنے کے بعد بھی وہ سمجھتے نہیں۔ ہر بات کا الٹا مطلب نکالتے ہیں اور ہر دلیل کو رد کرنے کے لئے کچھ دلفریب الفاظ تلاش کر لیتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل وہ لوگ ہیں جو حق کے اعلان کو سنتے ہی اس کی طرف دوڑ پڑیں۔ اس طرح وہ لوگ بھی اللہ کی رحمت میں حصہ دار ہوتے ہیں جو ابتدائی رکاوٹ کے بعد اس کی آواز کو پہچان لیں اور اس کے آگے جھک جائیں۔ زماں خاں نے ان تمام باتوں کو ایک طرف رکھ دیا اور کتابوں کے مطالعہ کے بعد جہاں جہاں شک وشبہات تھے اس کو خط کے ذریعہ یا حضرت عالم میاں سے بالمشافہ گفتگو کر کے رفع کرنے کے بجائے یا جبکہ حیدرآباد کے اکثر محلوں میں مثلاً چنچل گوڑہ، کاچی گوڑہ، مشیرآباد، بیگم بازار وغیرہ میں مہدوی تھے یہاں کے مہدوی علماء کے سامنے ان شک وشبہات کو پیش کر کے گفتگو کرنے کے بجائے اس نے سب سے پہلے اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کر کے حضرت عالم میاں صاحب کو شہر بدر کروایا اور آپ شہر بدر ہو کر پینڈیال تشریف لائے۔ اس کے بعد اس نے ایک کتاب لکھی اور کتاب کا نام دیا ''ہدیہ مہدویہ'' اس کتاب کی ایک ایک کاپی علمائے مہدویہ اور دوسرے اثر ورسوخ رکھنے والے حضرات کے پاس روانہ کیا۔ تبلیغی خطوط کا علم کے دائرہ میں رہ کر جواب دینے کے بجائے اس نے کتاب میں نہایت ہی گندی زبان استعمال

کر کے حضرت مہدی علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی اور کتاب کا نام بھی دیا تو ''ہدیہ مہدویہ'' حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں تحفے اور ہدیہ بھیجا کرو باہم دیگر محبت پیدا ہوتی ہے۔ اس ارشاد سے منحرف ہوکر اس نے ایسا ہدیہ مہدویوں کو پیش کیا کہ جس سے ان کے جذبات بھڑک اٹھے۔

ہدیہ مہدویہ کو دیکھنے کے بعد سید محمد ابجی میاں کا خون کھول اٹھا اور اسی وقت دل میں یہ اقرار کر لئے تھے کہ اس فتنہ فساد کو پھیلانے والے کا کام تمام کر دیں تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔ اس ارادہ کے بعد آپ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؓ کے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں اور اپنے ارادہ کی تکمیل ہونے کی بشارت پاتے ہیں اور گھر تشریف لاکر والدہ سے عرض کرتے ہیں کہ دعا فرمائیے۔

7/ ذی الحجہ 1292ھ کو آپ منڈی میر عالم کے پاس کی اس مسجد میں جاتے ہیں جہاں زماں خاں کی رہائش تھی، جس وقت آپ مسجد میں داخل ہوئے نماز مغرب کا وقت تھا۔ آپ یہیں نماز مغرب ادا فرمائی پھر اپنی کٹار سے زماں خاں پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیا۔ لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مولوی صاحب کو کسی نے مار ڈالا اور لوگوں نے آپ کو گھیرے میں لیا۔ اس وقت آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ زماں خاں کی نعش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اس نے حضرت مہدی علیہ السلام کی شان میں گستاخی فرمائی اس لئے اس کو ایسی سزا ملی ہے، کہتے ہوئے اپنی کٹار پھینک دی۔ اس کٹار کے پھینکنے کے بعد ہی آپ کو گرفتار کر لیا گیا۔

اس قتل کے بعد ہی شہر تمام میں گڑ بڑ شروع ہوگئی اور حکومت کی جانب سے تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا گیا جس میں قاضی شہر اور علماء وغیرہ شریک تھے۔ آپ سے دریافت شروع ہوئی کہ بتاؤ کہ یہ کام تم نے کس کے کہنے پر کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ زماں خاں نے حضرت مہدی موعودؑ کی جناب میں گستاخی کی ہے اس لئے اس کی یہ سزا انہیں خدا برتر سے ملی ہے۔ اس سلسلہ میں بہت سارے افراد اور جمعداروں کے بیانات قلمبند کئے گئے یہاں تک کہ علامہ حضرت سید نصرت صاحب کی کتاب کحل الجواہر کو بھی طلب کیا گیا۔ کئی دنوں تک اس کا مطالعہ رہا اور پھر مصنف کتاب کو بھی طلب کیا گیا۔ عہدہ داران کمیشن سے حضرت کی گفتگو رہی لیکن کچھ نتیجہ اس گفتگو سے برآمد نہیں ہوا۔ آخر کار حکومت نے تمام جاگیرداروں، جمعداروں اور سرکاری ملازمین کو یہ حکم دیا کہ محرم کے آغاز سے قبل ہی اپنی جاگیرات سے یا حدود شہر سے باہر چلے جائیں۔ اس کے علاوہ فقراء و مشائخین کو 50 روپے بطور زادِ راہ دے کر یہ خواہش کی گئی کہ وہ 5/ محرم الحرام 1293ھ سے قبل حدود سلطنت سے باہر چلے جائیں۔ حکومت کے اس اعلان کے بعد جب تمام حدود سلطنت سے باہر چلے گئے تو اس اثناء میں آپ کے قتل کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ کیونکہ حکومت کو ڈر تھا کہ کہیں اس فیصلے کے سنانے کے بعد شہر میں گڑ بڑ نہ شروع ہو جائے۔ اس لئے حدود سلطنت سے باہر چلے جانے کا اعلان کیا گیا۔ حکومت کے اس فیصلہ کے بعد پرانا پل کے مقتل میں 14/ صفر 1293ھ کو آپ کو شہید کر دیا گیا اور وہیں پر آپ کو دفن کر دیا گیا لیکن ایک مہدوی حسین خان غڑیزی نے گوارا نہیں کیا کہ مہدوی حظیروں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر آپ کو دفن کیا جائے۔ آپ نے حکومت سے درخواست کی کہ نعش کو ہمارے حوالے کر دیا جائے۔

دو دن بعد حکومت اس شرط پر اجازت دیتی ہے کہ آدھی رات کے بعد صرف چار آدمی مقتل پر جائیں اور لاش لے کر اپنے مقام مدفن پر لے جائیں۔ حسین خاں چار آدمیوں کے ساتھ خوشبو کے اشیاء لے کر مقتل پہنچتے ہیں۔ قبر کھودی جاتی ہے جیسے جیسے قبر کھودی جاتی خوشبو کی مہک میں اضافہ ہوتے جاتا ہے۔ جب لاش کو دیکھا جاتا ہے تو اس طرح دکھائی دیتی ہے کہ ابھی دفن کیا گیا ہے۔ جو سامان لایا گیا تھا اس کے استعمال

کی نوبت ہی نہیں آئی۔غرض حظیرہ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ مشیر آباد میں لا کر آپ کو دفن کیا جاتا ہے۔حسین خاں نے ایک تماشائی کا رول ادا نہیں کیا بلکہ قومی روایت پرعمل کر کے ایک مخلص مہدوی ہونے کا ثبوت دیا۔حضرت سید محمد ابجی میاں نے نوجوانی میں یہ کارنامہ انجام دے کرقوم کے نوجوانوں میں قربانی کا جذبہ پیدا کر دیا۔اور دوسری طرف شہدائے مہدویہ میں اپنا نام درج کرالیا۔

حضرت میاں سید شہاب الدینؒ شہید سدھوٹ

آج ماہ صفر المظفر کی 15 تاریخ ہے آج ہی کے دن حضرت میاں سید شہاب الدینؒ شہید سدھوٹ کی شہادت ہوتی ہے۔آپ قوم میں شہید سدھوٹؒ سے مشہور ہیں۔سیرت وشہادت کے واقعات ملاحظہ کیجئے۔

مہدوی کی مختصر تعریف یہ ہے کہ وہ حق پسند، حق گو، بے باک اور عدل پرور ہوتا ہے۔جہاں بھی قیام کرتا ہے وہاں کی زبان وتہذیب کو ترقی دیتا ہے۔سب سے اہم بات یہ ہوتی ہے کہ وہ طالب خدا ہوتا ہے اور طالب خدا بننے کی تعلیم دیتا ہے۔اسی دائرہ کار میں رہ کر نہ صرف زندگی بسر کرتا ہے بلکہ وقت پڑنے پر اپنی جان عزیز کو بھی قربان کر دیتا ہے۔ہماری تاریخ گواہ ہے،تاریخ مہدویہ شاہد ہے کہ بادشاہوں کے پاس مہدوی حضرات بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔بادشاہ وقت وراجہ ان کے ایثار وقربانی،ایمانداری،شجاعت وبہادری،حق گوئی وبے باکی،نظم و نسق سے متاثر تھے۔انہیں مہدویوں پر کافی بھروسہ تھا۔ایسے ہی قابل افراد میں ایک شخصیت حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین صاحبؒ کی بھی ہے۔آپ ملت مہدویہ کے ایک بزرگ ترین شخصیت ہی نہیں بلکہ بہترین صلاحیتوں کے حامل Administrator تھے۔آپ اور آپ کے والد میاں سید منجو بیجاپور ریاست میں وزیر کے عہدہ پر فائز تھے۔ایک دہے سے زائد عرصہ تک یہ خدمت بہ حسن وخوبی انجام دیتے رہے۔عالم و فاضل تھے۔بیان میں جاذبیت تھی۔علم پر کافی عبور تھا۔کئی ایک کتابوں کے مصنف تھے۔مطلع الولایت کی دکنی اردو میں ترجمہ کیا۔ثبوت مہدیؑ میں مستطاب آپ کی مشہور تصنیف ہے۔کہا جاتا ہے کہ بہت سہل انداز میں بعثت مہدی موعودؑ کو احادیث کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔جس طرح اکثر بزرگان دین کا قلمی خزانہ گھر کی قید میں رہ کر ختم ہوگیا۔اس طرح آپ کا قلمی کارنامہ قوم کے سامنے نہ آسکا۔آپ کو شاعری سے بھی دلچسپی تھی۔شہاب تخلص تھا۔حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ہر دور میں قلمی خدمت انجام دی لیکن لواحقین کی عدم دلچسپی کی وجہ سے کئی ایک نادر سے نادر قلمی نسخے تلف ہوگئے۔وہ افراد جو علم کی اہمیت کو جانتے ہیں وہ بخوبی محسوس کر سکتے ہیں یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔آج بھی بعض خانوادوں میں بزرگوں کے قلمی نسخے جو کتابوں،مضامین اور خطبوں کی صورت میں موجود ہیں اگر یہ منظر عام پر آجائیں تو کافی حد تک فائدہ ہوسکتا ہے۔

حضرت سید شہاب الدینؒ ایک عرصہ تک جلیل القدر عہدہ پر فائز ہونے کے بعد اپنے اسلاف کے عمل پر حضرت سید یعقوب توکلیؒ کے ہاتھ پر ترک دنیا کرتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ بارہ سال تک مرشد کی صحبت میں رہے۔مرشد سے تعلیم وتربیت پانے کے بعد حسب حکم کڑپہ سے ہجرت فرما کر سدھوٹ میں دائرہ قائم کرتے ہیں جو کڑپہ سے دس کلومیٹر پر واقع ہے۔سدھوٹ میں آپ کے علم،واعظ،ریاضت وعبادت اور

حضرت سید یعقوب میاں تو کلیؒ کے خلیفہ ہونے کی وجہ سے چوطرف آپ کی شہرت تھی۔معتقدین کی تعداد روز بڑھتی جارہی تھی۔آپ سدھوٹ میں شریعت کی حقیقت کو عوام الناس کے سامنے پیش کرتے تھے۔علمائے دین آپ کی شہرت کی وجہ حسد کرنے لگے۔اس وقت عبدالحلیم خان سدھوٹ کے نواب تھے۔انہی دنوں شاہ بسم اللہ نامی ایک چالاک جو وقت کو دیکھ کر فائدہ اٹھانے کا گر جانتا تھا اور علم تسخیر سے بھی واقف تھا۔اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرتے ہوئے نواب اور دیگر علماؤں کے قریب ہوجاتا ہے۔یہ پکا دنیا دار تھا اور محسوس کرلیا تھا کہ اگر کوئی شخص اس کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرسکتا ہے تو وہ ہے حضرت میاں سید شہاب الدینؒ۔غرض یہ اہم اہم موقعوں پر اپنی زبان کے جوہر دکھاتے ہوئے بعض وقت اسلام پر، سیرت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور تعلیمات حضرت مہدی موعودؑ پر گستاخیاں کرجاتا تھا۔نئی نئی باتیں اسلام میں پیش کرکے، قصہ کہانیوں سے اسلام کی چھبی کو بگاڑتا تھا۔جب اس کی گستاخیاں حد سے تجاوز کرگئیں تو خضر خان مہدوی اس کے خیالات وحرکات سے حضرت میاں سید شہاب الدینؒ کو واقف کرواتے ہیں۔بعد سماعت حضرت اس کو ختم کرنے کا حکم دیتے ہیں۔خضر خان کڑپہ، حیدرآباد اور دولت آباد جاکر علمائے دین کو اس گستاخ کی حرکات سے واقف کرواتے ہیں اور سب اس کے حق میں قتل کا فتویٰ دیتے ہیں۔یہ فتویٰ حاصل کرکے آپ سدھوٹ واپس آتے ہیں۔اس گستاخ کو فتویٰ دکھاتے ہیں اس کے بعد خضر خان کٹار سے اس کا خاتمہ کردیتے ہیں۔نواب عبدالحلیم خان کو اطلاع ملتے ہی فوراً مقام واردات پر آتا ہے اور خضر خان مہدوی سے قتل کی وجہ دریافت کرتا ہے۔آپ فتویٰ دکھاتے ہیں،نواب کی آنکھوں پر اس گستاخ کی فکر اور باتوں کا پردہ چھایا ہوا تھا۔بلا سوچے سمجھے فوراً اپنے سپاہیوں کو خضر خان کو ختم کرنے کا حکم دیتا ہے۔سپاہی حملہ کرکے آپ کو شہید کردیتے ہیں اور نعش کو دریا میں پھینک دیتے ہیں۔اللہ کی قدرت دیکھئے کہ نعش سدھوٹ سے بہتی ہوئی کڑپہ آتی ہے،ادھر حضرت میاں سید یعقوب تو کلیؒ کو اس واقعہ کا علم ہوتا ہے۔آپ دریا سے نعش مبارک کو دائرہ میں لاتے ہیں،نماز جنازہ کے بعد اس عاشق رسول ومہدی مراد اللہ کو کڑپہ میں دفن کیا جاتا ہے۔

نواب حلیم خان کو اس واقعہ کے بعد دنیا دار علماء اور دوسرے لوگ بھڑکاتے ہیں۔خضر خان نے شاہ بسم اللہ کو اپنے مرشد حضرت میاں سید شہاب الدین کے حکم پر قتل کیا ہے۔یہ سن کر نواب کہتا ہے میں بھی ان کے مرشد کو قتل کراؤنگا۔عربوں اور روحیلوں کی جماعت کو حضرت میاں سید شہاب الدین کو قتل کرنے کا حکم دیتا ہے۔یہ جماعت دائرہ کو گھیر لیتی ہے،ادھر کڑپہ میں حضرت میاں سید یعقوب تو کلیؒ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں کہ چار قبریں کھودی جائیں،آپ کے صحابہ پریشان ہوجاتے ہیں،ایک دم چار قبریں کس وجہ سے کھودنے کا حکم دیا جارہا ہے۔اس سے آپ کی روحانی کیفیت کا پتہ چلتا ہے۔آداب مریدی میں وجہ نہیں دریافت کی جاتی تھی۔حسب حکم مرشد چار قبریں تیار کی جاتی ہیں۔حضرت کو علم ہوجاتا ہے کہ نواب کی فوج دائرہ پر حملہ کے لئے گھیراؤ کرلیا ہے تو آپ عورتوں اور بچوں کو پیچھے کے حصہ سے روانہ کردیتے ہیں۔آپ کے فرزند میاں سید محمود ان سے آنے کی وجہ دریافت کرتے ہیں تو آپ پر حملہ کرکے شہید کردیتے ہیں۔اس منظر کو دیکھ کر برادر زادہ میاں سید عبدالحئی ان کا مقابلہ کرتے ہیں،اپنی تلوار کے جوہر سے دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے شہید ہوجاتے ہیں۔حضرت کے بڑے فرزند میاں سید اشرف عرف منجھلے میاں لڑنے کی اجازت چاہتے ہیں تو آپ نے فرمایا تم غازی ہوگئے۔حضرت کی یہ پیشین گوئی صد فیصد صحیح ثابت ہوتی ہے۔غرض آپ لڑتے ہوئے شدید زخمی ہوکر گرجاتے ہیں اور دشمن سمجھتے ہیں کہ آپ ختم ہوگئے۔عربوں اور روحیلوں کی فوج دائرہ کی مسجد پر حملہ کرتی ہے۔مسجد کے ایک فقیر بسالت خان کی عمر 90 سال تھی،مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوتے ہیں۔میاں سید شہاب الدین مسجد کے صحن میں آتے ہیں،اندھیرے کی

وجہ سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ دشمن پیچھے سے آ کر حملہ کر کے شہید کرتا ہے۔ 15 /صفر 1168ھ کو آپ کی شہادت واقع ہوتی ہے۔ عمر 89 سال تھی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اکثر ہمارے بزرگان دین کو کلمہ گو بھائیوں نے مسجد یعنی جماعت خانوں میں شہید کیا جب کہ وہ عبادت میں مصروف تھے۔ مہدویوں نے کسی کو قتل کیا ہے تو فتویٰ حاصل کر کے یا شان رسالت میں گستاخی کرنے پر۔ مہدویوں کی خاص فطرت یہ ہے کہ ان کی دوستی اور دشمنی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی تھی، ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ انشاءاللہ

اس واقعہ کے بعد نواب پریشان ہوجاتا ہے۔ کہیں کڑپہ کے لوگ سدھوٹ پر حملہ نہ کردیں۔ فوراً حکم دیتا ہے کہ تمام نعشوں کو پلنگ پلنگ پر ڈال کر کڑپہ کے راستہ پر رکھ دیں۔ ادھر بعد نماز فجر حضرت میاں سید یعقوب توکلیؒ جنہیں پہلے ہی شہادت کا علم ہوگیا تھا۔ ان نعشوں کو لانے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ کڑپہ کے راستے میں جھاڑوں کے سایہ میں پلنگ پر نعش دیکھ کر آپ قریب آتے ہیں، میاں سید اشرف کو زندہ پا کر فوراً آپ کے پلنگ کو الگ کیا جاتا ہے اور علاج معالجہ شروع ہوجاتا ہے۔ حضرت میاں سید شہاب الدین، فقیر بسالت خان، میاں سید عبدالحئی اور میاں سید محمود کے نعش مبارک کو کڑپہ لاتے ہیں، نماز جنازہ کے بعد کڑپہ میں دفن کیا جاتا ہے۔ دائرہ کے لوگ چار قبریں کیوں کھودی گئی تھی اس کی حقیقت سے واقف ہوجاتے ہیں۔ یہ واقعہ حضرت بندگی میاں سید یعقوب توکلیؒ کے مقام ومرتبہ کا اظہار کرتا ہے۔ نواب حلیم خان اس حرکت کے بعد بھی خاموش نہیں رہتا ہے اس کے دل میں ہمیشہ یہ خدشہ رہتا تھا کہ جب تک مہدوی کڑپہ میں رہیں گے اس کی نوابی کو خطرہ ہے، اس لئے وہ سازشیں کر کے نذرانہ دے کر کڑپہ سے حضرت میاں سید یعقوب توکلیؒ کا اخراج کرواتا ہے۔ ہر دور میں مہدویوں کے خلاف دنیادار علماء اور اُمراء نے یہ کھیل کھیلا ہے لیکن جب حیدرعلی کڑپہ آتا ہے اور تمام حقیقت سے واقف ہوتا ہے اور جان جاتا ہے کہ مہدوی حق پر ہیں ان پر ظلم ہوا ہے تو فوراً حکم دیتا ہے کہ جو جو اس ظلم میں شریک ہیں ان کو ختم کردیا جائے۔ کیونکہ حیدرعلی سے اجازت حاصل کر کے حضرت میاں سید یعقوب توکلیؒ نے کڑپہ میں قیام کیا تھا۔ حیدرعلی غیض وغضب میں آ کر واقعہ میں شریک افراد کو قتل کرواتا ہے، نواب حلیم خان روپوش ہوجاتا ہے لیکن حیدرعلی کی فوج ڈھونڈ کر نکال لیتی ہے اور بہت بری طرح اس کو موت کی گھاٹ اُتارا جاتا ہے۔ حقیقت پسند لوگ کہہ اٹھتے ہیں اللہ والوں کو ایذا پہنچانا اور ان کو ناحق قتل کرنے والوں کا انجام اس طرح ہی ہوتا ہے۔ اس واقعہ کے بعد حیدرعلی دوبارہ حضرت میاں یعقوب توکلی کو کڑپہ میں آنے اور قیام کی دعوت دیتے ہوئے اجازت نامہ روانہ کرتا ہے۔ اس اجازت نامہ کے آنے سے قبل میاں یعقوب توکلیؒ، نواب محمد خان مہدوی کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے عالم پور میں سکونت اختیار کرچکے تھے۔

ان تمام واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مہدویوں کے خلاف ان کے دلوں میں کتنا بغض وعناد تھا۔ تاریخ شاہد ہے مہدوی جہاں بھی رہے ہیں پرامن شہری کی طرح رہے ہیں۔

غصّہ

آج ماہ صفرالمظفر کی 16 تاریخ ہے ''غصہ'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت اس طرح بنائی ہے کہ وہ خوش مزاج کبھی وقت اور حالات کے لحاظ سے غصہ میں آجاتا ہے۔ زندگی کے شب وروز میں اس طرح کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ ہر حال میں غصہ انسان کے لئے نقصاندہ ہے کیونکہ غصہ انسان کو درندہ بنا دیتا ہے۔ درندگی نہ

صرف اس کے لئے بلکہ خاندان اور محلّہ والوں کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنتی ہے۔اسی لئے اسلام نے غصہ کی حالت میں صبر واستقامت سے کام لینے کی تاکید کی ہے۔

سورہ شوریٰ میں ارشاد ہوا ہے’’ وَاِذَامَا غَضِبُوْاھُمْ یَغْفِرُ وْنَ (آیت36)اور غصہ کے وقت (بھی) معاف کردیتے۔سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْن (آیت۱۳۴) غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نیکوکاروں سے محبت کرتا ہے‘ان آیتوں سے معلوم ہوا غصہ آنے پر معاف کردینا‘ درگزر کردینا‘ اللہ کے مخلص بندوں کی علامت ہے۔اللہ ایسے بندوں پر رحمت فرماتا ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ سے عرض کیا مجھے نصیحت فرمایئے۔آپؐ نے فرمایا۔غصہ نہ کیا کرو۔اس نے کئی بار درخواست کی کہ نصیحت کی جائے۔ہر بار آپؐ یہی فرمایا۔غصہ نہ کیا کرو۔کسی صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا مجھے کچھ ایسا عمل بتایئے جو مجھے جنت میں پہنچادے۔آپؐ نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔حضرت جعفر بن محمد کہتے ہیں غضب وغصہ تمام برائیوں کی کنجی ہے۔غصہ کو ترک کرنا ہی احسن اخلاق ہے۔

غصہ شیطانی صفت ہے۔انسان کو بھی شیطان بنادیتا ہے۔غصہ میں انسان درندہ بن جاتا ہے۔درندگی انسانیت کی دشمن ہوتی ہے۔دشمن سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے فائدہ کی توقع بھی نہیں رکھ سکتے۔غصہ دیوانگی کی علامت ہے۔کرہ ارض پر کوئی بھی غصہ کو پسند نہیں کرتا۔اسلام نے غصہ پر صبر سے کام لینے کی تعلیم دیتا ہے۔غصہ پر جو قابو پاتے ہیں دراصل وہی پہلوان ہوتے ہیں۔غصہ سے کوئی بھی اچھی بات پیدا نہیں ہوتی۔جہالت‘ نیکی کی دشمن اور بدی کی دوست ہوتی ہے۔

جس انسان میں عفوودرگزر کا مادہ ہوتا ہے۔ہمدردی وغم خواری ہوتی ہے۔کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی مصائب ومشکلات میں بھی‘لوگو کے بھڑکانے پر بھی‘ نقصان ہونے پر بھی غصہ نہیں کرتا۔وہ اللہ کی طرف سے ایک آزمائش سمجھتا ہے۔اس حال میں بھی اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر اپنی رحمتِ خاص سے انہیں فیض یاب کرتا ہے۔

غصہ بُری چیز ہے۔لیکن فطرت انسانی میں یہ ہے۔اس کا علاج بھی بتلایا گیا ہے۔سب سے پہلے صبر واستقامت کا مظاہرہ کریں۔کھڑے ہوئے ہیں تو بیٹھ جائیں‘ بیٹھے ہوئے ہیں تو لیٹ جائیں۔مقام کو وقتی طور پر تبدیل کریں۔نفس کو قابو میں رکھیں۔ایک گلاس پانی نوش فرمائیں۔شیطان مردود پر لعنت بھیجیں۔(اکثر شیطان ہی غصہ دلاتا ہے) اور غصہ کی آگ کو بھڑکاتا ہے۔پھر تماشہ دیکھتا ہے۔

غصہ ہمیشہ حماقت سے شروع ہوکر ندامت پر ختم ہوتا ہے۔ہم سے اگر کوئی حماقت ہی سرزد نہ ہو تو ندامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ایک مفکر نے کہا ہے غصہ دراصل ملک الموت ہے ایک طرح کا وقتی پاگل پن ہے۔یہ صحیح ہے کہ انسان غصہ کی حالت میں پاگل کی طرح حرکتیں کرتا ہے۔حقیقت میں غصہ ایک بُرا عمل ہے۔غصہ سے آدمی آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔بے سوچے سمجھے جو منہ میں آیا کہنا شروع کردیتا ہے۔جس کی وجہ سے فتنہ وفساد کا امکان ہوجاتا ہے۔غصہ فوراً اشتعال دلاتا ہے۔غرض غصہ شیطانی عمل پیدا کرتا ہے۔

اس معاملہ میں حضورؐ کی سیرت مکمل ہدایت ہے۔حضرت انسؓ کی زندگی کا بیشتر حصہ حضورؐ کے پاس گزرا۔کبھی بھی آپ نے نہ غصہ کیا نہ اُف کہا۔غصہ سے جہالت پیدا ہوتی ہے۔اور وہ وقتی طور پر پاگل بن جاتا ہے۔پاگل پن کا ایک واقعہ سکندرآباد کے علاقہ میں ہوا۔جب کہ ایک ماں نے اپنے دونوں لڑکیوں کا غصہ کی حالت میں گلا دبادیا۔اور وہ دونوں فوت ہوگئیں۔بعد واقعہ اپنے عمل پر پچھتانے لگی۔غصہ انسان کو کہاں

پہنچا دیتا ہے۔اس واقعہ میں درس عبرت ہے۔غصہ آئے تو اپنی زبان اور ہاتھ کو قابو میں رکھیں۔غصہ دراصل شیطان کی طرف سے ہے۔اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا اور آگ کو پانی ہی بجھاتا ہے۔لہذا اگر کسی کو غصہ آجائے تو وہ وضو کرے یا پانی پی لے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے بلکہ وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ غصہ کا گھونٹ پینے والے کا دل ایمان سے بھر دے گا۔دل کا ایمان سے بھرپور ہوجانا بڑی نعمت ہے۔لہذا غصہ آنے پر کوئی کیفیت کا اظہار نہ کرتے ہوئے صبر سے کام لیں اور دل کو ایمان سے بھر لیں۔

غصہ کا آنا انسانی فطرت میں ہے لیکن اس کا علاج بھی بتایا گیا ہے۔دراصل خاموشی' غصہ اور غضب کی زبردست دوا ہے۔ایک دور میں خاموشی عبادت تھی۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے دراصل انسانوں کو خصوصاً مسلمانوں کو تعلیم دی کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو خاموش ہوجائے۔خاموشی کو کوئی معمولی بات نہ سمجھیں بلکہ امت محمد یہ کے لئے جزا کا سبب بنتی ہے۔

غصہ ایک فطری چیز ہے۔اس کے آنے کے وجوہات ہوتے ہیں۔میں پن اور انا کی وجہ سے بھی غصہ آتا ہے۔اپنے آپ کو کچھ سمجھنے کی وجہ سے بھی غصہ آتا ہے۔حرص کی وجہ سے بھی غصہ آتا ہے۔حسد کی وجہ سے بھی غصہ آتا ہے۔جس کا مزاج گرم ہوتا ہے جو جلد باز ہوتے ہیں۔جو معاشی پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں انہیں بھی غصہ جلد آجاتا ہے۔چہرہ سے غصہ کی علامت بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔غصہ کا کوئی اظہار بات چیت نہ کرکے' نہ سلام وکلام کرکے' تیوریاں چڑھا کر' غیبت کرتے ہوئے' رازوں کو فاش کرتے ہوئے غصہ کا اظہار کرتا ہے۔

تعلیمات اسلامی کی روشنی میں غصہ بُری بات ہے۔کیونکہ غصہ میں انسان ایک دوسرے سے قطع تعلق کرلیتا ہے۔غصہ سے گھر برباد ہوجاتے ہیں۔شیطان کہتا ہے کہ جب کوئی بندہ غصہ میں ہوتا ہے تو میں اس کے اندر اس طرح پھرتا ہوں جیسے خون انسان کی رگوں کے اندر پھر رہا ہوتا ہے۔جب شیطان ہمارے جسم میں پھر رہا ہے تو تباہ وبرباد کرکے رکھ دیتا ہے۔زندگی کا سکون واطمینان ختم کردیتا ہے۔لڑائی جھگڑے' فساد میں انسان کو مبتلا کردیتا ہے۔ایک دوسرے کا دشمن بنا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمدؐ کے ذریعہ غصہ آنے پر اس کا علاج بھی بتلایا ہے۔اس کا علاج ہے خاموشی اختیار کرلینا۔نبی اکرمؐ کو بہت کم جلال آتا تھا۔لیکن جب بھی جلال آتا تو آپ بالکل خاموش ہوجاتے تھے۔لیکن چہرہ سرخ ہوجاتا تھا۔آپؐ نے فرمایا غصہ آئے تو اپنی جگہ بدل دے۔اس پر بھی کم نہ ہوا تو کھڑے ہوں تو بیٹھ جائیں۔بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیں۔اس پر بھی کم نہ ہو تو پانی پی لیں یا وضو کرلیں۔اگر اس پر بھی کم نہ ہو تو **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** پڑھیں۔غصہ آنے پر حضرت محمدؐ نے بی بی عائشہؓ کو یہ دعا سکھائی۔''اے محمدؐ کے رب میرے گناہ بخش دیجئے۔میرے دل کا غصہ دور کردیجئے اور بہکانے والے فتنوں سے مجھے بچا لیجئے۔''

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے ارشاد فرمایا ہے پہلوان وہ ہے جس کو غصہ آئے تو اپنے غصہ کو قابو کرلے اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا غصہ ایمان کو اس طرح خراب کردیتا ہے جس طرح ایلوا شہد کو خراب کردیتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ بے جا غصہ کرنا جانوروں کی عادت ہے۔انسان تو اشرف المخلوقات ہے اس کو چاہئے کہ وہ غصہ میں آئے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھے اور قابو کرلے۔مولانا رومؒ کے سامنے کسی نے غصہ میں کہا تم ایک کہو گے تو دس سنو گے۔مولانا روم نے فرمایا میاں تم مجھے ہزار کہو جواب میں تم ایک بھی نہیں سنو گے۔اچھے لوگ وہی ہیں جن کو غصہ نہیں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس فطری چیز سے بچائے اور غصہ آنے پر قابو کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے۔آمین۔

درود شریف

آج ماہ صفرالمظفر کی 17 تاریخ ہے درود شریف کی اہمیت پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ کے نام کے ساتھ جو نام لیا جاتا ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ عبادت بھی ذکر محمدؐ کے بغیر مکمل نہیں ہوتی ہے۔ خدا کے بعد انسانوں پر حضرت محمد مصطفیٰؐ کا سب سے زیادہ احسان ہے۔ یوم آخر میں جس کا کرم زیادہ ہوگا وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذات گرامی ہے۔

درود شریف کے فضائل کے تعلق سے یہ ارشاد نبی اکرمؐ ملاحظہ فرمایئے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں ''ایک بار چاروں مقرب فرشتے جبرئیلؑ میکائیلؑ اسرافیلؑ اور عزرائیلؑ میرے پاس آئے۔ سب سے پہلے جبرئیلؑ کہنے لگے یارسول اللہؐ جو بھی شخص آپ پر روزانہ دس بار درود شریف بھیجے گا حشر میں اٹھنے کے وقت میں خود اس کا ہاتھ پکڑ کر کوندتی ہوئی بجلی کی طرح قیامت کے راستے سے گزر جاؤں گا۔ اس کے بعد میکائیلؑ بول پڑے کہ یارسول اللہؐ میں اس شخص کو آپ کے حوض کوثر و تسنیم سے پانی پلا پلا کر سیراب کروں گا۔ پھر اسرافیلؑ پکار اُٹھے کہ یارسول اللہؐ ایسے شخص کی مغفرت کے واسطے میں خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑوں گا اور جب تک اس کی مغفرت نہ ہو اپنے سر کو اٹھانے کا نام نہ لوں گا۔ آخر میں عزرائیلؑ نے وعدہ فرمایا کہ یارسول اللہؐ ایسے شخص کی روح کو میں اس طرح قبض کروں گا جس طرح نبیوں کی روحوں کو قبض کرتا ہوں۔

حضرت محمدؐ کی ذات سے محبت ایمان کا لازمی تقاضا اور جز بھی ہے۔ اس کے بغیر ایمان کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ محمدؐ کے نام میں جو لذت ہے کسی اور نام میں نہیں۔ آپؐ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود و سلام بھیجتا ہے خدا تعالی کی اس پر دس بار نگاہ رحمت ڈالتا ہے۔ حضور اکرمؐ کا نام مبارک سن کر اگر درود نہ پڑھے تو اس کو آپؐ نے بخیل فرمایا ہے۔

درود شریف کی فضیلت و اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ دعا اس وقت تک زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتی ہے جب تک تم اپنے نبیؐ پر درود نہ پڑھیں۔

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْد'' مَجِيْد'' اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْد'' مَّجِيْد''

اے اللہ تو اپنی رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جیسی تو نے رحمت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف کے قابل ہے بزرگی والا' اے اللہ تو برکت نازل فرما محمدؐ پر اور آل محمد پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) اور آل ابراہیم پر' جو بے شک بڑی تعریفوں والا اور بڑا بزرگ ہے۔ (صحیح بخاری)

سورہ احزاب کی آیت 56 میں ارشاد ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک بار درود و سلام بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ ارشاد نبی اکرمؐ ہے جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے اور قبول ہو جائے تو اللہ اس کے (80) برس کے گناہ محو فرما دے گا۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ قیامت کے دن مجھ سے سب میں زیادہ وہ قریب ہوگا جس نے سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجا۔ اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا ''مجھ پر کثرت سے درود بھیجنے والا قیامت کے دن عرش کے

سایہ کے نیچے ہوگا۔

ذکر اللہ اور تلاوت قرآن کے بعد سب سے بہتر عبادت نبی اکرمؐ پر درود و سلام پڑھنا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ محمدؐ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کے فرشتے زمین پر پھرتے رہتے ہیں اور میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے جو تعلیم ولایت یعنی ذکر خفی ملا ہے اس کا ورد کرنے سے پہلے درود شریف پڑھنا ضروری ہے۔ درود شریف پڑھے بغیر تعلیم ولایت کچھ بھی اثر نہیں کرتی۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے حضرت محمدؐ نے فرمایا۔ جبرئیلؑ نے مجھ سے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں یاد کیا جاؤں تو 'تو بھی میرے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ کلمہ شہادت ہو کہ کلمہ توحید' اذان' اقامت' نماز ہو کہ خطبہ' حتیٰ کہ قبر میں منکر نکیر کے سوالات میں بھی رب تعالیٰ کے نام کے ساتھ حضرت محمدؐ کا نام لیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے (اُمّت نبی اکرمؐ کو) درود شریف بہترین تحفہ ہے۔ اس تحفہ کی قدر کثرت سے ورد کرنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے ورد کی توفیق عطا فرما تا کہ زندگی کے مقصد کو پائیں۔

انسان

آج ماہ صفر المظفر کی 18 تاریخ ہے۔ ''انسان'' جو اشرف المخلوقات ہے اس کے تعلق سے ساعت کریں گے۔

کائنات کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ نے بے مقصد نہیں بنایا ہے۔ ہر انسان کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ تمام انسانوں کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ عمدہ نمونہ ہیں۔ جو اللہ سے محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنا تعلق جوڑ لیتا ہے تو اس کا دل ہمیشہ مسرور رہتا ہے۔ نیک اعمال ہی انسان کو بزرگ بناتے ہیں۔ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ نیت میں خوشنودی رب ہونا چاہئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ انسان سب سے اعلیٰ اور اچھا ہے جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی فکر میں رہے۔ جس نے غور و فکر کی عادت ڈالی اور اپنے نفس پر قابو پالیا تو وہ سمجھ لے اس پر خدا نے بہت رحم کیا۔ وہ کرہ ارض پر سب سے خوش نصیب انسان ہو جاتا ہے۔

زندگی کے سفر میں کردار کی بہت بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ بہتر انسان وہ ہے جو دیر میں خفا ہو اور جلدی مان جائے۔ بدتر وہ ہے کہ جلدی غصہ میں آجائے اور دیر میں راضی ہو۔ دنیوی زندگی کی کامیابی کے لئے دل کو عالم بنائیں اور جسم کو صابر بنائیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں انسان کے لئے کتنا بُرا ہے کہ باطن بیمار اور ظاہر حسین رہے۔ مومن وہی ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ زندگی کی کامیابی کے لئے ضرورتوں کو کم کریں اس میں خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ اور جو اپنی ضرورتیں بڑھا لیتا ہے اُسے اکثر محرومی کا غم ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جلد باز انسان نقصان اٹھاتا ہے۔ اور صبر کرنے والا کامیاب ہو جاتا ہے۔ جلد بازی شیطانی صفت ہے جو اکثر نقصان پہنچاتی رہتی ہے۔ آج ہر کوئی اپنے آپ کو دانشمند سمجھ رہا ہے۔ یہ سوچ نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس لئے بزرگوں نے فرمایا ہے اپنی نگاہ میں خود کو دانشمند مت جان' بدی سے باز رہے اور خدا سے ڈر۔

جب تک سانس ہے عبادت فرض ہے۔ زندگی کے ساتھ بندگی وابستہ ہے۔ عبادت کا رشتہ جسم سے اس طرح ہے جس طرح سانس اور

جسم کا ہے۔حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں ’’اے انسان اگر تو معبود حقیقی کی پرستش نہیں کرنا چاہتا تو اس کی بنائی ہوئی چیزوں کو بھی استعمال نہ کر۔کیا ہم اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں کے استعمال کے بغیر ایک لمحہ بھی زندگی گزار سکتے ہیں؟ جواب نہیں ہوگا۔اس دنیا میں ہمارے آنے کا مقصد ہی خدا کی بندگی بجالانا ہے۔اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔’’باعمل مقبول اور بے عمل مردود‘‘

ہماری زندگی کا مقصد ایک صابر‘ شاکر‘ صالح بندہ بن کر رہنا ہے۔حلال وحرام کا خیال رکھتے ہوئے زندگی کے سفر کو پورا کرنا ہے۔حضرت حسنؓ فرماتے ہیں انسان اگر خدا کی حرام کردہ روزی سے بچتا رہے گا تو عابد ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دعا کرتے رہیں کہ ہمارا شمار عابدوں میں کرے۔آمین

برائی

آج ماہ صفر المظفر کی 19 تاریخ ہے ’’برائی‘‘ کے عنوان پر مضمون سماعت کیجئے۔

برائی‘ برائی ہی ہوتی ہے۔اچھائی‘ اچھائی ہوتی ہے۔بروں کا کوئی ساتھ نہیں دیتے‘ اچھوں کا ساتھ دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو بُرائی کرنے والے پسند نہیں ہے۔اس فطرت کے لوگ سماج کے لئے ناسور ہوتے ہیں۔ایسے لوگوں کا سماجی بائیکاٹ کریں تا کہ وہ برائی کے راستہ سے باز آکر اچھائی کا راستہ اختیار کرسکیں۔اللہ تعالیٰ ہر ایک کو نیک اور اچھا بنا کر اس دنیا میں پیدا کرتا ہے۔بُرے ماحول میں رہ کر بُرا بن جاتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ برائی کے راستے سے بچنے کے لے ارشاد فرمایا ’’صادقین کی صحبت میں رہو‘‘

حضرت سلیمان علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں ’’خدا سے ڈر اور برائی سے باز رہ‘‘ حقیقت یہ ہے کہ دل میں برائی کے منصوبہ باندھنا اللہ کو پسند نہیں تو کسی کی برائی کرنا کہاں پسند ہوگی؟ لہذا برائی سننا بھی پسند نہ کریں۔ایک بات یہ بھی ہے کہ برائی کی بنیاد نہ ڈالیں۔ورنہ شیطان کے بھائی ہو جائیں گے۔خود بھی برائی سے دور رہیں اور دوسروں کو بھی اس سے دور رکھیں۔یہ مرض کسی کے دل میں آجاتا ہے تو وہ بعض وقت بھلائی بھی نہ کر پاتا۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں اخلاق کی برائی عمل کو برباد کر دیتی ہے۔اس طرح جیسے شہد کو سرکہ خراب کرتی ہے۔حضرت محمد ﷺ نے معاشرہ سے برائی کے خاتمہ کے لئے ارشاد فرمایا بروں سے نیکی کرنا اچھوں کا کام ہے۔اور اچھوں سے برائی کرنا بروں کا کام ہے۔برائی ہر حال میں برائی ہوتی ہے۔اس میں کوئی خوبی نہیں رہتی۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ’’لوگوں میں برا وہ ہے جس کی بدگوئی سے بچنے کے لئے لوگ اسے چھوڑ دیں۔کیا اپنے احباب میں معاشرہ میں یکا و تنہا رہنا کوئی پسند کرے گا؟۔لہذا برائی سے باز رہ کر اپنے احباب کی معاشرہ کی ہمدردی حاصل کریں اور اخروی زندگی میں کامیابی حاصل کریں۔

یہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے کہ برائیوں اور گناہوں سے انسان بگڑ جاتا ہے اور برے لوگوں سے مقابلہ نہ کریں۔برائی سے برائی پیدا ہوتی ہے۔ہمیشہ سچ بات کرتے رہو۔سچ تمام برائیوں کا علاج ہے۔جو برائی کرتا ہے دراصل جس کی برائی کر رہا ہے اس کے گناہ اپنے اوپر لے رہا ہے۔کیا کوئی عقلمند کسی اور کے گناہ اپنے سر لے گا۔ہرگز نہیں۔لہذا برائی سے ہر حال میں دور رہیں۔اچھائیوں کی تلاش میں رہیں۔جو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیابی دلانے والی ہوتی ہیں۔

اس پرآشوب دور میں ہم جہاں ایک دوسرے کی برائی کرتے ہوئے دیکھتے ہیں وہیں بعض نامعقول حضرات اپنے مرے ہوئے

بھائیوں کا بھی ذکر کرجاتے ہیں یہ عمل اسلامی تہذیب وتمدن کے خلاف ہے پھر اللہ ہرایک کواس سے محفوظ رکھے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مُردوں کو برائی سے یاد نہ کرو وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکے ہیں۔ان کا اچھے لفظوں میں ذکر کیا کرو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ برائی کی راہ سے ہمیں بچا اور نیکی کے راستے پر چلا۔آمین

اخلاق

آج ماہ صفرالمظفر کی 20 تاریخ ہے۔انشاءاللہ تعالیٰ ’’اخلاق‘‘ پر کچھ سماعت کریں گے۔

اسلام میں اخلاق کی کیا اہمیت ہے حضرت محمد رسول اللہ ؐ نے اس ارشاد گرامی سے ظاہر ہوتی ہے۔آپؐ نے فرمایا ’’دین کیا ہے پھر آپ نے ہی فرمایا اخلاق۔اخلاق۔حقیقت یہ ہے کہ انسانی کردار میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔انسان اخلاق ہی سے بنتا ہے۔جس سے سیرت عمدہ بنتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے اخلاق سب سے بہتر ذریعہ ہے۔حصول اخلاق کے لئے محنت‘ جدوجہد یا دولت خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔سیرت خاتمین پاکؑ اور قرآن پاک حصول اخلاق کا بہترین ذریعہ ہے۔

علم کا ثمر بھی حسن اخلاق ہے۔عالم میں حُسنِ اخلاق نہیں تو وہ علم بے کار ہے۔ہم اپنے اطراف کے ماحول میں بخوبی دیکھ سکتے ہیں کہ جن کے پاس علم کی دولت نہیں‘ مال ودولت نہیں لیکن محض خوش اخلاقی کی وجہ سے دوسروں سے آگے نکل گئے۔یہ اچھے اخلاق کا کرشمہ ہے۔حقیقت یہ ہے کہ خوش خلقی بہترین عبادت اور سب کچھ ہے۔ہر حال میں بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرنا دراصل زندگی کی کامیابی ہے۔اخلاق ہی سب سے کارآمد چیز ہے۔اس سے جو بھی چاہیں حاصل کرسکتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے’’سب سے براوہ ہے جس کے اخلاق اچھے نہیں۔‘‘اس ارشاد کی روشنی میں ہمیں برے اخلاق سے بچنا چاہئے۔جس طرح لقمہ حرام سے بچتے ہیں‘ جہاں اخلاق بگڑنے کا ڈروخوف ہے وہاں جانے سے گریز کریں۔برے لوگوں کی صحبت سے دور رہ کر صالحین کی صحبت اختیار کریں۔حضرت مہدی موعودؑ نے صادقین کی صحبت کو فرض فرمایا ہے۔نیک لوگوں کی صحبت نیک بنادیتی ہے۔اور برے لوگوں کی صحبت بُرا بنادیتی ہے۔ہم حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے اُمتی ہیں ہر حال میں اپنے آپ کو بلند اخلاق‘ بلند خیال‘ نیک ثابت کرنے کی کوشش میں سرگرم رہیں۔یہی مسلمان کی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے۔

آج کے معاشرہ میں ہر کوئی کہتا ہے کہ میں اچھا ہوں‘ میں اچھا ہوں‘ اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ کا صدق دل سے محاسبہ کریں۔اگر اچھے ہیں تو خدا کا شکر ادا کریں۔اگر بُرے ہیں تو فوراً توبہ کریں۔اور صالح زندگی کے لئے خدا سے دعا کریں۔ہر حال ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کا یہ ارشاد گرامی ذہنوں میں رہے کہ اچھا وہی ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اسکا دین بھی اچھا ہے۔ہمارے اخلاق اچھے ہوں تو دین کی بھی تبلیغ ہوجاتی ہے۔آج کے اس دور میں اس کی اہم ضرورت ہے۔ہمارے بزرگوں کا بھی یہی عمل تھا۔ان کے عمل وکردار دیکھ کر ہی کہتے تھے کہ کیا مہدوی ہو۔آج اس طرح کی فضاء پیدا کرنا ہمارا مقصد اور عمل ہونا چاہئے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ان بزرگوں کی روش پر چلائے جس پر تیرا انعام واکرام ہوا۔آمین

پڑوسی

آج ماہ صفرالمظفر کی 21 تاریخ ہے۔''پڑوسی'' کےعنوان پر ایک مختصر مضمون کی سماعت کیجئے۔

نیک اور اچھا پڑوسی ایک نعمت ہے جس کی وجہ سے زندگی نہ صرف خوشگوار گزرتی ہے بلکہ سکون واطمینان بھی نصیب ہوتا ہے۔ پڑوسی پر ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھے۔ چاہے وہ مسلمان ہو کہ اہل کتاب یا کافر۔اُسے ہر حال میں اپنے پڑوسی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ جو ایمان رکھتا ہے اس سے کہو کہ پڑوسی کی تکریم کرے۔اسلام کی خوبی یہ ہے کہ اپنے پڑوسی کا خیال رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔مسلمان ہر ایک کے لئے خیر کا جذبہ رکھتا ہے۔اللہ کے رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں''پڑوسی کو ستانے والا دوزخی ہے اگر چہ تمام رات عبادت کرے اور تمام دن روزہ رکھے۔معلوم یہ ہوا کہ جس کا پڑوسی اس سے ناراض ہے تو اس کی عبادت' ریاضت روزے وغیرہ سب بیکار ہے۔وہ دوزخی ہوجاتا ہے۔حضرت محمدؐ پڑوسی کے تعلق سے یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ''پڑوسی کا حق صرف یہی نہیں کہ اس کو ستائے نہیں بلکہ اس کے ساتھ احسان کرنا بھی ضروری ہے۔ پڑوس کے ساتھ مکمل تعاون کرنا وقت پڑنے پر اس کی مدد اور اعانت کرنا ہر پڑوسی کی ذمہ داری ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن غریب پڑوسی امیر ہمسایہ کا دامن گیر ہوگا۔حضرت محمدؐ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں جو خود شکم سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے' اس کا ایمان ناقص ہوجاتا ہے۔کوئی بھی اپنے ایمان کو ناقص کرنے تیار نہیں ہوتا۔لہٰذا اپنے اپنے پڑوس کا ضرور خیال رکھیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ فرماتے ہیں کافر پڑوسی کا ایک حصہ حق ہے' مسلمان ہمسایہ کا دو چند اور رشتہ دار ہمسایہ کا سہ چند۔قرآن تعلیم دیتا ہے اپنے پڑوسی سے بھی اس طرح پیار کرو جس طرح تم اپنی ذات سے کرتے ہو۔ اپنی ذات جس طرح عزیز ہوتی ہے اس طرح پڑوسی بھی عزیز ہونا چاہئے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالدو اور اپنے پڑوسی کو اس میں سے ایک دو چمچے ڈال دیا کرو۔ اسلام اس طرح پڑوسی کا خیال رکھنے کی تعلیم دے رہا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ تفصیلی طور پر پڑوسی کا خیال رکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔''تمہارا پڑوسی اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔ قرض مانگے تو قرض دو۔اگر تم سے کوی کام پڑے تو پورا کردو' بیمار ہو تو عیادت کو جاؤ۔مرجائے تو جنازہ کے ہمراہ جاؤ۔اس کو خوشی حاصل ہو تو مبارک باد دو۔مصیبت پڑے تو تعزیت کرو۔اگر کوئی میوہ خریدو تو اس کو ہدیہ دو ورنہ چھپا کر گھر میں لاؤ۔اپنے بچہ کو میوہ لے کر باہر جانے نہ دو کہ اس کے بچے کو رنج ہو'یہ محسن انسانیت حضرت محمدؐ کی تعلیمات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں اپنے پڑوس کا خیال رکھنے' وقت پڑنے پر اس کی مدد و اعانت کرنے کی قوت وتوفیق عطا فرما۔آمین

ادب

آج ماہ صفرالمظفر کی 22 تاریخ ہے۔ ''ادب پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

آج حضرت بندگی میاں سید غیاث الدین ستون دینؒ کا عرس مبارک ہے۔ آپ تربیت وصحبت اپنے دادا حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ سے پائی۔ خاتم المرشدینؒ نے آپ کو دین کے ستونوں میں شمار کیا ہے۔ گنجوٹی مہاراشٹرا میں آپ کا مزار ہے۔

ہمارا دین سراپا ادب ہے۔ جہاں ادب نہیں وہاں برائیاں ہی برائیاں ہوتی ہیں۔ انسان کی زینت اس کا زیور ادب ہے۔ ادب سے علم حاصل ہوتا ہے جو زندگی کے ہر سفر میں کام آتا ہے۔ وہ افراد جو دوسروں کا ادب نہیں کرتے ان کا ادب بھی کوئی نہیں کرتا۔ ادب انسانیت کی شان ہے۔ تھوڑا ادب بھی اچھا ہے اس علم وعمل سے جس کے ساتھ ادب نہ ہو۔ عربی کہاوت ہے ''ادب لوگوں کے لئے ڈھال ہے'' یہ سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے کہ کئی ایک موقعہ پر ادب سرخروئی کی منزل پر پہنچاتا ہے۔ لوگوں کا ہر دل عزیز بنادیتا ہے۔ ادب سے زندگی بنتی ہے بگڑتی نہیں۔ جو بےادب ہوتے ہیں وہ خالق اور مخلوق دونوں کے معتوب ہوتے ہیں۔ جو بےادب ہوتے ہیں انہیں ناریل کے جھاڑ کی طرح اپنا وزن خود کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ جو ادب کے مادہ سے لبریز ہوتے ہیں ان کی مثال کدو کی بیل کی طرح ہے جس کا وزن زمین یا دیوار سنبھال لیتی ہے۔

معلم انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ہر قوم کے معزز آدمی کا ادب کرو یہ اسلام کی خوبی ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے صرف مسلمان کی نہیں بلکہ ہر قوم کے معزز آدمی کا ادب کرنے کی تعلیم دی۔ کردار میں ادب کا اولین مقام ہے۔ اس عمل سے اسلام کی تبلیغ ہوئی ہے اور اب بھی ہوسکتی ہے۔ ایک دور تھا گھروں میں، اسکولوں میں ادب کا سبق دیا جاتا تھا۔ والدین اپنے بچوں کو ادب سکھایا کرتے تھے۔ بچوں پر نظر رہتی تھی۔ وقتاً فوقتاً اسلامی تعلیم سے انہیں آراستہ کیا جاتا تھا۔ زمانہ کروٹ اس طرح لیا کہ والدین اور نہ اسکول بچوں کو ادب کا سبق دیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ گھریلو زندگی میں ٹی وی اور سیل فون نے والدین کو اس قدر متوجہ اور منہمک کردیا کہ وہ بچوں کی تربیت سے غافل ہوگئے۔ اسکول بھیج کر اور ٹیوشن رکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم اپنی ذمہ داری پوری کردی۔ اس مزاج کے والدین کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کا یہ ارشاد گرامی تنبیہ کرتا ہے۔ آپ ؐ ارشاد فرماتے ہیں اولاد کو باپ کی طرف سے بہترین عطیہ ادب ہے۔ والدین غور کریں کہ اپنے بچوں کو کیا عطیہ دے رہے ہیں۔ جب بچہ کو گھر کی تعلیم نہ ملی تو وہ اغیار کی تعلیم سے متاثر ہوکر انکی تہذیب کو اپنانے کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔ یہ قومی نقصان ہے اس کا اثر دوسروں کو بھی متاثر کرجاتا ہے۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ اپنے اہل وعیال کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کریں انہیں ادب سکھاؤ۔ یہ حقیقت ہے کہ اس پُر آشوب دور میں اہل وعیال کو اسلامی تہذیب وتمدن سکھانا جہاد سے افضل ہے۔ اس افضل کام کی طرف ہم نہ صرف راغب ہوں بلکہ دوسروں کو بھی راغب کریں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جو بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرے گا وہ میری اُمّت میں سے نہیں ہے'' حضرت محمد ؐ شافع روز جزا ہیں، رحمۃ اللعالمین ہیں۔ کیا کوئی مسلمان گوارا کرے گا کہ آپ کی اُمّت میں شامل نہ ہو؟ لہٰذا زندگی کے ہر موڑ پر ادب کو ملحوظ رکھیں۔ ان کا بھی ادب کریں جن سے واقف ہیں۔ اور ان کا بھی جن سے ناواقف ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔ ''صدقہ بھی دو تو ادب سے دو'' بزرگوں نے کہا ہے پہلی صف میں جگہ ہونے پر دوسری صف میں بیٹھنا مسجد کی بےادبی ہے۔ اس سے اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا

ہے اسلام میں ادب کا کتنا بڑا مقام ہے۔غرض جس میں ادب ہے وہاں بندگی بھی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں ''جو شخص بے ادب' بے دیانت' بے شرم ہے ہرگز خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچے گا۔الغرض جب خدا تک نہیں پہنچ سکتے ہیں تو زندگی بیکار ہے۔لہٰذا ان تعلیمات کو اپنی زندگی میں لائیں جن سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اس لئے فرمائی کہ ہم خدا تک پہنچے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس مقصد کے لئے ہمیں پیدا کیا اس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ثواب

آج ماہ صفر المظفر کی 23 تاریخ ہے ''ثواب'' پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

زندگی عمل ہے' عمل دو راستے دکھاتے ہیں۔ایک ثواب کا دوسرا عذاب کا۔عقلمند وہ ہے جو راہ ثواب اختیار کرتا ہے۔بدنصیب وہ ہے خیر کا راستہ چھوڑ کر شر کا راستہ اختیار کر کے عذاب مول لیتا ہے۔جو بندے خدا کا ڈر و خوف رکھتے ہیں وہ عملی میدان میں ثواب کے کام کو کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نیت کو دیکھ کر ہی اجر عطا کرتا ہے۔جیسی نیت ویسا ثواب۔ثواب یا گناہ عمل سے ملتا ہے۔صرف زبان سے ثواب اور گناہ کو بھلا و بُرا کہنا کافی نہیں ہے بلکہ اصل چیز عمل ہے۔عملِ نیک کی ترغیب سے بھی ثواب ملتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''لوگوں سے شگفتہ خاطری سے ملنا انہیں اچھی بات بتانا بھی اجر و ثواب ہے۔یہ صدقہ و خیرات سے بہتر ہے۔آپ ؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا'' دو آدمیوں کے درمیان انصاف کرنا بھی اجر و ثواب کا موجب ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں'' نیک اعمال کا ثواب اس کی مشقت کے اندازے سے ملتا ہے۔آپؓ فرماتے ہیں۔ثواب حاصل کرنے کی بہ نسبت گناہ سے پرہیز کرنا زیادہ اچھا ہے۔حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں'' ہر چیز کے ثواب کا ایک اندازہ ہے سوائے ثواب صبر کے کہ وہ بے اندازہ ہے۔زندگی میں صبر کا مادہ رہنا' ضروری ہے۔بے صبری بعض وقت نقصان کا موجب ہوجاتی ہے۔بے صبروں کو اللہ تعالیٰ پسند بھی نہیں کرتا۔اسی لئے حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں جو صبر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اتنا اجر و ثواب عطا کرتا ہے کہ وہ اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔صابر و شاکر بن کر زندگی گزارنے میں ثواب ہی ثواب ہے۔حضرت ایوب علیہ السلام کی زندگی تمام صبر میں گزری جس کی وجہ سے صبر ایوبی مشہور ہوگیا۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں عورت کی بدخلقی پر صبر کرنے والا حضرت ایوبؑ کے صبر کے برابر ثواب پائے گا۔بدخلقی گھر کے ماحول کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔دن رات لڑائی جھگڑے میں کٹ جاتے ہیں۔نااتفاقیاں جنم لیتی ہیں۔ایسے ماحول میں اگر کوئی صبر کرتا ہے تو حضرت ایوبؑ کے صبر کے برابر ثواب پاتا ہے۔

انسان کی فطرت میں یہ بات ہے کہ عمل نیک پر ثواب ملے۔ثواب کے حصول کے لئے وہ نیک کام انجام دیتا ہے۔اعمال کے مدارج ہوتے ہیں۔حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں جو عمل خیر حصولِ ثواب کی خاطر کرتا ہے وہ تاجر ہے' جو خوف دوزخ سے کرتا ہے وہ غلام ہے اور جو شخص صرف خدا کے واسطے کرتا ہے وہ احرار میں سے ہے۔احرار کے معنی آزاد کے ہیں۔ایک دور تھا ہمارا ہر عمل صرف اور صرف خدا کے لئے ہوتا تھا۔معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے سے روابط کی وجہ سے ہمارے عمل میں بھی اجر و ثواب کی نیت پیدا ہوگی۔عمل بہ اخلاص نہ رہا۔حضرت غوث اعظم دستگیرؒ فرماتے ہیں اخلاص پر رضامندی بے حد ثواب کا موجب ہے۔

ہماری تعلیمات کی پہلی منزل یہ ہے کہ کوئی بھی کام کریں تو اللہ واسطے کریں۔اللہ کی خوشنودی کے لئے کریں۔ہم مہدوی اجر وثواب کی نیت سے کوئی کام نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ہم صرف شکرادا کریں کہ اللہ نے اس کام کی ہمیں توفیق دی۔

حضرت بندگی میاں سید راج محمد علیہ الرحمہ

آج ماہ صفر المظفر کی 24 تاریخ ہے۔آج حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ کی بہرہ عام ہے۔ مختصر طور پر آپ کی سیرت ملاحظہ کیجئے۔

سرزمین دکن میں مہدوی بی بیوں میں سب سے پہلے تشریف لانے والی بی بی حضرت بندگی میاں سید راج محمد علیہ الرحمہ کی والدہ محترمہ حضرت امتہ السلام ہیں۔آپ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ ابن حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی صاحبزادی ہیں۔بی بی کی ولادت کھانبیل میں ہوتی ہے۔والد بزرگوار کی صحبت میں پروان چڑھتی ہیں۔بچپن ہی سے عبادت وریاضت کا شوق تھا۔یہ عمر کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتا رہا۔نہایت ہی متقی و پرہیزگار تھیں۔آپ حضرت میاں سید شریف محمد سے بیاہی جاتی ہیں جو حضرت میاں محمود شاہ کے فرزند ہیں۔میاں شریف محمدؒ کی والدہ حضرت خونزا گوہر بنت حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ ہیں۔حضرت میاں شریف محمدؒ نیک صفات اور بلند اوصاف رکھتے تھے۔حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ سے تربیت پاتے ہیں اور انہی کی صحبت میں رہتے ہیں۔میاں شریف محمدؒ سے حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کو قلبی لگاؤ اور محبت تھی۔اس کے علاوہ میاں شریف محمدؒ کے حسن اخلاق وحسن سلوک سے بہت متاثر تھے۔میاں شریف محمدؒ کی ریاضت، انکساری اور روحانی کیفیت کو دیکھ کر اپنی صاحبزادی مسماۃ بی بی بوا سلام کو نکاح میں دیتے ہیں۔آپ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس ارشاد سے لگایا جاسکتا ہے۔حضرت شہاب الحقؒ نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ قیامت کے دن دریافت کرے گا کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے تو عرض کرونگا کہ اس فرزند شریف محمدؒ کو لایا ہوں۔

حضرت ملک عثمان کو دو صاحبزادیاں تھیں، ایک بی بی کد بانوؒ جن کا عقد حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ سے ہوا دوسری صاحبزادی کا بیاہ میاں سید عطا اللہ سے ہوا جو سجادہ نشین تھے اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے ہیں۔میاں سید عطا اللہ تصدیق خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا شرف پاتے ہیں۔آپ کو ایک فرزند ہوئے جن کا نام میاں سید محمودؒ ہے۔میاں سید محمودؒ والد کے انتقال کے بعد ترک دنیا کر کے حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔جب آپ پہلی مرتبہ حضرت ثانی مہدیؓ کے حضور تشریف لائے تو آپ نے نام پوچھا، انہوں نے عرض کیا آنحضرت کا نام مبارک میراں سید محمود ہے اور بندہ کا نام سید محمود ہے۔حضرت ثانی مہدیؓ نے خوش ہوکر فرمایا ہم تم کو محمود شاہ کہا کریں گے۔اس کے بعد سے آپ محمود شاہ سے مشہور ومعارف ہوئے۔آپ ایک اچھے عالم دین تھے اور علم قرآن پر کافی عبور حاصل تھا۔بڑے ہی دلنشین انداز میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔حضرت ثانی مہدیؓ نے آپ کی ریاضت اور قرأت سے متاثر ہوکر دائرہ کی امامت آپ کے حوالے کی تھی۔حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے وصال کے بعد بی بی کد بانوؒ نے اپنی دختر بی بی خونزا گوہر کا نکاح میاں سید محمود شاہؒ سے کیا۔اس عقد کے بعد ایک روایت کے بموجب علیحدہ دائرہ باندھ کر بڈھاسن میں رہتے ہیں۔یہیں

پر22 / جمادی الثانی 972ھ کو آپ کا وصال ہوتا ہے۔ایک روایت میں آپ کو تین اور دوسری روایت میں چار فرزند ہونے کا ذکر ہے میاں شریف محمد، میاں عزیز محمد، میاں خلیل محمد اور میاں راجے محمد۔میاں محمود شاہ کے بڑے فرزند حضرت میاں شریف محمد کو بی بی بوا سلام (امتہ السلام) سے ایک فرزند میاں راج محمد اور ایک دختر بی بی خونجیؒ ہوئیں۔

حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ کی زندگی کے حالات جس طرح سے دستیاب ہونا چاہیئے تھا تاریخ میں نہیں ملتے ہیں۔حالانکہ آپ ہم عصر ہیں حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ، حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ اور حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کے۔حضرت میاں شریف محمدؒ اپنے بیوی بچوں اور برادر حضرت میاں عزیز محمد کے ہمراہ گجرات سے ہجرت کرتے ہوئے دکن کی طرف تشریف لاتے ہیں اور بیجاپور میں قیام کرتے ہیں۔اُس دور میں بیجاپور میں کثرت سے مہدوی آباد تھے۔کئی ایک دائرے تھے،یہیں پر حضرت میاں شریف محمدؒ کا انتقال ہوتا ہے۔کچھ عرصہ بعد حضرت بی بی امتہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ اور دیگر ارادت مند کے ہمراہ بیجاپور سے گولکنڈہ تشریف لاتی ہیں۔قطب شاہ کا دور تھا اُس وقت اس علاقہ کا نام موضع چنچلم تھا۔یہی پر آپ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہوتا ہے اور حظیرہ چنچل گوڑہ میں دفن کیا جاتا ہے جو بعد میں حظیرہ شہداں کے نام سے مشہور و معروف ہے۔روایت کے مطابق حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ بڑی ہی عقید تمندی کے ساتھ حضرت بی بی امتہ السلام کی زیارت کے لئے مشیرآباد سے چنچل گوڑہ آتے تھے۔اور کافی دور اپنے جوتیاں اُتار کر برہنہ پیر زیارت کرتے تھے۔

حضرت بندگی میاں راج محمدؒ اپنے والد بزرگوار کی طرح بڑے کامل بزرگ گزرے ہیں۔آپ والدمحترم سے تربیت ہوئے اور صحبت حاصل کی۔والد کے وصال کے بعد والدہ محترمہ بی بی بوا سلام کے ساتھ فریضۂ ہجرت ادا کی اور دکن تشریف لائے اور چنچل گوڑہ میں دائرہ قائم فرمایا۔

حضرت راج محمد ہجرت کے دوران کن کن بزرگوں سے حسن تربیت حاصل کیا فیض صحبت سے مستفید ہوئے اس کا علم نہ ہوسکا۔اگر چہ ہم کو آپ کے مکمل حالات معلوم نہ ہوسکے تاہم آپ کم گو، خاموش طبیعت، ملنسار تھے۔ظاہری شان و شوکت، ضروریات دنیا سے بے نیاز تھے۔ان تمام باتوں کا علم ہمیں آپ کے روضہ پر حاضری دینے سے ہوتا ہے۔آپ نہایت ہی سادہ زندگی بزرگوں کی طرح بسر کرتے تھے۔اخلاق و عادات وہی تھے جو بزرگانِ دین میں تھے۔خدا کا خوف دل میں بھرا ہوا تھا۔نہایت خشوع و خضوع سے عبادت بجالاتے تھے۔آٹھ پہر ذکر الٰہی میں رہتے تھے۔سختی کے ساتھ فرائض ولایت پر پابندی فرماتے تھے۔خاتمین علیہ السلام کے اُسوہ حسنہ کی تعمیل کو ضروری اور فرض سمجھتے۔شریعت پر سختی کے ساتھ کاربند تھے۔خلاف شریعت کوئی بھی کام ہوتا ہوا نظر آتا تو غضبناک ہوجاتے تھے اور آپ پر جلال آجاتا تھا۔والدہ محترمہ کا بےحد ادب و احترام بجالاتے تھے اور خدمت کیا کرتے تھے۔

اپنے اسلاف کے طریقے پر چلتے ہوئے قرآن و حدیث سے شغف رکھتے تھے۔ بیان قرآن سے سیراب کرتے تھے۔آپ کے بیان قرآن کی کافی شہرت تھی لیکن آپ دنیوی شہرت کو پسند نہ فرماتے تھے۔کوئی تعریف کرتا تو سختی کے ساتھ روک دیتے اور اس پر خفا ہوتے تھے۔غرض آپ کا بیان پُر تاثیر ہوتا ہے۔تاریخ سلیمانی کی روایت ہے کہ سلطان عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ کا ایک لڑکا اور ایک لڑکی انتقال کر گئے۔بادشاہ اور ملکہ اس سانحہ سے بہت غمگین ہوئے۔سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر محل میں گوشہ نشین ہوکر زندگی گزار رہے تھے۔اپنے منصب کا بھی احساس

نہیں رہا۔درباریوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سے بھی یہ غم دور کیا جائے لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔لیکن دربار میں جو مہدوی امراء تھے انہوں نے تجویز پیش کی کہ اگر حضرت راج محمدؒ کسی طرح دربار میں تشریف لائیں اور بادشاہ کو بیانِ قرآن سے مستفید کریں تو یقین ہے کہ بادشاہ وقت کا یہ غم دور ہوجائے۔روایت ہے کہ آپ بادشاہ کے یہاں جانا پسند نہ کرتے تھے لیکن آپ کو تبلیغ مذہب واشاعت دین کی غرض بتا کر دربار میں لے گئے۔آپ کے بیان قرآن سے بادشاہ وملکہ کے دل کو نہایت سکون حاصل ہوتا ہے۔دلِ مضطرب کو چین ملتا ہے۔اس پرتاثیر بیان سے قلب کی کیفیت بدل جاتی ہے۔اللہ کے ایک شاکر بندہ بن کر شکر خدا ادا کرتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کے بارے میں بھی ایسی ہی روایت بیان ہوئی ہے قیاس ہے کہ دونوں بزرگوں نے بادشاہ وقت کو اپنے بیان قرآن سے محضوظ کیا ہوگا۔

حضرت بندگی میاں راج محمدؒ بڑے صاحب حال بزرگ گزرے ہیں۔ہزاروں بندگانِ خدا فیوض روحانی سے بہرہ ور ہوئے ہیں اور ہوتے چلے آرہے ہیں۔آپ 25/صفر 1068ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمایا۔حضرت کو ایک فرزند میاں ملک الہدادؒ ہوئے۔فرزند کا نام میاں ملک الہداد رکھنے کے تعلق سے یہ روایت ملتی ہے کہ پیدا ہونے سے قبل حضرت بی بی بوا سلام نے خواب میں حضرت بندگی میاں ملک الہدادؒ کو دیکھا۔اس کے بعد فرزند پیدا ہوئے۔اس لئے فرزند کا نام ملک الہداد رکھا۔ملک الہدادؒ حضرت شاہ نصرتؒ کی صحبت میں بھی رہ کر مستفیض ہوئے۔آپ کا دائرہ بلگونڈہ میں تھا۔یہی پر وصال ہوا۔آپ کو تین فرزند ہوئے۔سیدن میاں،میاں صاحب میاں اور اچھو میاں۔

حضرت سید راج محمدؒ کی اولاد اہل ارشاد تھی لیکن یہ سلسلہ چل نہ سکا۔چنچل گوڑہ میں آپ کی اولاد کے کئی گھر موجود ہیں اور مسجد یادگار میں باقی ہے۔

حضرت سید راج محمد علیہ الرحمہ کو اس دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے کئی سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔آج بھی عقیدتمند آستانے پر اپنی جبیں جھکا کر عقیدتمندی کا اظہار کرتے ہیں۔کئی ایک عقیدتمندوں نے آپ کے آستانے پر حاضری دے کر بشارتیں پائیں اور کئی ایک کرامتوں کا ظہور ہوا ہے۔حضرت میاں سید نجم الدین آپ کے ہی آستانہ پر حاضری دے کر شہادت کی دعا کرتے ہیں۔بحرالعلوم علامہ حضرت سید اشرف شمسی دینی ومذہبی علم کی دولت پاتے ہیں۔کئی ایک دینی وقومی خدمت کی راہ پاتے ہیں

آپ کی والدہ محترمہ بی بی امتہ السلام کے تعلق سے روایت ہے کہ کوئی 150 سال قبل ایک شخص کو دفن کیا گیا تھا جو سودی کاروبار کرتا تھا۔اسی رات میں ایک بزرگ جو حظیرہ کے قریب تھے یہ آواز سنتے ہیں ''اس کو نکال دو'' آواز میں سختی تھی۔اس آواز کو سنتے ہیں بزرگ کے رونگٹھے کھڑے ہوجاتے ہیں۔تھوڑی دیر بعد ایک خاتون کی دھیمی آواز آتی ہے ''میاں تجھ سے کچھ اُمید لے کر آتے ہیں انہیں معاف کردو'' اس بات چیت کو سننے کے بعد ان بزرگ کا کہنا تھا کہ یہ آواز حضرت میاں سید راج محمد علیہ الرحمہ اور آپ کی والدہ محترمہ بی بی امتہ السلام کی تھی۔بی بی نے اپنی چادر عافیت اس پر اُڑادی تھی۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بی بی بہت ہی نرم اور عفوودرگزر کرنے والی خاتون تھیں۔حضرت کے پائن کے حصہ میں ایک خوشگوار فضا چھائی رہتی ہے۔آج بھی عقیدتمند حاضری کا شرف پاتے ہیں تو ایک قسم کی روحانی خوشی ومسرت محسوس کرتے ہیں۔

نزدیک محلّہ ہی میں ہے ان کا حظیرہ
ہیں پاس فدایانِ میاں راج محمدؒ

عشق واتباع مہدیؑ

آج ماہ صفرالمظفر کی 25 تاریخ ہے۔ صحابہ کرام کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے کتنا عشق تھا اور کس طرح اتباع کے لئے تیار رہتے تھے۔ ایک ایک واقعہ ''عشق واتباع'' کا بیان کرتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ بعض وقت عقل سوچتی رہتی ہے لیکن عشق کام کرجاتا ہے۔ ہمارا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک ہمیں اپنی جان سے زیادہ خاتمین پاکؐ سے عشق نہ ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عشق میں اپنے گھربار، دولت، والدین اور بیوی بچوں کے علاوہ اپنی جان عزیز بھی قربان کردی ہیں۔

سندھ کا ہر موسم سخت ہوتا ہے گرمی وسردی بھی شدت سے ہوتی ہے۔ سرد موسم میں حضرت مہدی موعودؑ کے لئے پانی گرم کرنے کا کام حضرت ملک گوہرؓ کے ذمہ تھا۔ ایک روز نماز فجر کے وقت پانی گرم کرنے کے لئے لکڑیاں نہیں تھیں۔ جنگل جاکر لکڑیاں لانے کا وقت نہیں تھا۔ ایسے وقت پر یہ صحابی اپنی چارپائی کو توڑ کر پانی گرم کرتے ہیں۔ آپ چاہتے تو لکڑیاں نہ ہونے پر پانی گرم نہیں بھی کرسکتے تھے۔ لیکن اپنی ذمہ داری کو چارپائی توڑ کر انجام دیتے ہیں اندازہ لگایئے چارپائی نہ ہونے پر سرد موسم میں فرش پر آپ کو سونا پڑا۔ یہ کیا تھا عشق مہدیؑ تھا اپنی ذمہ داری کا احساس تھا۔

آج کیا ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے؟ ایک کاسب ہونے کے ناطے، گروہ مہدیؑ کے ایک فقیر ہونے کے ناطے ہمیں اپنی ذمہ داری کا احساس ہے؟ کیا ہم اپنی ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے رہے ہیں؟

صحابہ کرام ہر حال میں چاہے وہ خوشی کا ہو یا غمی کا، عبادت ہو کہ ریاضت کا ہر موقعہ پر حضرت مہدی موعودؑ کے ہر قول وفعل کی اتباع کرتے تھے۔ اُنہیں اپنی جان سے زیادہ اتباع مہدی موعودؑ عزیز تھی۔

حضرت مہدی موعودؑ ہجرت فرماتے ہوئے اپنے اصحاب کے ساتھ جیسلمیر پہنچ جاتے ہیں۔ یہاں ہندو راجہ کی حکومت تھی۔ جانور کو ذبح کرنا سخت منع تھا۔ قافلہ یہاں پہنچنے پر ایک بیل بیمار ہوجاتا ہے وہ قریب المرگ تھا۔ حضرت مہدی موعودؑ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بیل مرنے کے قریب ہے۔ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں'' کیا اس کو یونہی مرنے دوگے اس کو ذبح کردو'' حضرت میاں عبدالمجید نورنوشؓ جیسے ہی سنتے ہیں ذبح کرو، فوراً اپنے ہتھیار سے اس کو ذبح کردیتے ہیں۔ حالانکہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ اس ریاست میں جانور کا ذبح کرنا سخت منع ہے۔ آپ نے اس کی پرواہ نہیں کی بلکہ حضرت مہدی موعودؑ کے حکم پر عمل کردیا۔ یہ ہمارے صحابہ کرام کا کردار تھا۔

آج ہم اپنا خود جائزہ لیں۔ دیکھیں کہ کہاں کہاں ہم سے اتباع ہورہی ہے اور کہاں کہاں خطا ہورہی ہے۔ ہمارا مذہب اتباع قرآن اور اتباع خاتمین پاکؐ ہے۔ اس مذہب پر تادمِ آخر تک اتباع کرتے رہیں۔

نظام دائرہ

آج ماہ صفر المظفر کی 26 تاریخ ہے۔

دائروں میں صاحب دائرہ کس طرح انتظام کرر کھے تھے اس سے واقفیت حاصل کیجئے۔

اصول چاہے دینی ہو یا دنیوی زندگی کے خوشحالی میں اس پر عمل کرکے زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ مشکلات میں' مصیبت میں' فقر و فاقہ میں' اصولوں' قواعدوں پر عمل کرنا بہت بڑی بات ہے۔ ایسے حالات میں نفس بھٹکانے کی بہت کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہ بندے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں وہ کسی حال میں بھی اس کے شکنجے میں نہیں آتے۔ وہ تمام مسائل کا سامنا کرتے ہوئے اپنے اصولوں پر قائم رہتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے بزرگوں نے ایسے حالات میں بھی مذہبی و دینی روش پر قائم رہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی شہادت کے بعد آپ کے دائرہ والوں پر سخت فقر و فاقہ رہا ہے۔ خلیفہ گروہ حضرت بندگی میاں ملک الہدادؓ کا دائرہ جالور میں ہے۔ والیٔ ریاست شیر خاں مہدوی ہے۔ دائرہ میں سخت فقر و فاقہ ہے۔ اس کی اطلاع جب والیٔ ریاست کو ملتی ہے تو کئی ایک تھیلیوں میں پیسے رکھ کر ملازم کے ذریعہ ہر ایک فقیر کے حجرہ میں ایک تھیلی رکھا تا ہے۔ فقر و فاقہ میں رہنے کے باوجود کوئی فقیر اس تھیلی کو ہاتھ نہیں لگا تا لکڑی کے ذریعہ اس کو ہٹا دیتا ہے۔ فقراء فاقہ سے شہید ہو رہے ہیں۔ والیٔ ریاست کو اس کی اطلاع ملتی ہے تو حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ پیسے بھیجنے کے بعد بھی یہ حالات کیوں ہیں؟ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تمام تھیلیاں جیسی کی ویسی ہیں۔ کوئی اس کو کھولا تک نہیں۔ ملازمین نے اللہ دیا کہہ کر نہیں دیا اس لئے فقراء نے اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ہمارے دائروں کے فقراء کا یہ کردار تھا۔ ہر حال میں ان کا قدم عالیت پر ہوتا تھا۔ عالیت کا دامن انہوں نے کبھی بھی نہیں چھوڑا۔ آج ہم دنیا کی محبت میں کئی ایک دامنوں کو چھوڑ کر عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ کیا ہم میں مہدویت ہے؟

خلیفہ گروہؓ کو ایک مصدق بلوچ چٹھی روانہ کرتا ہے' چٹھی پر لکھا ہوتا ہے میرا بھائی یعقوب خاں پٹن میں ہے۔ یہ چٹھی بتلا کر دوسو فیروزیاں اس سے حاصل کرلیں۔ چٹھی پڑھ کر خلیفہ گروہؓ مسرت سے سرشار نہیں ہوئے بلکہ پھاڑ دیتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں بندگانِ خدا چٹھی لے کر لوگوں سے پیسے وصول کرتے پھریں۔ اس واقعہ سے فقیر کے مقام و مرتبہ کو دکھایا گیا ہے۔

اس دائرہ کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ کاسبین گاؤں میں رہتے تھے۔ خلیفہ گروہؓ کو اطلاع کرائی کہ کسی فقیر کو گاؤں بھیجیں تا کہ عشر کی رقم ادا کی جاسکے۔ آپ نے اس اطلاع پر فرمایا کہ لعنت ہے اُس فقیر پر جو حدود دائرہ کی پابندی توڑ کر محض عشر کے لئے گاؤں گاؤں پھرے۔

یہ ہمارا دائرہ کا نظام تھا۔ جہاں تعلیمات خلیفہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی تھی۔ اس عمل کی بناء پر مہدویت کا چرچا اُس دور میں عام و خاص میں تھا۔ عمل سے ہی دین وعقیدہ پہچانا جاتا ہے۔ لہٰذا ہم باعمل بنیں۔

دائرہ کا ایک فقیر

آج ماہ صفر المظفر کی 27 تاریخ ہے۔اس بزم میں ہم انشاءاللہ تعالیٰ دائرہ کے ایک فقیر کی علمی وروحانی کیفیت کو بیان کریں گے۔جسے سن کر علماء مطمئن ہوجاتے ہیں۔

خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کا فرمان ہے ہمارا اُمّی‘ علماء پر بھاری رہے گا۔وہ بندگانِ خدا جوذکر وفکر میں مبتلا رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں علم خاص یعنی ولایت کی تعلیم سے نوازتا ہے۔ایک موقعہ پر حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایت نے اپنے دائرے کے فقراء کو بتلاتے ہوئے فرمایا تھاان میں سے ہرایک فقیر اس قابل ہے کہ جو چھ اولوالعزم پیغمبر گذرے ہیں ان کے ہر معجزہ کو دکھا سکتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ صاحب دائرہ اور فقراء دائرہ نے اپنی وہبی‘ علمی وفکری قابلیت سے علماء کے اشکال کو دور کئے ہیں۔علماء کا آپس میں پانچ باتوں پر بحث ومباحث ہورہے تھے۔اور وہ یہ تھیں قیامت کب آئے گی‘ بارش کب ہوگی‘ شکم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی‘ رزق اور قبض روح کب ہوگی جوخدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔بعض علماء کہہ رہے تھے بزرگوں نے قبل از وقت بتلائی ہیں جو صحیح ثابت ہوئی ہیں۔حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ کے دائرہ کا ایک فقیر وہاں سے گزر رہا تھا۔علماء کو اس بات کا علم تھا کہ یہ میاں یوسف کے دائرہ کا فقیر ہے دائرہ والوں کی عبادت وریاضت سے بھی آگہی رکھتے تھے۔اس بحث کی حل کے لئے اس فقیر کو آواز دیتے ہیں۔یہ فقیر ان کے بلاوے پر آتا ہے۔علماء اپنی مباحث کی تفصیل پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔کیا خدا ان پانچوں باتوں کا علم اپنے خاص بندوں کو دیتا ہے؟ یہ فقیر تفصیل سن کر کہتا ہے آپ عالم لوگ ہیں میں ان پڑھ ہوں کیا جواب دے سکتا ہوں۔علماء جواب کے لئے اصرار کرتے ہیں۔آخر فقیر کہتا ہے بادشاہ کے دل میں جو باتیں راز کی رہتی ہیں وہ ان سے اپنے وزیر کو بھی باخبر رکھنا پڑتا ہے۔راز کا اظہار کے انحصار بادشاہ کی مرضی پر ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں اپنے ذمہ لے رکھی ہیں۔جہاں ضرورت سمجھی بزرگوں کے ذریعہ اس راز کا افشاء کردیا گیا۔اس فقیر کی یہ تفہیم سن کر علماء مطمئن ہوجاتے ہیں۔ہمارے دائروں کے فقراء کی یہ خوبیاں تھیں وہ علماء کے شبہات کو دور کردیتے تھے۔

یہ ہمارا گزرا ہوا کل تھا۔افسوس یہ ہے کہ آج عام افراد کیا صاحب دائرہ بھی آپسی میل جول کی وجہ سے شبہات میں پڑ گئے ہیں۔ہماری اپنی پانچ سوسالہ تاریخ ہے۔خدارا اس کو زک نہ پہنچائیں۔ذہن ودل کو عشق خاتمینؑ پاک سے لبریز کیجئے انشاءاللہ تعالیٰ ہر باطل فکر ختم ہوجائے گی۔دائرہ کے ایک فقیر کی یہ کیفیت تھی تو صاحب دائرہ کا کیا مقام اور مرتبہ ہوگا۔اس امر پر غور کیجئے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نصرت مخصوص الزماںؒ

آج ماہ صفر المظفر کی 28 تاریخ ہے اور بندگی میاں شاہ نصرتؒ کا بہرہ عام ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ بزرگوں کی سیرت پڑھنے سے اور سننے سے دل روشن ومنور ہوتے ہیں۔دل دنیا و مافیہا کی تمام رعنائیوں سے ظاہری چمک دمک سے ہٹ کر خدا کی یاد میں محو ہوجاتا ہے اور اپنے آپ پر متوجہ ہوجاتا ہے اور زندگی جو گزر رہی ہے اس کا جائزہ لینے لگتا ہے۔

پھر دل کے ایک کونے سے آواز اٹھتی ہے کہ زندگی گذاروں گا تو ایسی ہی گذاروں گا جیسے بزرگوں نے گزاری اور اللہ والوں نے تعلیم دی ہے لیکن جب وہ اس باب کو ختم کر دیتا ہے یا اس مجلس سے اٹھ جاتا ہے تو وہ اپنے ارادہ پر قائم نہیں رہتا۔ پھر دنیا و مافیہا کی نورنگیوں میں گم ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اور صرف اسی لئے گم ہو جاتا ہے کہ جب وہ باہر نکلتا ہے تو اسے وہ ماحول نظر نہیں آتا اس لئے پہلے ضروری ہے کہ صالح معاشرہ کا قیام کیا جائے۔

غرض ان ہی اللہ والوں میں جن کے ذکر سے انسان خود بخود اپنے آپ پر اپنے عمل پر غور کرنے لگتا ہے۔ وہ ہستی معظم حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کی ہے جو فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرئیلؒ کے پوترے ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہِ یعقوب حسن ولایتؒ کے مبشر ہیں حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ کے۔

قومی کتب میں روایت ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت 7 ذی الحجہ 1004 ھ کو ہوئی آپ کی آنکھوں میں سرخ خط سے کلمہ طیبہ اور کلمہ تصدیق لکھا ہوا تھا۔ آپ 18 سال کی عمر میں ترک دنیا کر کے والد کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔

حضرت شاہ نصرتؒ تربیت یافتہ ہیں۔ حضرت شاہ خوندمیرؒ کے اور بعد وصال والد بزرگوار اور حسب وصیت آپ نے چچا حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کی صحبت میں رہے۔ ان دو بھائیوں حضرت سید خوندمیرؒ اور حضرت سید یوسفؒ میں ایک دوسرے سے بڑی محبت تھی۔ حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ کے صحبت میں بھی یہ بھائی ساتھ رہتے ہیں۔ اپنے اخلاق سے کردار سے ملنساری سے اور خدمت سے نہ صرف دائرہ والوں کا بلکہ سلطان دائرہ حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ کا دل جیت لیتے ہیں۔ حقیقت بھی ہے کہ جو اپنے مرشد کو خوش رکھتا ہے اسے ساری دنیا کی خوشیاں نصیب ہو جاتی ہیں۔ ان دو بھائیوں کی اولاد میں بھی یہی جذبہ خلوص و محبت رہتا ہے۔ غرض حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کے وصال کے بعد آپ حضرت بندگی میاں نور محمد خاتم کارؒ کی صحبت میں رہتے ہیں۔ محنت و کاوش اور ساتھ میں مرشد کے فیض و صحبت سے آپ افق ولایت پر رونق افروز ہوتے ہیں اور آپ کی محنت و عبادت و ریاضت کو دیکھ کر حضرت نور محمد خاتم کارؒ عرض کرتے ہیں کہ سید نصرتؒ جیسا کہ میں نے اپنے مرشد کے حضور میں راہ پائی ایسا ہی تو نے بھی میرے حضور میں راہ پالی ہے اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ جیسا کہ میں نے اپنے مرشد (حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ) کے حضور بلند و بالا ہوا ویسا ہی تو میرے حضور میں بلند و بالا ہوا۔

مرشد کی خدمت کا جذبہ آپ کو والد بزرگوار سے حاصل ہوا۔ سفر میں اپنے مرشد حضرت نور محمد خاتم کارؒ کے آرام کا خیال رکھتے تھے یہاں تک آپ بہ نفس نفیس میٹھا پانی 3 یا 4 کوس پیدل جا کر لے آتے۔ جب بھی پانی طلب فرماتے میٹھا پانی پیش کرتے۔ حالانکہ قریب کہیں بھی میٹھا پانی کا کنواں نہیں ہوتا تھا۔ حضرت نور محمد خاتم کارؒ آپ کی اس خدمت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمائے کہ سید نصرت جیسا کہ تو نے مجھے اس پانی سے ٹھنڈک پہونچائی ہے حق تعالیٰ تجھے اپنے دیدار سے ٹھنڈک عطا کرے۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے میاں سید قاسمؒ اور میاں سید نصرتؒ کے حق میں فرمایا کہ یہ دونوں ادب کے مقام اور دونوں دین کے مقام ہیں۔

حضرت خاتم کارؒ کی نظروں میں آپ کے بیان قرآن کا کیا مرتبہ تھا اس واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت خاتم کارؒ لکھتے ہیں حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کو کہو کہ نصرت جی کے پاس جا کر بیان قرآن سنو۔ یہی نہیں حضرت میاں سید اشرف بن حضرت سید میرانؒ ملاقات کے لئے خاتم کارؒ کے پاس آتے ہیں ان سے آپ پوچھتے ہیں میاں نصرت جی سے بیان قرآن سنا۔ میاں اشرف نے کہا نہیں صرف ایک رات ان کے پاس قیام رہا۔ آپؒ فرماتے ہیں واپسی میں وہاں ٹھیر کر بیان قرآن سن کر جاؤ۔ اس طرح ہمارے بزرگ قابل افراد کی قدر اور ان کی

ہمت افزائی کرتے اور دوسروں کو ترغیب دیتے تھے۔ آج کے دور میں نہ قدر دانی ہے نہ ہمت افزائی ہے۔

آپ کے بیان قرآن کا ذکر پڑھ چکے ہیں۔ جس وقت آپ کا دائرہ چنچل گوڑہ میں تھا سلطان عبداللہ قطب شاہ کے بیٹا اور بیٹی کی مرض چیچک سے موت ہوگئی تھی۔ بادشاہ اور بیگم اس سانحہ سے غم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ بادشاہ تمام مصروفیات سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اپنے محل میں قید ہو کر رہ گیا تھا۔ وزیروں، امراء نے بادشاہ کے غم کو دور کرنے کی کوشش کیں لیکن انہیں کامیابی نہیں ملی۔ اُمراء آپس میں مشورہ کر رہے تھے کس طرح سے بادشاہ کو اس غم سے نجات دلائیں۔ مہدوی اُمراء نے تجویز پیش کی، ہمارے مرشد ہیں اگر ان کا بیان قرآن اگر بادشاہ سماعت کرلے تو انشاءاللہ غم دور ہوجائے گا۔ اس تجویز کو قبول کیا جاتا ہے۔ اُمراء مہدویہ حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ سے بیان قرآن کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ اس کو قبول کر کے بیان قرآن فرماتے ہیں۔ فضل خداوندی سے بادشاہ کے چہرہ سے غموں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ بیان قرآن سے بادشاہ کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ محل و دربار کا ماحول پہلے جیسا ہوجاتا ہے۔ بادشاہ کا تعلق شیعہ مذہب سے تھا۔ ایک شیعہ عالم کو یہ ناگوار محسوس ہوا۔ وہ اس فکر میں تھا کہ کہیں بادشاہ اپنا مذہب تبدیل نہ کرلے وہ اپنی دشمنی کا اظہار ایک خط کے ذریعہ آپ سے کرتا ہے۔ اس خط کا آپ جو جواب دیتے ہیں اس کا تمام تر مضمون مہدویت کو پیش کرتا ہے۔ آپ تحریر کرتے ہیں۔ ''بندہ کا کہیں آنا جانا، بولنا، چلنا اور لکھنا پڑھنا سب اللہ کے لئے ہے۔ تمہاری کیفیت اور ہے۔ تمہاری پوری جدوجہد حصول دنیا کے لئے ہے۔ اس لئے تم جس مذہب پر قائم ہیں وہ حصول دنیا کے لئے ہے۔ اگر بادشاہ مذہب شیعہ سے پلٹ جائے تو تم بھی شیعت کو چھوڑ دوگے۔ بندہ کا حال ایسا نہیں ہے میں تادم مرگ اگر آسمان بھی ٹوٹ کر مجھ پر گرے اور ہزاروں مصائب کا سامنا ہو تو بھی اپنا عقیدہ نہیں بدلوں گا۔ اس کا خوب خیال رکھو، موجودہ کیفیت میں استقامت سے بھرپور یہ خط ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔

حضرت شاہ نصرتؒ کے دائرہ میں عشر کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے فرزند شاہ صاحب میاں صاحب جو سلطان عبداللہ قطب شاہ کے پاس 5 ہزار منصب پر مامور تھے۔ ہر سال پانچ سو روپے عشر کے حضرت کی خدمت میں پیش فرماتے تھے۔ لیکن ایک سال آپ نے 300 روپے لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت نے کہا اگر تمام عشر لائے ہو تو قبول کیا جائے گا۔ ورنہ نہیں اس کے بعد آپ نے عشر کی تمام رقم پیش کی اور فرزند کو فرمایا کہ والد (حضرت سید خوندمیرؓ) کے بعد سے آج تک میرا دل کبھی ظاہری اسباب نہیں چاہا۔ مگر فقرا کی خاطر جو میرے گرد اللہ کے واسطے جمع ہیں کبھی یہ خیال آتا ہے کہ خدا کچھ دے تو ان کو کھلاؤں۔ غرض آپ نے تمام راقم دائرہ میں تقسیم فرمادی، اگر آج ہمیں روپیہ سے پیار ہے اور ان روپیوں پر خدا کی طرف سے عائد شدہ ٹیکس نہیں نکالتے ہیں تو یاد رکھیئے اس آستانہ سے ہمیں کچھ بھی حاصل نہ ہوگا کیونکہ جہاں ہم حاضری دیتے ہیں وہاں یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ ان بزرگوں کی طریقہ زندگی کیسی تھی اور کن امور پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اگر ہم ان اصولوں سے ہٹ کر حاضر ہوئے ہیں تو یاد رکھیئے حاضری دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہے۔

مذہب میں ادب کی بڑی اہمیت ہے۔ ہر محفل میں ادب کے دائرے میں گفتگو کرنا ہے۔ بالخصوص مرشدوں کا ادب ان سے کبھی بے جا گفتگو بھی نہ کرنا، کیونکہ ان کی تمام تر زندگی قال اللہ، قال رسول اللہ اور مہدی مراد اللہ پر مبنی ہوتی ہے۔ حضرت شاہ نصرتؒ کے ایک مرید امیر و مال دار تھے۔ اس کی ذہنیت بہت خراب تھی۔ اسے اپنے مال کا غرور و تکبر بھی تھا۔ کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ ہر ایک سے اپنا راگ بیان کرتا اور بہت بدمزاج تھا۔ اس کا نام حسن تھا، بچھو سے مشہور تھا، جس طرح بچھو ڈنک مار کر تکلیف پہنچاتا ہے یہ بھی اپنے لچھے دار جملوں سے لوگوں کو تکلیف

دیا کرتا۔ جب یہ ضعیف ہوگیا تو ترک دنیا کرنے کے لئے تمام دائروں میں پہنچا۔لیکن اس کی بداخلاقی و بدمزاجی کی وجہ سے تمام اس کوقریب آنے نہیں دیتے۔آخر حضرت شاہ نصرتؒ کے حضور میں آتا ہے تمام کیفیت بیان کرتا ہے سب مرشدوں کے پاس گیا لیکن کسی نے بھی مجھے خوش آمدید نہیں کہا۔میں آپ کی خدمت تو نہیں کیا مگر اللہ کے واسطے آیا ہوں مجھے دائرہ میں رہنے کی اجازت دیجئے۔آپ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ واسطے آئے ہیں تو بندہ اجازت دیتا ہے۔آپ اس کا علاقہ قبول کرتے ہیں وہ ترک دنیا کرکے دائرہ میں رہتا ہے۔ترک دنیا کے بعد بھی اس کی فطرت میں تبدیلی نہیں آئی' ہر کام وبات میں نکتہ چینی کرتا ہے۔حضرت نہایت صبر واستقامت سے اس کے ہر عمل کو برداشت کرتے جاتے تھے۔ حضرت اس کی چادر اپنے ہاتھ سے بچھاتے تھے' اس کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔روٹی اپنی نگرانی میں پکوا کر اس کو لا کر دیتے تھے۔ایک دن کہتا ہے روٹی وزن میں کم ہے۔آپ کہتے ہیں میں اپنے سامنے پکوا کر لایا ہوں۔وہ کہتا ہے خوند کار کیا جانتے' آپ نے دنیا کا روزگار نہیں کیا۔یہ بھی آپ برداشت کرتے ہیں۔ایک مرتبہ بیان قرآن کے وقت انتہا کردی کہ وہ کہتا ہے آپ ہر وقت چھابو جیؒ سید نجیؒ کا ذکر کرتے ہیں۔ان کی تعلیمات بیان کرتے ہیں۔آپ کو اپنے باپ' چچا اور دادا سے کچھ ملا ہے یا نہیں۔حضرت فرماتے ہیں ہم کو دین کا بہرہ اسی خاندان سے ملا ہے۔ جب باپ کی نقل یاد آتی ہے وہ بھی کہتے ہیں اس نے گستاخانہ طور پر سر ہلا کر کہتا ہے ہاں ایسا ہے۔حضرت شاہ نصرتؒ اس سے کہتے ہیں تم نے بزرگوں کی شان میں بے ادبی و گستاخی کی ہے۔تیری موت میرے دائرہ میں نہیں ہوگی۔چند روز گزرنے کے بعد یہ گستاخ حضرت کے فرزند میاں سید شریف عرف ابجی میاں کے قدموں پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہے حضرت سے کہو حسن بچھو آپ کے دائرہ میں نہیں مرے گا بلکہ کسی بت خانے میں مرے گا اور بولو کہ مجھے اجازت دیدیں۔ابجی میاں اس بات سے حضرت کو واقف کرواتے ہیں۔حضرت اس کو جانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔وہ دائرہ سے نکل جاتا ہے راستے میں تھک کر ایک بت خانے کے دروازے پر بیٹھ جاتا ہے۔اس دوران صحت بگڑ جاتی ہے اور مر جاتا ہے۔حضرت کا فرمانا وہ میرے دائرہ میں نہیں مرے گا صحیح ثابت ہوتا ہے۔دین دراصل بزرگوں کے ادب سے حاصل ہوتا ہے۔اس لئے دائروں میں تعلیم وتربیت کے دوران ادب واحترام پر خصوصی توجہ دلائی جاتی ہے۔

آج کے اس دور میں اکثر حضرات زیارت کے مقصد سے واقف ہیں اور جمعرات کو بزرگان دین کے روضہ پر حاضری کو عبادت سمجھ بیٹھے ہیں۔حالانکہ دوسری عبادتیں جو فرض ہیں ان کی ادائی نہیں ہوتی۔ان کے نہ ادا کرنے پر پوچھ ہوگی۔خدا تعالیٰ قیامت کے روز دریافت فرمائے گا تو کیا جواب دیں گے۔اس پر غور نہیں کرتے۔اس کے علاوہ اگر ہم نماز نہیں پڑھتے ، خدا کے احکامات جو حقوق العباد کے متعلق ہیں اس پر عمل نہیں کرتے ، مال میں سے خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ، غریبوں اور بیواؤں کی مدد نہیں کرتے ، پڑوسی ہمارے سے خوش نہیں ، اپنے فائدہ کے لئے دوسرے کے نقصان کا خیال نہیں رکھتے ، ماں اور باپ کا ادب واحترام نہیں کرتے ، بزرگوں کا اور خاص طور پر رشد وہدایت کے منصب پر فائض حضرات کا ادب واحترام نہیں کرتے ، امامنا علیہ السلام کی تعلیمات اور فرائض پر سچے دل سے ایمان نہیں لاتے یا ان میں سے بعض کو قبول کرتے ہیں اور بعض کو نہیں تو یاد رکھیئے ایسے تمام افراد کو بزرگانِ دین کے روضہ پر حاضری دینے پر کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔جب تک کہ وہ تمام باتوں پر عمل پیرا نہ ہو جائے یا اپنے کردار میں نہ لائے جو بحیثیت ایک کلمہ گو اور تصدیق حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ناطے ہم پر عائد ہوتی ہیں۔

حضرت بندگی میاں شاہ نصرت علیہ الرحمہ کی ذات مرتبت علم الیقین' مخصوص الزماں ومظہر احکام ولایت تھی۔اس دنیا سے رخصت ہونے سے ایک سال قبل آپ پر جذبۂ حق طاری ہوگیا تھا۔اس جذبہ کے تعلق سے آپ فرماتے ہیں جو ولایت میرے سینے میں ہے بھائی نہیں

جانتے۔ دونوں ہاتھ اٹھا کر فرماتے میرے دونوں ہاتھ میں لڈو ہیں۔ یہ خدا پرست شخصیت اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صحبت صادقین' اپنے لواحقین ومریدوں کی تعلیم وتربیت میں صرف کی۔ اس دوران عبادت وریاضت کا سلسلہ آخری سانس تک جاری رہا۔ یہ ہستی دنیائے فانی سے 29 رصفر المظفر 1079 ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوتی ہے۔ گلسکو رلال گڑھی میں آپ کی مزار ہے۔ غرض آپ نے زندگی کا ایک بہترین نمونہ پیش کیا ہے۔ یہ نمونہ آپ کے بعد آنے والوں کے لئے ایک بہترین راہ عمل ہے جو گلستان مہدویت کو سرسبز وشاداب رکھنے کے لئے نہایت موثر ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہر ایک مہدوی کو اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اتباع وعقیدت

آج ماہ صفر المظفر کی 29 تاریخ ہے۔

خادم کی مرشد سے عقیدت اور مرشد کی خادم سے محبت کے سلسلے میں قومی واقعات سماعت کیجئے۔

جب ہم کسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کو رہبر' مرشد تسلیم کرتے ہیں اس کے بعد ہم پر ذمہ داری آجاتی ہے کہ ان سے محبت وعقیدت رکھیں اور ان کی صحبت میں رہیں۔ مرید کو جتنی عقیدت ومحبت مرشد سے ہوگی اُسی حساب سے مرشد بھی اپنے مرید سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید عبدالحی روشن منورؒ کا دائرہ ہے۔ وقت نماز فجر سے قبل باوَلی میں کسی کے گرنے کی آواز آتی ہے۔ حضرت روشن منورؒ آواز سن کر ارشاد فرماتے ہیں۔ تحقیق کرو کیا ہوا۔ حضرت کے پیچھے حضرت میاں سعداللہ تشریف اللّٰہی ذکر الٰہی میں تھے فوراً اپنی جگہ سے اُٹھتے ہیں باوَلی میں چھلانگ لگاتے ہیں۔ دیکھتے ہیں دائرہ کی ایک ضعیف بوڑھیا باوَلی میں گری ہوئی ہے۔ ٹوکرا چھوڑا جاتا ہے آپ اس بوڑھیا کو ٹوکرے میں بٹھاتے ہیں اور اوپر کھینچ لیتے ہیں۔ حضرت کہتے ہیں میں نے تحقیق کے لئے کہا تھا تم خود کود گئے۔ میاں سعداللہ تشریف اللّٰہی فرماتے ہیں آپ کے ارشاد پر عمل ضروری تھا بندہ نے اس پر عمل کر دیا۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ کا دائرہ تگرہ میں ہے ایک مقام پر ایک مرید کا پیر پھسلنے پر کنوئیں میں گر جاتا ہے۔ گرتے وقت اپنے مرشد حضرت ستون دینؒ کو یاد کرتا ہے۔ حضرت اس وقت اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ فوراً ہاتھ لمبا کرتے ہیں صحابہ دیکھتے ہیں ہاتھ کے آستین پانی سے بھیگی ہوئی ہے۔ صحابہ دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں فلاں مرید کنوئیں میں گرتے وقت مجھے یاد کیا تھا میں نے اس کو ہاتھ بڑھا کر باوَلی سے نکال لیا۔ یہ پانی اس باوَلی کا تھا۔

حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کی حرم محترم کی انگوٹھی باوَلی میں گر جاتی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کسی مزدور کو لا کر نکالو۔ حضرت بندگی میاں سید عالم فانی فی اللہؒ یہ سن کر فوراً باوَلی میں کودتے ہیں انگوٹھی نکال کر حضرت کے حضور پیش کرتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں تم کیوں نکالے کسی مزدور سے نکالنا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں حکم تھا نکالنے کا بندہ نے نکال لیا۔

حضرت بندگی میاں شہاب الحقؒ کا دائرہ کھانبیل میں ہے۔ آپ نماز کے وقت صف پر نظر ڈالتے ہیں یہ دیکھتے ہی ایک فقیر نماز میں

شریک نہیں ہے۔آپ حضرت سعد اللہ میاںؒ سے کہتے ہیں اس فقیر کو تلاش کرو آپ تلاش کرتے ہوئے جنگل میں پہنچتے ہیں۔دیکھتے ہیں وہ فقیر زخموں سے چور ہے۔آپ اُسے دائرہ میں لاتے ہیں۔فقیر زخمی ہونے کی روئیداد سناتا ہے مصری خاں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مجھے مارا ہے۔حضرت شہاب الحقؒ سن کر حضرت سعد اللہ میاںؒ سے فرماتے ہیں۔مصری خاں کو پکڑ کر لاؤ۔مرشد کے حکم پر آپ مصری خاں کے پاس پہنچتے ہیں۔اس کو مارتے ہوئے حضرت کے روبرو پیش کرتے ہیں۔حضرت دائرہ کے فقیر کو مارنے پر مصری خاں کو خوب مارتے ہیں۔آخر وہ معافی چاہتا ہے اس کے بعد اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ان تمام واقعات سے علم ہوتا ہے کہ ایک مرید اپنے مرشد کے ہر حکم کی اتباع کرتا ہے۔مرشد سے محبت رکھنے پر کس طرح مدد حاصل ہوتی ہے۔اس کا علم ہوتا ہے ہم اپنے اپنے مرشد سے محبت وعقیدت رکھیں۔یہ محبت وعقیدت کام آنے والی ہے۔

قیامت کی علامتیں

آج ماہ صفر المظفر کی 30 تاریخ ہے ''قیامت کی علامتیں'' کے تعلق سے ایک مضمون سماعت کیجئے۔

قیامت کا آنا حق ہے۔اس سے کوئی مومن انکار نہیں کرسکتا۔یہ کب آئے گی کوئی نہیں کہہ سکتا اس کا علم صرف اور صرف خدا تعالیٰ کو ہے۔لیکن حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کی کچھ علامتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ان علامتوں سے جب ہم واقف ہوجاتے ہیں بآسانی کہہ سکتے ہیں قیامت قریب ہے۔

حضور اکرم حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں میں (محمدؐ) اور قیامت ان دونوں انگلیوں کی طرح ہیں۔آپؐ نے شہادت کی اور بیچ کی انگلی ملاتے ہوئے ارشاد فرمایا اس کی نشانیوں کے تعلق سے ارشاد فرمایا۔بدکلامی کا اظہار' بے حیائی' قطع تعلق' خیانت عام ہوگی۔لوگ مسجد سے گزریں گے مگر نماز ادا نہیں کریں گے۔جس کو جانتے ہیں ان ہی کو سلام کریں گے۔ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا جب امانت ضائع کردی جائے گی تو تم قیامت کے منتظر ہوجاؤ۔ضائع کا مطلب آپؐ نے یہ فرمایا جب زمام اقتدار نالائق تھام لیں گے تو قیامت کا انتظار کرو۔آپؐ نے بہت سارے علامتیں اور نشانیاں بتلائیں۔ان میں یہ بھی ہیں۔آپؐ نے فرمایا لونڈی اپنے آقا کو جنم دیگی۔اور تم ننگے سر اور پاؤں محتاج' چرواہے کو بلند وبالا مکان میں فخر کے ساتھ چلتے ہوئے دیکھو گے۔لوگ دنیا سے محبت کرنے لگیں گے۔

قیامت کی سب سے بڑی نشانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔قیامت کی بڑی بڑی علامتوں میں سب سے پہلی نشانی مغرب سے سورج کا طلوع ہونا' یعنی مغربی تہذیب وتمدن سے اپنے آپ کو لبریز کرلینا۔آج ہم تمام اس میں ڈوبے ہوئے ہیں۔آپؐ نے فرمایا قیامت سے پہلے سود' زنا اور شراب عام ہوجائے گی۔قیامت سے کچھ سال قبل پر فریب اور دھوکہ باز ہوں گے۔جن میں سچے لوگ جھٹلائے جائیں گے۔اور جھوٹے لوگوں کی تصدیق کی جائے گی۔اور امانت دار کو خائن بنایا جائے گا۔خیانت کرنے والوں کے پاس امانت رکھی جائے گی۔جہالت بڑھ جائے گی۔مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہوگی۔ہم اپنے معاشرہ میں بآسانی ان چیزوں کا ظہور ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ ' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قاتل کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی کہ اس نے کیوں قتل کیا' اور مقتول یہ سمجھنے سے قاصر رہے گا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ ہم روزانہ اخبارات میں قتل و غارت گیری کے واقعات پڑھتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قیامت کی علامتیں ظاہر ہوچکی ہیں۔

نبی اکرمؐ نے یہ بھی ارشا فرمایا قیامت کے قبل اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے نمودار ہوں گے۔ آج ہم دیکھتے ہیں ایک سے ایک فتنے مختلف مقامات سے اُٹھ رہے ہیں۔ اسلام کی شبیہ کو بگاڑ رہے ہیں۔ واقعات اور حالات بالکل اسی طرح ہیں جس طرح کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آدمی بوقت صبح مومن ہوں گے اور شام کو کافر اور بوقت شام مومن ہوگا اور صبح کو کافر۔ لوگ اپنے دین کو دنیوی ساز و سامان کے عوض فروخت کردیں گے۔

ان تمام علامتوں کو دیکھنے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں قیامت قریب آچکی ہے۔ افسوس کہ ہمارے کردار میں کوئی تبدیلی نہیں ہو رہی ہے۔ دن بدن دنیا کی حرص میں مشغول رہ کر اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ موت کا ہمیں کوئی خوف نہیں رہا۔ زندگی جو بھی ہے اس کو غنیمت جانیں۔ اللہ کا ڈر و خوف پیدا کریں۔ باعمل بن کر زندگی گزاریں تاکہ جہنم کے عذاب سے بچ سکیں۔

آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے اور ہماری ہدایت کرے تاکہ ہم اپنی زندگی قرآن و حدیث کی روشنی میں اتباعِ رسولؐ و مہدیؑ کرسکیں۔ آمین

❁❁❁❁❁❁❁

ماہ ربیع المنور

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	میلاد النبی ﷺ کا مہینہ	107	16	سیرت رحمۃ اللعالمین ﷺ کا ایک پہلو اخوت ومحبت	123
2	وصال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	107	17	سیرت محمد ﷺ کا وہ واقعہ جہاں حق تلفی کی مخالفت میں کمر بستہ	124
3	سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک ورق ''خوش خلقی''	108	18	نام محمد ﷺ کے اثرات	125
4	سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک ورق، بحیثیت مددگار	109	19	عظمت محمد مصطفیٰ ﷺ	126
5	حضرت محمد مصطفیٰؐ اور فرمان خدا لولاک لما خلقت الافلاک	110	20	حضرت بندگی میاں سید سلام اللہؒ	127
6	سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک پہلو بحیثیت منیر	111	21	سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کا باب فقر	129
7	سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک پہلو بحیثیت امین	111	22	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ و معجزات	130
8	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہادی و معلم	112	23	حُبِّ نبی ﷺ	131
9	سیرت محمد خاتم النبیین ﷺ اور ہم	114	24	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے گستاخی کے نتائج	132
10	سیرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی اتباع اور ہم	115	25	بعثت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک نعمت	133
11	سیرت محمد خاتم النبیین ﷺ میں آپ کے کردار کے پہلو	117	26	محبت رسول اللہ ﷺ ایمان کی ضامن ہے	134
12	میلاد النبی ﷺ	119	27	سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ایک پہلو بحیثیت سخی	135
13	مجسّمِ نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	120	28	خلق محمد ﷺ	136
14	حضرت بختیار کاکیؒ	122	29	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اُمت کا خیال	137
15	اسوۂ محمد رسول اللہ ﷺ	122	30	ام المومنین جویریہؓ	138

میلاد النبی ﷺ کا مہینہ

ماہ ربیع الاول اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے۔آج یکم ربیع الاول ہے

یہ مہینہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کا مہینہ ہے۔اس مہینے کی آمد سے ہی غلامانِ محمدؐ کے دل باغ باغ ہو جاتے ہیں۔ چہرے پر خوشی ومسرت کی لہر آجاتی ہے۔کیوں نہ ہو آمد رحمۃ اللعالمین ؐ کا مہینہ ہے' آمد خاتم النبیین ؐ کا مہینہ ہے' آمد شافع روزِ جزا کا مہینہ ہے' آمد فخر کائنات کا مہینہ ہے' آمد وجہہ تخلیق کائنات کا مہینہ ہے' آمد معلم انسانیت کا مہینہ ہے' اول ماخلق اللہ نوری کی آمد کا مہینہ ہے' آفتاب نبوت کی آمد کا مہینہ ہے' مہتاب رسالت کی آمد کا مہینہ ہے' خلق مجسم کی آمد کا مہینہ ہے' ساقیٔ کوثر کی آمد کا مہینہ ہے' علم وعرفان کے پیکر کی آمد کا مہینہ ہے' رحمت وشفقت کے پیکر کی آمد کا مہینہ ہے۔حامل قرآن کی آمد کا مہینہ ہے' شمس الضحیٰ کی آمد کا مہینہ ہے' سرورانبیاء کی آمد کا مہینہ ہے' سید الاصفیاء کی آمد کا مہینہ ہے' سیدی ہاشمی کی آمد کا مہینہ ہے' نورخدا کی آمد کا مہینہ ہے' باعث کن فکاں کی آمد کا مہینہ ہے' عارف عارفاں کی آمد کا مہینہ ہے' الغرض یہ مہینہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے۔

یہ وہ مہینہ ہے جس میں جتنی بھی خوشی کی جائے کم ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی اس ماہ میں بعثت فرما کر دنیائے انسانی پر رحمتوں وبرکتوں کا اُجالا فرمایا۔ یہ وہ محمد ؐ ہیں جن کا ذکر بلند سے بلند تر ہوتا گیا۔ یہ وہ ذات مبارک ہے جس میں جتنا غوطہ زن ہوتے جائیں گے تشنگی بڑھتی ہی جائے گی۔اس ماہ میں پیدا ہونے والی ہستی کے طفیل سے دین اسلام کرہ ارض پر سرسبز وشاداب ہوتا جارہا ہے۔اور یہ شادابی کرہ ارض کے ہر قطعہ میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی صدا میں دکھائی دے رہی ہے۔

ماہ ربیع الاول آیا
رب کی رحمت ساتھ میں لایا

رحمت خداوندی پانے کے لئے اپنے دلوں میں محبت رسول اللہ پیدا کریں ۔محبت پوشیدہ ہے اطاعت رسول اللہ میں۔غرض اطاعت رسول اللہ میں اپنے شب وروز گزاریں جب ہی ہم حقیقی اُمّتی بن کر انعام خداوندی پا سکتے ہیں۔

وصال حضرت محمد ﷺ

آج ماہ ربیع الاول کی 2 تاریخ ہے۔آج ہی کے دن عبداللہ کے نورنظر آمنہ کے لخت جگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمائے۔آپ ؐ نے اس کرہ ارض پر اپنی 63 سالہ زندگی حسب منشاء خداوندی گزار کر رحلت ہوئے۔

آج ہی کے دن مدینہ منورہ ومکہ مکرمہ ہی نہیں بلکہ اطراف کے آبادیوں میں کہرام مچ گیا تھا۔ عاشقانِ نبی اکرم ﷺ رنج وغم میں

ڈوبے ہوئے تھے۔غلامان نبی اکرم ﷺ رو رو کر نڈھال ہو چکے تھے۔کسی حال بھی انہیں قرار نہیں تھا۔یہاں تک کہ حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ جیسی شخصیت برہنہ تلوار لئے مدینہ میں پکارتے پھر رہے تھے۔جس کسی نے بھی کہا کہ حضرت محمد رسول اللہ وفات پا چکے ہیں تو میں اس کا سر قلم کردوں گا۔ایسے حال و ماحول میں یارِ غار حضرت سیدنا ابوبکرؓ آگے آکر تمام مسلمانوں کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔حضرت عمرؓ کو سمجھاتے ہیں۔ان پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

28 صفر کو حضرت محمدؐ کی علالت شروع ہوئی۔مرض میں شدت کی وجہ سے 29 صفر کو نماز عشاء کے لئے مسجد میں نہیں آئے۔حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کی اجازت دی۔ازواج مطہرات سے اجازت حاصل کر کے بی بی عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف لائے 2 ربیع الاول کو اس فانی دنیا سے کوچ فرمائے۔حضرت علیؓ غسل دیئے' عباسؓ اور ان کے صاحبزادے فضل وقثم نے غسل میں مدد کی۔اسامہ اور شقران پانی ڈالتے تھے۔حضرت ابوطلحہؓ نے لحد مبارک تیار کی۔حجرہ ہی میں آپ کی نماز جنازہ اس طرح پڑھی گئی کہ ایک ایک گروہ آتا اور تنہا نماز پڑھ کر واپس آجاتا تھا۔چہارشنبہ ۴ ربیع الاول کی شب میں جسم اطہر کو سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت نبی اکرمؐ کی وفات کی تاریخ پر اختلاف ہے۔کوئی 5'7 اور 12 تاریخ کہتے ہیں۔قربان جایئے حضرت مہدی موعودؑ کے آپ نے 2 ربیع الاول کو حضرت محمدؐ کا عرس منا کر دنیائے اسلام کو یہ بتلا دیا کہ آپ کی رحلت 2 ربیع الاول کو ہوئی۔حضرت محمد مہدی موعودؑ نے آپ کا عرس منا کر مصدقین کو پابند کیا کہ اپنی اپنی مالی صلاحیت کے لحاظ سے آپ کا عرس منائیں۔

حضرت مہدی موعودؑ مانڈو میں آپ کا عرس منا رہے ہیں۔ پخت کا انتظام تھا۔جس کی نگرانی حضرت بندگی میاں سید محمودؓ کر رہے تھے۔آپ کی گود میں آپ کا کم سن بھائی میاں سید اجملؓ تھے۔ایک دیگ کے قریب آپ کے بانہوں سے پھسل کر دیگ میں گر جاتے ہیں۔جس سے ان کی شہادت ہوتی ہے۔

سیرت محمدؐ کا ایک ورق ''خوش خلقی''

آج ماہ ربیع الاول کی 3 تاریخ ہے۔اور میلا د رسول اللہ ﷺ کے مہینے میں ہم سانس لے رہے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کے جہاں 99 نام ہیں ان میں دو نام ہیں۔''رؤف'' نرم دل اور''رحیم'' یعنی رحم والا بھی ہے۔قرآن پاک میں بھی آپ کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا' کا ذکر ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سیرت کے کئی ایک پہلو ہیں جو انسانیت کے لئے بالخصوص مسلمانوں کے لئے کافی کارآمد اور مددگار ہیں۔ مسلمانوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ وہ اس کو اپنی زندگی کے شب وروز میں روبۂ عمل لانے کی کوشش نہیں کرتے۔حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سیرت قیامت تک رہبر ہے۔آپؐ کے اخلاق وکردار' محبت واخوت' عفوودرگذر کے بیشمار واقعات ہمیں ہدایت دیتے ہیں۔ہم ان واقعات کو جلسوں میں سماعت کرتے ہیں' کتابوں میں پڑھتے ہیں' لیکن ان سے سبق حاصل نہیں کرتے۔

ایک مرتبہ نبی کریمؐ راستے سے گزر رہے تھے۔یہودی کی نظر آپ پر پڑی اس کے دل میں بغض وعناد تھا۔دیکھا کہ حضورؐ کے ہمراہ کوئی نہیں ہے۔اس کو شرارت سوجھی ایک پتھر اٹھا کر آپ پر مارا یہ پتھر آپ کے گھٹنے مبارک پر لگا۔آپؐ نے جب مڑ کر دیکھا تو وہ خائف ہو کر بھاگ

گیا۔آپ مسکرا کر خاموش ہو گئے اور آگے بڑھ گئے۔اس واقعہ کے چند روز بعد ہی کچھ لوگ باہر سے اونٹنیاں لے کر آئے حضرت محمدؐ کی خدمت میں آ کر عرض کئے ہم مسافر ہیں اور یہ ہمارا مال ہے۔اگر آپ اس کو فروخت کرنے میں ہماری مدد فرمائیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔آپؐ نے رضامندی ظاہر کر دی۔بازار میں اونٹنیوں کو خریدنے کے لئے لوگ آنے لگے۔اتفاق سے ان میں وہ یہودی بھی تھا جس نے آپ پر پتھر پھینکا تھا۔اونٹنیوں کے مالک کی جگہ آپ کو دیکھ کر گھبرا گیا اور وہاں سے جانے لگا۔دفعتاً حضرت نبی کریمؐ کی نظر مبارک اس پر پڑی اور بھی وہ گھبرانے لگا۔وہ بازار سے بھاگنا ہی چاہتا تھا کہ آپؐ آواز دیتے ہیں ڈرتے کیوں ہو آگے بڑھو اور جو اونٹ بھی پسند آئے خرید لو۔میں انتقام لینے والوں میں سے نہیں ہوں۔میرا رب بدلہ لینے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

آج ہمارا کردار اس طرح ہو گیا کہ بدلہ لئے بغیر چین نہیں آتا۔واقعی اگر ہم اُمّتی رسول اللہ ہیں تو کیا یہ واقعہ ہمارے لئے ہدایت نہیں ہے۔ہم کو چاہئے کہ خوبی کردار کے لئے محمد نبی کریمؐ کی سیرت کو اپنائیں۔

سیرت محمدؐ کا ایک ورق بحیثیت مددگار

آج ماہ ربیع الاول کی 4 تاریخ ہے۔انسانیت کے لئے یہ مہینہ ایک نعمت ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ناموں میں ایک نام ''ناصر''یعنی مدد دینے والا بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس نام کی تمام خوبیاں آپ میں عطا کی ہیں۔ جذبہ ''مدد'' انسانی زندگی میں سرور، اطمینان، خوشی و مسرت کے جوہر پیدا کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں پسند کرتا ہے جو دوسروں کی مدد کے لئے آگے رہتے ہیں۔جذبہ مدد زندگی میں بہت کام کر جاتا ہے۔جس میں مدد کا جذبہ نہ ہو وہ انسان نہیں ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ کی سیرت میں بے شمار واقعات ہیں جو آپؐ کے جذبہ ہمدری کو پیش کرتے ہیں۔اور ہمیں دعوت فکر دیتے ہیں۔بازار ہے لوگ خرید و فروخت میں مصروف ہیں۔حضرت محمدؐ کا گزر بھی اس بازار سے ہوتا ہے۔آپ کی نظر مبارک ایک بوڑھیا پر پڑتی ہے جو سر پر بوجھ اٹھائے جا رہی ہے۔بوجھ کی وجہ سے اس کی کمر جھکی جا رہی ہے۔اس بوجھ کی وجہ سے چلنا مشکل ہو گیا تھا۔وہ آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔آپؐ اس کے قریب پہنچ کر اس کا بوجھ اپنے سر مبارک پر رکھ کر ساتھ چلنے لگتے ہیں۔آپ کے بوجھ اٹھانے سے بوڑھیا کے چہرہ پر خوشی و مسرت چھلک اُٹھتی ہے۔جب بوڑھیا اپنے گھر پہنچی تو آپ کو دعائیں دینے لگی اور پھر کہنے لگی بیٹا میں تمہارے اس احسان کا بدلہ تو نہیں دے سکتی مگر تم نہایت نیک شخص معلوم ہوتے ہو۔اسلئے نصیحت کرتی ہوں جو کبھی تمہارے کام آئے گی۔اس کے بعد بوڑھیا کہتی ہے ہمارے شہر میں ایک جادوگر آیا ہوا ہے اس کے قریب نہ جانا کیونکہ جو بھی اس کی بات سن لیتا ہے اپنے ماں باپ، عزیز و اقارب کو چھوڑ دیتا ہے۔اور اپنے باپ داداؤں کے خداؤں کو بُرا کہنے لگتا ہے۔حضرت محمدؐ چہرہ پر مسکان لئے اس بوڑھیا سے پوچھتے ہیں اس جادوگر کا نام کیا ہے۔بوڑھیا کہتی ہے اس کا نام محمد ہے۔یہ سن کر آپؐ فرماتے ہیں۔اے ماں جس محمدؐ کا ذکر تم نے کیا ہے وہ میں ہی ہوں۔یہ سننے کے بعد بوڑھیا حیراں اور پریشاں ہو جاتی ہے اور ٹکٹکی باندھے آپؐ کے چہرہ کو دیکھتی ہے پھر کہتی ہے اگر تم ہی محمد ہو تو تم سچے، کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتی ہے۔

آج ہم بھی بازاروں سے گزرتے ہیں۔ہمارے نوجوانوں کا زیادہ وقت بازاروں میں گزرتا ہے۔وہ وقت کس طرح گزارتے ہیں اس

کا علم سب کو ہے۔ دیکھئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بازار سے گزرتے ہوئے کس طرح سے بوڑھیا کا دل جیت لیا۔ ہمارے ایک ایک قدم کی رہنمائی کے لئے حضرت محمد رسول اللہ ؐ کی سیرت شمع کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام کو اُسوہ رسول اللہ ﷺ پر چلائے اور خاتمہ ایمان پر کرے۔ آمین

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اور فرمان خدا لو لاک مما خلقت الافک

آج ماہ ربیع اول کی 5 تاریخ ہے یہ وہ مہینہ ہے جس میں ولادت محمد ؐ ہوئی۔

ماہ ربیع المنور وہ مقدس بابرکت مہینہ ہے جس میں صاحب قرآن کی بعثت ہوئی۔ جو وجہہ تخلیق کائنات ہے۔ محمدؐ کی حدیث مبارک ہے۔ ''اول مـا خـلاق اللـه نوری ''یعنی اللہ تعالیٰ نے جو چیز سب سے پہلے تخلیق فرمائی وہ میرا نور تھا۔ نور محمدی کی اہمیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ظاہر ہے۔''لو لاک لما خلقت الافک' 'اگر تم (محمد) نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ ہزاروں درودو سلام ہو آمنہ کے اس لعل پر جس کا ظہور 12 ربیع الاول کو ہوا۔ جو محسن انسانیت ہے۔ رحمت اللعالمین ہے' فخر دو جہاں ہے۔ قرآن پاک آپ کی عظمت و بزرگی کو کئی ایک مقامات پر نہایت واضح انداز میں پیش کیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہوا'' (ترجمہ) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تمہارے اعمال کو برباد نہ کرو۔ اس آیت مبارکہ میں تین باتوں کی طرف نشاندہی کی گئی ہے۔ اس میں سے ایک اطاعت الٰہی دوسری اطاعت حضرت محمدؐ اور تیسری منع فرمایا گیا ہے نیک اعمال کو ضائع کرنے سے برباد کرنے سے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بعد جس کی اطاعت فرض اور لازمی ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی اطاعت ہے۔ دراصل اطاعت رسول ہی اللہ ہی کی اطاعت اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ حضرت محمدؐ کی شان و مرتبت کا اس واقعہ سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ بدر میں حضور کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ قرار پایا۔ اور جو کنکریاں آپ نے پھینکی تھی خدا نے انہیں اپنی طرف سے پھینکی گئی قرار دیا۔ اس طرح آپ ؐ کا ہر حکم' ہر عمل' ہر بات' ہر اشارہ خدا کا اشارہ ہے۔ آپ کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔

آج مسلمانوں میں حقیقی اطاعت رسول اللہ کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ وہ جذبہ نہیں جو میلادالنبیؐ یا سیرت النبیؐ کے جلسوں میں مقرر کی شعلہ بیانی سے متاثر ہو کر اللہ اکبر کے نعرے بلند کردیں بلکہ اس اطاعت رسول اللہ کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے جو اصحاب رسول اللہؐ میں تھا۔ اگر ہماری زندگی میں اطاعت رسول اللہؐ نہیں ہے تو اللہ اسے قبول نہیں کرے گا۔ لہٰذا ہماری زندگی میں نماز بھی ہو روزہ بھی ہو' خیرات بھی ہو' بلکہ ہر معاملہ میں رسول اللہؐ کی پیروی ہو۔ غرض اطاعت رسول اللہ میں ہی نجات ہے۔ ہر حال میں صحابہ رسول اللہؐ نے جو جذبہ اطاعت دکھایا وہی جذبہ اطاعت ہمارے دلوں میں بھی ہونا چاہئے۔ یہی ہماری زندگی کی کامیابی ہے۔

سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک پہلو بحیثیتِ ''منیر''

آج ماہ ربیع الاول کی 6 تاریخ ہے اس ماہ پیدا ہونے والی شخصیت نے کائنات کو روشن منور کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ''منیر''یعنی چراغ بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا تا کہ عالم انسانیت اس کی روشنی میں فیض یاب ہو سکے۔ یہ روشنی کردار کی روشنی ہے جو زندگی کے لئے اہم ہوتی ہے۔ کردار کا ہر دور میں بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ معاشرہ میں' تبلیغ دین میں بہت نمایاں حصہ ادا کرتا ہے۔ اس کرہ ارض پر حضرت محمد ﷺ نے اپنے اخلاق و کردار کا ایسا سورج چمکایا جس کی روشنی سے قیامت تک استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ نے عام طور پر تمام انسانوں کو اور خصوصی طور پر مسلمانوں کو اپنے اخلاق و کردار سے ہدایت دی ہے کہ معاشرہ میں ایسی زندگی گزاریں جس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ زبان سے ایسے الفاظ نہ نکالیں جس سے دوسروں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ نہ ایسے کام کریں جس سے اپنی ذات کا فائدہ ہو اور دوسروں کا نقصان۔ حضرت محمد ﷺ کی ذات پاک بابرکت اور سراپا ہدایت ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کردار کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ ﷺ محسن انسانیت ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ طفیل بن عمرو نے حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قبیلہ ''دوس'' نافرمانی اور سرکشی کرتا ہے اسلام قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ آپ ان کے لئے بددعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے دعا کی اے باری تعالیٰ دوس کو ہدایت کر اور راہ راست دکھا۔ اور ان کو دائرہ اسلام میں داخل کر۔ آپ ﷺ کے کردار کی ایک اور خصوصیت عفو درگزر ہے۔ آپ نے بڑے بڑے دشمنوں کو معاف کر دیا۔ حالانکہ آپ کے پاس طاقت وقوت اور بے پناہ صلاحیت تھی لیکن بدلہ نہیں لیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ قیام مکہ کے زمانے میں حضرت محمد ﷺ فاتح مکہ بن کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوتے ہیں۔ نظروں کے سامنے گزرے ہوئے تمام واقعات ہیں' ظلم کرنے والوں کے چہرے سامنے ہیں بدلہ لینے کی طاقت ہے' لیکن آپ نے وہ مثالی کردار پیش کیا۔ معافی کا اعلان عام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ارشاد فرماتے ہیں جس نے ابوسفیان کے گھر میں پناہ لی اس کو بھی امان ہے۔

حضرت محمد ﷺ قیام مکہ کے زمانے میں عبادت کے لئے خانہ کعبہ کی کنجی عثمان سے مانگی تھی۔ آپ ﷺ کو عثمان نے کنجی نہیں دی۔ اُس وقت آپ ﷺ نے عثمان سے کہا تھا۔ اے عثمان ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ خانہ کعبہ کی کنجی میرے پاس ہوگی۔ اور میں جس کو چاہوں گا دیدوں گا۔ فتح مکہ کے بعد وہی عثمان کنجی لئے حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ عثمان سے کنجی لے کر دوبارہ کنجی عثمان کے حوالے کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ ''قیامت تک یہ کنجی تمہارے ہی خاندان میں رہے گی۔ یہ رحمت اللعالمین کا کردار ہے۔ عفو ودگزر کی روشن مثال ہے۔ آپ کے اس کردار کی وجہ سے اسلام تیزی سے پھیلتا گیا۔ آج اسی کردار کو اپنا رہنما بنا کر دنیا کو اپنی طرف متوجہ کر کے اسلام کی دعوت دینا ہمارا کام ہے۔

سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک پہلو بحیثیت ''امین''

آج ماہ ربیع الاول کی 7 تاریخ ہے۔ غلامان محمد ﷺ کے لئے یہ مہینہ خوشی و مسرت کا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت کے کسی بھی پہلو پر نظر ڈالیں چاہے وہ بچپن کے حالات ہوں یا جوانی کے یا بحیثیت شوہر یا تاجر' یا سپہ

سالار۔غرض آپ کی زندگی کا ہر پہلو انتہائی روشن ہے۔آپ کی پاک دامنی' راست بازی' سنجیدہ مزاجی کا اندازہ ان واقعات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قریش جیسے مغرور اور خود پسند لوگوں نے بالاتفاق آپ کو امین کا قابل فخر لقب عطا کیا۔نہایت اہم معاملات جیسے حجر اسود کو خانہ کعبہ میں لگانے کے وقت آپ کو حکم بنانا۔حضرت خدیجہؓ نے آپ کے انہی صفات حسنہ کی وجہ سے آپ کو اپنے تجارتی کاروبار کا نگرانکار اور قافلہ کا سالار بنا کر دو مرتبہ شام کی طرف روانہ کیا۔آپؐ کی بے شمار خوبیوں سے حضرت خدیجہؓ اپنی وجاہت اور دولت مندی کے باوجود تمام شرفائے مکہ میں آپ کو ہی شوہر کے لئے انتخاب کیا۔اس وقت حضرت محمد رسول اللہؐ کے پاس ظاہری شان وشوکت اور دنیوی ساز وسامان کچھ بھی نہیں تھا۔

حضرت محمد رسول اللہؐ کی عام اخلاقی خوبیوں کا اثر آپ کے دشمنوں کے دلوں پر بھی ہو چکا تھا۔حضرت علیؓ کہتے ہیں ایک مرتبہ ابوجہل خود رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ ہم تیری راست گفتاری اور صادق البیانی پر کوئی شبہ نہیں ہے اور ہم تجھے تو نہیں جھٹلاتے البتہ جو کچھ لایا ہے اور جو کچھ کہتا ہے اس کو ہم جھٹلاتے ہیں۔اور اسے ہم نہیں مانتے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی سادہ تھی۔آپ بکریوں کا دودھ دھویا کرتے تھے۔آپ نے کبھی اپنے ذاتی کاموں کے لئے اپنے خدام تک کو تکلیف نہیں دی۔ہمیشہ اپنے کام' اپنے ہی ہاتھوں کیا کرتے تھے۔

آپ جس کسی سے بھی ملتے پہلے خود سلام کرتے تھے۔اور خود مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے تھے۔جب کوئی شخص آپ کے پاس آتا تو اسکی تعظیم کرتے تھے۔کھانے میں سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کی غذا عموماً جو کی روٹی ہوتی تھی۔آپؐ کے آرام فرمانے کی یہ کیفیت تھی کہ ایک ٹاٹ کا ٹکڑا تھا اس پر آرام فرماتے تھے۔حضرت انسؓ آٹھ برس کی عمر سے بارگاہ نبوی ﷺ میں رہے۔اس تمام مدت میں حضرت محمدؐ نے کبھی اُف نہیں کیا اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا یا وہ کام کیوں نہیں کیا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔حضرت محمدؐ نے کبھی بددعا نہیں کی ہمیشہ درگزر کرتے تھے۔آپؐ اکثر یہ فرماتے کہ میں لعنت اور بددعا کرنے کے لئے نہیں آیا ہوں بلکہ راہ راست کی طرف بلانے آیا ہوں۔غرض حضرت محمدؐ کی تمام تر زندگی غلامان نبی اکرم ﷺ کے لئے نمونہ ہے۔اس نمونے کی پیروی غلامانِ مصطفیٰ ﷺ پر لازم ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اُسوہ رسول اللہ ﷺ پر چلائے۔آمین

حضرت محمدؐ ہادی ومعلم

آج ماہ ربیع الاول کی 8 تاریخ ہے۔

عرب میں مکہ ایک مشہور شہر ہے کئی ہزار برس پہلے اللہ کے ایک برگزیدہ نبی حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چہیتے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو یہاں آباد کیا تھا۔باپ اور بیٹے نے مل کر اللہ کی عبادت کے لئے ایک گھر بنایا جسے کعبہ یا بیت اللہ کہتے ہیں۔اسی شہر میں دنیا کا سب سے عظیم ہستی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ 12 ربیع الاول م اپریل 570ء کو پیدا ہوئی۔اس عظیم ہستی کی زندگی کا مقصد انسانیت کو ترقی دینا تھا اور وہ عظیم تبدیلی کا پیغام لے کر آئے تھے جس کے لئے انسانیت بے چین تھی۔آپ ﷺ نے انسانیت کو نئی زندگی بخشی، نیا صلہ اور نئی طاقت دی، جہالت ختم ہوئی اور انسان، انسان کے روپ میں اُبھرا۔اس کام کو آپ ﷺ تنہا کر رہے تھے۔آپ ﷺ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔آپ ﷺ جس دین کو پیش کر رہے تھے اس کو سب سے پہلے عورتوں میں حضرت خدیجہؓ، مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، بچوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثؓ ایمان لائے۔

اس عظیم ہستی نے اپنے قول و عمل سے موحد کا مکمل نمونہ بن کر دکھایا اور صحابہؓ کی ایک منظّم جماعت بنائی اور اجتماعی، اخلاقی اور انقلابی طور پر ان کے دلوں کو بدل دیا۔ حقیقت بھی ہے کہ قدرت جس کو بڑا بنانا چاہتی ہے اُسے آزمائش کی بھٹیوں میں تپاتی اور غم و الم کے خارزاروں سے گذارتی ہے اور سفرآلام و مصائب کے اُفق ہی سے عظمتوں اور بلندیوں کے آفتاب طلوع ہوا کرتے ہیں۔ اس عظیم ہستی کی عظمت کو دیکھئے یہ یتیم ، یتیموں کا والی اور غلاموں کا مولا بنا۔ جس کے دنیا میں سہارے ٹوٹ گئے ہوں اسے یہ ایک دن سہارا دے گا۔ اسی کی بعثت اور تعلیم ہی کا اثر تھا کہ عربوں کی دنیا میں عورت کو بھی عزت و وقار نصیب ہوا۔ حضور ﷺ نے ہی عورتوں کو مظالم سے نجات دلائی۔ ان کے حقوق دلوائے۔ اولاد نرینہ کے مقابلہ پر لڑکیوں کی پیدائش پر ملول ہونے والوں کو بتایا کہ جس نے انہیں حقیر نہ جانا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

دنیا کے اس عظیم ہستی نے دنیا کے سامنے جو تعلیم پیش کی، وہ یہی تھی کہ ایک اللہ کی پرستش، وہی حمد و ثناء کے لائق ہے اُسی کی یاد میں دل لگاؤ ، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، جھوٹ مت بولو، کسی کی دل آزاری نہ کرو، غیبت نہ کرو، پڑوسی کا خیال رکھو، مریض کی عیادت کرو، اولاد کے حقوق ادا کرو، ایمانداری کو مدِ نظر رکھو، بے ایمانی سے پرہیز کرو، بزرگوں کا ادب کرو، لغویات اور اسراف سے بچو، غریب و مسکین کی مدد کرو۔ غرض اس عظیم انسان نے ہر اچھی بات کو اللہ کے بندوں تک پہونچایا۔ یہی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ صحابہؓ کو دینی استحکام، رضائے الٰہی کی حقیقی طلب، اس کی راہ میں اپنے آپ کو ختم کر دینے کا حوصلہ، دین کی سمجھ اور احتسابِ نفس کی دولت نصیب ہوئی۔

حقیقت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک بہترین ہادی، معلم، مربیّ، حاکم اور سب کچھ تھے۔ اگر کوئی زندگی بہترین ہوسکتی ہے تو وہ آپ ﷺ ہی کی ہے۔ قرآن پاک میں ایک مقام پر ارشاد ہوا ''تمہاری زندگیوں میں بہترین زندگی حضور اکرم ﷺ کی ہے' ہر اس شخص کیلئے جو ایمان لے آئے آپ ﷺ کی بعثت کا ہی طفیل ہے کہ خدا کی بندگی کی خواہش اُبھری اور لوگوں کو خدا کی قربت حاصل کرنے کیلئے انسان کی خدمت کی لو لگی۔ یہ تبدیلی حضور اکرم ﷺ کا سب سے اہم کارنامہ ہے۔ عقل و فہم رکھنے والوں کیلئے نمایاں ترین نشانی تو محمد رسول اللہ ﷺ کی اپنی شخصیت ہے۔ آپ ﷺ کی نبوت سے پہلے کے حالات، اس قوم و ملک کے حالات جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے اور وہ حالات جن میں آپ ﷺ نے پرورش پائی اور چالیس (40) برس زندگی بسر کی اور پھر وہ عظیم الشان کارنامہ جو نبوت ملنے کے بعد آپ ﷺ نے انجام دیا، یہ سب کچھ ایک ایسی روشن نشانیاں ہیں جنکے بعد کسی اور نشانی کی حاجت نہیں رہتی۔ یہی ذاتِ گرامی، خلاصۂ کائنات، فخرِ موجودات اور شرف انسانیت ہے جس پر نبوت ختم ہوچکی۔

بدقسمتی سے آج یہ کہنا پڑتا ہے کہ اسلام کے منشاء و مقصد سے ہم کوسوں دور ہوچکے ہیں۔ ایمان جس کا نام ہے وہ ہماری سرشت میں ہی نہیں رہا۔ کلمہ لا الہ صرف وردِ زبان ہے، جزِ جاں نہیں بن پایا ہے۔ بے عملی عام ہے جب کہ عمل کا ایمان کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر قول و فعل میں یقیناً تضاد ہوگا۔ اس کے علاوہ ہماری گمراہی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم خدا، رسول اکرم ﷺ، خلیفۃ اللہ اور بزرگانِ دین کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے۔ آنخضرت ﷺ کی قبل ہجرت کی مکی زندگی موجودہ دور کے لئے مشعل راہ ہے۔ اس دور کے ہر مسئلے کا حل اور ہر سوال کا جواب آنخضرت ﷺ کی مکی زندگی میں موجود ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اپنے حالات کا جائزہ لیں۔ اپنے مسائل کا تجزیہ کریں اور ان کا حل تلاش کریں۔ غرض کون و مکاں کے اس عظیم ہستی نے دنیا کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لائے۔ گمراہوں کو صحیح راستے پر گامزن کیا، کئی خداؤں کی پوجا سے نجات دلا کر ایک خدا کے سامنے سربسجود کرایا۔ بداخلاقی کو دور کر کے نیکوکاری اور اخلاق کا عملی سبق دیا

جو رہتی دنیا تک انسانوں کے کردار کے لئے بہترین منشورِ عمل ثابت ہوگا۔اس دنیا کے لئے اس پیارے نبی کے احسانات گنوانا ناممکن ہے۔اگر ہمیں اسلام اور اس کے برحق نبی کی تعلیمات پر ایمان ہے تو اپنے عمل و کردار سے اس کا ثبوت دینا چاہیئے ۔اللہ پاک ہم کو اپنے پیارے حبیب پاک ﷺ کی سچی پیروی کرنی نصیب فرمائے۔آمین

سیرت حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اور ہم

آج ماہ ربیع الاول کی 9 تاریخ ہے۔

ماہ ربیع الاول دراصل حضور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی میلاد کا مہینہ ہے۔اس مبارک و مسعود مہینے کی 12 تاریخ کو آپ کا اس دنیا میں ظہور ہوتا ہے۔12 ربیع الاول، رسول اللہ کی میلاد کا دن ہے وجہ تخلیق کائنات کی اس دن بعثت ہوئی۔معلم انسانیت کی آمد کا دن ہے۔اس دن یا اس ماہ میں جتنی بھی خوشی منائی جائے وہ کم ہے کیونکہ رحمت اللعالمین کی آمد کا مہینہ ہے۔خاتم الانبیاء کی آمد کا مہینہ ہے۔اس دن کی خوشی عذاب سے بھی چھٹکارا دلاتی ہے۔ابولہب کے واقعہ سے اس کا پتہ چلتا ہے۔لیکن عقیدت واحترام،خوشی ومسرت کے مظاہرہ احکام خداوندی اور شریعت کے حدود میں ہونی چاہیئے ورنہ لینے کے دینے پڑ سکتے ہیں۔

ماہ ربیع الاول کے آمد کے موقعہ پر شہروں میں نہایت زور وشور سے جشن میلاد النبی ﷺ کے عظیم الشان مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ نمائشی، نام ونمود کے مظاہرے ہوتے ہیں جہاں للّٰہیت نہیں ہوتی۔اپنی گلی کی نمائش، اپنی دوکان کی نمائش، اپنے محلّہ کی نمائش اس سے بڑھ کر خود کی نمائش کا عنصر زیادہ دکھائی دیتا ہے۔افسوس اس بات کا ہے کہ مذہب میں سیاست آگئی ہے۔اپنے قد کو اونچا کرنے کے لئے میلاد النبی کا سہارا لیا جارہا ہے۔عوام سیاسی لیڈروں کے گچھے دار گفتگو اور ان کی جذباتی تقاریروں سے متاثر ہو کر ان کے اشاروں پر کھیلنا شروع کردیئے ہیں

شہر میں محلّہ کی ہر گلی و سڑک پر اسٹیج قائم کئے گئے۔ریکارڈنگ کا معقول انتظام،قرآنی کیاسٹ بج رہی ہیں،اُسی جگہ پر جوشیلے نوجوان ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔کیا بج رہا ہے اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں، حالانکہ حکم خداوندی سے اور احادیث سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے تو خاموشی سے اس کی سماعت فرمائیں۔غرض ایسی ایسی حرکتیں بھی دیکھنے میں آئی جس کا مذہب اسلام سے دور دور تک بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔

خوبصورت و دلکش تحریروں سے جھنڈیوں اور بیانروں پر آیات وکلمات کے ساتھ نام محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوتا ہے۔یہ تمام راستوں پر باندھے اور لگائے جاتے ہیں لیکن دو دن بعد ان جھنڈیوں اور بیانروں کی جو بےادبی، بےحرمتی ہوتی ہے وہ بیان کرنے کی ہمت نہیں ہے۔

اسلام میں دینی و مذہبی تقاریب کے مراکز مساجد ہیں۔یہیں سے عید و تقاریب کا آغاز ہوتا ہے لیکن ابنائے وطن کا رنگ ہم پر آہستہ آہستہ غالب ہو رہا ہے۔رمضان میں افطار پارٹی کا اہتمام، گلیوں، سڑکوں، شادی خانوں وغیرہ میں ہونے لگا ہے۔مسجد سے دوری اختیار کررہے ہیں۔جو تقدس مسجد میں روزہ کھولنے پر ہے وہ کہیں اور جگہ نہیں۔رفتہ رفتہ مذہبی تقاریب کو ہم سڑکوں اور بازاروں میں لاکھڑے کردیے۔لاؤڈ اسپیکر کی آواز سماعت پر قہر بن جاتی ہے۔مکانوں میں مقیم افراد بالخصوص بیمار افراد کے لئے عذاب جان بن جاتی ہے۔ہندو بھائیوں کے تمام تہوار سڑکوں اور بازاروں میں منعقد ہوتے ہیں وہی رنگ میلاد النبی ﷺ کے موقعہ پر دیکھا جارہا ہے۔

ہمارے اسلاف عقیدت و احترام سے میلاد النبی ﷺ منایا کرتے تھے۔ وہاں تقدس کے ساتھ ادب و احترام بھی تھا۔ نام و نمود سے وہ کوسوں دور رہتے تھے۔ للّٰہیت کا جذبہ ان میں تھا۔ ان جلسوں میں سیرت رسول اللہ ﷺ کے مختلف گوشوں پر بصیرت افروز تقاریر ہوتی تھیں۔ کردار سازی پر زیادہ توجہ دلائی جاتی تھی۔ خوف خدا پیدا کیا جاتا تھا، عمل کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی۔ باعمل زندگی گزارنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ اس دور میں منعقد ہونے والے جلسوں کا جائزہ لیتے ہیں تو کافی دکھ ہوتا ہے۔ آج ان جلسوں کے ذریعہ دل آزاری، طنز و نشتر کے تیر برسائے جاتے ہیں۔ یہ ہمارا کردار ہو گیا ہے تو کیا ہمارا شمار رسول اللہ ﷺ کی امتی میں ہوگا۔ مساجد میں یہ منظر بھی دیکھائی دے رہا ہے، فرض نماز کے بعد نصف سے زائد مصلی بغیر سنت ادا کئے اپنے اپنے گھر یا بازار کو روانہ ہو جاتے ہیں کیا یہ رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کا اظہار ہے؟ اس طرح کا ہمارا عمل ہو تو قیامت میں شافع محشر سے شفاعت کے حقدار ہو سکتے ہیں؟ کیا ہم ایسے عمل سے حضور ﷺ کا میلاد منا سکتے ہیں ؟ کیا حضرت محمد ﷺ کا میلاد اس طرح منانے کی تعلیمات ہیں؟

میلاد کے جلسوں سے دعوت دین پیش ہونی چاہئے، عمل کی ترغیب ہونی چاہئے، کردار سازی پر توجہ دینی چاہئے۔ ٹوٹے ہوؤں کو جوڑیں، دشمن کو دوست بنانے کی کوشش و جستجو کریں، وطنی بھائیوں کو سیرت نبی اکرم ﷺ سے واقف کرائیں۔ خدا کے واسطے میلاد النبی ﷺ کے تقدس کا خیال رکھیں۔ ہمارے کسی بھی عمل سے اسلام پر کوئی ضرب نہ ہو اس کا خیال رکھیں۔ اپنی اپنی مساجد اور گھروں کو میلاد کی فیوض و برکات سے منور رکھیں نہ کہ سڑکوں اور بازاروں کو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں میلاد کی حقیقت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سیرت محمد خاتم النبیینؐ کی اتباع اور ہم

آج ماہ ربیع الاول کی 10 تاریخ ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ساری انسانیت کے لئے ہدایت کا آفتاب بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کا ہر قول و فعل قیامت تک شمس ہدایت ہے۔ اس دنیا میں وہی کامران ہوتا ہے جو اُسوہ رسول اللہ ﷺ کو اپناتا ہے۔ جس نے محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا وہ کامیاب ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ پرنور ہے۔ اس نور سے اپنی زندگیوں کو منور کرنے کی ضرورت ہے۔ زندگی کے ہر قدم پر ہر معاملہ میں چاہے وہ معاشی ہو کہ معاشرتی، سماجی ہو کہ تعلیمی، روحانی ہو کہ دینی ہدایت کا پیغام دیتی ہے۔

اسلام میں والدین کا بہت بڑا مقام ہے۔ اگر کوئی بہت بڑا عبادت گزار ہے، سخی ہے لیکن ماں باپ کے ساتھ اس کا برتاؤ ٹھیک نہیں تو اس کا ہر عمل رائیگاں۔ جہاد کا بہت بڑا درجہ ہے لیکن والدین کی خدمت کے آگے جہاد کی کوئی اہمیت و برتری نہیں۔ ایک شخص نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں جہاد (یعنی دشمنان دین سے جنگ) میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت محمد ﷺ نے پوچھا تیرے ماں باپ زندہ ہیں، وہ بولا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا انہی کی خدمت کر۔ آج کے اس مشینی دور میں دنیا کی رنگینی میں، عیش و عشرت کے ماحول میں اکثر دیکھا جا رہا ہے اور سننے میں آ رہا ہے کہ نوجوان نسل اپنے ماں باپ کے ادب و احترام و خدمت سے گریز کر رہے ہیں۔ مصروفیت کا بہانہ بنا کر ان کا خیال رکھا نہیں جاتا ہے۔ کچھ وقت ان کے ساتھ نہیں گزارتے ہیں۔ مغربی تہذیب کا ایسا اثر پڑ رہا ہے کہ اسلامی تہذیب کے دلکش نظارے معاشرے میں دیکھائی نہیں دے رہے ہیں۔ یہ جو کچھ دیکھنے اور سننے میں آ رہا ہے کہ اس کی وجہ نوجوان نسل کا اسلامی تہذیب سے واقف

نہ ہونا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ آج حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت کے ہر گوشہ کو اور آپ ﷺ کے شب و روز کے واقعات سے نوجوان نسل کو واقف کرائیں۔اس سے نہ صرف عشق و محبت پیدا ہوگی بلکہ ادب و احترام اور خدمت کا جذبہ بھی پروان چڑھے گا۔

آج ایک دوسرے کا خیال نہیں رکھا جاتا، بھائی بھائی میں اختلاف، رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے اختلاف، ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے دوری اور اختلاف۔معاشرہ میں اس طرح کا ماحول ہونے سے آپسی اتحاد و اتفاق کی قوت ختم ہوگئی۔جس کی وجہ سے ہر کوئی ہمیں زیر کرنے کی فکر میں ہے اور دشمنان اسلام اس میں کامیاب ہو رہے ہیں۔یہ سب کچھ اُسوہ رسول سے دوری کا نتیجہ ہے۔ایک مومن دوسرے مومن کے لئے ایسا ہے جیسے بنیاد کی اینٹیں ایک سے دوسرے کو قوت ملتی ہے۔پھر اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کی دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالکر دکھایا۔یعنی مومن اس طرح ملے جلے رہتے ہیں۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اس ہدایت کو ہم بالکل فراموش کر دیئے۔جس کا نتیجہ کیا نکلا، ہم آئے دن ہر مقام پر دیکھ رہے ہیں کتنا جانی، مالی نقصان ہو رہا ہے۔اس کی وجہ ہماری آپسی نااتفاقیاں ہیں۔کلمہ ایک، قبلہ ایک، قرآن ایک، رسولؐ ایک لیکن افسوس ہم ایک نہیں۔

آج ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں مسلمان کون ہے اس کا کردار کس طرح ہونا چاہئے کیا ہم نے اس کے تعلق سے قرآن اور احادیث میں غور کیا ؟ جواب یقیناً نہیں ہوگا۔اگر ہم قرآن اور احادیث کی روشنی میں اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیں گے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ہم کتنے درجے کے مسلمان ہیں۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے ’’مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں‘‘

آج ہم اطراف کا جائزہ لیتے ہیں تو ہر جگہ یہی دیکھائی دیتا ہے۔مسلمان کو مسلمان ہی سے تکلیف ہے۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے نقصان کے درپے ہے۔اس سوچ و فکر میں ڈوبے رہتا ہے کس طرح سے اپنے ہی بھائی کو دھوکہ و فریب دوں۔یہاں تک کہ قتل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے۔یہ مسلمان کا کردار نہیں ہے، مسلمان وہ ہے جس سے کسی کو نقصان نہ پہونچے۔راحت، مصیبت میں اپنے بھائی کا ساتھ دے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کے خلفاء کے کردار کو دیکھئے وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔وہ اس بات کو گوارا نہیں کرتے تھے ان کے آنکھوں کے سامنے اپنے بھائی کا نقصان ہو۔نفسا نفسی کے دور میں خدمت کا جذبہ مفقود ہو کر رہ گیا ہے۔اس طرح کا رجحان قومی اور معاشرتی زندگی میں عظیم نقصان کا باعث ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ ہمیں وہ جذبہ عطا کر جس سے ہم اپنے بھائیوں کے دکھ درد میں شریک ہو کر ان کا ساتھ دے سکیں اور ان کے تکالیف و پریشانیوں کو دور کر سکیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔یہ ارشاد نبی اکرم ﷺ ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی پسند کرنا ہے جو اپنے کو پسند ہے اس پر مومن ہیں ورنہ مومن نہیں۔اب مقام غور ہے کہ اگر کوئی اپنے مسلمان بھائی کو نقصان پہونچائے، اس کو دھوکہ دے، تکلیف پہونچائے کیا وہ مومن ہو سکتا ہے؟ جواب ہرگز نہیں۔لہٰذا اسلام چاہتا ہے کہ تمام مسلمان مل جل کر رہیں، ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔ موجودہ دور میں اکثریت اُمت محمدیہ کی دشمن ہے۔زندگی کے ہر شعبہ میں ہم سے دشمنی برتی جارہی ہے، لہٰذا ایسے حالات میں ہم اتحاد و اتفاق سے رہکر ان طاغوتی قوتوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

سیرت محمد خاتم النبیینؐ میں آپ کے کردار کے پہلو

آج ماہ ربیع الاول کی 11 تاریخ ہے یہ میلاد النبی ﷺ کا مہینہ ہے۔

ہم مسلمان ہیں خیر اُمت ہیں۔ اُمتی رسول اللہ ﷺ ہونے کے ناطے ہر فیلڈ میں مسلمان آگے ہونا چاہیئے۔ مسلمان ہر لحاظ سے طاقتور ہونا چاہیئے۔ اس کو کسی بھی مرحلہ میں شکست نہ ہونا چاہیئے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں قابل رشک ہیں وہ لوگ جنہیں خدا نے مال دیا اور وہ اس کو جائز جگہ پر خرچ کرتے ہیں۔ جیسے خدا نے حکمت عطا کی ہو وہ اس پر خود عمل کر کے دوسروں کو تعلیم دیتا ہو۔ محنت کی تعریف کرتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص لکڑیوں کا گٹھا پیٹھ پر لایا کرے تو یہ اُس کے لئے بہتر ہے۔ اس سے کہ وہ لوگوں سے مانگا کرے اور لوگ اُسے دیا کریں۔ ترقی کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے ۔ حضرت محمد ﷺ ہر مسلمان میں محنت کے جذبہ کو ارشادات سے پروان چڑھائے ہیں۔ اس لئے قرآن کہتا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب 21) درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے ۔

بعثت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد تمام مخلوقات کے لئے محبت رسول اللہ ﷺ ضروری ہے۔ یہ محبت دراصل روح ہے۔ احادیث میں محبت رسول اللہ ﷺ پر زور دیا گیا ہے۔ فرمایا گیا کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں بن سکتا جب تک اُسے رسول اللہ ﷺ سے ماں باپ اور اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر محبت نہ ہو اور ایک موقعہ پر ارشاد ہوا ہے ''کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اُسے اس کے اہل و مال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا'' حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دراصل حبیب خدا ہیں اور محبوب خلق خدا بھی ہیں۔ آپ رحمتہ اللعالمین اور لفظ رحمت ایسا ہے جس کا استعمال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی کے لئے ہوا ہے، حضور کے سوا کسی دوسرے کے لئے استعمال نہیں ہوا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا کردار ایسا پاک کردار ہے کہ کرہ ارض پر اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ جنگ حنین میں چھ ہزار اقیدی، کئی سو اونٹ و بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی غنیمت میں حاصل ہوئی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے ان میں سے ایک چیز کو بھی چھوا نہیں۔ گھر سے جس خیر و برکت سے نکلے تھے ویسے ہی واپس آئے۔ اُم المومنین بی بی عائشہؓ کہتی ہیں آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد کوئی چاندی یا سونے، بکری یا اونٹ دنیا میں نہیں چھوڑا۔ آج ہماری سوچ و فکر کیا ہے۔ طلوع آفتاب سے غروب تک اور رات کی سیاہی آغاز سے اختتام تک یعنی ہماری شب و روز مال و زر کی متاع میں گزرتے ہیں۔ اور اور مزید، مزید کی خواہشوں میں زندگی بسر ہو رہی ہے۔ ہماری نظریں مال و زر پر، چاہت مال و زر کی۔ وہ قوم جن کے اجداد پانی کے مٹکے اوندھے کر دیا کرتے تھے ان کے نام لیوا کس ڈگر پر زندگی گزار رہے ہیں۔ ہر طبقے میں کمزوریاں پیدا ہوگئی ہیں۔ عالیت نظروں سے اوجھل ہوگئی ہے، ہم رخصت سے بھی نیچے اُتر گئے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کردار کی یہ جھلک بھی دیکھئے۔ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک سوالی آیا فرمایا بیٹھو خدا دے گا۔ پھر دوسرا آیا، پھر تیسرا آیا۔ آپ ﷺ نے تینوں کو بٹھالیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے پاس دینے کے لئے کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور آپ ﷺ کو چار اوقیہ پیش کئے۔ آپ ﷺ نے ایک ایک اوقیہ تینوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک اوقیہ آپ ﷺ کے پاس بچ گیا۔ کوئی لینے نہیں آیا یہاں تک کہ

آواز لگائی گئی۔ رات ہوئی تو وہ اوقیہ اپنے سرہانے رکھ لیا۔ حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ حضور کو نیند نہیں آئی، اٹھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں۔ بی بی عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا کوئی تکلیف ہے۔ فرمایا نہیں۔ بی بی نے کہا پھر آرام کیوں نہیں فرماتے یہ بیقراری کیوں ہے۔ آپ ﷺ نے سرہانے سے وہ اوقیہ جو چاندی کا تھا نکال کر دکھایا اور فرمایا اس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا کہ یہ میرے پاس ہے کہیں موت آجائے تو۔ ہم غلامانِ محمد ﷺ کے لئے اس واقعہ میں کتنا درس ہے۔ آج ہر ایک کے پاس روپیہ جمع ہے لیکن کوئی بے قراری نہیں، کوئی خوف نہیں، موت کو تو بھول چکے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اتنا خوف ہے تو ہمیں کتنا نہ خوف ہونا چاہئے ؟

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کردار کی یہ خوبی تھی کہ آپ ہر ایک کے ساتھ ایک طرح کا برتاؤ کرتے تھے۔ امیر ہو کہ غریب، پڑھا لکھا ہو کہ جاہل ہر ایک کی بات سنتے اور ان کے مسائل حل کرتے تھے۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آیا۔ آپ ﷺ کی چادر کو زور سے کھینچا، چادر کا کنارہ حضور ﷺ کی گردن سے رگڑنے سے نشان پڑ گیا۔ وہ اعرابی کہنے لگا میرے یہ دو اونٹ ہیں ان کی لادکا سامان مجھے دو کیونکہ جو مال تیرے پاس ہے وہ نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا ہے۔ اس اعرابی کی گستاخی پر آپ ﷺ عفو و در گزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ مال تو اللہ کا ہے اور میں اُس کا عبد ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا جو برتاؤ تم نے مجھ سے کیا تم اس سے ڈرتے نہیں ہو؟ وہ اعرابی بولا نہیں، حضور ﷺ نے پوچھا کیوں نہیں ڈرتے، وہ اعرابی جواب دیتا ہے مجھے معلوم ہے کہ آپ برائی کے بدلے برائی نہیں کرتے۔ آپ ﷺ نے اس جواب پر مسکراتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ ایک اونٹ کے بوجھ کی جو اور ایک کی کھجوریں دی جائے۔ اس اعرابی کے گستاخانہ عمل پر بھی اس سے رحمت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ رحمت اللعالمین کے کردار کی معراج ہے۔

وجہہ تخلیق کائنات حضرت محمد ﷺ کے تعلق سے ام المومنین بی بی عائشہ فرماتی ہیں آپ ﷺ کبھی شکم سیر ہو کر نہیں کھائے اور کبھی فاقہ کا شکوہ کسی سے نہیں فرمایا۔ اگر حضور ﷺ چاہتے تو خدا تعالیٰ ارض و آسماں کی تمام کنجیاں، ثمرات وغیرہ سب عطا ہو جاتے لیکن زہد عزیز تھا۔ آج غلامان محمد ﷺ کی کیفیت کیا ہے لذیز سے لذیز غذائیں میسر ہیں لیکن شکر کے الفاظ ادا نہیں ہوتے۔ مصیبت، تکلیف یا پریشانی کا سامنا ہوتا ہے تو شکایت کا دفتر کھول دیتے ہیں۔ ہر ایک سے بیان ہوتا ہے تا کہ لوگوں سے ہمدردی حاصل ہو جائے یا کچھ دنیا حاصل ہو جائے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بلا ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ جب بات کرتے تو پوری بات کرتے، ابہام پیدا نہیں کرتے۔ بات میں کوئی فضول لفظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ آج کیفیت یہ ہے کہ چہروں کو دیکھ کر بات کی جاتی ہے۔ آمیزش سے بھرپور بات ہوتی ہے جس میں حقیقت کم بناوٹ زیادہ ہوتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت ہے تو ہمیں چاہئے کہ اُسوہ رسول ﷺ کو اپنے سامنے رکھیں کیونکہ محبت ادب سکھاتی ہے، محبت اتباع واطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ اس سلسلے میں صحابہ کا کردار دیکھئے، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ وضو کرتے ہیں تو بقیہ پانی پر صحابہ ایسے گرتے پڑتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے۔ حضور ﷺ کے لعاب وغیرہ کو زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر روک لیا جاتا ہے اور وہ منہ پر مل لیتے۔ آپ ﷺ حکم دیتے تو تعمیل کے لئے سب دوڑ پڑتے۔ آپ کچھ بولتے تو سب چپ چاپ ہو جاتے۔ تعظیم کا یہ حال کہ حضور ﷺ کی جانب آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے۔ اصحاب محمد ﷺ جو تعظیم محمد ﷺ کی کرتے وہ کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔ آج وقت کا تقاضہ اور تعظیم بھی ہے کہ ہم ہر سانس و قدم سے اطاعت رسول اللہ ﷺ بجالائیں۔ اسی میں ہماری کامیابی و کامرانی ہے۔

میلادالنبی ﷺ

آج ماہ ربیع الاول کی 12 تاریخ ہے یعنی میلاد النبی ﷺ ہے۔ آپ تمام کو میلاد کی پرخلوص مبارک باد۔

یہ وہ دن ہے جس میں وجہ تخلیق کائنات کا ظہور ہوا۔ آج ہی شہہ کون ومکاں کی آمد ہوئی۔ آج ہی ہادی مبین کی آمد ہوئی۔ آج ہی نبی آخرالزماں کی آمد ہوئی۔ آج ہی رحمت کون ومکاں کی آمد ہوئی۔ آج ہی رحمت اللعالمین کی آمد ہوئی۔ آج ہی باعث تخلیق عالم کی آمد ہوئی۔ آج ہی شافع روز جزاء کی آمد ہوئی۔ آج ہی مقصود تخلیق دوعالم کی آمد ہوئی۔ آج ہی ختم الانبیاء بدالدجیٰ کی آمد ہوئی۔ آج ہی رسول خدا افضل الانبیاء کی آمد ہوئی۔ یہی نہیں بلکہ نوح کے ہمدم' خضر کے رہبر' موسیٰ کے رہبر' عیسیٰ کے ہادی کی آمد ہوئی۔ مرکز عشق' ساقی کوثر' وارث زمزم' فخر موجودات' فخر نوع انسانی' نور یزدانی کی آمد ہوئی۔

خوشی مناؤ کہ آج کے دن وہ آیا جس کی اطاعت' اللہ کی اطاعت ہے۔ جس کی محبت واطاعت اللہ کی محبت کی نوید ہے۔ جس کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے۔ جس کی عطا اللہ کی عطا ہے۔ جس کا دست مبارک اللہ کا دست مبارک ہے۔ جس کی بیعت اللہ تعالیٰ کی بیعت ہے۔ جس کی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ جس کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ جس کا انکار اللہ تعالیٰ کا انکار ہے۔ جس کی مخالفت اللہ تعالیٰ کی مخالفت ہے۔ آج کا دن رحمت کا دن ہے۔

خوشی مناؤ کہ نیر اعظم' کعبہ اعظم' نور مجسم' خیر مجسم' جان مجسم' سرور عالم ﷺ کی آمد ہوئی ہے۔ حضور پُر نور' آقائے دوجہاں' سرور کائنات' فخر موجودات' تاجدار دوعالم' دانائے سبل' مولائے کل' محبوب رب العالمین' محمد مصطفیٰ' احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی۔

آج کے دن وہ شخصیت آئی جس کی بلندیوں' عظمتوں اور عالی رفعتوں کا اندازہ نہ کسی نے کیا ہے اور نہ کرسکتا ہے۔ وہ شخصیت ہے جو ہمارے تخیل کی سرحدوں' سوچ اور فہم وادراک کے ساحلوں سے پرے ہے۔ خالق دوعالم نے آپ کی ثناء قرآن پاک میں اس طرح فرمائی۔ ''وَرَفَعۡنَا لَکَ ذِکۡرَکَ ''(سورہ الشراح آیت ۴) تو کبھی ''وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ o ''(سورہ الانبیاء آیت ۱۰۷) کبھی ''وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ ''(سورہ قلم آیت ۱۴) ور کبھی وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاس (سورہ سبا آیت 28) کہا۔ آج کے اس مبارک ومسعود دن آنے والی شخصیت کے تعلق سے ایک عاشق رسول حضرت عبدالرحمٰن جامی نے اپنے ایک مصرعہ میں سب کچھ کہہ دیا۔ یعنی ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

اس بزم کائنات میں وہ آیا جس کا نام نامی عرش الٰہی کے ستونوں پر لکھا ہوا ہے۔ جس طرح کہ حضرت کعب احبارؓ سے مروی ہے کہ حضرت آدمؑ اپنے فرزند حضرت شیثؑ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے فرزند تم حق تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ ہی نام نامی محمد رسول اللہ کا لیا کریں۔ کیونکہ میں نے عرش الٰہی کے ستونوں پر آپ ہی کا نام نامی اس وقت دیکھا تھا جب کہ میں روح اور مٹی کے درمیانی مرحلہ میں تھا۔

آمد محمدؐ سے کسریٰ بادشاہ کے محل کے کنگرے گر گئے۔ فارس کی آگ جو ہزار سال سے جل رہی تھی اچانک بجھ جاتی ہے۔ بی بی آمنہ نے فرمایا جب محمدؐ کی ولادت کا وقت قریب ہوا تو گھر کو دیکھا کہ نور سے بھر گیا۔ آج ضرورت ہے غلامانِ محمدؐ اپنے دلوں کو نور محمدی سے روشن منور کریں۔ یہ دنیا انسانیت کی' توحید کی روشنی سے محروم ہوتی جارہی ہے۔ ضرورت ہے کہ نور محمدیؐ سے انسانیت کو روشن کریں' توحید کی روشنی سارے

عالم کو پہونچائیں۔

آج ہر سمت گہما گہمی ہے۔حضرت محمدؐ کی شان و عظمت میں جلسے منعقد کئے جا رہے ہیں۔درود و سلام کا سلسلہ جاری ہے۔گلیاں ' راستے برقی قمقموں سے چمک اٹھے ہیں۔نوجوان جذبہ ایمانی سے سرشار ہو کر اپنے بے پناہ عقیدت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔اس موقعہ پر احادیث کی روشنی میں جذبہ ایمانی کے طریقہ کار کو دیکھیں۔عقیدت و احترام کا ہمارا انداز وہی ہے جو مدینہ میں کیا جا رہا ہے یا پھر وہ ہے جو آپؐ کے صحابہ کرام کیا کرتے تھے؟ گنہگار آنکھوں نے دیکھا ہے ربیع الاول کے انتظامات میں نمازوں کو چھوڑا جا رہا ہے۔یوم حساب کے دن سب سے پہلے سوال نماز ہی کا ہوگا۔ربیع الاول کے اس مبارک موقع پر ہم عہد کریں کہ آگے کی زندگی اللہ کی رضا کے لئے گزاریں گے۔قرآن اور حدیث کو اپنا رہبر بنائیں گے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ مجسمِ نور

آج ماہ ربیع الاول کی 13 تاریخ ہے۔اسلامی مہینوں میں یہ مہینہ مکرم و محترم ہے۔بعثت رسولؐ کی وجہ سے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے"قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ o" (سورہ المائدہ آیت 15) تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نور اور واضح کتاب آئی ہے۔اس نور سے مراد حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ سنت رسول اللہ اور اُسوہ رسول اللہ مرضیٔ خدا ہے۔چنانچہ قرآن گواہی دے رہا ہے"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (سورہ احزاب آیت 21) تمہارے لئے بہترین نمونہ خدا کا یہ رسولؐ ہے۔مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام انسانوں کی سعادت اتباع رسول اللہ میں ہے۔اطاعت و اتباع رسول اللہ میں ہی دینوی اور اُخروی کامیابی ہے۔اسی ایک دروازے ہی سے خدا کے مقرب بندے بن سکتے ہیں۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے میری سنت سے محبت کی یعنی اس پر عمل کیا تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ رہے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے روزمرہ کی زندگی کے آداب سکھائے ہیں۔آج دیکھا جا رہا ہے کہ بیشتر مسلمان آداب زندگی سے گریز کر رہے ہیں۔مثلاً دعوت کے موقعہ پر دیکھا گیا ہے کہ دعوتی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اپنے اپنے لوگوں سے باتیں ہوتی ہیں، ہاتھ ملاتے ہیں، چیزوں کو چھوتے ہیں اور پھر جب کھانے کے لئے آواز دی جاتی ہے تو ہاتھ دھونے کے بجائے سیدھا ٹیبل پر پہونچ جاتے ہیں اور کھانا شروع ہو جاتا ہے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں خیر زیادہ ہو تو اسے چاہئے کہ کھانا آئے تو ہاتھ دھوے اور جب فارغ ہو جائے تو ہاتھ دھوئے۔یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ٹیبل پر ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے کھانا شروع ہو جاتا ہے۔بسم اللہ نہیں پڑھی جاتی ہے۔جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جسے یہ پسند ہو کہ شیطان اس کے ساتھ کھانے میں رات گزارنے میں شریک نہ ہو اسے چاہئے کہ جب گھر میں داخل ہو تو سلام کرے اور کھانے پر بسم اللہ کہے۔کھانا کھاتے وقت ٹیک لگا کر کھانا اور جوتے پہن کر کھانا خلاف سنت ہے۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کوئی کھانے کے قریب آئے اور اس کے پیر میں جوتا ہو تو اسے نکال دے۔طعام کے بعد دیکھا

گیا ہے کہ کھانے کے تعلق سے تبصرہ شروع ہوجاتا ہے۔ یہ ڈش ٹھیک بنی اور یہ ٹھیک نہیں۔ حضرت محمد رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کبھی بھی کسی کھانے کو بُرا نہ کہو۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہر قدم پر بندگان خدا کی رہنمائی فرمائی ہے۔ آپ نے جو دُعائیں پڑھی ہیں آج ہم اپنی زندگی سے ان دعاؤں سے کنارہ کشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں، جب کھانا پیش کیا جاتا تو آپ یہ دعا پڑھے **اللھم بارک لنا فیما و رزقنا و قنا عذاب النار . بسم الله** . اے اللہ جو نوازا ہے آپ نے، اس میں برکت عطا فرما اور عذاب دوزخ سے بچا۔ اللہ کے نام سے شروع ہے۔ جب کھانے کو ہاتھ لگتا تو یہ دعا پڑھتے۔ **بسم الله و علی بر کة الله** .شروع اللہ کے نام سے اور اس کی برکت عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر ایک حصہ زمین کا رکھا ہے اور تین حصے پانی کے۔ اس سے پانی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پانی پینے کے آداب ہیں۔ اکثر لوگ ایک ہی گھونٹ میں گلاس کا تمام پانی پی لیتے ہیں اور وہ بھی کھڑے کھڑے۔ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں پانی تین سانس میں پینا چاہیئے۔ جب برتن منہ میں لگائے تو بسم اللہ کہیں اور جب دور کریں تو الحمد للہ کہیں۔ اس طرح تین مرتبہ کہیں۔

کم کھانا ایمان کی شان ہے۔ اس سے قلب میں صفائی اور بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ پہلی بدعت جو اس اُمت میں نبی ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہوئی وہ پیٹ بھر کھانا ہے۔ مومن جو ہوتا ہے اس کے کھانے کے تعلق سے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنت میں کھاتا ہے۔ آج کھانے کے تعلق سے مسلمان کافروں کو پیچھے چھوڑ دیئے ہیں۔ اس کا بین ثبوت ماہ رمضان میں ہوٹلوں میں مسلمانوں کا ہجوم ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ عنقریب ہماری اُمت میں ایسے لوگ ہوں گے جو رنگ برنگ کا کھانا کھائیں گے۔ کئی اقسام کے مشروبات پیئیں گے، رنگ برنگ کے کپڑے پہنیں گے، باتیں خوب بنائیں گے۔ یہ ہماری اُمت کے بدترین لوگ ہوں گے۔ آج دنیا بھر کے مسلمانوں کی زندگی کا جائزہ لیجئے۔ کیا یہ تمام کیفیتیں مسلمانوں میں نہیں ہیں؟ جواب نہ میں نہیں ہاں میں ہوگا۔

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام لباس میں سب سے زیادہ پسندیدہ لباس کرتا تھا۔ آپ سفید کپڑے کو پسند کرتے تھے اور فرماتے یہ تمہارا بہترین لباس ہے اور ایسے کپڑوں میں مردوں کو دفن کیا کرو۔ آج لباس شان و شوکت کے اظہار کا ذریعہ بن گیا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا جو شہرت کے لئے کپڑا پہنے گا تو اللہ تعالیٰ اس کپڑے کو قیامت کے دن پہنائے گا اور جہنم کی آگ اس میں لگا دے گا۔ اللہ تعالیٰ کو سادگی پسند ہے۔ اس لئے محمد ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے سادہ مزاج کو پسند کرتا ہے جسے کوئی پرواہ نہیں کہ اس نے کیا پہنا ہے۔ اس کے علاوہ آج عورتوں اور مردوں کے لباس میں کوئی فرق نہیں رہا ہے۔ عورتیں نوجوان لڑکیاں مردوں کے لباس زیب تن کئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ والدین بھی بچپن سے اپنی لڑکیوں کو لڑکوں کے لباس پہنا رہی ہیں۔ یہ اسلامی مزاج کے خلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں سے اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والے ہیں۔ ایک اور روایت میں کہا گیا کہ وہ ہم سے نہیں ہیں۔

آج ہر مسلمان اپنی زندگی کا جائزہ لے اور دیکھے کہ کہاں تک وہ سنت رسول اللہ ﷺ و اتباع رسول اللہ ﷺ پر قائم ہے۔ مذہب پر وہی قائم ہے جو کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ پر اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم تمام کو حضرت محمد رسول اللہؐ کے احکامات اور تعلیمات پر چلائے تا کہ اسلام کا نور کرہ ارض پر پھیلتا جائے۔

حضرت بختیار کاکیؒ

آج ماہ ربیع الاول کی 14 تاریخ ہے۔آج حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا عرس مبارک ہے۔

مشہور اولیاء اللہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔مورخ آپ کی ولادت کی تاریخ بتانے سے قاصر ہیں۔کہا جاتا ہے آپ کی ولادت ۵۸۰ھ میں ہوئی۔آپ کی عمر شریف دو سال کی تھی تو والد احمد بن موسیٰ کا انتقال ہوا۔والدہ محترمہ نے نہایت تنگدسی کے دور میں بڑی ہی محنت وجانفشانی سے آپ کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا۔والدہ محترمہ کی ہر بات پر راضی ہو کر اس کو عملی جامہ پہناتے تھے۔بہت ادب واحترام بھی فرماتے تھے۔جب آپ کی عمر شریف ۲۵ سال کی ہوئی تو حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے بیعت کی اور صحبت اختیار کی۔مرشد کی نظروں کے سامنے عبادت وریاضت بجالا کر روحانی تعلیم سے فیض یاب ہوتے ہیں۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ آپ کی روحانی کیفیت کو دیکھ کر خلافت عطا کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی کا محبوب مشغلہ عزلت از خلق تھا۔کم خوار تھے اکثر روزے رہا کرتے تھے۔شب وروز ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔مزاج جلالی تھی۔شریعت پر سختی سے کاربند تھے۔کسی حال میں بھی شریعت کی خلافت ورزی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔دہلی تمام میں آپ کے تقویٰ وپرہیزگاری٬ عبادت وریاضت کی شہرت تھی۔لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت بھری ہوئی تھی۔بلا مذہب وملت لوگ آپ کے دیدار کے مشتاق تھے۔جس کی بناء پر اکثر علماء آپ سے حسد کرنے لگے تھے۔دہلی کے شیخ اسلام نجم الدین صغریٰ نے غریب نوازؒ سے شکایت کی کہ آپ کے خلیفہ بختیار کاکی کے سامنے میری شیخ اسلامی ہونے کا چراغ جل نہیں پا رہا ہے۔مجھے کوئی نہیں پوچھتا۔آپ اپنے مرید کو لے کر اجمیر چلے جائیے۔خواجہ غریب نوازؒ اپنے مرید کو اپنے ساتھ لیجانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔جب دلی والوں کو معلوم ہوا کہ بختیار کاکیؒ اپنے مرشد کے ساتھ اجمیر جا رہے ہیں تو سارا شہر اُمڈ پڑا۔مرشد ومرید دلی کی طرف جا رہے ہیں ان کے پیچھے عقیدت مندوں کا ہجوم ہے۔اس ہجوم میں بادشاہ وقت سلطان شمس الدین التمش آنکھوں میں آنسو لئے دلی میں رہنے کی گزارش کرتے ہیں۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ بادشاہ وقت اور عقیدت مندوں کی تڑپ دیکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ایک شخص کا دل رکھنے کے لئے خدا کی اتنی ساری مخلوق کا دل توڑنا جائز نہیں ہوسکتا۔بختیار کاکیؒ سے کہتے ہیں تم دلی میں ہی رہو۔اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کتنے ہر دلعزیز تھے اور کتنی مقبولیت آپ کو حاصل تھی۔جب ہی تو علماء آپ سے حسد کرتے تھے۔

آپ کے مجالس بہت مشہور تھے۔وعظ ونصیحت سے محبت الٰہی پیدا ہوتی تھی۔یہ بزرگ شخصیت ولی اللہ ۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ کو اس دنیا سے پردہ فرماتی ہیں۔دہلی میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے جہاں ہزاروں لوگ حاضری دیکر اپنی عقیدت مندی کا اظہار کرتے ہیں۔

اسوۂ محمد ﷺ

آج ماہ ربیع الاول کی 15 تاریخ ہے۔

اس دنیا میں اپنا وجود دکھانے کے لئے اپنی طاقت منوانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل پیرا

ہوں۔عبادت بذریعہ عشق ہونہ کہ کسی آرزو خواہش کی تکمیل کے لئے۔حضورؐ کی زندگی کے اوراق کا بغور مطالعہ کیجئے۔ہم عفو درگزر سے اخلاق وکردار سے نہ صرف اپنے دینی بھائیوں کا بلکہ ابنائے وطن کا بھی دل جیت سکتے ہیں۔اوران کے دل میں بھی اسلام کی چنگاری پیدا کر سکتے ہیں۔حضور اکرمؐ کس طرح سے دلوں کو جیت کر اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ملاحظہ فرمائیے۔کوہ صفاء کے دامن سے حضورؐ گزر رہے ہیں۔اتفاق سے اسی راہ سے ابوجہل بھی گزرتا ہے۔حضور اکرمؐ پر اس کی نظر پڑتے ہی گستاخانہ کلمات کہنا شروع کردیتا ہے۔اور آپ کو ایک طمانچہ بھی مارتا ہے۔یہ دردناک منظر ایک لونڈی دیکھ رہی تھی۔لیکن وہ کچھ کرنے سے قاصر تھی۔کیونکہ اس وقت کے ماحول میں اس کا وجود ہونے نہ ہونے کے برابر تھا۔لونڈیوں' غلاموں کی کوئی وقعت نہیں تھی۔اس واقعہ کے تھوڑی دیر بعد اسی راہ سے حضرت حمزہؓ کا گزر ہوتا ہے۔اور یہ لونڈی فوراً حضرت حمزہ کو تمام واقعہ سناتی ہے۔آپ ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔لیکن ابوجہل کی اس حرکت پر غصہ میں آجاتے ہیں۔اور ابوجہل کی تلاش شروع کردیتے ہیں۔جب پتہ چلتا ہے کہ وہ خانہ کعبہ میں قریش کے ساتھ مصروف گفتگو ہے۔فوراً یہاں آتے ہیں۔آپ کے کاندھے پر کمان لٹکی ہوئی تھی۔اس سے ابوجہل کے سر پر مارتے ہیں اور وہ زخمی ہوجاتا ہے۔ابوجہل کے قبیلہ کے لوگ حمزہ کی طرف بڑھنے لگتے ہیں۔لیکن ابوجہل روک دیتا ہے۔اس گستاخ رسول کو مارنے کے بعد حضور کے پاس تشریف لاتے ہیں اور خوشی خوشی فرماتے ہیں میں نے تمہارا بدلہ لے لیا۔محمدؐ جو رحمت اللعالمین بن کر اس دنیا میں مبعوث ہوئے تھے' خوش نہیں ہوئے کہ دشمن کو مار کر آئے ہیں اور میرا بدلہ لے لیا ہے۔آپؐ فرماتے ہیں اے میرے چچا میں بدلہ لینے سے خوش نہیں ہوتا' میں تو اس دن خوش ہوں گا جس دن آپ خداوند لاشریک کا کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوجائیں گے۔دوسرے لمحہ حمزہ کی زبان پر کلمہ جاری ہوجاتا ہے اور حلقہ بگوش اسلام ہوجاتے ہیں۔

اس ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے خوش اسلوبی سے حکمت سے بہتر انداز سے گفتگو کرکے کس طرح امیر حمزہ کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔اسلام چہار سو پھیلا تو اس طریقہ کار سے۔اس کے لئے حضورؐ نے اپنے نفس سے تین چیزیں بالکل دور کردی تھیں۔(۱) بحث ومباحثہ (۲) نہ ضرورت سے زیادہ بات کرنا (۳) جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں بلاوجہ پڑنا۔آج ہمارا عمل اس کے برخلاف ہے۔ہم جتنا بحث ومباحثہ کرتے ہیں شاید ہی کوئی قوم کرتی ہوگی۔اس بحث ومباحثہ کی وجہ سے ایک طرف جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں۔اور دوسری طرف اتحادی قوت ختم ہوجاتی ہے۔اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن معاملہ میں ہمارا کوئی دخل نہیں ہم اس میں بھی غیر ضروری الجھ جاتے ہیں جن کی وجہ سے قوم میں انتشار کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جس سے کافی نقصان ہوتا ہے۔آج ضروری ہے کہ ان تین چیزوں سے ہمیشہ دور رہیں ان سے پرہیز کریں۔اس میں ہماری بھی اور قوم کی بھی اور اسلام کی بھی بھلائی ہے۔وقت کا تقاضہ ہے کہ حضور اکرمؐ کی تعلیمات کے اس اُجالے سے نہ صرف اپنی زندگی بلکہ قومی زندگی کے بھی اندھیروں کو کم کریں۔

سیرت محمد رحمۃ اللعالمینؐ کا ایک پہلو اخوت ومحبت

آج ماہ ربیع الاول کی 16 تاریخ ہے۔

حضور اکرمؐ نے جہاں اپنے ارشادات سے تعلیمات سے کسی کو ستانے' تکلیف دینے اور بُرا کہنے سے منع کیا ہے کیونکہ آپ رحمت وشفقت کے پیکر ہیں۔آپ نہ صرف اشرف المخلوقات کو چرند وپرند کو بلکہ کائنات کے ہر ذرہ ذرہ کی تاریکی کو ختم کرکے اپنے نور سے منور کئے

ہیں۔ایک بار کسی سفر میں ایک مقام پر پڑاؤ ڈالے' وہاں ایک پرندہ نے انڈا دیا تھا۔ایک صحابی نے وہ انڈا اٹھایا۔چڑیا بے قرار ہوکر پر مار رہی تھی اوراس صحابی کے اطراف اُڑ رہی تھی۔حضور اکرم ؐ کی نظر پڑتی ہے دریافت کرتے ہیں کس نے اس چڑیا کو تکلیف دی۔صحابی عرض کرتے ہی یہ حرکت مجھ سے ہوئی ہے کہ میں نے اس کا انڈا اٹھالیا۔آپ فرماتے ہیں جہاں سے اٹھائے تھے وہاں رکھ دو۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کسی کو ستانا یا تکلیف دینا بہت بُری بات ہے۔جبکہ حضور ایک چڑیا کی تکلیف کو نہ دیکھ سکے۔بھلا بتایئے اگر کوئی رسول اللہ کے اُمتی کو ستایا' تکلیف دیا اس کا مال غصب کیا' اس کو دھوکہ دیا' اس سے جھگڑا کیا تو کیا رسول اللہ ﷺ اس سے خوش ہوں گے۔کیا رسول اللہ کی رحمت اس پر ہوگی۔ جواب یقیناً نہیں ہوگا۔لہٰذا آج مسلمانوں کی جو زبان حالی ہے ایک دوسرے سے جو دوری ونا اتفاقی ہے وہ صرف ہمارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔حضور خاتم النبیین ﷺ ہیں قیامت تک آپ کی اطاعت لازمی ہے۔ہماری زندگیوں میں بھی اسلامی بہار آسکتی ہے۔اگر ہم حضور اکرم ﷺ کی سیرت وتعلیمات کے اُجالے کو اپنا رہبر تسلیم کرکے اس کے پیچھے چلیں۔ایک تاریخی حقیقت ہے کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی جب تک کہ اس کا رہبر اس کے سامنے ایک مکمل ضابطہ نہ پیش کرے۔الحمدللہ رسول اکرمؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل ہی ایک مکمل ضابطہ حیات کے ساتھ رونق افروز ہوکر ایک امت تشکیل دی۔ہم انا وخواہشات کے شیطانی رہبر کو ہمیشہ کے لئے قتل کرکے اس رہبر کے ساتھ چلیں جس نے اخوت ومحبت' عفو ودرگزر' بھائی چارگی کی تعلیم دی جو ہادی عالم ہے شافع محشر ہے۔

سیرت محمدؐ کا وہ واقعہ جہاں حق تلفی کی مخالفت میں کمربستہ

آج ماہ ربیع الاول کی 17 تاریخ ہے

آج حضرت محمدؐ کے جذبہ خدمت کے دو واقعات سننے کی سعادت حاصل کریں گے۔

کردار کا انسانی زندگی پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔بڑے سے بڑا دشمن بھی بعض وقت گھٹنے ٹیک دیتا ہے۔حضرت محمدؐ نے اپنی رسالت کا مکہ مکرمہ میں اعلان کرتے ہیں۔شدت سے مخالفت ہورہی ہے۔جو اس دعوت کو قبول کرتے ہیں انہیں سخت سے سخت تکالیف دی جارہی ہے' ظلم وستم انتہائی عروج پر تھا۔یتیموں کا مال کھایا جارہا تھا۔تجارت کے مالوں کو لوٹا جارہا تھا۔ایسے حال وماحول میں حضرت محمدؐ لوگوں کو دعوت اسلام دے رہے تھے۔نامور قریش آپ کی مخالفت کررہے تھے۔ان میں پیش پیش آپ کا چچا ابوجہل بھی تھا۔لیکن حضرت محمدؐ کے کردار کے آگے تمام دشمنان اسلام شکست کھا رہے تھے۔

ابوجہل ایک یتیم بچہ کا ولی تھا۔وہ بچہ ایک روز نہایت غربت کے عالم میں برہنہ جسم پر برابر لباس نہیں۔ابوجہل کے پاس آکر کہتا ہے۔ باپ کے چھوڑے ہوئے مال میں کچھ رقم دی جائے۔لیکن ابوجہل اس پر کچھ بھی توجہ نہیں کرتا۔وہ بچہ کھڑے کھڑے مایوس ہوکر واپس جانے لگتا ہے۔قریش کے سرداروں نے شرارت سے اس بچہ کو کہا کہ تم محمدؐ کے پاس جاؤ وہ تم کو تمہارے باپ کا مال دلوادیں گے۔یہ بچہ اس مشورہ پر محمدؐ کا پتہ دریافت کرتے ہوئے مکان پر پہنچتا ہے۔اپنا حال سناتا ہے۔حضرت محمدؐ فوراً تیار ہوجاتے ہیں۔اس بچہ کو لے کر ابوجہل کے مکان پہنچتے ہیں۔ ابوجہل اپنے مکان پر محمدؐ کو دیکھ کر حیران وپریشانی کے عالم میں آپ کا استقبال کرتا ہے۔آپؐ فرماتے ہیں اس بچہ کا حق اسے دیدو تو وہ فوراً مان

جاتا ہے اور مال لوٹا دیتا ہے۔قریش کے سب سردار یہ دیکھ رہے تھے اور منتظر تھے جھڑپ کہ لیکن انہیں مایوسی ہوئی۔ یہ ابوجہل کے پاس آتے ہیں اور اُسے طعنے دیتے ہیں کہ تم بھی محمدؐ سے ڈر گئے اور اپنا دین چھوڑ گئے۔ابوجہل ان سے کہتا ہے خدا کی قسم میں نے اپنا دین نہیں چھوڑا ہے مگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ محمد کے دائیں بائیں ایک ایک حربہ (لڑائی کا ہتھیار) ہے جو میرے اندر گھس جائے گا۔اگر میں ذرا بھی ان کی مرضی کے خلاف حرکت کی۔

ایک دفعہ قبیلہ آراش کا ایک شخص کچھ اونٹ لے کر مکہ آیا۔ابوجہل نے اس کے اونٹ خرید لئے۔اور جب اس نے قیمت طلب کی تو ٹال مٹول کرنے لگا۔اراشی اس برتاؤ سے تنگ آکر ایک روز حرم کعبہ میں قریش کے سرداروں اور مجمع عام میں فریاد شروع کردی کہ ابوجہل نے میرے اونٹ خرید کر اس کی قیمت ادا نہ کی۔کوئی مجھے میرے اونٹوں کی قیمت ابوجہل سے دلوادے۔حضرت محمدؐ حرم کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے۔سرداران قریش نے اس شخص سے کہا کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے۔محمدؐ کی طرف اشارہ کرکے اس سے کہتے ہیں اس سے جا کر کہو وہ تم کو دلوا دیں گے۔اراشی نے جا کر حضورؐ سے بیان کیا۔آپؐ اس شخص کو لے کر ابوجہل کے پاس پہنچتے ہیں۔دروازے پر دستک دیتے ہیں۔آواز آتی ہے کون' آپ جواب دیتے ہیں محمد' حیران ہو کر باہر آتا ہے آپؐ کہتے ہیں اس شخص کا حق ادا کردو۔وہ بغیر کچھ کہے رقم لا کر دیتا ہے۔

یہ تھا حضور نبی اکرم ﷺ کا کردار جو اپنے ہو یا غیر ان کو ان کا حق دلواتے تھے۔اس طرح مدد کے لئے آگے آتے تھے۔آج بھی تقویٰ شعار' عبادت گزار' با اخلاق افراد کے کردار کا اثر ہوتا ہے۔بشرطیکہ ہم کردار کی اہمیت کو سمجھیں۔اس کے لئے اسوہ رسول اللہ ﷺ بہترین نمونہ ہے۔اس نمونہ کو اپنی اپنی زندگی میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔

نامِ محمدؐ کے اثرات

آج ماہ ربیع الاول کی 18 تاریخ ہے۔

آیئے ہم نام محمدؐ کے فیوض و برکات کے دو واقعات سننے کی سعادت حاصل کریں۔

حضرت محمدؐ سے پہلے کسی نبی کا نام محمدؐ نہ تھا۔گروہ انبیاء میں صرف حضرت محمدؐ ہی وہ ہستی مقدس ہے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے محمدؐ اور احمدؐ رکھا۔انبیاء کے ناموں پر غور کیجئے۔نام کے لغوی معنی و مفہوم سے مسمیٰ کی عظمت کا ذرا بھی اشارہ نہیں ملتا۔لیکن اس خصوص میں حضرت محمدؐ کی شان نرالی ہے۔صرف نام کے لغوی معنی سے نام والے کی عظمت و رفعت اور اس کے مرتبہ و مقام کی برتری کا اظہار ہوتا ہے۔محمدؐ ' حمد سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔جس کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا۔حقیقت یہ ہے کہ اس آسمان کے شامیانے کے نیچے' زمین کے عرش پر' آفتاب کو قندیل بنا کر' چاند کو شمع بنا کر اگر ایک سوال کیا جائے کہ بتاؤ سب سے زیادہ پیارا لفظ کونسا ہے۔میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ سب کی طرف سے جواب ہوگا ''محمدؐ''۔ لفظ ''محمد'' کے عدد 92 ہیں۔92 میں دہائی نو (9) کی ہے۔(9) کے عدد میں عجب تماشا ہے کہ نو کو سارے پہاڑے میں گن جاؤ مگر (9) ہی رہتا ہے۔9' 18' 27' 36' 45' 56' 63' 72' 81' 9۔ان کو ملاؤ تو 9 ہی بنتے ہیں۔

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت آدمؑ کی رحلت کا زمانہ آیا تو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت شیثؑ کو وصیت فرمائی کہ

اے میرے بیٹے تم میرے بعد میرے نائب ہوں گے۔ تقویٰ وتوکل کو تھامے رہو۔ جب خدا کا ذکر کرو تو ساتھ میں محمدؐ کا نام بھی لیا کرو۔ کیونکہ میں نے اس نام مبارک کو عرش پر لکھا دیکھا جبکہ میں ابھی روح اور مٹی کے درمیان تھا۔ پھر میں نے گھومنا شروع کیا اور تمام آسمانوں کی سیر کی۔ تمام ساتوں آسمانوں پر میں نے ایسی کوئی جگہ نہیں دیکھی جہاں محمدؐ کا نام مبارک نہ لکھا ہو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ کا اسم شریف عرش' آسمان' جنت کے محلات وبالا خانوں پر' جنت کے درختوں پر اور طوبیٰ کے درخت کے پتوں پر' فرشتوں کی آنکھوں اور بھوؤں پر لکھا ہوا ہونا منقول ہے۔

نام محمدؐ کے تعلق سے اسرائیلیات میں مروی ہے کہ ایک آدمی دوسو برس تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلا رہا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی وسرکشی میں بڑھ چڑھ کر جراءت ودیدہ دلیری دکھاتا رہا۔ جب وہ مرگیا تو بنی اسرائیل نے اس کی ٹانگ پکڑی اور اسے گھسیٹ کر ایک کوڑی کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی۔ اس کو غسل دے کر کفن پہناؤ اور سب کو لے کر اس کا جنازہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ اس عمل پر بنی اسرائیل کو تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا بنی اسرائیل میں اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا سرکش اور زیادہ نافرمان نہ تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں جانتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے۔ لوگوں نے کہا اپنے رب سے ہمارے لئے معلوم کریں۔ حضرت موسیٰؑ نے بارگاہ خداوندی میں التجا کی اور کہا اے پروردگار تو جانتا ہے جو یہ کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ انہوں نے سچ کہا کہ اس نے دوسو برس تک میری نافرمانی کی۔ مگر ایک روز اس نے توراۃ کو کھول کر اس میں میرے حبیب محمدؐ کا نام لکھا دیکھا تو اس کو بوسہ دیا اور دونوں آنکھوں پر رکھا۔ میں نے اس لئے اس کام کی قدر کی اور دوسو برس کے گناہ بخش دیئے۔ نام محمدؐ لینے اور اس کا بوسہ لینے پر ۲۰۰ سال کی نافرمانی معاف ہوجاتی ہے۔ وہ افراد جو اُسوہ رسول ﷺ کو اپنا طریقۂ زندگی بنالیتے ہیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کے کتنے انعامات' اعزازات سے نہ نوازے گا۔

ہماری خوشگوار زندگی کے لئے صرف دو نام کافی ہے۔ ایک اللہ اور دوسرا نام محمدؐ۔ نام محمدؐ میں وہ کیفیت پوشیدہ ہے وہ کسی اور نام میں نہیں ہے۔ ایک روز حضرت محمدؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کفار نے میرے بائیکاٹ کا معاہدہ خانہ کعبہ میں لگایا تھا اس کو دیمک نے چاٹ لیا۔ اس دستاویز پر صرف ''اللہ'' اور ''محمدؐ'' کے نام باقی رہے گئے ہیں۔ غرض نام محمدؐ سے بڑھ کر کوئی نام نہیں ہے اس نام کو اپنے سانسوں میں بسایئے اور زندگی کا لطف لیجئے۔ اس کے بعد بے ساختہ کہنے لگیں گے۔ ''لطف آنے لگا ہے جینے میں''

عظمت محمد مصطفیٰ ﷺ

آج ماہ ربیع الاول کی 19 تاریخ ہے۔ قرآن میں ذکر محمدؐ کے تعلق سے کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں۔

قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو قیامت تک اپنے ماننے والوں کو راہ ہدایت دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں محمدؐ کے مقام ومرتبہ کو بڑے ہی والہانہ انداز میں فرمایا ہے۔ سورہ آل عمران کی آیت (144) میں ارشاد ہوا ''وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ'' محمدؐ خدا تو نہیں ہیں البتہ رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ وہ تمام دروازے بند کردیئے جو سابقہ پیغمبروں کی اُمتوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو نعوذ

بااللہ خدایا خدا کے بیٹے بنالئے تھے۔ یہاں صاف صاف بتلا دیا گیا کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

سورہ نساء کی آیت نمبر(80) میں ارشاد ہوا۔'' مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ ''جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ ہی کا حکم مانا۔ یہاں مقام اور عظمت محمدؐ کا ذکر ہے۔جس نے حضرت محمدؐ کے احکامات پر چلا دراصل وہ اللہ کے احکامات پر چلا۔ اطاعت رسول اللہ ہی اطاعت اللہ تعالیٰ ہے۔

سورہ مائدہ کی آیت نمبر(92) میں ارشاد ہوا۔'' وَاَطِیْعُو اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ''اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور نافرمانی سے بچتے رہو۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ بندگی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اللہ اور حضرت محمدؐ نے بندگی کے جو طریقے بتلائے انہی پر اپنی زندگی کی گاڑی چلائیں اور جہاں تک ہوسکے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچتے رہیں۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر(63) میں ارشاد ہوا ہے۔'' مَنْ یُّحَادِ دِاللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدًا فِیْھَا ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے اس کے لئے دوزخ کی آگ تیار ہے جس میں ہمیشہ اس کو رہنا ہوگا۔

سورہ احزاب کی آیت نمبر(71) میں ارشاد ہوا ہے'' وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ''جس نے خدا اور اس کے رسول کا حکم مانا اس نے بڑی کامیابی حاصل کی۔

سورہ فتح کی آیت نمبر(10) میں ارشاد ہوا۔'' اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ۔اے پیغمبر جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کررہے ہیں وہ گویا خدا سے بیعت کررہے ہیں۔

سورہ قلم کی آیت نمبر(4) میں ارشاد ہوا۔'' وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ''اے پیغمبر اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے اخلاق بڑے اعلیٰ درجہ کے ہیں۔

سورہ النشراح کی آیت ایک اور چار میں ارشاد ہوا۔'' اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ ''اے پیغمبر کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا۔ آگے ارشاد ہوا۔'' وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ''اور کیا تمہارے ذکر خیر کو بلند نہیں کیا۔

سورہ کوثر میں ارشاد ہوا۔'' اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ''(سورہ الکوثر آیت 1) اے پیغمبر ہم نے تم کو بڑی خیر و برکت دی ہے۔اس طرح ان دس آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کا ذکر کیا ہے۔ محمدؐ اور قرآن کو اپنا رہبر اور رہنما بنائیں۔اس دنیا اور آخرت میں اس کا فیض حاصل کریں۔

حضرت بندگی میاں سید سلام اللہؓ

آج ماہ ربیع الاول کی 20 تاریخ ہے۔آج ہی کے دن حضرت بندگی میاں سید سلام اللہؓ کی وفات ہوئی۔

صحابہ خاتمین علیہ السلام ہمت، صحبت، شرکت، غزوات اور خدمات اسلامی کے لحاظ سے فضیلت میں مختلف ہیں لیکن صحابی ہونے کی حیثیت سے سب واجب التعظیم ہیں۔

حضور مہدی موعودؑ کے دادا سید عثمان کو دو فرزند سید جلال اور سید عبداللہ تھے۔ سید جلال کو تین فرزند سید سلام اللہ، سید کریم اللہ، سید غنی (المہدی الموعود میں سید عبدالغفار لکھا گیا ہے) اور دو دختر بی بی راستی اور بی بی الہداتی ہوئیں۔ میراں سید عبداللہ کو دو فرزند میراں سید احمد اور

میراں سید محمد (حضرت مہدی موعودؑ) ہوئے۔ میراں سید احمد کا عقد بی بی راستی سے اور میراں سید محمد کا بی بی الہداتیؓ سے ہوا۔ اس طرح میاں سلام اللہ حضرت مہدی موعود کے برادر نسبی اور حقیقی چچیرے بھائی ہوتے ہیں۔

حضرت میاں سلام اللہؓ جوانی ہی سے حضور مہدی موعودؑ کی صحبت میں رہے۔ ہر وقت جانثاری اور فدا کاری کا حق ادا کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق نہایت بلند تھے۔ ہمیشہ خوف خدا طاری رہتا تھا۔ حُب رسول ﷺ اور مہدیؑ میں غرق رہتے تھے۔ زندگی نہایت سادہ بسر کرتے تھے۔ جو بھی مل جاتا اس پر قناعت کرتے تھے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے قربت کی وجہ سے کئی ایک واقعات آپ سے رونما ہوئے ہیں۔ دائرہ میں ایک مرتبہ انگور آئے میاں سلام نے ایک خوشہ میراں سید حمیدؓ کے ہاتھ میں دیا۔ مہدی موعودؑ نے فرمایا یہ فقیروں کا حق ہے کس لئے دیا۔ آپ نے کہا معاف فرمائیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ یہ فقیروں کا حق ہے سب فقراء کے پاس معاف کروائیں۔

حضرت مہدی موعودؑ ہجرت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور قیام فرمایا۔ میاں سلام اللہ کسی کام سے شہر گئے۔ ایک سوداگر کے دروازے کے سامنے سے گزرے اس سوداگر نے میاں کے ہاتھ سے 80 ہزار تنکہ حضرت مہدی موعودؑ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت نے قبول نہ کیا۔ اسکے بعد میاں سلام اللہ نے کہا میرانجی خدائے تعالیٰ نے بھیجا اور پہنچایا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کس لئے لائے۔ اس کو خدا کا بھیجا ہوا نہیں کہتے۔ اس کو حلال کہتے ہیں لیکن حلال طیب نہیں۔ حلال طیب وہ ہے کہ یکا یک بے گمان اور بے اختیار پہنچ جائے۔ اس وقت خدائے تعالیٰ پر نظر جاتی ہے اور حلال طیب کے لئے حساب نہیں ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ کا ایک دندانِ مبارک نکل کر زمین پر گر پڑا اور فوراً بی بی الہداتیؓ نے اسے اُٹھایا۔ میاں سلام اللہ نے کہا کہ مجھے دیدو۔ اس کو حفاظت سے رکھوں گا۔ بی بی نے کہا نہیں میں رکھوں گی۔ حضرت مہدی موعودؑ نے بھائی بہن کی گفتگو سن کر فرمایا کیوں جھگڑتے ہو وہ کسی کے پاس بھی نہیں رہے گا۔ بی بی نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر ایک ڈبیا میں رکھا۔ چندروز کے بعد ڈبیہ کھول کر دیکھا تو غائب ہے۔ جہاں حضرت مہدی موعودؑ نے کشف وکرامت پر لعنت بھیجی ہے وہ یہ کس طرح برداشت کر سکتے کہ دندان مبارک رہ جائے اور آنے والا زمانہ اس پر رسم وبدعات کا بازار منعقد کرے۔

جہاں اُمت کو حضور مہدی موعودؑ کے ذریعہ سے شب قدر جیسی نعمت عظمیٰ ملی ہے اس متبرک رات میں سب کے لئے دعا کرنے کی میاں سلام اللہؓ نے حضور مہدی موعودؑ سے خواہش فرمائی۔ اس سلسلے میں روایت ہے کہ کاہہ میں قیام کے دوران ماہِ رمضان کی 27 ویں رات آئی۔ آدھی رات گزر جانے کے بعد حکم خدا پر پہلی مرتبہ دوگانہ لیلتہ القدر حضرت مہدی موعودؑ نے ادا کی۔ نماز کے بعد دعائیں پڑھیں۔ سورہ القدر کا بیان اور **اللھم احینی** (اللہ مجھ کو جلا) پڑھا۔ یہاں یہ واقعہ امامنا علیہ السلام سے آپ کی قربت کا پتہ دیتا ہے۔ دوسری طرف عبادت میں آپ کی انہاک دلچسپی اور خشوع وخصوع کا اظہار ہوتا ہے لیکن ان سب سے اہم شب قدر جیسی متبرک اور مقدس رات میں تمام کے لئے دعا کرنے کا اظہار کرنا اور حضور علیہ السلام کا قبول کرنا یہ آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

ترک دنیا کے بعد دنیا داروں کے گھروں کو جانا دورِ ولایت میں بھی اور خلفاء علیہ السلام کے زمانے میں بھی معیوب سمجھا جاتا ہے۔ حضرت ثانی مہدیؓ کے دور کا واقعہ ہے کہ ملک لطیف دائرہ بھیلوٹ سے تین کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہتے تھے۔ کئی دفعہ میاں سید سلام اللہ سے گھر پر آنے کی خواہش کی۔ میاں عذر فرماتے رہے لیکن ایک دن ملک لطیف بعد نماز مغرب دائرہ میں آکر میاں کو اور چند برادران کو گھر لے گئے۔ حضرت ثانی مہدیؓ کو خبر ہوئی اور آپ نے بہت ڈانٹا۔ میاں سلام اللہ اپنی غلطی پر بہت نادم ہوئے۔ دستار کو گلے میں ڈال کر حضرت

کے قدموں پر گر کر معافی چاہی۔

حضور مہدی موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے جہاں دوسروں کی انتہا وہاں سے ہماری ابتداء۔یعنی حضور کے دائروں میں عالیت پر توجہ دیتے تھے اور یہی تعلیم خلفاء علیہ السلام کے دائروں میں بھی تھی۔ایک روز میاں سلام اللہؓ نے ایک تنکے کا تیل بقال سے لاکر مسجد کے چراغ کو روشن کیا۔نماز عشاء کے بعد حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ نے دریافت کیا کہ چراغ کہاں سے لائے۔آپ نے فرمایا کہ بقال سے قرض لے کر لایا ہوں۔یہ سن کر حضرت نے فرمایا چراغ کو دور کرو پھر نماز پڑھو۔اور آپ نے دوبارہ نماز ادا کی۔ہمارے بزرگ خدا کی عبادت کے ادا کرنے میں کس قدر احتیاط کرتے تھے جہاں آپ حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت میں تاحیات رہے اس طرح ثانی مہدیؓ کی صحبت میں بھی تاحیات رہے۔آپ 20 ربیع الاول کو اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔بھیلوٹ شریف میں آپ کا مزار پاک ہے۔

سیرت محمد رسول اللہؐ کا باب فقر

آج ماہ ربیع الاول کی 21 تاریخ ہے۔حضرت محمد رسول اللہؐ کو جو زندگی پسند تھی وہ فقیرانہ زندگی تھی۔

فقیرانہ زندگی نعمت خداوندی ہے۔قابل قدر ہیں وہ حضرات جو اس زندگی کی حقیقی کیفیت سے آشنا ہو کر قرب خداوندی کی آرزو و خواہش لئے ہوئے زندگی بسر کرتے ہیں۔اس کرہ ارض پر ہر صاحب سمجھ افراد کے لئے حضرت محمدؐ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے۔امیر ہو کہ غریب' فقیر ہو کہ ولی ہر کوئی آفتاب نبوت حضرت محمدؐ کی کرنوں سے فیض پاتا ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہؓ قسم کھا کر کہتی ہیں کہ مسلسل تین تین مہینے اس حالت میں گزر جاتے تھے کہ حضرت محمدؐ کی کسی بیوی کے گھر میں آگ سلگنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔حضرت عائشہؓ کے بھانجے عروہؓ نے پوچھا پھر کھاتے کیا تھے۔فرمایا کبھی کھجور اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔جامع ترمذی میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ اور سب گھر والے بھوکے سوتے تھے۔

صحیح مسلم سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ ایسے وقت برآمد ہوئے کہ اس وقت برآمد ہونے کی عادت نہیں تھی۔اتفاقاً ابوبکرؓ و عمرؓ بھی اس وقت آگئے۔حضرت محمدؐ نے ان سے خلاف عادت آنے کا سبب دریافت فرمایا۔عرض کیا شدت کی بھوک لگی ہے آپؐ نے فرمایا میری بھی یہی حالت ہے۔ابوطلحہؓ کہتے ہیں ایک روز ہم میں کئی ایک شخصوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمیں اس وقت اس قدر بھوک لگی ہے کہ پیٹ پر پتھر باندھنے کی ضرورت ہوئی۔چنانچہ ہر ایک نے ایک پتھر دکھلایا۔حضورؐ نے اپنا قمیض مبارک اٹھایا تو دو پتھر شکم مبارک پر بندھے تھے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں حضرت محمدؐ نے فرمایا حق تعالیٰ نے مکہ کی ریتیلی زمین کی ریت اور کنکریوں کو سونا بنا کر مجھ پر پیش فرمایا' میں نے عرض کیا یارب میں یہ نہیں چاہتا' میری دلی خواہش ہے کہ ایک روز کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں۔حضرت محمدؐ نے خوشی سے فقر اختیار فرمایا۔اور اس کی وجہ بتلادی کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت تعلق لگا رہے۔بھوک کی حالت میں نفس کسی چیز کی طرف خواہش نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کھانے پینے کے لئے نہیں بلکہ عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔حدیث قدسی میں ہے۔''اے ابن آدم میں نے تجھ کو مال جمع کرنے کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ اپنے کو ذلیل سمجھ کر اپنی عبادت کرنے اور میرا زیادہ شکر ادا کرنے اور صبح و شام میری پاکی بیان کرنے کے لئے پیدا کیا ہے۔حضرت محمدؐ نے اپنے نفسوں کو بھوک اور پیاس کے ذریعہ تکلیف دینے کا حکم دیا۔آپ دعا فرماتے یا اللہ آل محمد کا رزق یومیہ

بنادے۔حضرت محمدؐ کوخدا کا فرمان ہوا۔اگر ایمان کی حلاوت چاہتا ہے تو اپنے نفس کو بھوکا رکھ۔اور اپنی زبان کے لئے خاموشی اور اپنے نفس کے لئے خدمت کو لازم کرلے۔آپ فرماتے ہیں بھوک سب کاموں کی سردار ہے۔حضرت محمد نے بھوک پیاس کے ذریعہ اپنے نفس سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔اپنے آپ کو ننگا بھوکا رکھو تاکہ تمہارا دل خدا کو دیکھ سکے۔اس بات کو حضرت محمدؐ اس طرح سے فرماتے ہیں۔تم اپنے نفسوں کو بھوکا اور جگروں کو پیاسا رکھو شاید کہ تم خدا کو دیکھ سکو۔حضرت مہدی موعودؑ نے اس لئے روٹی کو خدا اور بندہ کے بیچ میں پردہ قرار دیا۔آپؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ’’بہت کھانے والا بہت خراب اور تھوڑا کھانے والا تھوڑا خراب ہے‘‘

آج ہم زبان کی لذت میں بھوک اور فاقہ کی فضیلت سے محروم ہوگئے ہیں۔کیا ہم فاقہ اور بھوک کی لذت کو گلے لگانے کے لئے تیار ہیں؟ جواب یقیناً نہیں ہوگا۔جب تمام معاشرہ میں لذیذ سے لذیز، اچھے سے اچھا کا رجحان ہے تو فاقہ و بھوک کو کون چاہے گا۔جب سے ہماری قوم میں فاقہ کشی ختم ہوگئی روحانیت ختم ہو کر رہ گئی ہے۔روحانیت آسکتی ہے بشرطیکہ عزلت نشین ہوجائیں۔عزلت نشین ہونے پر فقر و فاقہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔اس کے بعد عبادت میں چاشنی پیدا ہوجاتی ہے جو لذیز سے لذیز غذا کے کھانے سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ و معجزات

آج ماہ ربیع الاول کی 22 تاریخ ہے۔

آیئے آج ہم حضرت محمدؐ کے چند معجزوں کے تعلق سے سننے کی سعادت حاصل کریں۔

حضرت محمدؐ کا سب سے بڑا معجزہ آپ کا کردار ہے۔معجزات صداقت کی دلیل اور برہان ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی کہ وہ انبیاء کو معجزات کے ساتھ اس دنیا میں بھیجتا ہے۔سیرت نگاروں نے حضرت محمدؐ کے ایک ہزار سے زائد معجزات بیان کئے ہیں۔معجزات جہاں آپ کے مقام و مرتبہ کو پیش کرتے ہیں وہیں وہ شفاء بھی دیتے ہیں۔خیبر میں حضرت علیؓ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں آپؐ نے اپنا لب مبارک ان پر لگایا فوراً اس وقت صحیح وسلامت ہوگئیں۔اور پھر کبھی دکھی نہیں۔قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ نکل کر گر پڑی۔آپؐ نے دست مبارک سے اس آنکھ کے ڈھیلہ کو اپنی جگہ پر رکھ دیا تو وہ آنکھ ایسی صحیح وسلامت اور خوشنما ہوگئی۔غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو سانپ نے ڈس لیا تھا۔آپؐ نے لعاب دہن لگا دیا اس وقت شفا ہوگئی۔محمد بن حاطبؓ صحابی بچپن میں ماں کی گود سے آگ میں گر پڑے اور کچھ جل گئے آپؐ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگا دیا فوراً اچھے ہوگئے۔

حضرت محمدؐ کے معجزات برکت کے سرچشمہ بھی تھے۔حضرت ابو ہریرہؓ نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں کہ آپؐ سے جو سنتا ہوں وہ بھول جاتا ہوں۔آپ نے ابو ہریرہؓ سے فرمایا اپنی چادر پھلاؤ۔پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کچھ ڈالا اور فرمایا کہ اس کو اپنے سینے سے لگالو۔ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے ایسا ہی کیا اس کے بعد کوئی بات نہیں بھولا۔ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا۔آپؐ نے ابو ہریرہؓ کو حکم دیا کہ سب اہل صفہ کو بلا لاؤ جو ستر (۷۰) تھے۔سب کے سب ایک پیالہ دودھ سے سیراب ہوئے اور دودھ کا پیالہ اس طرح باقی

رہا۔ایک دفعہ تمام لشکر پیاس سے بے تاب ہوگیا تھا۔آپ نے ایک چھوٹے سے پیالے میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔آپ کی انگلیوں سے پانی پھوٹنے لگا۔جس سے تمام لشکر نے پانی بھی پیا اور وضو بھی کیا۔حضرت محمدؐ مکہ سے ہجرت فرماتے ہوئے مدینہ جارہے تھے۔دوران ہجرت آپ قبا میں قیام فرماتے ہیں۔یہاں پر کلثوم بن بدم عرض کرتے ہیں یارسول اللہؐ میٹھے پانی کے لئے دعا کیجئے۔حضرت محمدؐ کی نگاہیں مسجد کے قریب واقع کنویں پر پڑتی ہے جو مسجد سے ۵۰ قدم کے فاصلے پر ہے' بیئر ریس کہا جاتا ہے' صحابی کہتے ہیں یارسول اللہؐ اس کا پانی کھارا ہے دعا کیجئے کہ میٹھا ہوجائے۔آپؐ اصحاب کے ساتھ اس کنویں پر پہنچتے ہیں تھوڑی دیر تک رک کر دعا کی۔اس کے بعد اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔لعاب دہن پانی میں شامل ہوتے ہیں اس کا کھارا پن شیرینی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔اس کے علاوہ مشہور اور بڑے معجزات میں کنکروں کا کلمہ پڑھنا' شق القمر کا واقعہ' معراج کا واقعہ ہے وہ وقت پر بیان کیا جائے گا۔

غرض اطاعت محمد رسول اللہؐ کو اپنی زندگی کا مشن بنا لیجئے اور خدا کی خوشنودی حاصل کر لیجئے۔

حُبِّ نبیؐ

آج ماہ ربیع الاول کی 23 تاریخ ہے آج ہم حُبِّ نبی کے تعلق سے کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں۔

محمدؐ جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔جس کے لئے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔جن کے خوش ہونے سے اللہ خوش ہوتا ہے۔جن کے ناراض ہونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ایمان کے بعد حُبِّ نبی اکرمؐ ضروری ہے۔بغیر محبت رسول اللہؐ کے ایمان کامل اور مکمل نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے محبت رسول اللہؐ میں سخت سے سخت تکلیفیں جھیلیں یہاں تک جان عزیز کو بھی قربان کر دیئے۔

مکہ مکرمہ میں کفاران قریش نے مظلوم صحابہ رسول اللہؐ پر ایسی تکلیفیں پہنچائی کہ عقل حیران ہوجاتی ہے۔صحابہ کرام نے ان تمام مظالم کو سہے ان کے پائے استقامت کو دھکا نہیں پہنچا۔ایسے ہی جانثاروں میں حضرت خباب بن الارت کو گرم ریت پر لٹایا جاتا تھا۔سینے پر پتھر رکھا جاتا تھا تاکہ پلٹ نہ سکیں۔ان سے کہا جاتا کہ اسلام سے پلٹ جاؤ۔لیکن وہ ہر حال میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ایک مرتب زمین پر انگارے بچھا کر لٹایا گیا۔ایک قریشی سینے پر پیر رکھ کر کھڑا ہوگیا تاکہ کروٹ نہ لے سکیں۔یہ قریشی اتنی دیر تک کھڑا رہا کہ انگارے خود بخود ٹھنڈے ہوگئے لیکن یہ عاشق صادق دشمنوں کے حربے کو ناکام بنا کر اسلام پر قائم رہا۔

ظلم وستم کو برداشت کرنے والوں میں حضرت سیدنا بلالؓ بھی ہیں۔ان کا آقا ان کو گرم ریت پر لٹاتا تھا۔پتھر سینے پر رکھتا دھوپ کی شدت کے ساتھ گرم تپتی ہوئی ریت سے جسم تمام جل اُٹھتا تھا۔آپ کی زبان سے کلمہ جاری رہتا۔اور کہتے جاتے احد' احد۔یہی نہیں آپ کے گلے میں رسی ڈال کر شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھراتے تھے۔اس کے باوجود آپ نے اسلام سے منہ نہیں موڑا۔توحید کا نعرہ لگاتے رہے۔یہ وہ عاشق رسول اللہ ﷺ ہے جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ وہ تکلیفیں اٹھائیں کہ جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے ہیں۔

اس صف میں ایک اور نام حضرت صہیب رومیؓ کا بھی ہے۔آپ کو بھی اسلام لانے پر ظالم اس قدر پیٹتے اور ظلم وستم کرتے تھے کہ آپ کے حواس معطل ہوجاتے تھے۔جب وہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے لگے تو کفاران قریش نے پکڑ کر آپؓ سے کہنے لگے خالی ہاتھ آئے تھے یہ مال

ہم سے ہی کمائے۔ یہ ہمارا مال ہے مال دے کر خالی ہاتھ جاؤ۔ آپ نے اپنا تمام مال ان کے حوالے کر دیا۔ محبت رسول اللہ میں خوشی خوشی مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

عاشقان اسلام اور محمدؐ میں ایک نام حضرت زبیرؓ کا بھی ہے۔ جنہیں ایمان لانے پر ان کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تھے تاکہ دم گھونٹنے کی تکلیف برداشت نہ کریں اسلام سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ لیکن عاشق رسولؐ نے تکلیف برداشت کی اور اپنے ایمان پر قائم رہے۔ حُبِّ نبی اکرمؐ میں صحابہ کرامؓ نے جو مظاہرے کیے ہیں وہ ہماری تاریخ کے روشن باب ہیں۔ جو ہمیں ہدایت دیتے ہوئے ایثار و قربانی کا درس دیتے ہیں۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنا تمام مال پیش کر دیا۔ دریافت کرنے پر کہ گھر والوں کے لئے کیا رکھا ہے تو فرمائے اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ اس طرح حضرت عمر فاروقؓ نے نصف مال بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔

حقیقت میں مسلم وہی ہوتا ہے جس میں عشق اللہ و محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اطاعت کا جذبہ ہو اور یہ اطاعت قولی نہ ہو بلکہ فعلی ہو۔ وقت پڑنے پر اس معاملے میں پیچھے نہ ہٹے بلکہ اس راہ میں آنے والی تمام مشکلات کو سہتے ہوئے اسکو دور کر کے اپنے مسلم ہونے کا ثبوت دیں۔ اس طرح سے مسلم میں مال کی محبت نہ ہو بلکہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ ہو۔ اس کے لئے ہمیں اصحاب رسول اللہ کی زندگی سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ عاشقوں نے اللہ کی راہ میں محبت رسول اللہ ﷺ میں نہ صرف اپنے مال کو خرچ کیا بلکہ اپنی جان عزیز کو بھی قربان کر کے تاریخ اسلام میں زندۂ جاوید بن گئے۔ یاد رہے یہ دنیا کسی کی ہوئی ہے نہ ہوگی۔ بلکہ فنا ہونے والی ہے۔ اس کے مقابلے میں آخرت کی زندگی کو ترجیح دیں جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔ جس کو فنا نہیں ہے۔ آج حضرت بندگی میاں سید یٰسینؒ کا عرس مبارک ہے آپ صاحب حظیرہ قطبی گوڑہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صالح اور پرہیز گار زندگی گزارنے کی صلاحیت اور طاقت عطا فرما۔ آمین

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے گستاخی کے نتائج

آج ماہ ربیع الاول کی 24 تاریخ ہے۔

اُن گستاخان رسولؐ کا کیا حشر ہوا اس کے تعلق سے سن کر عبرت حاصل کریں۔

سورہ الحجر آیت (94) کی آیت کا ایک حصہ ہے۔ ''انا کفیناک المستھزئین'' جو لوگ آپ کی ہنسی اور مذاق اُڑاتے ہیں ان کے لئے ہم کافی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ ان افراد کو تنبیہ کر رہا ہے جو حضرت محمدؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں یا آپ کی ہنسی مذاق میں نعوذ باللہ بے ادبی کرتے ہیں۔ ایسے افراد کے لئے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کافی ہے۔ یعنی اللہ اس کا بدلہ لے گا جس کا اللہ بدلہ لے اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

تاریخ اسلام کا سرسری جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں پانچ ایسے نام ملتے ہیں جو حضرت محمدؐ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے زیادہ ہنسی اور مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ جن کے نام ہیں۔ (1) اسود بن عبدیغوث (2) ولید بن مغیرہ (3) اسود بن عبدالمطلب (4) عاص بن وائل (5) حارث بن قیس

حضرت محمد رسول اللہؐ ایک بار خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ جبرئیل امین آگئے آپؐ نے جبرئیلؑ سے ان لوگوں کے استہزاء اور تمسخر کی

شکایت کی۔ اتنے میں ولید سامنے سے گذرے آپ نے بتلایا کہ یہ ولید ہے۔ جبرئیلؑ نے ولید کی شہہ رگ کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے دریافت کیا یہ کیا کیا؟ جبرئیلؑ نے کہا آپ ولید سے کفایت کئے گئے۔ اس کے بعد اسود بن المطلب گزرا آپ نے بتلایا کہ یہ اسود بن عبدالمطلب ہے۔ جبرئیلؑ نے آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ آپؐ نے دریافت کیا اے جبرئیلؑ کیا کیا۔ جبرئیلؑ نے کہا تم اسود سے کفایت کئے گئے۔ اس کے بعد اسود بن یغوث گزرے۔ جبرئیلؑ نے اس کے سر کی طرف اشارہ کیا اور حسب سابق آپ کے سوال پر جواب دیا کہ آپ کفایت کئے گئے۔ اس کے بعد حارث گزرا جبرئیلؑ نے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ اس سے کفایت کئے گئے۔ اس کے بعد عاص بن وائل گزرے جبرئیلؑ نے ان کے پیر کے تلوے کی طرف کچھ اشارہ کیا اور کہا کہ آپ اس سے کفایت کئے گئے۔

ان تمام کا حشر اس طرح ہوا کہ ولید ایک مرتبہ قبیلہ خزالہ کے ایک شخص کے پاس گیا جو تیر بنا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک تیر پر ولید کا پیر پڑ گیا۔ جس سے زخم پڑ گیا۔ اسی زخم میں مر گیا۔ اسود بن عبدالمطلب کا واقعہ یہ ہوا کہ ایک کیکر کے درخت کے نیچے جا کر بیٹھا ہی تھا کہ اپنے لڑکوں کو آواز دی مجھ کو بچاؤ' مجھ کو بچاؤ میری آنکھوں میں کوئی شخص کانٹے چبھا رہا ہے۔ لڑکوں نے کہا ہمیں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس طرح وہ پکارتے پکارتے وہ اندھا ہو گیا۔ اسود بن عبد یغوث کا واقعہ یہ ہوا کہ جبرئیلؑ امین اس کے سر کی طرف اشارہ کئے۔ اس شارہ کے ساتھ ہی تمام سر میں پھوڑے اور پھنسیاں نکل پڑے اور اسی تکلیف میں مر گیا۔ حارث بن قیس کے پیٹ میں دفعتاً ایسی بیماری پیدا ہوئی کہ منہ سے پیخانہ آنے لگا۔ اور اسی میں مر گیا۔ عاص بن وائل کا یہ حشر ہوا کہ گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا۔ راستہ میں گدھے سے کسی خار دار گھانس پر گرا جس سے پیر میں ایک معمولی سا کانٹا لگا مگر اس معمولی کانٹے کا زخم اس قدر شدید ہوا کہ جانبر نہ ہو سکا اور اسی میں مر گیا۔

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ عام آدمیوں کا بھی مذاق نہ اُڑایا جائے۔ اس کے برخلاف جو خدائی بعثوں کا تمسخر کرتے ہیں ان کے لئے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے۔

بعثتِ محمدؐ ایک نعمت

آج ماہ ربیع الاول کی 25 تاریخ ہے۔ اس کرہ ارض و آسمان پر حضرت محمدؐ کی بعثت ایک نعمت ہے۔ اور نعمت ہمیشہ رہنے والی ہے اس کو فنا نہیں ہے۔

وہ صبح سعادت کیسی عظمتوں اور برکتوں کی حامل ہوگی جس میں آفتاب نبوت' شہاب رسالت حضرت محمدؐ نے صحن عالم میں جلوہ گری فرمائی۔ جو ساعت حضرت محمدؐ کی تشریف آوری کے لئے مقرر ہوئی اللہ تعالیٰ نے اپنے احسانات و انعامات اور اپنی عطا کردہ نعمتوں کے ذکر اور ان پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ مژدہ بھی سنایا ہے کہ ذکرِ نعمت اور شکرِ نعمت مزید نعمتوں سے حصول کا سبب ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے ''اے ایمان والو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو' اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرو' اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کا اظہار کرو' اگر تم شکر کرو گے تو ہم اپنی مہربانیوں میں اضافہ کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے افضل اور سب سے اکمل نعمت حضرت محمدؐ کی بعثت ہے۔ اسی نعمت کی عظمت اور قدر و نعمت کا اندازہ اس امر

سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کے عطیہ پر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان جتایا ہے۔سورہ آل عمران میں فرمایا (ترجمہ) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان ہی میں سے ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرمایا۔ جو اُنہیں آیات الٰہی پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

ان آیات قرانیہ سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور تمام نعمتوں کا سرچشمہ حضرت محمدؐ کی ذات اقدس ہے۔اس نعمت الٰہی کا اعتراف، اقرار اور اس کا ذکر قوم پر لازم ہے۔ ذکر رسولؐ مزید نعمتوں کا ذریعہ ہے۔جس قدر نعمتیں حاصل ہوں گی وہ سب حضورؐ ہی کی برکت اور آپ کے وسیلے سے اولاد آدم کو نصیب ہوئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرمایا ہے۔خطبات میں، اذان میں، اقامت نماز میں، ذکر الٰہی کے ساتھ ذکر مصطفیٰؐ بھی ہے۔اس مقام و مرتبہ والی شخصیت کے اُمّتی ہونا بھی ایک نعمت خداوندی ہے۔اس کے لئے ہم خدا کی جتنا بھی شکر بجالائے کم ہے۔اگر ہم حقیقی اُمّتی ہونے کا اظہار اطاعت اللہ و رسول اللہؐ سے بجالائیں تو خدا کے پسندیدہ بندوں میں شمار ہو سکتا ہے۔

حضرت حبیب بن اسلم مشہور بزرگ تھے۔وہ بکریاں چرایا کرتے تھے۔آپ نماز یا ذکر اللہ میں مشغول ہو جاتے تو بھیڑیا آپ کی بکریوں کی رکھوالی کرتا تھا۔ان سے ملاقات کے لئے ایک صاحب آتے ہیں۔یہ مقام دیکھ کر آپ سے کہتے ہیں حضرت آپ کی بکریوں سے بھیڑیئے کو ایسا لگاؤ ہے کہ وہ ان کی حفاظت کر رہا ہے۔حضرت حبیب بن اسلم نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بکریوں کے چرواہے کو حق تعالیٰ سے دلی ربط ہے۔یہ فرما کر آپ نے لکڑی کے پیالے کو پتھر کے نیچے رکھ دیا۔پتھر سے دو چشمے جاری ہوئے ایک دودھ کا دوسرا شہد کا۔پھر فرمایا نوش کرو۔آنے والے نے عرض کیا آپ کو یہ مقام کس طرح حاصل ہوا۔آپ نے جواب دیا۔حضرت محمدؐ کی متابعت کے ذریعہ۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم اگرچہ کہ منافقت کی تھی لیکن پھر بھی اللہ نے پتھر سے انہیں پانی دیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضورؐ کے درجہ میں نہ تھے جب کہ میں حضورؐ کا ایک فرمانبردار ہوں تو یہ پتھر مجھے دودھ اور شہد کیوں نہ دے گا۔اللہ تعالیٰ اُن بندوں کو جو اطاعت رسول اللہؐ میں اپنے شب و روز گزارتے ہیں اُنہیں اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے۔غرض اُمّتی رسول اللہؐ ہونا بھی ایک نعمت ہے جو ہم کو حاصل ہوئی ہے۔اس کا ہم ہر لمحہ خدا کا شکر بجالاتے رہیں۔

محبت رسول اللہ ﷺ ایمان کی ضامن ہے

آج ماہ ربیع الاول کی 26 تاریخ ہے۔محبت رسول اللہ ﷺ پر کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں۔

ایمان مکمل اور تکمیل پاتا ہے محبت رسول اللہؐ سے ہے۔ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے بارگاہ رسالتؐ میں عرض کرتے ہیں یا رسول اللہؐ مجھے آپ سے زیادہ میری جان عزیز ہے کیا میرا ایمان مکمل ہوگا۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں تمہارا ایمان ابھی مکمل نہیں ہوا جب تک تم اپنی جان سے زیادہ مجھے عزیز نہ رکھو گے ایمان مکمل نہ ہوگا۔اس ارشاد رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں ہر مسلمان کے دل میں اپنی جان سے زیادہ محبت رسول اللہ، عشق رسول اللہ ہونا ضروری ہے ورنہ ایمان مکمل نہیں۔

حضرت محمدؐ نے فدایانِ اسلام کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس کی مثال کسی اور رسول و نبی کی اُمّت میں نہیں ملتی ہے۔نامِ خدا اور رسولؐ پر

اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔ اپنی جانوں کے علاوہ وہ اپنے نور نظروں کو بھی قربان کرنے کے لئے بھی پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ حضرت محمدؐ کو ایک کانٹا چبھنا بھی انہیں گوارا نہیں تھا۔ اس کے عوض اپنی جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

جنگ احد کا واقعہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے دیکھا کہ کچھ فاصلہ پر ایک سپاہی زخموں سے چور ہے۔ آپ اس کے پاس پہنچتی ہیں۔ پانی پلاتی ہیں۔ اس سپاہی کی سانس اُکھڑ رہی تھی۔ لیکن وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بی بی عائشہؓ کہتی ہیں کہیے۔ اس نے کہا اللہ کے رسول پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں کاش ان کو یہ پیغام پہنچا دیا جائے کہ ان کا غلام زیاد دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ اتنا سننا تھا ام المومنین دوڑتی ہوئی حضورؐ کے پاس پہنچتی ہیں اور سپاہی کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ حضرت محمدؐ فوراً اس جگہ پر پہنچتے ہیں جہاں زیاد زخمی ہوکر پڑے تھے۔ آپؐ فرماتے ہیں زیاد آنکھیں کھولو دیکھو میں آ گیا ہوں۔ زیاد کی آنکھ میں خوشی و مسرت کے آنسو نکل آتے ہیں۔ حضورؐ پوچھتے ہیں زیاد کوئی آخری تمنا۔ یہ سنتے ہی زیاد اپنے جسم کو آگے گھسیٹ کر اپنا سر حضورؐ کے قدموں میں رکھتے ہیں اور آخری تمنا پوری ہو جاتی ہے۔

جمادات سے حضرت محمدؐ کی محبت دیکھئے۔ مسجد نبوی میں منبر شریف تیار ہونے سے پہلے حضرت محمدؐ ایک کھجور کے تنے کے ساتھ کھڑے ہوکر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ جب لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے ہجوم بڑھنے لگا اور حضور کی زیارت نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے منبر تیار کیا گیا۔ آپ خطبہ کے لئے اپنے حجرہ سے منبر کی طرف بڑھے۔ آپ کا گزر جب اس تنے کے پاس سے ہوا آپ وہاں نہ رُکے اور منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔ تو یہ تنا چیخ و پکار کرنے لگا۔ اس دردناک آواز میں رونے لگا کہ پوری مسجد آواز سے گونج اُٹھی۔ حضورؐ منبر سے اُتر کر اس تنے کے پاس آتے ہیں۔ اپنا دست اس پر رکھتے ہیں گلے لگاتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جاتا ہے۔ آپ اس کو جنتی درخت ہونے کی بشارت دیتے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر اس کو میں گلے نہیں لگاتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔

مقام غور ہے ایک لکڑی رسول اللہ ﷺ کی ملاقات کے شوق میں روتی ہے۔ جبکہ ہم آپ سے عشق کے زیادہ حق دار ہیں۔ ہماری کیفیت کیا نہ ہونی چاہئے۔

سیرت محمد مصطفیؐ کا ایک پہلو بحیثیت ''سخی''

آج ماہ ربیع الاول کی 27 تاریخ ہے۔

آج ہم حضرت محمدؐ کی سخاوت کے تعلق سے کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں گے۔

حضرت محمدؐ کے ناموں میں آپ کا ایک نام ''جـواد'' بھی ہے جس کے معنی سخی کے ہیں۔ جس طرح حضرت محمدؐ افضل الانبیاء ہیں اس طرح کائنات تمام میں آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں گزرا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا (ترجمہ) اللہ سخی ہے اور سخاوت اسے محبوب ہے۔ حضرت محمدؐ سخی کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں سخی اللہ کے قریب ہے اور جنت سے قریب ہے' لوگوں سے قریب ہے اور آگ سے دور ہے۔

نماز' روزہ' زکوۃ وغیرہ جس طرح عبادت ہے اس طرح سخاوت بھی عظیم ترین عبادت ہے۔ حضرت محمدؐ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس کئی مرتبہ بڑی رقمیں آئیں۔ مال وزر آیا مگر سب کی سب تقسیم کر دیئے۔ عامل بحرین نے آپؐ کی خدمت میں ایک لاکھ دس ہزار درہم روانہ

گئے۔آپ نے رات ہونے سے قبل تمام رقم اللہ کی راہ میں تقسیم کردیئے۔آپ ؐ کی بے انتہا سیر چشمی اور فیاضی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض وقت آپ ؐ کے پاس کچھ نہیں ہوتا تھا اگر حاجت مند آجاتا تو قرض لے کر اس کی حاجت کو دور کرتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے پاس کوہ اُحد کے برابر سونا ہو تب بھی مجھے خوشی اس وقت ہوگی جب میں تین دن گزرنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کردوں اور میرے پاس سوائے اس کے جو ادائے قرض کے لئے رکھوں اور کچھ باقی نہ رہے۔سخاوت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ آدمی دولت مند ہی ہو بلکہ سچی سخاوت اور فیاضی یہ ہے کہ آدمی دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔اگر ایک غریب آدمی کسی بھوکے کو اپنی حصہ کی روکھی سوکھی روٹی میں کا ایک ٹکڑا دیتا ہے تو وہ اس کروڑ پتی سے بدرجہ زیادہ قابل ستائش ہے جو اپنی دولت میں چند ہزار روپئے خیراتی کاموں میں' قومی کاموں میں خرچ کرتا ہے۔

روپیہ جائز طریقے سے حاصل کرنا جس طرح لازم ہے اس طرح جائز جگہوں پر خرچ کرنا بھی لازم ہے۔اللہ کے رسولؐ ارشاد فرماتے ہیں مال دراصل اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اس کو اللہ کے احکامات کے مطابق خرچ کرنا لازم ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر دن دو فرشتے آسمان سے اُترتے ہیں ان میں ایک کہتا ہے اے اللہ خرچ کرنے والوں کو بدلہ عطا فرما۔اور دوسرا کہتا ہے اے اللہ روک کر رکھنے والے کے حصہ میں ہلاکت مقدر فرما۔اللہ تعالیٰ نے جن کو مال و دولت سے نوازا ہے ان پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے سے نیچے درجہ کے لوگوں پر خرچ کریں ورنہ قیامت میں باز پرس ہوگی۔

خُلقِ محمد مصطفیٰ ﷺ

آج ماہ ربیع الاول کی 28 تاریخ ہے ہم اخلاق حضرت محمدؐ پر کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں گے۔

قرآن پاک میں حضرت محمدؐ کے اخلاق کو اسطرح پیش کیا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''انک لعلی خلق عظیم'' اے پیغمبر اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارے اخلاق بڑے اعلیٰ درجہ کے ہیں۔تبلیغ اسلام میں اخلاق نبوی نے بہت اہم فریضہ انجام دیا ہے۔حضرت محمدؐ کے اخلاق کا مطالعہ کرتے ہیں تو آنکھیں روشن اور دل و دماغ معطر ہوتے چلے جاتے ہیں۔

روزمرہ کی زندگی میں بعض وقت ضروریات کی تکمیل کے لئے اگر روپیہ نہ ہو تو قرض لینا پڑتا ہے۔اس سلسلے میں حضرت محمدؐ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں علم ہوتا ہے کہ آپ کے در سے کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔آپ کے پاس کچھ نہ بھی ہو تو قرض لے کر سائل کی مدد فرماتے تھے۔یہ اخلاق و کردار کا اعلیٰ درجہ ہے۔

حضرت محمدؐ نے مدنی زندگی میں ضرورت پڑنے پر ایک یہودی زید بن سحنہ سے قرض لیا تھا۔میعاد ادائی میں ابھی کچھ دن باقی تھے۔وہ یہودی قرض کی ادائی کے لئے تقاضہ کرنے لگا۔ایک مرتبہ اس نے گستاخی کرتے ہوئے حضرت محمدؐ کی چادر کھینچنے لگا۔اور کہنے لگا کہ عبدالمطلب کے خاندان والو تم تو ہمیشہ یوں ہی حیلے حوالے کرتے ہو۔اس وقت حضرت عمرؓ غصہ سے بیتاب ہو کر کہتے ہیں اے دشمن خدا تو رسول اللہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔اس موقعہ پر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ مسکرا کر کہتے ہیں اے عمر تم سے کچھ اور امید تھی۔اسکو سمجھانا چاہئے تھا کہ نرمی سے تقاضہ کرے۔اور مجھ سے کہنا چاہئے کہ میں اس کا قرض ادا کروں۔آپ ؐ یہ فرمانے کے بعد عمرؓ سے کہتے ہیں قرضہ ادا کر کے 20 کھجور اور زیادہ دے دو۔

اسلام میں اخلاق کی بہت اہمیت ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے۔ ایک اور روایت بی بی عائشہؓ سے مروی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ شخص ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے زیادہ نرم ہو۔ حضرت محمدؐ نے یہ تعلیم بھی دی کہ لغزشوں کو معاف کرو۔ اس سلسلے میں ارشاد رسول اللہؐ ہے جو مسلمان کی لغزش کو معاف کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزش کو معاف فرمائیں گے۔

انسانی کردار میں اخلاق ایک نگینہ ہوتا ہے۔ یہ نگینہ ہر مسلمان میں ہونا چاہئے۔ اس سلسلے میں خلق نبی اکرم ﷺ ایک بہترین نمونہ ہے۔

حضرت محمد رسول اللہؐ کو اُمّت کا خیال

آج ماہ ربیع الاول کی 29 تاریخ ہے۔

حضرت محمد رسول اللہؐ کو اپنی اُمّتیوں کا کتنا خیال ہے اس پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں حضرت محمدؐ کی اُمّت میں پیدا کیا۔ اس کے لئے ہم جتنا بھی شکر بجا لائیں کم ہے۔ حضرت محمد محبوبِ خدا ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کو اُمّت رسول اللہ بہت عزیز ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے جس طرح اپنی امت کا خیال رکھا شاید ہی کوئی اور نبی ورسول نے اپنی امت کا خیال رکھا ہے۔ آپؐ کو ہمیشہ اپنی اُمت کا خیال ان کی ہی فکر رہتی تھی۔ خوشی میں' غمی میں' مصائب و مشکلات میں' یہاں تک آپؐ کے پردہ فرمانے کے آخری وقت میں بھی اُمت کا خیال رکھا۔ اُمّتیوں کی آسانی سے روح قبض کرنے کی بات کہی۔

حضرت محمد رسول اللہؐ نے نہ صرف زمین پر بلکہ آسمان پر' عرش الٰہی پر اور خدا تعالیٰ کے روبرو شب معراج کے موقعہ پر بھی اپنی امت کو یاد رکھا۔

سفر معراج میں اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا۔ اے محمدؐ ہمارے لئے کیا تحفہ لائے ہو۔ آپؐ نے عرض کیا۔ ''اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ'' یعنی میری اور میری امت کی تمام عبادتیں آپ کے حضور پیش کرتا ہوں۔ غور کیجئے حضرت محمدؐ کو اپنی امت پر کتنا اعتماد' بھروسہ' یقین' اطمینان ہے کہ ہماری عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر رہے ہیں۔ حضرت محمدؐ کے اس ارشاد گرامی کے بعد ہمیں اللہ تعالیٰ کا کتنا نہ فرمانبردار' عبادت گزار' پرہیز گار بندہ بننا چاہئے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اس پیش کش پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ یعنی آپ پر سلام اور رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت محمدؐ جواب میں عرض کرتے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِا للّٰہِ الصَّالِحِیْنَ یعنی الٰہی آپ کا سلام ہو ہم پر اور آپ کے تمام نیک بندوں پر۔ اس کے بعد جبرئیلؑ اور فرشتے کہتے ہیں۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. یعنی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

حضرت محمدؐ کے حکم پر ہم نماز میں التحیات پڑھتے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے اپنی حیات مبارکہ کے ہر حصہ میں اُمّت کا خیال رکھا۔ ہم تمام پر فرض ہے کہ حضرت محمدؐ کی شریعت پر گامزن رہ کر قیامت میں حضورؐ کو سرشار کریں۔ آج ہی کے دن ام المومنین بی بی جویریہؓ اس دنیا سے پردہ فرمائیں۔

اُم المومنین جویریہؓ

آج ماہ ربیع الاول کی 30 تاریخ ہے 29 / ربیع الاول 50 ہجری میں ام المومنین جویریہؓ کا وصال ہوا۔

آپ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث کی بیٹی ہیں۔ والدین نے آپ کا نام ''برّہ'' رکھا تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نکاح کے وقت نام کو بدل دیا اور جویریہ رکھا۔ تاریخ اسلام بتاتی ہے کہ قریش کے اشارہ پر بنو مصطلق کے افراد نے سردار حارث کی قیادت میں مدینہ پر حملے کا منصوبہ بنایا۔ اس منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے مقام سے روانہ ہوئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے لشکر کے ساتھ مقابلے کے لئے اپنے مقام سے روانہ ہوئے۔ جب سردار حارث کو اطلاع ملی کہ محمد ﷺ ایک جمعیت کے ساتھ آرہے ہیں تو بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے قبیلے کے لوگوں نے مقابلہ کیا۔ اسلامی فوج نے مرد و خواتین کو گرفتار کیا ان میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ اس جنگ کے بعد جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو آپ حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ آپ قبیلہ کے سردار کی بیٹی تھیں لونڈی بن کر رہنا گوارا نہیں کیا۔ حضرت ثابت سے درخواست کی کہ کچھ روپے لے کر مجھے آزاد کردو۔ حضرت ثابت نے آزادی کے لئے 19 اوقیہ کا مطالبہ کیا۔

حضرت جویریہ کے دل میں اسلام جگہ پا چکا تھا لیکن وہ آزاد ہو کر اسلام کو قبول کرنے کا اعلان کرنا چاہتی تھیں۔ حضور ﷺ سے ملاقات کر کے آزادی کے لئے مدد کی درخواست کرتی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا یہ مناسب نہیں کہ رقم میں ادا کردوں اور تم سے نکاح کرلوں۔ حضرت جویریہ اس پر راضی ہو جاتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ رقم ادا کر کے نکاح کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر ''برّہ'' سے جویریہ نام رکھتے ہیں اور اُم المومنین ہونے کا شرف پاتی ہیں۔ صحابہ کا حضور ﷺ سے جو عشق تھا وہ ملاحظہ فرمائیے۔ جب اطلاع ملتی ہے کہ حضور نے قبیلہ بنی مصطلق سے رشتہ قائم کرلیا ہے تو صحابہ کے پاس اس قبیلہ کی جتنی عورتیں اور مرد تھے ان تمام کو آزاد کر دیتے ہیں۔

آپ کے والد حارث کو جب یہ اطلاع ملتی ہے کہ ان کی دختر گرفتار ہوئی ہے اور لونڈی بنا کر رکھا گیا ہے بہت سارا مال وزر اور اونٹوں کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ سے ملنے کے لئے آتے ہیں تا کہ مال دے کر اپنی صاحبزادی کو آزاد کیا جائے۔ اس سفر کے دوران آپ اپنے دو اونٹ چھپا دیتے ہیں۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مال پیش کرتے ہیں اور صاحبزادی کی رہائی کی درخواست کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے کہا دو اونٹ جو تم چھپائے ہو وہ کہاں ہیں۔ حارث یہ سن کر حیران ہو جاتے ہیں کہ حضور ﷺ کو کس طرح علم ہوا۔ ابھی آپ ایمان نہیں لائے تھے۔ سونچ میں پڑ جاتے ہیں کہ میرے سوا کوئی بھی یہ نہیں جانتا تھا۔ فوراً قدموں کو چومتے ہیں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ اسلام لانے کے بعد آپ سے کہا جاتا ہے کہ صاحبزادی لونڈی نہیں بنائی گئی ہے بلکہ حرم نبوی میں داخل کرلی گئی ہیں۔ یہ سن کر بیحد خوش ہو جاتے ہیں۔ اور تمام مال حضور کو پیش کرتے ہیں۔ اپنی صاحبزادی سے ملاقات کر کے اپنے مقام کو واپس ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ابن سعد کا بیان ہے کہ حارث نے بیٹی کا زر فدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو حضور ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔

حضرت جویریہؓ کثرت سے عبادت کرتی تھیں۔ حضور ﷺ جب بھی گھر تشریف لاتے تو آپ کو عبادت میں مشغول پاتے۔ ملنساری کا جذبہ تھا، ہر ایک سے فراغ دل سے ملاقات کرتی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ کے ساتھ جنگ یرموک میں آپ نے حصہ لیا۔ آپؓ سے چند احادیث بھی منقول ہیں۔ 29 / ربیع الاول 50 ہجری کو اس فانی دنیا سے کوچ فرمائیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 65 سال تھی۔ تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

ماہ ربیع الثانی

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	''فکر'' وأم المومنین بی بی زینب بنت خزیمہؓ	140	16	مسجد کے آداب	158
2	اخلاق	141	17	المھیمن والعزیز و فخر	159
3	اُم المومنین بی بی سلمہؓ	142	18	حضرت نظام الدین اولیاءؒ	160
4	آداب جنازہ	143	19	طہارت	161
5	الرحمٰن الرحیم	144	20	توکل	163
6	آفات وبلا	145	21	توبہ	165
7	امام مالکؒ	146	22	حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ	168
8	آداب حظیرہ	148	23	آداب طعام	169
9	حضرت بندگی میاں ملک الہداد حمیدؓ	149	24	المصور والغفار اور نعمت	170
10	امام احمد حنبلؒ	151	25	حضرت بندگی میاں سید راجو شہیدؒ	172
11	حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ	152	26	حضرت بندگی میاں سید ابوبکرؒ	173
12	حضرت بی بی آمنہؓ (والدہ مہدی موعودؑ)	153	27	رزق حلال	174
13	الملک القدوس، فضیلت	154	28	حرص	174
14	آگ سے بچاؤ	155	29	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	175
15	وقف	157	30	اُم المومنین بی بی میمونہؓ	176

''فکر'' - ''ام المومنین بی بی زینب بنت حزیمہؓ''

آج ربیع الثانی کی 1 تاریخ ہے ایک مختصر سا مضمون ''فکر'' پر سماعت کیجئے۔

اور اسی تاریخ کو ام المومنین حضرت زینب بنت حزیمہؓ کی وفات ہوئی۔

آج ہر بندۂ خدا کسی نہ کسی فکر میں مبتلا ہے۔ اکثر کی فکر مادی آرائشوں کو حاصل کرنا ہے۔ غور وفکر کرنا اچھی بات ہے لیکن فکر کریں تو کس کی کریں؟ ہمیں سب سے پہلے نفس کی اصلاح کی فکر کریں۔ کردار کی بلندی کی فکر کریں۔ کسی نے کہا فکر سے ہی فکر دور ہوتی ہے۔ مسائل حل کرنے کی فکر کریں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رہتا ہے اللہ اس کی فکر کرتا ہے۔ کتنی بڑی رحمت ہے کہ اللہ اپنے بندوں کی فکر کر رہا ہے۔ اس سے ذکر اللہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ ہم مہدوی ہیں ہماری فکر دوسروں سے جدا ہونی چاہئے۔ ہماری فکر ہو کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ کو پائیں اور اس کا دیدار کرسکیں۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ جس نے غور وفکر کی عادت ڈالی اور اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہا وہ سمجھ لے کہ اس پر خدا نے بہت رحم کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ فکر کرنا بھی عبادت ہے۔ اور فکر کرنا عقلمندوں کی دلیل ہے۔ دانشوروں نے کہا ہے جو زیادہ فکر مند ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ صحیح کام کرتا ہے۔

آج کے اس پر آشوب دور میں دشمنانِ اسلام ہماری تہذیب وتمدن کو بگاڑنے کی کوشش میں سرگرم ہیں۔ بالخصوص نوجوان طبقہ میں دینی بیزارگی پیدا کرنا ان کا مقصد ہے۔ اس کے لئے وہ مختلف طریقوں سے نوجوان نسل کو بھٹکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کا مشن یہ ہوتا ہے کہ کسی قوم کو ختم کرنا ہے تو پہلے اس کا لباس ختم کرادو' پھر اس کی زبان۔ اسی پر وہ کام کر رہے ہیں۔ لباس سے اسلامی تہذیب ختم ہوجائے گی۔ مادری زبان ختم ہونے سے اسلامی تعلیم نہیں ملے گی۔ آج والدین کو جو فکر ہے اپنے بچوں کی تربیت کی۔ آج بچوں کا بیشتر وقت اسکول میں' اس کے باہر کھیل کود میں گزر جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد دنیوی پڑھائی۔ اس طرح کا جو ماحول ہو تو بچوں کو اسلامی تعلیم کہاں دستیاب ہوگی۔ والدین پر ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو بچپن سے ہی فکری اور ذہنی طور پر اسلامی تعلیم دیں۔ انہیں اسلام' سیرت حضرت رسولؐ ومہدیؑ' قرآن اور عبادت کے طور طریقے بتاتے ہوئے تربیت دیں۔ بچپن کی تربیت سے زبان اور عقیدہ میں پختگی آتی ہے۔

والدین کے ساتھ قومی ادارے بھی اس بات کی فکر کریں کہ کس طریقے سے قوم کی خدمت کی جاسکتی ہے جو فکر کرتا ہے وہ زندہ ہے۔ جو فکر نہیں کرتا دراصل وہ مردہ ہے۔ زندہ قوموں کی نشانی ہے کہ اُس کے دانشور اس غور وفکر اور جستجو میں رہتے ہیں کہ کس طرح قوم کو فائدہ پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح فکر پر صحیح سمت پر چلائے۔ آمین

اُم المومنین حضرت زینب بنت حزیمہؓ کا تعلق قبیلہ بن صعصہ سے تھا۔ حضرت محمد ﷺ سے جب آپ کا نکاح ہوا اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۰ سال اور حضور اکرم ﷺ کی ۵۶ سال تھی۔ ذوالحجہ ۳ھ میں آپ کا نکاح ہوا۔ اس نکاح کے تین ماہ بعد یعنی یکم ربیع

الثانی کو آپ کا وصال ہوا۔حضرت محمد ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین فرمائی۔حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بعد حضرت زینب کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں رخصت ہوئیں۔

حضرت زینب بنت حزیمہؓ اپنے اخلاق وکردار' سخاوت وریاضت اور اُصول پسند ہونے کی وجہ سے مدینہ منورہ میں مشہور تھیں۔ بالخصوص اللہ کی راہ میں غرباء ومساکین اور یتیموں کا ہمیشہ خیال رکھتی تھیں۔آپ کے گھر سے کوئی سائل خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔اس فیاضی کی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے مشہور تھیں۔مزاج میں سادگی تھی اور تمام تر زندگی نہایت سادگی سے بسر کی۔حضرت محمد ﷺ سے ازدواجی تعلقات قائم ہونے کے بعد صرف تین ماہ آپ کی حیات رہی۔اور سب سے کم عمر پائی۔اس کم مدت میں بھی کردار کے بہترین نمونے پیش کئے۔ اُمہات المومنین کا کردار تمام خواتین کے لئے راہ ہدایت ہوتا ہے۔

اخلاق

آج ماہ ربیع الثانی کی 2 تاریخ ہے۔اخلاق پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا''دین کیا ہے؟ پھر آپ خود جواب میں ارشاد فرمایا اخلاق' اخلاق اور اخلاق۔اس ارشاد سے پتہ چلا کہ دین میں اخلاق کی کتنی اہمیت ہے۔جس میں اخلاق نہ ہو وہ انسان نہیں ہوسکتا۔اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا سب سے بُرا وہ ہے جس کے اخلاق اچھے نہیں۔اخلاق کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا۔تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو جو تم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔انہیں دو جو تمہیں نہیں دیتے۔اور انہیں معاف کردو جو تمہیں ستاتے ہیں۔اخلاق میں ایسی کشش ہوتی ہے کہ اس کے آگے سب ڈھیر ہوجاتے ہیں۔اس لئے ہمیشہ بلند اخلاق اور بلند خیال رکھیں۔جو زندگی کی کامیابی کے ضامن ہوتے ہیں۔اخلاق کے آگے مال ودولت ختم ہوجائے تو غم نہ کریں۔کیونکہ دولت دوبارہ مل سکتی ہے لیکن اخلاق اگر بگڑ جائے تو پورا دیوالیہ ہوجاتا ہے۔گھر کا' خاندان کا' محلّہ کی بدنامی ہوجاتی ہے۔انسان کا زیور اخلاق ہے اسی زیور کو ہمیشہ زیب تن رکھیں۔

انسان کی انسانیت اخلاق میں ہی ہے۔اور انسان اخلاق سے ہی بنتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی خوشنودی' عبادت میں حلاوت اور لوگوں میں ہردلعزیزی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اخلاق ہی ہیں۔تاریخ شاہد ہے کہ کئی افراد کم تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے دوسروں سے بھی آگے نکل گئے۔اخلاق کے حصول کے لئے کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی ہے نہ مال ودولت کی۔اخلاق کی بہترین خوبی یہ ہے کہ وہ جسمانی حسن کی کمی پورا کرتا ہے۔عیب کو چھپاتا ہے۔زندگی میں کام آنے والی چیز اخلاق ہی ہے۔جو بھی حاصل کرنے کی کوشش یا جستجو کرو تو اخلاق کے دائرہ میں کرو۔کیونکہ خوش خلقی ہی سب کچھ ہے۔خوش خلقی بہترین عبادت ہے۔اور اگر کوئی اس سے محروم ہے تو زندگی دشوار ہوجاتی ہے۔لوگوں کو اپنے سے قریب کرنے کے لئے' اپنا بنانے کے لئے خوش خلقی کا سہارا لیں۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو مکارم اخلاق کی تکمیل کیلئے اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔

حضرت غوث اعظم دستگیرؒ نے فرمایا ہے حسن اخلاق نصف ایمان ہے۔ یہ ایمان ہر ایک میں ہونا چاہئے۔ یہ سب سے کارآمد چیز ہے کیونکہ انسان اخلاق ہی سے بنتا ہے اور عمدہ سیرت سب سے بڑی سفارش ہے۔ علم بھی ایک عظیم نعمت ہے اس علم کا ثمر حسن اخلاق میں ہی ہے۔ الغرض حضور نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو ہمیشہ ذہن نشین رکھنا چاہئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اچھا وہی ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔ اچھے اخلاق اس دور میں بھی تبلیغ دین کا کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر مسلمان میں یہ کیفیت پیدا ہو۔ آمین

اُم المومنین بی بی سلمہؓ

آج ماہ ربیع الاول کی 3 تاریخ ہے آج ہی کے دن ام المومنین اُم سلمہؓ اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

آپ کا نام ہند اور کنیت سلمہ تھی اور اُم سلمہ سے مشہور ہیں۔ شوہر کے ساتھ اسلام قبول کرتی ہیں۔ آپ پہلے عبداللہ بن عبدالاسد کے نکاح میں آئیں۔ شوہر کے ساتھ مکہ سے حبشہ ہجرت فرمائی۔ حبشہ سے واپس مکہ آئیں اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ آپ پہلی خاتون تھیں جو ہجرت کر کے مدینہ آئی تھیں۔ آپ کے شوہر عبداللہ بہترین شہسوار تھے جنگ بدر اور اُحد میں شریک رہے۔ اُحد میں کافی زخمی ہوگئے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی آپ کا وصال ہوگیا۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نہایت اہتمام سے آپ کی نماز جنازہ 9 تکبیرات سے ادا کیں۔ بعد نماز صحابہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ سہو تو نہیں ہوا' آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہزار تکبیر کے مستحق تھے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے بعد عدت کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد پیام بھیجتے ہیں۔ اُم سلمہ اپنے حالات کو پیش کرتی ہیں۔ آپ اس کو قبول کر کے نکاح کرتے ہیں۔ علمائے دین اور مورخین اسلام نے حضرت بی بی عائشہؓ کے بعد آپ کے فضل وکرم کو درجہ دیا ہے۔ نہایت نیک' ملنسار اور دلی ہمدردی رکھنے والی خاتون تھیں صلح نامہ حدیبیہ کے طئے پانے کے بعد جب حضرت محمد ﷺ نے اپنے اصحاب سے سر منڈوانے یعنی حلق کرنے اور قربانی دینے کا حکم دیا۔ صحابہ عمرہ ادا نہ ہونے سے نہایت رنجیدہ اور مغموم تھے۔ اُم المومنین اُم سلمہؓ کہتی ہیں آپ ﷺ اپنا حلق کریں۔ آپ کے اس عمل کو دیکھ کر سب تعمیل کر دیں گے۔ جب حضرت محمد ﷺ نے اپنا حلق کروایا تو تمام صحابہ فوراً اپنا اپنا سر منڈوانے لگے۔ آپ کے پاس ہی حضرت محمد ﷺ کے کچھ موئے مبارک چاندی کی ڈبیہ میں محفوظ تھے۔ صحابہ میں سے کسی کو تکلیف پہنچتی تو وہ ایک پیالہ پانی سے بھر کر ان کے پاس لاتے وہ موئے مبارک نکال کر پانی میں حرکت دے دیتیں۔ اس پانی کے پینے کی برکت سے تکلیف دور ہوجاتی۔ واقعہ کربلا کے وقت آپ بقید حیات تھیں۔ تمام ازواج مطہرات کے آخر میں وفات پائیں۔ وصال کے وقت آپ کی عمر 84 سال تھی۔ حضرت ابوہریرہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ تمام اُمہات المومنین میں آپ نے سب سے طویل عمر پائی۔ آپ سے 378 احادیث مروی ہیں۔ قرآن پاک کی قراءت نہایت عمدہ طریقے سے کرتی تھیں اور یہ قراءت حضور اکرم ﷺ کی قراءت سے مشابہت رکھتی تھی۔

آداب جنازہ

آج ماہ ربیع الثانی کی 4 تاریخ ہے' آداب جنازہ پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

اسلام ایک واحد مذہب ہے جو ہر قدم پر' ہر موقعہ پر چاہے وہ خوشی کا ہو یا غم' ادب واحترام کی تعلیم دیتا ہے۔ مسلمانوں کے جنازہ میں شریک ہونا اور کندھا دینا کار ثواب ہے۔ جنازے کو کندھا دینے سے ایک تو انسان کی موت یاد آتی ہے اور خوف الٰہی طاری ہوتا ہے جس سے دل دنیا سے موڑ کر یاد الٰہی کی طرف مائل ہوتا ہے' عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے کہ مرنے والے کے گھر جائیں اُن کے دکھ میں شامل ہوں۔ صبر کی تعلیم دیں۔ جنازہ اٹھا کر حظیرہ کی طرف جانے لگیں تو اس میں شامل رہیں۔ کوئی مصروفیات نہ ہو تو دفن میں شریک ہو کر مغفرت کی دعا کریں۔ جنازہ جا رہا ہے اگر بیٹھے ہوئے ہیں تو کھڑے ہو جائیں۔ جنازہ میں شریک ہوں تو کوئی دنیوی باتیں نہ کریں بلکہ اللہ کا ذکر اور مرحوم کی مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔ مرحوم کے نیک اخلاق و کردار' ان کی عبادت و ریاضت کا ذکر کریں۔ جنازہ کے ساتھ چالیس قدم پورے کریں کیونکہ چالیس قدم پورے کرنا حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے جنازے کے آگے چلنے کو پسند نہیں فرمایا۔ لیکن وہ جنازے جن میں لوگ زیادہ ہوں اور لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے رک جاتے ہیں تو اس صورت میں آگے سے لوگوں کو ہٹانے اور انتظام کرانے کی غرض سے اگر چند حضرات کو جنازے کے آگے آگے جانا پڑے تو وہ جائز ہوگا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے جنازہ کو جلدی تیار کر کے اسے دفن کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کو جلد دفن کرو اگر وہ نیک ہے تم اس کی بھلائی کی جلدی پہنچا رہے ہو اور اگر اس کے علاوہ ہے یعنی بُرا ہے تو اس بوجھ کو جلد اپنے کندھوں سے اُتار رہے ہو۔ (مسلم)

تدفین میں شریک ہونے پر بہت بڑا اجر حاصل ہوتا ہے۔ ایک دور تھا حیدرآباد میں مہدوی کی جنازہ اور شادی کی براءت میں جم غفیر کو دیکھ کر لوگ حیران ہو جاتے تھے۔ دنیوی مصروفیت کی وجہ سے اس میں کچھ کمی ہو رہی ہے لیکن پھر بھی کافی لوگ شریک ہوتے ہیں۔ جنازے میں حصول ثواب کی غرض سے شامل ہونے کا اجر بہت زیادہ ہے لیکن نیت میں اخلاص اور رضائے الٰہی مدنظر ہو۔ صرف حاضری کی نیت سے یا دکھاوا' ورثاء کی خوشامد مقصود نہ ہو۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمان کے جنازہ کے ساتھ حالت ایمان میں حصول ثواب کے لئے جاتا ہے اور نماز جنازہ کے بعد دفن تک ساتھ رہتا ہے تو وہ دو قیراط لے کر واپس ہوتا ہے۔ اور ہر قیراط کا اجر کوہ احد کے برابر ہے۔ جو شخص نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے واپس آ جاتا ہے تو وہ ایک قیراط لے کر واپس ہوتا ہے۔ (بخاری شریف)

میت رکھنے سے پہلے بیٹھنے کی ممانعت احادیث میں آئی ہے۔ حضرت ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم جنازہ کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے وہ اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ اس کو (قبر میں) نہ رکھ دیا جائے۔ اس حدیث سے علم ہوا کہ صحت مند حضرات کے لئے بیٹھنا درست نہیں البتہ جسمانی نقاہت یا کمزوری کے باعث بیٹھنا چاہیں تو بیٹھ جائیں مگر کسی قبر پر نہ بیٹھیں۔ دفن ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ الغرض ایک مسلم کی طرح مسلمان کے جنازہ میں ہم شریک ہوں۔

الرحمٰن الرحیم

آج ماہ ربیع الثانی کی 5 تاریخ ہے۔

اسمائے الٰہی الرحمٰن الرحیم کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

الرحمٰن کے معنی بہت زیادہ رحم کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت پوری کائنات میں پائی جاتی ہے۔ یہ رحمت مومن اور کافر دونوں کے لئے عام ہے۔ آخرت میں فرمانبردار بندوں پر ایک رحمت خاص ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی اسم یا صفت کا انکار ہلاکت وتباہی کا سبب ہے۔ ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے رحم کے طلبگار رہیں۔ حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں تم زمین والوں پر رحم کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے گا۔ ہم عابد ہوں یا پرہیزگار ہمیشہ اللہ کی رحمت کے محتاج ہیں۔ تسکین قلب اللہ کے رحم کرنے پر ہی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لئے خلوص دل سے اللہ کی عبادت بجالائیں۔ جس پر اللہ تعالیٰ رحم کردیا وہ خوش نصیب بندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ رحم ہے کہ وہ گناہگاروں، شرک کرنے والوں پر بھی رحم کرتا ہے۔ یہ صفت زمین پر عام دیکھتی ہے۔ اللہ کی رحمٰن کی صفت کائنات پر سے اُٹھ جائے گی تو قیامت آجائے گی کائنات کی ہلچل اُس کی رحمت پر ہی ہے۔ ہم اس سے رحمت پانے کی دعا کریں۔ جس کو اُن کی رحمت مل گئی سمجھئے اس کی دنیا چیز ہوگی۔ قرآن پاک میں جملہ 114 سورتیں ہیں ان میں سے 113 سورتوں کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ یہ سورہ نمل کی 30 ویں آیت بھی ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دوصفتوں کا ذکر ہوا ہے ایک الرحمٰن دوسرا الرحیم جب ۱۱۳ سورتوں کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہورہا ہے تو اس میں کتنی نہ خصوصیات ہوں گی۔ ہم اس کا اندازہ نہیں لگاسکتے۔ کائنات کا خالق، مالک، رازق اور مدبر صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہ طاقت والا، کارساز، حکمت والا، بخشنے والا، باریک بین، امن دینے والا ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں اس کی بندگی بجالانا ہی ہمارا مقصد ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس مقصد کی تکمیل آخری دم تک کرائے۔ آمین۔

الــرحیم: الرحیم کے معنی بہت بڑا مہربان ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جو مہربان بھی ہو اور رحم کرنے والا ہو۔ یہ وہ ذات ہے جو ہمیشہ رحم کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ اللہ ہی ہے جو بندوں کے عمل پر اجر عطا کرتا ہے اور اپنی مہربانی سے رحم سے درجات بلند کرتا ہے اللہ کے سوا کوئی ذات نہیں جو بندوں کے درجات بلند کرے۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اپنی حکمت اور علم کی بناء پر ہر کسی پر رحم فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کو چند لمحے کے لئے روک لے تو دنیا کا وجود ختم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات، جود وکرم اس کی رحمتیں زمین والوں پر ہے۔ آنکھیں اس کی مہربانیوں اور رحمت کا احاطہ نہیں کرسکتیں۔ اللہ الرحیم سے ہماری نظریں بھی اس پر رکھیں، اُس سے مانگیں، وہی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ ہم اسی اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ہمیشہ اس کے فرمانبردار بندے بن کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی

سے ڈرتے رہیں۔ اگر خدا تعالیٰ بندوں کی نافرمانیوں کی سزا میں پکڑتا تو روئے زمین پر کسی ایک آدمی کو باقی نہ چھوڑتا۔ اللہ تعالیٰ بے حد مہربان اور بڑا رحیم ہے وہ بندوں کی لغزشوں کو معاف کرتے آرہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے جو راہ دکھاتی ہے' رہنمائی کرتی ہے' عزت دینے والا ہے' وہی ذات ہماری نگہبان بھی ہے۔ اور رزق دینے والی ہے۔ اس اعلیٰ وارفع ذات نے ہمیں پیدا کیا عبادت کے لئے۔ ہمارا فریضہ ہے کہ ہر حال میں اس کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اس سے دعائیں مانگیں وہ بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں کہ اے باری تعالیٰ ہم پر رحم و کرم فرما۔ آمین

آفت و بلا

آج ماہ ربیع الثانی کی 6 تاریخ ہے'' آفت و بلا کے عنوان پر مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

زندگی میں خوشی' غمی' مصیبتیں' مشکلیں اور آفتیں و بلائیں آتی رہتی ہیں۔ یہ خدائے تعالیٰ کی آزمائشیں ہوتی ہے۔ کون بندہ ان حالتوں کے درمیان صبر و شکر کا مظاہرہ کرتا ہے۔ شکوہ شکایت نہیں کرتا۔ دنیا ہی دراصل تمام تر آفات اور مصائب کا مجموعہ ہے۔ اگر کوئی آفت و مصیبت آتی ہے تو وہ دراصل بندے ہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جب زمین پر گناہ بڑھ جاتے ہیں تو آفتیں اور مصائب کسی بھی وقت آسکتے ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ زمانے کے پل پل کے اندر آفاتیں پوشیدہ ہیں۔ جب بندہ نفس کی خواہشوں کو پر کرنے کے لئے گناہ کر جاتا ہے تو یہ آفتیں زمین و آسمان سے اُبل پڑتی ہیں۔ ایسے وقت بُرے لوگ بھی اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں۔ یہ آفتیں بیدار کرتی ہیں بدی کے راستے کو چھوڑ کر نیکی کے راستے پر آ چلو۔

نفس کی آفت بڑی خطرناک ہوتی ہے وہ بندگی سے نکال کر شیطان بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ وہی ہوتا ہے جو نفس کی آفت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے۔ آفت و فقر میں جو ثابت قدم رہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے حضرت محمد ﷺ سے سچی محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ اللہ سے راضی رہتے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہوتا ہے۔

آفت زبان و آنکھ بھی پیدا کرتی ہے جس نے زبان اور آنکھ کی حفاظت کرلیا اس کا دل بھی محفوظ ہو گیا۔ وہاں کوئی آفت' مصیبت ڈیرہ نہیں ڈال سکتی۔ جس کی زبان میں نکتہ چینی ہے وہ اپنے ہاتھوں آفت لے آتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ آنکھ دل کا دروازہ ہے قلب میں تمام آفتیں اسی راستے سے آتی ہیں۔ لہٰذا زبان اور آنکھ کا صحیح استعمال قلب کو سکون اور اطمینان میسر کرتا ہے۔ آفتیں اور مصیبتیں پیدا ہونے کا امکان نہیں رہتا لہٰذا ان دونوں کی حفاظت کریں۔ نیکی پانے کی راہ پر انہیں استعمال کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس دنیا کی ہر آفت و بلا سے بچائے۔ ہمیں راحت و سکون عطا کرے تاکہ یکسوئی کے ساتھ عبادت کرسکیں۔ آمین

بلا : بلا یعنی مصیبت زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔ امیر ہو کہ غریب ہر ایک کی زندگی میں بلائیں آتی ہیں۔ بلائیں یعنی مصیبتیں کئی

اقسام کی ہوتی ہیں جو انسان کو صراط مستقیم سے ہٹا کر گناہوں کی راہ پر لا کھڑا کر دیتی ہیں۔ یہ بلائیں ہیں افلاس' آفت' بخل' بدکلامی' تنگ دستی' تکبر' بے انصافی' ذلت اور رسوائی' ریاکاری' غرور' فریب' لالچ اور فضول خرچی۔ ان کے علاوہ ایک اور بلا ہے وہ ہے خدا کو بھول جانا۔ بلائیں دراصل اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہوتی ہے۔ جب بھی ان سے سامنا پڑے تو صبر وتحمل سے اسکو برداشت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور شکوہ شکایت کا دفتر نہ کھول دیں بلکہ اس کے حضور میں عاجزی وانکساری کے ساتھ دعا کریں اے باری تعالیٰ ہمیں ان بلاؤں سے چھٹکارا دلائے' نجات دلائے' اللہ تعالیٰ ہی اختیار رکھتا ہے بلاؤں کو ٹالنے کا۔ کسی میں بھی اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ ان کو دور کر سکے۔

حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں بلا کے وقت شکایت نہ کرو سب سے بزرگ ہو جاؤ گے۔ اگر ہم اللہ سے شکایت نہیں کر کے صبر کریں تو بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ دراصل یہ خدا تعالیٰ کا انعام ہے۔ حضرت محمد ﷺ اُمت کو تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں تم خدا کو فراغت وعیش میں یاد رکھو وہ تمہیں بلا میں یاد رکھے گا۔ یعنی بلائیں جلد رفع دفع کر دے گا۔ حضرت سیدنا حسینؓ فرماتے ہیں کہ بہادر وہ ہے جو بلا کے وقت صبر وتحمل سے کام لے۔

دنیا اپنے دامن میں آسائشیں' چکا چوند روشنی' پریشانیاں' مصیبتیں' آسانیاں رکھتی ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں دنیا بلاؤں کا گھر ہے۔ بلا اکثر زبان کے باعث آتی ہے۔ الفاظ سوچ سمجھ کر زبان سے نکالیں۔ مخاطب سے اچھے الفاظ سے مخاطب کرنا نیکی ہے۔ موت کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔ دنیا کی بلاؤں اور مصائب کو آسان خیال کریں۔ نزول بلا ہلاکت کے لئے نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک امتحان ہے کون بندہ شاکر وصابر ہے۔ شہرت بھی ایک بلا ہے اس سے بچنے کی کوشش کرنا کیونکہ یہ غرور وتکبر پیدا کرتی ہے۔ ہمارا دوست وہی ہوتا ہے جو بلا' مصیبت کے وقت ساتھ دیتا ہے۔

بلا یا مصیبت ایک امتحان ہے اس امتحان سے وہی کامیابی پاتے ہیں جو صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صابر وشاکر بنا کر دنیوی بلاؤں سے بچائے۔ آمین

امام مالکؒ

آج ماہ ربیع الثانی کی 7 تاریخ ہے آج ہی کے دن امام مالکؒ اس فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔

مشہور علماء اور محدثین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ زندگی تمام درس وحدیث میں بسر کی۔ بچپن سے آپ کو علم کا شوق تھا۔ جیسے جیسے عمر بڑھی یہ شوق بھی بڑھتا جاتا تھا۔ طالب علمی کے زمانے سے ہی درس حدیث میں پابندی سے شریک ہوتے۔ انہاک اور توجہ سے درس لیا کرتے تھے۔ جو کچھ سبق حاصل کرتے اس کو لفظ بہ لفظ حفظ کیا کرتے۔ علم کے شوق کا یہ عالم تھا کہ سبق لینے کے بعد مسجد نبوی سے اٹھ کر درختوں کے سایہ میں چلے جاتے اور ساری دنیا سے بے خبر ہو کر اس وقت تک پڑھتے جب تک کاغذ پر لکھا ہوا ہر ایک حرف آپ کو یاد نہ ہو جاتا۔ آپ سب سے پہلے حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن کی شاگردی میں آئے۔ اس کے بعد ابن ہرمزؒ سے درس لئے۔ ابن ہرمزؒ کے گزر جانے کے بعد حضرت نافعؒ کی

صحبت اختیار کی۔

درس حدیث کی تکمیل کے بعد آپ طالب علموں کو درس دیا کرتے تھے۔ درس حدیث میں ادب واحترام کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ ایک دن دوران درس آپ کے چہرہ کا رنگ تغیر ہورہا تھا۔ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی چبھن' تکلیف آپ کو ہورہی ہے۔لیکن اس کیفیت میں بھی درس کو بند نہیں کیا۔ جب درس ختم ہوا تو اپنی جگہ سے اُٹھے تو دیکھا کہ ایک بچھو ہے جو آپ کو بار بار ڈنک ماررہا تھا۔جس کی وجہ سے آپ کے چہرے کا رنگ تغیر ہورہا تھا۔لیکن آپ نے صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے حدیث کی تعظیم کی۔

امام مالک کے دل میں محبت وعظمت رسول اللہ ﷺ کا بھرپور جذبہ تھا۔شہر مدینہ سے بھی بے انتہا محبت تھی۔اس شہر کا بھی بے انتہا احترام کرتے تھے۔آپ کے پاس ایک سے اعلیٰ ایک نسل کے گھوڑے تھے لیکن کبھی بھی مدینہ کی گلیوں میں سوار ہوکر نہ نکلے۔لوگوں کے پوچھنے پر کہا کرتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ جو سرزمین پر قدم محمد ﷺ سے مشرف ہوئی ہو اس کو میں جانوروں کے سموں سے روندوں۔شہر مدینہ کی محبت کی وجہ سے سوائے حج کے سفر کے کبھی مدینہ سے باہر نہ نکلے۔آپ کو بغداد میں رہنے کے لئے خلیفہ منصور نے درخواست کی' مہدی نے بھی تین ہزار دینار بھیجے بغداد آنے کے لئے۔آپ نے جواب میں فرمایا دینار جوں کی توں ہے جی چاہے تو لے جاؤ مگر مالک سے مدینہ نہیں چھوٹ سکتا۔آپ کو دیار رسول اللہ ﷺ سے اس قدر محبت تھی کہ یہ محبت عشق رسولؐ میں بدل گئی وہ بھی عشق رسول اللہ ﷺ کی انتہا ہے۔

اس عاشق رسول اللہ ﷺ پر بھی ظلم وستم کیا گیا۔ایک مرتبہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کی کہ امام مالک آپ کی خلافت کے مخالف ہیں۔ یہ کم فہم بغیر چھان بین اور دریافت کئے آپ کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔خلیفہ منصور جب مدینہ آیا تو اس نے جعفر کی اس حرکت کا انتقام لینا چاہا لیکن آپ نے روک دیا اور کہا کہ میں نے تو آنحضرت ﷺ کی قربت کی خاطر معاف کردیا ہوں۔ یہ آپ کی سادگی تھی یہ عفو درگزر تھا' زندگی تمام آپ نے ایثار وقربانی سے کام لیا۔جس کی وجہ سے آپ کی شہرت میں دن بہ دن اضافہ ہورہا تھا۔

حضرت امام مالک بن انسؓ 93ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد حضرت انسؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ حضرت محمد ﷺ کے مشہور خادم ہیں۔

آپ کے حالات تنگدستی میں گزرے کسی سی قرض مانگنا تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ایک مرتبہ ایک کتاب کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کتاب خریدنے کے لئے پیسے نہیں تھے۔آپ نے مکان کی کھڑکیاں نکال کر فروخت کیں اور کتاب خریدیں۔اس سے امام مالکؒ کے علم کا شوق ظاہر ہوتا ہے۔کتب احادیث میں آپ کی کتاب ''موطا'' کافی مشہور ومعروف ہے۔

آپ نے غربت اور افلاس سے بھی جنگ کی' امیر وقت سے بھی جنگ کی۔اپنے رشتہ دار کے ساتھ تجارت شروع کی۔اللہ سے یہ دعا مانگی کہ مجھے اتنا منافع چاہئے کہ جس سے میری زندگی گزر جائے۔اتنی روٹی چاہتا ہوں جو زندہ رکھ سکے اور مجھے اتنا کپڑا چاہئے جس سے اپنا بدن چھپا سکوں۔

روح پرواز ہونے سے قبل آپ اللہ تعالیٰ کا اس طرح شکر ادا کررہے تھے۔اے جہانوں کے پالنے والے تیرا احسان عظیم ہے کہ تو نے اپنے گناہ گار بندے مالک بن انسؓ کو خاک مدینہ سے اٹھایا اور خاک مدینہ میں ملا دیا۔

آدابِ حظیرہ

آج ماہ ربیع الثانی کی 8 تاریخ ہے آداب حظیرہ پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اس کرہ ارض پر مساجد کی طرح حظیرہ بھی ادب واحترام کے مقامات ہیں۔ان کا تحفظ ونگرانی ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔اسلام نے ان مقامات میں داخل ہونے کا طریقہ بتلایا ہے۔یہاں عجز وانکساری سے داخل ہونا چاہئے۔دل میں خوف الٰہی کے ساتھ اس بات کو تازہ کرنا چاہئے کہ اے بندے ایک دن تو بھی ان کے ساتھ آ کر مل جائے گا۔حظیرے میں جانے سے موت یاد آتی ہے۔یہ مقام نشان عبرت بھی ہے۔اس لئے اس کی حفاظت کرنا اور اس میں آنے جانے کے لئے اسلامی آداب کو ملحوظ رکھنا ہر ایک کا ایک بنیادی فریضہ ہے۔

حظیرہ میں پہلے دائیں پیر داخل کر کے اہل قبور کو سلام کریں۔اس لئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق آپ باب الداخلہ کے وقت اہل قبور کو سلام کہے ہیں۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ کے قبرستان میں تشریف لے گئے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔''اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے تم ہم پر سبقت کر گئے ہم بعد میں آنے والوں میں سے ہیں۔حظیرہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے صاحبِ حظیرہ کے قبور کی زیارت کریں اس کے بعد اپنے عزیز واقارب' دوست وغیرہ کے قبور کی زیارت کر کے ان کی مغفرت اور درجات بلند ہونے کی دعا کریں۔والدین کی قبروں پر جا کر ان کے لئے دعائے استغفار کرنا ان کے ایصال ثواب کرنا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے۔اولاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک بار ضرور اپنے والد اور والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے جائے۔اور ان کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔حضرت محمد بن نعمانؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن والدین کی یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے تو ان کی مغفرت کردی جاتی ہے۔اور ان کا نام نیکوکاروں میں لکھا جاتا ہے۔طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ خدا سے جنت میں ایک نیک بندے کا مرتبہ بلند فرماتا ہے تو بندہ پوچھتا ہے پروردگار مجھے یہ مرتبہ کہاں سے ملا خدا فرماتا ہے تیرے لڑکے کی وجہ سے کہ وہ تیرے لئے استغفار کرتا رہا۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کو تعلیم دیتے کہ جب قبروں پر جاؤ تو یہ دعا پڑھو''ان گھروں میں بسنے والے مومنو اور مسلمانو تم پر سلامتی ہو۔ہم انشاء اللہ تم سے ملیں گے' خدا ہمارے اور تمہارے آگے جانے والوں اور پیچھے جانے والوں پر رحم فرمائے۔ہم اپنے اور تمہارے لئے خدا سے عافیت مانگتے ہیں۔اے ہمارے پروردگار ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ رکھ اور ان کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈال۔

زیارت قبور کے لئے حظیرہ میں ادب کے ساتھ داخل ہوں۔جس قبر پر جانا چاہیں تو راستے کے ذریعہ جائیں تا کہ قبروں پر سے گزرنے سے پرہیز کریں۔مطلوبہ قبر پر پہنچنے کے بعد قبر کے درمیان کھڑے ہو کر چہرے کی طرف رخ کر کے سلام کہیں اور فاتحہ پڑھیں۔اس کے بعد اس کا ثواب صاحب قبر کی روح کو بخشیں۔قبر کی عزت اور ادب کو اس طرح ملحوظ رکھیں جس طرح ان کی زندگی میں رکھتے تھے۔بزرگوں نے کہا ہے کہ میت کے سرہانے کی طرف سے نہ آئیں کیونکہ میت کو گردن پھیر کر دیکھنا پڑے گا کہ کون آیا ہے۔

حظیرہ کے آداب ہیں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) دنیوی باتوں سے پرہیز کریں۔

(۲) ہنسی یا مذاق والی بات نہ کریں۔

(۳) تحقیر آمیز فعل نہ کریں۔

(۴) لڑائی جھگڑا نہ کریں۔

(۵) رہائش اختیار نہ کریں۔

(۶) چراگاہ نہ بنائیں۔

(۷) زمین کو ذاتی استعمال میں نہ لائیں۔

(۸) قبر کی طرف منہ کر کے نماز نہ پڑھیں۔

(۹) قبر پر نہ بیٹھیں۔

(۱۰) قبروں کے پاس سونا اور اس کے ساتھ ٹیک لگانا آداب کے خلاف ہے۔

(۱۱) مردہ خور جانوروں اور کتوں سے محفوظ رکھیں۔

الغرض حظیرہ میں ادب کو ملحوظ خاطر رکھنا انجام بخیر کی دلیل ہے۔

حضرت بندگی میاں ملک الہداد حمیدؓ

آج ماہ ربیع الثانی کی 9 تاریخ ہے آج ہی کی تاریخ کو حضرت بندگی میاں الہداد حمیدؓ کی رحلت ہوئی۔

تاریخ کے صفحات شاہد ہیں کہ حضرت سید محمد جونپوری کو نہ صرف عام افراد نے بلکہ اُمراء اور علمائے دین نے بھی خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ مانا ہے اور تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں۔ اس میں ایک حضرت میاں الہداد حمیدؓ کی ہے جو نہ صرف اعلیٰ درجے کے عالم، علوم ظاہری و باطنی سے مکمل واقف تھے بلکہ مشہور و معروف صاحب دیوان شاعر تھے۔ بادشاہ مانڈو سلطان غیاث الدین خلجی کے خاص امراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ بادشاہ کے بے حد قریب ہونے کی وجہ سے اپنے زمانے کے مشہور شخصیتوں میں شمار ہوتا تھا۔

حضرت مہدی موعودؑ چاپانیر سے ہجرت فرماتے ہوئے مانڈو تشریف لاتے ہیں۔ مانڈو میں آپ کے بے شمار مجالس منعقد ہوتے تھے قرآنی رموز و واقعات سے متلاشیان حق و صداقت کی پیاس بجھائی جاتی تھی۔ حضرت میاں الہداد حمیدؓ نے بھی ان مجالس میں پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ خود بڑے عالم دین تھے لیکن حضرت مہدی موعودؑ سے قرآن کا بیان سن کر بہت محضوظ ہوتے تھے۔ ایک روز آپ تصدیق سے مشرف ہو کر ترک دنیا کر کے مہدی موعودؑ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ مانڈو سے ہجرت فرمائی اور آخری وقت

تک آپ کے ساتھ رہتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کے خاص اصحاب میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے گروہ فقراء پر نوبت فرض فرمائی ہے۔ جہاں 3 فقیر ہیں وہاں نوبت فرض ہے۔آج اس عمل کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں ہے۔کتنی افسوسناک بات ہے جب یہ عمل نہ ہوتو کہاں باطن کا علم حاصل ہو سکے گا؟ فقراء پر ایک پہر کی نوبت یعنی 3 گھنٹے کی نوبت فرض ہے۔حضرت مہدی موعود نے اصحاب کونوبت کے لئے بیدار کرنے کی ذمہ داری میاں الہداد حمیدؓ کے سپرد کی تھی۔نماز عشاء سے فجر تک 3 جماعتیں فقراء کی ہوتی تھیں۔جس جماعت کی باری آتی آپ اُن کا نام پکارتے تھے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ساری رات اس ذمہ داری کے کام میں مصروف رہا کرتے تھے۔ایک دن آپ کوکلمات تسبیح کا الہام ہوا یعنی لا الـه الا الله . محمد رسول الله ، الله الهنا . محـمـد نبينا ، القرآن والمهدى امامنا . آمنا و صدقنا. آپ نے اس کیفیت کو حضرت مہدی موعودؑ کے حضور پیش کیا۔حضرت نے اس کو پسند فرمایا اور انہی کلمات سے زائرین کو بیدار کرنے کا حکم دیا۔آج دائروں سے نوبت ختم ہوگئی ہے مگر یہ کلمات ادا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کے برخلاف یہی کلمات ہر مہدوی دائرہ/ مساجد میں نماز عشاء یا بہرہ عام کے موقع پر بآ وازِ بلند ادا کرتے ہیں۔انشاءاللہ تعالیٰ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت میاں الہداد حمیدؓ کو دائرہ کے اصحاب کی خدمت کا بھی بہت شوق تھا۔یہی وجہ تھی کہ جو بھی کام ہوتا آپ اس کو بخوشی قبول کر کے انجام دیتے تھے۔اس عشق ومحبت میں ایک مرتبہ آپ نے اپنا تمام مال حضور مہدی موعودؑ میں پیش کیا۔آپؑ نے امامتاً رکھنے کا حکم دیا اور بعد میں تمام مال کو دائرہ میں تقسیم کیا جس سے آپ کو روحانی خوشی ومسرت حاصل ہوئی۔

حضرت میاں الہداد حمیدؓ عالم دین تھے لیکن صحبت حضرت مہدی موعودؑ کے طفیل میں ظاہری علم کے ساتھ باطنی علم بھی پاتے ہیں۔ جہاں آپ ایک اچھے اڈمنسٹریٹر تھے وہیں صاحب قلم بھی تھے۔آپ نے لسانی کے ساتھ قلمی خدمات بھی انجام دی ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کی شان میں آپ کا کلام دنیائے شاعری میں بہترین اضافہ ہے۔آپ نے ثبوت مہدیؑ اور بار امانت کے عنوان کے تحت رسالے لکھے ہیں جو قاری کے عقیدہ وایمان کو استحکام ادا کرتے ہیں۔مہدیؑ کی شان میں دیوان غیر منقوط اور ایک مرثیہ لکھا ہے جو مشہور ومعروف ہے۔اس مرثیہ کو آپ حضرت امام مہدی موعودؑ کے دہم کے دن مرقد مبارکہ پر صحابہ کرام کے روبرو پیش کیا جو خاتم الولایت محمدیہ کی تعریف وتوصیف کے ساتھ دل سوز تھا۔شواہدالولایت کے صفحہ نمبر 323 تا 328 پر آپ کا کچھ کلام شائع ہوا ہے۔

آپ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے ساتھ فرہ سے روانہ ہوئے اور بھیلوٹ میں آپ کی صحبت میں رہے۔تبلیغ کے پیش نظر حضرت ثانی مہدیؓ نے آپ کو علیحدہ دائرہ قائم کرنے کا حکم دیا۔اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے علیحدہ دائرہ قائم کیا۔آپ نے یہ دائرہ کس مقام پر قائم کیا، آپ کی وفات کہاں ہوئی، آپ کی مزار پاک کہاں ہے تاریخ مہدویہ میں کہیں بھی اس کا تذکرہ پڑھنے کو نہیں ملتا ہے۔تاریخ کا یہ کتنا بڑا المیہ ہے۔لوگ ہزار سال قبل کے حالات وواقعات کی تحقیق کر کے منظر عام پر لا رہے ہیں۔ہم اپنی 500 سالہ تاریخ کو بھی محفوظ نہیں کر سکے۔کتنی افسوس کی بات ہے اس پر بھی ہمیں ناز ہے ہم مہدوی ہیں ہم نے بہت کیا ہے ؟

حضرت امام احمد حنبلؒ

آج ماہ ربیع الثانی کی 10 تاریخ ہے آج ہی کے دن مشہور عالم دین، فقیہ حضرت امام احمد حنبلؒ کی وفات ہوئی۔

امام احمد حنبل ربیع الاول 164ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے ہیں۔آپ کے والد کا نام محمد بن حنبل تھا۔آپ کمسن ہی تھے کہ والد کا انتقال ہوجاتا ہے۔ماں کے سایہ پرورش پاتے ہیں آپ کی والدہ محترمہ نہایت ہی متقی و پرہیزگار خاتون تھیں۔بچپن سے ہی آپ کو تحصیل علم کا شوق تھا۔15 سال کی عمر میں اُس دور کے نامور علمائے دین سے علم حاصل کرتے ہیں۔یہ سلسلہ 186ھ تک چلتا ہے۔آپ علم حدیث کو اختیار کرتے ہیں۔صرف روایت کے علم پر اکتفا نہیں کرتے ہیں بلکہ تفقه في الدين کو پیش نظر رکھتے ہیں۔آپ کی مالی حالت اس موقوف میں نہیں تھی کہ باضابطہ علم حاصل کرسکے۔علم کے حصول کے لئے کافی محنت ومشقت فرماتے ہیں۔حمالی کرکے اُجرت حاصل کرتے ہیں۔اُجرت پر کتابت بھی کرتے تھے اور کپڑا بن کر فروخت بھی کرتے تھے۔زمانے طالب علمی میں حضرت امام شافعی سے ملاقات ہوتی ہے۔اُن کے علم وفضل سے متاثر ہوکر شاگردی کا شرف پاتے ہیں۔40 سال تک آپ حصول علم میں مشغول رہتے ہیں۔کئی ایک سفر بھی کرتے ہیں اس کے بعد درس کا آغاز کرتے ہیں۔آپ کو دس لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

آپ کے درس میں وقت واحد میں 5 ہزار افراد شریک ہوتے تھے۔درس کے دو حصہ تھے ایک وقت درس خاص کا تھا جس میں خاص شاگردوں اور بیٹوں کو اپنے گھر میں درس دیتے تھے۔عام درس مسجد میں ہوتا تھا اس میں طالب علم اور عام لوگ شریک ہوا کرتے تھے۔علم کے تعلق سے ایک مرتبہ دوران درس فرمایا میں علم حاصل کرتا رہونگا یہاں تک کہ قبر میں پہنچ جاؤنگا۔طالب علموں کے لئے آپ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

حضرت امام احمد حنبل شریعت پر سختی سے عمل کرتے تھے۔افہام وتفہیم کا انداز بھی بہت دلنشین ہوتا تھا۔لوگ بڑے شوق سے درس میں شریک ہوتے اور معلومات کے لئے سوالات بھی کرتے تھے۔جس کا آپ قرآن اور احادیث کی روشنی میں جواب دیتے تھے۔ایک سوال پر اطمینان قلب کس طرح حاصل ہوتا ہے آپ نے فرمایا۔حلال روزی سے۔ایک شخص نے محسوس کیا کہ آپ ابوحنیفہ کے فقہ کے قائل نہیں ہیں۔وہ شخص حنفی تھا۔غصہ میں آکر کہا ابوحنیفہ کا تو پیشاب بھی تمہارے جیسوں سے بہتر ہے۔یہ کہکر محفل سے اٹھا اور غصہ میں چلا گیا۔تھوڑی دور جانے کے بعد اس کو اپنے آپ سے ندامت ہوئی واپس آکر آپ سے معافی چاہتا ہے۔آپ نے فرمایا میں تو کبھی کا معاف کرچکا ہوں۔اس واقعہ سے آپ کے عفوو درگزر کا اظہار ہوتا ہے۔آپ نے اپنے دور میں سختی سے فرمایا جو شخص صحابہ کو گالی دیتا ہے اس کا اسلام مشکوک ہے بلکہ وہ مسلمان نہیں۔حضرت امام احمد حنبل کے قلمی کارناموں میں مسند احمد آپ کی اہم ترین تالیف ہے جو آپ کی سولہ برس کی محنت کا شاخسانہ ہے۔آپ بحیثیت فقیہ بہت مشہور ہوئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ مشہور شخصیتوں اور علمائے کرام کو ہمیشہ 3 آزمائیشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ایک ظلم وستم اُن پر ہوتا ہے دوسرا انعام و اکرام کی بارش ہوتی ہے اور آخری شہرت کے فتنے۔حضرت امام احمد حنبلؒ پر کافی ظلم وستم ہوا لیکن آپ کے پائے استقامت میں کبھی بھی لغزش

نہیں آئی۔ آپ میں صبر ایوب بھی تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح استقامت بھی تھی۔ حضرت موسیٰ ؑ کا جلال بھی تھا اور ابرہیمؑ کی حجت بھی تھی۔ ان تمام قوتوں سے فتنوں کا مقابلہ کیا۔ الحمد للہ اس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔ خلیفہ مامون نے خلق قرآن کے عقیدہ پر زور دیا۔ آپ نے اس کو تسلیم نہیں کیا جس کی بناء پر آپ پر ظلم وستم کیا گیا، امام کو خلق قرآن کے لئے کوڑے پڑتے تھے۔ وہ کوڑے اتنے سخت تھے کہ کوڑے لگنے کے بعد طبیب نے ان کی پیٹھ سے گوشت کا جو قیمہ بن گیا تھا اس کو اپنی انگلیوں سے اٹھالیا' تمام ظلم وستم کو برداشت کیا۔

امام شافعی نے خواب دیکھا کہ امام احمد پر خلق قرآن کے مسئلہ کے بارے میں کچھ آزمائشیں آئیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کو کامیاب فرمادیں گے۔ امام احمدؒ امام شافعیؒ کے شاگرد بھی تھے۔ امام شافعیؒ نے اپنے ایک شاگرد کو بھیجا کہ جاؤ اور احمد کو یہ خواب سنادو چنانچہ اس شاگرد نے جاکر خواب سنادیا کہ خلق قرآن کے بارے میں اللہ کی طرف سے آزمائش آئے گی اور اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں آپ کو کامیاب فرمادیں گے۔ الغرض آپ کو گرفتار کرکے مامون کے سامنے پیش کرنے والے تھے۔ آپ راستے میں ہی تھے کہ مامون کا انتقال ہوجاتا ہے۔ آپ کو رہائی ملتی ہے۔ پھر درس میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ مامون نے اپنے جانشین معتصم باللہ کو وصیت فرمائی کہ عقیدہ خلق قرآن پر قائم رہے اور اس کو منوانے کی تلقین کی۔ آپ 28 ماہ معتصم باللہ کی قید میں رہتے ہیں۔ ڈاکوؤں پر جس طرح کا ظلم وستم کیا جاتا ہے اس طرح کا آپ پر کیا جاتا ہے۔ کوڑے اس شدت سے مارے جاتے تھے کہ آپ بے ہوش ہوجاتے تھے۔ تلوار کی نوک جسم مبارک میں چبا کر دیکھا جاتا تھا کہ آپ بیہوش ہیں یا نہیں۔ اتنا ظلم وستم ہونے پر بھی آپ راہ حق سے نہیں ہٹتے ہیں۔ آخر کار ظالموں نے دیکھا کہ یہ شخصیت ماننے والی نہیں۔ رہائی دیتے ہیں۔ رہائی کے وقت آپ کا جسم زخموں سے چور چور تھا۔ عقیدتمند آپ کا علاج کرواتے ہیں۔ شفا ہوتی ہے، دوبارہ پھر آپ درس شروع کرتے ہیں۔ آپ کے درس میں شیدائیان علم کی کثیر تعداد شریک ہوا کرتی تھی۔ آخری وقت تک آپ دین کی باتیں لوگوں تک پہنچایا کرتے تھے۔ 10 ربیع الثانی 241ھ کو 77 سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔

حضرت امام احمد حنبلؒ کے بہت اقوال مشہور ہیں جو کردار سازی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ جن میں قابل ذکر ہے۔

☆ قرآن مجید ایک ایسا دریچہ ہے جس سے ہم اگلی دنیا کو دیکھ سکتے ہیں۔

☆ نظر اس وقت تک پاک رہتی ہے جب تک جھکی رہے۔

☆ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ وہ چیزیں تمہیں عطا کرتا رہے جو تمہیں محبوب ہیں تو وہ اعمال کرتے رہو جو اللہ کو محبوب ہیں۔

☆ کھانے پینے سے زیادہ علم کی ضرورت ہے کیونکہ کھانے پینے کی ضرورت تو دن میں دو یا تین مرتبہ ہوتی ہے جبکہ علم کی ضرورت ہمیشہ ہوتی ہے۔

حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ

آج ماہ ربیع الثانی کی 11 تاریخ ہے آج ہی کی تاریخ کو آپ کی رحلت ہوئی تھی۔

آپ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ہیں 470ھ میں آپ کی ولادت ہوتی ہے۔ آپ کی بزرگی کی یہ شان ہے کہ ایام رضاعت میں رمضان کے دنوں میں ماں کا دودھ پینا ترک کردیتے تھے۔ دیندار گھرانے میں آنکھ کھولتے ہیں اور پروان چڑھتے ہیں۔ ایک

مرتبہ بچپن میں گائے کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ گائے نے پلٹ کر دیکھا اور کہا کہ عبدالقادر تجھے اس قسم کے کاموں کے لئے پیدا نہیں کیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد آپ بغداد آتے ہیں اور تحصیل علم حاصل کرتے ہیں۔ علم کے حصول کا شوق تھا اور فضل خداوندی سے حافظہ بھی اچھا پایا تھا۔ آپ کے تبحر علم کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک ایک آیت کی تفسیر کے 11 معانی بیان کر کے اس کے حقائق کو پیش کرتے تھے۔ آپ نے ایک موقعہ پر اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت سیدنا علیؓ خواب میں آئے اور میرے منہ میں لعب دہن ٹپکایا اور بولنے کا حکم دیا یعنی وعظ و نصیحت کرنے کا۔ اس طرح مجھ پر سخن کے دروازے کھول دئے گئے۔ آپ جب وعظ کرتے تو 400 آدمی قلم و دوات لے کر بیٹھتے تھے اور تحریر کرتے جاتے تھے۔ جہاں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم سے نوازا تھا وہیں روحانی علم بھی عطا کیا تھا۔ کئی ایک افراد آپ سے فیضیاب ہوئے۔ آپ کے وعظ و نصیحت سے کئی ایک بھٹکے ہوئے افراد نے راہ صداقت پائی۔ آپ نے اپنے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت اور کرامات سے دین کی تبلیغ فرمائی۔ سیکڑوں عیسائیوں اور یہودیوں نے اسلام کو قبول کیا۔ آپ 33 سال تک درس و تدریس میں مصروف رہ کر 40 سال تک وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ 11 / ربیع الثانی 561ھ کو 96 سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے کوچ کئے۔ آپ کے تعلیمات ارشادات عالیہ باطنی زندگی کو فیض یاب کرتی ہیں۔ دنیا سے دور اور خدا سے قریب کرتی ہیں۔ ایک تاجر نے آپ سے کہا کہ میرے پاس کچھ رقم ہے اور اس رقم کو مستحق افراد میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔ آپ جس کو مستحق سمجھتے ہیں ان میں یہ رقم تقسیم فرمادیں۔ آپ نے فرمایا جس کو چاہے دیدو خواہ وہ مستحق ہو یا غیر مستحق کیونکہ خدا تعالیٰ تجھے یہ دیکھ کر نہیں دیا کہ تو مستحق ہے یا نہیں۔ ایک مرتبہ آپ وعظ فرمارہے تھے بارش زور سے شروع ہوگئی۔ آپ نے آسماں پر نظر ڈالی اور فرمایا میں جمع کرتا ہوں اور تو منتشر کرتا ہے اس وقت بارش موقوف ہوگئی۔ آپ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور ہوا ہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے حضور میں آپ کا ذکر ہوا کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا تھا کہ میرے قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ امامنا علیہ السلام نے فرمایا کہ میاں شیخ عبدالقادر جیلانی ایسے ہی کامل تھے مگر اچھا ہوتا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی یہ فرماتے کہ سب اولیاء اللہ کے قدم میری گردن پر ہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ان تمام اولیاء اللہ کا بار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اٹھا سکتے تھے۔

حضرت بی بی آمنہؓ (والدہ مہدی موعودؑ)

آج ماہ ربیع الثانی کی 12 تاریخ ہے۔

آج ہی کے دن خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہؓ اس دنیا سے پردہ فرماتی ہیں۔

سلطنت شرقیہ کے نامور خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ کے بھائی قوام الملک جن کا اصلی نام سید علی قوام ہے۔ حکومت شرقیہ کے نامور امراء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ یہ خاندان اہل طریقت و اہل باطن سے تھا۔ صاحب کشف و کرامت تھیں۔ بی بی آمنہؓ کے گھر کا ماحول بھی دیندار تھا۔ آپ بچپن سے ہی نیک طبیعت، خوش خلق اور ملنسار طبیعت پائی تھی۔ زندگی تمام کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا نہیں کیا۔

آپ سن بلوغ کو پہنچی تو عقد میاں سید عبداللہ سے ہوا۔ آپ سلطنت شرقیہ کے نامور مشیران میں سے تھے۔ اور حکومت کی جانب سے

آپ کوسید خاں کا خطاب دیا گیا تھا۔شیراز ہند کے مصنف نے گریٹر جونپور کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ عہدہ سفارت پر مامور تھے۔آپ بحیثیت سفیر سلطان حسین شرقی کی جانب سے سکندر لودھی سے ملاقات کی۔سکندر لودھی نے آپ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سید ہیں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔آپ پر لازم ہے کہ اپنے مالک (بادشاہ) کو تنبیہ کریں۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مہدی میری آل سے ہوگا اور اس کے ماں باپ کے نام میرے ماں باپ کے نام جیسے ہوں گے۔بی بی آمنہ حد درجہ عبادت گزار تھیں۔نماز' روزہ' ذکر فکر کی پابند تھیں۔ایک رات بی بی نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک چاند زمین کی طرف اُترا۔اور پھر وہ ان کے گریبان میں داخل ہوگیا اس خواب کے بعد آپ پر غشی طاری ہوگئی۔آپ کے بھائی قوام الملک کو جب یہ اطلاع ملی تو بہن کے گھر آئے اور خواب کی کیفیت سن کر فرمایا کہ کوئی عارضہ نہیں ہے یہ غشی یا بیہوشی نہیں بلکہ جذبۂ حق ہے اس خواب کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک سعادت مند بیٹا عطا کرے گا۔تمہارے پیٹ سے خاتم الولایت محمدی ﷺ کا ظہور ہوگا۔بھائی' بہن کا ادب کرتے ہوئے قدم بوسی کرتے ہیں۔حمل کے چار ماہ گزرنے کے بعد پیٹ سے آواز آنے لگتی ہے''مہدی موعود حق ہے'' بی بی آمنہ جیسی نیک سیرت کے بطن مبارک میں اللہ کا خلیفہ خاتم الولایت محمدی مہدی موعودؑ پرورش پا رہے تھے۔۱۴/ جمادی الاول ۸۴۷ھ م ۹ رستمبر ۱۴۴۳ء پیر کے دن صبح کی اولین ساعتوں میں حضرت سید محمد جونپوری مہدی آخر الزماںؑ کا ظہور ہوتا ہے۔گھر نور سے منور ہوجاتا ہے۔ھذا مہدی' ھذا مہدی کی آوازیں آتی ہیں۔بت سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔ قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔حق آ گیا باطل مٹنے والا ہے۔

الملک القدوس و فضیلت

آج ماہ ربیع الثانی کی 13 تاریخ ہے۔اسمائے الٰہی میں سے دو اسم الملک القدوس کے تعلق سے اور فضیلت عنوان پر مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

الـــمـلـک کے معنی ہیں حقیقی بادشاہ۔اس زمین وآسمان اور پوری کائنات کا کوئی بادشاہ ہے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔بادشاہت اسی کو ہی سزاوار ہے۔اسی کے اشارہ پر سورج طلوع وغروب ہوتا ہے۔رات کے بعد دن آتا ہے۔خشک زمین سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے۔اسی بادشاہ کی ہی ہم عبادت کرتے ہیں۔اپنی ضروریات اسی سے ہی طلب کرتے ہیں۔اس کی بادشاہی کو زوال نہیں۔اللہ تعالیٰ ہی ہمارا حقیقی بادشاہ ہے۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔اللہ ہی عرش کا مالک ہے۔

اسی بادشاہ کا نظام بفضلہٖ'' کُــن '' سے چلتا ہے۔زمین' آسمان اور کائنات کی ہر چیز اپنے مقررہ مدت تک کسی رکاوٹ کے چلتی رہے گی۔دنیا کی کوئی طاقت اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرسکتی۔اس بادشاہ کی تمام امور پر گرفت اور قدرت ہے۔اس بادشاہ کا نظام اس طرح ہے کہ وہ ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے اور پوچھے گا لیکن اسے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔یہ بادشاہ ہر چیز پر قادر ہے ہم اس قادر مطلق ہی کی عبادت کرتے ہیں اور اسی سے مانگتے ہیں۔

القدوس :القدوس کے معنی ہیں زیادہ پاکیزہ والا' خامیوں سے پاک ذات۔اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جو پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ایسی ذات ہے جو خامیوں سے پاک ہے یہ ایسی ذات ہے جو ہر نقص سے پاک اور اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں۔اللہ تعالیٰ کی صفات کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔وہ نہ کسی جیسا ہے نہ کوئی اس جیسا ہے۔بڑائی اللہ ہی کو زیبا دیتی ہے وہی امن دینے والا بھی ہے نگہبان بھی۔

دعا کے الفاظ ہیں۔ سبحان الملک القدوس' اے اللہ تو پاک ہے ہر چیز کا مالک ہے اور تیری ذات ہر نقص سے پاک ہے۔غرض صبح وشام اللہ تعالیٰ ہی کی تسبیح بیان کریں اس کی پاکیزگی کو بیان کریں۔

فضیلت : آج ہر کوئی دوسروں پر فضیلت کی آرزو اور خواہش لئے ہوئے زندگی بسر کر رہا ہے۔فضیلت مانگنے سے نہیں ملتی ہے اس کی تمنا رکھنے والوں کو چاہئے کہ باعمل زندگی کے لئے محنت کریں۔دیانتدار' با اخلاق' اپنے آپ کو کمتر سمجھیں۔انکساری اور عاجزی کا مجسم بنیں۔عمل عالیت فضیلت حاصل کرنے کی پہلی سیڑھی ہے اللہ تعالیٰ سے فضل کی دعا کریں۔اللہ ہی ہے جو فضیلت عطا کرتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں فضائل اخلاق میں اعلیٰ فضیلت یہ ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو جو تم سے بدسلوکی کرتے ہیں۔اور انہیں دو جو تمہیں نہیں دیتے۔انہیں معاف کرو جو تمہیں ستاتے ہیں۔یہ کردار والے ہی فضیلت کے حقدار ہوتے ہیں۔ہمارے بزرگوں نے کبھی بھی نسب وخاندان پر فضیلت رکھنے کی تعلیم نہیں دی۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی تعلیم دی۔

وہ افراد جو اپنے آپ کو دوسروں پر فضیلت دیتے ہیں وہ صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔اور شیطان کے چیلے بن جاتے ہیں۔فضیلت شاندار لباس میں نہیں' مال ودولت میں نہیں' عیش وعشرت کی زندگی میں نہیں بلکہ یہ عمل اور نیک زندگی پر حاصل ہوتی ہے۔وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔اللہ ہی ہے جو ایک دوسرے پر فضیلت دیتے ہیں۔اس زمانے میں بعض لوگ' بعض جماعتیں اپنی اپنی سوچ میں بعض افراد کو عالموں پر فضیلت دے رہے ہیں۔فضیلت کے کچھ اصول اور معیار ہیں انہیں مدنظر رکھنا ہے۔حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مجھے دیگر انبیاء پر فضیلت نہ دو۔

مہدویت تعلیم دیتی ہے اللہ تعالیٰ سے بندگی' عاجزی' انکساری' مسکینی اور فقیری مانگو یہی شریعت وولایت کی روح ہے۔اس روح سے ہی اپنی زندگی کو آراستہ کریں جس میں فنائیت کے بعد بقاء ہے یہی اصل فضیلت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مئے پن کو ختم کرنے کی راہ پر چلا اور یہی ہمارے لئے فضیلت ہے۔آمین

آگ سے بچاؤ

آج ماہ ربیع الثانی کی 14 تاریخ ہے عنوان ''آگ سے بچاؤ'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ٥ (سورہ تحریم آیت ٦)

ترجمہ:اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جس پر نہایت تندخو اور

سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں۔

یہ آیت کریمہ قاری میں ڈر وخوف پیدا کرتی ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے ایمان والو کہہ کر بالخصوص مسلمانوں کو یہ ہدایت دے رہا ہے کہ بچاؤ اپنے آپ کو اور اہل وعیال کو اُس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اس آیت کی روشنی میں ہر مسلمان پر ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حال میں خیر کے راہ کو اپنائے اور شر سے نہ صرف خود دور رہے بلکہ اپنے اہل وعیال کو بھی ہمیشہ صراط مستقیم پر چلائے تا کہ جہنم سے بچے رہیں۔ ایک باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں یعنی اہل وعیال کو بھی اسلامی تعلیم سے آراستہ کرے نا کہ ان کو یوں ہی چھوڑے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے دور ولایت میں ایک مرتبہ بعض مہاجروں نے عرض کیا کہ عورت بچے بہت پریشان کرتے ہیں اگر حضرت کی رضا ہو تو ہم ان کو علیحدہ کر دیتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ان کے ہاتھ پکڑ کر بہشت میں جاؤ۔ اپنے سے علیحدہ مت کرو۔ خدا تعالیٰ ان کے ذریعہ تم کو بہت اجر دیتا ہے۔ مبین کلام اللہ کے پیش نظر یہ آیات مبارکہ تھی جب ہی تو آپ نے اصحاب کو ہدایت دی کہ اپنے اہل وعیال سے علیحدہ مت رہو بلکہ دینی تعلیم سے آراستہ کر کے ان کو اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔ غرض امام مہدی موعودؑ کی تعلیمات آیات کا مکمل نمونہ ومفہوم ہے اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر مسلمان کو صرف اپنی ذات ہی کو عذاب سے بچانے تک محدود نہیں کیا ہے بلکہ اہل وعیال کو بھی عذاب سے بچانے کی تعلیم دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے معاملہ میں جواب دہ ہے۔ یہ حدیث مبارکہ بھی اپنے دامن میں وسیع معنی لئے ہوئے ہے۔ مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ عورت اپنے شوہر، بچوں کی راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔ اس طرح مرشد اپنے مریدوں کا راعی ہے اور وہ بھی اس کے بارے میں جوابدہ ہے۔ غرض اس آیت کی روشنی میں ہر ایک پر بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اگر ہر کوئی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرلے تو یقیناً ہمارا معاشرہ وہماری قوم ایک صالح قوم بن کر دنیا کے سامنے آئے گی۔

یہ آیت مبارکہ مسلمانوں کے لئے سخت تنبیہ لئے ہوئے ہے۔ ضرورت ہے کہ اپنے اہل وعیال کو اپنے متعلقین کو اس خوفناک عذاب سے بچائیں۔ ہم تھوڑی سے دھوپ کی شدت کو برداشت نہیں کر سکتے اس سے بچنے کے لئے کیا کیا نہ اہتمام ہم کرتے ہیں۔ اس طرح ہم اپنی ذات کو اور اپنے لواحقین کو بھی اس آگ سے بچانے کی کوشش کریں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر سخت ترین فرشتوں کو مقرر کیا ہوا ہے جو کبھی بھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو بھی حکم دیا جاتا ہے وہ کما حقہ بجالاتے ہیں۔

اس دنیا میں ہم کسی خوشخبری پر، کسی کی کامیابی پر، شادی پر مبارکباد دینے کے لئے جاتے ہیں۔ غموں کے موقع پر پرسہ دیتے ہیں، بیماری پر مزاج پرسی کی جاتی ہے ان کے علاوہ بلاوے پر جاتے ہیں یہ سب کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اور یہ بھی دیکھ رہے ہیں نوجوان جو قوم کا اثاثہ ہے جو آگے قوم کی باگ ڈور سنبھالنے والا ہے وہ اپنے اسلاف کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور دوسروں کو بھی بھٹکانے میں مصروف عمل ہے اسی سلسلے میں ایک طاقت کام کر رہی ہے۔ دوسری طرف یہ بھی دیکھا جا رہا ہے جو پابند ذکر وفکر وقید قدم ہونا چاہئے جو ایک نظیر ونمونہ بن کر قوم کے سامنے آنا چاہئے تھا وہ کس طرح قوم کے سامنے آرہے ہیں۔ تیسری طرف ہم ان کو بھی دیکھ رہے ہیں جو عبادت سے دوری اختیار کئے ہوئے ہیں اسلامی اخلاق وکردار، ادب واحترام کو بالائے طاق رکھے ہوئے ہیں۔ غیر شرعی رسوم ورواج کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں ان حضرات کی مزاج پرسی کا کیا کوئی انتظام ہے؟ کیا متعلقہ اصحاب اس کے سد باب کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا دردمندان قوم، رہبران قوم، دانشوران قوم، محبانِ قوم اپنی ذمہ

داری کومحسوس کررہے ہیں۔؟
آیات مبارکہ کی روشنی میں کیا ہم پر ذمہ داری نہیں ہے کہ تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر مندرجہ بالا ان تین طبقات کی صحیح رہنمائی کریں؟

وقف

آج ربیع الثانی کی 15 تاریخ ہے ''وقف'' کے تعلق سے مضمون سماعت کیجئے۔

شریعت میں اپنی کوئی چیز یا اس کا فائدہ رفاۂ عام کے لئے مختص کردیتے ہیں یا خاص کردیتے ہیں۔اس کو وقف کہتے ہیں۔ایک مرتبہ کوئی چیز وقف کردی جاتی ہے تو وہ قیامت تک کے لئے وقف رہتی ہے۔اس کی ہیئت ترکیبی بدل نہیں سکتی۔ بزرگوں نے' محبان قوم نے' قوم کی فلاح وبہبود' تبلیغ دین اور تعلیم کے لئے بہت ساری جائیدادیں قوم کے لئے وقف کی ہیں جس سے ہم جس طرح سے استفادہ کرنا چاہئے نہ کرپارہے ہیں یہ سب ہماری کمزوریوں کی وجہ سے ہے۔دوسری طرف موجودہ دور میں افرادقوم میں قوم کی بھلائی کے لئے' قوم کی ترقی کے لئے وقف کرنے کا جذبہ اتنا نہیں ہے جو ہمارے اسلاف میں تھا۔

جب آدمی اپنی زبان سے کہہ دیا یا تحریر میں دیا کہ فلاں چیز میں نے وقف کردی تو وہ چیز وقف ہوگئی۔وقف شدہ چیز نہ فروخت کی جاسکتی ہے نہ رہن رکھی جاسکتی ہے۔نہ وراثت میں اس کی ملکیت کسی کو مل سکتی ہے۔جو چیز وقف کی جاتی ہے اس کی حفاظت ونگرانی کا کام ایسے لوگوں کے سپرد کریں جو خوف خدا رکھتے ہیں۔صالح وپرہیز گار ودیندار ہوں۔جس مد کے لئے کوئی چیز وقف کی جاتی ہے تو اس کی آمدنی اُسی مد میں خرچ ہونا چاہئے۔کسی نے کوئی مکان تعلیم دینی کے لئے وقف کیا' ذمہ دار پر فرض ہے کہ اس مکان سے ہونے والی آمدنی تعلیم دینی پر ہی خرچ کرے۔دوسرے مدات میں خرچ کرنا جائز نہیں۔وقف شدہ چیز کا فائدہ رفائے عام میں خرچ کرے نہ کہ ہڑپ کرے اگر وقف کی چیز خراب ہورہی ہو تو نگران کار کا کام ہے کہ اس کی آمدنی سے درست کرے۔

وقف کردہ چیز ثواب جاریہ کے زمرہ میں آتی ہے۔حضرت محمد ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف لائے تو میٹھے پانی کی کمی تھی۔صرف ایک کنواں تھا جو ایک شخص کی ملکیت میں تھا۔اس کا پانی وہ قیمت لے کردیتا تھا۔آپ نے اس کو رفاہ عام کے لئے وقف کرنے کو کہا اور فرمایا اس کا بدلہ جنت میں ملے گا۔اس نے عرض کیا میرے اور میرے اہل وعیال کی پرورش کے لئے اس کے علاوہ کوئی سامان نہیں ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس کو خرید کر امت المسلمین کے لئے وقف کردے خدا اس کا بدلہ جنت میں دے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ۳۵ ہزار درہم دے کر خرید لیا۔اور یہ خوشخبری حضور کو سنائی۔آپ ﷺ نے اس کو عام مسلمانوں کے لئے وقف کردیا۔

وہی قومیں اس دنیا میں ترقی کرتی ہیں جن کے صاحب ثروت یعنی مالدار طبقہ میں خیر وخیرات کا' وقف کا جذبہ ہو' عوام الناس کا فرض ہے کہ وہ وقف جائیداد کی دیکھ بھال کرتے رہیں اور دیکھتے رہیں اس کی آمدنی صحیح مد میں خرچ ہورہی ہے یا نہیں۔وقف کی خلاف ورزی تو نہیں ہورہی ہے۔وقف جائیداد کے متولیوں اور نگرانکاروں میں خدا کا خوف ہونا ضروری ہے تا کہ وقف کا صحیح استعمال قوم پر ہو۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وقف جائیداد کی حفاظت ہو اور یہ توفیق عطا فرما تا کہ اس کا صحیح استعمال مسلمان کرسکیں۔آمین

مسجد کے آداب

آج ماہ ربیع الثانی کی 16 تاریخ ہے۔ مسجد کے آداب کے تعلق سے مضمون سماعت کیجئے۔

زمین پر مسجد خدا کا گھر ہے۔ اس کے دو حق ہیں ایک یہ کہ اس میں صرف اللہ کا نام لیا جائے اس کی عبادت کی جائے۔ اور دوسرا اس کا ادب کیا جائے۔ قرآن پاک اور احادیث میں مسجد کے بنانے اور اس کو آباد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہوا'' انما یعمر مسجداللہ من امن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ ''اللہ کی مسجد کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے کہ زمین کے سب سے اچھے حصے خدا کے یہاں مسجدیں ہیں۔

مسجد اس لئے بنائی جاتی ہے کہ اس میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے۔ جو لوگ جتنی دور سے چل کر مسجد میں آتے ہیں ان کو ان کے قدم کے اعتبار سے ثواب ملتا ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت ''اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتک ''اے اللہ میرے اوپر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔ مسجد کے نکلتے وقت ''اللّٰھم انی اسئلک من فضلک ''اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل چاہتا ہوں' پڑھیں۔ مسجد میں جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جائیں۔ لوگوں پر سے کودتے پھاندتے ہوئے ہٹاتے ہوئے آگے جانے کی کوشش نہ کریں۔ ایسا کرنا گناہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے مسجد میں بدبودار چیز کھا کر آنے سے منع فرمایا۔ مثلاً کچی پیاز' لہسن' تمبا کو وغیرہ۔

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا' شور کرنا' کوئی چیز خریدنا' بیچنا یا اس کے بارے میں بات چیت کرنا مکروہ ہے۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں دو لوگ باتیں کر رہے تھے۔ عمرؓ نے پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے رہنے والے ہو؟ ان لوگوں نے جواب دیا طائف کے رہنے والے ہیں۔ جواب سن کر آپؓ نے فرمایا اگر مدینے کے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا۔ مسجد میں اگر کوئی نماز پڑھ رہا ہے تو بلند آواز سے قراءت پڑھنا یا ذکر کرنا منع ہے۔ مسجد میں تقریر کر رہے ہیں تو آداب مسجد کا بھی خیال رکھیں۔ سیاسی اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کریں۔ دین وملت کا کوئی معاملہ ہو تو مشورہ کیا جا سکتا ہے۔

مسجد کے اندر اس شخص کا جانا گناہ ہے جس کو غسل کی ضرورت ہو۔ مسجد کے حصہ کو بازار بنانا جائز نہیں ہے۔ یعنی ملگیات وغیرہ کی تعمیر۔ حضرت محمد ﷺ نے بازار کو بدترین جگہ بتا دیا ہے۔ یعنی خیر وشر کو یکجا کرنا اچھا نہیں ہے۔ اس سے جھگڑے وغیرہ شروع ہو جاتے ہیں۔ مصلیوں میں دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے پیش گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ مسجد میں خالص دنیا کی باتیں کریں گے۔ آج دیکھا جا رہا ہے کہ جہاں چند لوگ جمع ہو جاتے ہیں دنیا بھر کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں۔ مسجد نعوذ باللہ اقوام متحدہ کا دفتر بن جاتا ہے۔ مسجد میں جلسہ کے دوران مقررین بعض وقت ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو مسجد میں کہنا مناسب نہیں۔ ہر ایک کو ضروری ہے کہ وہ مسجد کے آداب کا خیال رکھیں۔ آج آداب مسجد کی تعلیم نہ دینے کی وجہ سے نوجوان نسل اس سے بے بہرہ ہے۔ مسجد اللہ کا گھر ہے جہاں قال اللہ اور قال رسول اللہ ہی ہونا چاہئے۔ اللہ ہم سب کو احترام مسجد کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

المھیمن و العزیز و فخر

آج ماہ ربیع الثانی کی 17 تاریخ ہے۔

اسمائے الٰہی میں سے دواسم المھیمن و العزیز اورفخر کے تعلق سے کچھ سماعت کیجئے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا یہ نام سورہ المائدہ کی آیت 48 اور سورہ حشر کی آیت 23 میں آیا ہے۔ المھیمن کے معنی نگہبان اور محافظ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی جو ساری کائنات کا خالق و مالک ونگہبان ومحافظ ہے۔ وہ اپنے بندوں کی نگرانی بھی کرتا ہے اور حفاظت بھی۔ وہ اپنے بندوں کے ہر عمل کو جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن بھی ہماری محافظ ہے۔ اسکو تھامے رکھیں۔ ہمارے درجات کو بلند کرنے والی ہے۔ اس کتاب کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔ اس میں کوئی طاقت تحریف نہیں کرسکتی۔

اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ نہایت پاک' سب عیبوں سے صاف' امن دینے والا نگہبان ہے۔ ہم اس کی ہی عبادت کریں۔ اس سے ہی چاہیں۔ اس سے مدد طلب کریں۔ اسی نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ تمام بڑائی و کبریائی اللہ ہی کو سزاوار ہے۔

العزیز :اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو کائنات پر غلبہ حاصل کرے۔ اس کا نام عزیز بھی ہے۔ اس کے معنی غالب' صاحب مرتبہ اور قابل عزت ہے۔ اللہ کے سوا کوئی غلبہ حاصل نہیں کرسکتا۔ صاحب مرتبہ اللہ ہی کی ذات ہے۔ عزت کے قابل اللہ تعالیٰ کی ذات المرتبت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اس کی اطاعت میں ہے۔ ہر حال میں اس کی اطاعت کو بجالائیں۔ اللہ ہی ہے جس کو چاہے عزت دلاتا ہے اور جسے چاہے ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ اللہ اپنے اطاعت گزار بندوں کو دنیا میں بھی رسوائی سے بچاتا ہے اور آخرت میں بھی رسوائی سے بچائے گا۔ اللہ قدرت رکھنے والا ہے' نگہبان ہے' محافظ ہے' غالب ہے' قابل عزت اور صاحب مرتبہ ہے۔ اس کو ہمیشہ یاد رکھیں اسی سے اپنی ذات کو جوڑے رکھیں۔ جو اس سے جڑ گیا دنیا وآخرت میں نصرت پالی۔ اور جو کٹ گیا اس کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔ اللہ کو پانے کے لئے اللہ ہی سے مدد طلب کریں۔

ہمیں اس بات کا علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کن اوصاف کے بندوں کو پسند کرتا ہے۔ اور کن بندوں سے ناراض ہوتا ہے۔ ہمیں اُن اوصاف سے اپنی زندگی کو آراستہ کرنا ہوگا جو خدا کے پسندیدہ ہیں اور اُن اوصاف سے دور رہیں جن سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ خدا سے دور کردینے والا ایک عمل فخر ہے۔ انسان ایک ایک قدم پر ایک ایک لمحہ کے لئے خدا تعالیٰ کا محتاج ہے پھر اس کو فخر کس بات کی؟

اللہ تعالیٰ فخر کرنے والے' اِترانے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کی پسند معلوم ہونے کے بعد فخر کرنا' غرور کرنا' اِترانا نہیں چاہئے۔ وہ کردار اپنائیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ انسان کا فخر اس میں ہے کہ وہ فخر نہ کرے۔ یہ زندگی دائمی نہیں ہے دوروزہ ہے۔ ایک پیدائش کا دن دوسرا موت کا دن۔ لہٰذا اس دوروزہ زندگی پر فخر نہ کرو۔

حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں فخر نہ کرو اور منہ نہ موڑو۔ ہر انسان کسی نہ کسی طرح سے محتاج ہے۔ وہ کسی بات کا بھی فخر نہیں کرسکتا۔ بعض افراد کی عادت ہوتی ہے جن سے دل صاف نہیں اُنہیں دیکھ کر منہ موڑ لیتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس عمل سے روکا ہے۔ ان سے منہ نہ موڑیں بلکہ سلام کریں۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ فخر انسان کی فضیلت پر ہے نہ کہ خاندان پر۔ حضرت غوث اعظم دستگیرؒ

فرماتے ہیں جب تک تیرا فخر کرنا' غصہ کرنا باقی ہے اپنے آپ کو اہل علم میں شمار نہ کر۔اس کا مطلب یہی ہے کہ ابھی تو جہالت کی زندگی میں ہے۔ امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں فخر اور غرور مہلک بیماریاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ افراد جو فخر و غرور سے زمین پر اکڑ کر چلتے ہیں ان کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ متکبرین کو نظر رحمت نہیں بلکہ عتاب وغضب سے دیکھے گا۔ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو اور کوئی شخص کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

وہ افراد جو قابلیت سے اپنا مقام پیدا کرتے ہیں یہ والدین کے لئے اور ملک کے لئے فخر ہیں یہ اپنے آپ پر فخر نہ کریں اس سے غرور وتکبر پیدا ہوتا ہے۔ فخر کرنا اپنی ذات کے لئے اچھا نہیں ہوتا۔ لہٰذا رتی برابر اس کی ہوس نہ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انکساری کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت نظام الدین اولیاءؒ

آج ماہ ربیع الثانی کی 18 تاریخ ہے۔ آج ہی کے دن حضرت سید نظام الدین اولیاءؒ اس دنیا سے پردہ فرمائے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے بعد جن بزرگوں نے دین اسلام کی تبلیغ ہندوستان میں فرمائی ان میں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی بھی اولین صفوں میں نظر آتے ہیں۔

حضرت نظام الدین 23 صفر 636ھ کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ آپ کی پرورش میں والدہ کا بہت بڑا حصہ رہا۔ والدہ صاحب باطنی صلاحیت رکھنے والی خواتین میں سے تھیں۔ نہایت پرہیز گار تھیں۔ والد شہر کے قاضی تھے۔ ظاہری اور باطنی علم گھر میں پایا۔ بچپن سے تربیت اس طرح پائی کہ علم ظاہر و باطن کا شوق عمر کے اضافہ کے ساتھ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ کسی بزرگ کی صحبت میں رہ کر فیض یاب ہونے کا خیال پیدا ہوا۔ اس مقصد کو پانے کے لئے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے شرف بیعت پاتے ہیں۔ خدمت شیخ میں ہمہ تن مصروف ہوجاتے ہیں۔ شیخ آپ کی ریاضت وعبادت کو دیکھ کر خرقہ خلافت عطا فرما کر دہلی جانے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت بابا فرید الدینؒ نے ایک مرتبہ محبوب الٰہی کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ خدا تجھے ایسے سایہ دار درخت کے مانند بنائے کہ تھکے ہارے مسافر اس کے نیچے سکون کا سانس لے سکیں۔ شیخ کی دعا مقبول بارگاہ خداوندی ہوتی ہے۔ نصف صدی سے زیادہ آپ کی خانقاہ اسلام کی تبلیغ کا مرکز بنی رہیں۔ ملک کے گوشہ گوشہ سے لوگ آکر اپنی روحانی پیاس بجھاتے تھے۔ ایک دور ایسا بھی رہا کہ نہایت تنگدستی میں زندگی گزر رہی تھی۔ سلطان علاء الدین خلجی نے گاؤں پیش کرنے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو تمہارے گاؤں کی ضرورت نہیں۔ خانقاہ تو توکل علی اللہ پر قائم تھا۔ خدا کا کرم ہوا کہ فتوح سے کئی دروازے کھلنے لگے روزانہ ہزاروں آدمی لنگر سے استفادہ کرتے تھے۔ آپ کا یہ حال تھا کہ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے۔

آپ کے خانقاہ کی کیفیت یہ تھی کہ پریشان حال آتے یہاں آکر سکون کی مالا مال دولت لے کر واپس ہوتے۔ جو روتے ہوئے آتے تھے مسرتوں سے مالا مال ہو کر لوٹتے۔ بیعت کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ عام ہو کہ خاص' دولت مند ہو کہ غریب' عالم ہو کہ جاہل' آزاد ہو کہ غلام

ہر کوئی آپ کی خانقاہ میں آ کر اپنی دینی و مذہبی پیاس بجھاتا تھا۔ آپ ہر ایک کے ساتھ ایک ہی انداز سے پیش آتے تھے۔ نماز کی پابندی پر اولین توجہ دلاتے۔ شہر سے غیاث پور تک مختلف مقامات پر چبوترے بنائے جاتے اس پر چھپر ڈالا جاتا دور دراز سے آنے والوں کے لئے قیام کا معقول انتظام کیا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا اس نے آپ کے سامنے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ وہ بہت ستاتا ہے۔ راستے میں میرے کانٹے بچھاتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس سے بدلہ لوں۔ حضرت نے یہ سن کر نصیحت فرمائی کہ اے بھائی اگر تیرے راستے میں کوئی کانٹے بچھائے تو' تو اس کے راستے میں کانٹے نہ بچھانا ورنہ پوری دنیا میں کانٹے ہی کانٹے ہو جائیں گے۔ اس سے درگزر کر ایک دن وہ خود اپنے اعمال پر پچھتائے گا۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہؐ اور قرآن نے اچھے اخلاق والی زندگی گزارنے کی ہمیں تعلیم دی ہے۔

آپ نے نہ صرف اپنے اخلاق و کردار' عبادت و ریاضت سے دین کی تبلیغ فرمائی۔ جہاں محبوب الٰہی کا خطاب پایا وہیں بھٹکے ہوئے افراد کو راہ دکھائی۔ عشق خدا اور معرفت کی جلاء پیدا کرنے کے لئے قلمی کارنامہ ''فوائد الکلام کی صورت میں پیش کیا۔ یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے

حضرت سید نظام الدین محبوب الٰہی 18 / ربیع الثانی 725ھ کو بعمر 89 سال اس فانی دنیا سے کوچ فرمائی ہے۔ دہلی میں آپ کا آستانہ مرجع خلائق ہے۔

طہارت

آج ماہ ربیع الثانی کی 19 تاریخ ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے ہر قدم پر رہنمائی کرتا ہے۔ زندگی کے ہر موڑ پر حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات چراغ ہدایت ہیں۔ مسلمان کے لئے طہارت زندگی کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کا خیال نہ رکھنے پر سخت وعید ہے۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا گزر ایک دفعہ دو قبروں کے پاس سے ہوا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے۔ یہ دونوں کوئی کبیرہ گناہ نہیں کئے جس کی وجہ سے یہ عذاب میں مبتلا ہیں بلکہ ان میں سے ایک شخص تو پیشاب کے بعد اچھی طرح سے استنجا نہیں کرتا تھا۔ دوسرا شخص لگائی بجھائی کرتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے ایک تر و تازہ شاخ کی ڈالی طلب فرمائی اس کے دو ٹکڑے کر کے ایک ٹکڑا دونوں قبروں کی مٹی میں گاڑ دیا اور فرمایا کہ جب تک یہ لکڑیاں خشک نہ ہوں اس وقت تک شائد ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

اس حدیث پاک کے بعد ہمیں طہارت کا خاص خیال رکھتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ بیت الخلاء میں داخل ہونے کے لئے پہلے بایاں پاؤں رکھیں اور اندر داخل ہونے سے پہلے یہ دعا پڑھیں۔ **بسم اللّٰہ اعوذ باللّٰہ من الخبث والخبائث** اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ کا ساتھ پلیدی اور پلید چیزوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ حضرت محمد ﷺ نے آداب طہارت کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پاخانہ اور پیشاب کرتے وقت قبلہ رخ نہ ہوں سیدھے ہاتھ سے استنجا نہ کریں۔ استنجا میں دو باتیں فرض ہیں۔ ناپاکی کا دور کرنا اور ناپاکی کی دور کرنے والی چیز کا پاک ہونا۔ استنجا سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھیں۔ **اللّٰھم صلی علی محمد وعلی آل محمد طھر قلبی من الریاء وحصن فرجی من الفواحش** ۔ اے اللہ حضرت محمد ﷺ اور آل محمد پر درود بھیج اور ریا سے میرے دل کو پاک فرمائے اور فواحش سے میری شرمگاہ کو محفوظ فرما۔

طہارت کے سلسلے میں مقام وجگہ کا حضرت محمد ﷺ نے صحابہ سے فرمایا جب تم میں سے کوئی پیشاب کرنا چاہے تو اس کو چاہئے کہ نرم زمین یا ڈھلوان جگہ تلاش کرے۔ رخ نہ قبلہ کی طرف ہو نہ سورج یا چاند کی طرف۔ رفع حاجت کو جاتے وقت اپنے ساتھ اللہ یا محمد رسول اللہ کا نام کندہ انگوٹھی یا کوئی چیز نہ ہو اور نہ برہنہ سر رفع حاجت کو جائے اور نہ اخبار یا کوئی کتاب کا مطالعہ کرے۔ بیت الخلاء سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں۔ **الحمد الله الذی اذهب عنی الاذیٰ وعافانی**۔ ''اس رب جلیل کا شکر ہے جس نے اذیت پہنچانے والی چیز کو مجھ سے دور کیا اور جو چیز مجھے فائدہ دیتی ہے اس پر مجھے باقی اور قائم رکھا۔''

عبادت دو قسم کی ہے ایک باطنی دوسری ظاہری۔ ظاہری عبادت کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔ اور باطنی عبادت کے بغیر معرفت درست نہیں ہوتی۔ بدنی عبادت کے لئے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو کہ ناپاک یا استعمال نہ کیا ہو۔ دل کی طہارت کے لئے خالص توحید کے پانی کی ضرورت ہے۔ ایک مہدوی کے لئے ضروری ہے کہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونے کا ارادہ کرو تو ظاہری عبادت کے لئے ظاہری طہارت کرو اور جب باطن میں قربت کا قصد کرو تو باطن کی طہارت کرو۔ ظاہری طہارت پانی سے ہے۔ اور باطنی طہارت توبہ اور رجوع کے ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ظاہری اور باطنی طہارت پر آخری دن تک قائم رکھے۔ آمین

یہ ایک سچائی اور حقیقت ہے کہ اسلام جتنا عبادت اور پاکیزگی پر زور دیتا ہے کسی اور مذہب میں یہ بات پائی نہیں جاتی ہے۔ اسلام نہ صرف جسم کی طہارت و پاکیزگی کو بلکہ دل و ذہن کو پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس پاکیزگی کے ساتھ دنیا میں جو زندگی بسر کرتے ہیں یقیناً وہ مومن ہوتے ہیں۔ زمین والوں کے لئے یہ فرشتے ہیں۔ ان کی عبادت و ریاضت بھی پاکیزہ ہوتی ہے اور یہ مقبول بارگاہ خداوندی ہوتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پاک و طاہر ہے وہ طہارت اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ بندوں کی ذمہ داری ہے کہ جو اللہ کو پسند ہے اس کو اپنائیں۔ اللہ کے جو بندے ہوتے ہیں یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی پسند کو اپنی عملی زندگی میں لاتے ہیں۔ جن بندوں کا اس طرف خیال نہیں جاتا ہے وہ شیطان کے چیلے ہوتے ہیں جو انہیں ہمیشہ ہر اچھے عمل سے بھٹکاتا ہے۔ جب ہمیں علم ہو گیا ہے کہ اللہ پاک ہے' طاہر ہے اور اس کو طہارت اور پاکیزگی پسند ہے تو ہمیں بھی ہر وقت طہارت و پاکیزگی کا خیال رکھنا چاہئے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ایک موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا ہمیشہ پاک اور طاہر رہا کرو' رزق میں برکت ہوتی ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں زمین پر برکت ختم ہو گئی ہے۔ کسی چیز میں بھی برکت نہیں ہے۔ اس کی اولاً وجہ یہی ہے کہ ہم ہمیشہ طہارت سے اور پاکیزگی سے نہیں رہتے۔ صرف وقتی طور پر پاکیزگی اختیار کرتے ہیں۔ ہمیشہ طہارت سے رہتے ہوئے باوضو رہیں جو خیر و برکت کا ذریعہ ہے۔

ہم جب اپنے دائروں کے حالات پڑھتے ہیں' بزرگوں کی سیرت سے واقف ہوتے ہیں تو علم ہوتا ہے کہ یہ خاصان خدا ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔ وضو ٹوٹنے پر فوراً وضو کر لیا کرتے تھے۔ ان کی طہارت اور پاکیزگی کا کیا عالم نہ ہوگا۔ حال حال تک ہمارے بزرگوں کی یہ کیفیت تھی۔ قوم کے مشہور و معروف شاعر حضرت علی منظورؒ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔ لوگ اپنے بچوں کے نام اللہ کے ناموں میں سے یعنی عبداللہ' عبدالرحمٰن وغیرہ رکھتے ہیں۔ آپ کے بچوں کے نام اہل بیت کے ناموں میں سے ہیں۔ جب وضو نہیں رہتا' بیٹا' میاں کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کا شاگرد کلام کی تصحیح کے لئے آتا ہے۔ اس وقت وضو سے نہیں تھے۔ کہتے ہیں کلام کو پڑھو۔ وہ پڑھتا' تصحیح کا مقام آجاتا ہے وہاں حضرت علیؓ کا نام آتا ہے اس حالت میں شاگرد کو مختلف طریقوں سے نام حضرت علیؓ کی طرف راغب کرنا چاہتے ہیں۔ آخر میں مٹی ہاتھ میں لے کر

دکھاتے ہیں اسکو کیا کہتے ہیں اور کس کا لقب ہے۔ جب اس کے زبان سے نام حضرت علیؓ نکلتا ہے تو فوراً اپنا سر ہلاتے ہیں۔ یہ ہمارے بزرگ تھے جو نام بھی طہارت و پاکیزگی کے ساتھ لیا کرتے تھے۔

مہدوی ہمیشہ طہارت و پاکیزگی کے ساتھ باوضو رہتا ہے کیونکہ اُس پر آٹھوں پہر کا ذکر فرض ہے۔ آج ہمارے پاس طہارت و پاکیزگی جس طرح ہونی چاہئے دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور عبادت کی حلاوت پانے کے لئے ہمیشہ طہارت و پاکیزگی کے ساتھ رہنے کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس پر عمل کرائے۔ آمین

توکل

آج ماہ ربیع الثانی کی 20 تاریخ ہے توکل پر مضمون سماعت کیجئے۔

خدا فرماتا ہے جس نے توکل کیا اللہ پر اس کے لئے کافی ہے یہ بھی فرمایا کہ ''تم اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اگر تم ایماندار ہو''

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ (سورہ آل عمران آیت 159) ترجمہ: بیشک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ o (سورہ ابراہیم آیت 12)

اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے توکل کرنے والوں کو۔

توکل کی حقیت یہ ہے اپنے سارے کام خدا کے سپرد کردئے جائیں۔ توکل کے تین درجے ہیں۔ توکل، تسلیم اور تفویض۔ متوکل شخص خدا کے وعدوں پر اپنے دل کی تسکین حاصل کرتا ہے۔ صاحب تسلیم خدا کے علم پر کفایت کرتا ہے۔ صاحب تفویض اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہوتا ہے۔

توکل مومنوں کی صفت ہے۔ تسلیم اولیاء اللہ کی اور تفویض صرف موحدوں کی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ توکل پیغبروں کی صفت، تسلیم حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی اور تفویض خاص حضرت رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے۔ توکل کا مطلب خدا کی بخشش اور اُمید کی رسی مضبوط پکڑنا، توکل یہ بھی ہے کہ آج کی زندگی کو بے فکری سے گزارے اور کل کی فکر نہ کرے۔ (انس بن مالکؓ) ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں اونٹ چھوڑ دیتا ہوں اور توکل کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس کا زانو باندھ دے اور توکل کر۔

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (سورہ الطلاق آیت 3)

اور جو کوئی بھروسہ رکھے اللہ پر تو وہ اس کو بس ہے۔

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ (سورہ الزمر آیت ۳۶)

کیا اللہ بس نہیں اپنے بندے کو۔

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (سورہ انفال آیت ۴۹)

اور جو کوئی بھروسہ کرے اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ پر توکل ہو۔ اس لئے کہ اللہ پر توکل ہی بندے کو محبوب خدا بناتا ہے۔ توکل کی کوئی

حدوانتہانہیں کہ کہیں جا کرختم ہوجاتا ہو۔

عیسیٰؑ فرماتے ہیں پرندے کی جانب دیکھو نہ کھیتی کاٹتا ہے اور نہ ذخیرہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے روز روزی دیتا ہے۔اب اگر تم یوں کہو کہ ہمارے پیٹ بڑے ہیں تو چوپایوں کو دیکھ لو کیونکہ اس مخلوق کو ان کے لے مقدر فرمادیا۔ جانداروں سے صرف تین ہی ذخیرہ کرتے ہیں۔(1)چیونٹی(2)چوہیا(3)ابن آدم

اللہ پر توکل کرنے والوں کے رزق بغیر کسی محنت ومشقت کے خاص بندوں کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ اپنے علم واختیار سے جاری کرتا ہے۔اور دوسرے لوگ (غیر متوکل) محنت ومشقت میں پڑے ہیں۔

توکل' بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ ہی پر کرنا چاہئے۔ اِنْ یَّنْصُرْ کُمُ اللّٰہُ فَلاَ غَالِبَ لَکُمْ وَاِنْ یَّخْذُ لْکُمْ فَمَنْ ذَالَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورہ آل عمران آیت160)

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد پر ہوتو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں۔اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کوئی ہے جو تمہاری مدد کرسکتا ہے۔پس سچے مومنوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہئے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسا توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تمہیں اس طرح رزق پہنچاتا ہے جس طرح پرندوں کو دیتا ہے۔پرندے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے توکل کرنا مومنوں کا فرض ہے اور اللہ ان لوگوں کی مدد کو یقیناً پہنچتا ہے۔حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں توکل یہ ہے کہ زمین میں عمدہ بیج ڈالا جائے اور پھر خدا سے اچھی فصل کی امید کی جائے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے توکل علی اللہ کو فرض فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرمایا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے''مجھ پر اُمتیں پیش کی گئیں تو میں دیکھا کہ کسی پیغمبر کے ساتھ چھوٹی سی جماعت ہے۔کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی تو کسی کے ساتھ دو اور بعض نبی ایسے تھے جن کے ساتھ کوئی آدمی نہیں تھا۔اس اثناء میں میرے سامنے ایک انبوہ کثیر پیش کیا گیا میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہے جو مجھ سے کہا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ مگر تم ذرا اُفق کی طرف دیکھو' مجھے وہاں بھی انبوہ کثیر نظر آیا تو مجھ سے کہا گیا یہ تمہاری اُمت ہے اور اس کے ساتھ ستر ہزار آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب اور بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر حضور ﷺ اُٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔صحابہؓ ان لوگوں کے بارے میں بحث کرنے لگے جو حساب اور عذاب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔کسی نے کہا کہ وہ حضور ﷺ کے صحابہ کرام ہیں کسی نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو حالت اسلام پر پیدا ہوئے اور انہوں نے کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھیرایا اور اسی قسم کی کئی چیزوں کا ذکر کیا۔حضورﷺ باہر تشریف لائے تو فرمایا تم کس چیز کے متعلق بحث کررہے ہو؟ صحابہ کرام نے آپ کو بتایا تو آپ نے فرمایا''یہ وہ لوگ ہیں جو نہ منتر کرتے ہیں اور نہ کراتے ہیں اور نہ شگون لیتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں''(بخاری ومسلم)

ایک بزرگ کے گھر دو تین دن سے کچھ نہیں پکا تھا۔بیوی نے میاں کو اطلاع دی کہ بچے بہت بے چینی کررہے ہیں۔میاں نے ڈھونڈ کر ایک چھوٹا پیتل کا کٹورا نکالا اور اپنے فقیر کو حوالہ کرتے ہوئے فرمایا فلاں دوکان پر جا کر یہ حوالہ کردو اور جو پیسہ دیں اس سے سودا لے آؤ۔فقیر کٹورا لئے ہوئے دوکان پر گئے اور بلا کم وکاست وہی کچھ کہہ دیا جو میاں نے اسے کہا تھا دوکاندار مال کو دیکھا۔فقیر کی بات سنی اور اپنے غلہ سے

پندرہ روپۓ فقیر کے حوالہ کر دیئے۔ فقیر رقم لے کر میاں کے پاس واپس آیا اور دی ہوئی رقم میاں کے حوالے کیا۔ میاں جانتے تھے کہ جو چیز بھیجی گئی تھی اس کو فروخت سے دو چار روپۓ سے بڑھ کر قیمت نہیں آ سکتی۔ اور جب انہوں نے اتنی زیادہ رقم دیکھی تو حکم دیا جاؤ یہ رقم اس کو واپس کر دو اور کہو ہم بھیک نہیں مانگ رہے ہیں۔ اور برتن واپس لالو۔ یہ تھا حلال اور حرام کا فرق۔

ایک اور واقعہ۔ کسی نے جمعدار کو اطلاع دی کہ آپ کی دیوڑھی کے پیچھے جو چھوٹا سا مکان ہے وہاں دو روز سے چولھا نہیں سلگا۔ جمعدار نے فوری ایک کشتی میں کھانے کی چیزیں رکھ کر آدمی کے ساتھ خود میاں کے گھر گئے اور اللہ دیا کہکر خوان پیش کیا۔ میاں نے لے لیا اور دعائیں دیئے اور خان صاحب لوٹ گئے۔ پھر دوسرے دن انہیں کچھ خیال آیا اور وہ پھر حصہ لئے ہوئے پہنچے۔ میاں نے دوسری بار بھی لے لیا اور پھر جب یہی عمل تیسرے دن دھرایا تو میاں کو غصہ میں دیکھ کر وہ ڈر گئے مگر میاں خاموش نہیں رہے کھرے کھرے الفاظ میں کہا۔ ''کیا تم چاہتے ہو کہ فقیر یہاں سے کہیں اور چلا جائے۔ خبردار جو آئندہ تم ایسی حرکت کرو۔

ایک اور واقعہ۔ ایک صاحب راستہ سے گذر رہے تھے سامنے ایک چلر فروش کی دوکان پر دیکھا ان کے مرشد کچھ خرید رہے ہیں۔ وہ وہیں ایک گلی میں چھپ کر دیکھتے رہے۔ جب مرشد دوکان سے ضرورت کی اشیاء خرید کر واپس چلے گئے تو یہ دوکاندار کے پاس جا کر آہستہ سے پوچھا میاں کیوں آئے تھے اور کیا لے گئے اس نے بتادیا کہ دال' چاول' تیل جو ایک وقت کے لئے کافی ہوسکتا ہے خرید کر لے گئے ہیں۔ دوکاندار سے بات کر کے وہ صاحب اپنے گھر واپس گئے اور پھر سورج غروب ہونے سے قبل اپنے خود کے حساب سے ایک ماہ کا اناج تھیلوں میں بھروا کر میاں کے گھر پہنچا کر خود مطمئن ہو گئے لیکن میاں کا حال دوسرا تھا وہ صاحب جب دوسرے دن اِدھر سے گذر رہے تھے تو پھر میاں کو اسی دوکان سے دال چاول خریدتے ہوئے دیکھے تو حیرت میں پڑ گئے۔ مسجد گئے اور وہاں کے فقیر کو بلا کر پوچھا ''کل میں کافی اناج بھیجا تھا اس کا کیا ہوا'' اس نے جواب دیا کیا پوچھ رہے ہیں میاں جو کچھ آپ بھیجے تھے رات میں میاں نے تھیلیوں میں بھر کر گھروں میں تقسیم کرا دیئے ہم سب مسجد کے فقراء فلاں فلاں گھروں میں دے کر آنے تک رات کے دو بج گئے۔

یہ تھا ہمارے دائروں کا توکل جو ہم کو قرب الٰہی کی منزل سے آشنا کرتا تھا۔ سوچئے آج ہم جو منزل سے آشنا تھے منزل سے کتنے قریب اور کتنے دور ہیں۔

توبہ

آج ماہ ربیع الثانی کی 21 تاریخ ہے ''توبہ'' پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالٰی نے صرف نبیوں اور خلیفۃ اللہ کو معصوم عن الخطا بنا کر اس دنیا میں معبوث فرمایا۔ ہر انسان کو ارادہ کی صلاحیت دی کہ وہ شر کی راہ اپنائے یا خیر کی' نیکی کی یا بدی کی۔ نیکی پر ثواب ہے۔ اگر غلطی ہوئی یا برائی کا فعل ہو جائے تو اس کے لئے توبہ ہے۔ توبہ گناہ کے کاموں کو مٹاتی ہے۔ بشرطیکہ صدق دل کے ساتھ توبہ کی جائے۔ جس دور سے ہم گزر رہے ہیں وہ خوفناک ہی نہیں بلکہ شیطانی دور بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس دور میں ہم سے کب' کس وقت گناہ ہو جائے کہا نہیں جاسکتا۔ لہذٰا ہر دن اللہ کے حضور توبہ کریں' اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

ارشاد باری تعالٰی ہے۔

يَآ يُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْاتُوْبُوْ آ اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا (سورہ تحریم آیت 8) یعنی ’’اے لوگو جوایمان لائے ہو اللہ سے توبہ کرو خالص توبہ‘‘

اس ارشاد باری تعالیٰ سے مسلمانوں کو یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ جس وقت اس بات کا احساس ہوجائے کہ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہے ،کوئی قصور سرزد ہو گیا ہے ایک مومن ہونے کے ناطے فوراً توبہ کر لینی چاہیئے اور وہ بھی خالص توبہ، کیونکہ کیا معلوم حیات ساتھ دے نہ دے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے اس آیت مبارکہ کا یہ مطلب فرمایا کہ جب تم سے کوئی قصور ہو جائے تو اپنے گناہ پر نادم ہو ،پھر شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور کبھی بھی دوبارہ اس فعل کا ارتکاب نہ کرو۔

توبہ حقیقت میں زندگی کو سنوارتی ہے بشرطیکہ توبہ کی حقیقت کو سمجھیں۔اپنی کسی عبادت و ریاضت اور کسی خدمت دین کو بڑی چیز نہ سمجھیں۔بندہ کا کام ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ سر جھکا کر حمد و تسبیح اور توبہ واستغفار کریں۔

توبہ کے لغوی معنی رجوع کرنے اور پلٹنے کے ہیں۔شرع میں توبہ کے معنی برے کاموں سے باز آ کر نیک کاموں کی طرف توجہ دینا ہے۔حضرت آدمؑ کو جب اپنے قصور کا احساس ہوا تو فوراً اللہ تعالیٰ سے کس طرح خطا کی معافی چاہنے کی فکر پیدا ہوئی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم و کرم سے الفاظ بتلائے۔فَتَلَقّٰى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُo . بقرہ آیت 37۔(اس وقت آدمؑ نے اپنے رب سے چند کلمات سیکھ کر توبہ کی جس کو اس کے رب نے قبول کر لیا کیونکہ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)۔اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے وہ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے اس سلسلے میں سورہ انعام کی آیت 34 ملاحظہ فرمائیے جس کا ترجمہ ہے ’’کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر لیا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے‘‘ ۔اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو بندہ خدا صدق دل کے ساتھ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قصوروں کو معاف کر دیتا ہے۔سورہ اعراف آیت 153 کا ترجمہ ہے ’’اور جو لوگ بُرے عمل کریں پھر توبہ کر لیں اور ایمان لے آئیں تو یقیناً اس توبہ و ایمان کے بعد تیرا رب درگزر اور رحم فرمانے والا ہے۔

اس بات سے سب آگہی رکھتے ہیں کہ توبہ و استغفار کی جگہ دنیا ہے نا کہ آخرت۔آخرت میں توبہ و استغفار کا مطالبہ نہیں ہوگا۔آخرت میں صرف جزا اور سزا کا اعلان ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پیدا کی ہوئی مخلوق سے بے پایاں محبت رکھتا ہے اور جب بندہ اپنے افعال پر نادم ہو کر اللہ کی طرف پلٹتا ہے تو اس کے دامن رحمت کو اپنے لئے وسیع تر پاتا ہے، حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی ربوبیت و شان رحمت کو اس مثال سے سمجھایا کہ کسی شخص کا اونٹ صحرا میں کھو گیا جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان تھا اور یہ شخص کافی تلاش کیا لیکن اپنے اونٹ کو ڈھونڈ نہ سکا۔آخر مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے لیٹ جاتا ہے۔یکا یک وہ دیکھتا ہے کہ اس کا اونٹ سامنے کھڑا ہوا ہے تو اُس وقت جیسی خوشی اس کو ہوتی ہے اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے بھٹکے ہوئے بندے کے پلٹ آنے سے ہوتی ہے اس لئے حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا ہے توبہ کے دروازے کبھی بند نہ ہونگے مگر موت سے پہلے۔حضور ﷺ کے ارشاد سے پتہ چل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے توبہ کے دروازے کھلے رکھے ہیں۔بندہ سے جب کوئی خلاف حکم خداوندی یا رسول اللہ و مہدی مراد اللہ کوئی عمل ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیں اور اس بات کا عہد کریں کہ آئندہ کبھی بھی اس کا اعادہ نہیں کرونگا۔حضرت ابو بکر صدیقؓ ارشاد فرماتے ہیں توبہ بوڑھے سے خوب ہے مگر جوان سے خوب تر ہے۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے جو اپنے گناہ سے سچی توبہ کر لے وہ جنتی ہے۔حضرت سیدنا علیؓ نے

فرمایا صحیح توبہ کے ساتھ چھ چیزیں ہونی چاہیئے (۱) جو کچھ ہو چکا ہے اس پر نادم ہونا (۲) اپنے جن فرائض سے غفلت کی ہو ان کو ادا کرنا (۳) جن کا حق مارا ہو اس کو واپس کرنا (۴) جس کو تکلیف پہنچائی ہو اس سے معافی مانگنا (۵) آئندہ کے لئے عزم کرلے کہ اس گناہ کا اعادہ نہ کرے گا (۶) اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت میں گھلا دے۔

توبہ کے تعلق سے حضرت یحیٰی بن معاذ نے ایک موقعہ پر اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ توبہ کے بعد ایک صغیرہ گناہ قبل از توبہ کے ستر کبیرہ گناہوں سے بھی بُرا ہے۔ آج مسلمانوں میں دو عملی روپ زیادہ دکھائی دے رہا ہے۔ ایک طرف عبادت بھی ہو رہی ہے، گناہ بھی ہو رہا ہے اور توبہ بھی چل رہی ہے اس طرح کے عمل سے یہ دیکھائی دے رہا ہے کہ توبہ کرنا آسان لیکن گناہ چھوڑنا مشکل۔ اس راہ کو چھوڑنا ضروری ہے توبہ کی اصل روح گناہ پر شرمساری ہے۔ گناہ سے توبہ کرکے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ خدا کی پکڑ سے چھٹکارا پانا ہے، اپنے آپ کو بدعقیدگی سے بچانا ہے ورنہ آخرت میں نقصان ہی نقصان ہے۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں کئی ایک مقامات پر توبہ کی ہدایت دی ہے۔ اللہ کے حضور میں گڑگڑا کر جو بھی گناہ سہواً وعمداً سرزد ہوئے ہیں ان کی معافی چاہیں۔ اللہ غفور الرحیم ہے اس کا دامن رحمتوں سے بھرا ہوا ہے یقیناً صدق دل سے کی ہوئی دعا وتوبہ قبول فرماتا ہے۔ جسم کا غسل پانی ہے نفس کا غسل توبہ ہے۔

قرآن کریم میں توبہ کے تعلق سے ارشاد فرمایا گیا ہے ''اللہ توبہ کو قبول کرتا ہے انہی لوگوں کی جو نادانی میں بُری حرکت کر بیٹھتے ہیں۔ ایک جگہ پر یہ بھی ارشاد ہوا اُن لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو عمر بھر بُرے کام کرتے ہیں اور عین موت کے وقت کہنے لگے کہ میری توبہ۔ توبہ کے تعلق سے حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ توبہ کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے' مگر موت سے پہلے۔ بندگی کی علامت یہ ہے کہ عبادت کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار بھی کریں۔ جیسا حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں توبہ بوڑھے سے خوب ہے مگر جوانوں سے خوب تر ہے۔ بعض وقت جوانی کے نشہ میں سوچتے ہیں کہ توبہ واستغفار کے لئے زندگی بھری پڑی ہے۔ حالانکہ موت کب آئے گی کہہ نہیں سکتے۔ بوڑھے کو بھی' جوان کو بھی اور بچے کو بھی آسکتی ہے لہٰذا جوانی میں جو توبہ واستغفار کرتے ہیں وہ خوب تر ہیں ان سے جو بڑھاپے میں کرتے ہیں۔

توبہ' توبہ کی طرح ہونا چاہئے۔ یا وہ گناہ نہ کریں جس کے لئے توبہ کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرے وہ جنتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں توبۃ النصوح اس کا نام ہے کہ بُرے فعل سے اس طرح توبہ کی جائے کہ پھر اس کو نہ کرے۔ جس دور سے ہم گذر رہے ہیں وہ قرب نزول عیسیٰؑ کا دور ہے۔ ہر چیز ترقی کی انتہائی اونچی منزل پر پہنچ چکی ہے گناہ کو گناہ کی نظر سے دیکھا نہیں جارہا ہے۔ اس کو فیشن یا ترقی یافتہ قوم کا ماحول سمجھا جارہا ہے جو اسلامی تعلیمات کے مغائر ہے۔ ایسے ماحول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت جعفر صادقؓ ارشاد فرماتے ہیں ''توبہ کرنا آسان ہے لیکن گناہ چھوڑنا مشکل ہے'' بعض افراد کی سمجھ اس طرح ہوگئی ہے کہ وہ توبہ کی اُمید پر گناہ کرتے ہیں۔ یعنی زندگی کی امید رکھتے ہیں توبہ کرلیں گے گناہ کرکے توبہ کی امید رکھتے ہیں۔ موت کے آنے کا علم نہیں لیکن اس طرح کی فکر رکھنے والے اشخاص بدترین ہوتے ہیں۔

الغرض گناہ سے بازرہیں اور توبہ کو زندگی میں سانس کی طرح جاری رکھیں اللہ تعالیٰ بندوں کی توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں پاکیزگی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا کر۔ آمین

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ

آج ماہ ربیع الثانی کی 22 تاریخ ہے۔ آج ہی کے دن 638ھ مطابق 1240ء کو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

آپ کے والد علی بن محمد کو عرصہ دراز تک اولاد نہیں ہوئی تھی ایک روز حضرت سید عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیر کے حضور تشریف لائے اور اپنا مدعا بیان کئے۔ حضرت نے دعا فرمائی اور محی الدین ابن عربی 7 / رمضان 560ھ کو اندلس میں پیدا ہوئے۔ غوث اعظمؒ ہی نے نام محمد اور محی الدین لقب رکھا۔ اور یہ پیشین گوئی بھی فرمائی کہ یہ لڑکا آگے چل کر اعلیٰ رتبہ پائے گا اور دین کی خدمت کرے گا۔ حضرت غوث اعظم دستگیر کی یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی۔ آپ ولی کامل اور قطب زمانہ تھے۔ آپکے پانچ سو سے زیادہ تصانیف ہیں جن میں مشہور و معروف فتوحات مکیہ فصوص الحکم، شرح اسماء الحسنیٰ، کتاب العقیدہ وغیرہ ہیں۔ فتوحات مکیہ کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب کے تعلق سے آپ ہی فرماتے ہیں'' جو حقائق و معارف میں نے اس کتاب میں قارئین کے لئے بطور امانت درج کئے ہیں وہ اکثر خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے بعد یا حرم شریف میں بحالت مراقبہ خداوند قدوس نے مجھ پر کھولے ہیں۔

شیخ اکبر محی الدین عربی کے فلسفہ وحدت الوجود سے یعنی خدا کے سوا کائنات میں کوئی چیز موجود نہیں یا یہ کہ جو کچھ موجود ہے سب خدا ہی ہے۔ یہی نظریہ تصوف کی روح رواں بن گیا۔

حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو دین کے پہلوان کہا۔ ابن عربی نے کہا حق محسوس ہے اور خلق موہوم ہے۔ حضرت سید محمد گیسو درازؒ نے کہا حق موہوم ہے اور خلق محسوس ہے۔ اگر ابن عربی ہمارے زمانے میں ہوتے تو میں مسلمان کرتا۔ صحابہ نے یہ بات حضرت مہدی موعودؑ کے حضور میں عرض کی۔ حضرت مہدی نے فرمایا ابن عربیؒ توحید کے پہلوان تھے۔ سید محمد (گیسو درازؒ) نے ان کے کلام کو نہیں سمجھا ابن عربی کے پاس سید محمد ایسے ہیں جیسے کہ شیر خوار۔ حضرت مہدیؑ سے کسی نے کہا کہ حضرت محی الدین اکبر نجات فرعون کے قائل ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کا ارشاد ہے ''النار یعرضون علیھا غدواء عشیا'' ترجمہ: گھیر لیا فرعون والوں کو آگ نے حاضر کئے جاتے ہیں آتش دوزخ پر صبح و شام۔

حضرت محی الدین عربی نے اپنی مشہور تصنیف فتوحات مکیہ میں حضرت مہدی موعودؑ کی تعریف و توصیف اور مقام و مرتبے پر اشعار کہے ہیں۔ عنقائے مغرب میں مہدی علیہ السلام کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے خاتم الولی کہا ہے۔ فصوص میں حدیث کنت نبینا و آدمه بین الماء الطین کی توضیح و تشریح کرتے ہوئے خاتم الاولیاء کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام انبیاء خاتم الانبیاء کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونگے اور تمام اولیاء خاتم الولایت محمدیہ مہدیؑ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونگے۔

حق پرست علماء، مفسرین، محدثین نے بعثت مہدی موعودؑ عظمت مہدیؑ اور مقام مہدی موعود علیہ السلام کا بیان فرمایا ہے۔ بعض علماء نے قرآن میں پوشیدہ اشارات جو مہدی موعودؑ کے تعلق سے ہیں اس کی بھی نشاندہی کی ہے۔ ان میں ایک حضرت محی الدین ابن عربیؒ بھی ہیں۔ حضرت نے ایک نہیں دو نہیں قرآن پاک میں 21 مقامات پر حضرت مہدی موعودؑ کے تعلق سے موجود اشارات کی نشاندہی فرمائی ہے۔

حضرت ابن عربیؒ نے اپنی تفسیر میں جن آیات میں نشاندہی کی ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

سورہ البقرہ آیت 2-1 اور 113	سورہ سبا آیت 21
سورہ آل عمران آیت 33	سورہ الزمر آیت 68۔69
سورہ الاعراف آیت 54۔187	سورہ غافر آیت 46
سورہ لقمان آیت 34	سورہ الزخرف آیت 66
سورہ ابراہیم آیت 21	سورہ الاحقاف آیت 3
سورہ النحل آیت 1	سورہ النجم آیت 57
سورہ الاسراء آیت 79	سورہ القمر آیت 1
سورہ الکہف آیت 12	سورہ الواقعہ آیت 13۔14
سورہ القصص آیت 75	سورہ الجمعہ آیت 9
سورہ الروم آیت 11	سورہ البینہ آیت 1
سورہ السجدہ آیت 4 '29 '30	

آپ 22/ ربیع الثانی 638ھ کو اس دنیا سے پردہ فرماتے ہیں۔ آپ نے دین اسلام کی جو قلمی خدمت انجام دی ہے مسلمان قیامت تک اس کو فراموش نہیں کر سکتے۔ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن کتابوں نے آپ کے نام کو زندہ جاوید بنا دیا۔

آداب طعام

آج ماہ ربیع الثانی کی 23 تاریخ ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو زندگی کے تمام شعبوں پر ہدایت کا سامان فراہم کرتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت محمد ﷺ کی سیرت ایک بہترین نمونہ ہے۔ ایک بار صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کھانا تو کھاتے ہیں مگر ہمارا پیٹ نہیں بھرتا۔ آپ نے فرمایا تم لوگ الگ الگ کھانے کھاتے ہو باہم مل کر کھانا کھاؤ اور اس پر اللہ کا نام لے کر شروع کرو۔ تمہارے کھانے میں برکت ہوگی۔ طریقہ اس طرح بتلایا کہ جب کھانا سامنے رکھ دیا جائے تو اسے کناروں سے شروع کرو اور اس کے درمیانی حصہ کو چھوڑ دو کہ برکت کا نزول کھانے کی وسطی یعنی درمیانی حصہ میں ہوتا ہے۔

کھانا کھانے کے آداب ہیں۔ جب تک دسترخوان کے بزرگ نہ شروع کریں آپ انتظار کریں۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھانے پر موجود ہوتے تھے تو ہم میں سے کوئی اس وقت تک کھانے پر ہاتھ نہیں بڑھاتے جب تک رسول خدا ﷺ کھانا تناول فرمانا شروع نہیں کر دیتے تھے۔ اور ہم سب لوگ سیدھے ہاتھ سے کھاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضرت محمد

ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے جب کوئی کچھ کھائے تو سیدھے ہاتھ سے کھائے اور پیئے اور کوئی چیز پکڑے تو دائیں ہاتھ سے پکڑے اور کسی کو کچھ دے تو دائیں ہاتھ سے دے، کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔ کچھ لیتا ہے تو بائیں ہاتھ سے لیتا ہے اور کسی کو کچھ دیتا ہے تو بائیں ہاتھ سے دیتا ہے۔

کھانے کے دوران لقمہ اگر انگلیوں سے گر جائے تو اس تعلق سے حضرت انس بن مالکؓ نے حضرت محمد ﷺ کا یہ ارشاد بیان کیا ہے۔ جب کھانے میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اس سے خرابی دور کر کے کھائے اسے شیطان کے لئے نہ چھوڑا جائے۔ اس کے بعد اپنی انگلیوں کو چاٹ لے۔ اور اس لئے کہ تمہیں معلوم نہیں کہ کون سے کھانے میں برکت ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے یہ تاکید فرمائی کہ کھانے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ علم ہوتا ہے کہ پھونک مارنے سے اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔

آداب طعام میں یہ بھی ہے کہ جو کھانا کسی کے سامنے پیش کیا جائے وہ شخص اسکو حقیر نہ سمجھے۔ حضرت محمد ﷺ کے ایک صحابی فرمایا کرتے تھے کہ نہیں معلوم ان دو شخصوں میں سے کونسا شخص زیادہ گناہ گار ہے۔ ایک وہ جو ماحضر کو حقیر سمجھے۔ یا وہ شخص جو اپنے کھانے کو حقیر اور معمولی سمجھ کر اس کو پیش کرنے سے کتراتا رہا ہو۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جب دستر خوان بچھا دیا جائے تو اس وقت تک وہاں سے کوئی نہ اُٹھے جب تک کہ دستر خوان نہ اٹھا دیا جائے خواہ اس کا پیٹ بھرا ہی کیوں نہ ہو۔ وہ کھانے سے ہاتھ نہ کھینچے تاوقتیکہ پوری جماعت فارغ نہ ہو جائے۔ اس عرصہ میں وہ خود کو کھانے سے بہلاتا رہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس کا ساتھی شرمندہ ہو جائے اور ہاتھ کھینچ لے اور اُس وقت تک شکم سیر نہ ہوا ہو۔ کھانا جو کوئی نام و نمود کے لئے کھلاتا ہے یا جو شادی یا غم کے موقعہ پر تکلف کے ساتھ تیار کرتا ہے ایسا کھانا تناول کرنا مکروہ ہے۔

عموماً دیکھا جاتا ہے کہ آپسی بات چیت کے دوران کھانا شروع کرتے ہیں اور اسی حال میں ختم کیا جاتا ہے۔ جب کھانے سے فارغ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو یہ دعا پڑھتے۔ **الحمد اللہ الذی اطعمنا سقانا وجعلنا من المسلمین**۔ میزبان کا فریضہ ہوتا ہے کہ مہمان کو رخصت کرنے دروازے تک جائے۔ بعض افراد بڑی شان سے کہتے ہیں کہ ہم کو دعوت آئی ہے لیکن ہم شرکت نہیں کر رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اگر کوئی دعوت دیں تو قبول کریں۔ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ لہٰذا کھانا کھانے کے لئے اور دعوت کے جو آداب ہیں اس کا خیال رکھنا چاہئے۔

المصور و الغفار اور نعمت

آج ماہ ربیع الثانی کی 24 تاریخ ہے اسمائے الٰہی میں سے دو اسم المصور و الغفار اور نعمت کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام المصور بھی ہے جس کے معنی آتے ہیں صورت عطا کرنے والا۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہر چیز کو پیدا کر کے صورت عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اللہ ہی ہے جو ہمیں اچھی شکل وصورت دے کر دنیا میں پیدا کیا یہ اللہ کی قدرت ہے کہ شکل وصورت ایک دوسرے سے ملتی جلتی نہیں۔ پہچان کے لئے مختلف صورتوں میں پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ مختلف نقوش بنائے۔ عادت و اطوار مختلف، روپ

مختلف، آوازیں مختلف، عقل وشعور کومختلف درجات دیئے۔اسی قادرالمطلق کے سوا کسی کی حمد وثناء بیان نہ کریں۔اللہ کا شکرادا کریں کہ ہمیں اشرف المخلوقات بنا کراس دنیا میں پیدا کیا۔وہ چاہتا تو جنگل کے درندے بنا سکتا تھا۔پانی کے جانور بنا سکتا تھا۔زمین پر چلنے والے چرندے بنا سکتا تھا۔ہوا میں اُڑنے والے پرندے بنا سکتا تھا۔لیکن ہمیں انسان بنا کر اشرف درجہ عطا کیا۔اس عطا پر اللہ کا شکرادا کریں۔اس کی اطاعت زندگی کی آخری سانس تک کریں۔

الـغـفـار :اللہ کا ایک نام الغفار بھی ہے اس کے معنی بڑا بخشنے والا۔ڈھانپنے والا ہے۔یہ اسم مبارک اپنے اندرخاص کیفیت رکھتا ہے۔ہر بندہ کی تمنا ہوتی ہے کہ اس کی بخشش ہو جائے۔اس سے بڑا کوئی انعام نہیں ہے۔بخشنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔بخشش کے حقدار صرف وہی بندے ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔اللہ کی بندگی کرتے ہیں۔گناہ سرزد ہونے کے بعد صدق دل کے ساتھ توبہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لئے بڑا رحیم اور غفار ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔بندے ہونے کے ناطے عبادت ودعا کرتے ہیں۔دعا دراصل بندے کی عجز وانکساری کو ظاہر کرتی ہے۔دوسری طرف بندہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی، کبریائی اور غفار ہونے کا اقرار کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اپنے گناہوں کو معاف کرنے، عبادت کے قبول کرنے اور مغفرت کی دعا کریں۔وہ رحیم وکریم ہے یقیناً اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

نعمت :اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں انسان کو عطا کی ہیں۔ان نعمتوں کا کوئی بندہ شمار نہیں کرسکتا۔یہ نعمتیں آنکھیں کھولنے سے بھی اور بند رکھنے پر بھی دکھائی دیتی ہیں۔نعمتوں کا ملنا دراصل اللہ تعالیٰ کی آزمائش ہے۔اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون شکرادا کرتا ہے اور کون ناشکری۔جو بندے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتے ہیں انہیں صدیق کہہ کر یاد کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے جب نعمتیں دی ہیں تو اس میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کریں۔جو جو نعمتیں اللہ نے عطا کی ہیں اس کو کام میں لائیں۔لیکن بے اعتدالی اور فضول خرچی سے بچیں۔جو فضول خرچ ہیں ان سے قیامت کے دن اس پر پوچھا جائے گا۔خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے شکرادا کرتے رہو۔نعمتوں سے ناشکری عذاب کی خوشخبری ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔یہ حقیقت بھی ہیکہ شکر نعمت حصول نعمت کا باعث ہے۔نعمت کا بے مناسب جگہ خرچ کیا جانا ناشکری ہے۔ہم اپنی اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کہاں کہاں ہم نے نعمتوں کو بے مناسب جگہ پر یعنی رسم ورواج پر، جھوٹی شان اور شوکت پر۔فخر پر، شیخی پر، نفس کی خواہش پر، خود غرضی پر، بے اعتدالی سے اندھادھند خرچ کردیا۔اس عمل نے ہمیں اللہ کا ناشکرا بندہ بنادیا۔حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں باوجود نعمت اور عافیت کے موجود ہونے کے زیادہ طلبی بھی شکوہ ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں انسان ایک نعمت کے زائل ہوجانے پر بے شمار نعمتوں کی ناشکری کرنے لگتا ہے۔انسان کی فطرت کے لحاظ سے حضرت علیؓ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ہم کفرانِ نعمت نہ بنیں۔نعمت پا کر خدا سے غافل نہ بنیں۔عبادت بھی کریں تو خدا کے لئے کریں نا کہ نعمت کے لئے۔ہم جو زکواۃ ادا کرتے ہیں دراصل وہ نعمت مال کا شکر ہے۔اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتیں بے مانگیں بھی عطا کی ہیں۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں سب سے اچھا اور عملی شکر یہ ہے کہ خداداد نعمتوں میں سے دوسروں کو بھی دیں۔یہی مومن کی شان اور فریضہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر حال میں اللہ کی نعمتوں کا شکرادا کرنے اور ان نعمتوں میں سے اپنے بھائیوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

حضرت بندگی میاں سید راجو شہیدؒ

آج ماہ ربیع الثانی کی 25 تاریخ ہے۔ آج ہی کے دن حضرت بندگی میاں سید راجو شہید کی شہادت ہوئی۔

تاریخ شاہد ہے کہ مہدویوں نے ہر دور میں روح اسلام، حقیقت اسلام کو واقف کرانے اور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق سے مشرف کرانے کے لئے اپنی تمام عمر گزاری۔ اس دوران اگر خون بہانے کی ضرورت لاحق ہوئی تو بھی پیچھے نہ ہٹے۔ نہ صرف اپنا بلکہ گھر بار بھی لٹا دیا۔ تاریخ مہدویہ ہر دور میں خون سے لکھی گئی ہے ان میں ایک شخصیت حضرت بندگی میاں سید راجو شہیدؒ کی ہے۔ حضرت بندگی میاں سید راجو شہید اولاد حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ سے ہیں آپ کا نسب اس طرح ہے۔ حضرت سید راجو شہید بن حضرت سید غیاث الدین بن حضرت سید ابراہیم بن حضرت سید محمود خاتم المرشدینؓ ہیں۔ آپ کے دادا حضرت سید ابراہیمؒ کا کھانا کھاتے وقت بعمر 28 سال میں انتقال ہوا۔ آپ کے فرزند حضرت سید غیاث الدین ہیں جنہیں خاتم المرشدینؓ نے ستون دین کہا ہے۔ آپ کا انتقال بھی 30 سال کی عمر میں ہوا۔ گنجوٹی میں آپ کی مزار پاک ہے۔ آپ کو چار فرزند ہوئے جن میں دوسرے فرزند حضرت سید راجو شہید ہیں۔

آپ کے دور میں مہدویوں کا غیر معمولی عروج تھا۔ مہدوی بزرگوں کے حالات، اُن کے واقعات، اُن کے واعظ و بیان اور دائرہ کے نظام سے عوام بے حد متاثر ہو کر جوق در جوق تصدیق سے مشرف ہو رہے تھے۔ آپ نہ صرف وعظ و بیان سے بلکہ تحریر سے بھی پیام خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ پیش کرتے تھے۔ افراد کے سوالات اور اُن کی تشنگی کو محسوس کرتے ہوئے مختلف عنوانات پر رسائل بھی تحریر فرمائے۔ جن میں قابل ذکر عقیدۃ الصالحین ہے۔ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؓ نے آپ کی علمی قابلیت کو دیکھ کر مقام اجتہاد پر فائز ہونے کی بشارت دی۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ہر دور میں مہدویوں کے دشمن علماء و مشائخین ہی رہے ہیں۔ مہدوی بزرگوں کے عمل، اُن کے بیان قرآن تقویٰ اور پرہیزگاری اور قید قدم اور توکلانہ زندگی ان کو ایک نظر بھی بھاتی نہیں تھی۔ یہاں عبادت میں للّٰہیت پنہاں تھی، وہاں پر نام و نمود، ریا کاری اور دنیا بسی ہوئی تھی۔ ایسے حالات میں عوام کا رخ زیادہ تر مہدوی بزرگوں اور دائروں کے طرف ہوتا تھا۔ دنیا دار علماء و مشائخ یکجا ہو کر اُمراء سے ملتے ہیں اور مہدویوں کے خلاف میں صوبہ دار گجرات اورنگ زیب کے کان بھرتے ہیں اورنگ زیب حکومت کے نشہ میں اور جوانی کی طاقت میں ان مشائخ اور اُمراء کے بہکاوے میں آجاتا ہے' نیا نیا صوبہ دار بنا تھا' حضرت میاں سید راجو کو طلب کرتا ہے۔ حضرت میاں سید راجو کو الہام ہو جاتا ہے کہ آپ کی شہادت ہونے والی ہے ادھر اورنگ زیب معہ لشکر کے ساتھ احمد آباد جانے کے لئے پالن پور سے گزر رہا تھا۔ ملاؤں اور مشائخوں کو علم ہوا کہ اورنگ زیب نے میاں راجو کو طلب کیا ہے تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ کے بیان سے وہ متاثر ہو جائے گا اور ان کا مقصد پورا نہ ہوگا۔ اگر بحث و مباحث کا آغاز ہوا تو ہماری شکست لازمی ہے۔ ہمارا علم ان کے آگے سورج کے سامنے چراغ جلانے کے برابر ہے۔ ہمیں فتح مندی حاصل نہیں ہو سکتی۔

حضرت میاں راجوؓ کو طلبی کا حکم مل چکا تھا۔ آپ دائرہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ احمد آباد میں رستم باغ میں قیام کئے ہوئے تھے۔ ادھر ملاؤں نے لشکر بھیج کر حملہ کراتے ہیں جس سے ان کے فریب' دھوکہ دہی اور کردار کا پتہ چلتا ہے حضرت سے گفتگو کرنے کے بہانے سپاہیوں سے

حملہ کراتے ہیں۔ آپ اپنے 23 جانثاروں کے ساتھ شہید ہوجاتے ہیں۔ 25 / ربیع الثانی 1056ھ کو یہ واقعہ ہوتا ہے۔ رستم باغ احمد آباد میں ہی آپ کا روضہ مبارکہ ہے جہاں آپ کے تمام 23 ساتھیوں کو بھی سپرد خاک کیا گیا۔ پیام امامنا مہدی موعودؑ کی تبلیغ میں آپ نے تمام عمر صرف کی یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

حضرت بندگی میاں سید ابوبکرؓ

آج ماہ ربیع الثانی کی 26 تاریخ ہے۔ مہدویہ تاریخ کی روشنی میں آج ہی کے دن حضرت میاں سید ابوبکرؓ جو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے داماد ہیں، اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ کو بی بی الہداتیؓ سے دو فرزند میاں سید محمود ثانی مہدیؓ اور میاں سید اجملؓ اور دو صاحبزادیاں بی بی خونزاؓ اور بی بی فاطمہؓ ہوئیں۔ بی بی خونزا بڈھن کا نکاح میاں ابوبکر سے ہوتا ہے۔ یہ عقد کہاں، کس مقام پر ہوا اس کی تفصیلات تاریخ مہدویہ میں نہیں ملتی۔ اسے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس سادگی سے دختر مہدی موعودؑ کا عقد ہوا۔ اگر اس تقریب میں اصحاب مہدی موعودؑ کو دعوت دی جاتی تو یقیناً کوئی نہ کوئی صحابی واقعہ کا ذکر کرتا۔ اور وہ تاریخ کا جز بنتی۔ حضرت مہدی موعودؑ نے تقریب میں صحابہ کا وقت گزارنے کے بجائے اللہ کے ذکر میں گزارنے کے لئے یہ احتیاط فرمائی۔ صاحبزادہ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے عقد میں بھی آپؑ موجود نہیں تھے۔ ان دو واقعات سے اندازہ لگائیے کہ کونسا کام مقدم ہے۔ آج ہم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ کوئی باپ اپنی غیر موجودگی میں فرزند یا دختر کی شادی انجام دے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے ہمراہ آپ نے ہجرت فرمائی۔ حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت ثانی مہدیؓ کی خدمت میں آگئے۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے آپ کو دیگر صحابہ کی طرح علیحدہ دائرہ باندھ کر رہنے کا حکم دیا۔ آپ نے اپنا دائرہ رادھن پور اور بھیلوٹ کے درمیان فتح کوٹ قلعہ کے قریب باندھا۔ یہ محمود بیگڑہ بادشاہ گجرات کے بھانجے فتح خاں کی جاگیر تھی۔ حضرت ثانی مہدیؓ اجازت دینے کے بعد دائرہ پر نظر رکھتے تھے کہیں کوئی خلاف ورزی نہ ہو۔ اور احکامات اور ہدایت بھی روانہ کرتے تھے۔ دائرہ میں سختی کے ساتھ روش مہدی موعودؑ پر تمام گامزن تھے۔ ایک مرتبہ میاں ابوبکرؓ اپنے فرزند کی ملازمت کے لئے فتح خاں سے سفارش کی۔ یہ بات جب ثانی مہدی کو معلوم ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ یہ ہمارے دائروں کا نظام تھا۔ صاحب دائرہ جہاں کہیں محسوس کرتے کہ تعلیمات ولایت کی خلاف ورزی ہورہی ہے تو فوراً اس کا سدباب کے لئے ہدایت نامہ جاری کرتے تھے۔ آج کی طرح خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھتے۔ حضرت ثانی مہدی اس عمل پر جہاں ابوبکرؓ پر خفا ہوئے ہیں اور نصیحتاً خط بھی لکھتے ہیں۔ یہ ہمارے بزرگوں کا عمل تھا جو آج ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔ اطراف کا جائزہ لیجئے کیا کیا ہورہا ہے۔ ہم خاموش تماشائی بنے یہ تمام نظارے دیکھ رہے ہیں۔ نہ زبان نہ قلم کا استعمال۔

حضرت ابوبکرؓ کا اس مقام پر 26 ربیع الثانی کو وصال ہوا۔ یہیں پر ایک چبوترہ پر آپ کی تدفین کی جاتی ہے۔ آپ کی اہلیہ بی بی خونزا بڈھن کا مزار پاک بھی آپ کے بازو میں ہے۔ ریلوے اسٹیشن رادھن پور کے سامنے یہ مزارات ہیں۔

رزق حلال

آج ماہ ربیع الثانی کی 27 تاریخ ہے۔

ہم معاشرہ میں روزانہ سنتے ہیں کہ ہماری باتوں کا اثر نہیں ہو رہا ہے۔ برکت ختم ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کا علاج کیا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے اس مسئلہ پر سوچیں تو یہ بات ذہن میں آئے گی کہ اس کی وجہ رزق حلال کا نہ ہونا۔

حقیقت ہے کہ ہم اپنی اس بے حد مصروفیت والی زندگی میں اس پر توجہ ہی نہیں دے رہے ہیں۔ جبکہ رزق حلال آخرت میں کامیابی دلاتا ہے۔ رزق حلال کمانا اور انسان پر فرض عین ہے۔ ایک صحابی کا سوال ہے یا رسول اللہ ﷺ کونسا ذریعہ معاش پاکیزہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت' ہاتھ کی کمائی رزق حلال حاصل کرنے کا سب سے اعلیٰ اور بلند ذریعہ ہے۔ اور اس کے متعلق نبی اکرم ﷺ نے بہت تاکید فرمائی ہے۔ اور فرمایا کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائے۔ اور بے شک اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ اپنے ہاتھوں کی کمائی کھایا کرتے تھے۔

یہ دنیا دار الامتحان ہے اس دنیا میں ہر چیز کے حصول کے لئے محنت ضروری ہے۔ یہ محنت جائز' حلال کے حصول کے لئے ہونا چاہئے۔ محنت سے کما کر اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ پالنا فرائض میں سے ہے۔ حلال روزی جز ایمان ہے۔ نیت' ارادہ پاک ہونا چاہئے۔ جن کی نیت حلال روزی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے خزانے ان پر کھول دیتا ہے۔ سورہ جمعہ کی آیت 10 میں ارشاد ہوا ہے۔ '' پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ رزق حلال جہاں عبادت میں حلاوت و چاشنی پیدا کرتا ہے وہیں دلی سکون اور اطمینان بھی عطا کرتا ہے۔ رزق حلال سے انسان مستجاب دعوت بنتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت محمد ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے دعا فرمائے کہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ آپ نے فرمایا اے سعدؓ حلال کمائی کھاؤ تم مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے۔ خدا کی قسم جب بندہ حرام کا لقمہ پیٹ میں ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔ اور جس بندہ کا گوشت حرام سے پلا ہو تو جہنم کی آگ اس کے بہت لائق ہے۔

قیامت کے دن ان کے چہرے روشن ہوں گے جو اپنے جسم کو حلال کمائی سے پروان چڑھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ ہیں آخری دم تک حلال روزی کھلائے۔ آمین

حرص

آج ماہ ربیع الثانی کی 28 تاریخ ہے اسلامی تہذیب وتمدن میں حرص کیا ہے اس کے تعلق سے سماعت کریں گے۔

حرص ایک ایسی بیماری ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ اس کا علاج اگر ہے تو یہی ہے کہ اس کو دل میں جگہ نہ دو۔ حرص کی خاصیت یہ ہے

کہ انسان کو بدبختی پر آمادہ کرتا ہے۔کسی بزرگ نے کہا ہے کہ حریص کی آنکھ کا کوزہ بھرا ہے نہ بھرے گا جو حریص ہوتا ہے دراصل وہ ایک روگ کو گلے لگاتا ہے۔حرص نعمتوں سے محروم کر دیتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی نظر اس پر سے اٹھ جاتی ہے کیونکہ اس کی نظر دوسروں کی مال و دولت پر ہوتی ہے۔

جس بندہ خدا میں حرص نہیں ہوتی وہ اصل میں درویش ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کا فقیر' ایسے ہی لوگ دنیا میں جنت کو پا لیتے ہیں۔مومن جو ہوتا ہے وہ حریص اور بخیل نہیں ہوتا۔جو حریص اور بخیل ہوتے ہیں وہ دراصل شیطان کے مددگار رہتے ہیں۔حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں'' دولت اور مرتبہ کی حرص دین میں فساد ڈالتی ہے۔اللہ تعالیٰ فتنہ وفساد برپا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔لہٰذا حرص کو وہم وگمان میں آنے نہ دیں۔یہ بیماری جب آجاتی ہے کہ ذہنی سکون کو درہم کر کے حسد پیدا کرتی ہے۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حرص کرنا مفلسی ہے کیا ہم مفلس ہونا پسند کرتے ہیں۔جواب نہیں ہوگا۔اس سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ حرص ہمیں کہاں سے کہاں لے کر جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ ارشاد فرماتے ہیں نعمت اور عافیت موجود ہونے کے باوجود حرص کبھی نہ کرو۔اللہ تعالیٰ نے اگر مال و دولت سے نوازا ہے' کئی ایک نعمتیں عطا کی ہیں' زندگی اطمینان سے گزر رہی ہے تو حرص نہ کریں۔بلکہ اللہ تعالیٰ جس حال میں بھی رکھا ہے اس پر راضی بہ رضا رہیں۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں حرص سے کچھ روزی نہیں بڑھتی مگر آدمی کی قدر گھٹ جاتی ہے۔جو حریص ہوتا ہے اس کی معاشرہ میں ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی نظروں میں بھی اس کی قدر گھٹ جاتی ہے۔حرص کے تعلق سے حضرت علیؓ اہم بات یہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں جتنی زیادہ حرص ہوگی اسکو اللہ تعالیٰ پر اتنا ہی کم یقین ہوتا ہے۔اس ارشاد پر غور فرمائیں۔حرص کی وجہ سے اللہ پر کم یقین ہوجاتا ہے تو پھر وہ مسلمان کہاں رہا؟

ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں ہر اُس چیز سے پرہیز کریں جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے۔اُن امراض سے بچیں جس سے عبادت کی حلاوت اور ذہنی سکون ختم ہوجاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج ماہ ربیع الثانی کی 29 تاریخ ہے۔''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پر مضمون سماعت کیجئے۔

قرآن پاک میں 114 سورتوں میں سے 113 سورتوں کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوا ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی فضیلت کا۔جب اللہ تعالیٰ اپنے کلام کی ابتداء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے کر رہا ہے تو ہم بندوں کا کام ہے کہ ہر کام کی ابتداء بسم اللہ سے کریں۔والدین کا کام ہے کہ اپنے اپنے بچوں کو بسم اللہ پڑھنے کی عادت بچپن سے ڈالیں۔یہ عادت اگر بچوں میں پڑ جائے گی تو انشاء اللہ ان کے ہر کام میں برکت ہی برکت ہوگی۔

پڑھائی کے وقت کھانا کھاتے وقت بسم اللہ سے آغاز کریں۔اگر کھانا کھانے بیٹھتے ہیں اور بسم اللہ نہ پڑھیں تو شیطان کھانے میں شامل ہوجاتا ہے۔شیطانی اثرات اگر کھانے میں شامل ہوجائیں گے تو جو طاقت ملے گی وہ بندہ کو گناہ پر آمادہ کرے گی۔ان اثرات سے بچنے کے لئے بسم اللہ پڑھیں۔اگر بھول گئے تو درمیان میں یاد آجائے تو بسم اللہ پڑھیں۔پڑھائی کے آغاز کے وقت بسم اللہ پڑھنے سے دماغ جلد اس کو قبول کر لیتا ہے اور یاد ہوجاتا ہے۔شیطان خلل نہیں ڈالتا جس کی وجہ سے دوران پڑھائی غیر ضروری خیالات یا بھٹکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔اس کے یہ فیوض و برکات ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے' کہنے سے اللہ کی رحمت و برکت حاصل ہوتی ہے۔اس کلمے میں خدا کے صفات پوشیدہ ہیں۔اگر مسلمان اسکو سونچ سمجھ کر پڑھتا ہے تو اس سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔بچپن میں ہمیں تعلیم دی جاتی تھی کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں۔یہاں تک کہ جب رات میں گھر کا دروازہ بند کر دیتے تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر دروازہ بند کرتے تھے۔حدیث میں ہے کہ جو بندہ رات کو اپنے گھر کا دروازہ بند کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھتا ہے تو شیطان رات کے وقت اس کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ ہر کام کا آغاز بسم اللہ سے کرے۔گھر کے کام ہو یا دفتر کا کام یا کاروبار ہو' کپڑے پہنتے وقت' کپڑے اُتارتے وقت بسم اللہ پڑھیں۔انشاء اللہ تعالیٰ اس عمل سے شیطانی وسوسوں سے بچ کر خدا کی رحمت کو پا سکتے ہیں۔

ام المومنین بی بی میمونہؓ

آج ماہ ربیع الثانی کی 30 تاریخ ہے۔آج ہی کے دن ام المومنین میمونہؓ کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت محمد ﷺ سے نکاح سے قبل آپ کا نام برّہ تھا۔قبیلہ قیس بن عیلان سے آپ کا تعلق تھا۔حضرت محمد ﷺ نے نکاح کے بعد آپ کا نام میمونہؓ رکھا۔یہ آپ کی آخری بیوی تھیں۔ان سے نکاح کے بعد حضور ﷺ نے اپنی وفات تک کوئی اور نکاح نہیں کیا۔یہ نکاح سنہ ۷ھ میں ہوا۔

حضرت میمونہؓ نہایت خدا ترس' متقی اور پرہیز گار خاتون تھیں۔مخیرّ اور فیاض تھیں۔کوئی سائل گھر سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ایک مرتبہ لونڈی کو آزاد کر دیا حضرت محمد ﷺ کو خبر ہوئی تو ارشاد فرمایا خدا تم کو جزا دے۔کردار کی یہ خوبی تھی کہ قرض لے کر لوگوں کی حاجت کو دور کرتی تھیں۔ایک دفعہ کثیر رقم قرض لی۔ساتھیوں نے پوچھا اتنی زیادہ رقم کی واپسی کی کیا صورت ہوگی' آپؓ فرمائی میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص قرض ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس کا قرض ادا کرنے کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔

مسجد نبوی کی آپ کے دل میں کتنی عظمت تھی اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔مدینہ میں ایک عورت سخت بیمار ہوئی۔اس نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے شفا دی تو بیت المقدس جا کر نماز پڑھوں گی۔اللہ تعالیٰ نے اسے شفا دی۔اس نے اپنی منت پوری کرنے کے لئے بیت المقدس جانے کا ارادہ کیا۔سفر پر روانہ ہونے سے قبل حضرت میمونہؓ سے ملنے آئی اور اپنی منت کو بیان کیا۔حضرت میمونہؓ نے تمام حالات سن کر اسے سمجھایا کہ مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مساجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔تم بیت المقدس میں جانے کے بجائے مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھ لو' ثواب بھی زیادہ ہوگا اور منت بھی پوری ہو جائے گی۔مسجد نبوی اللہ کو بیت المقدس سے زیادہ محبوب ہے۔ام المومنین بی بی میمونہؓ کی یہ فکر و صلاحیتیں تھیں۔آپ سے 46 احادیث مروی ہیں۔

بی بی میمونہؓ 30 ربیع الثانی 50 یا 51 سنہ ہجری کو 81 برس کی عمر میں اس دنیا سے کوچ فرمائیں۔سرف کے مقام پر وفات پائیں جب آپ کا جنازہ اٹھایا جا رہا تھا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔رسول اللہ ﷺ کی رفیق حیات ہیں۔ادب کے ساتھ آہستہ آہستہ چلو۔عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ماہ جمادی المنور

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	میرانجیؓ کا مہینہ	178	16	خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ اور ان کی تعلیمات	203
2	سیرت مہدی موعودؑ میں رسول اللہؐ کا فرمان	179	17	حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؓ	205
3	تصدیق بندہ عمل است	181	18	حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؓ	207
4	مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہؐ	182	19	عمل کے ساتھ ہو تصدیق	209
5	ذکر اللہ	183	20	سیرت مہدی موعود علیہ السلام	210
6	بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے	186	21	گروہ مہدویہ میں دعوت الی اللہ واولوا الالباب	212
7	مہدیؑ کا انداز تعلیم وتربیت	188	22	گروہ مہدویہ میں توکل	213
8	سیرت مہدی موعود علیہ السلام	189	23	تعلیمات مہدی موعودؑ میں خدا پرستی	214
9	خدا کی پہچان	190	24	خدا پرستی اور عشق	215
10	فیض ولایتِ محمدیہؐ	191	25	صحبت صادقین	216
11	سیرت مہدی موعودؑ میں اتباع رسول اللہؐ	193	26	عزلت از خلق	219
12	سیرت مہدی موعودؑ اور شریعت محمدیؐ	194	27	گروہ مہدویہ میں سادگی	221
13	مہدیؑ ۔خلیفۃ اللہ	195	28	گروہ مہدویہ میں غفلت کی ممانعت	222
14	خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ	198	29	سیرت مہدی موعودؑ اور بیان قرآن	223
15	فرائض ولایت	200	30	گروہ مہدویہ میں طالب مولیٰ اور تقویٰ شعار	224

میرانجیؑ کامہینہ

آج ماہ جمادی المنور کی یکم تاریخ ہے۔

قمری سال کا پانچواں مہینہ ہے یہ وہ مقدس مہینہ ہے جس میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔تاریخ مہدویہ میں اس ماہ کو میرانجیؑ کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے۔اس ماہ کی 14 تاریخ کو شہر جونپور میں آپ کی ولادت باسعادت ہوتی ہے۔خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے آپؑ کے تعلق سے کئی ایک احادیث بیان فرمائی ہیں جو متواتر ہیں۔متواتر احادیث کے راویوں پر بحث نہیں کی جاسکتی۔اس کو بغیر بحث کے قبول کرنا وعمل کرنا واجب ہے۔اس سلسلے کی چند احادیث پیش کی جارہی ہیں جس سے حضرت مہدی موعودؑ کے مقام ومرتبہ کا علم ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر مسلمان کو تصدیق کا شرف حاصل ہو۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے تعلق سے جو احادیث آئی ہیں وہ متواتر ہیں تو اب یہ ضروری ہے کہ اہل سنت کے اکابرین کے عقائد کی روشنی میں ان کا حکم بھی معلوم کریں۔اہل سنت اکابرین کا عقیدہ ہے حدیثِ متواترہ کا انکار کفر ہے اور اس کے راویوں پر بحث نہیں ہے ان احادیث پر عمل کرنا داخل ایمان ہے۔

(۱) ام سلمہؓ سے روایت ہے۔ **قالت سمعت رسول الله صلعم يقول المهدى من عترتى من ولد فاطمه** (مستدرک للحاکم) ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مہدی میری عترت سے اولاد فاطمہؓ سے ہوں گے۔

(۲) حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ **قال قلت يا رسول الله امنا ال محمدن المهدى ام من غير نا فقال بل منا يختم الله به الدين كما فتح بنا** حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ کیا مہدی ہم میں سے ہیں یا ہمارے غیر (گھرانے) سے آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ہم میں سے ہی ہیں اور اللہ ان سے ہی دین کا اختتام فرمائے گا جس طرح کہ ہم سے اس کو شروع کیا تھا۔

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ **عن النبى صلى الله عليه وسلم لو لم يبق من الدنيا الايوم لطول الله ذلك اليوم حتى يبعث فيه رجلا منى او من اهل بيتى يواطى اسم اسمى واسم ابيه اسم ابى** (ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو اللہ اس دن کو اتنا دراز کرے گا کہ اس میں ایک شخص کو اللہ مبعوث فرمادے جو مجھ سے یا میرے اہل بیت سے ہوگا اور اس کا نام میرا نام اور اس کے والد کا نام میرے والد کا نام ہوگا۔

(۴) **عن على قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المهدى منا اهل البيت يصلحه الله فى ليلة** (ابن ماجہ) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مہدی ہم اہل بیت سے ہیں۔اللہ ان میں ایک ہی رات میں صلاحیت پیدا کردے گا۔

(۵) حضرت ثوبانؓ سے جو ایک طویل حدیث آئی ہے اس کے آخر میں یہ ہے۔ **فاذا سمعتم به فاتوه وبايعوه ولوحبوا على الثلج فانه خليفة الله المهدى** ۔حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ جب تم مہدی کے بارے میں سنو تو ان کے پاس جاؤ اور ان سے بیعت کرو اس

کے لئے اگر چہ تم کو برف پر سے رینگ کر جانا پڑے۔اس لئے کہ وہ اللہ کے خلیفے مہدی ہیں۔

(۶) ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ **قال رسول اللہ صلعم المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملاء الارض قسطا وعدلا کما ملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین** فرمایا آنحضرتؐ نے کہ مہدی مجھ سے ہے روشن پیشانی اور بلند بینی والا۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی۔وہ (امر خلافت کا) سات سال کا مالک ہوگا

زمین سے مراد یہاں پوری دنیا نہیں ہے بعض لوگ پوری دنیا لیتے ہیں جب حضور رسول اللہؐ کے زمانے میں پوری دنیا عدل وانصاف سے نہیں بھری تھی تو ان کے تابع تام کے زمانے میں کس طرح پوری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ باطنی طور پر یہاں مومن کا دل ہے اور جو لوگ ایمان لائے وہ ہی اس زمین کے زمرہ میں آئیں گے حضور کے زمانے یا خلفاءِ راشدین کے زمانے میں جو مسلمان ہوتا تھا وہ عدل کرتا تھا دنیاوی ہو کہ دینی عبادات میں ہو کہ ریاضت میں اس کے بعد اس میں ظلم آ گیا جیسا کہ قرآن میں ایمان نہ لانے اور عبادت سے دور رہنے کو ظلم سے (اپنے آپ پر ظلم) سے لیا گیا ہے۔حدیث میں بھی ایسا ہی ہے۔

(۷) **قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول نحن عبد المطلب سادة اهل الجنة انا وحمزه وعلی وجعفر والحسن والحسین والمهدی** (ابن ماجہ) کہا انہوں نے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد جنت کے سردار ہیں میں، حمزہؓ، علیؓ، جعفرؓ، حسنؓ، حسینؓ اور مہدی۔

(۸) نیز حدیث **انه یقفوا اثری ولا یخطی** تو بہت مشہور ہے۔یعنی وہ میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا۔

مندرجہ بالا حدیثوں سے امام مہدی علیہ السلام کی یہ شان ظاہر ہو رہی ہے کہ وہ اللہ کے خلیفے ہیں۔اہل بیت رسول اللہ ﷺ سے ہیں۔اولاد فاطمہ سے ہیں۔ جنت کے سردار ہیں۔ہم نام رسول ہیں۔اور آپ کے والد ہم نام والد رسول اللہ ﷺ ہیں۔حلیہ بھی رسول اللہ کا رکھتے ہیں۔امام عادل ہیں۔زمین کو ظلم وجور سے پاک کرنے والے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ معلومات وفیض حاصل کرنے والے ہیں۔ معصوم عن الخطا ہیں اور خاتم دین ہیں۔اور آپ کی بعثت اشد ضروری ہے اتنی کہ آپ کے ظہور کے بغیر دنیا کا خاتمہ نہ ہوگا یعنی قیامت برپا نہ ہوگی۔ آپ پر ایمان لانا ایمانیت میں داخل ہے۔

سیرت مہدی موعودؑ میں رسول اللہؐ کا فرمان

رسول اللہ کا فرمان المهدی منی یقفوا اثری ولا یخطی

آج ماہ جمادی المنور کی 2 تاریخ ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی کامل ومکمل پیروی صرف اور صرف وہی ہستی معظم کر سکتی ہے جو مامور من اللہ ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی موعود، مہدی آخرالزماں، دافع ہلاکت امت محمدیہ، مامور من اللہ، داعی الی اللہ، مبین کلام اللہ، خاتم الولایت محمدیہ بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔آپ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی واتباع کے تعلق سے ارشاد فرمایا ''بندہ قدم بقدم رسول ہست''، یعنی بندہ رسول اللہؐ کے قدم بہ قدم ہے۔یہ اعلان ہر کوئی نہیں کر سکتا صرف وہی شخصیت کر سکتی ہے جو داخل ایمانیت ہوتی ہے جن پر ایمان لانا، ان کی

تصدیق کرنا فرض ہو۔

حضرت محمد ﷺ کا ارشاد گرامی جو مہدیؑ کے مقام و مرتبہ کی نشان دہی کرتا ہے ''**فی صفة المهدی انه یقفوا اثری و لا یخطی**'' یعنی مہدی قدم بہ قدم میری پیروی کرے گا اور خطا نہ کرے گا۔ اس ارشاد رسول مقبول ﷺ سے مندرجہ بالا فرمان حضرت مہدی موعودؑ کی مکمل تائید ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ہے مجھ کو روزانہ بلا واسطہ خدا سے تعلیم ملا کرتی ہے اور حکم بھی ملتا ہے ایک حکم ایسا بھی ہے ''کہہ تو کہ میں اللہ کا بندہ، محمد ﷺ کا تابع ہوں''۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت کے ہر گوشہ میں حضور ﷺ کی سیرت نظر آتی ہے۔ فرہ مبارک میں حضور مہدی موعودؑ کے آخری ایام ہیں۔ آپ ام المومنین بی بی بونجیؓ کے حجرہ سے اُم المومنین بی بی ملکانؓ کے حجرہ میں آنا چاہتے ہیں کیونکہ بی بی ملکانؓ کی باری کا وقت شروع ہو چکا تھا۔ اصحاب نے کہا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے یہیں پر آپ آرام فرمائیں۔ بی بی ملکان بھی وہیں پر تھیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کی کیفیت دیکھ کر فرماتی ہیں کہ میں اپنی باری بی بی بونجیؓ کو بخشدی ہے۔ آپ یہیں پر آرام فرمائیں۔ حضرت مہدی موعودؑ اس موقعہ پر ارشاد فرماتے ہیں تم میری رعایت کرتی ہو مگر شریعت محمدی ﷺ کی نہیں۔ اس طرح فرمانے کے بعد آپ نے خود اٹھنا چاہا۔ یہ دیکھ کر صحابہ آپ کو بی بی ملکانؓ کے حجرہ میں پہونچاتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے اپنی آخری وقت میں بھی شریعت کی کماحقہ پابندی فرمائی۔

حضرت مہدی موعودؑ کے بیان قرآن کی شہرت سن کر لوگ جوق در جوق آپ کے دائرہ میں آتے تھے۔ ان میں سے بعض کی سوچ و فکر یہ بھی تھی کہ حضرت سے بڑے بڑے معجزہ بھی ہوتے ہونگے اس کو دیکھنے کے لئے دائرہ میں قیام کرتے تھے۔ دو تین روز رہنے کے بعد محسوس کیا کہ یہاں پر کوئی کشف و کرامات ہے نہ معجزہ وغیرہ وہ دائرہ سے جانے لگتے ہیں۔ حضرت کی نظر مبارک اُن پر پڑتی ہے انہیں اپنے پاس بلاتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ بندہ کی صحبت سے دور ہو رہے ہیں اور دائرہ چھوڑ کر جا رہے ہو۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم آپ کی کافی شہرت سن کر آئے تھے لیکن دوران قیام ہم نے آپ سے کوئی معجزہ، کرامات وغیرہ کا ظہور نہیں دیکھا۔ اس لئے ہم یہاں سے جا رہے ہیں اس جواب پر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ اس طرح فرماتے ہیں۔

یہ سچ ہے لیکن یہ تو بتلاؤ کہ ان ایام میں آپ نے بندہ سے یا دائرہ کے اصحاب سے خلاف احکام خداوندی و شریعت کوئی کام سرزد ہوتا ہوا دیکھا ہے۔ اس پر وہ لوگ کہتے ہیں ہم نے دائرہ میں کوئی خلاف شریعت کام ہوتا ہوا نہیں دیکھا ہے۔ اس جواب پر مہدی موعودؑ فرماتے ہیں اس سے بڑھ کر بھی کوئی اور معجزہ ہے۔ اس جواب پر تمام شرمندہ ہو جاتے ہیں اور دائرہ میں قیام کرتے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت کے تمام واقعات اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ ''آپؑ قدم بقدم رسول ہست'' ہر امتی رسول اکرمؐ کے ذہن میں یہ بات رہنی چاہئے کہ حضرت محمدؐ نے سوائے حضرت مہدی موعودؑ کے کسی اور کے تعلق سے یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد وارث ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہؐ کا تابع تام وہی ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے بینہ پر ہو جس کو اللہ کی طرف سے بلا واسطہ وحی ہوا کرتی ہو اور معصوم عن الخطا ہونے کا منصب بھی انہیں کو عطا کیا جاتا ہے جو اقوال، اعمال اور احوال میں بے خطا اتباع کا دعویٰ کرتا ہو۔ یہ تمام صفات عالیہ اللہ کے خلیفہ کے سوا کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتی اور یہ اللہ کا خلیفہ 14 / جمادی الاول 847ھ کو شہر جونپور میں مبعوث ہوتا ہے۔ اللہ کے حکم سے 901، 903، 905 ہجری میں مہدی موعودؑ ہونے کا دعویٰ فرماتا ہے جنکے نصیب میں تصدیق کا شرف تھا وہ شرف حاصل کئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام بنی نوع انسانی کو حضرت سید محمد جونپوریؑ کی مہدیت کو سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

تصدیق مہدیؑ تصدیق بندہ عمل است

فرمان مہدی ''تصدیق بندہ عمل است''

آج ماہ جمادی المنور کی 3 تاریخ ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے فرامین میں سے یہ ایک اہم فرمان ہے۔آج کے اس پُرآشوب اور بےعملی کے دور میں اس فرمان مبارک کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔جس طرح سانس کا جاری رہنا زندگی کی علامت ہے اس طرح عمل کا دارومدار ایمان کے ساتھ ہے۔عمل سے ہی ایمان ترقی کرتا ہے اور اگر کوئی مسلمان دل سے تصدیق کرتا ہے لیکن ان باتوں پر اور فرائض پر عمل پیرا نہیں ہوتا ہے تو اس کا یہ تصدیق کرنا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔کیونکہ عمل ہی کی طرف دعوت دینے کے لئے ایک لاکھ سے زائد پیغمبر مبعوث ہوئے اور ساتھ میں کتابیں بھی نازل ہوئے جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ کس طرح سے زندگی گذاری جائے اور کن کن باتوں پر عمل کیا جائے اور کن کن باتوں سے پرہیز کیا جائے۔اس مثال سے اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جس طرح انسانی فطرت ہے کہ اسی پھول کو پسند کرتے ہیں جس میں خوشبو ہوتی ہے۔اس طرح پروردگار عالم انہی بندوں کو پسند کرتے ہیں،قبول کرتے ہیں جو باعمل ہوتے ہیں اس لئے حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مہدی کا قبول کرنا عمل ہے ورنہ بےعمل قبولیت مردود ہے۔اس طرح یہ بھی مشہور ہے کہ خدا تعالی یہ نہیں پوچھے گا کہ تم پسر احمد ہو کہ پسر محمد اللہ تعالی عمل بامحبت کو پوچھے گا۔اس سے بھی عمل کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے بلکہ اِس عمل کی طرف اشارہ ہے کہ جو اخلاص کے ساتھ ہو اور اللہ کی محبت میں ڈوب کر ہو۔غرض حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے عمل کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا ہر سانس کی حفاظت کی جائے اور آج غلامان مہدی موعود علیہ السلام عمل سے کوسوں دور ہو چکے ہیں جہاں عاشقان موعودؑ آٹھوں پہر ذکراللہ میں رہتے تھے۔آج ایک پہر کا بھی بیٹھنا مشکل ہو گیا ہے۔

اسلام میں بعثت مہدی موعودؑ ایمانیت میں سے ہے۔آپ خلیفۃ اللہ ہیں،دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہیں۔آپ کی بعثت کا انکار، احادیث کا انکار ہے۔احادیث کا انکار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار ہے۔حضرت محمد رسول اللہ کا انکار قرآن کا انکار ہے اور قرآن کا انکار خدا تعالی کا انکار ہے۔لہذا ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ بعثت حضرت مہدی موعودؑ کے بعد آپ کی تصدیق کرے اور ایمان والوں کے زمرے میں شامل ہو جائے۔حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی موعودؑ قبول کرنا عمل ہے۔جس پر اجر ہی اجر ہے۔قبول نہ کرنے پر بےعملوں میں شمار ہو جاتا ہے اور مردود ہونے کا ٹھپہ لگ جاتا ہے۔حق کے ظہور کے بعد حق سے کنارہ کشی اختیار کرنا خدا سے بغاوت کرنے والوں میں شمار ہو جاتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کا ارشادہ **"تصدیق بندہ عمل است"** یعنی بندہ کی تصدیق بھی عمل ہے اس تصدیق کرنے کے ناطے ہم پر جو فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان پر عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔اگر ہم ان پر عمل پیرا نہیں ہوئے تو ہمارا قبول کرنا یا نہیں کرنا دونوں برابر ہے۔غرض حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے عمل کی طرف توجہ دلائی ہے اور پروردگار عالم کو بھی وہی بندے محبوب ہیں جو باعمل ہوتے ہیں۔کیونکہ احادیث میں ہے کہ انسان کے مرنے کے بعد تین چیز قبر تک ساتھ جاتی ہیں اور دفنانے کے بعد دو چیزیں واپس ہو جاتی ہیں

اورایک چیز مرنے والے کے ساتھ رہ جاتی ہے اور وہ اس کا عمل ہے جو اس نے دنیا میں کیا ہے۔ اگر اس نے نیک کام کیا ہے تو اس کو اس کا اجر ملے گا اگر اس نے برا کام کیا ہے تو اس کی سزا ملے گی۔ غرض انسان کی بخشش کا دارو مدار اس کے عمل پر منحصر ہے۔ عمل سے زندگی بھی بنتی ہے اور آخرت بھی سنورتی ہے۔

اگر ہم خدا کے مقبول ومحبوب بندہ بننا چاہتے ہوں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی سیرت وتعلیمات کا تھوڑا سا رنگ اپنی اپنی سیرت میں لانا چاہئے۔ خدا تعالیٰ سے انعام پانا چاہتے ہوں تو ان فرائض پر عمل پیرا ہو جائیں جن پر امامنا علیہ السلام نے عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ تصدیق کی جو نعمت ملی ہے اس کا شکر ادا کریں اور مقبولِ بارگاہِ خداوندی بننے کے لئے باعمل ہو جائیں۔

باعمل تیرے پاس ہے مقبول
اے عمل کے پیامبر مہدیؑ
(سحرؔ)

مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہؐ

فرمان مہدیؑ مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہؐ

آج ماہ جمادی المنور کی 4 تاریخ ہے۔

انسانی کردار کی تعمیر کے لئے ہمیشہ دو چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ایک عقیدہ اور دوسرا عمل۔ عقیدہ دراصل خدائی بعثوں پر ایمان لانا اور من وعن ان کے تعلیمات کو بغیر کسی حیلہ و بہانے کے تسلیم کرنا، قبول کر لینے کے بعد اس پر عمل پیرا ہونا۔

حضرت مہدی موعودؑ جب کاہہ اور قندھار سے ہوتے ہوئے فرہ پہونچے۔ یہاں پر جب حکم شاہ پر علمائے ہرات نے چار سوالات منتخب کئے اور اس کے جوابات آپ سے دریافت کئے۔ ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ آپ کونسا مذہب رکھتے ہیں اور کس مذہب پر ہیں۔ اس سوال پر آپ نے جواب دیا ہمارا مذہب اللہ کی کتاب (قرآن) اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔ یہ ایک اہم سوال تھا۔ علماؤں نے اس سوال کے پیچھے یہ ذہن تیار کر لئے تھے۔ جو شخص مامور من اللہ ہوتا ہے وہ حنفی، شافعی، مالکی یا کوئی مذہب کا پیرو نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کا مذہب اللہ کی کتاب اور حضرت محمد رسول ﷺ کی اتباع ہوتی ہے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے اس جواب سے علمائے ہرات کی تشفی ہو جاتی ہے۔ چاروں علماء نے آپ سے جوابات پاکر تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں اور تمام کیفیت سے بادشاہ کو واقف کرتے ہیں۔ مورخین اور سیرت نگاروں نے ان چار علماء کے نام ملا علی فیاض، ملا علی شیروانی، ملا درویش محمد ہراتی اور ملا عبدالصمد ہمدانی بتلائے یں۔

حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت خدائی بعثت ہے۔ یہ ہستی مامور من اللہ اور داعی الی اللہ ہے۔ اس شخصیت کی تصدیق داخل ایمان ہے۔ اس ہستی معظم کا ہر فرمان ہر ارشاد قیامت تک کے لئے راہ ہدایت اور راہ عمل ہے۔ یہ ہستی دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہے۔ مصدقان کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ وہ بحیثیت قوم اس کرہ ارض پر اپنی زندگی گزارئیں اور اپنی شناخت کو باقی رکھیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کا یہ فرمان ذیشان مذہب ما

کتاب اللہ واتباع رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنی قومیت کے تعارف میں بڑا ممدومعاون ثابت ہوتا ہے۔سب سے اہم بات یہ ہے کہ تبلیغی نقطہ نظر سے یہ فرمان ہمارے لئے بہت کارآمد بھی ہے۔اس بیانر تلے آنے یا اس جھنڈے تلے آنے میں کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔آج اس فرمان کی روشنی میں تعلیمات اور سیرت حضرت مہدی موعودؑ کو تقریر یا تحریر کے ذریعہ پیش کریں گے تو یقیناً ہر صاحب سمجھ فرد دلچسپی سے متوجہ ہوگا۔اس کی تشنگی بھی بڑھے گی اور مزید معلومات کے لئے ہم سے ربط پیدا کر کے اپنی پیاس بجھائے گا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' کی دستک دیں۔اس دستک پر یقیناً دروازہ کھولے گا یا ہمیں جواب ملے گا۔

ہم حق پر ہیں،حق بات کو پیش کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔جب کوئی کہتا ہے مذہب کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ہے تو کون نہ ہوگا جو ان کی بات کو قبول نہ کرے گا۔آج مہدی موعودؑ کی سیرت کے اس پہلو کو اور تعلیمات کو پیش کرنے کی ضرورت ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے رسول اللہؐ کی اتباع روحِ رسول سے پوچھ کر اور تعلیم بلا واسطہ کے ذریعہ فرمائی،غیر معصوم کی خبر پر اتباع نہیں کیا بلکہ اتباع کے لئے رسولؐ نے جیسا فرمایا کہ وہ مجھ سے ہے اور میرے نقش قدم پر چلے گا کبھی خطا نہیں کرے گا حضرت مہدی موعودؑ نے قولاً،فعلاً وحالاً من وعن اتباع کر کے دعوت بصیرت دی۔آخر کب تک ہم جمود کا لبادہ اُوڑھے رہیں گے۔اس لباس سے نکلیں اور آگے بڑھ کر دستک دیں کیونکہ اس کرہ ارض پر ہم ہی خیر اُمت ہیں۔یہ کوئی دعویٰ نہیں سچائی ہے کیونکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے تمام ارشاد اور تعلیمات پر ہم مہدوی صدق دل کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ہر ارشاد کی تصدیق کرتے ہیں۔ہم پر بڑی ذمہ داری ہے۔اس ذمہ داری کو آیات قرآنی اور احادیث کی روشنی میں جہد مسلسل کرنا ہے جب ہی اس کے اچھے نتائج سامنے آسکتے ہیں۔

دور حاضر میں ہم پر بڑی ذمہ داری ہے۔اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے آخری سانس تک اس کی تکمیل کی کوشش کرنا ہے۔کیا معلوم کونسا وقت ہمارے لئے باعث رحمت ہوجائے۔ اور ہم اللہ کے مخلص بندوں میں شامل ہوجائیں۔جو لوگ نیک ارادہ لے کر اس راہ پر چلتے ہیں تو انہیں کامیابی ملتی ہے اور اللہ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت کے کئی ایک دروازے کھول دیتا ہے۔اللہ اپنے دین کا ناصر ہے وہ جس سے چاہے کام لے سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم مصدقان مہدی موعودؑ پر ابر رحمت برسائے اور ثابت قدمی سے دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ہم میں بھائی چارگی کو فروغ دے اور اتحاد واتفاق کی فضاء کو دراز کرے۔(آمین)

ذکراللہ

آج جمادی المنور کی 5 تاریخ ہے۔ذکر اللہ پر ایک مضمون سماعت کیجیے۔

خوش نصیب ہے وہ بندگانِ خدا جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے وہ ہمارا آقا ہے ہم اس کے غلام ہیں۔غلاموں کا کام ہے کہ ہمیشہ اپنی آقا کی یاد میں رہیں۔جس طرح قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے ''اللہ کی یاد سے غافل نہ بنو'' اللہ تعالیٰ سے غفلت ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے ''لوگو خدا کی یاد میں لگے رہو تاکہ تمہارا بھی اس کے پاس ذکر خیر ہوتا رہے'' جو بندگان خدا آٹھوں پہر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنا خاص فضل عنایت فرماتا ہے۔فرشتوں کی محافل میں ان کا ذکر خیر ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ خدا کی یاد بھی ایک عظیم ترین شہ ہے۔خدا سے خوف رکھنے والے بندے اس عظیم ترین شہ کی قدر کرتے ہیں اور اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں

حضرت مہدی موعودؑ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے ''باتوں سے خدا نہیں ملتا ہے، خدا ذکر خدا سے ملتا ہے''۔ خدا کو پانا ہی ہماری تخلیق کا مقصد ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اپنی سانسوں کی غذا بنالیں۔ اس راہ میں ہر آنے والی چیزوں سے پرہیز کرتے ہوئے ایک سچے طالب خدا بن کر زندگی گزاریں۔

ہر بشر تین حالات میں رہتا ہے، ایک کھڑا ہوا، دوسرا بیٹھا ہوا اور تیسرا لیٹا ہوا۔ ان تین حالات سے ہٹ کر اور کوئی حالت نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعودؑ کو دافع ہلاکت اُمت محمدیہ بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ انسان قیامت تک کس کیفیت و حال میں ہوگا اس کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا ان کیفیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور قرآن کی آیت میں خدا نے جو فرمایا ہے کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے ہر حالت میں ذکر کرو، اسی مناسبت سے آپ نے فرمایا کہ ''ہر حالت میں خدا کی یاد میں لگے رہو''

حضرت مہدی موعودؑ نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ خدا کا نام خدا کے لئے ہی لینا چاہیئے۔ اور ایک موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا ''ہر چہ خواہی از خدا خواہ'' جو بھی چاہو خدا سے ہی چاہو۔ جو اللہ کے بندے ہیں، جو اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں، جنہیں اللہ کا خوف ہے، وہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرتے ہیں کیونکہ اللہ کی یاد سے انہیں اطمینان قلب وسکون حاصل ہوتا ہے۔ حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا ہے ''جب تک آدمی کا دل اللہ کی یاد میں ہے وہ نماز میں ہے اگرچہ بازار میں ہو'' اللہ کو یاد کرنے سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ بدنصیب ہیں وہ بندگان خدا جو اللہ کی یاد سے غافل رہتے ہیں، جو دنیا کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔ اس کرہ ارض کی تمام اشیاء کا ظہور انسان کے لئے ہوا۔ انسان کا کام ہے اس سے استفادہ کرے نہ کہ اس کا غلام ہو جائے۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ''یاد خدا سے دل کو راحت ہوتی ہے'' اور کون نہ ہوگا جو اس دنیا میں راحت کا اُمیدوار نہ ہوگا ؟

اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت سے اس کو یاد کرنے سے بے شمار عنایتیں حاصل ہوتی ہیں۔ رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اس کی یاد اور فرمانبرداری سے پریشانیاں اور تکالیف دور ہوتی ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے یاد کرنے والوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کرتا۔ ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا کہ جب بھوک لگتی تو اللہ کا ذکر ان کا توشہ بن جاتا تھا اور جب پیاس لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ان کی طلب اور مراد ہوتی ہے۔ اللہ کے ذکر کرنے والوں کو زمین بھی یاد کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تقویٰ کی کنجی کہا گیا ہے اور حضرت مہدی موعودؑ نے آیت قرآنی کی روشنی میں اللہ کے ذکر کو فرض فرمایا ہے۔ ہر مہدوی کو چاہیئے کہ پابندی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ ذکر کرنے سے طلب دیدار میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور ذاکر کو ہی خدا کا دیدار ہوسکتا ہے۔ ذکر کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مجھ کو اخلاص سے یاد کرتا ہے میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں۔ جب وہ چلتا ہے اس کا پاؤں بن جاتا ہوں۔ یہی مشاہدہ ہے اور یہ چیز صرف ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ سب سے اہم چیز ذکر کی قضاء نہیں۔ جو لمحہ یاد خدا سے خالی گیا وہ نقصان میں ہے۔ جس کی پا بجائی ممکن نہیں۔ اس لئے بغیر ذکر کے سانس کو مہدی علیہ السلام نے حرام کہا ہے۔ ذکر کا طریقہ اپنے مرشد سے پوچھ کر عمل کرو۔ زیادہ اور جلدی فوائد حاصل ہوں گے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لئے انسان کو پیدا کیا اور کائنات کو وجود میں لایا۔ اس رُخ پر ہدایت دینے کے لئے نبیوں، رسولوں کو آسمانی صحائف اور کتب کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ان مامور من اللہ ہستیوں نے عطا کردہ تعلیم و ہدایت کو اپنے اپنے دور کے بندگان خدا کے پاس

من وعن پہنچایا۔جنہیں توفیق ملی وہ اس سمندر میں غوطہ زن ہوکر اپنی پیاس بجھائی۔منشاء خداوندی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق 14 / جمادی الاول 847ھ کو خلیفتہ اللہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔آپ نے بحکم خدا ذکر اللہ، طلب دیدار خدا، توکل، ہجرت، صحبت صادقین، عزلت از خلق اور ترک دنیا کو فرض فرمایا۔

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو ماؤں کی محبت سے 100 درجہ زیادہ چاہتا ہے۔اور خدا کو پانا کون بندہ نہ چاہے گا۔حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں خدا کو کہانیوں کے ذریعہ نہ پاسکو گے بلکہ صرف ذکر خدا سے۔حقیقت ہے کہ ذکر اللہ سے قلبی جلاء حاصل ہوتی ہے۔اس سے دل کی نگاہ تیز ہوتی ہے اور فضل خدا ہوجائے تو خدا کو پاسکتے ہیں۔جب خزانوں کے بارے میں احکام نازل ہوئے حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ ہم کونسا مال لیں۔آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے (ہرایک) آدمی کو چاہیئے کہ وہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل لے۔اس سے ذکر کی اہمیت وافادیت ظاہر ہوتی ہے۔ایام جہالت میں حج کے موقع پر ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلے اور بڑوں کی بڑائی اور اُن کے واقعات بیان کرتے تھے۔حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایسے موقعہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف وتوصیف اور بڑائی کو بیان کیا جائے۔قرآن، احادیث اور فرامین امامناؑ کی روشنی میں دل ونگاہ کے ساتھ زبان کی حفاظت بھی ضروری ہے۔قصہ، کہانیاں، بے جا فضول باتیں عبادت ہونہیں سکتیں۔ہماری ہر سانس خدا تعالیٰ کی امانت ہے۔اس امانت کو اللہ کے ذکر سے حفاظت کریں اور اس کے ذکر سے ہی واپس کریں۔ایسے ہی بندوں سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔وہ ایک قدم چلتے ہیں، اللہ دو قدم آگے آتا ہے۔اس لئے خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر کی بہت اہمیت بتلائی ہے۔آپ نے ارشاد فرمایا مومن وہ شخص ہے جو ہر حالت میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ایک موقعہ پر اوقات ذکر اللہ کی افادیت کے تعلق سے اس طرح فرمایا۔جس نے تین پہر اللہ کا ذکر کیا منافق، جس نے چار پہر ذکر کیا مشرک، جس نے پانچ پہر ذکر کیا مومن ناقص اور جس نے آٹھ پہر ذکر کیا مومن کامل ہے۔ذکر کرنے سے درجات بلند ہوتے ہیں اور خدا کو پاتے ہیں۔

اللہ کا ذکر جہاں درجات بلند کرتا ہے وہیں صحیح راہ بھی دکھاتا ہے۔کسی نے حضرت مہدیؑ سے کہا کہ ہمیں مہدیؑ کی تصدیق میں شک آتا ہے۔حضرت مہدیؑ نے فرمایا ایک ہفتہ گوشہ میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرو جو کچھ حق ہے معلوم ہوجائے گا۔جب اس نے عمل کیا تو حق تعالیٰ نے اس کو حق معلوم کردیا۔یہ شخص دوبارہ حضرت مہدیؑ کے حضور میں آیا اور کہا کہ آپ مہدی موعودؑ ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ نے اپنے والد بزرگوار حضرت مہدی موعودؑ سے کسب کی اجازت حاصل ہونے کے بعد جب آپ رخصت کی اجازت چاہی تو امام الکائنات حضرت میراں سید محمد مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہر جا کہ باشید بیاد خدا باشد۔یعنی جہاں بھی رہو خدا کی یاد میں رہو۔اس فرمان میں کتنی پیاری تعلیم دی گئی ہے کہ خدا کے بندوں کو ہر وقت خدا کی یاد میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسری طرف ہمارے لئے ایک لمحہ فکر ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ نے لخت جگر کو نصیحت کررہے ہیں کہ اپنے خالق کو معبود کو کبھی نہ بھولنا۔تم دنیا کے کسی حصہ میں ہو اسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے۔یہ نصیحت یہ درس وہی دیتا ہے جو معصوم عن الخطا ہوتا ہے خلیفتہ اللہ ہوتا ہے مبین کلام اللہ ہوتا ہے۔

خدا کو ہمیشہ یاد رکھنے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اگر ہم برائی کے کام کو انجام دینے جارہے ہیں لیکن اللہ کی یاد آجاتی ہے تو ایک دم ہم رک جاتے ہیں برائی ہم سے سرزد نہیں ہوتی ہے۔اگر کسی کے تعلق سے سوچتے ہیں تو اسکو نفع پہونچانے کا سوچتے ہیں۔اس کے درپہ نہیں ہوتے۔غرض اس فرمان مبارک پر عمل کرنے سے نہ صرف اخلاق وکردار سدھر جاتے ہیں بلکہ نیک کاموں کی طرف طبیعت مائل ہوجاتی ہے جیسا کہ

حدیث میں ہے اگرکوئی بندہ خدا کی طرف ایک قدم چلتا ہوا آتا ہے تو خدادوقدم آگے آتا ہے اسطرح کوئی چلتا ہوا آتا ہے تو خدادوڑتے ہوے اس کے قریب آتا ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ اللہ والے جو آٹھوں پہر خدا کی یاد میں رہتے ہیں تو ان کے پاس خدا کے نور کی کتنی بارش ہوتی ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدﷺ نے فرمایا ہر شئے کے لئے ایک جلا دینے والی چیز ہوتی ہے اور قلوب کو جلا دینے والی شئے ذکر اللہ ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو اس کے لئے اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جب ذکر میں اس کو لذت حاصل ہوتی ہے تو اس کے لئے قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت محمد کبیر مہاجر باجرہ کوٹ رہے تھے حضرت علیہ اسلام نے دیکھ کر فرمایا کہ ایک مٹھی دانے دیدو اسکی اجرت میں کوئی بھی کوٹ دیگا۔ کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ ایک مٹھی غلہ دیدو اور خدا کی یاد میں رہو اسطرح مہدی موعودؑ نے اپنے ماننے والوں کو وقت کی قدر کرنے کی طرف اشارہ فرمایا کہ وقت ضائع مت کرو اس سے فائدہ حاصل کرو۔

خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو شروع شروع میں ایک قسم کی بے چینی ، اُکتاہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ اور دنیا بھر کے خیالات ذہن میں آجاتے ہیں جس کی وجہ سے ذکر ذہن سے ہٹ جاتا ہے۔ ایک طالب خدا نے حضرت مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے ذکر قائم نہیں ہوتا ہے۔ آپﷺ نے فرمایا جاؤ حجرہ میں سوجاؤ۔ خدا تعالیٰ چاہے تو ذکر کی تعلیم کرے۔ حضرت مہدیؑ نے حکمت سے کام لے کر طالب خدا کو ایک فکر دی۔ ذاکر کے لئے اوقات کی پابندی کے ساتھ ، ثابت قدمی بھی ضروری ہے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہوجائے تو طالب کے لئے خدا تعالیٰ کا ذکر آسان ہوجاتا ہے۔ لیکن طالب کے قلب میں ایک ایسی چنگاری ہونا چاہیئے جو دل کو روشن بنادے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ تین وقتوں میں رحمت الٰہی بہ شدت نازل ہوتی ہے ایک ذکر الٰہی کے وقت ، دوسرا ذکر انبیاء واولیاء اللہ کے وقت اور تیسرا کسی بندہ خدا کے ساتھ نیک سلوک کرتے وقت۔ حضرت مہدی موعودؑ نے اللہ کے ذکر کو فرض فرمایا ہے۔ اللہ کا ذکر دراصل قرب خداوندی ، طلب دیدار خدا کا زینہ ہے اس کے بغیر منزل تک پہونچنا ناممکن ہے۔ ذکر ظاہری و باطنی عبادت کی غذا ہے ، اس غذا کا استعمال ہمیشہ کرنا چاہیئے۔ اس میں فلاح ہی فلاح ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ذکر اللہ کی ہدایت ، توفیق وصلاحیت عطا فرمائے۔

بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے

فرمان مہدیؑ بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے

آج ماہ جمادی المنورکی 6 تاریخ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودعلیہ السلام کو دافع ہلاکت اُمت محمدیہ بنا کر اس دنیا میں مبعوث کیا ہے۔ آپ خاتم ولایت مقیدہ محمدیہ پر فائض ہوکر متلاشیان حق وصداقت کو بہرہ ولایت سے فیض یاب کیا۔ آپ کا ہر عمل ہر فرمان ، ہر ارشاد ، بہ حکم خدا تعالیٰ ہوتا تھا جس کا انکار سیدھا کفر میں پہونچاتا ہے۔ کیونکہ مہدیؑ کا انکار ، رسول اللہﷺ کا انکار ، رسول اللہ کا انکار ، قرآن کا انکار اور قرآن کا انکار ، اللہ تعالیٰ کا انکار ہوجاتا ہے۔ خلیفتہ اللہ نے ارشاد فرمایا بندہ جو کچھ کہتا ہے خدا کی طرف سے کہتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے

اس بات سے سبھی واقف ہیں عاشق کومعشوق کی ہرادا پیاری ہوتی ہے۔زمانہ اس کو بُرا بھی سمجھے تو عاشق اس کو اچھا ہی سمجھتا ہے۔وہ محبت میں اُس منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں اس کو اچھی یا بُری،حق یا نہ حق کی تمیز باقی نہیں رہتی ہے اور ہرادا پر قربان ہو جاتا ہے۔کسی بات کی وہ خلاف ورزی نہیں کرتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ جو مامور من اللہ ہیں آپ کے ارشادات روح اسلام ہیں۔درحقیقت عاشقوں کا مذہب ہے جہاں مصدق ہر ارشادِ خلیفتہ اللہ کے تحت اللہ کے فرمان کو ایک عاشق کی طرح قبول کر کے اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔خلیفتہ اللہ کی یہ شان مبارک ہے کہ شاہ رکن الدین مجذوب ایک چیخ مار کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور با آواز بلند کہتے ہیں میرے کپڑے لاؤ شریعت کا نگہبان آ رہا ہے۔شریعت کا بادشاہ آ رہا ہے، بعثت خلیفتہ اللہ نے عاشقان خالق کو اسلام کی روح بتادی،ایمان کی جان دی،احسان کا خزانہ دیا،توحید کا صحیح مفہوم سمجھایا،نماز کی حقیقت دکھائی،روزہ کا مقصد سمجھایا،ذکر کی فرضیت،قرآن کی عظمت وجلالت،شب قدر کی یقینیت تطہیر قلب ونظر کیا اور دیدار کی نعمت سے مشرف کیا۔

حضرت مہدی موعودؑ نے تصوف کے ذریعہ صوفیوں کے عمل پر فرمایا ہمارے بھائی نزدیک کا راستہ چھوڑ کر چکر کے راستے سے چلے اور منزل کو پائے کیونکہ وہ طلب میں سچے تھے اور مقصود کو پائے۔صحابہ نے عرض کیا نزدیک کا راستہ کونسا ہے اور گردش کا راستہ کونسا ہے۔خلیفتہ اللہ نے فرمایا راہ خدا میں بے اختیار کیوں نہ ہوئے کہ شریعت محمدﷺ کے موافق یہی راستہ نزدیک تر تھا۔انہوں نے اپنے اختیار سے،تمام عمر کے روزے رکھے،حلال چیزوں کو چھوڑ دیا۔عرصہ دراز تک کنوؤں میں لٹکے رہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نہیں فرمائے۔حسب فرمان خداوندی "من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ" (ترجمہ جو شخص اللہ پر توکل کرے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے) یہ تمام عمر توکل کا روزہ کیوں نہ رکھا۔ان کو چاہیئے تھا کہ بے اختیار ہو جاتے۔

حضرت مہدی موعودؑ کا حکم مطابق قرآن وسنت ہے۔آپ مقام ختم الولایت پر پہنچ کر بلاواسطہ خدا سے احکام سنتے ہیں۔حضرت ابو جعفر محمد بن علیؓ نے فرمایا ترجمہ۔یعنی خوشی ہے اس کو جس نے مہدی کو پایا اور اُن کے انصار میں ہو گیا اور عذاب دوزخ ہے اس کو جس نے مہدی کی مخالفت کی (عقدالدرر) حضور نبی اکرمﷺ نے بھی فرمایا جس نے مہدی کی فرمانبرداری کی تو بس اس نے میری اطاعت کی اور جس نے مہدی کی مخالفت کی اس نے میری مخالفت کی (مشارق۔فوایدالاخبار) اس طرح مہدی موعودؑ کا ارشاد فرمانا بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے خدا تعالیٰ کے حکم سے ہے۔

اس فرمان میں بڑے ہی سادہ الفاظ میں سمجھایا کہ اللہ سے عشق کرو اور اس کی ہدایت پر اس طرح عمل کرو جیسے عام عاشق اپنے محبوب کی ہرادا، ہر بات پر عمل کرتا ہے۔اپنے محبوب کو کسی حالت میں بھی ناراض نہیں کرتا،اسی طرح خدا کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیئے،کسی بھی حال میں رہو اس کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔اس طرح دین کی تعلیم مہدی موعودؑ نے ہم کو دی۔اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو ہدایت عطا فرما کہ ہم عمل اور فضل خدا سے خدا کو حاصل کر سکیں اور ہمیں شیطان کے شر سے محفوظ رکھ۔آمین

حضرت مہدی موعودؑ کا انداز تعلیم و تربیت

آج ماہ جمادی المنور کی 7 تاریخ ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے انداز تعلیم و تربیت کے دو واقعات سماعت فرمائیں۔

دعوت دین میں طریقۂ دعوت ایک اہم حصہ ہوتا ہے۔ جو اثر کر جاتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ ہجرت فرماتے ہوئے سندھ پہنچتے ہیں۔ وہاں کے حکمران جام نندہ اپنے مرشد شیخ صدرالدین کو تحقیق کے لئے بھیجتے ہیں۔ شیخ صدرالدین اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں مہدی موعودؑ قیام کئے ہوئے تھے۔ کئی ایک روحانی چہروں پر ان کی نظر پڑتی ہے۔ دریافت کرتے ہیں مہدی موعودؑ کا دعویٰ جس نے کیا ہے ان میں کون ہے۔ ایک صحابی انگلی کے اشارہ سے حضرت مہدی موعودؑ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جب اشارہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں ایک سپاہیانہ لباس میں ہے۔ اس وقت حضرت مہدی موعودؑ کی پیٹھ علامہ صدرالدین کی طرف تھی۔ یہ لباس اللہ دیا کہہ کر دائرہ میں آیا تھا۔ آپ یہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ شیخ خیال کرتے ہیں یہ کس طرح مہدی موعودؑ ہو سکتے ہیں۔ جن کا لباس شرعی نہیں ہے۔ آپ یہاں سے بغیر ملاقات کئے واپس ہو جاتے ہیں۔ راستے میں فضا سے آواز گونجتی ہے کہاں جاتے ہو۔ یہی مہدی موعودؑ ہیں۔ آپ آواز سن کو نظر انداز کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ ایک پھر سے آواز آتی ہے یہی مہدی موعودؑ ہیں۔ شیخ صدرالدین اب سونچتے ہیں کچھ نہ کچھ اس میں بھید ہے۔ مزید تحقیق کے لئے بارگاہ مہدی موعودؑ میں حاضر ہوتے ہیں آنے کا مقصد بیان کرتے ہیں۔ (بات چیت ہوتی ہے) عرض کرتے ہیں اگر آپ مہدی نہ ہو تو اور میں تصدیق کر لیا تو اللہ تعالیٰ کی نظروں میں گناہ گار ہو جاؤں گا۔ یہ سن کر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ تمہیں جب اتنا ڈر ہے تو کیا مجھے ڈر نہ ہوگا۔ اس کے بعد ذکر کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور صحبت میں رکھتے ہیں۔ اور ارشاد فرماتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ حقیقت کو چند روز میں اللہ تعالیٰ ظاہر کردے گا۔ شیخ صدرالدین دائرہ میں ہی قیام کرتے ہیں۔ چند روز میں ہی علم ہو جاتا ہے کہ یہی مہدی موعودؑ ہیں۔ اس کے بعد آپ تصدیق سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک طریقہ دعوت و تعلیم و تربیت ہے۔

سندھ تمام میں حضرت مہدی موعودؑ کی دعوت کا چرچا تھا۔ عام و خاص ہر ایک اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے تصدیق کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ سندھ کے قاضی کے علاوہ اُمراء میں بھی اس دعوت میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ قاضی قادن جو سندھ کے قاضی تھے۔ مشرکانہ لباس میں ملاقات کے لئے حضرت مہدی موعودؑ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ علم عطا کیا تھا کہ پہلی ہی ملاقات میں نام لے کر مخاطب کرتے تھے۔ آپ اس لباس میں قاضی کو پہچان لیتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ دریافت کرتے ہیں۔ مشرکانہ لباس پہننے کا مطلب کیا ہے۔ قاضی قادن پہلی ہی ملاقات میں متاثر ہو جاتے ہیں۔ چہرہ پر نظر پڑتے ہی تصدیق اظہار دل ہی دل میں کر لیتے ہیں۔ دریافت کرنے پر عرض کرتے ہیں۔ بعض مسلمانی کے دعویٰ کے ساتھ آتے ہیں آپ کی تصدیق نہ کر کے حق کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ آپ کی مخالفت کر کے کافر ہو جاتے ہیں۔ یہ بندہ کفار کا لباس پہن کر اس لئے آیا کہ صدقہ مہدی موعود سے مسلمان بنوں۔ مہدی موعودؑ اس وقت لباس تبدیل کرواتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں تم کہاں کے قاضی ہو۔ عرض کرتے ہیں ملک سندھ کا۔ حضرتؑ نے فرمایا ملک سندھ کس کا ہے۔ عرض کیا جام نندہ کا۔ پھر

مہدیؑ نے فرمایا جام نندہ کس کا ہے؟ قاضی قادن نے کہا اللہ تعالیٰ کا۔مہدی موعودؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کس کا ہے۔قاضی قادن نے جواب میں فرمایا میرا انجیؑ یہاں تک اپنے علم سے میں نے جواب دیا۔اس جگہ میرا علم ختم ہو چکا ہے۔آپ فرمائیں' حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں۔اے قاضی خدائے تعالیٰ اس کا ہے جو خدائے تعالیٰ کو حاصل کرے۔

حضرت مہدی موعودؑ کا یہ انداز دعوت وتربیت ہے جہاں خدا پرستی ہی کی تعلیم ہے۔آج خدا کے بندوں کو خدا کی طرف ہی بلانے کی دعوت دیں۔اس دعوت پر لوگ قریب آسکتے ہیں۔

سیرت مہدی موعودؑ

آج ماہ جمادی المنور کی 8 تاریخ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جہاں کی تخلیق فرمائی تو ایک قاعدہ اور قانون سے۔اسطرح ہر چیز کا ایک قاعدہ اور قانون ہوتا ہے۔حکومت ہوکہ، دفاتر کوئی جماعت ہوکہ ملازم سرکار' بیوپار ہوکہ علم کا حصول کے غرض ہر ایک کا کوئی نہ کوئی قاعدہ اور قانون ہوتا ہے۔جب ہی تو دنیا کا نظام چل رہا ہے۔ ورنہ سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی ہستی معظم دافع ہلاکت امت محمدیہ ہے۔آپ کا یہ ارشاد کہ جو شخص مجھ سے نقل کرتا ہے اگر وہ نقل اللہ تعالیٰ کے کلام (قرآن) کے موافق ہے تو وہ نقل درست ہے اور مجھ سے ہے۔اگر خدا کے کلام کے موافق نہیں ہے تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔یہ فرما کر آپ نے قیامت تک کے لئے امت محمدیہ پر احسان فرمادیا ہے۔اس ارشاد کی روشنی میں فرامین کا تجزیہ اللہ کے کلام سے کر سکتے ہیں۔ کہاں صداقت ہے،حقیقت ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو قیامت تک کے لئے راہ ہدایت ہے ۔اس سے مدد حاصل کرنے کی تعلیم خلیفتہ اللہ نے دی ہے۔اور جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا مذہب کیا ہے،آپ کس امام کی پیروی کرتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا کہ''میرا مذہب اللہ کی کتاب ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع''ایسی ہی ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری حدیث اگر قرآن کے مطابق ہے تو صحیح ہے ورنہ نہیں۔مہدی موعودؑ آپ کے تابع تام ہیں اور ولایت کی تعلیم اور دعوت عام تام کرنے پر مامور ہیں۔ایسے وقت یہ فرمان آنے والے زمانے کے لئے بہت ہی اہم ہے۔اس کے علاوہ بھی ایک فرمان ہے کہ فرمایا''ما تابع کتاب اللہ ہستیم''اسی فرمان کی اور وضاحت سے مذکورہ فرمان صادر فرمایا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ زمانے کے نشیب وفراز میں بہت ساری باتیں منسوب ہوسکتی ہیں۔جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد گھڑ لیں ہیں۔حضرت مہدی موعود کی ذات گرامی مرتبت داعی الی اللہ ہے معصوم عن الخطا ہے مامور من اللہ ہے مراد اللہ ہے۔اس کے تدارک کے لئے ارشاد فرمایا وہی نقل صحیح ہے جو کلام اللہ کے موافق ہے۔اس فرمان کی روشنی میں دنیا کے سامنے ہم بلا خوف وخطر کہہ سکتے ہیں۔مہدی موعود علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا،جو تعلیمات پیش کیں وہ قرآن سے ہٹ کر نہیں ہے

جس طرح سورج کی روشنی سے تمام فیض پاتے ہیں،پانی سے تمام پیاس بجھاتے ہیں اس طرح اگر ہم حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت اور تعلیمات کو اس فرمان کی روشنی میں کسی کے بھی سامنے پیش کرینگے تو بخوشی مان لیگا اور دل سے قبول کرلے گا۔کمپنی کوئی پروڈکٹ مارکٹ میں لاتی ہے تو پہلے اس پر غور کرتی ہے کہ کس طرح مارکٹ میں پیش کیا جائے۔اس طرح ہمیں مکمل تیاری کے ساتھ فرامین مبارک کو فرائض

ولایت کوقرآن کی روشنی میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ بزرگوں نے بہت سارا خزانہ اس سلسلے میں چھوڑا ہے۔لیکن عصر حاضر کی روشنی میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

قوم کے نوجوان ،علمائے دین پراب کافی ذمہ داری ہے۔اخبارات، T.V چیانل کے توسط سے ہم دیکھ رہیں کہ کس طرح باطل فرقہ اپنے آپ کواوراپنے باطل عقائد کو پیش کررہے ہیں اور ناسمجھ اس کو قبول بھی کر رہے ہیں۔جبکہ ہمارے پاس حق ہے۔اگر ہم اس کو پیش کرینگے تو کیا قبولیت ،مقبولیت حاصل نہ ہوگی؟ ہمارے مرشدین وعلمائے کرام ودیگر حضرات پر بہت ذمہ داری ہے جو بھی وقت ہے وہ بہت غنیمت ہے۔اس سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے وقت کی آواز ہے کہ پیام وتعلیمات امامنا علیہ السلام کوصرف اورصرف قرآن کی روشنی میں پیش کرنے کے لئے ایک بورڈ کا قیام عمل میں لائیں۔ اس کے ذریعے ہم حالات کی مناسبت سے چھوٹے بڑے کتابیں متلاشیان حق و صداقت کے سامنے پیش کرسکیں۔انشاءاللہ تعالیٰ آج نہیں تو کل حق وسچائی کی فتح ہوگی۔مہدویت کوغلبہ حاصل ہوگا۔اس فرمان کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ تمام اختلافی مسائل کا خاتمہ بھی کرسکتا ہےاوراتحاد واتفاق کا ضامن بھی بن سکتا ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ اس فرمان مبارکہ کے باطن میں جو باتیں اور حقیقتیں پوشیدہ ہیں انہیں سمجھنے کی ہم تمام کوتوفیق عطا فرمائے۔اس فرمان مبارک کو ہم سب کا مدعا اور مقصد بنادے۔آمین

خدا کی پہچان

آج ماہ جمادی المنور کی 9 تاریخ ہے۔

’’پہچان‘‘ کے لئے یہ کائنات وجود میں لائی گئی۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پہچان کون کراتے ہیں؟ دراصل پہچان صرف تین شخصیتیں کراتی ہیں۔ان میں ایک خدائی بعثت ہوتی ہے جورسول نبی یاخلیفۃ اللہ ہوتے ہیں۔اس کے علاوہ عام پہچان کے لئے والدین اوراُستاد ہوتے ہیں۔ ان ہی کے ذریعہ پہچان حاصل ہوتی ہے۔ان شخصیتوں کوعلیحدہ کردیں تو نہ صرف زندگی نامکمل رہتی ہے بلکہ آدمی کا عقیدہ اوردین بھی خطرہ میں نظرآتا ہےاورخدا کی قدرت کوبھی پہچان نہیں سکتے۔علم،شناخت اور پہچان انہی کے ذرائع اورتوسط سے حاصل ہوتا ہےجن کا ذکراوپر کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق اسی لئے فرمائی’’میں پہچانا جاؤں‘‘۔شناخت یا پہچان اُس وقت کرسکتے ہیں جب کہ تعارف کرایا جائے یا بتلایا جائے۔حضرت مہدی موعودؑ ارشادفرماتے ہیں لوگ خدا تعالیٰ کودیکھتے ہیں اورنہیں پہچانتے۔ہماری نظروں کے سامنے کئی اقسام کی دھاتیں ہیں، کئی اقسام کے موتی ہیں ان میں اصلی کونسے اورنقلی کونسے ہیں وہی بتاسکتا ہے جواس سے واقف ہے۔اللہ کا نور ساری کائنات پر چھایا ہوا ہے اس کی صفات کاظہور ہوتا رہتا ہے،ان سے وہی لوگ آگہی رکھتے ہیں جودن رات اللہ کی یاد میں اس کی عبادت میں محو رہتے ہیں۔

یہ فرمانِ مہدی موعودؑ بہت ہی اہم فرمان ہے۔کسی عام آدمی کا یہ فرمان نہیں ہوسکتا ہے بلکہ یہ خاص ہستی کا فرمان ہے۔اس کو وہی بیان کرسکتا ہے جوداعی الی اللہ ہے، جو مامورمن اللہ ہو۔اس شخصیت کے علاوہ کسی اور شخصیت میں اتنی قابلیت یاعلم نہیں ہوسکتا کہ وہ بیان کرسکے کہ لوگ حق تعالیٰ کودیکھتے ہیں اورنہیں پہچانتے۔پہچان ضروری ہے، پہچان پرہی زندگی کی ڈور ہے۔پہچان کے لئے کسی سے وابستہ ہونا یاکسی سے تعلق رکھنا ضروری ہے۔اس پہچان کے لئے صحبت صادقین ضروری ہے،اسی لئے حضرت مہدی موعودؑ اپنے مصدقین پرصحبت صادقین فرض

فرمایا ہے۔ وہی چراغ کو روشن کیا جاتا ہے جس میں تیل اور بتی ہو۔ اس طرح بزرگان دین انہی کو فیض یاب کرتے ہیں، ولایت کی تعلیم دیتے ہیں جو پرہیزگار، تقویٰ شعار ہیں، جو دم و قدم کی حفاظت کرتے ہیں۔ بزرگانِ دین تعلیم و تربیت اور صحبت کے ذریعہ جو نور جسم ایمانی میں پوشیدہ رہتا ہے اس کو جلا بخشتے ہیں۔ بندۂ خدا اُس نور سے صفاتِ خداوندی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس دوران ایک منزل پہچان کی بھی آ جاتی ہے

حضرت شاہ خوندمیرؓ پٹن میں حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کرتے ہیں۔ نظر سے نظر ملتی ہے، ایک منزل پر شاہ خوندمیرؓ فرماتے ہیں پھوٹ جائیں بندہ کی آنکھیں، بندہ نے مہدیؑ کو نہیں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ شاہ خوندمیرؓ میں یہ پہچان کی صفت حضرت مہدی موعودؑ کی نظر سے حاصل ہوئی ہے۔ کیونکہ حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں بندہ کی ایک نظر ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔ جس طرح پتھر کے اندر آگ چھپی ہوتی ہے، ضرب کھانے یا توڑنے سے نکل آتی ہے۔ اس طرح اللہ ہر ایک نفس کے اندر موجود ہے۔ اس پہچان کے لئے صادقین کی صحبت ضروری ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر چیز اپنے تصور کے ساتھ خصوصیات لاتی ہے۔ پھول کا تصور کروگے تو خوشبو ساتھ آئے گی، کسی بزرگ کا تصور کرو تو بزرگی کے اثرات قلب پر وارد ہوتے ہیں، جنت کا تصور کروگے تو خوبصورت نظارے سامنے آئیں گے، دوزخ کا تصور کروگے تو ہولناکیاں، آگ کا تصور آئے گا۔ مہدی موعودؑ کے اس فرمان کے بموجب لوگ حق تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے نہیں ہیں۔ خدا کا تصور کروگے تو فضل خداوندی سے اس کو ضرور پاؤگے۔ اس کی جس صفت کا تصور کروگے اس کا رنگ ضرور چڑھے گا۔

مصدق مہدی موعودؑ جب فرائض نبوت و ولایت پر عمل پیرا ہو کر صادقین کی صحبت میں تربیت پاتا ہے تو طالب میں پہچان کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ خدا کو دیکھنے اور دکھانے والے ہر دور میں موجود رہتے ہیں۔ بندوں کا کام ہے کہ انہیں تلاش کریں اور ان کی صحبت سے استفادہ کریں۔ ہر مصدق میں پہچان کی صفت ہونی چاہیئے، اس میں زندگی کا حقیقی لطف ہے اور یہی اصل مقصد حیات ہے۔

انسان کو عطا کی گئی زندگی کا مقصد ہی اللہ کی پہچان ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی **كُنتُ كَنزاً مَخفِياً فَاَحبَبتُ اَنْ اُعرِفَا فَخَلَقتُ الْخَلقَ** "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس میں نے خلق کی تخلیق کی"۔ **صدق اللّٰه العظیم**

پہچان اُسی کو کرایا جاتا ہے جس کو پہچاننے کی صلاحیت ہو۔ چاہت، معرفتِ خداوندی کی شان ہے۔ اس چاہت سے بڑھ کر کوئی چاہت نہیں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں پہچان کرنے کی تعلیم سے نوازے۔ (آمین)

فیض ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

آج ماہ جمادی المنور کی 10 تاریخ ہے۔

اسلام کی روشنی میں منصب مہدی موعودؑ ایک اہم منصب ہے۔ آپ خلیفۃ اللہ ہیں۔ یہ ایمانیت میں سے ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی اسے ایمانیت میں نہیں سمجھے اس کا ایمان ایمان نہیں ہوتا۔ حضرت مہدیؑ کی بعث خدائی بعثت ہے۔ اس ہستی کی تصدیق داخل ایمان ہے۔ اس کے ساتھ ہم کو اس بات پر بھی ایمان رکھنا چاہیئے کہ آپؑ کا ہر عمل، ہر فرمان، ہر ارشاد بہ حکم خدا تعالیٰ ہوتا تھا۔ جس کا انکار سیدھا کفر میں پہنچاتا ہے۔ مہدیؑ کا انکار رسول اللہ ﷺ کا انکار ہے، رسول اللہ ﷺ کا انکار قرآن کا انکار ہے، قرآن کا انکار اللہ تعالیٰ کا انکار ہو جاتا ہے۔ اس سے

ہٹ کر جو بلند و بالا مقام عطا کیا گیا اس کے تعلق سے حضرت نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ''حضرت مہدی موعودؑ دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہیں''

حضرت محمد ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں ''پس از بندہ تا قیامت فیض مہدی باشد'' یعنی بندہ کے بعد قیامت تک مہدیؑ کا فیض رہے گا۔ یہ فیض، ''فیض ولایت محمدیہ'' ہے۔ یہ اعلیٰ و ارفع نعمت ہے جو مصدقین کو حاصل ہوگی، اس فیض ولایت محمدیہ کی عظمت اور اہمیت کو شاعر نے اس طرح پیش کیا ہے۔

ہر نبیؑ نے رویت حق مشکات ولایت سے پائی
ہر نبیؑ کے کام آئی تنویر ولایت مہدیؑ کی

اس فیض کو پانے کے لئے صحابہ نے حضرت مہدی موعودؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ راہ میں کئی ایک مشکلات کا سامنا کیا، فاقوں میں رہے، سخت سے سخت موسموں کو برداشت کیا۔ آرام و آسائش کو چھوڑا، عہدہ، جائیداد یہاں تک کہ بیوی، بچوں، رشتہ داروں، ماں باپ کو بھی چھوڑا۔ کٹھن سے کٹھن حالات میں نہ ان کے قدم ڈگمگائے، نہ عزم میں ذرا سا بھی ضعف آیا۔ ایک شاعر اس کیفیت کو اس طرح شعر میں ڈھالا ہے۔

وہ کیسے مصدق تھے
جو فاقوں میں بھی مہدیؑ کو نہ چھوڑا

فیض کیا ہے، اس کی حقیقت کیا ہے، یہ کتنی بڑی نعمت و عطا ہے آج ہم اس سے بالکل غافل ہیں۔ بزرگوں نے اس کو حاصل کرنے کے لئے دور دراز کا سفر کیا، اپنی عمر کا بیشتر حصہ اس کو پانے یں گزار دیا، اس کو پانے کے لئے اپنی ہستی و خودی کو قربان کر دیا تھا۔ اس سلسلے میں ہمارے سامنے حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ، حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؒ اور دیگر بزرگوں کی اولاد کے واقعات ہیں۔ ان بزرگوں کو فیض خاتم الولایت محمدیہ کی عظمت کا احساس تھا۔ آج ہم پر غفلت طاری ہے، اس غفلت نے بزرگوں کی راہ سے ہمیں ہٹا دیا ہم اور صرف ہم ہی کے دائرے میں ہماری گزر بسر ہو رہی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ فیض خاتم الولایت محمدیہ پانے کے لئے، عبادت، عقیدت، صحبت صادقین ضروری ہے۔ اس کے ساتھ اس دور کے مناسبت سے یہ فرمان مہدی موعودؑ ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ ''اگر کوئی شخص رسم و عادت و بدعت کو اختیار کرے گا تو اس کو یہاں بہرہ نہیں ملے گا''، یعنی فیض حاصل نہیں ہوگا۔ اس فیض کی راہ میں حسب، نسب، مال و دولت کچھ بھی اثر نہیں رکھتی۔ اس کو وہی پاتے ہیں جو باعمل ہیں، جو اطاعت اللہ، اطاعت رسول اللہ اور اطاعت مہدی موعودؑ پر قائم رہتے ہوئے بزرگوں کی صحبت میں رہتے ہیں۔

عصر حاضر میں ہم دیکھ رہیں ہیں بلکہ ماحول اس طرح کا ہو گیا ہے کہ ضروریات زندگی کی تکمیل کے لئے ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ ایک اور ہماری زندگی جو روحانی ہے اس کے سدھار کے لئے اُتنی کوشش نہیں کرتے ہیں، نہ خیال آتا ہے۔ حالانکہ حضرت مہدی موعودؑ کا ارشاد ہے ''بندہ کے بعد قیامت تک مہدیؑ کا فیض رہے گا''، ہم مصدقین پر لازم ہے کہ وہ اس کو حاصل کرے۔ فرمان مہدی موعودؑ کی روشنی میں مہدیؑ کا قبول کرنا عمل ہے ورنہ بے عمل قبولیت مردود ہے۔ تھوڑی دیر کے لئے اس فرمان مبارک کی روشنی میں اپنی اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ فیض خاتم الولایت محمدیہ کے حصول کے لئے کیا کوشش کر رہے ہیں اور کیا ہم منصب پر فائز ہوتے ہوئے رغبت دلا رہے ہیں۔

یاد رہے مہدویت اُس وقت تک غلبہ حاصل نہیں کر سکتی جب تک تمام مصدقین فیض خاتم الولایت محمدیہ کو پانے کی کوشش میں اپنی

سانسوں، قدموں اور نظروں کی حفاظت نہ کریں۔ عاشقوں کو فضل خداوندی سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ہے ''بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے'' ہم عشق خداوندی کو پیدا کرنے کی کوشش کریں انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں غلبہ حاصل ہوسکتا ہے۔

سیرت مہدی موعودؑ میں اتباع رسول اللہ ﷺ

انی عبداللہ واتباعِ محمد رسول اللہ ﷺ

آج ماہ جمادی المنور کی 11 تاریخ ہے۔

تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات روشن ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سے آج تک اگر کسی نے فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ کا تابع ہوں تو وہ صرف اور صرف حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی ذات ہے اور حضرت علیہ السلام کا یہ فرمان نہ صرف آپ کے مہدی موعود ہونے کا بلکہ خلیفۃ اللہ ہونے اور معصوم عن الخطا ہونے کا بین ثبوت ہے اور معصوم کی اتباع معصوم ہی کرسکتا ہے۔ حقیقت بھی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مہدیؑ کے تعلق سے فرمایا ہے وہ میرے نقش قدم پر چلے گا۔ کبھی خطا نہ کرے گا۔ اس سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ کوئی ہستی تابع رسول اللہ ہوسکتی ہے تو صرف اور صرف حضرت مہدی موعودؑ کی ذات ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو اللہ کا بندہ کہکر اور محمد رسول اللہ ﷺ کا تابع فرما کر اپنے ماننے والوں کو توحید پر قائم رکھا اور شرک سے بچایا کیونکہ دوسرے قوموں کے افراد نے اپنے اپنے دین میں غلو کرکے پیشواؤں کی پرستش و عبادت کرنے لگے اور اس قدر آگے بڑھ گئے کہ خدا کے ساتھ ان کو شریک کرنے لگے اور امام علیہ السلام نے اللہ کا بندہ کہہ کر اور تابع رسول اللہ فرما کر ایسے تمام دروازے بند کردئے۔ یہاں ایک سوال قاری کے ذہن میں آسکتا ہے جو بھی اس دنیا میں تشریف لائے ہیں وہ اللہ کے بندہ ہی ہوتے ہیں تو پھر حضرت مہدیؑ کا یہ فرمانا کہ ''انی عبداللہ'' بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں کیا معنی؟ تھوڑی دیر کے لئے اگر مقصد بعثت مہدی موعود علیہ السلام اور آپ کے تعلیمات پر غور کریں تو یہ فرمان آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکتا ہے۔ حضرت علیہ السلام جو ولایت کی تعلیم لیکر مبعوث ہوئے تھے۔ خدا کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے کی تعلیم لیکر آئے تھے اور پھر آپ کی اس تعلیم سے صحابہ اکرام اور مصدقین تجلیات انوار الٰہی سے مستفید ہو رہے تھے کہیں آپ کی اس تعلیم سے متاثر ہوکر لوگ خدا کی پرستش کے بجائے آپ کی پرستش نہ کرنے لگیں۔ اس خیال سے آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور محمد رسول اللہ کا تابع ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت مہدی موعود نے فرمایا ہے وہ جو میری اتباع کرے، وہی مومن ہے اس لئے حضرت بندگی میاں سید میرانجی ابن حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؓ رسالہ ارشاد الطالبین میں لکھتے ہیں کہ ایمان تک رسائی ہر دو محمدؐ، ہر دو خاتموںؑ یعنی خاتم نبوت اور خاتم ولایت محمدی کی اتباع کے بغیر نہیں کیونکہ شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت یہ چاروں راہیں اور ایمان جو عین اللہ تعالیٰ کا عشق ہے سب خاتمین کی اطاعت و اتباع ہی میں ہے۔

انی عبداللہ میں اللہ کا بندہ ہوں ویسے تو عام فہم یہ سب کے لئے کہا جاتا ہے۔ لیکن اس فرمان میں جس عبداللہ کا ذکر ہے وہ بہت ہی خاص ہے۔ رسول مقبول ﷺ نے بھی فرمایا تھا کہ میں عبداللہ ہوں۔ یہ دو ہستیاں عبداللہ اس طرح ہیں کہ ان کے پاس شرک جلی تو دور کی بات

شرک خفی کا بھی دور دور تک شائبہ نہیں ۔ یہ دونوں ہستیاں خدا کی طرف سے تعلیم حاصل کر کے اس پر عمل کرتے تھے ۔ان کے پاس اپنی مرضی یا منشاء کچھ بھی نہیں تھا۔ خدا نے کہا کہد وتو کہد یا، خدا نے کہا کروتو کردیا۔ اسی لئے معصوم عن الخطا کہا جاتا ہے۔ان کے علاوہ ان کی اُمت میں جو لوگ بھی ہیں وہ ان کی اتباع میں اللہ کی بندگی کرتے ہیں ۔اس لئے اس میں اونچا مقام حاصل کرنے والوں کو بندگی میاں ، بندگی میراں جیسے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

تابع محمد رسول اللہ ﷺ کے معنی یہاں صرف پیروی نہیں بلکہ کامل پیروی، بے خطا پیروی ہے۔ چنانچہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے بعض الایات میں تحریر فرمایا ''اگر کہا جائے کہ اتباع میں کامل ہونے کے کیا معنی ہیں تو کہا جائے گا کہ وہ (مہدی) احکام شریعت ودعوت الی اللہ اور اپنے تمام احوال، افعال اور اقوال میں آنحضرت رسول اللہ ﷺ کی پیروی وحی کے ذریعہ کرے گا اوراس کے سوا دوسرا شخص پیغمبروں کی پیروی صرف اخبار سن کر کر سکتا ہے۔

سیرت مہدی موعودؑ اور شریعت محمدیؐ

آج ماہ جمادی المنور کی 12 تاریخ ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت کا اعتقاد رکھنا ہر مسلمان پر لازم وفرض ہے۔ یہ ثابت بھی ہے کہ بعثت مہدیؑ ضروریات دین سے ہے۔ مہدی موعود دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہیں، خلیفۃ اللہ ہیں۔آپ کا انکار رسول اللہ ﷺ کا انکار ہے خدا کا انکار ہے۔آپؑ کے ارشادات فرامین کہلاتے ہیں۔ یہ فرامین حقوق اللہ، عشق ورویت اللہ کے ساتھ ذات اقدس محمد ﷺ سے متعلق بھی ہیں۔قوم اور اصحاب مہدی موعودؑ سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ یہ احکامات اور تعلیمات بھی ہیں۔آپ کے فرامین دراصل اسلام کی روح کو پیش کرتے ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ آپ جو بھی فرماتے ہیں اللہ کے حکم سے فرماتے ہیں ۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے آپ کے تعلق سے ارشاد فرمایا۔ **المھدی منی یقفو اثری و لا یخطی** یعنی مہدی مجھ سے ہیں میرے نقش قدم پر چلیں گے اور خطا نہ کریں گے۔سورہ حشر کی آیت (7) میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے ارشاد ہوا ہے (ترجمہ) اور رسول تم کو جو کچھ دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جن باتوں سے وہ روک دیا کریں تو ان سے رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو۔قرآن حکم دیتا ہے رسول اللہ ﷺ جو دیں وہ لے لیا کرو اور رسول اللہ نے فرمایا مہدی مجھ سے اور میرے ہی نقش پر چلیں گے اور خطا نہیں کریں گے۔اس سے حضرت مہدی موعودؑ کے اخلاق وکردار کی بلندی معلوم ہوتی ہے۔ جب ہی تو آپؑ نے ارشاد فرمایا ہے ''بندہ شریعت محمدی بیان کرتا ہے''

حضرت مہدی موعودؑ کی ساری زندگی کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ﷺ میں ساری زندگی بسر کی اور شریعت محمدی کی پاسداری کی تعلیم دی۔ علماء کے دریافت کرنے پر کہ آپ کا مذہب کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ''مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہؐ'' ایک موقع پر آپؑ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی ہمارے دعوے مہدیت کی صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ کے معیار پر ہمارے احوال، اعمال اور اقوال میں جستجو کرے اور سمجھے۔ جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ یوسف آیت (108) میں فرمایا ہے ترجمہ: ''کہدو (اے محمد) یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ (مہدی) بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے

سبحان اللہ میں مشرکوں سے نہیں ہوں'' حضرت مہدی موعودؑ کی دعوت اور بیان کا محور و مرکز شریعت محمدی ہی رہا ہے جس میں طریقت بھی پوشیدہ ہے جیسا کہ امامناعلیہ السلام نے فرمایا ہے ''شریعت بعد از فنائے بشریت''

حضرت مہدی موعودؑ جس مقام سے گزرے یا جہاں قیام کیا شریعت محمدی کا ہی بیان کیا اور شریعت پر سختی سے کار بند ہونے کی تعلیم دی۔ خلاف شریعت کوئی عمل برداشت نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ دائرہ کے ایک صحابی پہلی رکعت کے بعد نماز میں شریک ہوئے۔ امام کے پہلے سلام پر اٹھ کھڑے ہوئے دوسرے سلام کا انتظار نہیں کئے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے بعد ادائی نماز دریافت کیا کہ دوسرے سلام کا انتظار کئے بغیر کیوں کھڑے ہوگئے۔ وہ صحابی نے جواب دیا کہ مجھے کشف سے معلوم ہوگیا تھا امام پر سجدہ سہو نہیں ہے۔ اس لئے میں پہلے سلام پر ہی کھڑا ہوگیا۔ حضرت مہدی موعودؑ نے شریعت کی پاسداری کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسے کشف پر خاک پڑے جس میں شریعت کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اس طرح درس و تدریس میں شریعت محمدی کا پاس و لحاظ رکھنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ مہدوی دائرے دراصل شریعت محمدی کے جیتے جاگتے نمونے تھے۔ عالیت پر ہی عمل ہوتا تھا، رخصت کی طرف رخ نہیں ہوتا تھا۔

کامیابی، سرخروئی، انعام شریعت محمدی کی اتباع و عمل میں ہے۔ ہمارے اسلاف شریعت محمدی پر مکمل عمل پیرا تھے۔ جو سب سے زیادہ عبادت گزار تقویٰ شعار ہوتا اس کو مہدوی کہتے تھے۔ یہ ہماری تاریخ کے اوراق تھے۔ چند لوگ دائرے کی خصوصیات اور شہرت کو سن کر دائرے میں آتے ہیں اور حسب طور و طریقہ یہ لوگ بھی نماز اور ذکر اللہ میں مصروف رہتے ہیں لیکن اطمینان حاصل نہیں ہوتا یہ کشف و کرامات کے منتظر تھے۔ جب دیکھے کہ یہاں صرف قال اللہ و رسول اللہ ہے اور کچھ کشف و کرامت نہیں ہے تو دائرہ سے واپس ہوتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ کو اس کی خبر ہوتی ہے، آپؑ انہیں بلاتے ہیں، دریافت کرنے پر وہ جواب دیتے ہیں کہ دائرہ کی کافی شہرت سنی تھی لیکن ہمیں یہاں مایوسی ہوئی، کوئی کشف و کرامات کا یہاں ظہور نہیں ہوا۔ مہدی موعودؑ فرماتے ہیں یہ سچ ہے کہ کشف و کرامات کا یہاں ظہور نہیں ہوا لیکن یہ بتلایئے کہ بندہ سے یا بندہ کے اصحاب سے یہاں پر کوئی خلاف شریعت عمل ہوتا ہوا آپ نے دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہم نے نہیں دیکھا۔ اس پر مہدی موعودؑ فرماتے ہیں اس سے بڑا کشف و کرامات کیا ہوگی۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کامیابی اطاعت میں یعنی شریعت محمدی کی اتباع میں ہی ہے۔ اسی لئے خلیفۃ اللہ دائرہ میں شریعت محمدی کا ہی بیان کرتے تھے تاکہ اس دنیا میں ہر بشر کا آنا چیز ہو کیونکہ آپ دافع ہلاکت امت محمدیہ ہیں۔ اس فرمان سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ آپ نے کوئی نیا مذہب بیان نہیں کیا بلکہ شریعت کے ساتھ ولایت کی تعلیم کو ہی عام تام بیان فرمایا جس پر آپ مامور تھے۔

مہدیؑ۔ خلیفۃ اللہ

آج جمادی المنور کی 13 تاریخ ہے۔

ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے ہزاروں درود و سلام ہو حضرت محمد مصطفی ﷺ پر، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ ہزاروں درود و سلام ہو حضرت مہدی موعود علیہ السلام پر، اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبین قرآن بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔

فکر کی پاکیزگی کا نام اسلام ہے اور روح اسلام ہی مہدویت ہے انسانوں کے ظاہری و باطنی فکر کی پاکیزگی کے لئے حضرت مہدی

موعودؑ کی بعثت ہوئی۔حضرت محمدﷺ نے بعثت مہدیؑ کی تین طریقوں سے خبر دی (1) مہدیؑ کی بعثت ضروریات دین سے ہے۔ (2) مہدیؑ خلیفۃ اللہ ہیں۔آپ پر ایمان لانا اور آپ کی بیعت ضروری ہے (3) مہدیؑ دافع ہلاکت اُمت ہے

سعید بن مسیّب بیان کرتے ہیں کہ ہم اُم سلمہؓ کے پاس حاضر تھے۔ہم نے امام مہدیؑ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہﷺ سے خود سنا ہے آپﷺ فرماتے تھے امام مہدی حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں ہونگے (ابن ماجہ) حضرت ثوبانؓ جو آنحضرت محمدﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا جب تم دیکھو کہ سیاہ جھنڈے خراسان کی جانب سے آرہے ہیں تو ان میں شامل ہو جانا اگرچہ برف پر سے چلنا کیوں نہ پڑے کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہوگا (احمد)

اس طرح ایک اور حدیث میں حضرت ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت محمدﷺ کے بعد وقوع حوادث کے خیال سے محمدﷺ سے پوچھا کہ آپ کے بعد کیا ہوگا۔آپﷺ نے فرمایا میری اُمت میں مہدی ہوگا جو پانچ یا سات یا نو سال تک حکومت کرے گا۔ حضرت مہدیؑ کے تعلق سے حضور نبی اکرمﷺ کی یہ پیشین گوئی بہت مشہور ہے۔''میری اُمت کیسے ہلاک ہوگی جبکہ میں اس کے اول حصہ میں ہوں اور عیسیٰ ابن مریم اس کے آخر حصہ میں اور مہدی جو میری اہلبیت سے ہیں اس کے درمیانی حصہ میں ہیں۔

بعثت مہدی کے تعلق سے کئی احادیث وارد ہوئے ہیں ان حدیثوں سے مہدیؑ کا منصب، مامور من اللہ ہونا، داعی الی اللہ ہونا، دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہونا، معصوم عن الخطا ہونا، حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہونا، اخلاق محمد رسول اللہﷺ پر فائز ہونا، تابع تام ہونا، خلیفۃ اللہ ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ الحمدللہ یہ تمام اوصاف و باتیں حضرت سید محمد جونپوری میں پائی جاتی ہیں اور آپ نے بہ حکم خدا 901ہجری میں خانہ کعبہ، 903ہجری میں تاج خاں سالار کی مسجد احمد آباد اور 905ہجری میں بڑلی میں خلیفۃ اللہ ہونے، مہدی موعود ہونے، مہدی آخر الزماں ہونے کا دعویٰ فرمایا۔

حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ نے اپنے دعویٰ مہدیت کے ثبوت میں آیات قرآنی اور احادیث کو پیش کیا جن کے دل میں خدا کی سچی طلب وجستجو تھی انہوں نے تصدیق کا شرف پایا۔یہ شرف پانا بھی ایک نعمت خداوندی ہے۔

حضرت محمدﷺ کا بچپن و جوانی ابوجہل کے سامنے تھی لیکن ایمان نصیب نہیں ہوا۔اس کے برخلاف اویس قرنی نے نہ حضرت محمدﷺ کو دیکھا اور نہ ملاقات کی لیکن آپ پر صدقِ دل سے قربان ہو کر ایمان لائے۔غرض ایمان وتصدیق کا شرف پانا ایک نعمت خداوندی ہے جنہیں یہ نعمت ملی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہے۔ایسے ہی افراد میں ایک عاشق خدا، عاشق رسول و مہدی بھی ہے جس کا نام ہماری تاریخ بتانے سے قاصر ہے۔اللہ کے حکم پر حضرت مہدی موعودؑ جونپور سے ہجرت کرنے والے ہیں۔ایک بزرگ شخصیت جن کے چہرہ سے بزرگی ظاہر ہو رہی تھی وہ بارگاہ امام آخر الزماں میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں میرا مقام یہاں سے 300 کوس دور ہے۔میں اپنے مقام پر عبادت وریاضت میں مصروف تھا کہ یک جونپور کے رخ سے ایک مہک آئی جس کی خوشبو سے میرا دماغ معطر ہو گیا۔اس کے ساتھ ہی من جانب اللہ یہ الہام ہوا کہ شہر جونپور میں مہدی آخر الزماں رونق افروز ہیں اور وہاں سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔اس کے بعد یہ اشارہ ملا کہ ان کی خدمت میں پہنچ کر تصدیق وتلقین سے مشرف ہو جاؤ۔اس اشارہ خدا اور خوشبوئے ظہور مہدیؑ کو اپنا رہبر بنا کر بارگاہ حضرت مہدی موعودؑ میں حاضر ہوتے ہیں اور تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ اس مصدق کو ذکر خفی کی تلقین کرتے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ سانتیج سے پیراں پٹن یعنی نہر والا کے لئے روانہ ہوئے تو راہ میں ایک مقام سودہ ہے یہاں آپؑ نے کچھ دن قیام فرمایا۔آپؑ اس قیام کے دوران بیان قرآن سے بستی والوں کے دلوں کو منور کیا۔لوگ تصدیق سے مشرف ہوکر آپ کی صحبت اختیار کرر ہے تھے۔ان میں ایک نوجوان بھی توحید و معرفت کا بیان سن کر بے حد متاثر ہوتا ہے۔والدین اور گھر بار چھوڑ کر صحبت مہدی موعودؑ اختیار کرتا ہے۔ ماں بے قرار اور پریشان ہوکر شوہر سے کہتی ہے کہ جاؤ کس طرح بھی میرے لڑکے کو لے کر آ ؤ۔ باپ بھی بیٹے کے مکان نہ آنے پر غیض و غضب میں تھا اور آخر برہنہ تلوار لئے اُس مقام پر آ تا ہے جہاں حضرت مہدی موعودؑ کا قیام تھا۔اس وقت حضرت مہدی موعودؑ قرآن کا بیان فرما رہے تھے۔لوگ نہایت ادب و احترام کے ساتھ بیان سماعت فرمار ہے تھے سب کے سب ہمہ تن گوش گزار تھے۔تمام کی نظریں حضرت مہدی موعودؑ پر مرکوز تھیں۔ باپ پر اس روح پرور منظر کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ غیض وغضب وغصہ کا جو طوفان اُمنڈ آیا تھا وہ یکسر ختم ہوجاتا ہے۔وہ بیانِ قرآن میں گم ہوجاتا ہے۔بیان قرآن کیا تھا،معرفت اور عشق الٰہی کا سمندر تھا۔اس سمندر سے حاضرین اپنی اپنی طاقت وصلاحیت سے غوطہ زن ہوکر مستفید ہور ہے تھے۔ہر ایک اپنی روحانی پیاس کو بجھا رہا تھا۔باپ جس مقصد کے لئے حاضر ہوا تھا وہ مقصد اب اُس کے پیش نظر نہیں تھا۔ بیان قرآن کی محفل برخواست ہوتی ہے ادھر بیٹا باپ کو دیکھ کر چھپنے لگتا ہے۔باپ کے نظروں میں آنا نہیں چاہتا تا کہ کہیں باپ پکڑ کر گھر نہ لے جائے۔بیٹے کو پتہ نہیں ہے کہ باپ بھی اس دام میں گرفتار ہوگیا ہے۔باپ اپنے بیٹے کے چھپنے کو دیکھ کر آواز دیتا ہے بیٹا ڈرتا کیوں ہے۔تیری پیدائش چیز ہے اگر تو خدا کی طلب اور اس کے عشق میں حضرت کی خدمت اختیار کیا ہے تو مبارکباد، میں بھی تیرے ساتھ ہوں اور حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت سے جدا ہونا نہیں چاہتا ہوں۔دونوں باپ اور بیٹے ساتھ رہتے ہیں۔بیوی کو اطلاع کرواتے ہیں۔وعدہ کیا تھا فرزند کو واپس لاکر تجھ سے ملانے کا لیکن یہ وعدہ پورا نہیں کرسکتا ہم دونوں حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت سے دوری اختیار نہیں کرسکتے۔اگر تجھ کو بھی خدا کے دید کی طلب اور اس کا عشق ہو تو ہمارے پاس چلی آ۔ بیوی اپنے شوہر اور بیٹے کی طلب عشق خدا اور صحبت حضرت مہدی موعودؑ میں رہنے کی آرزو و خواہش کو دیکھ کر وہ بھی ساتھ ہوجاتی ہے۔یہ تینوں تصدیق سے مشرف ہوکر حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت کرتے ہیں۔

حضرت ملک برہان الدین اُمراء گجرات میں سے تھے۔دینی و دنیوی علوم سے آگہی رکھتے تھے۔بہادر، نڈر اور بے باک تھے۔ سنجیدہ اخلاق و کردار کی حامل شخصیت تھے۔گجرات تمام میں ظہور مہدیؑ کا چرچا تھا۔جوق در جوق لوگ آپ کے بیان قرآن میں شریک ہوکر تصدیق سے مشرف ہور ہے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ کے بیان قرآن کا چرچا نہ صرف عام لوگوں میں بلکہ اُمراء، جاگیردار، علماؤں، بادشاہوں کے محافلوں میں ہوتا تھا۔حضرت ملک برہان الدین بھی اس چرچے سے متاثر ہوکر آپؑ کے بیان قرآن میں شریک ہوتے ہیں۔اُس وقت حضرت مہدی موعودؑ سورہ آل عمران کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ کا بیان فرمارہے تھے۔اس آیت مبارکہ کے رموز و حقائق کا انکشاف کرر ہے تھے۔بیان سے حاضرین کے دلوں میں عشق خداوندی کا سمندر اُمنڈ پڑ رہا تھا۔حضرت ملک برہان الدین بیان قرآن سے بے حد متاثر ہوتے ہیں۔بعد بیان قرآن ملاقات کا شرف پاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں بندہ کو یہ تلوار اور سواری کا گھوڑا عزیز ہے اور یہ دونوں اللہ کی راہ میں پیش کرتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ ان سے دریافت کرتے ہیں یہ دونوں چیزیں تم کو کیوں عزیز ہیں حضرت ملک برہان الدین عرض کرتے ہیں یہ دونوں میری جان کے محافظ ہیں۔آپؑ فرماتے ہیں تم کو تمہاری جان سب سے زیادہ عزیز ہے پس خدا تعالیٰ تمہاری جان طلب فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ کو نہ تلوار کی حاجت ہے نہ گھوڑے کی اور نہ بندہ گھوڑے اور تلوار جمع کرنے کے لئے آیا ہے۔بندہ کی

بعثت تم کو خدا سے ملانے کے لئے ہوئی ہے۔اس بیان قرآن اوراس ارشاد کا حضرت ملک برہان الدین پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ اُسی وقت تصدیق سے مشرف ہو کر ترک دنیا کر کے حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت میں رہتے ہیں۔عبادت وریاضت، ذکروفکر میں محو ہوجاتے ہیں۔حضرت مہدیؑ آپ کے باطنی کمالات طہارت و پاکیزگی کو دیکھ کر اپنی عزیز ترین دختر بی بی فاطمہؓ سے آپ کا نکاح کرتے ہیں اور آپ قطعی جنتی ہونے کی بشارت پاتے ہیں۔

تصدیق کا شرف پانے کے بعد حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات جو فرائض ولایت ہیں اس پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔یہ تعلیمات چاہے صحبت صادقین ہو کہ ذکر خدا، عزلت از خلق ہو کہ ہجرت، ترک دنیا ہو کہ طلب دیدار خدا، نہ صرف ظاہری و باطنی اخلاق کو سنوارتے ہیں بلکہ عشق خدا پیدا کرتے ہیں۔یہ فرائض ولایت صرف اور صرف تارک الدنیا پر فرض نہیں ہیں بلکہ کا سب پر بھی فرض ہیں۔کاسب بھی ہر لمحہ طلب دیدار خدا کی راہ پر چلے۔اس طلب سے کردار میں تقویٰ و پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ہر لمحہ خدا کا ڈر اور خوف رہتا ہے۔اس طلب سے بھائی چارگی اتحاد و اتفاق، ملنساری و ہمدردی، ایک دوسرے پر جان نچھاور کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جس کی آج قوم کو بے حد ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ قوم کے ہر مکتبِ فکر میں طلب دیدار خدا کے اوصاف پیدا کردے تاکہ ہم دوبارہ تبلیغ دین کی راہ پر گامزن ہوسکیں۔آمین

خلیفۃ اللہ مہدی موعود علیہ السلام

آج جمادی المنور کی 14 تاریخ ہے۔یعنی میلاد خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ کا دن ہے۔

جس طرح سورج طلوع ہو کر ہر طرف روشنی پھیلاتا ہے۔عطر بغیر تعارف کے وجود کا احساس دلاتا ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اپنے دین کی روشنی پھیلائی ہے۔اس کی ربوبیت کائنات کے ہر ذرہ میں پنہا ہے۔اس نے واقف کروانے، ہدایت دینے اور اس پر ایمان لانے کے لئے انبیاء ورسول کو دنیا میں کتابوں کے ساتھ بھیجا، یہاں تک کہ آخری نبی حضور محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور قیامت تک نسل انسانی کی ہدایت کے لئے قرآن شریف کا نسخہ عطا کیا۔اُمت رسول اللہ ﷺ کو ہلاکت سے بچانے کے لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔

بزم کائنات کے اس گلشن عالم ویراں میں جب ظلم وستم عام ہونے لگا، توحید کی جگہ کفر وشرک خفی نے لے لی، خالق کائنات کی عبادت کی جگہ عبادت رسم عادت اور بدعت کا مجموعہ ہوگئے، خدائے برتر و بزرگ نے چاہا کہ اس موعود ہستی کی بعثت ہوجائے جو اسلام کو نئی زندگی دے گا اور عبادت جو رسم عادت و بدعت میں تبدیل ہوگئی تھی اس کو مٹا ڈالے گا ادھر افق مغرب پر ہلال جمادی الاول نمودار ہوا اور غیبی آوازیں آرہی تھی و قل جاء الحق و زحق الباطل ان الباطل کان ذھوقا پھر یعنی کہ وقت آچکا ہے کہ ارشادِ رسول کریم ﷺ کی تکمیل ہو۔جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''دنیا ہرگز ختم نہ ہوگی جب تک اللہ میرے اہل بیت میں سے ایک ایسے شخص کو پیدا نہ کرے جو میرا ہمنام اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا ہمنام ہوگا، جو زمین کو عدل وانصاف سے بھردے گا جس قدر کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی''

دین اسلام میں مہدی موعودؑ کا ظہور ایک ضروری امر ہے اور پھر احادیث صحیحہ کے دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک خلیفۃ اللہ کا پیدا ہونا ضروری ہے اور وہ مہدی ہوں گے ان کے ہاتھ پر بیعت فرض ہے۔اس سلسلہ میں حضرت ثوبانؓ سے

روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ جب یہ بات سنو کہ مہدیؑ کی بعثت ہوگئی ہے تو ان کے پاس حاضر ہوجاؤ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔ اگر چہ تم کو ان کے پاس برف پر رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے۔

بعثت مہدی موعودؑ کی اہمیت اس حدیث سے اور زیادہ کھل کر سامنے آتی ہے جو ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہﷺ نے فرمایا دنیا ختم نہ ہوگی تا آنکہ اللہ تعالیٰ میری اہلبیت سے اس شخص کو پیدا نہ کرے جو میرا ہم نام ہو اور نیز اس کے ماں باپ کے نام میرے ماں باپ کے ہم نام ہوں۔ غرض ان احادیث سے ضرورت بعثت مہدیؑ کا صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کیونکہ اگر ضرورت نہ ہوتی تو حضرت محمد رسول اللہ اتنی سختی سے نہ فرماتے اور نہ توجہ دلاتے اور پھر حضور نے فرمایا ہے وہ معصوم ہوگا۔ کبھی خطا نہ کرے گا اور میرے قدم بہ قدم چلے گا۔ یعنی حضرت مہدی موعود علیہ السلام نہ صرف خلیفۃ اللہ ہیں بلکہ معصوم بھی ہیں اور آپ سے کوئی خطا وغیرہ نہ ہوگی بلکہ پروردگار عالم سے راست تعلیم ہوگی۔ اگر خلیفۃ اللہ معصوم نہ ہوگا تو اس کی دعوت اور اس کے احکام میں خطا کا احتمال ہوگا اور اس صورت میں نہ تصدیق فرض ہوگی اور نہ ذات کا منکر کافر ہوگا۔ اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نہ صرف خلیفۃ اللہ ہوں گے بلکہ معصوم ہونگے اس لئے آنحضرت نے اپنے بعد ایک معصوم کی خبر دی ہے اور فرمایا کہ وہ امام خلیفۃ اللہ ہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرو اور یہ بھی فرمایا کہ وہ میرا تابع ہے اور اس سے خطا نہ ہوگی۔

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ مہدی علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو تمام لوگ ایمان لائیں گے اور زمین سے برائیاں سب ختم ہوجائیں گی حالانکہ خاتم الانبیاء رحمتہ اللعالمین حضرت محمد رسول اللہﷺ وہ مبارک ہستی ہیں جو وجہ تخلیق کائنات ہیں، جن کے تعلق سے پروردگار عالم فرماتے ہیں اے محمدﷺ اگر تم نہ ہوتے تو اس کائنات کا وجود نہ لاتا۔ اس عظیم المرتبت ہستی کے زمانہ میں تمام لوگ ایمان نہیں لائے تو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت پر ایمان لانے کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ پروردگار چاہتا تو زمین کے سب افراد مومن ہوجاتے۔ لیکن سب افراد کا ایمان لانا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں نہیں ہے تو وہ ہدایت مہدیؑ سے کس طرح ایمان لائیں گے؟ جس طرح سورہ ہود کی آیت 118 میں ارشاد ہوا ہے ''وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ'' پروردگار چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کردیتا، وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہیں رہیں گے۔

حضرت سید محمد جونپوری 14 جمادی الاول 847ھ م 9/ستمبر 1443ء کو شہر جونپور میں مبعوث ہوئے۔ آج یہ ریاست اُترپردیش کا حصہ ہے۔ اس وقت سلطان حسین شرقی کی بادشاہت تھی۔ بچپن سے ہی پاکیزگی پسند تھی، نہایت صاف ستھرے رہا کرتے تھے۔ اچھے اخلاق و کردار اور نفاست پسند تھے۔ نہایت ذہین اور چہرہ نہایت روشن و منور تھا۔ سات سال کی عمر میں قرآن پاک کو حفظ کرنے کی سعادت پاتے ہیں۔ علم کے حصول کا شوق تھا۔ صرف 12 سال کی عمر (857ھ) میں تمام علوم سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ آپ کے ذہن، علم کی پختگی اور بیان سے متاثر تمام علمائے جونپور اسد العلماء کا خطاب دیتے ہیں۔ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود آخر الزماں نے مشرکین اور کفار سے جہاد بھی کئے۔ آپ کے بیان قرآن کے محافل میں بادشاہ سلطان حسین شرقی شریک ہوا کرتا تھا۔ ایک روز بیان میں آپ نے فرمایا مطیع اسلام ہونا جائز ہے، مطیع کفر ہونا جائز نہیں۔ اس وقت لکھنوتی گوڑ کے راجہ بنگالہ دلپت رائے تھا۔ اس کی فوج ہر سال سلطان سے خراج وصول کرتی تھی۔ بادشاہ جب بیان قرآن میں مطیع کفر ہونا جائز نہیں سنا تو حضرت مہدی موعودؑ سے مدد کا طالب ہوا۔ آپ بادشاہ کی فوج کے ساتھ اس جنگ میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ اپنے ہاتھوں سے دلپت رائے کو قتل کرتے ہیں۔ اس کا دل باہر نکل پڑتا ہے۔ حضرت نے دیکھا کہ اس کے دل پر اس بت

کی تصویر منقش تھی جس کی وہ پوجا کرتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت ارشاد فرماتے ہیں کفر وشرک کا یہ اثر ہے تو توحید اور ذکر اللہ کا اثر کتنا نہ ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد آپ پر جذبہ حق طاری ہوجاتا ہے۔ یہ جذبہ بارہ سال تک رہا۔ اس عالم میں بھی ایک وقت کی نماز قضاء نہیں ہوئی۔

آپ کی عمر شریف چالیس (40) سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے کہ ''اے سید محمد میرے لئے ہجرت کر اور لوگوں کو میری طرف دعوت دو''۔ اس حکم کے بعد جونپور سے حج کے ارادے سے ہجرت فرماتے ہیں۔ حکم خدا پر 901ھ میں کعبۃ اللہ شریف میں رکن ومقام کے درمیان اپنے مہدی موعود ہونے، خلیفۃ اللہ ہونے، مہدی آخرالزماں ہونے کا دعویٰ فرماتے ہیں۔ شاہ نظامؒ، قاضی علاء الدین بیدری اور ایک عرب نے آمنا وصدقنا کہا۔ دوسری بار دعویٰ مہدیت احمد آباد کی جامع مسجد میں 903ھ میں کیا۔ یہاں پر آپ کا بیان قرآن سننے کے لئے اتنا ہجوم ہوتا کہ مسجد میں جگہ باقی نہیں رہتی۔ دیواروں اور درختوں پر چڑھ کر بیان سنا جاتا تھا۔ آپ کا یہ معجزہ تھا کہ بیان جیسا نزدیک والے سنتے ویسا ہی دور والے بھی سنتے۔ آپ نے اپنے مہدی موعود ہونے کا تیسرا دعویٰ بڑلی میں 905ھ میں کیا۔ یہ دعویٰ موکد کہلاتا ہے جس میں آپ نے اپنے منکر پر کفر کا اطلاق فرمایا۔

فرائض ولایت

آج ماہ جمادی المنور کی 15 تاریخ ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی دعوت مہدیت کی مدت جملہ 23 سال رہی۔ آپ 40 سال کی عمر میں 887ھ کو جونپور سے ہجرت فرمائی۔ داناپور، کالپی، چندیری، چاپانیر، مانڈو، دولت آباد، احمدنگر، بیدر، گلبرگہ، بیجاپور، چیتاپور، ڈابول بندر، جدہ، مکہ معظّمہ، دیو بندر، احمدآباد، پٹن، بڑلی، جالور، ناگور، جیسلمیر، ٹھٹھ، کاہہ، قندھار سے ہوتے ہوئے فرہ (افغانستان) پہونچتے ہیں۔ یہاں پر 19/ ذیقعدہ 910ھ م 23/ اپریل 1505ء کو اس دنیا سے پردہ فرمائے۔ ان مقامات پر آپ کی تصدیق سلاطین وقت، حکام سلطنت، امراء، علماء، فضلاء، وزراء، فوج، سپہ سالار لشکر اور عوام نے کی۔ آپ نے صرف اور صرف قرآن حکیم اور اتباع خاتم النبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف بندگانِ خدا کو دعوت دی۔

حضرت مہدی موعودؑ نے جو فرائض ولایت بیان فرمائے ہیں وہ تمام کے تمام آیت قرآنی کے تحت ہیں جس پر عمل پیرا ہونے سے فیض ولایت محمدیہ حاصل ہوتا ہے۔ آپ نے **ترک دنیا** کو اس آیت قرآنی کے تحت فرض فرمایا'' وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً ٥ (سورہ مزمل آیت نمبر۸)'' یعنی ٹوٹ کر چلا اس کی طرف سب سے الگ ہوکر۔ **ہجرت** کو اس آیت کے تحت فرمایا'' قَالُوْآ اَلَمْ تَکُنْ اَرْضَ اللّٰہِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا (سورہ نساء آیت نمبر ۹۷)'' یعنی جو لوگ کفار کے شہروں سے باوجود ضعف دین کے نہیں نکلے ان کو فرشتے کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ کی زمین تمہارے لئے وسیع نہیں تھی کہ تم ان شہروں سے نکل جاتے، ان لوگوں کے لئے دوزخ اور بری بازگشت ہے۔ **صحبت صادقین** کو'' وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ٥ (سورہ توبہ آیت نمبر ۱۱۹)'' تم صادقوں کے ساتھ ہوجاؤ۔ **ذکر دوام** کو'' فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ (پارہ۴ آیت ۱۰۳)'' یعنی اللہ تعالیٰ کی یاد کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے ہر وقت کرو۔ **توکل** کو'' فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ٥ (سورہ آل عمران آیت ۱۵۹)'' یعنی اللہ پر بھروسہ کرو اللہ تعالیٰ اپنے پر بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ **عزلت از خلق** کو'' وَذَرِ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا'' (سورہ انعام آیت 70) یعنی ان لوگوں کو

چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کولہوولعب بنالیا ہے۔انکو دنیا نے فریب دیا۔ **طلب دیدار خدا** کو ’’فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا ○ (سورہ الکھف آیت ۱۱۰)‘‘ یعنی جو شخص خدا کو دیکھنا چاہتا ہے وہ نیک عمل کرے۔اس نیک عمل سے مراد ترک دنیا۔ **عشر** کو ’’اَنْفِقُوْ مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ‘‘ (سورہ البقرہ آیت 267) خرچ کرو طیبات سے جو کچھ کمایا تم نے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا مذہب دو ہیں۔ایک مذہب خدا تعالیٰ کا، دوسرا مذہب شیطان کا۔خدا کا مذہب رکھنے والے خدا کی طلب رکھتے ہیں اور شیطان کا مذہب رکھنے والے دنیا کی طلب رکھتے ہیں۔مہدوی دنیا پرست نہیں بلکہ خدا پرست ہوتا ہے۔ دنیا میں رہ کر بھی دنیا سے بے تعلق رہتا ہے۔یہی مہدوی کی پہچان ہے۔مہدویہ دائروں میں خدا پرستی ہی کی تعلیم دی جاتی ہے جہاں شب و روز اللہ تعالیٰ کا ہی ذکر ہوتا ہے۔

دائروں میں احکامات خدا اور شریعت پر سختی سے عمل ہوتا تھا۔ ہمیشہ عالیت پیش نظر رہتی تھی۔حضرت مہدی موعودؑ کا یہ ارشاد ہمیشہ پیش نظر ہو دین عزیمت ہے، اگر عزیمت سے ہٹے تو رخصت میں آئیں گے۔اگر رخصت سے گر جائیں گے تو کہاں جاؤ گے، اس لئے ہمیشہ عالیت پر نظر و عمل ہونا چاہیئے۔

دائرہ میں شریعت کی کماحقہ پابندی ہوتی تھی۔خلاف شریعت کوئی کام ہوتا تو فوراً ٹوک دیا جاتا اور بعض پرس ہوتی۔آپ نے نہایت شدت سے فرمایا جس نے شریعت کی حدیں توڑیں اس نے اپنی مرادیں توڑیں۔نماز کے اہتمام کے تعلق سے فرماتے اذاں کے بعد کام مت کرو۔نماز کا وقت آئے تو بندہ کو اطلاع دو اگر بندہ آ گیا بہتر ورنہ نماز پڑھ لو۔بندہ کا انتظار مت کرو کیونکہ وقت فرض ہے اس کو جانے نہ دو۔دائرہ کے نظام میں جن اُمور کی طرف صاحبان دائرہ نے سب سے زیادہ توجہ کی جاتی وہ اتباع شریعت ہے۔حضرت مہدی موعودؑ سے علماء نے یہ سوال کیا کہ آپ کونسے مذہب پر عمل پیرا ہیں آپ نے ارشاد فرمایا ’’ما ہیچ مذہب مقید نہ داریم مذہب ما کتاب اللہ و اتباع رسول اللہ است‘‘

جونپور سے لیکر فراہ مبارک تک پورے سفر کا جائزہ لیجئے اور دائروں کی کیفیت کو ملاحظہ کیجئے۔صاحب دائرہ نے دائرہ کے مکینوں کو کبھی نام لیکر نہیں پکارا بلکہ جب بھی آواز دی بھائی یا برادر کہہ کر خطاب کیا۔اس تخاطب سے ایسا اثر ہوتا تھا کہ جس نے ایک بار دائرہ میں قدم رکھا اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دائرہ کا ہی ہو جاتا۔ ہر آنے والے کو بھائی کا جام شیریں بھی پیش کرنا دائرے کے نظام تربیت کا پہلا سبق تھا۔دائرہ میں نیستی، اخلاق، عمل اور تعلیمات حضرت مہدی موعودؑ پر عمل آوری تھی۔ وہاں نفس کسی بھی طرح اثر انداز نہیں تھا۔صرف للّٰہیت ہی پیش نظر تھی اور خدا پرستی تھی۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے امام مہدی موعودؑ کے جو آثار و علامت بتائے ہیں وہ سب کے سب تفصیلات حضرت مہدی موعودؑ میں ہیں اور پھر حضرت علیہ السلام نے اپنے مہدی ہونے کے دعویٰ کی جو دلیل پیش کی ہے وہ ہی سب سے بڑا ثبوت ہے کیونکہ حضرتؑ نے اپنی مہدیت کی دلیل یہی بیان کی ہے کہ میں کتاب اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کا تابع ہوں اور کھلے عام فرمایا کہ دعویٰ کی تصدیق کی ضرورت ہو تو ہمارے احوال و اعمال میں غور کرو اور دیکھو کہ ان میں اتباع قرآن مجید اور اتباع رسول اللہ پائی جاتی ہے یا نہیں۔

حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ السلام کا تعلق خاص فرقے یا کسی خاص قوم کے لئے اور کسی ملک کے لئے نہ تھا بلکہ آپ کا پیام، آپ

کے اسلامی کام، زمین پر بسنے والے انسانوں میں سے ہر اس انسان کے لئے تھا جو دین اسلام کا خواہش مند ہو۔ جس طرح رسول کریمﷺ کا پیام سارے انسانوں کے لئے تھا ویسا ہی آپ کا پیام سارے انسانوں کے لئے تھا۔ آپ کے پیام میں انسان کے عقیدے، اعمال اور اخلاق کی اصلاح اور حقوق انسان کی تقسیم شامل تھی۔

سیرت حضرت مہدی علیہ السلام کا مطالعہ کرنے سے ہم کو محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق بہت پاکیزہ تھے۔ آپ نے نہ کسی کو تکلیف دی اور نہ کسی کے حق میں بددعا فرمائی بلکہ آپ کی ساری سیرت مبارک اتباع رسول اللہﷺ میں گزری۔ حالانکہ تاریخ گواہ ہے آپ پر اور آپ کے ماننے والوں پر زمین تنگ کردی گئی تھی۔ ایک مقام سے دوسرے مقام کو، کوچ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور آپ خاموشی کے ساتھ ایک مقام پر ہجرت فرماتے اور زیادہ تنگ کرتے تو صرف اتنا ہی ارشاد ہوتا کہ بھائی ہم کو زمین کا کوئی ایسا حصہ بتاؤ جہاں اللہ والے رہ سکیں اور اپنے اللہ کی عبادت کرسکیں۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اخلاق سے، عفو و درگذر و خوش خلقی اور حکمت سے لوگوں کو خدا کی طرف بلایا اور آپ کی ذات بابرکات منبع نور تھی، جس طرح سے رسول مقبولﷺ نے آپ کے تعلق سے ایک حدیث فرمایا کہ مہدی موعود علیہ السلام مجھ سے ہے میرے قدم بہ قدم چلے گا اور ہرگز خطا نہ کرے گا۔ اس طرح آپ نے ساری زندگی اسی دائرہ میں رہ کر گذاری اور لوگوں کو یہی پیام دیا کہ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہ'' اسی پیام کا نتیجہ یہ نکلا کہ روز بروز آپ کی تصدیق کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ یہ سب تصدیق کرنے والے آپ کے اخلاق سے، آپ کے کردار سے متاثر ہوکر آپ کے ساتھ ہوجاتے تھے۔ قندھار کا بہت مشہور واقعہ ہے کہ جب علمائے قندھار نے حاکم قندھار کی اجازت سے سپاہیوں کے ذریعہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کو جمعہ کے روز جامع مسجد میں طلب کیا اور ساتھ ہی سپاہیوں کو یہ حکم بھی دیا گیا تھا کہ حضرت کو بے حرمتی کے ساتھ مسجد میں حاضر کریں۔ سپاہ نہایت گستاخانہ طریقہ سے پیش آئے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ کا کمر بند پکڑ کر کھینچا اور جوتا تک پہننے نہیں دیا گیا۔ لیکن آپ کی زبان پر کوئی شکوہ نہیں آیا بلکہ آپ خوش خلقی و جذبۂ ہمدردی کے ساتھ چہرے پر مسکراہٹ لئے ہوئے سپاہیوں کے ساتھ جامع مسجد تشریف لے گئے اور پہنچنے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد حاکم قندھار بیگ نشہ میں چور مسجد میں تشریف لاتا ہے۔ مقام غور ہے جب حاکم مسجد میں نشہ کی حالت آتا ہے تو رعایا کا کیا حال ہوگا اور پابندی مذہب کتنی ہوگی اور اس سے ہم کو بعثت امامنا علیہ السلام کے موقع پر اسلام کی حالت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ غرض نشہ کی حالت میں حاکم قندھار مسجد میں آتا ہے اور آپ کے بیان کو سن کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا ہے اور اپنی گستاخی کی معافی چاہتا ہے۔ قندھار کے اس واقعہ سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کس طرح سے ہمارے امام نے عفو و درگذر سے کام لے کر دلوں کو جیت لیا تھا۔

آج کے اس ترقی یافتہ دور میں اگر ہم امامنا کے پیام کو آپ کی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے میں اچھے اخلاق پیدا کرنا ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ عفو و درگذر و خوش خلقی و ہمدردی کا جذبہ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ حکمت سے بھی کام لینا ہوگا۔ کیونکہ آج کے اس دور میں لفظی دعوت سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔ جس کا مشاہدہ روز آنہ ہم کررہے ہیں اور اس کا نتیجہ بھی ہمارے سامنے ہے اور اس لفظی دعوت کے تعلق سے کسی نے کیا خوب لکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ کوئی دعوت بھی اگر صرف لفظی دعوت ہو اور اس کے ساتھ اخلاقی زور موجود نہ ہو تو وہ کیسی ہی زرین کیوں نہ ہو اور تھوڑی دیر کے لئے دلوں پر کتنا ہی سحر کیوں نہ طاری کرے آخر کار دھوئیں کے مرغولوں کی طرح فضاء میں تحلیل ہوجاتی ہے۔

خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ اوران کی تعلیمات

آج جمادی المنور کی 16 تاریخ ہے۔

جس طرح رسول مقبول ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جتنا بھی مال آپ کے پاس آتا تھا آپ پورے کا پورا خدا کے بندوں میں تقسیم فرمادیتے تھے اورکل کیلئے کچھ بھی نہیں رکھتے تھے۔اس طرح حضرت سیدنا مہدی موعودعلیہ السلام کی عادت مبارکہ تھی کہ جس وقت بھی آپ کو خدا تعالی بے شان وگمان جوکچھ نقدوجنس پہنچادیتا تو تمام تر خدا کے طالبوں کو برابر تقسیم فرمادیتے تھےاور حبّہ بھی دوسرے دن کے واسطے نہ رکھتے تھے۔ مشہورواقعہ ہے کہ بادشاہ مانڈوسلطان غیاث الدین خلجی حضرت کی خدمت میں (60) توڑے اشرفی اورایک تسبیح موتیوں کی جس کی قیمت ایک کروڑمحمودی تھی روانہ کی تھی۔آپ نے اسی وقت تمام رقم تقسیم فرمادی اورآخرمیں ایک دف نواز آیا تو آپ نے اس کووہ تسبیح دیدی۔جناب سید سلام اللہؓ نے دیکھ کرحضرت کی خدمت میں عرض کیا خوندکاراس تسبیح کی بہت بڑی قیمت تھی،یہ سن کرحضرت نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو تمام متاع دنیا کو چھوٹی چیز کہتا ہےتعجب ہے کہ تم ایک دانی شئے کو بڑی قیمت والی کہتے ہو۔

حقیقت میں ہم مقام مہدی موعودؑ کا اندازہ نہیں کرسکتے۔آپ کی بعثت،آپ کی تشریف آواری کا مقصد یہی تھا کہ بندوں کو خدا سے قریب کردیں اور جودوری بندوں نے قائم کرلی ہےاس کوختم کردیں اوران میں عشق کی چنگاری پیدا ہو۔اس بات کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام ایک دفعہ وضوکررہے تھے۔شاہ نظامؓ نے عرض کیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مہدیؑ سوکھے جھاڑ کوتروتازہ کرے گا۔ اس بات کوسنتے ہی جناب سیدنا علیہ السلام نے مسواک کی لکڑی کو جو ہاتھ میں تھی زمین پرگاڑدیا فی الفوراس کےکونپل نکل آئی۔حضرت نے فرمایا بھائی یہ کام بازی گروں کا ہے۔اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ مہدی مردہ دلوں کوزندہ کرے گا یعنی عشق کے جھاڑکو جوسوکھ گیا ہے سرسبز کرے گا

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ہمارا شمار مصدقین میں ہے۔ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اور حضرت مہدی موعودؑ کی مہدیت کا اقرارکرتے ہیں۔اس اقراریعنی ایمان کے بعد جومقام ومرتبہ ملا ہےاس سے واقف نہیں ہیں۔خاتمین علیہ السلام نے اللہ رب العزت کے بہت قریب ہمیں کردیا ہے۔لیکن ہم نے بےعملی اورلاپرواہی سےاس قربت کو دوری میں تبدیل کردیئے ہیں۔حضرت مہدیؑ ہمیں کہاں پہونچانا چاہتے ہیں اورہم کہاں پہونچ رہے ہیں۔ہم اپنی منزل سے بیگانہ ہوگئے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا اپنی ذات کو اللہ تعالی کے سپردکردواورکسی کے ساتھ مشغول نہ رہواور ذات خدا تعالیٰ کے سوا کسی چیز کے خواہاں نہ رہواور ذرہ برابر خلق کی احتیاج نہ رکھو۔اس فرمان عالی کی روشنی میں اپنی اپنی زندگی کا جائزہ لیں۔کیا ہم نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا ہے؟ ہماری روزمرّہ کی مشغولیات کس رخ اورڈگرپرہے؟ آج ہمارا مزاج ذات خدا کوچھوڑکر دنیا کی ہرنعمت کو پانے کا ہوگیا ہے۔ذرہ برابر بھی خلق کی احتیاج نہ رکھنے کی تعلیم دیتے ہوئے آپؐ نے یہ بھی ارشادفرمایا اگرپانی چاہتے ہوتو خدا سے چاہو،آگ چاہتے ہوتو خدا سے چاہو،لکڑی چاہتے ہوتو خدا سے چاہو،روٹی چاہتے ہوتو خدا سے چاہو،جوکچھ چاہوتو خدا سے ہی چاہو۔حضرت مہدی موعودؑ کتنی عارفانہ تعلیم دےکر بندہ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کررہے ہیں۔لیکن صد افسوس کہ ہم ان تعلیمات سے بےرخی اختیارکرتے جارہے ہیں۔آپ ﷺ کی تعلیمات میں لاچارگی،مفلسی،تنگدستی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایادم دیئے ہوئے مرغ کھاؤ،باریک صاف ستھرے کپڑے پہنو،پالکی اورگھوڑے پرسواری کرواوراپنی بےاختیاری سے خدا کو پاؤ۔ہرفرمان

میں ہر ارشاد میں خدا کو پانے کی تعلیم ہے لیکن ہم خدا کو پانے کے بجائے دنیا کو پانے کی آرزو وخواہش رکھتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ہے آدمی کے چار حجاب ہیں دو ظاہری اور دو باطنی۔ظاہری دنیا وخلق اور باطنی نفس اور شیطان۔بندہ اگر رجوع الی اللہ ہوا تو ان حجابوں سے بچ جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت جس مقصد کے لئے کی ہے اس مقصد کو خود حضرت مہدی موعودؑ اس فرمان سے واقف کرواتے ہیں۔بندہ کا آنا دنیا کے کاموں سے چھڑانے کے لئے ہوا ہے۔عبادت وریاضت کے لئے ہی یہ دنیا پیدا کی گئی ہے۔

تصدیق حضرت مہدی موعودؑ کے بعد ہم مومن بن جاتے ہیں۔آیئے دیکھئے کہ مومن کس کو کہتے ہیں۔اس کے اخلاق وکردار، اس کا رہن وسہن، اس کی عبادت وریاضت کس طرح کی ہو۔دراصل مومن اس کو کہتے ہیں جو حق تعالیٰ کو دیکھا ہو، چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب میں۔اگر دوسرا شخص یہ صفت نہ رکھتا ہو لیکن طلب رکھتا ہو اس کے لئے حضرت مہدی موعودؑ نے حکم ایمان روا رکھا ہے۔خدا کے دیدار یا طلب دیدار کے لئے جو چیز ضروری ہے وہ عشق ہے۔عشق کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا طالب پر کیا چیز فرض ہے جس سے وہ خدا کو پہنچتا ہے۔پھر خود ہی فرمائے کہ وہ عشق ہے۔ایک روز بیان قرآن کے موقع پر ملا درویش ہروی نے اپنے کرتے کا گریباں ہاتھ سے چاک کرلیا اور کہا کہ میرانجی ہم عشق کہاں سے لائیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا اے میاں درویش بندے نے یہ کس وقت کہا کہ عشق عطائی لاؤ، عشق عطائی انبیاء کا خاصہ ہے۔مومنوں کے لئے عشق کسبی ہے۔اس کے لئے محنت کرو اور عشق کو پاؤ۔یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو رائیگاں نہیں کرتا ہے۔وہ بندوں پر نہایت مہربان ہے۔بندہ کے لئے ضروری ہے کہ اس کے دل میں عشق کی چنگاری رہے۔جو شخص یہ چنگاری نہیں رکھتا وہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں رکھتا، وہ مفلس ہے، جسم میں روح کے ساتھ عشق خدا بھی ہو۔یعنی جب تک سانس چلے عشق خدا بھی اس کے ساتھ رہے۔

عشق کو پانے کے لئے دل کا رخ ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف رکھے۔خلوت کو اختیار کرے، کھڑے بیٹھے اور تمام احوال میں حق پر نظر رکھے۔یعنی دم وقدم کی حفاظت ہو۔وسوسوں اور خطروں کو ذکر اللہ اور صحبت صادقین سے دور کریں۔اس پرواز میں جس چیز کا خیال اشد ضروری ہے وہ رزق حلال کا ہونا ہے ورنہ پرواز میں خلل ہوجاتا ہے۔اسلاف کی زندگیوں میں ہم یہ کیفیت بآسانی دیکھ سکتے ہیں کہ وہ اس معاملہ میں سختی سے کاربند تھے۔اپنے قدم کی حفاظت کرتے ہوئے حجروں میں ہی اللہ کے ذکر وفکر میں اپنی زندگی بسر کئے۔ان پاکان خدا کا عمل ہمیں پکار پکار کر کہتا ہے بہترین نشست گاہ، گھر کا اندرونی حصہ جہاں نہ تو کسی کو دیکھے اور نہ کوئی تجھے دیکھے لیکن آج ہمارا طرز عمل اس کے خلاف ہے، ہماری کیفیت یہ ہے کہ ہم ہر جگہ موجود رہنا چاہتے ہیں جس کی وجہ سے قلب ونظر میں عشق خدا کی چاشنی پیدا نہیں ہوتی۔اس سرمایہ حیات کو وقت کے گزرنے کے ساتھ کھوتے جارہے ہیں۔یہ دراصل روحانی نقصان ہے۔افسوس کے ہمیں اس کی ذرا بھی فکر نہیں ہے۔ہم میں فکر کا جذبہ ہے لیکن اس فکر کا کہ دنیا کس طرح حاصل کریں۔دنیا کے کاموں کو کس طرح انجام دیں۔اگر فکر نہیں ہے تو صرف فیض خاتم الولایت محمدیہ کو پانے کی۔تصدیق وعشق کی چاشنی عمل سے حاصل ہوتی ہے۔پانی سے ہی کھیت سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔عمل کے بغیر زندگی شرمندگی ہے۔

مصدق کی یہ کیفیت ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی حاجتوں کے لئے بھی اور اپنی عبادت کے لئے بھی اللہ ہی کی طرف لولگا رکھے۔کیونکہ وہ خالق بھی ہے المقیت یعنی روزی پہنچانے والا بھی ہے اور وہاب یعنی بہت دینے والا بھی ہے۔جب یہ لو سانس کے ساتھ لگی رہی تو تمام تر زندگی عبادت ہوجاتی ہے۔اس کا چلنا، پھرنا، سونا، بات چیت کرنا تمام عبادتوں میں شمار ہوتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص چالیس

روز، اللہ تعالیٰ کی عبادت خلوص سے کرے تو حکمت کے چشمے اس کے دل سے ابلنے لگتے ہیں اور اس کی زبان سے ظاہر بھی ہوتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کا مقصد اور مدعا یہی ہے کہ بندہ کا دل اللہ کی طرف متوجہ رہے۔اس سے ریا کارانہ عمل ،فتنہ وفساد اور شر سے بچ جاتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعودؑ کو دافع ہلاکت امت بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔یہ بندگان خدا کے لئے خدا تعالیٰ کا عظیم انعام ونعمت ہے۔

حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق رضی اللہ عنہ

آج ماہ جمادی المنور کی 17 تاریخ ہے۔

اور آج بہرہ عام حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؓ ہے۔

آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے فرزند ہیں۔آپ کی ولادت ماہ ربیع الثانی 920ھ میں ہوئی۔والد بزرگوار کی بہت شفقت آپ کو حاصل رہی۔ایک دن ابراہیم شیخا نے حضرت شاہ خوندمیرؓ سے کہا آپ نے میاں سید جلال کو شہیدوں میں گنا ہے۔کیا میاں شہاب الحق آپ کے جانشین ہونگے۔آپ نے فرمایا ہاں اے ابراہیم یہ فرزند شہنشاہ ہوگا اور مرشد مرشداں ہوگا۔حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف 11 سال تھی۔شہادت کے بعد آپ خلیفہ گروہ حضرت ملک الہدادؓ کی صحبت میں رہتے ہیں اور اُن ہی کی نگرانی میں تربیت پاتے ہیں۔آپ 14 سال تک خلیفہ گروہ کی صحبت میں رہ کر خدمت انجام دیتے ہوئے فیض کمال حاصل کرتے ہیں۔خلیفہ گروہ اپنے آخری وقت میں فرماتے ہیں چھابو جی نے ہم کو بہت راحت پہنچائی ہے۔آپ نے بہت ساری بشارتیں بھی دی ہیں اور فرمایا مجھے خوشحال کیا۔یقیناً جو مرید اپنے مرشد کو خوش کردیتا ہواُس پر خاص نظر مرشد کی ہوتی ہے۔خلیفہ گروہؓ کے وصال کے بعد آپ علیحدہ دائرہ باندھ کر طالبان خدا کو تعلیم وتربیت دی۔روایت کے مطابق آپ کے دائرہ میں 1800 فقراء تھے۔ان میں سے 18 فقراء چشم سر سے خدا کو دیکھنے والے تھے۔

اُس دور میں تمام کی نظریں آپ کے دائرہ پر تھیں۔حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ نے ایک مرتبہ آپ کی کیفیت دریافت فرمائی۔آپ نے فرمایا جب تک لوگوں کے مجمع میں رہتا ہوں دنیا کی لذتوں کو پاتا ہوں لیکن جب چادر اوڑھ لیتا ہوں تو عرش سے فرش تک کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔یعنی جب وہ مشاہدہ کر کے اللہ کے ذکر میں محو ہوجاتے ہیں تو فضل خدا سے اُن پر تمام چیزیں عیاں ہوجاتی تھیں۔

حضرت شہاب الحقؓ کے کردار کی یہ خوبی تھی کہ اپنے دور کے بزرگوں سے نہ صرف تعلقات رکھتے تھے بلکہ ان سے باہمی ربط بھی تھا۔آپ کھانبیل سے دساڑہ جا کر حضرت بندگیمیاں بھائی مہاجرؓ سے سال میں دو مرتبہ ملاقات کرتے تھے۔حضرت بھائی مہاجرؓ نے حضرت شاہ خوندمیرؓ کے کہنے پر آپ کی بچپن میں تربیت فرمائی تھی۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ نے بچپن میں ہی آپ کو اپنا جانشین ہونے کی پیشین گوئی کی تھی۔آخر آپ کے احوال ،افعال واقوال کو دیکھ کر اس دور کے بزرگانِ دین نے آپ کو ثانی سید خوندمیر کہا۔حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ فرماتے ہیں اگر کعبہ کے سوا سجدہ جائز ہوتا تو میں

کھانبیل کی طرف سجدہ کرتا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کھانبیل میں حضرت شہاب الحق ؒ رہتے ہیں۔

حضرت شہاب الحقؒ کی وہ ذات گرامی مرتبت ہے جس کے سامنے جادوگروں کی جادوگری، عیاروں کی عیاری، دشمنوں کی دشمنی ختم ہو جاتی ہے۔ کھانبیل میں ایک جادوگر تھا جو اپنے حرکتوں سے لوگوں کو اپنا دیوانہ بنالیا تھا۔ لوگ اُس سے خائف رہتے تھے وہ پانی پر چلتا تھا جس سے لوگ بے حد متاثر بھی تھے۔ ایک دن آپ نے اس کا تماشہ دیکھنے تشریف لے گئے اُس وقت وہ پانی پر چل رہا تھا۔ آپ کی نظر پڑتے ہی جادو کا زور ختم ہو جاتا ہے اور وہ پانی میں گر جاتا ہے، ڈوبنے لگتا ہے اس کو ڈوبنے سے بچاتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کی نظر عام افراد کی نظروں کی طرح نہیں ہوتی ہے۔ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی نظر کا فیض ان کے پاس ہوتا ہے۔ یہ فیض عزلت از خلق، ذکر خدا اور توکل اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔ جہاں دم وقدم کی حفاظت ہوتی ہے وہاں ایمانی حرارت کے ساتھ ولایت کی مہک بھی ہوتی ہے۔ اور ولایت کی نظر بھی کام کرتی ہے۔

حضرت شہاب الحقؒ کی روحانی کیفیت سے نہ صرف اپنے بلکہ اغیار بھی معترف تھے۔ ہندو دھرم سے تعلق رکھنے والا دیجا موری ایک ملاقات پر حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندی سے کہتا ہے کھانبیل جائیں تو میری طرف سے چھابو جی اور سیدنجی کو سلام کہنا وہ مہا تما اور بڑے لوگ ہیں۔ میاں سجاوندیؒ دریافت کرتے ہیں تجھے کس طرح علم ہوا۔ وہ کہتا ہے مجھ کو چوتھے آسمان تک سیر حاصل ہے۔ سیر میں چھابو جی کو دیکھتا ہوں وہ بڑی مسرت کے ساتھ آسمانوں کی سیر کر لیتے ہیں۔ حضرت یہ پیغام چھابو جی کو پہنچاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں یہ فتنہ خدا ہے نزدیک رہتے ہوئے بھی یہاں آتا نہیں، تحقیق دین نہیں کرتا وہ کشف وکرامت کا شائق اور شہرت پسند ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے بزرگانِ دین تقویٰ شعار، نام ونمود، شہرت سے دور رہ کر زندگی گزارتے تھے۔ ان کی غذا کم، نیند تھوڑی لیکن عبادت زیادہ ہوتی تھی۔ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کا یہ واقعہ موجودہ دور میں ہدایت کا سورج بن کر ہمیں روشنی دے رہا ہے ہم تمام کا فرض ہے کہ اس روشنی سے اپنی باقی زندگی کو روشن ومنور کریں۔ آپ کی غذا اتنی کم تھی کہ کبھی دس لقمہ سے گیارواں لقمہ نہیں کھایا۔ اور نہ کبھی ناخن گھی میں تر ہوا۔ آج ہماری غذا کا کیا معاملہ اچھی سی اچھی غذا ہونا۔ اچھے سے اچھا لباس ہونا، دینی محافل میں شرکت سے گریز لیکن دعوتوں کی محافل میں گھنٹوں وقت صرف کرنا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی بھوک کے تین حصہ کرلو ایک پانی کے لئے دوسری غذا کے لئے۔ تیسری عبادت کے لئے لیکن ہم تینوں حصے غذا سے ہی بھر لیتے ہیں اور اسکے بعد عبادت کہاں ہوتی ہے۔ ذکر وفکر، طلب دیدار خدا، صحبت صادقین سے زیادہ دعوتوں کی فکر ہوتی ہے۔ دعوت دینے والے کا کیا عقیدہ ہے، اسکی کمائی کس طرح کی ہے وغیرہ دیکھا نہیں جاتا ہے بلکہ سر اٹھائے چلے جاتے ہیں۔ حضرت شہاب الحقؒ ایک دن نماز پڑھانے کے لئے صف پر قدم رکھا اور پھر کھینچ لیا اور فرمایا آج کچھ رخصتی عمل ہوا ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ دائرہ کے کسی برادر نے تیل ادھار لایا تھا۔ قیمت مقرر نہیں کی تھی۔ حضرت فوراً قیمت ادا کر کے نماز پڑھاتے ہیں جب صاحب دائرہ کا یہ عمل ہوگا تو لامحالہ دائرہ میں رہنے والے اصحاب پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے۔ ایک دن آپ نے تکبیر تحریمہ کہنے میں تھوڑی دیر کی پھر چند دفعہ آپ نے مکرر تکبیر کہی نماز کے بعد کسی نے دریافت کیا آپ نے فرمایا بندہ سوائے اپنے پروردگار کو دیکھے کے سجدہ نہیں کرتا ہے۔ رب کی تجلی میں کچھ تاخیر تھی اس لیے تکبیر میں تاخیر ہوئی۔ آج کے اس دور میں چاہے کا سب ہو کہ فقیر رزق کے معاملہ میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے۔ اکل حلال کو ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔ عبادت میں یہ وٹامن کی طرح ہے۔ اس سے عبادت میں چاشنی پیدا ہوتی ہے۔

تقویٰ، پرہیزگاری اور کردار کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے۔ چند بھانڈ لوگ آپ کے دائرہ کے سامنے پڑاؤ ڈالتے ہیں۔ آپ ان کے کھیل

کود، باہمی مذاق سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ آپ کا پُر نور چہرہ اور دائرہ کے فقراء کے حال وقال سے متاثر ہوتے ہیں۔ مسلمان ہوکر بعد تصدیق مہدی موعودؑ، آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ترک دنیا کر کے دائرہ میں ہی قیام کرتے ہیں۔

اس بزرگ ہستی کی صحبت میں رہنے والوں کے اخلاق وکردار ،عبادت وریاضت، انکے تقویٰ وپرہیزگاری کا کیا نہ حال ہوگا۔آپ کے دائرہ کی دو باندیاں حسب معمول لکڑیاں لانے جنگل جاتی ہیں۔لکڑیاں جمع کر کے گھٹا بناتی ہیں اور تھک جانے پر ایک مقام جہاں سے دو راستے گزرتے تھے ستانے کے لئے ایک درخت کے نیچے ٹہرتی ہیں۔اورآپس میں باتیں کرتی ہیں۔دنیوی نہیں بلکہ دینی اتنے میں ایک سوار دوراستے دیکھکر دریافت کرنے کے لئے ٹہر جاتا ہے۔ان باندیوں کی گفتگو سننے لگتا ہے ایک باندی دوسری سے کہتی ہے بہن بارہ سال سے میری تہجد قضا نہیں ہوئی یہ سنکر سوار جو سپاہی تھا بہت متاثر ہوتا ہے۔آگے بڑھکر ان سے پوچھتا ہے کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے۔باندیوں میں ایک کہتی ہے ہم کو نہیں معلوم کہ ہمارے مرشد نے دوراستے بتائے ہیں ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں۔ یہ سنکر سپاہی کے دل میں دنیا سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔یکا یک اس کی کیفیت بدل جاتی ہے وہ دل ہی دل میں کہتا ہے جب عورتوں کی یہ دینی کیفیت ہے تو مرد کتنے نہ خدا ترس ہوں گے۔وہ ان عورتوں کے ساتھ دائرہ میں آکر مصدق ہوتا ہے۔الحمدللہ ہم بھی دائروں سے وابستہ ہیں اس وابستگی پر جتنا بھی ناز کریں کم ہے لیکن جو ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے اس کا بھی احساس ہونا چاہیئے۔ہماری یہ کوشش ہونا چاہیئے کہ ہمیں بھی دیکھ کر لوگ دائروں سے وابستہ ہوجائیں۔بشرطیکہ ہم میں وہ کشش ہونا چاہیئے،اللہ کارساز ہے وہ دلوں کو پھیرنے والا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ

آج ماہ جمادی المنور کی 18 تاریخ ہے اور عرس حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ ہے۔ حضرت کی بہرہ عام کے دن سیرت کے کچھ واقعات سماعت کئے تھے۔آج مزید کچھ واقعات سماعت کیجئے۔

صاحب دائرہ وابستہ افراد کی نہ صرف تعلیم وتربیت کا انتظام کرتے تھے بلکہ دینی اور دنیوی امور میں بھی ان کا خیال رکھا جاتا تھا۔ان کے دکھ درد میں بھی برابر شریک ہوا کرتے تھے۔حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کا دائرہ کھانبیل میں تھا۔ نماز ظہر کے وقت حضرت شہاب الحق دائرہ کے فقراء پر نظر ڈالتے ہیں۔ایک فقیر آپ کو نماز میں دیکھائی نہیں دئے۔دریافت کرنے پر جواب ملا کہ لکڑیاں لانے جنگل گئے، مگر واپس نہیں آئے۔آپ نے فرمایا نماز کے وقت حاضر نہ رہنا، کچھ نہ کچھ وجہ ہے۔فقراء کو تلاش کرنے کا حکم دیتے ہیں۔جب تلاش شروع ہوتی ہے تو وہ فقیر جنگل میں بے ہوش پڑے ملتے ہیں۔فقراء اُٹھا کر دائرہ میں لاتے ہیں،تھوڑی دیر بعد ہوش آتا ہے۔حضرت شہاب الحقؒ بے ہوش ہونے کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔فقیر کہتا ہے جنگل میں لکڑیاں جمع کرر ہا تھا اتنے میں موضع انبواڑہ کا جاگیردار مصری خاں شکار کے لئے آیا مجھے دیکھ کر پوچھا کون ہے۔میں نے کہا حضرت شہاب الحقؒ کے دائرہ کا فقیر ہوں اور حضرت مہدی موعودؑ کا مصدق ہوں۔یہ سنتے ہی مجھے مارنا شروع کر دیا اور کہا کہ تصدیق حضرت مہدی موعودؑ سے پلٹ جاؤ۔میں نے کہا یہ ممکن نہیں ہے۔یہ سنتے ہی وہ اور اس کے سپاہی مارنے لگے اور میں انکار کرتا گیا۔اُس نے گھوڑے کی دم سے باندھ کر گھوڑا دوڑایا۔زخموں سے چور ہوگیا اور پھر غشی طاری ہوگئی۔اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا

۔حضرت شہاب الحقؓ اس واقعہ کی سماعت کے بعد بہت رنجیدہ ہوئے۔ بلاقصور اس طرح ظلم کرنا اسلام کے خلاف ہے۔آپ بعد نماز عشاء اپنے بھتیجے حضرت بندگی میاں سعداللہؒ بن حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہ تشریف الحقؓ کو فرمایا اسی قت جاؤ اور مصری خان کو پکڑ کر لاؤ اور اس کو اتنا مارو کہ وہ چل نہ سکے تاکہ آئندہ وہ کسی مہدوی فقیر کی طرف آنکھ بھی اُٹھا نہ سکے۔حضرت کے حکم پر میاں سعداللہ چند فقراء کے ساتھ اس کے مقام موضع انبواڑہ جاتے ہیں۔مصری خاں کے گھر پر پہرہ تھا لیکن آپ سیدھا گھر میں گھستے ہیں اور دیکھتے ہیں مصری خاں ایک چوکی پر بیٹھا ہوا ہے۔اطراف میں عورتیں کھڑی ہیں۔آپ آگے بڑھ کر اس پر لات مارتے ہیں، وہ چوکی سے نیچے گر جاتا ہے۔میاں سعداللہ اور دیگر فقراء مل کر اس کو خوب مارتے ہیں اس کے سپاہی حضرت پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھتے ہیں مصری خاں انہیں فوراً روک دیتا ہے اور کہتا ہے حملہ مت کرو ورنہ یہ لوگ مجھے جان سے ماردینگے۔میاں سعداللہ نماز فجر کے وقت مصری خاں کو لیکر دائرہ میں پہونچتے ہیں۔حضرت شہاب الحقؓ نماز فجر کے لئے جماعت خانہ کی طرف آتے ہیں تو مصری خاں حضرت کو دیکھ کر قدم بوسی کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔حضرت شہاب الحقؓ اس کو کھڑا دیکھ کر میاں سعداللہ سے کہتے ہیں میں نے کہا تھا اس کو اتنا مارو کہ وہ چل نہ سکے۔پھر آپ اس کو اپنے عصا سے بے دریغ مارتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک فقیر کو مارنے کی یہ سزا ہے۔شان خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ میں گستاخی کرنے پر فقراء کو حکم دیتے ہیں اس کے منہ میں نجاست بھر دو اور اس کو رسی سے باندھ کر اس کے گاؤں کے راستے میں ڈالدو۔

صاحب دائرہ ایک فقیر کو مارنے اور مہدیؑ کی شان میں گستاخی کرنے پر اس طرح کی سزا دیتے تھے۔ایسے فقیروں کی نگہداشت، اُن سے یگانگت، محبت صاحب دائرہ اپنا فرض سمجھ کر کیا کرتے تھے۔فقیروں کو بے ڈھنگے فقیر نہیں بناتے تھے۔

دائرہ میں عشق خدا، خوف خدا پیدا کرنے کے لئے تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔ایک روز آپ نے فرمایا بندہ کو آخری زمانے کے مرشدین دکھائے گئے ہیں کہ آگ کے کھمبوں سے بندھے ہوئے ہیں اور آگ کی قینچیوں سے ان کی زبانیں کتری جارہی ہیں۔اس لئے کہ دنیا میں دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور خود نہ کرتے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ کئی ایک اُمراء، جاگیردار ہمارے بزرگوں کے مرید تھے۔لیکن کسی مرید سے بھی ملاقات کرتے اور نہ اس کا ذکر کرتے تھے۔حضرت شہاب الحقؓ کا دائرہ کھانبیل میں ہے۔پٹن، کھانبیل سے 20 کیلومیٹر پر ہے۔پٹن کا صوبیدار شیر خاں آپ کا مرید ہے لیکن کسی فقیر نے بھی کبھی اس کا نام لیا ہو۔طالبان خدا کی یہ شان ہوتی ہے۔جہاں شخصیت پرستی نہیں خدا پرستی کی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔مخلوق پر نہیں خالق پر ان کی نظریں ہوتی تھیں۔

حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؓ 18 / جمادی الاول 972ھ کو 52 سال کی عمر میں اس دنیا سے پردہ فرماتے ہیں۔حضرت بندگی میاں ملک پیر محمد غسل دیتے ہیں۔کھانبیل میں ہی آپ کی مزار پاک ہے۔حضرت کو جب قبر میں لٹایا جاتا ہے تو حضرت ملک پیر محمد کے آنکھ سے آنسو ٹپکتے ہیں۔فرزند شہاب الحق، میاں سید جلال سے فرماتے ہیں کیا تمہارے دل میں یہ بات آتی ہے کہ شہاب الحق باپ اور آپ ان کے بیٹے ہیں۔میاں سید جلال عرض کرتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ میرے دل میں آرہا ہے یہ مرد ربانی ہیں، تو کون؟ اس موقع پر ملک پیر محمد کہتے ہیں دیکھو سر سے پاؤں تک بندگی میاں سید خوندمیر لیٹے ہوئے ہیں۔

فیض خاتم ولایتِ محمدیہ دراصل بزرگانِ دین کی صحبت سے حاصل ہوتا ہے۔بزرگان دین اسی راہ پر چل کر اپنے فرزندوں کو بھی اس

امر کی تاکید اور وصیت کرتے تھے۔آپ نے اپنے فرزندوں کو فرمایا کہ مرشدی مت کرو صحبت میں رہ کر محنت کرو اور قوت لا یموت حاصل کرو۔ آپ نے اپنے پانچوں فرزندوں کو علیحدہ علیحدہ تربیت کرواکے آپسی اتحاد و اتفاق کا ایک روشن سنہرے باب کا آغاز کیا۔حضرت سید جلال کو حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ سے،حضرت سید خوندسعید کو حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدین سے،حضرت میاں سید یحییٰ کو حضرت بندگیمیاں سید روشن منورؓ سے،حضرت میاں سید عیسیٰ کو اپنے سے اور حضرت میاں سید ولی کو حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ سے تربیت کروایا۔اس کے علاوہ آپ کے بھتیجے حضرت سید سعد اللہ میاں تربیت ہونے آئے تو ان کو حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؓ کے پاس تربیت کے لئے روانہ کیا حضرت سیدنجی خاتم المرشدینؒ نے آپ کے مزار پاک کے تعلق سے ارشاد فرمایا۔یہ جائے ادب ہے اور بے وضور ہنے کی جگہ نہیں ہے۔جو اہل حق ہیں انہیں آپ کے مقام و مرتبہ کا علم ہے۔

عمل کے ساتھ ہو تصدیق مہدیؑ

آج ماہ جمادی المنور کی 19 تاریخ ہے۔

زندگی خدا کی عنایت ہے،اُس کا کرم وفضل ہے،اس کے علاوہ جو اہم بات ہے وہ دراصل زندگی اللہ کی امانت ہے۔اس امانت کی حفاظت اور صیانت ہر بندہ پر لازم وضروری ہے۔جس طرح ہم امانتوں کا خیال رکھتے ہوئے اس کی حفاظت کرتے ہیں اس طرح خدا کی امانتوں کی بھی حفاظت کریں۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے زندگی جو خدا کی امانت ہے اس کی حفاظت کس طرح کی جائے اپنی تعلیمات کے ذریعہ بتلایا۔آپؑ نے اصحاب کو تیار کیا اور قیامت تک کے لئے ایک نمونہ عمل بنا کر ان کو پیش کیا۔نوع انسانی پر حضرت مہدی موعودؑ کا احسان عظیم ہے کہ آپ نے زندگی کو عبادت بنا کر رکھدیا۔ہر جگہ اور ہر مقام پر مہدی موعودؑ نے یہ احساس ابھارا کہ تو خدا کا بندہ ہے،بندگی ہی تیری روح ومعراج ہے۔آپؑ نے ارشاد فرمایا''ہر جا کہ باشید بیاد خدا باشید'' جہاں کہیں بھی رہو خدا تعالیٰ کو یاد کرتے رہو۔دم اور قدم کی حفاظت کرو۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا تصدیق بندہ عمل است۔اس کا مفہوم یہی ہے کہ آپ کی تصدیق اس وقت صحیح اور قابل قبول ہے جب فرائض وتعلیمات پر عمل ہو۔پھر ارشاد فرمایا''وگرنہ قبول بےعمل مردود است'' اگر عمل نہیں ہے تو قبولیت مردود ہوجاتی ہے۔امامنا علیہ السلام کی نظر آنے والے دور پر بھی تھی۔جب نسب پرستی کی یلغار ہوگی،غرور وتکبر ہوگا،ہم فلاں ہیں،ہمارا دائرہ بڑا ہے۔ان تمام نظریات کو قلع قمع کرنے کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا''خدا تعالیٰ یہ سوال نہیں کرے گا کہ احمد کے بیٹے ہو یا محمدؐ کے حق تعالیٰ عمل بامحبت کا سوال کرے گا'' حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے''ومن بطابہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ''یعنی جس شخص کا عمل آگے پیچھے کردے اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔ان تعلیمات کی روشنی میں ہر مصدق کے لئے ضروری ہے کہ اسکا عمل دل سے ہو اور عشق ومحبت بھی ساتھ ہو تو سونے پر سہاگہ ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے جلیل القدر اصحاب کے پاس عمل کی کیا اہمیت تھی اس واقعہ سے اندازہ لگالیجئے۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ اور حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ فرماتے ہیں اگر کوئی بات حضرت مہدی موعودؑ کے فرمان یعنی عمل کے خلاف ہم میں دیکھو اور مرشد سمجھ کر

(مروّت سے) ہمارا دامن نہ پکڑو گے تو کل قیامت کو ہم تمہارا دامن پکڑ ینگے۔حسب فرمان امامنًا یہ دونوں خلفاء قطعی جنتی ہیں۔اس کے باوجود انہیں فرمان وتعلیمات حضرت مہدی موعودؑ پرعمل پیرا ہونے کا کتنا خیال اور خوف ہے۔حال حال تک ہماری پہچان عمل سے تھی، تمام باعمل تھے۔ تاریخ کہتی ہے کہ یہ بہت ہی نیک، پرہیزگار اورتقویٰ شعار قوم ہے۔بزرگوں نے جو علم وعمل کی مشعل جلائی تھی آج وہ مدھم سی ہوگئی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو روشن ومنور کرنے کی۔ایک صحابی نے حضرت مہدی موعودؑ سے سوال کیا، ایمان کیا ہے۔آپ نے فرمایا بندے کا ایمان ذات خدا ہے اور تمہارا ایمان ذکر اللہ ہے۔اس ارشاد پرعمل پیرا ہیں تو ہم میں ایمان ہے۔کیا ہم بغیر ایمان کے زندگی گزارنے کے لئے تیار ہیں، یقیناً جواب نہیں ہوگا۔لہذا ماضی میں ہماری پہچان ذکر اللہ سے تھی۔اس پہچان کو دوبارہ تازہ کریں ذکر اللہ سے۔

یہ میلاد ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے کہ تم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے امتی ہو، تم پیروئے قرآن ہو، تم مومن ہو، تم مصدق ہو، تمہارا ہر عمل سنت وقرآن کے مطابق ہو۔ذکر وفکر میں رہ کر دم وقدم کی حفاظت کرو۔کوئی ایسا عمل نہ کوئی ایسی بات کرو کہ قیامت کے روز خاتمین کے روبرو شرمندگی کا باعث نہ بن جائے۔خیرامت ہونے کے ناطے ہرایک کی بھلائی وکامیابی کی سوچیں۔الغرض عمل سے ہی زندگی بنتی ہے اور تصدیق مہدی موعودؑ کا فیض پاسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں اُسوہ رسول اللہ ﷺ اور مہدی مراد اللہؑ پر چلائے (آمین)

سیرت مہدی موعودؑ

آج ماہ جمادی المنور کی 20 تاریخ ہے۔

جب ہم دنیا کی تاریخ پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی تحریک خواہ سیاسی ہو یا مذہبی جب ابھرتی ہے تو ابتدائی دور میں اس کے قبول کرنے والوں میں اور اس کو آگے بڑھانے والوں میں جو جذبہ، حوصلہ اور امنگ ہوتی ہے بعد کے آنے والی نسلوں میں نہیں ہوتی اور جس اخلاص اور صدق وصفا کے ساتھ اس دور کے لوگ تحریک کو پروان چڑھانے میں سعی پیہم اور جوش عمل کا ثبوت دیتے ہیں اس کی نظیر بعد کے زمانے میں مشکل ہی سے ملتی ہے، جس طرح رسول مقبول ﷺ کے دور نبوت میں جو حوصلہ، امنگ اور جو عقیدت صحابہ کرام حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ کو اور جو عشق حضرت بلالؓ کو تھا آنے والی نسلوں میں نہ رہا۔اسی طرح امام آخرالزماں مہدی موعودؑ کے دور ولایت میں آیئے۔صحابہ کرام بندگی میاں سید محمودؓ، بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ، بندگی میاں شاہ نعمتؓ، بندگی میاں شاہ دلاورؓ اور بندگی میاں شاہ نظامؓ کو جو عقیدت تھی ہم میں وہ عقیدت نہیں ہے، وہ جذبہ نہیں ہے، وہ حوصلہ نہیں ہے۔

مہدی موعود علیہ السلام سے ایک نقل مبارک ہے، آپ فرمایا کہ لوگ جب پیسے دو پیسے کی ہانڈی خریدتے ہیں تو چند بار مارتے ہیں، اگر اچھی آواز دیتی ہے اور درست نظر آتی ہے تو خرید لیتے ہیں ورنہ واپس کردیتے ہیں اور آپ آگے فرماتے ہیں جب تو خدا کی طلب کا دعویٰ کرتا ہے تو کیا خدا تجھے آزمائے بغیر چھوڑے گا۔اس فرمان مبارک سے ہم لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے اس میں ہم جیسے دنیا والوں کے متعلق امامنا فرماتے ہیں جب ہم کسی چیز کو خریدتے ہیں تو اس کو دیکھ کر لیتے ہیں کہ ٹوٹی پھوٹی تو نہیں ہے یا استعمال کی ہوئی تو نہیں ہے، پائیدار ہے یا ناپائیدار۔جب ہم کو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ پائیدار ہے مضبوط ہے درست ہے تو ہم خرید لیتے ہیں۔اس طرح پروردگار عالم ہم کو آزمانے کے لئے اس دنیا میں اشرف المخلوقات بنا کر پیدا کیا، کسی کو مالدار بنا کر، کسی کو غریب بنا کر پیدا کیا۔غرض ہمارے سامنے دنیا کو دلہن کی طرح سجا

سنوار کر پیش کیا پھر کسی کو اولاد دیکر آزماتا ہے کسی کو پیسہ نہ دے کر آزماتا ہے۔ کسی کو مشکلات میں ڈال کر آزماتا ہے کہ کون ان مشکلات کو دیکھ کر غلط راہیں اختیار کر لیتا ہے یا اس آزمائش کے وقت بھی اس کا شکر ادا کرتا ہے اس کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ امامنا کی تعلیمات آپ کی سیرت ہماری اس اندھیری زندگی میں ایک روشنی دے سکتی ہے۔ اگر ہم آپ کی تعلیمات پر عزم راسخ کے ساتھ عمل کریں گے تو ہماری اس بے نوری زندگی میں کچھ نور پیدا ہوگا۔

مہدی علیہ السلام کی تعلیمات میں سے ایک خاص تعلیم یہ بھی ہے کہ خدا سے سوائے خدا کے دوسری چیز مت طلب کرو اور اگر کوئی چیز مانگنا ہی ہے تو خدا سے مانگو۔ اگر نمک چاہتے ہو تو خدا سے مانگو۔ اگر پانی چاہتے ہو تو خدا سے مانگو۔ لکڑیاں چاہتے ہو تو خدا سے مانگو۔ لوگوں سے کسی فرد سے سوال مت کرو۔ اگر مانگنا ہی ہے تو خدا سے سوال کرو۔ حضرت امامنا مہدی علیہ السلام نے ایک بار یوں فرمایا، ہزار خدا کے طالبوں نے دنیا کو چھوڑ کر خدا کا راستہ اختیار کیا۔ فرشتوں کو خدا کا حکم ہوا کہ دنیا جیسی ہے کچھ اسے سنوار کے ان کو دکھاؤ۔ جب دکھلایا گیا تو ہزار میں سے 900 طالبوں نے دنیا کی طرف توجہ کی اور اس سے لپٹ گئے، خدا کی محبت کی جگہ ان میں دنیا کی محبت چھا گئی۔ اب خدا کے راستے میں 100 طالب رہ گئے، پھر خدا کا فرمان ہوا کہ ان لوگوں کو آخرت جیسی کچھ ہے دکھلاؤ۔ جب آخرت کو دکھایا گیا تو 90 طالبوں نے آخرت کو اختیار کیا۔ اب دس لوگ خدا کے لئے رہ گئے اور ان لوگوں نے کہا کہ ہم کو دنیا اور آخرت کی ضرورت نہیں ہے، ہم صرف خدا کے طالب ہیں۔ فرمان خدا ہوا کہ ان کا امتحان لو جب ان کا امتحان لیا گیا تو 9 اشخاص بھاگ کھڑے ہوئے، بس ہزار طالبوں میں سے ایک شخص خدا کے لئے رہ گیا۔ مہدی علیہ السلام اس مقام پر یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مہدویت کی معراج اس میں ہے کہ ہم جئیں تو خدا کے لئے جئیں، کھڑے ہوں تو خدا کے لئے، بیٹھیں تو خدا کے لئے بیٹھیں۔ غرض ہمارا جو بھی عمل ہو وہ خدا کے لئے ہو۔ امامنا نے لوگوں سے فرمایا مہدوی جو بھی عمل کرتا ہے خدا کی خوشنودی اور خدا کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے۔ اگر نماز پڑھتا ہے تو جنت کے لئے نہیں پڑھتا بلکہ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے۔ ذکر کرتا ہے تو آخرت کے لئے نہیں کرتا بلکہ خدا کے دیدار کی خواہش کو اپنے دل میں لانے کے لئے کرتا ہے۔

جو دین خاتم النبین محمد رسول اللہ ﷺ سے کلمہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر ہوا تھا آپ کی ذات بابرکات خاتم الولایت سے ترک دنیا، ہجرت از وطن، صحبت صادقان، عزلت از خلق، ذکر دوام، طلب دیدار خدا پر ختم ہوا۔ یہی فرائض آپ کی تعلیمات میں کے ہیں۔ آپ کے صحابہ کرام نے آپ کی تعلیمات پر عمل کرنے لگے تو اس دور کا مورخ یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ ان لوگوں کے طور طریق کچھ عجیب عاشقانہ و والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام محمد مصطفی ﷺ کی یاد تازہ کرتے تھے اور اس کے آگے مورخ کا قلم یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ انسان نہیں تھے ملاء اعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جن کو خدا نے اپنے زمین کی طہارت کے لئے زمین کی پاکیزگی کے لئے آدمیوں کی ہیکل میں بھیج دیا تھا۔ غرض آپ کی تعلیمات بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم پر لاتی ہے۔ گزرے ہوئے لوگوں پر ایک نظر ڈالئے وہ لوگ کہاں ہیں جن کے سروں پر تاج زرین رکھے گئے۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں اپنی فوج اور قوت پر گھمنڈ تھا، وہ لوگ کہاں ہیں جن کی ہیبت سے زمین کانپتی رہتی تھی۔ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے خدا کے بندوں پر ظلم کیا اور انہیں ذلیل و رسوا کیا۔ وقت آیا اور سب اسی دنیا سے رخصت ہوئے اور قبر کی تاریک و تنگ وادی میں پہنچ گئے جو کچھ انہوں نے جمع کیا تھا انہیں نفع نہ دیا جو کچھ انہوں نے کمایا تھا وہ انہیں فائدہ نہ پہنچا سکا۔ دوست بچھڑ گئے، بھائیوں نے ساتھ چھوڑ دیا، عزیزوں اور رشتہ داروں نے ان کو فراموش کر دیا، نام اگر زندہ اور ذکر اگر باقی ہے تو صرف ان کا جو خدا کے لئے جیئے، جنہوں

نے خدا کے بندوں کی خدمت کی۔اور اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ زندگی کے یہ چند روز کس طرح بسر کرنے چاہیئے۔آخر میں پروردگار سے یہ دعا کرتا ہوں کہ یا رب العالمین ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ یا سمیع و بصیر ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔ یا پروردگا ہم پر جو مصیبتیں ہیں وہ دور کردے۔ یا خدا ہم میں اتحاد و اتفاق پیدا کر، یا خالق کائنات ہم کو نمازوں کے پابند بنا، خاتم النبین کی زندگی سے اور امامنا کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ تیرے کلام پاک کو تلاوت کرنے کی سمجھنے کی قوت عطا فرما۔

گروہِ مہدویہ میں دعوت الی اللہ و اولوالالباب

آج ماہ جمادی المنور کی 21 تاریخ ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں دین عزیمت ہے، مہدوی اس فرمان مبارک پر صدق دل سے عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر فعل پر عزیمت ہی پیش نظر رہتی ہے کیونکہ عزیمت سے گرینگے تو رخصت میں آئینگے۔ اگر خدانخواستہ رخصت سے گرینگے تو کیا حال ہوگا؟ عزیمت پر قائم رہنے کے لئے ہمارے بزرگ ہر دور میں بیان قرآن اور دعوت دین پر ہی زیادہ زور دیتے رہے ہیں۔ " قل هذا سبيلي ادعو الى الله على بصيرة" بصیرت کی دعوت دینا مہدی موعودؑ کا خاصہ تھا اور اس کی اتباع میں گروہ مہدویہ کا خاصہ ہے لیکن آج اس میں کمی آ گئی ہے۔ لہذا دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو کو مدنظر رکھتے ہوئے دوبارہ گروہ میں بصیرت کی دعوت کو عام کرنے کی سعی کی ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گروہ مقدسہ کو اعلیٰ سے اعلیٰ نعمتوں سے نوازا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہم نے ہر حال میں چاہے وہ دور غربت ہو یا تکالیف کا، خوشی ہو یا غمی کا ہر موقعہ پر خالق پر ہی بھروسہ کرکے اس کی راہ میں اپنی ذات کو مقید کرتے ہیں۔ گروہ مہدیؑ کی صفت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیا ہے اس کے لئے اگر جان دینے کی بھی ضرورت لاحق ہوئی تو پیچھے نہیں ہٹی۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ، تلاوت کلام پاک، خیرات غرض جو بھی عبادت ہو وہ صرف اور صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کی جاتی ہے۔ کس کو دیا تو اللہ دیا کہکر دیا۔ نفس کے ساتھ جہاد کیا اور ''ہر جا کہ باشید بایاد خدا باشد'' پیش نظر رکھ کر دم اور قدم کی حفاظت کی ہے۔ اس لئے مورخ نے ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں سے ہمارے اسلاف کو تشبیہ دی

تاریخ شاہد ہے کہ ہم نے کبھی بھی اپنی نظریں خالق سے ہٹا کر مخلوق پر نہیں رکھیں۔ زمانہ مخالف بھی رہا تو اسی راہ پر قائم رہے۔ عبادت و ریاضت اور فرائض نبوت و ولایت پروالہانہ جذبہ سے عمل پیرا ہو کر دعوت دین اور دعوت حق پیش کرتے رہے۔ ہمارے اس عمل سے عام افراد سے زیادہ علماء سوء نے مخالفت کی لیکن ہم نے پروا نہیں کی اور اپنے عقیدہ پر قائم رہے کیونکہ ہمارے سامنے حضرت مہدی موعودؑ کا وہ ارشاد پیش نظر رہا جس میں آپ نے فرمایا ''مخلوق جب تک ہمارے خلاف میں رہے گی ہم میں دین کی اُمید ہے اور جب مخلوق ہمارے موافق ہو جائے گی تو معلوم ہو جائے گا اس وقت ہم سے دین چلا گیا۔ آج ہر مقام پر ہم اپنا اپنا تجزیہ کرلیں اور پتہ چلائیں کہ ہم میں دین ہے یا نہیں؟ مخلوق ہماری مخالف ہے یا موافق؟

گروہ مہدویہ نے دنیا کے سامنے اپنے آپ کا محاسبہ کرنے کا جو نظام پیش کیا اس کی کہیں مثال نہیں مل سکتی۔ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ ہر جمعہ بعد نماز ظہر اجماع کرتے اور فرماتے اگر مہدی علیہ السلام کے عمل کے خلاف ہماری ذات میں کوئی بات دیکھو تو ہمارا ہاتھ

پکڑ کر دائرہ کے باہر کر دو۔حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ اور حضرت شاہ نعمتؓ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص مہدیؑ کے خلاف ہم میں کوئی بات دیکھے اور ہمارا دامن نہ پکڑے تو کل قیامت کے دن ہم اس کا دامن پکڑینگے۔حضرت ثانی مہدیؓ کو سلطان محمود بادشاہ گجرات کی شہزادی نے خط لکھا۔حضرت نے خط پڑھ کر بہت روئے اور فرمانے لگے افسوس میرا نام اب بھی دنیا داروں کے دفتر میں لکھا ہوا ہے۔حالانکہ شہزادی مصدق مہدی موعودؑ تھی۔یہ ہمارا ماضی تھا کیا آج خود احتسابی کا کسی کو خیال بھی ہے ؟ کیا کوئی یہ اظہار کرنے کیلئے تیار ہے کہ خلاف تعلیمات خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کچھ عمل ہم میں پاؤ تو ٹوکو ورنہ قیامت میں تمہارا دامن پکڑ ونگا؟ گروہ مہدویہ کا عمل اونچائی پر تھا کیا کوئی اونچائی سے پستی میں آنا پسند کریگا؟ گروہ کی عظمت ووقار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ہماری کسی حرکت وعمل سے گروہ کا تقدس پامال نہ ہوجائے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے گروہ ''ا ولی الا لباب '' کی جو جماعت تیار کی تھی الحمدللہ اس جماعت کے صفات کو برقرار رکھنے میں خلفاء مہدی موعودؑ نے بھی اپنی توانائی کو صرف کیا۔تعلیم وتربیت کے نظام سے تمام کے تمام روشِ مہدی موعودؑ پر قائم تھے۔قوم کو انحطاط سے بچانے کے لئے وقت اور حالات کے لحاظ سے ہدایت دیتے رہے ہیں۔

گروہ مہدویہ میں توکل

آج ماہ جمادی المنور کی 22 تاریخ ہے۔

رزق کا دینے والا اللہ ہے اور اللہ نے اس کا وعدہ بھی کیا ہے۔ہمیں اللہ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیئے۔کیونکہ بھروسہ کے بغیر زندگی ناممکن ہے۔ہر انسان میں حاجتیں پیدا ہوتی ہیں اور ان حاجتوں کو اللہ ہی پورا کرتا ہے۔جس کے مقدر میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس کو مل کر رہتا ہے۔اس طرح قرآن پاک میں ارشاد بھی ہوا ہے'' جو خدا پر بھروسہ رکھے خدا اس کے لئے کافی ہے'' جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے لئے کافی سمجھا حقیقت میں اس کا ایمان مضبوط ہے۔مہدوی دائروں میں جو تعلیم وتربیت دی جاتی ہے وہ بندگان خدا کو خدا پرستی کی ہے۔روٹی، کپڑا، مکان کے حصول کی طرف توجہ نہیں دی جاتی تھی بلکہ حلال روٹی کی طرف کیونکہ عبادت میں حلاوت اور قبولیت رزق حلال پر منحصر ہوتی ہے۔اس کے برخلاف آج ہم دیکھ رہے ہیں روٹی کی خاطر وہ تمام کام کیئے جارہے ہیں جس کی شریعت اجازت ہی نہیں دی، حلال وحرام کی تمیز ختم ہوکر رہ گئی۔پیٹ کی بھوک مٹانے کی کوشش کیئے جاتے ہیں لیکن روح کی بھوک کو مٹانے کا کوئی خیال نہیں آتا ہے اور نہ کوئی اس کی طرف توجہ دلاتا ہے

کسب کی زندگی کو چھوڑ کر طالب مولیٰ یا متوکلوں کے زمرے میں قدم رکھ رہے ہیں تو اُن تمام ذمہ داریوں کو مدنظر رکھنا ہوگا جو فرض ہوجاتی ہیں اور اُن پر ثابت قدمی سے عمل پیرا ہونا ہوگا۔اس سفر میں انا کو فنا کرنا پڑتا ہے۔مقصود نظر صرف اور صرف خدا کی خوشنودی اور طلب مولیٰ ہونا چاہیئے اس سے ہٹ کر کوئی نظریہ یا خیال ہو تو وہ نقصان کا باعث ہوسکتا ہے۔حضرت شاہ خوندمیرؓ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص روٹی کی غرض سے عالیت کی جگہ چھوڑ کر دوسرے دائرہ میں جائے تو اسکو دین سے کوئی بہرہ نہیں ملے گا۔تاریخ گواہ ہے کہ مہدویت پھیلی تھی بھوک اور فاقہ کی فضاؤں میں ،اُمرا ہو کہ غریب اس کے دامن میں آ کر اطمینان وسکون حاصل کئے۔ان کے درمیان کبھی بھی روٹی حائل نہیں ہوئی تھی۔آج معاملہ اس کے برعکس ہوگیا ہے۔خدا پر بھروسہ کم ،توکل ختم ،روٹی کے چکر میں بستیاں اُجڑ گئیں۔جو دائرے پھیلے ہوئے تھے آہستہ آہستہ سکڑ نا

شروع ہوئے۔ پھیلاؤ کو ہم نے ہی اپنے ہاتھوں سے ختم کیا۔

حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے تمام فرزند تارک الدنیا تھے اور تمام کے تمام اقطاع ہند میں پھیل کر قوم مہدویہ کی خدمت انجام دی لیکن آج اس عمل کو عملی جامہ پہنانے کوئی تیار ہے؟

متوکل جو ہوتا ہے وہ خدا پر ہی توکل و بھروسہ رکھتا ہے۔ وہ طلب مولیٰ میں غرق رہتا ہے کہ کب خدا کو پاؤنگا۔اس سفر میں کئی ایک مشکلات بھی آتی ہیں لیکن وہ صادقین کی صحبت میں رہ کر تمام خطروں کو دور کرتا ہے۔اس سفر میں ’’روٹی‘‘ بھی آتی ہے اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ’’خدا اور بندہ کے درمیان روٹی ہی پردہ ہے‘‘ اب پردہ کو گرانے کے لئے دم قدم کی حفاظت ضروری ہے۔جس طرح حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ’’اگر کوئی شخص (طالب مولیٰ) اپنے حجرہ میں بیٹھتا ہے اور اس نے کسی کے نعلین کی آواز سنی اور دل میں خیال کیا کہ شائد کوئی شخص کوئی چیز دینے آرہا ہے تو ایسا خیال کرنے والا متوکل کہلانے کا مستحق نہ ہوگا‘‘

جس کا بھروسہ خدا پر ہے وہ متوکل ہے اور جو روٹی پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں وہ متوکل ہی نہیں ہے۔جس قوم میں فتوح کا منتظر ہونا، دل میں خیال کرنا وغیرہ ممنوع ہیں بھلا وہ قوم کے افراد روٹی پر ہی کس طرح بھروسہ کرسکتے ہیں؟ قیامت میں حضرت مہدی موعودؑ کے غضب سے بچنے کے لئے خدارا تعلیمات خاتم الولایت محمدیہ کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔جس طرح اصحاب صُفہ کو تاریخ اسلام میں فضیلت حاصل ہے اس طرح گروہ مہدویہ کو بھی دیگر قوموں پر فضیلت حاصل ہے۔کیونکہ اس گروہ کا ہر بندہ اس کوشش میں رہتا ہے کہ خدا کا محبوب ترین بندہ بنوں۔اس گروہ کا ہر بندہ خدا پرست، توحید پرست ہوتا ہے۔اس کے پاس زندگی صرف اور صرف عبادت کے لئے ہوتی ہے۔

تعلیمات مہدی موعودؑ میں خدا پرستی

آج ماہ جمادی المنور کی 23 تاریخ ہے۔

آج کا یہ دور نام و نمود اور شہرت پانے کا دور ہے۔بیشتر لوگ اپنی زندگی اسی راہ پر چھوڑے ہوئے ہیں۔ایسے حال و ماحول میں امامنا علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی ’’تم جو کچھ کام کرتے ہو اس پر نظر کرو کہ اللہ کے واسطے ہو تو خوب اور بہتر ہے اور اگر اللہ واسطے نہیں ہے تو بیکار ہے‘‘ ہمیں دعوت بصیرت اور دعوت فکر دیتا ہے۔سورہ بقرہ آیت 231 میں ارشاد ہوا ہے ’’وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ‘‘ ’’اس آیت کا ترجمہ ہے۔اور جان رکھو کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے، خدا تعالیٰ کائنات کے ہر ذرہ کی حرکت سے باخبر ہے کیونکہ وہ عظیم ہے یعنی جاننے والا ہے، بصیر ہے یعنی خوب دیکھنے والا ہے، خبیر ہے یعنی خبر رکھنے والا ہے، ہم جو بھی کرتے ہیں، جس نیت سے کرتے ہیں وہ اس سے بخوبی واقف رہتا ہے۔یہ شان و مرتبہ اللہ کا ہے۔ہم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں، ہمارا ہر کام صرف اور صرف اللہ واسطے ہونا چاہیئے۔کیونکہ سورہ بقرہ کی آیت 233 ہمیں راہ دکھاتی ہے۔ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے ’’وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ‘‘ ’’اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔زندگی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کچھ نہ کچھ کام کرنا۔چاہے وہ عبادت کے تعلق سے ہو یا معاملات کے۔یہ سب کام اللہ کے لئے ہونا چاہیے۔مہدوی کی تعریف ہی یہی ہوتی ہے کہ وہ جو بھی کام کرتا ہے اللہ واسطے کرتا ہے۔اس کی دشمنی بھی اللہ واسطے ہوتی ہے اور دوستی بھی اللہ کے

واسطے ہوتی ہے۔اس لیے میں پن کو ختم کرنے کے لئے امامنا علیہ السلام نے فرمایا جس کسی کو بھی جو چیز دو تو اللہ دیا کہکر دیا کرو۔اس میں فائدہ ہے جو کام اللہ واسطے کیا جاتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے فضل خداوندی سے اس کے نتائج بھی اچھے نکلتے ہیں۔حضرت سفیان ثوریؒ کے دوست کا انتقال ہوتا ہے۔دوست کا بیٹا دو اشرفیوں کی تھیلیاں آپ کی خدمت میں یہ کہکر روانہ کرتا ہے میرے باپ آپ کے دوست تھے ان کی پاک کمائی جن سے یہ اشرفیاں ہیں قبول فرمایئے۔حضرت سفیان ثوریؒ یہ کہکر تھیلیاں واپس کرتے ہیں کہ تمہارے باپ سے میرے تعلقات صرف دین کے لئے تھے نہ کہ دنیا کے لئے۔اس واقعہ کی اطلاع جب آپؒ کے صاحبزادے کو ہوئی تو انہوں نے کہا میں عیال دار ہوں مجھے روپے کی سخت ضرورت بھی ہے، اگر یہ رقم مجھے دے دیتے تو میرے بہت کام ہو سکتے تھے۔آپ نے فرمایا دینی تعلقات کو دُنیاوی معاوضہ میں فروخت نہیں کر سکتا 'اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بزرگان دین کا ہر کام اللہ کے واسطے ہی ہوتا تھا۔اس میں رتی برابر بھی شیخی' نام ونمود اور نہ ہی اقربا پروری کا شائبہ اس میں ہوتا تھا۔

یہ حقیقت بھی ہے کہ جس کام میں بھی اللہ کی خوشنودی کی خواہش' تڑپ' خیال ہوتا ہے وہ کام بارگاہ خداوندی میں شرف قبولیت پاتا ہے۔کیونکہ حدیث قدسی ہے جو بندۂ خدا ایک قدم اللہ کے لئے اٹھاتا ہے تو اللہ اس کے استقبال کے لئے دو قدم آگے آتا ہے جس کام میں اللہ کی خوشنودی مقصود نہ ہو تو وہ کام خیر و برکت کا حامل نہ ہوگا۔تاریخ مہدویت کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک رئیس جو مرشدین سے کافی عقیدت رکھتے تھے دائرہ میں ایک دیگ کھانا پکا کر روانہ کرتے ہیں اور ملازمین سے کہتے ہیں اللہ دیا کہکر دے دینا۔ملازمین دیگ لے کر دائرہ میں پہونچتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں نے یہ روانہ کیا ہے۔اللہ دیا کہنا بھول جاتے ہیں اور دائرہ سے روانہ ہو جاتے ہیں صاحب دائرہ اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں' گڑھا کھود کر دیگ کو دفن کر دو۔اس حکم پر دیگ دفن کر دی جاتی ہے۔تھوڑی دیر کے بعد ملازمین آتے ہیں اور کہتے ہیں حضرت ہم اللہ دیا کہنا بھول گئے تھے یہ دیگ آپ کو اللہ دیا ہے اور جب دیگ کو زمین سے نکالا جاتا ہے کہ اس میں کچھ بھی خرابی نہیں ہوتی ہے بلکہ دیگ کھولنے پر بھانپ نکلنی شروع ہو جاتی ہے۔یہ اللہ پر نظر رکھنے کی رحمت ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اپنی تعلیمات میں ہمیشہ اللہ کی یاد اور اللہ پر نظر رکھنے کی تعلیم دی۔آپ نے فرمایا۔ ہر چہ خواہی از خدا خواہ جو بھی چاہو خدا سے ہی چاہو۔نمک بھی چاہو تو خدا سے چاہو' چمڑے کا ایک تسمہ بھی چاہو تو خدا سے چاہو کیونکہ وہی اس کائنات کا خالق اور فرمانروا ہے اس کے دست قدرت میں سب کچھ ہے اپنے مہربان بندوں کو بہت کچھ عطا کرتا ہے۔شرط یہی ہے کہ ہر حال میں اس کا شکر بجالاتے رہیں۔اس کی عبادت و ریاضت کرتے رہیں نیک کام کرتے ہیں۔نیک کام میں ساتھ دیں۔برے کاموں سے بچتے رہیں اور برائیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔صالح معاشرہ کے قیام کی کوشش کرتے رہیں کیونکہ ہم خیر امت سے ہیں۔اپنی ذمہ داری کو سمجھنے اور نبھانے کی کوشش کرتے رہیں۔اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے آمین۔

خداپرستی اور عشق

آج ماہ جمادی المنور کی 24 تاریخ ہے انشاء اللہ ہم خداپرستی اور عشق پر کچھ سماعت فرمائیں گے۔

مہدوی دائروں میں جو پیداوار ہوتی تھی وہ خداپرستی اور عشق کی ہوتی تھی۔دائرہ کا ہر فرد اپنے اپنے ظرف کے لحاظ سے خداپرستی اور

عشق کا مظاہرہ کرتا تھا۔انمیں نام ونمود،شہرت وغیرہ کا ایک رتی برابر جذبہ نہیں تھا۔ان کا مقصد زندگی خدا پرستی اور عشق مہدیؑ تھا۔

حضرت مہدی موعودؑ ہجرت فرماتے ہوئے بیدر تشریف لاتے ہیں۔ یہاں کے ایک مشہور بزرگ مولانا ضیاءالدین قادری تھے جن کے سینکڑوں مرید تھے اور وہ اپنے مرشد سے والہانہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔جنہیں تاریخ میں عاشق اللہ کہا جاتا ہے۔مہدی موعودؑ کی آمد پر یہ ملاقات کر کے تصدیق سے مشرف ہوجاتے ہیں۔ یہ مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت کے لئے بیدر سے روانہ ہوتے ہیں۔ان کے مریدین حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کرتے ہیں۔آپؑ سے درخواست کرتے ہیں کہ انہیں نہ لے جائیں۔حضرت مہدی موعودؑ ان کے جذبہ واعتقاد کو دیکھ کر میاں ضیاءالدین سے کہتے ہیں آپ واپس جایئے اور مریدوں کے ساتھ رہیئے۔حکم مہدیؑ پر واپس بیدر آتے ہیں۔مریدین انہیں گھر میں قید کر دیتے ہیں۔کہیں دوبارہ چلے نہ جائیں۔تاریخ میں آیا ہے کہ زنجیروں میں باندھ دیا گیا۔عبادت کے وقت کھول دیا کرتے تھے۔عشق قید میں نہیں رہتا اور نہ کوئی اس کو قید کرسکتا ہے۔ یہ عاشق مہدیؑ اپنی قوت عشق سے زنجیروں کو توڑ کر خلیفۃ اللہ کی صحبت میں پہنچ جاتا ہے۔مریدین اپنے پیر کی تلاش میں حضرت مہدی موعودؑ کے پاس پہنچتے ہیں۔وہاں اپنے پیر کو دیکھ کر لے جانے کی درخواست کرتے ہیں۔آپؑ حضرت میاں ضیاء الدین قادری کے جذبہ عشق کو دیکھ کر اجازت نہیں دیتے۔

دائرہ کے مکینوں کو مال وزر کی نہیں صرف اور صرف خدا سے محبت ہوتی ہے۔ایک روز حضرت مہدی موعودؑ کے ہمراہ حضرت ملک گوہرؓ سفر کر رہے تھے۔ایک جنگل میں پہنچے۔خلیفۃ اللہ کی نظر پہاڑ پر پڑی وہ سونے کے دکھائی دیتا ہے اور ریت جواہر بن جاتے ہیں۔ملک گوہرؓ سے فرماتے ہیں ان میں سے کچھ لے لو۔قربان ہوجائیں ملک گوہرؓ پر فرماتے ہیں مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں ایک مٹھی لے لو اور اپنے ساتھیوں کو دکھاؤ۔انہیں کہو جس کو ضرورت ہے یہاں آکر لے لو اور کہو جس کو اس چیز کی ضرورت ہے اسکے لئے جائز ہے۔صحابہ کرام نے دیکھنے اور امامناؑ کا فرمان سننے کے بعد بھی کہتے ہیں ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔حضرت ملک گوہرؓ تمام کیفیت حضرت مہدیؑ کے حضور پیش کرتے ہیں۔صحابہ کے اس جذبہ کو دیکھ کر آپؑ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص خدا کو چاہتا ہے مال نہیں چاہتا۔ جو مال کو چاہتا ہے خدا کو نہیں چاہتا۔اس واقعہ سے علم ہوا کہ مصدقان مہدی موعودؑ کو مال وزر سے نہیں صرف خدا سے محبت ہوتی ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ صحابہ میں عشق مہدیؑ کتنا ہے۔آپ نے امتحان کی غرض سے ایک کاڑی اٹھائی اور فرمایا یہ کیا ہے۔سب نے کہا یہ کاڑی ہے۔آپؓ نے جواب سن کر فرمایا۔حضرت مہدی موعودؑ نے اس کو گوہر فرمایا ہے۔ یہ سن کر تمام صحابہ عرض کرتے ہیں یہ ہماری آنکھوں کا قصور ہے یقیناً یہ گوہر ہے۔حضرت مہدی موعودؑ سے یہ محبت، عشق تھا۔آج ایسی ہی عقیدت مصدقان مہدی موعودؑ میں ہونا چاہیئے۔

صحبت صادقین

آج ماہ جمادی المنور کی 25 تاریخ ہے۔

فرائض ولایت میں سے ایک اہم فرض ''صحبت صادقین'' کے تعلق سے سماعت فرمائیں۔

درخت کی آبیاری کریں تو سرسبز وشاداب ہوجاتا ہے۔شیرخوار کو دودھ پلائیں تو صحت مند رہتا ہے۔شریعت وطریقت کی تعلیم پانے

کے لئے صادقین کی صحبت ضروری ہے۔ اچھی صحبت اچھا بناتی ہے اور بُری صحبت سے آدمی بُرا بن جاتا ہے۔ بُری صحبت اچھے اچھوں کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتی ہے۔ سانپ' بچھو' آگ وغیرہ سے جس طرح بچا جاتا ہے اسی طرح بُری صحبت سے بچیں۔ صادقین کی صحبت میں رہنے سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ خدا سے ڈرنا' اس کے عذاب سے پناہ چاہنا' توبہ کرنا وغیرہ۔ اطاعت اللہ واطاعت خاتمین پاکؑ میں رہنا ہے۔ آنکھ' زبان' ہاتھ' پیر اور دل کی حفاظت ہوتی ہے۔ دنیا اور خلق اللہ سے الگ ہوکر ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہتا ہے۔ صحبت صادقین میں دل کی حفاظت ہوتی ہے۔ کیونکہ دل کی درستگی کے لئے زیادہ وقت لگتا ہے۔ اس کی اصلاح بھی بہت مشکل سے ہوتی ہے۔ اصلاح قلب کی بہترین دوا صحبت صادقین ہے۔ ایک طریقے سے دیکھا جائے تو خالص عبادت کی تکمیل صحبت صادقین سے ہوتی ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ نشست بہتر ہے جن کا دیکھنا تم کو خدا کی یاد دلائے۔ اور جن کی گفتگو تمہارے علم کو زیادہ کرے اور جن کے اعمال تم کو آخرت کی یاد دلائے۔ یعنی آپؐ نے صادقین کی صحبت میں رہنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حضرت محمدؐ نے ایک حکیمانہ ارشاد بھی فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بنا رہا ہے۔ لہٰذا دوست بنانے میں احتیاط کریں۔ جس سے دوستی کر رہے ہیں اس کے عقائد وعمل پر نظر رکھیں۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ دوست کے دین کو فوراً قبول کرتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ مرتدوں کی صحبت میں رہ کر پکے عقائد کے بعض نوجوان مرتد ہوگئے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے'' جب فقر کامل ہوا تو وہ اللہ کا بندہ ہوا۔ فقر کامل صحبت صادقین سے ہوتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فقر کو پسند فرمایا ہے' اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ' مسکینی میں موت دے اور مسکینوں کے ساتھ اُٹھا۔ آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا'' اے میرے دوستو میرے قریب آؤ' فرشتے پوچھیں گے اے اللہ تیرے دوست کون ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہے گا مسکین اور فقیر۔ جو کوئی طالب خدا اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کی صحبت میں رہتا ہے گویا اس کے لئے جنت آسمان سے دنیا میں آگئی۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے قرآن پاک کی آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (سورہ توبہ آیت ۱۱۹) ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور صادقین کی صحبت اختیار کرو' کی روشنی میں صحبت صادقین کو فرض فرمایا ہے۔ قرآن' احادیث اور فرامین کی روشنی میں صادق کی تعریف یہ ہے کہ جو قول میں فعل میں' دین میں' نیت میں صادق ہو۔ صادقین کی صحبت میں رہنے سے تقویٰ' پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ عبادت میں حلاوت پیدا ہوتی ہے۔ ذہن ودل میں پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ حقیقتِ اسلام کا علم ہوتا ہے۔ صادقین کی صحبت سے دل ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ سب سے اہم بات بندہ اللہ تعالیٰ کا عاشق بن جاتا ہے۔

علامہ شمسیؒ نے العقائد حصہ چہارم کے صفحہ نمبر 32 پر تحریر کیا ہے'' صادق سے وہ شخص مراد ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ کی اتباع کرے اور یہ اتباع اس کے قول وعمل سے ظاہر ہو۔ مہدی موعودؑ کے مبعوث ہونے کے بعد صادق کی تعریف ہمارے پاس یہ ہے کہ صادق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ اور مہدیؑ کی اتباع کرے اور اس کی یہ اتباع اس کے قول وعمل سے ظاہر ہو۔ صادق کی صحبت میں مومن شخص کا رہنا اس وجہ سے فرض ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے مومنو تم اللہ سے ڈرو اور صادقین کی صحبت میں رہو۔ پس ہر مومن کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور کسی صادق کے ہمراہ رہے۔'' حقیقت یہ ہے کہ صحبت صادقین سے ایک صالح معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ صادقین کی صحبت سے تیار ہوکر نکلنے والے افراد قوم کے لئے بہترین رہبر اور رہنما ہوسکتے ہیں۔

سورہ کہف کی آیت نمبر 28 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے'' وَاصْبِرْ نَفْسَکَ .... وَجْهَهُ ترجمہ اور اپنے رب کو ان لوگوں کے ساتھ رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کا ذکر محض اس کی خوشنودی کی غرض سے کرتے ہیں۔

یہ امر حقیقت ہے کہ صادقین کی صحبت ہر حال میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے کہ صادقین کے اعضاء کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔حضرت مالک بن دینارؒ ایک دہریہ سے مناظرہ کیا اور بہت دیر تک گفتگو رہی۔ وہ کہتا تھا میں حق پر ہوں۔ آخر فیصلہ اس امر پر ہوا کہ اپنے اپنے ہاتھ ایک ساتھ آگ میں ڈالیں۔ جس کا ہاتھ جل جائے وہ باطل سمجھا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مگر دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو آگ نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔لوگ کہنے لگے دونوں حق پر ہیں۔ مالک بن دینارؒ اس بات و واقعہ سے دلگیر ہو کر گھر میں گئے اور سرنیاز زمین پر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ 70 سال کی عبادت کے بعد ایک دہریہ کے برابر ہو سکا۔غیب سے آواز آئی کہ تمہیں علم نہیں محض تمہارے ہاتھ کی برکت سے دہریہ کا ہاتھ نہیں جلا اور وہ تنہا اپنا ہاتھ آگ میں ڈالتا فی الفور جل جاتا۔ صادقین کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ حضرت امام احمدؒ سے لوگوں نے کہا کہ تم عالم ہو کر بشر حانی کے پاس کیوں جاتے ہو۔ آپؒ نے فرمایا میں عالم علوم ہوں اور وہ عالم معلوم۔ وہ خدا کو میرے سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔اس لئے میں ان کی صحبت میں جا کر کہتا ہوں۔ اے بشر حانی میرے پروردگار کی بابت مجھے باتیں بتاؤ۔اس طرح ہر دور میں بڑے بڑے عالم دین اپنے دور میں صادقین کی صحبت میں رہے ہیں۔

فرمان مہدی موعودؑ ہے بندہ کی ایک نظر ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔صحابہ اکرام جتنا ہو سکے اپنا وقت مہدیؑ کی صحبت میں بسر کرتے تھے۔حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ نے فرمایا جو شخص مہدیؑ کی صحبت میں اتنی دیر رہا جتنی کہ جوتیوں کی گرد جھاڑنے میں لگتی ہے تو پہلے اس نے جو گناہ کیا تھا سب معاف ہو جاتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے صادقین کی صحبت میں رہنے کے لئے ایک ارشاد فرمائے ہیں ان میں ایک'' مرد باش با خدا باش یا بے مرد باش با شیطان مباش'' یعنی مرد بن خدا کے ساتھ رہ یا مرد (مرشد کامل) کی پیروی کر شیطان کے ساتھ مت رہ۔مرشد کی خدمت میں مرید کی حاضری صحبت کہلاتی ہے۔صحبت میں مرشد کی خوشنودی کے حصول کے لئے کوشاں رہیں۔فقیر یعنی تارک الدنیا کے لئے مرشد کی صحبت فرض ہے۔مرشد اپنی صحبت میں رہ کر انا کے بُت کو دور کر کے عاجزی وانکساری کا پیکر بنا دیتا ہے۔فیض خاتم ولایت محمدیہ کے لئے مرشد کی صحبت ضروری ہے۔مرید کے لئے سب سے مشکل چیز آداب صحبت ہے۔مرید کو حقوق صحبت کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔

وہ مسلمان جو حضرت محمد مصطفیٰؐ حضرت مہدی موعودؑ اور خدا تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صادقین کی صحبت میں رہے۔دین کا بہرہ اُن کو نہیں پہنچتا جو صحبت اختیار نہیں کرتے۔حضرت مہدی موعودؑ سے منقول ہے کہ جو شخص صحبت صادقین سے باز رہا وہ شخص جھوٹا مدعی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے بعد قیامت تک ہدایت یافتہ لوگ ہوں گے۔یہ افراد صحبت صادقین سے تیار ہو کر نکلیں گے۔ ہر دور کے مہدوی کے لئے یہ پیام ہے کہ اپنے دور کے صادقین کی صحبت میں رہ کر دنیا کو ہدایت کا پیغام دیں۔ یہ بات بھی ہر مہدوی کے ذہن نشین رہے کہ صرف عبادت وذکر سے نفس نہیں مٹتا۔نفس کو مٹانے کے لئے صادقین کی معیت اور صحبت ضروری ہے۔ یہ صحبت دوستی کی نہ ہو بلکہ غلامی کی ہو۔

ایک دور ایسا بھی تھا قوم زیادہ تر اللہ کے ذکر و صحبت صادقین میں وقت گزارتی تھی ۔ یہاں تک کہ مشورے صادقین سے لیا کرتے تھے۔آج ہر کس و ناکس قاعدین سے مشورے لیتے ہیں۔گزرے ہوئے پرسکون حالات واپس آسکتے ہیں اگر ہم صادقین کی صحبت اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صادقوں کی صحبت میں رہنے کی توفیق عطا فرما تا کہ اس اہم فرض پر عمل ہو سکے۔آمین

عزلت از خلق

آج ماہ جمادی الاول کی 26 تاریخ ہے۔ آیئے ہم فرائض ولایت کا ایک اہم فرض عزلت از خلق پر کچھ معلومات حاصل کریں گے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرائض نبوت کے بعد دین کے اُصول کو اس طرح فرمایا ہے کہ اول ترک دنیا' دوم عزلت از خلق' سوم ذکر دوام' چہارم طلب دیدار خدا' پنجم توکل' ششم منکر مہدیؑ کو کافر جاننا۔

سورہ مزمل کی آیت نمبر 8 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔'' وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا '' یعنی محمدؐ اپنے رب کا ذکر کرتے رہو اور سب سے ٹوٹ کر اس کی طرف متوجہ رہو' تبتل کے معنی سب سے ٹوٹ کر خدا کے ہوجانے کے ہیں۔ بندہ جب سب سے رشتہ منقطع کر لیتا ہے تو وہ صرف خدا کا ہوجاتا ہے۔ اس آیت کی روشنی میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے عزلت کو فرض فرمایا ہے۔ طالب خدا کے لئے عزلت از خلق بہت اہمیت رکھتی ہے۔ یہ ایک بڑی عبادت بھی ہے تقریباً تمام نبیوں' رسولوں نے اپنی اپنی حیات میں اس پر عمل کیا ہے۔ جس طرح جسم کے لئے روح ضروری ہے' پودوں کے لئے پانی ضروری ہے اس طرح طالب خدا کے لئے عزلت از خلق ضروری ہے۔ عزلت کے معنی علیحدگی یا تنہائی اختیار کرنا ہے یا دنیا و مافیہا کو چھوڑ دینے کے ہیں۔

حضرت محمدؐ کو عزلت از خلق نہایت عزیز تھی۔ نبوت کے اعلان سے قبل غار حرا میں عزلت از خلق اختیار کر لئے تھے۔ اس عمل سے ذکر اللہ میں مدد ملتی ہے۔ دل میں خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی اکرمؐ کو خصوصیت کے ساتھ طلب آخرت اور عزلت از خلق اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس لئے آپؐ نے اُمت محمدیہ کو تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا عزلت عبادت ہے تم اس کو اختیار کرو۔ آپؐ نے اپنے صحابی حضرت ابوسعید بن مصیبؓ سے فرمایا اے سعید تجھ پر عزلت واجب ہے کیونکہ وہ عبادت (الہی) ہے۔ حضرت محمدؐ کی پیروی قیامت تک مسلمانوں پر فرض ہے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا (مسلمانو) عزلت اختیار کر کے اپنی سعادت وخوش قسمتی کو پکڑلو تقرب الہی کے حصول کے لئے انبیاء کو بھی اللہ تعالیٰ نے عزلت اختیار کرنے کا حکم دیا۔

حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا'' طالب خدا کو چاہئے کہ غیر حق کے کچرے کو دل سے نکال دے'' دل سے یہ کچرا ذکر اللہ یا عزلت از خلق سے دور ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دل کی پاکیزگی' صفائی عزلت سے حاصل ہوتی ہے۔ طالب غیبت' جھوٹ' چغلی' فضول کلامی جیسے گناہوں سے بچتا رہتا ہے۔ عزلت کے ذریعہ اپنی ذات کو کئی ایک برائیوں سے بچایا جاسکتا ہے۔ عزلت کی حقیقت میں دو قسمیں ہیں۔ ایک ظاہری دوسری باطنی۔ اس کو اختیار کرنے سے ہمارا ظاہر کے ساتھ باطن بھی پاک ہوجاتا ہے۔ صالحین' عارف باللہ اور اولیاء اللہ اور بزرگوں نے اپنی زندگیوں میں عزلت از خلق کو اختیار کر کے اعلیٰ وارفع مقام حاصل کیا۔ طالب خدا جب عزلت اختیار کرتا ہے تو فرمان مہدی موعودؑ کی روشنی میں ذات باری تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھے اور رات ودن اس طلب میں رہیں کہ کس وقت خدا کو پاؤں۔ عزلت نشین کے تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں'' عزلت نشین مرنے سے پہلے مرتا ہے'' یعنی اس کو کوئی دنیاوی خواہش نہیں ہوتی۔ اس حالت میں بندہ مخلوق سے کوئی حاجت

نہیں رکھتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے فرمان مہدیؑ ''مخلوق سے ذرہ برابر احتیاج نہ رکھو'' پرعمل کرتا ہے۔

دین کی اصل اپنے آپ کو بھول جانا ہے یہ صفت عزلت ازخلق سے حاصل ہوتی ہے۔اس عمل سے بندہ ہر طرح سے اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ یہ متوجہ ہونا ہی اصل دین ہے۔اس سفر میں بندہ کا اصلی دشمن شیطان کئی ایک اقسام کے ہرکارے استعمال کر کے بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ اور اپنے مرشد سے رجوع ہوکر مدد طلب کریں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ہے۔طالب کے لئے راہ حق میں چار حجاب ہیں جن میں دو اس کے امکان میں ہیں یعنی دنیا کو چھوڑنا اور خلائق سے علیحدگی اختیار کرنا۔اور دو امکان میں نہیں یعنی نفس اور شیطان۔جو امکان میں ہیں اس کیلئے ترک دنیا اور عزلت اختیار کرلے۔نفس اور شیطان کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کریں۔قرآن اور احادیث کی روشنی میں غور فکر کرتے ہیں تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ چاروں یعنی دنیا' مخلوق' شیطان اور نفس انسان کے دشمن ہیں۔حضرت مہدیؑ نے ان سے بچنے اور کنارہ کشی کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا'' شیطان کے بارے میں خدا تعالیٰ سے حفاظت چاہو کیونکہ خدائے تعالیٰ شیطان پر نظر رکھتا ہے اور شیطان خدا کو نہیں دیکھتا۔

حضرت مہدی موعودؑ کے فرامین کی روشنی میں طالب خدا کے لئے پہلے عشق حاصل کرنا ہے۔یعنی عاشق خدا بننا ہے۔ہر عبادت کا پہلا زینہ عشق خدا ہے۔آپؑ نے ارشاد فرمایا ہے بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے۔عشق خدا حاصل کرنے کے لئے دل کو ہمیشہ حق تعالیٰ کی جانب متوجہ رکھے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیشہ عزلت اختیار کرنا لازمی ہے۔

آپؑ نے عشق حاصل کرنے کے لئے ارشاد فرمایا'' ہمیشہ دل کی توجہ خدا کی طرف رہے۔اپنا پرایا کسی سے کام نہ رکھے۔دنیا کی محبت متاع دنیا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔بندہ جب عزلت ازخلق اختیار کرلیتا ہے تو ماسوا اللہ کے ہر چیز سے بے فکر ہو جاتا ہے۔نہ زرکی نہ دولت کی نہ نام ونمود کی نہ شہرت کی نہ دنیا کی خواہش ہوتی ہے۔عزلت قرب خدا کے حصول کے لئے' عبادت الٰہی میں استحکام کے لئے' اور یکسوئی پیدا کرنے کے لئے بے حد ضروری ہے۔بندہ کے لئے ضروری ہے کہ اس سفر میں اپنے نفس میں اسمائے الٰہی کے ظہور کا تصور رکھے۔ہمہ وقت رجوع الی اللہ یعنی ذکر میں رہے۔اس کیفیت میں اللہ تعالیٰ کا فضل ہو جائے تو بندہ علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔دل میں نفس اور شیطان کے ہتھکنڈوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔کیونکہ بندہ ہر پہل رجوع الی اللہ رہتا ہے۔غرض عزلت ازخلق میں بندہ فرمان مہدی موعودؑ کے بموجب اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے۔

مہدویت میں عزلت کے ساتھ تعلیم وتربیت پر بھی زور دیا گیا ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ نے حضرت مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو بندہ خلوت کی جگہ رہتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ وہاں رہنا چاہئے کہ کسی سے کوئی بات سنو یا خود کہو' دوسروں کو سناؤ۔عزلت ازخلق سے دم اور قدم کی حفاظت ہوتی ہے۔ذہن ودل کی حفاظت ہوتی ہے۔غرض اس فرض پر عمل کرنے سے بہت ساری خوبیوں کا ظہور ہوتا ہے۔فرائض ولایت پر عمل کرتے ہوئے اپنے دل کو ہی نہیں بلکہ اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا ہے۔

جدید مواصلات انٹرنیٹ' موبائل' ٹیلی ویژن' واٹس ایپ اور فیس بک وغیرہ سے عزلت ازخلق کے سامنے ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی ہے۔جس کی بناء پر اس فرض ولایت پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔ایک دور تھا اس فرض پر عمل کرتے ہوئے روحانی طور پر بزرگوں کے آستانے پر حاضری دیا کرتے تھے۔آج روپیہ کی روانی نے روحانیت کو ختم کر دی اپنے جسمانی وجود سے بزرگوں کے آستانوں پر حاضری دے رہے ہیں۔تارک الدنیا پر فرض ہے کہ وہ اس فرض پر عمل کر کے دم وقدم کی حفاظت کرے۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہم تمام کو اس فرض پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

گروہ مہدی موعودؑ میں سادگی

آج ماہ جمادی المنور کی 27 تاریخ ہے۔

یہ ایک حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہر طرف آج مصدقان مہدی موعودؑ کے پاس رسموں کی ایک لمبی قطار ہے شاید ہی کسی اورقوم میں ہو۔ پیدائش سے لیکر موت تک اور اُس کے بعد بھی رسموں کا رواج عام وخاص ہے۔ جو گھرانے دوسروں کے لئے نمونے بننا چاہئے وہ گھرانے بھی ان رسموں میں گھِر چکے ہیں۔ ان رسموں کی وجہ سے جو سب سے بڑا نقصان نظر آتا ہے وہ نو جوان لڑکیوں کے ہاتھ پیلے ہونے سے رک جارہے ہیں۔ دین اسلام ایک سہل اور آسان مذہب ہے جو فطرت انسانی پر مشتمل ہے۔ آج ہم نے اس دین میں رسم وعادت و بدعات کو داخل کرکے اسے مشکل بنادیا ہے۔

دراصل اسلام نے نکاح کو اتنا آسان اور اتنا سادہ بنایا کہ دونوں فریق راضی ہوں اور کسی رکاوٹ کے بغیر یہ رشتہ قائم کرسکیں۔ دور ولایت میں دیکھئے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام اپنی دو صاحبزادی بی بی خونزہؓ اور بی بی فاطمہؓ کی شادیاں بالکل سادگی کے ساتھ انجام دیں۔ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ اپنے دونوں صاحبزادوں حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؓ اور حضرت بندگی میاں شاہِ یعقوب حسن ولایتؓ کا بھی کار خیر ہوا۔ یہاں بھی سادگی کا مظاہرہ ہوا۔

دور ولایت کے ساتھ خلفاء حضرت مہدی موعودؑ کے دور میں بھی شادی بیاہ اور دیگر موقعوں پر کوئی رسم وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ سب سادگی سے کام انجام پاتے تھے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کا دائرہ جالور میں ہے۔ دائرہ میں سخت فاقہ ہے لیکن عبادت وریاضت، ذکر وفکر میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ایک دن نماز ظہر کے بعد حضرت بندگی ملک معروفؓ نے کہا کہ بھائی نظام میری دختر خونزا جی جوان ہوگئی ہے۔ حضرت شاہ نظامؓ نے کہا میاں عبدالرحمٰن بھی جوان ہیں دونوں میں نسبت طے پاجاتی ہے۔ نہ پان کی رسم ہے نہ منگنی کی رسم ہے۔ حضرت شاہ نظامؓ جماعت خانہ سے گھر آتے ہیں اور میاں عبدالرحمٰن سے کہتے ہیں کہ حجرہ کے محراب میں صابن ہے اپنے کپڑے دھوکر لاؤ۔ میاں عبدالرحمٰن تعمیل حکم میں صابن اور کپڑے لیکر جانے لگتے ہیں۔ حضرت ملک معروفؓ کے گھر پر سے گزر رہے ہیں حضرت دریافت کرتے ہیں کہاں جارہے ہو۔ جواب میں فرماتے ہیں کپڑے دھونے جارہا ہوں۔ ملک معروف کہتے ہیں ٹہرو اپنے گھر میں جاتے ہیں اور ایک کپڑے کا جوڑا لاکر دیتے ہیں اسے بھی دھوکر لاؤ کپڑے دھونے کے بعد واپس کرتے ہیں یعنی دولہا اپنے کپڑوں کے ساتھ دلہن کے بھی کپڑے دھوکر لاتا ہے۔ دائرہ میں عصر کی اذاں دی جاتی ہے۔ اور بعد نماز ذکر میں بیٹھ جاتے ہیں مغرب کی نماز کے بعد بھی ذکر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد میاں عبدالرحمٰن کا نکاح حضرت ملک معروف کی دختر سے ہوتا ہے۔ اس تقریب نکاح میں دائرہ کے فقرا بھی شریک نہیں ہیں۔ دائرہ میں سخت فاقہ، گھانس جلاکر دلہن کا چہرہ دیکھا جاتا ہے۔ میاں عبدالرحمٰن خلوت میں دولہن کے پاس جاتے ہیں تو دلہن کو نڈھال پاتے ہیں۔ پوچھنے پر دلہن نے کہا کہ تین دن کا فاقہ ہے اور دولہا کہتا ہے مجھے پانچ دن کا فاقہ ہے۔

تاریخ انسانیت میں کہیں بھی اس طرح کا واقعہ ملتا ہے کہ دولہا پانچ دن کا اور دلہن تین دن کے فاقہ میں ہے۔ دونوں شادی کے

گھرانوں میں فاقہ ہے۔قیامت تک اس کی مثال نہیں مل سکتی۔میاں عبدالرحمٰن کودلہن کی یہ حالات دیکھی نہیں جاتی ہے،عورت فطرتاً کمزور ہوتی ہے۔آپ بعدنماز فجر ذکر کی نشست چھوڑ کردائرہ سے باہر جنگل کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔راستہ میں گرے ہوئے اناج کے دانے چن کردائرہ کوآتے ہیں۔دائرہ کے باب الداخلہ پروالد بزرگوار کوکھڑے ہوئے پاتے ہیں والد پوچھتے ہیں ذکر چھوڑ کرکہاں گئے تھے۔بیٹے کی خیریت یا کیفیت حال وغیرہ پوچھانہیں جارہاہے بلکہ ذکراللہ جوفرض ہےاور بعدنماز فجر کی نشست سے جوغیر حاضری ہوئی ہےاس کےتعلق سے پوچھا جارہاہے۔دائروں میں اس طرح کی نگرانی ہوا کرتی تھی۔میاں عبدالرحمٰن تمام واقعہ سناتے ہیں۔حضرت شاہ نظامؓ فرماتے ہیں گروہ مہدی کے لئے یہ جائزنہیں ہے جہاں سےاناج کے دانے چن کرلائے ہو واپس وہیں ڈالدو۔خداتعالیٰ تمہیں نعمتیں کھلائے گا۔آپ جہاں سے دانے چنے تھے وہاں واپس ڈالدیتے ہیں۔دائرہ میں فاقہ پرفاقہ ہےلیکن قدم عالیت پرقائم ہیں کیاہم آج کے دور میں اس طرح کی اتباع کررہے ہیں؟

اللہ کاخوف نفس کوشراورفساد سے ہٹا کرخیر کی راہ پرلاتاہےاورطبیعت میں سادگی پیدا کرتاہے۔اس سادگی میں جب وہ عبادت سے جڑ جاتاہےتومسکینوں کےزمروں میں آجاتاہے۔یہی وہ منزلت ہےجس کے لئے انسان کی بعثت ہوئی۔اس زندگی کے دوران بے جارسوم کےتمام دروازے بندہوجاتے ہیں۔

گروہ مہدی میں غفلت کی ممانعت

آج ماہ جمادی المنور کی 28 تاریخ ہے۔

اس سائنس اورٹکنالوجی کے دور میں ایک سے ایک اعلیٰ چیزوں کی ایجاد ہوئی ہے۔پھر چند دنوں کے بعد دوسرے چیزیں اس جگہ پر آجاتی ہیں۔انسان اس سے نظریں پھیر کردوسرے چیزوں کی طرف راغب ہوجاتاہے۔اس کی یہ مصروفیات اُس کوخدا سے غافل بنادیتی ہے۔قرآن پاک اورحضور نبی اکرمﷺ کی تعلیمات کاسرسری سا جائزہ لینے پر جو بات کھل کرسامنے آتی ہے وہ اللہ سے کسی حال بھی غافل نہ رہنے کی ہے۔یہی وجہ ہے کہ دافع ہلاکت اُمت محمدیہ نےفرمایا ’’ہروہ چیز جو تجھے اللہ سے غافل کردے وہ تیرابت ہے‘‘آج زندگی کا بیشتر حصہ غفلت میں ہی گزررہاہے۔خدانے جس مقصد کےلئے تخلیق کیاہےاس سے ہٹ کرزندگی گزاررہے ہیں جس کی وجہ سےعبادت میں نہ وہ ذوق وشوق ہے نہ کردار میں اسلامی تہذیب وتمدن کی جھلک ہے۔خدا کاقرب پانے اورحاصل کرنے کا جومنشاءومقصد ہےوہ غفلت کی زندگی گزارنے سے حاصل نہیں ہوتا۔بت جس طرح نہ حرکت کرسکتاہےاور نہ آگے پیچھے ہوسکتاہےایک ہی جگہ ساکت رہتاہےاس طرح جوغافل ہوکرزندگی گزارتے ہیں اُن کابھی یہی حال ہوتاہےاس لئے خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نےغفلت کوحرام فرمایاہےاورجو چیز باعث غفلت ہےوہ بھی حرام ہوجاتی ہے۔صبح سے شام تک کی زندگی کاجائزہ لیجئے اوردیکھئے کہ کیا کیا چیزیں ہمیں خدا سے غافل کررہی ہیں اورکیا ہم انہیں چھوڑنے کوتیارہیں؟

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جوغافل رہتے ہیں ہمیشہ وہ نقصان میں رہتے ہیں۔انہیں اپنی غفلت کاخمیازہ بھگتنا پڑتاہے۔آج عبادت وریاضت میں ہم سے غفلت سرزدہورہی ہے۔اس کے برخلاف دُنیاوی معاملات میں نہیں ہوتی ہے۔یہ ایمان کی کمزوری کانتیجہ ہے۔ہم اپنی دن بھر کی زندگی کاجائزہ لیں توبآسانی یہ دکھائی دےگا کہ کہاں کہاں ہم سے غفلت ہوئی ہے۔اسی غفلت کودور کرنے کے لئے ذکراللہ کو فرض فرمایاگیا۔ جب سانس وقدم کی حفاظت ہوتی ہےتوغفلت سے بھی چھٹکاراحاصل ہوتاہے۔اس عمل سے ذہن صاف،نفس پاک ہوتاہے

۔اس سفر کے دوران کوئی چیز غفلت کا سبب بن رہی ہے تو وہ حرام ہے۔اس کا ترک کرنا،اس خیال کو دور کرنا ضروری ہے۔دنیوی زندگی یا روحانی زندگی کے درمیان میں جو چیز حائل ہوجاتی ہے تو اس کا ترک کرنا ضروری ہے ورنہ آگے بڑھ نہیں سکتے۔اللہ کا ذکر ہی سب سے اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے جو راہ کے تمام رکاوٹوں کو دور کرتا ہے۔ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتا ہے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی شان و مرتبت ہے کہ آپ نے مصدقین کو اللہ سے غافل ہونے سے بچالیا۔اس کے لئے ہم اللہ کا ہر حال میں شکر بجالائیں۔

سیرت مہدی موعودؑ اور بیانِ قرآن

آج ماہ جمادی المنور کی 29 تاریخ ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے علماء کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں کوئی نیا مذہب یا نئی تعلیم لے کر نہیں آیا ہوں۔ بلکہ میں اللہ کا بندہ اور محمد رسول اللہ کا تابع ہوں اور ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ ہم اللہ کی کتاب یعنی قرآن کے تابع ہیں۔قرآن جس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے ہم اسی پر عمل کرتے ہیں۔قرآن جس چیز کو حرام قرار دیتا ہے اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ ہمارا مذہب اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی اتباع ہے۔ ہمارا عمل قرآن کی تعلیمات پر مبنی ہوتا ہے۔شہر نہر والا احمد آباد کے علماء حضرت مہدی موعودؑ سے بحث کرتے ہوئے فرمائے کہ آپ سے بحث کیسے کر سکتے ہیں کیونکہ آپ مقید مذہب نہیں رکھتے،آپ جو کچھ کہتے ہیں مطلق قرآن سے کہتے ہیں اور ہم قرآن نہیں سمجھ سکتے اور ہم امام اعظم کا مقید مذہب رکھتے ہیں۔حضرت علیہ السلام نے فرمایا میں کسی مذہب کا مقید نہیں ہوں۔ ہمارا مذہب اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی اتباع ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تمام تعلیمات اور فرائض ولایت چاہے وہ ترک دنیا ہو کہ طلب دیدار خدا، ذکر دوام ہو کہ ہجرت، صحبت صادقین ہو کہ توکل ،عشر ہو کہ عزلت از خلق تمام کے تمام قرآن کی تعلیمات میں فرض فرمائے گئے ہیں۔تنظیم مہدویہ ساونیر 1978ء کے صفحہ 22 پر حضرت ابوسعید سید محمود صاحب تشریف اللّٰہی نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت مہدیؑ نے کتاب اللہ و رسول اللہ کا بے خطا اتباع کیا۔ اسلئے آپکا ہر قول و فعل اور آپ کا ہر حکم اللہ تعالیٰ کی بلا واسطہ وحی کی بنا پر ہوتا تھا۔اس حقیقت کے باوجود اپنے ہر قول و فعل اور اپنے ہر حکم کا کتاب اللہ سے مطابق ہونا بھی عوام و خواص پر ظاہر فرمادیا کرتے تھے۔اسلئے کہ دعویٰ مہدیت کی بنیادی دلیل اتباع کتاب اللہ و اتباع محمد رسول اللہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دعویٔ مہدیت کی بنیادی دلیل یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ یتلوہ شاھدمنہ (12/2)

یعنی حضرت مہدی موعودؑ کی صداقت کا گواہ (قرآن) بھی مہدی موعود بینۃ اللہ کے ساتھ ساتھ رہے گا۔اس لئے امامنا علیہ السلام روزانہ بیان قرآن پابندی سے فرمایا کرتے تھے خواہ سفر ہو یا حضر اور اپنے ہر قول و فعل اور اپنے ہر حکم کی قرآن سے مطابقت کر کے صداقت مہدیت کا ثبوت دیا کرتے تھے۔''اس لئے ہم مہدویوں کا عقیدہ ہے کہ مہدی اور قرآن ایک حکم رکھتے ہیں۔قرآن اور مہدی دونوں ہمارے امام ہیں۔لہذا مہدی کا منکر قرآن کا منکر ہے چنانچہ مہدیؑ نے فرمایا ہے کہ مہدی کا انکار محمد کا انکار ہے۔غرض قرآن اور مہدی، سب مہدویوں کے امام ہیں اور سب مہدویوں نے قرآن اور مہدی پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی''

حضرت مہدی موعودؑ کی تمام سیرت مبارکہ بیان قرآن اور ذکراللہ پر محیط رہی اور یہی آپ کی دعوت رہی۔قرآن پاک کوآپ نے عشق نامہ فرمایا۔ چند علماء نے چند آیتوں کومنسوخ قرار دیا۔ایسے واقعات پرآپ نے ارشادفرمایا۔قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے اور فرمایا کہ وہ بے دیانت ہے جوقرآن جانے بغیرتفسیر کرتا ہے۔اس تعلیم وتربیت کانتیجہ یہ نکلا کہ قرآن کے سانچے میں ڈھالے ہوئے طالبان بھی دائروں سے نکلے۔مہدوی دائروں کی خصوصیت اتباع کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ ہے۔اس میں ان کے شب وروز گزرتے تھے۔مورخ انہیں دیکھ کراوران کی خصوصیات سن کرکہہ اٹھا کہ یہ ملاء اعلیٰ کےفرشتے ہیں جو زمین کی پاکیزگی کے لئے زمین پراُتارے گئے ہیں۔

حضرت مہدی موعود نے بیان قرآن کے ذریعہ بندگان خدا کوخدا سے وابستہ کرنے کی کوشش کی جن پراللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا وہ اس سے فیض یاب ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعود کومبین کلام اللہ بنا کراس دنیامیں مبعوث فرمایا۔آپ نے اس منصب خداوندی کی تکمیل فرما کراس دنیا سے رخصت ہوگئے۔ہم مبین کلام اللہ کے ماننے والے ہیں۔تصدیق کرنے والے ہیں۔حقیقتاً دیکھا جائے تواس روئے زمین پرہم ہی قرآن کے حقیقی وارث ہیں جس کی وجہ سے ہم پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے لہذا کاسب ہوکہ فقیر ،مرشِد ہوکہ عالم تمام کے تمام قرآن سے وابستہ ہوکرایک نمونہ بن کرپیش ہوں اور جومسند حضرت مہدی موعودؑ پرتشریف فرما ہیں وہ بیان قرآن سے بندگان خدا کی پیاس بجھائیں۔اللہ سے دعا ہے کہ ہم کودین کی سمجھ عطا کراوردوسروں تک مہدی موعودؑ کی تعلیمات پیش کرنے کی ہدایت عطافرما۔(آمین)

گروہ مہدویہ میں طالب مولیٰ اورتقویٰ شعار

آج ماہ جمادی المنورکی 30 تاریخ ہے۔

اگرکوئی ہم سے دریافت فرمائے کہ زندگی کا عطا کرنے والا کون ہے؟ دن کے بعدرات کولانے والا کون ہے؟ بارش کو برسانے والا کون ہے؟ بنجرزمین پر ہرا بھرا کھیت لہلہانے والا کون ہے؟ بندوں کے آرزؤں میں خواہش کوبرلانے والا کون ہے؟ مختلف درختوں سے مختلف قسم کے پھل پیدا کرنے والا کون ہے؟ ان تمام سوالات کے جوابات بغیر کچھ وقت لئے کہیں گے۔اللہ یا خدا تعالیٰ یا پروردگار عالم یا رحمٰن وغیرہ۔ کیونکہ ہرچیز کا خالق و مالک وہی ہے اسکے ہی اشاروں پر پورا نظام چل رہا ہے اور یہی خدا ہے جو جملہ حاجات دینی ودنیوی برلاتا ہے اور ہرقسم کے آفات وبلیات سے محفوظ رکھتا ہے۔ہم اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ کے سوانہ تو کوئی ہماراحامی ہے اور نہ کوئی مددگار اوروہ ہرچیز پرقادراور قدرت بھی رکھتا ہے۔جب خدا کے یہ صفات ہیں۔خدا کی یہ شان ہے تو خدا کے بندوں کو چاہئیے کہ جو چیز بھی مانگیں خدا سے مانگیں۔اسلئے حضرت مہدی موعودعلیہ السلام نے فرمایا ہے۔جوکچھ چاہوخدا سے مانگو۔

حضرت مہدی موعود نے اپنے ماننے والوں کوتعلیم دی ہے کہ ہروقت ہرحال میں ہر ماحول میں زندگی کے کسی بھی موڑ پرکسی چیز کی ضرورت لاحق ہوجائے۔چاہے وہ نمک کی کنکری ہوکہ جوتے کا تسمہ، مانگوتو خدا سے مانگوکیونکہ وہی بندوں کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہے۔ جو بندےاس سے مانگتے ہیں انہیں مایوس نہیں کرتا بلکہ عطا کرتا ہے۔اس کا خزانہ کبھی بھی خالی نہیں ہوتا۔وہ بندوں کے لئے رحمٰن ورحیم ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے لوگوں کے سامنے اپنی حاجتیں،ضرورتیں پیش کرنے سے منع فرمایا ہے۔آپ نے فرمایا''لوگوں سے سوال

مت کرواور لوگوں کے پاس اپنی ضرورتیں مت لے جاؤ اور تقدیر کے لکھے پر راضی رہو' ہم طالب مولا ہیں اور تقویٰ شعار ہیں۔ خدا تعالیٰ کو مالک الملک، قادر و قیوم اور فضل والا مانتے ہیں۔ اسی کا ذکر آٹھوں پہر کرتے ہیں۔ لہذ امخلوق سے رشتہ توڑ کر خالق سے رشتہ جوڑیں اور اسی سے مانگیں ۔ اللہ کے سواء کوئی ہماری ضرورتیں پوری نہیں کرسکتا۔

جو خدا کو چھوڑ کر اپنے ہی جیسے افراد سے مانگتے ہیں تو وہ اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرتے ہیں اور خدا کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں اور بعض وقت نوبت یہاں تک پہونچ جاتی ہے کہ وہ شرک کرجاتے ہیں۔ خدا سے مانگو وہ رحمٰن ہے کسی بھی بندے کے دل میں ہمدردی پیدا کردیگا اور مشکلات کو دور کردے گا۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں کو بہت چاہتا ہے شفقت رکھتا ہے اور حامی وہ مددگار بھی ہے۔

رزق کا دینے والا بھی پروردگار ہے۔ کیونکہ وہ رزاق ہے رزق بھی مانگو تو خدا سے مانگو وہ ایسے راستوں سے رزق پہونچاتا ہے جو وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتے۔

ہر چیز خدا سے مانگنے سے ایک طرف مہدوی شرک سے بچ جاتا ہے جو ایک کبیرہ گناہ ہے اور دوسری بات یہ کہ ذہن میں ہر وقت خدا کا تصور رہتا ہے جس کی وجہ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ سوال بعض وقت ذلیل ورسواء کرنے کے ساتھ ساتھ کردار کو بھی نقصان پہونچاتا ہے۔ حرص اور خواہشوں کو بھی پروان چڑھاتا ہے۔ اس کے سدباب کے لئے ضروری ہے کہ جو بھی چاہیں یا مانگیں تو خدا سے ہی طلب کریں اسی میں کردار کی بلندی ہے، مومن کی شان ہے۔

فرمان مبارک میں ''جو کچھ چاہو'' آیا ہے یہاں چاہنے سے مراد کوئی دنیوی جاہ وجلال کو جاگیر مال کا طلب کرنا نہیں بلکہ کیا طلب کیا جائے، کیا مانگا جائے۔ اس کا جواب خود حضور مہدی موعودؑ کے اس فرمان سے ملتا ہے کہ خدا سے خدا کے سوا دوسری چیز مت مانگو۔ یہ عالیت ہے اور حقیقت بھی ہے کہ جو خدا کو پاتے ہیں انہیں سب کچھ میسر ہوجاتا ہے۔ واقعہ ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک وقت بھرے دربار میں اعلان کیا جو چاہو لے لو۔ دربار کے ملازم قیمتی قیمتی اشیاء کو لینے میں مصروف ہوگئے۔ بادشاہ کی پشت پر ایک غلام ہاتھ باندھے ادب سے کھڑا تھا تمام ساتھیوں کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا تم بھی کوئی چیز لے لو۔ اس غلام نے بادشاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا آپ مل جائینگے تو سب چیزیں مل جائینگی۔ مجھے چیزیں نہیں چاہیئے بلکہ آپ چاہیئے اسی طرح خدا سے سوائے خدا کے دوسری چیز مت مانگو۔ کیونکہ خدا کے ملنے سے کائنات کی ہر چیز مل جاتی ہے۔ دائروں میں جو تربیت دی جاتی تھی اس کا سبق اول یہی ہوتا تھا۔ جو کچھ چاہو خدا سے چاہو۔ اس تعلیم وتربیت کی وجہ سے وہ دنیا کی ہر فکر ومشکلات سے آزاد تھے۔ دنیا ہمیشہ اُن کے پیروں تلے رہتی اور وہ اس کو ٹھوکر مارتے۔ مہدوی جیتا ہے تو خدا کے لئے اور مرتا ہے تو بھی خدا کے لئے۔ الغرض اس کی زندگی طلب مولیٰ میں بسر ہوتی ہے۔ یہ مہدوی کی شان ومنزلت ہے۔

ماہ جمادی الثانی

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	سجدۂ سہو	227	16	نماز استسقاء	246
2	سجدۂ تلاوت	227	17	حضرت شاہ شریف مجذوبؒ	247
3	السلام المومن	228	18	وحی	250
4	چہرہ و دل	229	19	مہدوی اُمّی	251
5	حضرت جلال الدین رومیؒ	231	20	حضرت بندگی میاں سید علی شہیدؒ	252
6	اذاں	231	21	محبت اہل بیت	253
7	ذکر اللہ کے فوائد	234	22	حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ	254
8	عمل صالح	235	23	بازار سے دور رہیں	257
9	عقیقہ	237	24	الجبار و المتکبر	258
10	میاچنگ کا تجربہ	238	25	حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؒ	258
11	تعزیت	239	26	محبت رسول اللہ ﷺ	260
12	نماز تہجد	240	27	حضرت طفیل بن عمروؓ	261
13	قرض و حالات	242	28	حضرت بندگی میاں سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاںؒ	262
14	بڑھاپا	244	29	عیادت	265
15	فقیر کے اوصاف	245	30	نصیحت و کامیابی	266

سجدۂ سہو

آج ماہ جمادی الثانی کی یکم تاریخ ہے۔ سجدۂ سہو پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

سہو کے معنی بھول جانے کے ہیں۔ حالت نماز میں کوئی رکن بھولے سے چھوٹ جائے اس کے لئے شریعت میں سجدہ سہو واجب کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار کی قوت کے ساتھ اس دنیا میں پیدا کیا۔ اس کے ساتھ شیطان کو بھی کھلی چھوٹ دی کہ وہ انسانوں کو بھٹکائے۔ خدا کے بندوں سے غلطیاں ارادتاً نہیں ہوتی ہیں۔ بلکہ سہواً ہو جاتی ہیں۔ شیطان اچھا کام کرنے نہیں دیتا ہے۔ وہ تاک میں رہتا ہے۔ بالخصوص وہ حالت نماز میں غافل بنانے یا توجہ ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ بندہ سے جب حالت نماز میں کوئی بھول ہو جاتی ہے یا غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔ تو نماز کے آخر میں دو سجدے کر لیا کرو۔ اس سے شیطان کو ذلت اور رسوائی ہوتی ہے۔ یہ دونوں سجدے شیطان کو ذلیل کرنے کے لئے ہیں۔ اگر سجدہ سہو کرنا بھی بھول جائے تو پھر دوبارہ نماز پڑھی جائے۔

نماز میں جو چیزیں واجب ہیں ان میں سے ایک واجب یا دو واجب چھوٹ جائیں' مثلاً سورہ فاتحہ پڑھنا' تشہد یعنی التحیات' دعائے قنوت' آیات' رکوع کرنا یا دو کے بجائے ایک سجدہ' ثناء پڑھنے کے بعد کچھ دیر کے لئے سوچتا رہ جائے۔ زائد سجدہ ادا کرے' نماز کی رکعتوں میں شک ہو جائے۔ اس وقت سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔ دو سہو تک سجدہ سہو ہے اگر تیسری سہو ہو گئی تو نماز دوبارہ ادا کی جائے۔

مقتدی کی نماز میں اگر کوئی واجب چھوٹ جائے تو امام کے ساتھ پڑھی جانے والی نماز میں سجدہ سہو نہ کرنا چاہئے۔ لیکن اگر امام کی نماز میں کوئی واجب چھوٹ جائے اور نماز میں وہ سجدہ کرے تو مقتدی کو اس کے ساتھ سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ اگر پہلی' دوسری یا تیسری رکعت چھوٹ گئی اور چوتھی رکعت میں شریک ہوئے۔ امام سے اگر پہلی' دوسری یا تیسری رکعت میں کوئی سہو ہوا تو مقتدی کو بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ اگر مقتدی سے چھوٹی ہوئی رکعتوں میں سہو ہو جائے تو اس کے لئے بھی سجدہ سہو کرنا ضروری ہے۔

سجدہ سہو کی ادائی کا طریقہ یہ ہے کہ نماز کے آخری قعدے میں تشہد پڑھنے کے بعد پہلے دائیں طرف سلام پھیرے پھر فوراً دو سجدے کرے اس کے بعد پھر تشہد' درود پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے۔

سجدۂ تلاوت

آج ماہ جمادی الثانی کی 2 تاریخ ہے۔ سجدۂ تلاوت پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

تلاوت کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ قرآن مجید کی کسی سجدہ کی آیت کو پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اسی کو سجدہ تلاوت کہتے ہیں۔ قرآن میں کل چودہ مقام ایسے ہیں جس کو پڑھنے اور سننے سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر قاری نے قصداً سجدہ تلاوت کو چھوڑ دیا تو وہ گنہگار ہے۔

اگر نماز کے اندر کوئی سجدہ کی آیت پڑھی جائے تو فوراً اللہ اکبر کہکر سجدہ میں چلا جانا چاہئے اور پھر تین بار سبحان ربی الاعلی پڑھ کر تین مرتبہ

یہ دعا پڑھے یارب اغفرلی (اے میرے پروردگار تو میری مغفرت فرما) پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور جہاں سے قراءت چھوڑی تھی وہاں سے پھر شروع کردے۔ اگر سجدہ نہ کیا تو گناہگار رہوگا۔ امام کے ساتھ تمام نمازیوں کو سجدہ کرنا چاہئے۔ سجدہ میں یہ دعا پڑھی جاتی ہے۔ سجدت بالقرآن وامنت بالرحمن اغفر عبدک یا رحمن یا رحمن یا رحمن

نماز سے باہر سجدہ کی آیت پڑھی گئی تو بہتر ہے کہ فوراً کھڑے ہوکر اور اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے۔ اور پھر سجدہ کر کے تلاوت شروع کرے۔ سجدہ کی آیت کئی بار پڑھی گئی جیسے حافظ قرآن یاد کرتے وقت پڑھتے ہیں تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اگر وقت یا جگہ بدل گئی تو پھر جتنی بار پڑھی گئی ہے اتنی بار سجدہ بھی کرنا ہوگا۔ اگر کوئی نماز عصر کے بعد تلاوت قرآن کیا اور سجدہ آیت آجائے تو سجدہ بعد نماز مغرب ادا کرے۔ نماز عصر اور مغرب کے اوقات کے درمیان سجدہ ممنوع ہے۔

اگر کوئی شخص نماز میں ہو اور نماز سے باہر کوئی شخص تلاوت کر رہا ہے تو سننے والے نمازی پر نماز کی حالت میں سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے۔ نماز سے فارغ ہوکر سجدے کرے۔ اگر کوئی ناپاکی کی حالت میں آیت سجدہ سنے تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہے۔ بعض افراد قرآن کے اوپر ہی سجدہ کرلیا کرتے ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا۔ سجدہ اس طرح کرنا چاہئے جس طرح نماز کے لئے کیا جاتا ہے۔ بندہ حالت سجدہ میں خدا کے قریب ہوتا ہے۔ ہم مہدوی وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھ کر سجدہ میں جا کر دعا کرتے ہیں۔ سجدہ میں بندہ یکسو ہوکر خدا کو یاد کرتا ہے۔ بندہ کے لئے سجدہ ایک نعمت ہے۔ ہمیشہ اس نعمت کی قدر کریں۔

السلام والمومن

آج ماہ جمادی الثانی کی 3 تاریخ ہے۔ اسمائے الٰہی میں دو اسم السلام و المومن پر مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اسم گرامی السلام ہے۔ اس کے معنی ہے سلامتی والا۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کی محبت اور رحم سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو حفاظت کرنے والا ہے اللہ کے ہر نام میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اس کائنات میں بندوں کو سلامتی دینے والا کوئی ذات ہے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہوئے سلامتی اور حفاظت کی دعا کریں۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب بھی حضرت محمدؐ کا مبارک نام پڑھیں آپ پر درود و سلام بھیجے۔ جب بھی کسی مسلمان سے ملے تو السلام کہے اور سننے والا اس کا جواب وعلیکم السلام کہہ کردے۔ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔ اس دین کا نام اس ذات باری تعالیٰ نے اسلام رکھا ہے۔ یہ دین سلامتی والا ہے۔ اس دین والے بھی اللہ سے سلامتی کی دعا مانگیں۔ ہمیں جب اس کا علم ہے کہ اللہ سلامتی والا ہے اس کا دین بھی سلامتی والا ہے تو ہماری فطرت میں بھی سلامتی ہو۔ ہم اپنے اہل وعیال کے لئے' رشتہ دار کے لئے' غرباء ومساکین کے لئے جہاں تک ہوسکے ان کی خدمت کریں۔ اپنی ذات سے کسی کو تکلیف اور نقصان نہ پہنچائیں۔ ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمّتی ہیں جو رحمۃ اللعالمینؐ ہیں۔ ہم اپنے معاشرہ میں قوم میں سلامت بن کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو اس کی کبریائی کو بیان کریں۔ نیک اعمال پر اجر دینے والا ہے' برائی پر سزا دینے والا ہے۔

عبادت ہو تو اس اللہ تعالیٰ کی' اس کے ساتھ کسی کو کارساز نہ بنائے۔ وہ مالک الملک ہے۔ عالم کو بنانے والا ہے۔ پست کرنے والا اور

بلند کرنے والا ہے۔خبردار کرنے والا اورشکر پسند ہے۔لہذا ہر حال میں اس کا شکرادا کریں اس سے راضی رہیں۔اس میں ہماری بخشش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری بخشش فرما۔آمین

المومن:المومن کے معنی امن دینے والا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کوامن وامان سے رکھنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی نے دنیا میں امن وامان قائم کرنے کے لئے نبیوں،رسولوں اورآسمانی کتابوں کو نازل کیا۔ہر نبی نے امن کی تعلیم دی۔جہاں جہاں اسلام کو قبول کیا گیا لوگ نبیوں کی شریعت پر عمل کئے' وہاں امن رہا۔اللہ تعالیٰ نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے ہی جہاد کا حکم دیا۔شرک کرنے والوں کے لئے امن نہیں ہے۔جوتوحید پر ہیں ان کے لئے اللہ نے امن کی ضمانت دی ہے۔

اللہ پر جو ایمان لاتے ہیں وہی امن کے علمبردار ہوتے ہیں ہمارے ایمان لانے کے بعد ذمہ داری ہے کہ دنیا میں امن وامان قائم رکھیں۔اللہ تعالیٰ سے امن وسلامتی کی دعا کرتے رہیں۔قرآن پاک ہدایت کرتا ہے۔زمین پر فتنہ وفساد نہ پھلاؤامن وچین سے رہو۔حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں۔مسلم وہ ہے جس نے خدااورانسان کے ساتھ سلامتی اورامن کا رشتہ قائم کیا۔اللہ تعالیٰ کی ذات ہر حال میں امن دینے والی ہے۔بندے ہی ہیں جونفس کی باتوں میں آکر بگاڑ پیدا کر کے اللہ کی ناراضگی حاصل کرتے ہیں۔ہم مومن ہیں ہر حال میں امن پسند رہیں۔امن کو قائم رکھیں۔کسی حال میں بھی امن وامان کو بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔امن کا قائم رہنا ایک انمول عطیہ ہے اللہ تعالیٰ کا۔امن کی حالت میں عبادت خشوع وخضوع سے ہوتی ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ جہاں امن دینے والا ہے وہیں وہ بے نیاز ہے' صاحب قدرت ہے' اول بھی ہے اورآخر بھی ہے' آشکار بھی ہے' پوشیدہ بھی ہے۔اس مہربان خدا کو ہم کبھی بھی نہ بھولیں۔اس کی عبادت فرض ہے۔اس فرض کی ادائیگی میں تمام زندگی گزاریں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ توفیق ہم کوعطا کرے۔آمین

چہرہ و دل

آج ماہ جمادی الثانی کی 4 تاریخ ہے ''چہرہ ودل'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

جسم کا ایک ایک عضوخدا کی عنایت ہے۔ہر عضو کی حفاظت اوراس کا صحیح استعمال ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔ ہر عضواللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔اس امانت میں خیانت نہ ہو۔خدا تعالیٰ نے خوبصورت چہرہ سے انسان کو نوازا ہے۔چہرے سے ہی انسان کی کیفیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ چہرہ کتاب کی مانند ہے جو پڑھا بھی جاسکتا ہے۔اس طرح دل بھی ہمیشہ پاک ومنزہ رہے۔

حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں۔مومن کا چہرہ بشاش رہتا ہے اوردل غمگین۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔آدمی کے چہرہ کا حسن خدا تعالیٰ کی عمدہ عنایت ہے۔عموماً لوگ چہرہ دیکھ کر مذاق اُڑاتے ہیں۔یہ دیکھو کیسا چہرہ ہے بندر جیسا وغیرہ۔اس طرح کا مذاق کرنا اسلام میں معیوب ہے۔آج کل فیشن کے دلدادہ اپنے اچھے خاصے چہرہ کوخراب کررہے ہیں۔فرنچ کٹ داڑھی یا پنسل کی نوک کی طرح داڑھی وغیرہ چہرہ پر بد نما دکھتی ہے۔سیدھی سادی داڑھی سے چہرہ پر جو رونق آتی ہے وہ دوسرے طریقوں سے نہیں آتی۔آج کل نوجوان نسل مختلف طریقوں کی ہیر کٹنگ سے چہرہ کو جنگل کے درندوں کی طرح اپنالئے ہیں۔نظر پڑنے پر وحشت ہوتی ہے۔اس سے جہالت کھل کر دکھائی دیتی ہے۔سرکباڑ خانہ

یا گھونسلا دکھائی دیتا ہے۔اچھے خاصے چہرہ کو بے رونق کررہے ہیں۔ چہرہ کی آرائش کے لئے مردوخواتین کے الگ الگ برانڈ کمپنیوں نے تیار کئے ہیں۔وقتی طور پر یہ چہرہ کوخوبصورت' فیئر کردیتی ہیں۔لیکن اس کے مسلسل استعمال سے چہرہ کا رنگ اورگال متاثر ہوجاتے ہیں۔ چندسال بعد عمر سے زیادہ بوڑھے دکھائی دیتے ہیں۔جلدی امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے ہمیں ایک چہرہ دیا ہے۔ہم اسے دوسرا چہرہ نہ بنائیں۔ظاہر وباطن میں یکسانیت ہو۔اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانی دماغوں میں فرق رکھا ہے اس طرح چہروں میں بھی رکھا ہے۔تاکہ آسانی سے پہچانے جائیں۔چہرے کی خوبصورتی جذبہ رحم میں بھی ہے۔اپنے آپ میں جذبہ رحم پیدا کریں۔والدین کے چہرہ پر محبت سے نظر ڈالنے سے نظر تیز ہوتی ہے۔اوراللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔بیمار لوگوں کے پاس عیادت کے لئے جائیں تو خوش وخرم چہرہ لے کر جائیں۔مریض میں تازگی آتی ہے۔کسی کا چہرہ دیکھ کر منہ نہ موڑیں۔یہ تہذیب کے خلاف ہے۔چہرہ اس طرح ہونا چاہئے جس سے مسلمانی ظاہر ہو۔

دل:اچھا وہ ہے جس کا دل آئینہ کی طرح صاف ہو۔اپنے دل ودماغ کو اچھے کاموں میں مشغول رکھو۔بے داغ دل بہت بڑی نعمت ہے۔دل صاف نہیں تو تمام جسم میں فساد برپا ہوتا ہے۔دل کو روشن کرنا ہے تو دم وقدم کی حفاظت' غیرضروری باتوں سے پرہیز ضروری ہے۔خدا تعالیٰ اس کے دل میں داخل نہیں ہوتا جس کے دل میں خواہشوں کا انبار رہتا ہے۔حسد بھی دل کو تباہ کردیتا ہے۔کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے۔کسی کے دل کو نہ دکھائیں۔اللہ تعالیٰ کی عبادت دل سے ہوتی ہے نہ کہ زبان سے۔ہم کوشش کریں دل سے عبادت کرنے کی۔وہی دعا قبول ہوتی ہے جو دل کی تڑپ سے کی جاتی ہے۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں میرے دل کا ذکر اللہ ہے۔جو اہل ایمان ہوتے ہیں ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سکون پاتے ہیں۔ دلوں کا چین بھی اللہ کے ذکر میں ہے۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو وہی پاتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں ہمارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتو سارا جسم درست ہوتا ہے۔اور جب وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے۔وہ دل ہے ۔اللہ تعالیٰ جس کے دل میں رحم ڈالتا ہے وہ نصیب والا ہوتا ہے اور وہ بدنصیب ہوتے ہیں جو بے رحم ہوتے ہیں۔

ہم مصدقان مہدی موعودؑ ہیں۔ہم اپنے دل کو خدا کے لئے خالی رکھیں۔دل اگر اللہ کی یاد میں ہے تو وہ نمازی ہے۔دلوں کو خوش رکھنا بھی عبادت ہے۔کسی کی نسبت بُرا خیال دل میں نہ لائیں۔اس کا عکس دل پر پڑتا ہے۔دلپت رائے جس بت کی پوجا کرتا تھا اس کا عکس اس کے دل پر تھا۔اگر دل میں برائی ہے تو کبھی ہم بھلائی نہیں پاسکتے۔حضرت ام المومنین بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں موت کو بہت یاد کرو اس سے دل نرم ہوتا ہے۔اوراللہ کے ذکر سے دل پاک ہوتا ہے ساری کثافت جسم کی پاک دلی سے جاتی ہے اور انسان لطیف ہوجاتا تب ہی اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔اور ہماری زندگی کا مقصد جسکو ہم مقصد حیات کہتے ہیں' پورا ہوتا ہے اسی لئے حضرت مہدیؑ نے ذکر خفی کی تعلیم دی اور ذکر خفی دل سے ہی ہوتا ہے۔

زندگی کی حفاظت کے لئے دل کی حفاظت ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں کہ اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی فرمانبرداری میں لگادے۔آمین

حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ

آج 5 جمادی الثانی ہے۔ آج ہی کے دن مولانا روم اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

سب سے مشکل کام ذہن سازی ہے اور اس کام کو مولانا نے بہ حسن وخوبی انجام دیا ہے۔

مولانا روم کے ارشادات دراصل قیمتی موتی ہیں۔ قوم کے دانش مندوں سے فائدہ اٹھانا، قومی افراد کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اگر قوم دانش مندوں کو ختم کردے یا ان سے فائدہ نہ اٹھائے تو یہ قوم کی بدنصیبی ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں دانش مندوں کو ختم کردیا جائے تو احمق ان کا بدل نہیں بن سکتے۔ اس طرح ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ ''چالاک لوگ ان درندوں کے مانند ہیں جو اپنے شکار کی تاک میں ناحق چھپے بیٹھتے ہیں'' اس ارشاد میں مولانا روم نے یہ ہدایت دی ہے کہ اُن چالاک لوگوں سے ہوشیار رہیں جو صرف اپنا نفع چاہتے ہیں اس کے حصول کے لئے اگر قومی نقصان بھی ہوجائے تو انہیں کوئی فکر نہیں رہتی ہے۔ جس طرح درندوں کی عادت ہے وہ اپنے شکار کو پانے کے بعد اپنے مقام پر چلے جاتے ہیں انہیں دوسری کوئی فکر نہیں رہتی ہے اس طرح کا مزاج چالاک لوگوں کا ہوتا ہے۔ ان سے ہوشیار رہنے کی آپ نے تعلیم دی ہے۔ معاشرہ میں حریص افراد کو بھی اچھی نظروں سے دیکھا نہیں جاتا ہے۔ اسلام نے بھی حریص کو پسند نہیں کیا ہے۔ حریص نہ صرف گھر والوں کے لئے بلکہ خاندان اور قوم والوں کے لئے بھی باعث تکلیف بن جاتا ہے۔ ہر کوئی اس سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرتا ہے۔ حریص کے تعلق سے مولانا روم فرماتے ہیں ''حریص کی آنکھ کا کوزہ کبھی بھرا ہے نہ بھرے گا'' اس کی طبیعت میں ٹھیراؤ نہیں رہتا ہے وہ ھل من مزید کا نعرہ لگائے ہوتا ہے۔

ان ارشادات میں یہ تعلیم ملتی ہے کہ دانش مندوں سے فائدہ حاصل کریں، تاریخ شاہد ہے کہ وہی قومیں زمانے میں ترقی کرتی ہیں جو اپنے دیرینہ خدمت گذاروں کو خدمت کا موقع فراہم کرتی ہیں، ان کے ساتھ قدم بہ قدم چلتی ہیں۔ قومی وقار کو وہی بلند رکھ سکتے ہیں جو مزاج قومی سے واقف رہتے ہیں۔ اس کے برخلاف جو نا آشنائے قوم ہوتے ہیں، جو اداروں اور انجمنوں سے وابستہ نہ ہو وہ دانش مندوں کی صف میں کھڑے نہیں ہوسکتے۔ مولانا روم نے دانش مندوں سے، تعلیم یافتہ حضرات سے، خدمت گزارانِ قوم سے فائدہ اٹھانے کی تعلیم دی ہے۔ چالاک اور حریص لوگوں سے دور رہنے کی ہدایت دیتے ہوئے ایسے لوگوں سے معاشرہ کو پاک رکھنے کی تعلیم دی ہے۔ چالاک اور حریص لوگوں سے ہمیشہ دور رہیں اور معاشرہ سے ایسے افراد کو پاک کریں۔

اذان

آج ماہ جمادی الثانی کی 6 تاریخ ہے۔ آج اذان پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالی نے ہمیں عبادت کے لئے پیدا کیا ہے اللہ تعالی ان بندوں کو پسند کرتا ہے جو پاکیزگی اور خشوع وخضوع سے عبادت کرتے ہیں۔ عبادت میں اول نماز ہے۔ نماز میں بندہ خدا کے دربار میں رہتا ہے۔ اس حالت میں طہارت و پاکیزگی کے ساتھ باوضو رہنا ضروری ہے۔

نماز وہ عبادت ہے جو عرشِ اعلیٰ پر فرض ہوئی۔ ہر فرض نماز کی اطلاع کے لئے مسجدوں سے اذان ہوتی ہے۔

اذان کے معنی اطلاع دینے اور اعلان کرنے کے ہیں۔ روزانہ فرض نمازوں سے پہلے خاص الفاظ سے نمازیوں کو جو اطلاع دی جاتی ہے اس کو اذان کہتے ہیں۔ ابتداء میں وقت کا اندازہ کر کے جمع ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ 2 ہجری میں ''**الصلوٰۃ جامعہ**'' کہکر لوگوں کو نماز کے لئے جمع کیا جاتا تھا۔ کچھ دنوں بعد حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب دیکھا کہ ایک سبز پوش شخص ناقوس ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف سے گزر رہا ہے۔ میں نے دریافت کیا اس کو فروخت کرو گے۔ اس سبز پوش نے کہا تم اس کو خرید کر کیا کرو گے۔ میں نے کہا اس کو بجا کر نماز کے لئے بلایا کریں گے۔ سبز پوش نے کہا میں تم کو اس سے بہتر اور عمدہ تدبیر نہ بتلاؤں۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ اس نے اذان کے الفاظ کہے۔ جب صبح ہوئی تو میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ خواب بیان کیا۔ آپؐ سنتے ہی ارشاد فرمایا۔ تحقیق یہ خواب بالکل صحیح اور حق ہے۔ حضرت محمدؐ نے عبداللہ بن زیدؓ کو حکم دیا کہ یہ کلمات بلال کو بتلائیں کہ وہ اذان دیں۔ اس لئے کہ بلال کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ بلالؓ نے اذان دی۔ حضرت عمرؓ کے کان میں آواز پہنچی اُسی وقت چادر گھسیٹتے ہوئے گھر سے نکلے۔ حضرت محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دیکر بھیجا۔ میں نے بھی ایسا ہی دیکھا جیسا عبداللہ بن زیدؓ کو دکھلایا گیا۔ یہ سن کر حضرت محمدؐ نے فرمایا **فللہ الحمد**

حضرت عمروؓ و حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا جب تم موذن کی آواز سنو تو وہی الفاظ دہراؤ جو اذان میں کہتا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ کہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے حضرت محمدؐ نے فرمایا اذان سننے کے بعد یہ دعا پڑھیں۔ **اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وابعثه مقاماً محمود ن الذی وعدته** اے اللہ جو اس پوری دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے تو محمدؐ کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور جس مقام محمود کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے تو انہیں وہاں پہنچا دے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں یہ دعا پڑھنے والے پر قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو جائے گی۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اذان کو دھیان سے سنے اور اس کا جواب دے۔ اذان کے وقت بات چیت نہ کرے۔ بلکہ خاموشی اختیار کرے۔ حدیث شرف ہے جو شخص دل سے اذان کا جواب دے گا جنت میں داخل ہوگا۔

اذان عاقل بالغ مرد کو کہنا چاہئے۔ اگر بچے نابالغ ہیں مگر عقل وغیرہ والے ہوں تو ان سے اذان کہلائی جاسکتی ہے۔ اذان کو کون دے؟ اس کے تعلق سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ **لیوذون لکمہ خیارکم** یعنی تم میں سے ایسے لوگ اذان دیں جو اچھے اور نیک ہوں۔ نماز' روزے کا پابند ہو' با اخلاق ہو' نماز کے وقت سے پہلے اذان نہ کہنی چاہئے۔

ہماری ہر عبادت یں خلل ڈالنے کے لئے شیطان ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ لیکن اذان کی آواز پر وہ کوسوں دور بھاگ جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں جب نماز کے لئے اذان دی جاتی ہے تو شیطان ریاح خارج کرتے ہوئے اتنی دور بھاگتا ہے کہ اس کے کانوں تک اذان کی آواز نہ پہنچے اذان پوری ہو جاتی ہے تو وہ واپس آجاتا ہے۔ پھر جب نماز کے لئے اقامت کہی جاتی ہے تو وہ پھر دوبارہ بھاگتا ہے اور اقامت کے کلمات مکمل ہوتے ہی وہ پھر نمازیوں کی طرف واپس آجاتا ہے اور نمازیوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے اور کہتا ہے فلاں کام کرو۔ فلاں بات یاد کر۔ یہاں تک کہ جو باتیں اور جو کام ہمارے ذہن میں نہیں ہوتے' ڈال دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے نمازی کو

بسا وقت یہ یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعت ادا کیں۔ نماز کی حفاظت کے لئے اللہ سے دعا کرتے رہیں۔ کیونکہ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے۔

عبادتوں میں اذان دینا بھی بڑی نیکی ہے۔ حضرت ابوسعدی خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا ہے موذن کی اذان کی آواز جس انتہا تک پہنچتی ہے وہاں تک کے جن وانس اور دوسری چیزیں اس کی گواہی دیں گی۔ اذان دینے والے کو موذن کہا جاتا ہے۔ یہ فریضہ للہ ادا کرنا ہے۔ وہ بھی وضو کے ساتھ۔ سعودی العربیہ میں موذن بغیر وضو کے اذان دیتے ہیں۔ اذان نماز سے جڑی ہوئی ہے۔ جس طرح بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اس طرح بغیر وضو کے اذان' اذان نہیں ہوتی۔ وہ موذن جو ادب واحترام وخشوع سے اذان دیتے ہیں وہ قیامت کے دن بآسانی پہچانے جائیں گے۔۔ حضرت معاویہؓ بیان کرتے ہیں میں نے اللہ کے رسولؐ کا یہ ارشاد سنا اذان کہنے والے لوگ قیامت کے دن سب سے لمبی گردن والے ہوں گے۔

مسجد کے جس حصہ سے بھی یعنی دائیں و بائیں اذان دے صحیح ہے۔ بہتر یہ ہے کہ جس طرف مسلمانوں کی آبادی ہو اس طرف سے اذان دی جائے۔ اذان دینے کے بعد بغیر کسی شرعی عذر کے مسجد سے نکلنا نہیں چاہئے۔ اذان دینے کے بعد تلاوت قرآن یا اللہ کا ذکر کرے۔ بات چیت سے پرہیز کرے۔ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اذان دینے والے کی گردن سب سے اونچی ہوگی اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا۔ موذن کی اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے وہاں تک ہر چیز اس کے لئے قیامت میں گواہی دے گی۔ قابل عزت وفخر ہیں وہ حضرات جو اللہ واسطے یہ فریضہ انجام دیتے ہیں۔

الغرض اذان سننے کے بعد اذان کے الفاظ دہرائیں۔ دعا و درود شریف پڑھیں۔ جو شخص یہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ جو بندہ با جماعت نماز ادا کرتا ہے اس کو ۲۷ درجے زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اس طرح ایک وقت کی نماز پر کم سے کم ہمیں ۲۷ درجے انعامات مل رہے ہیں۔ اس عبادت کو عزیز رکھے اور وقت مقررہ پر نماز ادا کرنے کی ہمیشہ کوشش میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

دنیا میں ہر وقت اذان کی آواز گونجتی ہے یہ دراصل قدرتی طور پر اسلام کی حقانیت ہے۔ دنیا کے نقشہ پر غور کریں تو معلوم ہوگا۔ انڈونیشیا کرہ ارض کے عین مشرق میں واقع ہے' بڑا اسلامی ملک ہے۔ طلوع سحر کے ساتھ ہی اذان شروع ہو جاتی ہے۔ جکارتہ کے بعد ملایا اس کے بعد برما پھر اس کے بعد ڈھاکہ پہنچتا ہے۔ بنگلہ دیش سے کلکتہ سے سری نگر تک اذائیں شروع ہو جاتی ہیں۔ کلکتہ سے ممبئی کی طرف پوری فضاء اللہ اکبر سے گونج اٹھتی ہے۔ اس عرصہ میں فجر کی اذان پاکستان میں بلند ہوتی ہے۔ یہاں یہ سلسلہ ختم ہونے کے بعد افغانستان اور مسقط میں سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ مسقط کے بعد بغداد میں اذانیں حجاز مقدس' یمن' عرب امارت' کویت' عراق میں گونجتی ہیں۔ اسی دوران مصر' صومالیہ' سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ اسی دوران ترکی میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ پھر بحیرا وقیانوس کے مشرقی کنارے پہنچتی ہیں۔ فجر کی اذان بحراوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی انڈونیشاء میں ظہر کی اذان کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ڈھاکہ میں ظہر' انڈونیشاء میں عصر' جس وقت مشرقی انڈونیشیاء میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذانیں گونج رہی ہوتی ہیں۔ کرہ ارض پر ایک سکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت ہزاروں لاکھوں موذن بیک وقت خدائے بزرگ کی توحید اور حضرت محمدؐ کی رسالت کا اعلان نہ کرتے ہوں۔

ذکراللہ کے فوائد

آج ماہ جمادی الثانی کی 7 تاریخ ہے ''ذکراللہ کے فوائد'' پر مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ فرماتا ہے جو میرا ذکر کرتا ہے میں اس کا ذکر کرتا ہوں پھر میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں اور اس کا پیر بن جاتا ہوں۔ ذکراللہ کے معنی اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانی کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اور ہر وقت اپنے خالق ورزاق، اپنے معبود حقیقی اور رب العالمین کو یاد کرتے رہیں۔ مقصد حیات انسانی اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ بندہ جب تک زندہ رہے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کو یاد کرتا رہے۔ ذکراللہ کے سبب بندہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ذکراللہ دل اور روح دونوں کی غذا ہے۔ حضرت ابوداؤدؓ کا قول ہے کہ ہر چیز کو چمکانے والی کوئی شئے ہوتی ہے اور دلوں کو جلا بخشنے والی چیز ذکراللہ ہے۔ اللہ کا ذکر ایک ایسی عبادت ہے جو اللہ اور بندہ کے درمیان باہمی رابطہ وتعلقات کو استوار رکھتی ہے۔ ذکر، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو چاروں طرف سے کھینچ کر جمع کرتا ہے اور خطرات کو دور کرتا ہے۔ ذکر اللہ سے تمام مشکلیں دور ہوجاتی ہیں۔ ذکر سے جسم وجان کو امن نصیب ہوتا ہے۔ ذکراللہ کی لذت تمام لذتوں سے بہتر ہے۔ ذاکرین نے کہا کہ ذکر سے ایسی لذت وحلاوت میسر ہوتی ہے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔

اللہ کا ذکر دعا سے افضل ہے اور یہ مغفرت اور اجر عظیم کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ فلاح وکامرانی، ذہنی سکون اور قلبی اطمینان جیسی بیش بہا نعمتوں کا بھی ضامن ہے۔ یہی وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں جابجا اس بابرکت عمل کو انجام دینے کی تلقین کی ہے۔ سورہ احزاب کی آیات 41 میں ارشاد ہوا "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا" اے ایمان والو اللہ کو خوب یاد کرو اس طرح سورہ انفال کی آیت 45 میں ارشاد ہوا " وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ o "اور اللہ کو خوب یاد کرو تا کہ کامیاب رہو۔ قرآنی آیتوں کے ساتھ احادیث بھی ذکراللہ کی فضیلت کو بیان کرتی ہیں۔ حدیث قدسی ہے ''میں اپنے بندہ کے گمان کے مطابق ہوتا ہوں اور میں ہر دم اس کے ساتھ رہتا ہوں، جب وہ مجھے بھری مجلس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اس مجلس سے بہتر مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث بھی ذکر کی افادیت کو بیان کرتی ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں جب کوئی قوم اللہ کو یاد کرتی ہے تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت انہیں ڈھانک لیتی ہے اور ان پر سکینت وراحت کا نزول ہوتا ہے اور اللہ انہیں فرشتوں کے درمیان یاد کرتا ہے جو اس کے پاس ہوتے ہیں۔ جس طرح کے حدیث قدسی ہے ''جس شخص کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے مشغول کردے میں اسے مانگ کر لینے والوں سے بہتر عنایت کرتا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی اُمت کو یہ مقام ومرتبہ حاصل کرنے کیلئے یہ ہدایت دیتے ہیں کہ ''تمہاری زبان ہر لحہ یاد الٰہی سے تر رہے'' دافع ہلاکت اُمت محمدیہ حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر کی افادیت حاصل کرنے کے لئے ذکر دوام کو فرض فرمایا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، شیطان ابن آدم کے دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان الگ ہٹ جاتا ہے اور جب اس پر غفلت طاری ہوجاتی ہے تو شیطان اسے وسوسے میں مبتلا کرنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بندہ شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ اللہ کی یاد سے غفلت دراصل دنیا وآخرت دونوں جہاں میں نقصان وخسران کا موجب ہوجاتی ہے۔ اس لئے اللہ کے رسول ﷺ

ارشاد فرماتے ہیں اللہ کو یاد کرنے والے زندوں کے مانند اور اسے یاد نہ کرنے والے مردوں کے مانند۔اس ارشاد رسول اللہ ﷺ سے علم ہوا کہ جو اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں وہ دراصل زندہ ہیں اور جو ذکر سے غفلت برتتے ہیں، جو ذکر سے دور رہتے ہیں ان کی مثال مردوں کی طرح ہے۔
ایک شخص نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ سب سے افضل عمل کونسا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا تم اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہو کہ تمہاری زبان اللہ کی یاد میں مشغول ہو۔

ذکر اللہ کے بے شمار فوائد ہیں۔ذکر اللہ دل کو شیشے کی طرح صاف اور روشن کر دیتا ہے۔چہرہ کو نورانی بنا دیتا ہے۔دل میں فرحت و سرور پیدا کرتا ہے۔اللہ کی رضا و خوشنودی کا سبب ہوتا ہے، دل کے تمام غم و فکر اور قلبی پریشانیوں کو دفع کرتا ہے، دل اور زبان کو طاقت بخشتا ہے۔ شیطان کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ذاکر کے لئے سراسر شفاء بھی ہے۔ذکر کی معراج یہ ہے کہ اس سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔اس محبت میں جس قدر شدت ہو گی فضل خداوندی سے دیدار خدا کی منزل آسان ہو گی۔ یہ محبت الٰہی ہی اسلام کی روح ہے جو عین اسلام، حقیقت اسلام ہے۔اس انعام کو پانے کے لئے حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر اللہ کو فرض فرمایا، یہ بالکل صحیح ہے کہ جب تک بندہ للّٰہیت کے جذبہ کے ساتھ نام، نمود۔شہرت کو چھوڑ کر خالصتاً للہ، اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے نزدیک مکرم اور معزز وہ بندہ ہے جس کی زبان ذکر الٰہی سے ہر وقت تر رہتی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر کی خاص تعلیم دی ہے اور وہ تعلیم اپنے مرشد سے حاصل کر کے اپنے مقصد حیات کو پہنچنا چاہئے اور اپنی زندگی کا ہر لمحہ ذکر خفی میں گذارنا چاہئے۔

عمل صالح

آج جمادی الثانی کی 8 تاریخ ہے۔عمل صالح پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اس دنیا میں کام نکالنے کے کئی طریقے ہیں۔کہیں ایمانداری پر کام ہوتا ہے کہیں بے ایمانی سے کام نکالا جاتا ہے۔کہیں قابلیت پر تقرر ہوتا ہے، کہیں سفارش کام آتی ہے اور کہیں روپیہ کام کر جاتا ہے۔اس نیل گو آسمان کے نیچے اس طرح کے کام شب و روز ہوتے رہتے ہیں۔بہر حال دنیوی زندگی کس طرح بھی گزر جاتی ہے لیکن جو دائمی زندگی ہے وہاں اس طرح کے کام نہیں ہوتے ہیں۔تقویٰ پرہیزگاری، عبادت و ریاضت پر انعام دیا جاتا ہے۔اس سے ہٹ کر کوئی بات وہاں چلنے والی نہیں ہے

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا، اے لوگو تم میرے پاس حسب نسب لے کر نہ آؤ بلکہ اعمال لے کر آؤ۔حضور نبی اکرم ﷺ نے عمل کی طرف توجہ دلائی ہے اور فرمایا کہ حسب نسب سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔آپ نے اپنی چہیتی بیٹی بی بی فاطمہؓ سے فرمایا اے فاطمہ عمل کر اور تکیہ مت کر اس پر کہ تو میری بیٹی ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس بہترین سفارش اعمال ہی ہیں۔کوئی زمین، کوئی شئے ، اولاد، مال و دولت، انسان کو مقدس نہیں بناتے ہیں بلکہ اس کے اعمال ہی اسے مقدس بناتے ہیں۔یہی تعلیم خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے بھی دی ہے۔انسان کی اصلیت اس کے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے مصدق مہدی موعودؑ کے مقام و مرتبہ کو اس ارشاد میں ظاہر کیا ہے ''دنیا تمہارے لئے ہے اے کافرو اور عقبیٰ یعنی آخرت تمہارے لئے ہے اے ناقص مومنو اور خدا میرے لئے اور میری پیروی کرنے

والے کے لئے ہے‘‘

بزرگوں نے کہا ہے کہ شرافت عقل وادب سے ہے نہ کہ مال ونسب سے کیونکہ حسب نسب و مال انسان کو قید میں رکھتا ہے۔ جو حسب و نسب کے چکر میں پھنسے رہتے ہیں ان کی روحانی پرواز منقطع ہوجاتی ہے۔ وہ تکبر وغرور میں مبتلا ہوجاتے ہیں وہ اس بات سے بھی بے خبر رہتے ہیں کہ یہ کردار انہیں خسارہ میں لے جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اعمال قابل فخر ہی نہیں بلکہ راہ نجات کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے خدا تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ احمد کا بیٹا ہے یا مہدی کا حق تعالیٰ عمل با محبت پوچھے گا۔ اس سلسلے میں مزید سختی کے ساتھ آپ نے فرمایا بندہ کا جامہ پہنو اور برکت کے لئے گھر میں مت رکھو اگر بندہ کا پوست پہنو گے تو جو کچھ بندہ کہتا ہے (اُس پر) جب تک عمل نہ کرو گے نجات نہ پاؤ گے کیونکہ خدا اس بات پر قادر ہے تم سے میرا پوست الگ کر کے جہنم میں ڈالدے۔ ان تمام ارشادات کی روشنی میں جو بات نمایاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ خاتمین نے عمل کی طرف زیادہ توجہ دلائی اور نسب کوئی فائدہ پہونچانے والی چیز نہیں ہے بتایا۔ حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ، حضرت شاہ خوندمیرؓ، حضرت میاں شاہ نعمتؓ نے بھی دائروں میں اپنے اپنے بھائیوں سے کہتے اگر کوئی شخص ہماری ذات میں مہدیؑ کے عمل کے خلاف کوئی چیز دیکھے اور ہمارا دامن نہ پکڑے تو ہم کل قیامت کے دن ان کا دامن پکڑیں گے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اے آدم کے بیٹے قیامت کے دن کسب کا سوال کیا جائے گا نسب کا سوال نہیں کیا جائے گا ۔اس سے معلوم ہوا کہ نسب کسی بھی مقام پر، کسی بھی موقعہ پر کام آنے والا نہیں ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا تم میرے پاس اپنے اعمال لاؤ اپنے نسب مت لاؤ۔ کہا گیا جنت اس کے لئے ہے جس نے اطاعت کی اگر چہ حبشی ہو۔ اور دوزخ گنہگار کے لئے ہے اگر چہ غلام حبشی ہو۔ ارشاد خداوندی ہے ” وَالْعَصْرِo اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍo اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ(سورہ العصر) ۔قسم ہے زمانے کی بے شک انسان تضیع عمر کی وجہ سے خسارے میں ہے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح پر گامزن ہیں یہ لوگ نقصان اٹھانے سے محفوظ ہیں“ عمل صالح کی توضیح وتشریح حضرت مہدی موعودؑ نے اس طرح فرمائی ترک دنیا یعنی ترک وجود کو عمل صالح فرمایا۔ جب اپنے وجود کو ہی ترک کیا جارہا ہو تو نسب کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔ غرض حضرت مہدی موعودؑ نے ہر موقعہ پر عمل کی ہی طرف دعوت دی ہے۔

حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کی اس نقل میں عمل صالح سے مراد وجود کو ترک کرنے یعنی ترک خودی ونفس کو ختم کر کے جو عمل یا عبادت کی جاتی ہے وہ عمل صالح کی تعریف میں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے تو عبادت کے لئے، خالق کی بندگی کے لئے۔ اس عبادت یا بندگی سے اگر یہ کیفیت پیدا ہوجائے کہ میں عبادت گزار ہوں، تقویٰ شعار ہوں، نیک عمل کر رہا ہوں، صراط مستقیم پر ہوں اس وسوسہ وخیال سے پرہیز ضروری ہے ورنہ تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ اس منزل پر ضروری ہے کہ اپنے وجود کو ترک کریں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں میں کچھ بھی نہیں ہوں صرف تو ہی تو ہے۔ جو بھی عبادت وریاضت کی توفیق ہو رہی ہے وہ صرف اور صرف فضل خداوندی سے ہے وجود کو ترک کر کے نفس کو ختم کر کے للّٰہیت کے جذبہ کے تحت خوف خداوندی سے جب عبادت کی جاتی ہے تو یہ عمل صالح ہوجاتی ہے۔ پروردگار عالم اسی عبادت کو پسند کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص عمل صالح پر کاربند ہوگا وہی مہدوی کہلانے کا مستحق ہے۔ یہ بات بھی ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ حصول نجات کے لئے نسبت کا ہونا کافی نہیں بلکہ عمل صالح پر ہی حصول نجات ہے۔ ترک وجود اور عمل صالح کا معاملہ دن ورات کی طرح ہے۔ کائنات کے

نظام میں دن ورات کو جو اہمیت حاصل ہے اس طرح انسانی زندگی میں ترک وجود اور عمل صالح کو اہمیت حاصل ہے۔اس سلسلے کا پہلا قدم یہی ہے کہ میں کچھ بھی نہیں صرف تو ہی تو ہے۔یعنی ہماری حیثیت کچھ نہیں صرف اللہ ہی اللہ ہے۔اس کے بعد کا قدم ہوتا ہے شریعت، جو دراصل اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کا نام ہے۔اس کے بعد خاتم الولایت محمد یہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی تعلیمات سے اپنے نفس کو سنوارنا ہے۔دل کو یادالٰہی میں غرق کرنا ہے۔ان راہوں پر سے جب زندگی گزرتی ہے تو وہ عمل صالح بن جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں ہر حال میں باعمل زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ہماری عبادتوں میں اخلاص پیدا ہو۔(آمین)

عقیقہ

آج ماہ جمادی الثانی کی 9 تاریخ ہے۔عقیقہ پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

شریعت میں عقیقہ کے معنی بچے کے پیدا ہونے کے ساتویں دن بچے کی طرف سے بکرے کا ذبح کرنا ہے۔حضرت نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے بچہ پیدا ہونے پر عقیقہ کرنا چاہئے۔لہٰذا اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس بچے سے گندگی وغیرہ کو دور کرو۔

حضرت محمدؐ نے والدین کو اپنے بچوں کا عقیقہ کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔آپ نے اپنے دونوں نواسوں حضرت حسنؓ وحسینؓ کا عقیقہ کیا۔حدیث شریف ہے کہ بچہ اپنے عقیقہ کا گروی ہوتا ہے تو ساتویں دن اس کا عقیقہ کردو اور اس کا نام رکھدو اور سر منڈاؤ۔آپؐ نے فرمایا لڑکا ہو تو دو بکرے لڑکی ہو تو ایک۔اگر کوئی مجبوری ہو تو لڑکے کی طرف سے ایک جانور بھی کافی ہے۔اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کرسکیں تو گیارھویں یا اکیسویں دن عقیقہ کیا جائے۔

قربانی کے لئے جو جانور لیا جاتا ہے' عقیقہ کا جانور بھی اسی طرح کا ہو۔لنگڑا' معذور نہ ہو۔کیونکہ جس جانور کی قربانی درست ہے ویسے ہی جانور کی قربانی عقیقہ میں درست ہے۔عقیقہ کا گوشت ہر شخص کھا سکتا ہے۔عقیقہ کے گوشت کھانے کی کسی پر بھی پابندی نہیں۔قربانی کا گوشت جس طرح تقسیم کیا جاتا ہے اس طرح یہ گوشت بھی تقسیم کیا جائے۔عقیقہ کی خوشی میں لوگوں کی دعوت کرنا اور اس کا گوشت پکا کر بھی کھلانا بھی درست ہے۔ذبح کرتے وقت لڑکا یا لڑکی کا نام لیتے ہوئے باپ کا نام بھی لیں۔

عقیقہ دراصل بچے کی طرف سے اللہ کے تقرب کو حاصل کرنے کا اور بچہ کو مصائب وآفات سے بچانے کا فدیہ ہے۔بچہ کے والدین کے لئے شفاعت کرنے کا ذریعہ ہے۔اکثر دیکھا گیا کہ والدین عقیقہ پر اہمیت نہیں دیتے ہیں جتنا سالگرہ پر دیتے ہیں۔حضرت محمدؐ کے حکم پر چلنا چاہئے۔اطاعت رسول اللہ ﷺ ہی میں مومن کی نجات ہے۔لہٰذا اپنے بچوں کا عقیقہ کر کے اطاعت اللہ ورسول اللہ ﷺ کا ثبوت دیں۔

میاچنگ کا تجربہ

آج ماہ جمادی الثانی کی 10 تاریخ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں پیدا کیا۔اس زمین پر انسان اپنی خواہشات کی تکمیل کرتا ہے۔حالات، وقت کے لحاظ سے اس کی خواہش مختلف ہوا کرتی ہیں کسی کی خواہش ڈاکٹر،انجینئر بننے کی،کسی کو خواہش اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ یا لندن جانے کی۔کسی کی خواہش موٹر سیکل یا موٹر خریدنے کی کسی کو خواہش رہائش کے لئے ایک اچھے مکان کی تعمیر۔الغرض ہر کوئی کسی نہ کسی خواہش کی تکمیل میں سرگرم رہتا ہے۔

بفضل تعالیٰ ہم والد کے مکان میں پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔اللہ کا یہ کرم ہوا کہ ہم نے بھی ایک مکان خریدا۔لیکن اس موقوف میں نہیں تھے کہ گرا کر نیا مکان تعمیر کرسکیں۔اللہ مسب الاسباب ہے فرزند کا رزق سعودی العربیہ میں رکھا۔حالات سازگار بنے ہم نے مکان کو فرزند کے تفویض کردیا۔فرزند نے اس کو گرا کر نیا مکان بنانے کی خواہش ہمارے سامنے پیش کی۔بفضل تعالیٰ ہم نے فرزند کی خواہش 4 ماہ میں پوری کردی۔مکان کی تعمیر بعد کلر کے انتخاب کا مسئلہ سامنے آیا۔دروازوں و گیٹ کو کونسا رنگ کیا جائے،دیوان خانہ،دالان،بیڈ رومس اور بیرونی حصہ میں کونسا کلر انتخاب کیا جائے۔ہر ایک کی خواہش تھی کلر کا میاچ اچھا ہوتا کہ دلفریب وخوشنما نظر آئے۔اس کام کی شروعات کے لئے پہلے کلر شاپ گئے۔اپنا عندیہ ظاہر کئے دوکاندار نے سامنے مختلف کلروں کے ایک نہیں کئی کارڈ رکھدیئے یہ دیکھ کر ہمیں حیرت ہوئی ہم نے کہا بھائی صرف ایک کارڈ کافی ہے ہم اس میں سے دروازوں،دیواروں اور گیٹ کا کلر پسند کرلیں گے۔ہماری اس بات پر دوکاندار نے کہا بھائی صاحب آپ کو شاید علم نہیں ہے کہ لکڑی کے لئے لوہے کے لئے اندرونی دیواروں کے لئے اور بیرونی دیواروں کے لئے علیحدہ علیحدہ قسم کے رنگ ہوتے ہیں یہ اس کے کارڈ ہیں ان کلروں کی اقسام بھی الگ ہوتی ہیں یہ چار کارڈ رکھیئے یہ لکڑی کے لئے،یہ لوہے کے لئے،یہ بیرونی دیواروں کے لئے اور یہ اندرونی دیواروں کا ہے ان میں سے شیڈ پسند کیجئے ہم نے کہا یہ اب ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔یہ چار کارڈ ہمیں دیجئے گھر جا کر اس کا تفصیلی جائزہ لیں گے۔شیڈ پسند آنے کے بعد آئیں گے۔دوکاندار سے کارڈ حاصل کرکے مکان واپس آئے اور چاروں کارڈ گھر والوں کے سامنے پیش کئے سب ملکر ایک ایک کارڈ کا بہت ہی غور سے مطالعہ کرتے رہے ان شیڈوں کو قریب اور دور کرتے ہوئے دیکھتے رہے کہ کس طرح دیکھ رہا ہے۔دروازوں،دیواروں کے شیڈوں کو ایک کے اوپر ایک رکھ کر تقابل کرتے رہے۔اس منزل پر ہر ایک کی آرزو وخواہش تھی کہ دروازوں،دیواروں،وغیرہ میں کلر کی اچھی میاچنگ ہو۔اس تقابل کے دوران اچانک ذہن میں یہ بات آئی کہ دنیا فانی ہے مکان ایک مسافر خانہ ہے تم جس مکان میں ہو وہ والدہ کے نانا کا تھا وہ اس مکان میں نہیں رہے۔تمہارے والد نے خریدا وہ بھی اس مکان میں مقررہ زندگی گزار کر اس فانی دنیا سے کوچ کرگئے۔ان بزرگوں نے کبھی بھی میاچنگ پر توجہ نہیں دی۔آج تم اس مکان کے دیواروں،دروازوں کے کلر کے میاچنگ میں کتنی جانفشانی سے دلچسپی لے رہے ہو۔کبھی اپنی گزری ہوئی زندگی کی میاچنگ،اسلامی تعلیمات سے کی۔اپنی زندگی کی میاچنگ،سنت رسول اللہ سے کی،اپنی زندگی کی میاچنگ قرآن کے مطابق کی،رجب اللہ کا مہینہ ہے اس مہینہ کی زندگی خدائی احکامات کی پابندی میں گزاری۔زندگی میں کئی

رمضان آئے کیا اس مقدس ماہ سے میاچنگ کرتے ہوئے زندگی بسر کی، روزہ رکھا لیکن روزہ کی کیفیت کیا پائی، اپنی زندگی کی میاچنگ کبھی تعلیمات خاتم الولایت محمدیہ سے کی۔ خشوع وخضوع سے جسطرح نماز ادا کرنا ہے۔ میاچنگ کرکے دیکھا کہ اسطرح سے نماز ادا کی۔ رہن سہن، عادت، اطوار، اخلاق کردار، بات چیت، عبادت وریاضت، معاملات وغیرہ کی میاچنگ اسلامی تعلیمات کے مطابق رہی؟ اس دنیا میں تیرا وجود ایک مسافر جیسا ہے اور مسافرانہ زندگی میں میاچنگ میں مصروف ہے لیکن آخرت کی زندگی جو دائمی زندگی ہے اسکی میاچنگ کی تجھے فکر نہیں؟ اس منزل پر شرمندگی محسوس ہوئی کہ کوئی گناہ کر بیٹھا اور یکا یک میاچنگ پر آخرت کا تصور آ گیا اور دل کانپ اٹھا۔ آنکھ نم ہوگئی بے ساختہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ ارشاد یاد آ گیا، کاش پرندہ ہوتا ایک درخت سے دوسرے درخت پر اُڑتا پھرتا اور زندگی یوں ہی گزر جاتی۔

تعزیت

آج ماہ جمادی الثانی کی 11 تاریخ ہے۔ آیئے تعزیت پر سننے کی اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

اس دنیا میں پیدا ہونے کا مطلب ایک نہ ایک دن اس دنیا سے گزرنا ہے۔ موت کا وقت مقرر ہے۔ نہ وہ ایک لمحہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے۔ بہر حال موت کو گلے لگانا ضروری ہے۔ اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ یعنی موت برحق ہے۔ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ضروری ہے جس گھر میں موت ہو جائے اس گھر کے لوگوں کو تسکین دینا اور ان کو صبر وشکر کی تلقین کرنا سنت ہے۔ اس کو شریعت میں تعزیت کہتے ہیں۔

تعزیت یعنی پرسہ دینا اسلامی طریقہ ہے۔ میت کے گھر والوں کی تعزیت کرنا (مرحوم کے لے دعا کرنا) اور انہیں صبر کی تلقین کرنا' مرحوم کے اچھے کاموں کا ذکر کرنا اور دعا کرنا سنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس مصیبت زدہ کے لئے ہے۔ حضرت محمدؐ نے ایک شخص کی تعزیت کرتے ہوئے فرمایا اللہ اس پر رحم فرمائے اور تمہیں اجر عطا فرمائے۔ یہ اسلامی تہذیب وتمدن ہیکہ مرنے والے کے لواحقین سے جا کر تعزیت کریں۔ اس طریقے سے ایک اپنائیت کا پہلو ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرا غمزدہ فرد کو ایک طرح سے اطمینان' سکون اور غم میں کمی محسوس ہوتی ہے۔ وہ دل ہی دل میں کہتا ہے کہ میرے غم میں دوسرے بھائی بھی شریک ہیں۔

تعزیت' دور رہنے پر بذریعہ خط بھی کی جا سکتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے لڑکے کا انتقال ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے انہیں خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے معاذ بن جبل کے نام۔ سلام علیک۔ میں اللہ کی حمد وثناء کرتا ہوں جس کے سوا کوئی الہ نہیں۔ اما بعد۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور تمہیں صبر اور ہمیں اور تمہیں دونوں کو شکر کی توفیق دے۔ ہمارا مال' ہمارے گھر والے اور ہمارے بچے سب اللہ کی عمدہ نعمتیں ہیں جو اس نے بطور امانت دے رکھی ہیں۔ اور ہمیں ان کی حفاظت ونگہبانی کا حکم دیا ہے۔ ہم لوگ ان سے ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور وہ ایک مقررہ وقت پر انہیں ہم سے واپس لے لیتا ہے۔ جب ہمیں کوئی چیز ملے تو ہم پر اللہ کا شکر کرنا ضروری ہے۔ اور جب ہمیں کوئی مصیبت پہنچے تو ہم پر صبر کرنا فرض ہے۔ تمہارا لڑکا اللہ کی عمدہ نعمتوں میں سے تھا اور اس کی طرف سے

تمہارے پاس امانت تھا۔جس کی نگہبانی اور حفاظت کا تمہیں حکم دیا گیا تھا۔اگر تم ثواب لینا چاہو تو صبر کرو۔ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے صبری تمہارے اجر کو ختم کر دے اور پھر شرمندہ ہونا پڑے۔یاد رکھو کہ بے صبری کسی چیز کو لوٹا نہیں سکتی اور نہ رنج وغم کو دور کر سکتی ہے جو ہونا تھا ہو گیا۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی معاشرہ کے ہر عمل پر نظر ہے۔اس کے آداب' طور طریقے کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ایک آدمی اپنے گھر والوں کے ساتھ شب وروز زندگی گزارتا ہے۔ایک ساتھ کھاتا پیتا' اٹھتا بیٹھتا ہے اس کے دکھ سکھ میں خوشی وغمی میں ساتھ دیتا ہے۔وہ ایک دن اس دنیا سے گزر جاتا ہے۔اس کی موت واقع ہو جاتی ہے۔گھر والوں پر اس کا گزر جانے کا شدید غم ہوتا ہے۔ایسے موقعوں پر رشتہ داروں' دوستوں کا فریضہ ہوتا ہے کہ گھر والوں کو صبر کی تلقین کریں اس کی تعزیت کریں ان کو پرسہ دیں۔ایسے موقع پر مرحوم کے نیک عمل کی تعریف وتوصیف کریں۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا عمل تھا کہ آپ مرحوم کے گھر جا کر لواحقین سے تعزیت فرمایا کرتے تھے اور ان کو صبر کی تلقین کرتے تھے۔جس گھر میں موت ہو اس کے یہاں کھانا وغیرہ بھیجا جاتا ہے۔الحمد اللہ آج بھی یہ طریقہ جاری ہے۔مگر یہ کھانا تین دن سے زیادہ نہ بھیجیں۔بعض عورتیں ایسے موقعہ پر نت نئے مسائل بھی کھڑا کر دیتی ہیں۔بعض عورتیں میت کے گھر میں تین دن تک چولہے میں آگ جلانے کو برا سمجھتی ہیں۔یہ بالکل جاہلانہ خیال ہے۔

تعزیت کے وقت میت کے لئے دعا کریں۔جس گھر میں میت ہو جائے ان کے قریبی رشتہ دار اور پڑوسیوں کے لئے مستحب ہے کہ کھانا پکا کر بھیجیں۔غرض تعزیت کرنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا عمل ہے۔لہٰذا اس عمل کی پیروی کریں۔

نماز تہجد

آج ماہ جمادی الثانی کی 12 تاریخ ہے۔

دین کیا ہے اسلام ہے۔کتاب وسنت کے دائرہ میں ہی اسلامی عبادت وریاضت ہے۔اس سے ہٹ کر جو عبادت کی جاتی ہے وہ خدائی عبادت نہیں ہو سکتی۔عبادت دن میں بھی ہے اور رات میں بھی ہے۔آٹھوں پہر اللہ کی عبادت ہو سکتی ہے۔حضرت عمرو بن عنبہؓ سے روایت ہے حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا'' رب اپنے بندے سے سب سے زیادہ قریب رات کے آخری حصہ میں ہوتا ہے۔پس اگر تم سے یہ بات ہو چکے کہ تم رات کے آخری حصہ میں اللہ کو یاد کرنے والوں میں شامل ہو تو ایسا کرو۔اللہ تعالیٰ کے جو مقرب بندے ہیں وہ رات کو بہت ہی کم سوتے ہیں۔کیونکہ رات کی عبادت روح کو منور کرتی ہے۔رات کے آخری حصہ میں اللہ کی رحمت بندوں کی طرف بہت زیادہ متوجہ ہوتی ہے۔اس لئے خدا کو اپنے سے قریب اور خدا سے قریب ہونے کے لئے یہ وقت سب سے زیادہ موزوں رہتا ہے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھے پکارے میں اس کی دعا قبول کروں' کوئی ہے جو مجھ سے مانگیں اس کو دوں' کوئی ہے مجھ سے بخشش طلب کرے میں اس کو بخش دوں۔

رات کے آخری حصے میں جو نماز ادا کی جاتی ہے۔وہ تہجد کی نماز ہے۔سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہوا ہے۔ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ پس اے نبی رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ ہے۔جب ساری مخلوق سوتی رہتی ہے خدا کے بعض مخلص بندے اس کی

نماز پڑھتے رہتے ہیں۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا ''فرض نمازوں کے بعد سب نمازوں سے افضل نماز تہجد ہے۔ اور رمضان کے روزوں کے بعد افضل روزے محرم کے ہیں۔

تہجد کی نماز کو قیام اللیل بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نماز حضور نبی اکرم ﷺ پر علاوہ نماز پنجگانہ کے فرض تھی۔ امت کے لئے ایک نفلی عبادت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اس نماز کی ادائی کی طرف بھی توجہ دلائے تھے آپ نے فرمایا۔ مسلمانوں تم سب نماز تہجد کا اہتمام کرو۔ اس لئے کہ تم سے پہلے نیک لوگوں کا یہ طریقہ رہا ہے اور یہ نماز تمہیں تمہارے رب سے قریب کردے گی اور گناہوں کا کفارہ بنیگی۔ اور معاصی سے روکے گی۔ آپ فرماتے ہیں نماز تہجد کو لازم کرلو کہ یہ آداب صالحین سے ہے اور موجب قرب الٰہی ہے۔ ایک اور راوی حضرت ابوامامہؓ ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا ''تہجد ضرور پڑھا کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کی روش تھی اور تمہارے لئے اپنے رب کے قریب کا وسیلہ گناہوں کے مٹنے کا ذریعہ اور (مزید) گناہوں سے بچنے کا سبب ہے۔ ایک اور موقع پر اپنے صحابہ کو ہدایت دیتے ہوئے محمدؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کرلو اس لئے کہ تم سے پہلے جو اللہ کے بندے گزرے ہیں ان کا یہی طریقہ رہا ہے اور یہ تمہارے رب سے قریب کرنے والی ہے۔ چھوٹے گناہوں کو مٹانے والی اور بڑے گناہ سے روکنے والی چیز ہے۔ اس نماز کی فضیلت حدیث شریف میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص رات کو دو رکعتیں ہی پڑھ لے تو یہ دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔

صالح کردار' تقویٰ شعار اور پرہیزگار بنانے میں نماز تہجد اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کی ادائی سے بندہ نیک نفس اور خدا کے قریب ہوکر روحانی ترقی پاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا۔ اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اٹھا پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنی عورت کو جگایا پھر اس نے (بھی) نماز پڑھی۔ پھر اگر عورت (غلبہ نیند کے باعث) نہ جاگی تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور اس عورت پر اللہ کی رحمت کو جو رات کو اٹھی پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا پھر اس نے (بھی) نماز پڑھی۔ اگر خاوند (غلبہ نیند کے باعث) نہ جاگا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی اس نماز کو ادا کریں۔ اس نماز کی کیفیت اور چاشنی کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ دریا میں تیرنے کا لطف وہی حاصل کرتے ہیں جو تیرتے ہیں۔ ساحل پر بیٹھنے والے اس لطف کو محسوس نہیں کرسکتے۔

نماز تہجد رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی ہے۔ اس ادائی کے لئے یکسوئی' اطمینان قلب' چاک و چوبند رہنا ضروری ہے۔ نماز عشاء کے بعد سوکر اٹھنے کے بعد یہ نماز پڑھنی چاہئے۔ اس ادائی کے لئے دن میں سوکر اٹھنا چاہئے۔ جس کی وجہ سے اطمینان سے نماز ادا ہوسکتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے حضرت محمدؐ نے فرمایا۔ دن میں روزہ رکھنے پر سحری سے مدد لو اور تہجد کی نماز پڑھنے پر دن کے قیلولہ سے مدد لو۔ مطلب یہی ہے کہ سحری کرنے سے روزہ آرام سے گزرتا ہے۔ سستی یا کمزوری پیدا نہیں ہوتی۔ اس طرح جو تہجد کے لئے اٹھنا چاہتے ہیں وہ دن میں کچھ سولیا کریں۔ تاکہ نیند کی کمی پوری ہوجائے۔ اولیاء اللہ اور علماء باللہ نے سختی سے اس نماز کی پابندی کی ہے۔ شب بیداری دراصل خدا کی ایک سنت کو اختیار کرنا ہے۔ اور رات کا تعلق ولایت سے ہے۔ فیض خاتم ولایت کے لئے نماز تہجد کا پڑھنا ضروری ہے۔ ہر مہدوی کی آرزو و خواہش یہی ہونا چاہئے کہ وہ فیض ولایت کو حاصل کرے۔ اسی لئے حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ فرماتے ہیں۔ مہدیؑ کی قوم رات کے قیام اور تہجد کی نماز اور اس میں دو رکعتوں کی ادائی پابند ہے۔ آپؒ نے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں رات کے پچھلے پہر میں اُٹھنے کی جہاں

تک ممکن ہو کامل کوشش کریں۔ کیونکہ اس کی تاثیر بدرجہ اتم ہے۔ دائروں میں مرد کے علاوہ خواتین بھی تہجد کی پابند تھیں۔ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کے دائرہ کی دو کنیزیں ایک دوسرے سے بیان کرتی ہیں بہن اللہ کے فضل سے عمر بھر ایک وقت بھی میری نماز تہجد قضا نہیں ہوئی۔ دائرہ کے کنیزوں کی یہ کیفیت ہے۔ تو پھر مردوں اور صاحب دائرہ کی کیا کیفیت نہ ہوگی۔

اس نماز کی رکعتیں دو سے بارہ تک ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے آدھی رات میں کم سے کم دو رکعت کی ادائی کا حکم دیا ہے۔ جو دائروں میں بزرگان دین دس رکعت (پانچ دوگانے) کے ساتھ دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھا کرتے ہیں۔ بی بی عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ یعنی دس تہجد کی اور تین وتر کی۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ جب کسی کام کی گھر والوں سے یا آفیسر یا اپنے بڑوں یعنی بزرگوں سے مل جاتی ہے تو وہ بے خوف وخطر اطمینان کے ساتھ وہ کام کر جاتا ہے۔ جس طرح لائسنس یافتہ بلا کسی خوف کے اپنی بائیک چلاتا ہے اس طرح نماز تہجد کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مرشد سے اجازت حاصل کر کے یہ نماز ادا کرے۔ موجودہ دور کے دنیوی تعلیم یافتہ' روشن خیال حضرات کہتے ہیں۔ خدا کی عبادت کے لئے اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے اس نماز کی اہمیت پر غور کریں پھر کب اور کس وقت یہ نماز پڑھی جاتی ہے۔ رات کا تعلق ولایت ہے۔ تمام سوتے رہتے ہیں آپ کو عبادت کی توفیق نصیب ہو رہی ہے یہ وقت خاص ہوتا ہے۔ اس خاص وقت کی عبادت کے لئے مرشد کی اجازت بے حد ضروری ہے۔ ورنہ نقصان کا اندیشہ ہے۔ وہ افراد جو طریقت وحقیقت کی حقانیت کو جانتے ہیں وہ اس بات کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو ابوجہل نے کئی بار دیکھا ملاقات کیا لیکن ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف حضرت اویس قرنیؓ نے نہ آپ کو دیکھا نہ ملاقات کی۔ پھر بھی ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ لہٰذا تعلیمات ولایت میں عشق کی ضرورت ہے نہ کہ کیوں' کب' کیا کی۔

مہدویہ دائروں سے تعلیمات خاتم الولایت محمدیہ کا سورج طلوع ہوتا تھا جس کا جتنا ظرف ہوتا وہ حاصل کر کے اپنی روح کی پیاس بجھاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ جس مقصد کے لئے انسان کی تخلیق فرمائی اس مقصد کی تکمیل ہو جاتی تھی۔ یعنی طلب دیدار خدا کی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے مخلص طالبانِ خدا کو اپنے دیدار سے مشرف فرماتا تھا۔ ہمارے سامنے راہ ہے' منزل بھی ہے۔ سامان سفر بھی ہے۔ صرف سامان کے ساتھ سفر کرنا ہے۔ بغیر سفر کے کوئی بھی منزل کو نہیں پہنچتا ہے نہ پہنچ سکتا ہے۔

قرض وحالات

آج ماہ جمادی الثانی کی 13 تاریخ ہے۔ قرض پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

زندگی میں ایک دوسرے شخص کو قرض لینے کی ضرورت حالات کے لحاظ سے پڑ جاتی ہے۔ یہ کوئی معیوب بات نہیں بلکہ جائز ہے۔ قرض دے کر دوسروں کی مدد کرنا باعث اجر وثواب ہے۔

زندگی کے سفر میں اُتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ کبھی ہاتھ کشادہ اور کبھی تنگدست ہو جاتا ہے۔ زندگی کی ضروریات کی تکمیل کے لے وقتی طور پر اپنے پڑوسی یا رشتہ دار سے قرض حاصل کرنا پڑتا ہے۔ اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ایسے حالات میں قرض حاصل کیا جائے۔

کوئی بھی خوشی سے مقروض بننا نہیں چاہتا۔ حالات اس کو مقروض بنا دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی قرض دے کر مدد کرنا رشتہ داروں اور پڑوسیوں کی ذمہ داری ہے۔

قرض کوئی شوق سے خوشی سے نہیں لیتا۔ تنگدستی اور مجبوری کی حالات میں لیتا ہے۔ نیت بھی ادائی کی رکھیں۔ اگر کوئی شخص قرض لے کر دینے کی نیت نہ ہو تو چور ہے۔ آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ قرض رکھ کر عمرہ وحج کی ادائی ہو رہی ہے۔ قرض ادا کئے بغیر جو حج کو جاتا ہے وہ ظالم گناہگار ہے۔ قرض ایک بوجھ کے مانند دل ودماغ پر چھائے رہتا ہے۔ کوشش کریں اس کی جلد سے جلد ادائی ہو۔

مجبوری کی حالت میں قرض لیں۔ کیونکہ قرض کی عادت پڑ گئی تو چھوٹتی نہیں۔ جہاں تک ہو سکے قرض نہ لینے کی کوشش کریں۔ اگر لے لیں تو وعدہ کے مطابق ادا کریں۔ اس سے آپ کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بندوں کا مقروض نہ بنا حالات کو سدھار نے اور مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہمیں اس موقوف میں رکھے کہ بندگانِ خدا کی مدد و خدمت کر سکیں۔ آمین

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ تمہارا ہمسایہ اگر قرض مانگے تو قرض دو۔ قرض تنگدستی یا مجبوری کی حالت میں مانگا جاتا ہے۔ انسانیت کے ناطے مدد کی جائے۔ اس سے منہ نہ موڑیں۔ اگر موقوف نہیں ہے تو معافی چاہیں۔ مقروض اپنی عزت داؤ پر لگا کر قرض مانگتا ہے۔ اس کی عزت کا بھی خیال رکھیں۔ اگر کوئی تنگدست مقروض ہو تو اس کو فراخ دلی سے ادائی کی سہولت دیں۔ اگر وہ ادائی کی طاقت نہیں رکھ سکتا تو معاف کر دیں۔ یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ قرض کا لین دین مسلسل چل رہا ہے تو تحریر میں لالیں دونوں کے لئے یہ بہتر ہے اس سے کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اسلام مہمان کی قدر و منزلت کی تعلیم دیتا ہے۔ مہمان کی خدمت کرنے سے کبھی پیچھے نہ ہٹیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔ غریب مہمان آجائے تو قرض لے کر ان کی ضیافت کرو۔ مہمان اپنے ساتھ خدائی رحمت و برکت لئے ہوئے آتا ہے۔ اس لئے رقم نہ ہونے پر قرض لے کر مہمان کی خدمت کرنا ہے۔

حالات: کائنات کے حالات میں دن رات کے حالات میں یکسانیت نہیں رہتی ہے۔ حالات میں تبدیلی ہوتی ہے۔ دن نمودار ہوتا ہے۔ سورج طلوع ہوتا ہے تو فضا کے حالات خوشنما اور ٹھنڈی رہتی ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے ماحول وحالات میں تبدیلی ہوتی جاتی ہے۔ جس طرح انسان اپنے اطراف کے حالات سے واقف رہتا ہے۔ اس طرح اللہ رب العزت ہم تمام کے حالات سے بخوبی واقفیت رکھتا ہے۔ کون اللہ کے لئے عبادت کر رہا ہے کون شہرت کے لئے' کون مالدار بننے کے لئے' کون سخی بننے کے لئے۔

حضرت عمر فاروقؓ ارشاد فرماتے ہیں دنیا میں کوئی حالت قائم نہیں رہتی۔ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آج جو مالدار ہے کل غریب' آج جو غریب ہے کل مالدار ہو سکتا ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ جس حالت میں بھی رہے اللہ تعالیٰ کا شاکر رہے۔ اور اس سے راضی رہے۔ کردار کی یہ خوبی ہے کہ ہر حال میں اپنے آپ کو بلند اخلاق رکھیں۔ زندگی کے سفر میں جو آزمائش مشکلات پڑتی ہیں وہ اکثر حالات میں ہماری ہی بدعنوانیوں اور کرتوتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ایک اہم فطرت کی بات کو حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔ انسان جو حالات کو پسند کرتا ہے اسی حالت میں رہتا ہے۔ ہماری پسند زندگی کے تعلق سے یہی ہونا چاہئے کہ سادگی کے ساتھ رہ کر زندگی کے حالات کا مقابلہ کریں۔

دنیا اپنی حالات پر قائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس میں کوئی تبدیلی آ نہیں سکتی۔ قیامت تک انسانی زندگی میں خوشحالی اور تنگ دستی دونوں حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایسے مشکل حالات میں ہمیں حالات کا غلام نہیں بننا ہے۔ بلکہ حالات ہمارے غلام بننا ہے۔ ناموافق حالات

میں گھبرائیں نہیں بلکہ صبر واستقامت سے اس کا مقابلہ کر کے اسکو دور کریں۔ جو اپنے حالات بدل سکتا ہے وہ اپنی قسمت بھی بدل سکتا ہے۔

اسلام تعلیم دیتا ہے کسی کو بھی حقیر حالات میں دیکھ کر اسے حقیر نہ سمجھو۔ زندگی کے حالات بدلنے کا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ سے ہمیشہ خوشگوار حالات کی دعا کرتے رہیں۔ تاکہ قلبی سکون سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکیں۔ آمین۔

بڑھاپا

آج ماہ جمادی الثانی کی 14 تاریخ ہے۔''بڑھاپا'' کے عنوان پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

ہر بشر تین ادوار سے گذرتا ہے۔ بچپن' جوانی اور بڑھاپا۔ بڑھاپا' بزرگی کو دکھاتا ہے۔ یہ بزرگی بڑھاپے سے نہیں بلکہ شریعت وطریقت پر عمل کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں خدا کا شکر گزارتے ہوئے عبادت وریاضت میں زندگی گزاریں۔ عمر رسیدہ لوگ گھر کی آن اور شان ہوتے ہیں۔ ان سے گھر کی رونق دوبالا ہوتی ہے۔ ہر بیٹے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے ضعیف والدین کی خدمت کو اولین ترجیح دے۔ انہیں اُف تک نہ کہے۔ ورنہ جو بھی اعمال ہیں حبتہ ہوجائیں گے۔ زندگی خسارے میں گزرے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معتوب ہوں گے۔ یہ والدین ہی ہیں جو تمہیں بچپن میں پالے' ہر طرح کی خدمت کی۔ کھلایا' پلایا' پڑھایا۔ پیروں پر کھڑا کیا۔ اس قابل بنایا کہ تم کچھ کما سکو۔ اس منزل پر آنے کے بعد اپنے بوڑھے ماں باپ کا ہر لحاظ سے خدمت اور قدر کرنا چاہئے۔ قابل تعریف ہیں وہ اولاد جو اپنے بوڑھے والدین کی خدمت کرتے ہیں۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو ہر ایک کی قدر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بلا مذہب وملت بزرگوں کی قدر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں جب کسی قوم کا بزرگ تمہارے پاس آئے تو اس کی قدر کرو۔ ایک مرتبہ مدینہ مبارکہ میں حضورؐ راہ سے گزر رہے تھے۔ آپ کے سامنے ایک یہودی بزرگ تھے۔ آپ اس یہودی کے پیچھے ہی چلتے رہے' آگے نہ بڑھے۔ اس طرح آپ نے بزرگ یہودی کی قدر کی۔ اس ارشاد کی روشنی میں ہمیں بزرگوں کی قدر کرنا چاہئے۔ آج اخلاقی تعلیم کا معیار دن بہ دن گرتا جارہا ہے۔ عمر رسیدہ لوگوں کا خیال بھی نہ رکھا جارہا ہے۔ تقاریب میں یہ منظر آسانی سے دکھائی دیتا ہے۔ اخباروں کے ذریعہ مختلف واقعات کا علم ہوتا ہے جو دل کو ہلا دیتے ہیں۔ مال وزر کی محبت میں جائیداد کے معاملات میں انسان' حیوان بن جاتا ہے۔ اپنے بوڑھے ضعیف والدین کو بھی نہیں چھوڑتا ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ کسی بوڑھے شخص کو مارنا عذاب مول لینا ہے۔ کتنے بدنصیب ہیں وہ افراد جو بوڑھے ضعیف افراد کو مارتے ہیں یا تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جوانی کے جوش میں یہ بھول جاتے ہیں ان کو بھی بڑھاپے سے سابقہ پڑے گا۔

حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ بوڑھے کی رائے جوان کی قوت زور سے زیادہ اچھی ہے۔ عموماً لوگ بوڑھوں سے صلاح ومشورہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ اپنے تجربے سے مفید مشورہ اور رائے دیتے ہیں۔ آج کے ماحول میں بوڑھے لوگ جوان بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ بڑھاپا بزرگ بناتا ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ بوڑھوں میں بدتر بوڑھا وہ ہوتا ہے جو سیاہ خضاب سے جوانوں کی مشابہت کرتا ہے کیونکہ سیاہ خضاب فریب ہے اور فریب دینے والا ہم سے نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر جوان کو بوڑھوں کی قدر کرنے کی اور بوڑھوں کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں وقت گزارنے کی توفیق عطا فرما کیونکہ بڑھاپا موت کے قریب ہوتا ہے۔

فقیر کے اوصاف

آج ماہ جمادی الثانی کی 15 تاریخ ہے ''فقیر کے اوصاف'' پر مضمون سماعت کیجئے۔

صحابہ کرام میں ایک جماعت ایسی بھی تھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر رہنے کے لئے سب سے کنارہ کش ہو کر، اپنا رزق اللہ تعالیٰ کی عطا پر چھوڑا اور اللہ پر مکمل توکل کر کے، مسجد نبوی میں اقامت اختیار کر لی جنہیں تاریخ اسلام میں اصحاب صفہ کہتے ہیں۔ اصحاب صُفہ دراصل فقراء ہیں جس کے تعلق سے قرآن میں ارشاد ہوا ہے '' وَلاَ تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورہ الانعام آیت 52) جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت کرتے ہیں اور اس کی رضا چاہتے ہیں انہیں نہ چھوڑیئے۔ اس طرح سورہ بقرہ آیت نمبر 273 میں ارشاد ہوا'' لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ لاَ يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْباً فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ ......اے مومنو تمہاری مالی مدد (یعنی جو کچھ تم اللہ کی راہ میں دینا چاہتے ہو وہ) اُن کو دو جو تارک الدنیا فقراء ہیں۔ ایسے فقراء جو اپنی ذاتی مصروفیات کو چھوڑ چھاڑ کر خالص اللہ کے کام میں ایسے گھر گئے ہیں کہ اپنی ذاتی ضروریات کی تکمیل کیلئے کچھ کرنے کی انہیں گنجائش ہی نہیں نکلتی۔ مفسرین کہتے ہیں یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی۔ اصحاب صفہ تقریبا 400 افراد پر مشتمل ایک جماعت تھی جو ایک چبوترہ پر ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ بغیر کسی معاوضہ کے دینی خدمات انجام دیتے تھے۔

فقیر اسباب ظاہری و باطنی سے ترک تعلق کر کے مکمل طور پر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور بندگی خدا کے لئے وقف ہو جاتے ہیں ان کے پاس اسباب کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہوتا ہے۔ فقیر کی تعریف یہ ہے کہ نہ ہونے کے وقت خاموش رہے اور جب ہو تو سب کچھ خرچ کر دے اور ہر حالت میں خدا کا شکر بجالائے۔ جس فقیر میں صبر وشکر کا مادہ نہیں وہ فقیر نہیں ہوتا ہے۔ فقیر وہ نہیں جو ساز وسامان سے خالی ہو بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل آرزو و تمنا سے خالی ہو۔ وہ اپنے اسرار کی حفاظت کرے اور اپنے نفس کو بچائے اور اس کے فریضے کو ادا کرے یعنی شریعت و طریقت کے جو احکام وفرائض ہیں اس پر سختی سے عمل کرے۔

فقیر کا مطلوب ومقصود اللہ کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا۔ فقیر میں قناعت ہوتی ہے اور کھانے، پینے، لباس اور دنیا داری کے دوسرے معاملات میں نہایت اختصار سے کام لیتا ہے۔ وہ اُتنے ہی پر اکتفا کرتا ہے جتنے کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ فقیر کی مرضی اللہ کی مرضی ہو جاتی ہے ۔فقیر جاہ ومرتبے اور قوت واقتدار سے مُنہ پھیر لیتے ہیں۔ فقیر خلق پر شفقت کرتے ہیں۔ فقیر ہر چھوٹے بڑے سے تواضح وانکسار سے پیش آتے ہیں۔ فقیر ہمیشہ ایثار سے کام لیتے ہیں۔ فقیر اپنی طاعت وعبادت میں مخلص ہوتے ہیں، نیکی وخیر کی راہ میں تیز گام ہوتے ہیں۔ فقیر توجہ الی اللہ کے لئے ہمہ وقت بے چین رہتے ہیں۔ قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اے گروہ کے فقراء تم لوگوں میں اللہ والوں کی حیثیت سے جانے جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ہی تمہاری تعظیم کی جاتی ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں

ہوتو اپنا جائزہ لیا کرو کہ فی الواقعی تعلق کا کیا حال ہے۔اپنا محاسبہ کرلیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

گروہ مہدویہ میں عزیمت یعنی عالیت پر رہنے والوں کو متوکل کہتے ہیں۔رخصت میں رہنے والوں کو کم ہمت اور بالکل گری ہوئی حالت میں رہنے والوں کو بے حدّ ے فقیر کہتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ جس کا بھروسہ روٹی پر ہے وہ متوکل نہیں ہے کیونکہ روٹی کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے۔آپ نے ایک موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا جو شخص فتوح کا منتظر رہے وہ متوکل نہیں۔ایسے مزاج کے افراد فقراء میں شامل نہیں ہوتے۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ بے حدّ ے فقیروں کو فرماتے ہیں تم نوکری چاکری کرلو مگر دنیا داروں سے بے غرض رہو۔حضرت شاہ خوندمیرؓ یہ بھی فرماتے ہیں اگر کوئی تارک الدنیا عالیت کی جگہ چھوڑ کر روٹی کے واسطے دوسرے دائرہ میں جاتا ہے تو اس کے لئے کوئی حصہ دین سے حاصل نہ ہوگا۔اور یہ اللہ واسطے نہ ہوگا۔حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ نئے فقراء کو ہدایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں مبتدی طالب خدا کے لئے حجرہ سے باہر جانے میں بہت نقصان ہے کیونکہ ہر چیز کو دیکھتا ہے تو اس کی آرزو کرتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں فقیر کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ اپنی ذات اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے۔زر،شہرت،خودنمائی اس کی متاع نہ ہو بلکہ طلب دید ہو۔فقیر وہ ہوتا ہے جو بندوں کا ذکر چھوڑ کر اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔اس کے اوصاف وکردار روئی کے گالے کی طرح صاف اور شفاف ہوں۔فقیر کی آرزو خواہش،ولایت کے خزانہ کو پانا ہوتا ہے۔وہ دنیا سے نہیں خالق دنیا سے محبت رکھتا ہے۔فقراء کے لئے سب سے اہم ضروری بات دم وقدم کی حفاظت ہے۔اس عمل پر جو فائز ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اللہ کی لو میں لگے رہتے ہیں۔آئین مہدویہ کی روشنی میں ہر کا سب کے لئے فرض ہے کہ وہ گروہ کے فقراء میں شامل ہوکر اوصاف فقراء کو اختیار کرکے خوشنودی رب العالمین کو حاصل کریں۔اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ بطفیل خاتمین پاک کاسبوں کو ترک دنیا کی نعمت سے نوازے اور جو تارک الدنیا ہیں انہیں ان کے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ہم تمام کو اس منصب کی حفاظت وصیانت کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

نماز استسقاء

آج ماہ جمادی الثانی کی 16 تاریخ ہے۔''نماز استسقاء'' پر مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو وجود میں لایا تو زمین ایک حصہ ہے تو پانی تین حصے ہیں۔اس سے پانی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔انسان کے لئے پانی نعمت سے کم نہیں ہے۔جس سے شب وروز کی زندگی میں مدد اور ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔پانی سے ہی زمین سرسبز وشاداب رہتی ہے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو مسرت کے موقعہ پر اور کٹھن سے کٹھن مشکل حالات میں بھی ہدایت کا سامان فراہم کرتا ہے۔اسوہ رسول اللہ ﷺ راہ دکھاتی ہے۔زمین پر موسمی حالات یکساں نہیں رہتے۔کبھی خوب بارش ہوتی ہے۔جب بارش نہیں ہوتی ہے تو زمین سوکھ سوکھ کر تڑخ جاتی ہے۔اور کھیتی کی زمین بنجر بن جاتی ہے۔لوگ بارش کے لئے ترستے ہیں چوطرف سوکھا ہوجاتا ہے۔جانور بھی متاثر ہوجاتے ہیں۔ان کی غذا جو ہری ہری گھانس ہے اس کی پیداوار نہیں ہوتی۔بارش نہ ہونے سے اجناس کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں۔غریب

افراد کے لئے زندگی دشوار ہوجاتی ہے۔ایسے حال وماحول میں اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہمیں راہ دکھاتا ہے کہ نماز استسقاء پڑھیں۔

استسقاء کے معنی پانی طلب کرنے کے ہیں۔یعنی جب پانی نہ برس رہا ہو،پانی کی سخت ضرورت ہو تو ایسے وقت میں دو رکعت نماز پڑھ کر خدا سے پانی کے لئے دعا کرنا سنت ہے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ نماز بآواز بلند ادا فرمائی ہے۔شریعت میں ایسی نماز کو استسقاء کہتے ہیں۔

اس نماز کی جب ضرورت ہو تو اس کا عام اعلان کریں۔خاص طور پر بچوں کو بھی ساتھ لائیں۔حظیرہ میں (جگہ ہو تو) یا میدان میں یہ نماز دو رکعت پڑھی جائے۔بعد ادائی نماز خشوع اور عاجزی کے ساتھ کھڑے ہو کر بلند آواز سے دعا کریں اور تمام مقتدی آمین کہیں۔طریقے دعا یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کریں اس کے بعد اپنے گناہوں کی معافی پھر اس کے بعد پانی کے لئے گڑگڑا کر اللہ کے حضور پانی کی درخواست کریں۔

حضرت محمدؐ نے یہ دعا کی تھی۔(ترجمہ) اے اللہ ہمیں ایسی بارش سے سیراب کر جو ہماری ضرورت پوری کرے،جو خشک زمین کو سیراب کردے۔سوکھی کھیتی کو شاداب کردے،جو نفع دینے والی ہو،نقصان نہ پہنچانے والی ہو،یہ بہت جلد ہو،اس کے ہونے میں دیر نہ ہو،اے اللہ تیرے علاوہ کوئی مالک نہیں تو غنی ہے اور ہم تیرے محتاج ہیں۔ہمارے اوپر بارش برسا اور جو بارش تو برسائے وہ ہماری روزی کا سبب ہو اور کچھ دنوں کی ہماری ضروریات کے لئے کافی ہو۔

نماز پڑھانے والے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی چادر یا رومال کو پلٹ دے۔اس عمل میں مقصود یہ ہے کہ خدا سے یہ درخواست ہوتی ہے کہ تو اس طرح موجودہ حالت کو پلٹ دے۔

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ

آج ماہ جمادی الثانی کی 17 تاریخ ہے۔آج ہی کے دن حضرت شاہ شریف مجذوبؒ کا عرس مبارک ہے۔

سیرت خاتم الاولیاء حضرت میراں سید محمد مہدی موعودؑ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات روشن ہے کہ بعثت امام علیہ السلام کے وقت دین صرف مجذوبوں میں باقی تھا۔اس بات کی توثیق فرمان مہدی موعودؑ سے بھی ہوتی ہے۔مجذوب منازل سلوک طے کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر رک جاتے ہیں جہاں سے وہ ظاہری طور پر مخلوق کے لئے بے دین نظر آتے ہیں لیکن باطنی طور پر اللہ سے بہت قریب ہوتے ہیں۔اس عالم جذب میں ظہور میں آنے والی باتوں کا قبل از وقت انکشاف کردیتے ہیں۔مجذوب دراصل عشق الٰہی میں غرق رہتا ہے۔

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ رشتہ میں حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے نواسہ ہوتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کو بی بی خونزہ انور سے تین دختر ہوئی ان میں ایک بی بی زینب تھیں۔بی بی کا عقد میاں شاہ محمود سے ہوا اور ان سے ایک فرزند میاں شاہ شریف اور ایک دختر اچھو ماں ہوئیں۔میاں شاہ شریف اپنے نانا کے نظروں کے سامنے بچپن اور جوانی گزارتے ہیں حضرت شاہ دلاورؓ کی وفات کے وقت آپ کی عمر 17 سال تھی۔

گروہ مہدویہ میں صحبت صادقین فرض ہے ۔حضرت شاہ شریف صادقین کی صحبت اختیار کرنے کے لئے حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوریؒ سے تربیت اورصحبت اختیار کرتے ہیں جوحضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے خلیفہ ہیں ۔حضرت شاہ عبدالکریم نوریؒ جوحضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجید نورنوشؒ کےفرزند ہیں کامل طور پر تعلیمات نبوت وولایت پر عمل پیرا رہتے تھے۔ ہمیشہ اپنے حجرہ میں ذکراللہ میں مشغول رہتے تھے ۔ایک مرتبہ آپ حجرہ میں ریاضت وعبادت میں مشغول تھےاورذات مبارکہ پر تجلی حق کاظہور ہورہا تھا۔اس وقت میاں شریف حجرہ میں داخل ہوتے ہیں اورذات حق کی تجلی کودیکھ کراستغراق حق میں ہوجاتے ہیں۔جس کی وجہ آپ کی یہ حالت ہوگئی کہ تمام عمرستر شریعت سے تک بے نیاز ہوگئے ۔کبھی ستر میں ہوتے کبھی اس سے بے نیاز ہوجاتے ۔اکثر اوقات غیب کی باتیں تک بیان کرتے اور عالم بےخودی میں رہتے تھے ۔کسی بات کا آپ کوہوش نہیں رہتا تھا۔بعض وقت ایسا بھی ہوجاتا تھا کہ حدود شریعت کا پاس ولحاظ نہ رکھتے تھے۔میاں عبدالکریم نوریؒ کس طرح گوارا کرتے کہ ایک بندۂ خدادائرہ میں رہ کرشریعت کا پاس ولحاظ نہ رکھے ۔ ہرحال وماحول میں دائروں میں شریعت کا پاس ولحاظ رکھا جاتا تھا۔حدودشریعت کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی جاتی تھی ۔پہلے شریعت کی پابندی اس کے بعد طریقت کی تعلیم دی جاتی تھی۔تاریخ شاہد ہے جہاں کوئی خلاف ورزی کیا وہاں سزا بھی دی جاتی تھی ۔ جب ہی تو مورخوں نے مہدوی دائروں کی تعریف وتوصیف کی ہے ۔آپ نے شاہ شریفؒ کودائرہ میں رہنے سے منع فرمادیا لیکن حضرت شاہ شریف کواپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت ومحبت تھی آپ دائرہ سے باہر اپنا حجرہ بنا کر رہتے ہیں ۔ایک روز آپ حضرت بندگی میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ کووضوکرارہے تھے وضوکا پانی طشت میں تھا وہ پانی آپ پی لیتے ہیں اس وقت سے آپ میں جذبہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔آپ اکثر مجذوبانہ حالت میں برہنہ رہتے تھے ۔ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالکریم نوریؒ نے حضرت شاہ شریف کے سوا اپنے دائرہ کے تمام افراد کودعوت طعام دی۔بعض خلفاء نے کہا شاہ شریف مجذوب کوبھی اس دعوت میں مدعو کیا جائے۔حضرت نے فرمایا اس کومت بلاؤ کیونکہ ساری دعوت کا مزاخراب کردے گا۔تمام خلفاء نے کہا جب تمام شریک ہورہے ہیں توان کوبھی شریک ہونے کی اجازت عطافرمائے ۔تمام کی خواہش پر حضرت اجازت دیتے ہیں ۔ شاہ شریف خوشی خوشی تالیاں بجاتے ہوئے دائرہ میں آتے ہیں اور زبان پر یہ کلمہ جاری رہتا ہے ’’پیر چلیں اپنے گھر ہمکوبھی کچھ دیتے جانا‘‘ دائرہ کے تمام اصحاب یہ سن کر پریشان ہوجاتے ہیں۔کہیں حضرت کا آخری وقت تونہیں ۔دائرہ کے اصحاب کی کیفیت دیکھ کرحضرت فرماتے ہیں میں نے اس لئے کہا تھا مت بلاؤ دیکھو دعوت کا لطف خراب کردیا ہے ۔دائرہ والوں کویقین ہوجاتا ہے کہ حضرت کا وقت قریب ہے سارے لوگ غمگین ہوجاتے ہیں ۔دوسرے دن حضرت میاں عبدالکریم نوری کی رحلت ہوجاتی ہے۔مجذوب خدا کے قریب ہوتا ہے۔خدااپنے فضل وکرم سے اس پرہونے والے واقعات سے واقف کرادیتا ہے۔یہ اطراف کے حال سے بےخبر رہ کر پہلیوں میں بات کا اظہار کردیتے ہیں۔سمجھنے والے سمجھ جاتے ہیں اوردوسروں کوباخبر کردیتے ہیں۔

حضرت شاہ شریف مجذوب کے حالات اوران کے کشف وکرامات کودیکھ کر بہت سارے لوگ آپ کے معتقد ہوجاتے ہیں ۔ معتقدین آپ کے حجرہ پر کافی تعداد میں جمع رہتے تھے۔آپ پر بعض وقت جلالی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی ۔آپ کا حجرہ جھوپڑی کی شکل میں تھا جس پر گھانس بچھا دیا گیا تھا۔ایک روز بکریاں چرتے چرتے حجرہ پر کی گھانس چرنے لگتی ہے۔جس سے ذکروفکر میں خلل پیدا ہوتا ہے اور آپ کے زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہیں’’ماری جھونپڑی نوراچیاح مددوکوں تاقدرچھی‘‘ تمام کے تمام بکریاں مرجاتی ہیں ۔عموماً مجذوب کودیکھ کر لوگ چھیڑنے کی کوشش کرتے ہیں ۔اس پر فقرے کستے ہیں ۔اس سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ بعض وقت لینے کے دینے پڑجاتے

ہیں۔نقصان کے ساتھ پریشانی بھی ہوسکتی ہے۔

حضرت شاہ شریفؒ کے قیام دولت آباد کے زمانے میں احمد نگر کے حصار کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ یہ کام احمد الملک کے عہد حکمرانی میں ہورہا تھا۔تعمیر کے دوران ایک دیوی ظاہر ہوتی ہے، کام رک جاتا ہے۔حکومتی سطح پر دیوی کو ہٹانے کی بہت ساری کوشش کی جاتی ہے لیکن سب ناکام ہوجاتے ہیں۔اس دوران برہان نظام شاہ تخت نشین ہوتا ہے۔ یہ راسخ العقیدہ مہدوی بادشاہ تھا وہ جانتا تھا یہ کام حضرت شاہ شریف کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے، بڑی عقیدت سے آپ کو دولت آباد سے بلاتا ہے۔آپ اس دعوت پر احمد نگر تشریف لاتے ہیں۔ پالکی میں سوار ہوکر اُسی مقام پر آتے ہیں جہاں دیوی ظاہر ہوتی تھی۔آپ پالکی سے اُتر کر اپنے ہاتھ کا عصاء زمین پر ڈالتے ہیں اور بہ آواز بلند کہتے ہیں''ماری جا کی اچھی تو تاری جا کی دستی کر'' یعنی یہ جگہ ہماری ہے تو شہر کے باہر جا کر رہ جا۔اس کے بعد وہ وہاں سے نکل جاتی ہے۔حصار کا کام شروع ہوجاتا ہے اور تکمیل پاتا ہے۔مہدوی بزرگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ وہ اس قسم کے پریشان کن حالات سے نجات بھی دلاتے ہیں۔آفات وبلیات کو دور کرتے ہیں۔

حضرت شاہ شریف مجذوب بے خودی کی حالات میں ایک نیم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔اس راستے سے ایلورہ کا پٹیل مالاجی اپنے خاندان کے ساتھ سفر کررہا تھا۔اس کا ایک ملازم حضرت کی اس کیفیت کو دیکھ کر مذاق اُڑاتا ہے۔حضرت ایک نیم کی کاڑی لیکر دانت میں پکڑی اس سے بندوق چلنے کی آواز پیدا ہوئی اور وہ بے ادب مرجاتا ہے۔ مالوجی کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملتی ہے تو آکر معافی چاہتا ہے۔اور معتقد ہوجاتا ہے۔حضرت جب دائرہ میں آ گئے تو مالوجی روزانہ دائرہ میں حاضری دیکر قدمبوسی کا شرف حاصل کرتا تھا۔دل سے حضرت کا معتقد ہوگیا تھا۔اس کو اولاد نہ تھی اور اولاد کے لئے حضرت سے دعا کا طلب گار تھا۔ایک روز نماز ظہر کے وقت حاضر ہوتا ہے، حضرت نماز ظہر کے لئے وضو کررہے تھے۔وضو کے پانی سے بھیگی ہوئی مٹی کا مُدّا اٹھا کر کھانے کو دیتے ہیں وہ کچھ حصہ کھالیتا ہے اور باقی کا گھر لے جا کر بیوی کو دیتا ہے وہ کھالیتی ہے اس واقعہ کے بعد مالوجی کو دوفرزند ہوتے ہیں۔ مالوجی ان بچوں کا نام حضرت کے نام پر شاہ جی اور شریف جی رکھتا ہے۔ یہ شاہ جی ہی شیواجی کے باپ ہیں ان واقعات کے بعد تمام مرہٹے آپ کے معتقد ہوجاتے ہیں۔آج بھی بڑی ہی عقیدت کے ساتھ روضہ پر حاضری دیتے ہیں۔احمد نگر کا بادشاہ برہان نظام شاہ بھی آپ کے کشف وکرامت سے متاثر ہوکر عقیدتمندوں میں شامل ہوتا ہے اور حضرت سے ہمیشہ دعا کا طلب گار رہتا ہے۔

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ اس فانی دنیا سے 17 جمادی الثانی 1025ھ کو بعمر 99 سال اس دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔ درگاہ دائرہ میں ہزاروں عقیدتمندوں کی موجودگی میں آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے جو احمد نگر میں ہی واقعہ ہے۔مزار پر مالوجی جو شیواجی کے دادا ہیں عالیشان گنبد تعمیر کی ہے۔احمد نگر کے سپہ سالار عنبر جو حضرت میاں وزیر الدین خلیفہ حضرت شاہ دلاورؓ کا مرید تھا ایک عالی شان مسجد روضہ کے سامنے بنائی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت کے روضہ پر صبح اور شام میں دو وقت نوبت بجتی تھی جب بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر احمد نگر آیا تو اس نے نوبت بند کرادی۔جس رات نوبت بند ہوئی اسی رات میں حضرت اس کے خواب میں آکر کہتے ہیں تونے میری نوبت بند کرادی ہے آج سے چھ ماہ بعد تیری نوبت بھی بند ہوجائے گی یہ کہکر اس کا پلنگ الٹادیا جب وہ خواب سے بیدار ہوا تو خود کو پلنگ کے نیچے پایا۔خواب کے چھ ماہ بعد احمد نگر ہی میں انتقال ہوگیا۔

حضرت شاہ شریف مجذوبؒ کو اس دنیا سے کوچ کئے ہوئے چار صدی گزر گئی لیکن آج بھی ہزاروں معتقدین بلا مذہب وملت آپ کے روضہ پر حاضری دے کر فیضیاب ہوتے ہیں ہماری کوتاہیوں اور جماعتی اتحاد واتفاق نہ ہونے کی وجہ سے آج وہ افراد جن کا حضرت سے کوئی تعلق نہیں نگران کار بنے بیٹھے ہیں۔ سب سے بڑی دُکھ کی بات ہے کہ مہدویت کی اس قدآور شخصیت کو بحیثیت مہدوی روشناس نہیں کروایا جارہا ہے۔ آج وقت کا تقاضہ ہے کہ حضرت کی سیرت کو اُردو، مرہٹی اور ہندی میں مرتب کر کے عرس کے موقع پر تقسیم کیا جائے تا کہ عقیدت مندوں کو حضرت کی سیرت سے کما حقہ واقفیت حاصل ہو جائے۔ بزرگانِ دین کے مزار، ادب کے مقام ہوتے ہیں۔ ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے حاضری دینا چاہیئے۔

وحی

آج ماہ جمادی الثانی کی 18 تاریخ ہے۔ ’’وحی‘‘ پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

سب سے پہلے تو اس سلسلہ میں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جس طرح عام علم ہوتا ہے ویسا ہی وہبی علم ہوتا ہے۔ وہبی علم کے تین طریقہ ہیں ایک وحی، الہام اور کشف جس میں وحی وہ چاہے نبی پر آئے خلیفۃ اللہ پر آئے قطعی اور یقینی ہوتی ہے۔ اور انہوں نے اس تعلق سے عام لوگ کو بتادیا تب سب کے لئے قطعی اور یقینی امر ہوتی ہے۔ الہام یا کشف جس کو ہوتا ہے اسی کو وہ قطعی و یقینی ہوتی ہے دوسروں کے لئے نہیں ہوتی۔

وحی کی دو قسمیں ہیں ایک وحی متلو جس میں جو الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتائے جاتے ہیں اس میں کوئی ردوبدل نہیں ان الفاظ کی پابندی ضروری ہے۔ اسی کو اللہ کا کلام یا آیات قرآنی کہا جاتا ہے۔ دوسری وحی غیر متلو جس میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ تعلیم ہوتی ہے اور اس میں الفاظ کا ردوبدل کیا جاسکتا ہے۔ یعنی ایسے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ احادیث اور قرآن کا بیان وغیرہ اسی زمرہ میں آتے ہیں۔

رسول اللہؐ کے تعلق سے قرآن میں آیا ہے۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ یعنی وہ (حضرت رسولؐ) جو بولتے ہیں اپنی طرف سے نہیں بولتے بلکہ وہی بولتے ہیں جو ان کو وحی کی جاتی ہے۔ اسی لئے خواہ آیت قرآنی ہو یا احادیث صحیحہ وہ اللہ کا بتایا ہوا کلام قانون سب کچھ ہے۔ اسی طرح جب رسول اکرمؐ نے فرمادیا کہ مہدی مجھ سے ہے اور خطا نہیں کرے گا اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ حضرت مہدی بھی تعلیم بلا واسطہ سے اتباع رسول کریں گے۔ اس لئے اس میں خطا کا تامل نہیں ہے اور یہ تعلیم بلا واسطہ ہی وحی غیر متلو ہے اور اُسی وحی غیر متلو سے آپ نے قرآن کا بیان کیا اسی لئے مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ میں بلا واسطہ (بمقام طریقت) اللہ تعالیٰ سے ہر نئے دن تعلیم پاتا ہوں میں کوئی تفسیر پڑھ کر بیان نہیں کرتا۔

احادیث میں نزول وحی کہ جب کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں سخت سردی کے زمانے میں حضورؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگتا تھا۔ ایک روایت حضرت عروہؓ سے مروی ہے کہ جب نبیؐ پر وحی اس حالت میں نازل ہوتی کہ آپ اونٹنی پر سوار ہوتے تو اونٹنی اپنا سینہ زمین پر لٹکا دیتی تھی اور اس وقت تک حرکت نہ کر سکتی تھی جب تک نزول وحی کا سلسلہ ختم نہ ہو جاتا۔ اس سلسلے میں حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت محمدؐ پر وحی اس حالت میں نازل ہوئی کہ آپ اپنا زانو میرے زانو پر رکھے ہوئے بیٹھے تھے۔ میرے زانو پر اس وقت ایسا بوجھ پڑا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب ٹوٹ جائے گا۔ ان واقعات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وحی کے نزول کے وقت حضورؐ پر اس کا کتنا بار پڑتا تھا۔

وحی کے تعلق سے قرآن میں بھی ذکر آیا ہے۔ سورہ طہٰ آیت 114 ' سورہ قیامہ آیات 16 تا 19 اور سورہ اعلیٰ آیت 6 پر حضور نبی اکرم ﷺ کو اطمینان دلایا گیا کہ وحی کے نزول کے وقت خاموشی سے سنتے رہیں۔ ہم آپ کو اسے پڑھوا دیں گے اور ہمیشہ کے لئے آپ کو یاد ہو جائیں گی۔ اس بات کا اندیشہ نہ کریں کہ اس کا لفظ بھول جائیں گے۔

مہدوی اُمّی

آج ماہ جمادی الثانی کی 19 تاریخ ہے۔ ''مہدوی اُمّی پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اُمی کے معنی ہیں جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتا ہو۔ اب مقام غور ہے کہ جو علم نہیں جانتا علم سے کورا ہے بھلا وہ عالم پر کس طرح بھاری پڑے گا؟ اس کے لئے پہلے ہمیں اُمی کے کردار سے اس کی سیرت سے واقف ہونا پڑے گا۔ اگر وہ صدق دل کے ساتھ تصدیق سے مشرف ہوا ہے، پابند شریعت وولایت ہے، مرشد کے ہاتھ پر بیعت کر کے ذکر وفکر کا پابند ہے، دم وقدم کی حفاظت کرتا ہے، توکل علی اللہ پر قائم ہے تو اس کردار کا حامی یقیناً عالموں پر بھاری پڑتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ان تمام اعمال سے دور ہے تو ایسے اُمی کسی پر بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ مصدق مہدی امی جو ذکر وفکر کا پابند ہوتا ہے اس کا قلب نور ایمانی سے منور ہوجاتا ہے اور کسی عالم کے مقابلہ کی صورت میں اللہ کی مدد ونصرت اس کو حاصل ہوتی ہے۔

لوگ محنت کر کے علم حاصل کر لیتے ہیں لیکن اس کے بعد سب سے زیادہ اہم معاملہ علم کا استعمال ہے۔ علم کے صحیح استعمال سے قوم کی ترقی ہوتی ہے۔ علم کے ساتھ سادگی اور انکساری ہو تو یہ سونے پر سہاگہ ہوگی۔ اگر خدانخواستہ غرور وتکبر ہو تو یہ نقصان کے باعث ہوجاتا ہے۔ شیطان جو کام نہیں کر سکتا ایسے کام اس مزاج کے افراد کر جاتے ہیں۔ ابلیس جو فرشتوں کا اُستاد تھا علم کے غرور کی وجہ سے آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ اس کے برخلاف جو اُمی ہوتے ہیں ان کے دل کی تختی صاف رہتی ہے، تعلیم وتربیت کا اثر بہت جلد یہ قبول کر لیتے ہیں۔ اللہ سے ہمیشہ علم کے صحیح استعمال کی توفیق کی دعا کرتے رہنا ورنہ فرعونیت پیدا ہوجاتی ہے۔

قوم مہدویہ میں کئی ایک ایسی شخصیتیں گزری ہیں جو علماء کے سامنے صداقت مہدی موعودؑ کو پیش کیا۔ اس سلسلے میں اپنی زندگیوں کی بھی پرواہ نہیں کی۔ حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ، حضرت بندگی میاں عبداللہ خان نیازی، رنگریز بچے، حضرت بندگی میاں سید مبارک شہید، حضرت بندگی میاں سید مصطفیٰ شہید اور دیگر فدائیان حق نے مشکلات کے دور میں بھی علمائے دنیا پرست اور بادشاہوں کے روبرو پرچم مہدویت کو نہ صرف بلند رکھا بلکہ اسے سرنگوں ہونے نہ دیا۔ ایسے ہی حالات کو دیکھ کر عالمگیر بادشاہ کو کہنا پڑا تھا، میں شیعوں کے اخفاء سے اور مہدویوں کے برملا اظہار حق سے بیزار ہوں۔

اُمی کو ایک خاص طاقت وصلاحیت عطا ہوتی ہے۔ اس کے آگے کوئی پردہ ہوتا ہے نہ کسی سے مرعوب ہوتا بلکہ ہر حال میں حق کو پیش کرتا ہے۔ اُمی کا ذہن ودل نگاہ وقدم شریعت کی پابندی کے ساتھ راہ طریقت پر چل پڑتا ہے تو انوار الٰہی کی بارش اُس پر ہوتی ہے۔ اس مرحلہ میں وہ ہر مکتبہ فکر کے آگے ہوتا ہے۔ یہ خاص عطا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ کا یہ ارشاد گرامی بندہ کا اُمی دوسرے کے عالم پر بھاری ہے اپنی جگہ پر بھرپور صداقت رکھتا ہے۔ اس دور میں بھی اس فرمان کی صداقت کو کئی بار دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ آج اگر ہم باہمی اتحاد واتفاق سے ایک فکر وعقیدہ کے ساتھ قدم بہ قدم چلتے ہوئے تبلیغی کام انجام دیں تو نصرت حاصل ہو کر رہے گی اور مہدویت کا غلبہ ہوسکتا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید علی شہیدؒ

آج ماہ جمادی الثانی کی 20 تاریخ ہے۔آج ہی کے دن آپ کو زندہ دیوار میں چن دیا جاتا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید علی نورنظر خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام اور لخت جگر بی بی بھان متیؓ ہیں۔آپ تربیت وتلقین حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ سے پاتے ہیں۔شہادت حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایت (14 /شوال 930ھ) کے بعد بھی بادشاہ وقت،فوجی عہدہ داراور امراء علماء سوکے اشاروں پرناچتے تھے،مہدویوں پر وقتاً فوقتاً ظلم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے۔حضرت بندگی میاں سید علی راستہ سے گزر رہے تھے۔آپؓ نے دیکھا کہ چند سپاہی حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کو لے جارہے ہیں۔آپؓ فوراً ان کے قریب پہونچتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں ان کو کہاں لے جارہے ہو۔سپاہی جواب دیتے ہیں کہ بادشاہ وقت سلطان بہادرشاہ بن سلطان مظفر ثانی کے دربار میں ثبوت مہدی موعودؑ کے سلسلہ میں طلبی ہوئی ہے اور اس سلسلہ میں ہم انہیں لے جارہے ہیں۔میاں سید علی اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ بادشاہ اپنے والد مظفر ثانی کی طرح ظالم ہے۔مہدویوں سے بے حد عداوت ودشمنی رکھتا ہے۔عجب نہیں ہے کہ میاں شاہ نعمتؓ پر ظلم وستم کرکے شہید کردے۔آپ ان سپاہیوں سے کہتے ہیں اگر ثبوت مہدی علیہ السلام کے سلسلہ میں اگر فرزند مہدی خود بادشاہ کے حضور ثبوت مہدی پیش کرے تو انہیں چھوڑ دوگے۔سپاہی یہ خوشی راضی ہوجاتے ہیں۔میاں سید علیؓ اسی وقت فرزند مہدیؑ ہونے کا سپاہیوں کے سامنے اعلان کرتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ اس موقعہ پر میاں سید علیؓ سے کہتے ہیں مجھے اجازت دیجئے دربار میں پیش ہوکر ثبوت مہدیؑ پیش کرنے کی۔لیکن آپ کی بات کو میاں سید علیؓ قبول نہیں کرتے ہیں۔الغرض میاں شاہ نعمتؓ،میاں سید علیؓ اور سپاہیوں کے کہنے پر گاڑی سے اُتر جاتے ہیں اور سپاہی میاں سید علیؓ کو لئے روانہ ہوجاتے ہیں۔احمد آباد پہونچنے پر نہ آپ کو بادشاہ وقت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور نہ کوئی ثبوت مہدی موعودؑ پر آپ سے گفتگو کرتا ہے۔دراصل یہاں قید کردیا جاتا ہے۔احمد آباد کے سارے مہدوی ثبوت کے سلسلہ میں آپ کے بادشاہ کے حضور پیش ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔کافی دن گزر جانے کے بعد اس کا کوئی نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے تو سب فکرمند ہوجاتے ہیں۔چھان بین اور تحقیق کے بعد اطلاع ملتی ہے کہ قید میں رکھا گیا ہے تو رہائی کی کوشش شروع ہوتی ہے۔اس قید کی اطلاع جب میاں پیر محمد مہدوی معتمد الدولہ کو ہوتی ہے تو وہ آپ کی رہائی کی کوشش کرتے ہیں۔رہائی کا حکم جاری ہوتا ہے۔مدار خان جو بادشاہ کا مقرب خاص تھا وہ مہدویوں سے بغض وعناد رکھتا تھا۔اس کے قریبی رشتہ دار عینل کی فوج میں تھے۔بندگی میاںؓ کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔اس وجہ سے وہ مہدویوں کا کٹر دشمن ہوگیا تھا۔فوراً ایک تیز سوار کو چٹھی دے کر روانہ کرتا ہے کہ بادشاہ نے میاں سید علیؓ کی رہائی کا حکم صادر کرچکے ہیں۔فرمان شاہی کے پہونچنے سے پہلے ان کا کام تمام کرڈالو۔داروغہ کو یہ چٹھی ملتے ہی آپ کو لوہے کے خاردار پنجرے میں کھڑا کرکے پنجرے کو پھیراتا ہے۔جسم تمام خون سے لہولہان ہوجاتا ہے اور آپ بے ہوش ہوجاتے ہیں۔پنجرے سے نکال کر دیوار میں زندہ چن دیا جاتا ہے۔بڑے بڑے ڈاکوؤں کو جو قتل وغارت گری اور ظلم وفسق کا تہ بالا کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اس طرح کی سزادی جاتی ہے۔ایک 32 سالہ جوان کو جو اس ارادہ سے آیا تھا کہ ثبوت بعثت مہدی موعودؑ پر قرآن اور احادیث کی روشنی میں مباحث ہونگے لیکن اس نیک صفت سادگی پسند شخصیت کو دردناک سزادے کرشہید کیا

جاتا ہے۔جیسے خوفناک ،خطرناک ڈاکوؤں کو دی جاتی ہے جو قتل وغارت گیری کرتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ مہدویوں سے انہیں کتنا بغض و عناد و دشمنی تھی۔اسلامی تعلیمات وہدایت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس طرح کا ظلم کر کے اپنے اُخروی زندگی کو تاریک کر لئے۔

حضرت میاں سید علیؓ ،فرزند خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ہوتے ہوئے بھی اپنا ایک مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔اس سے بڑھ کر آپ کے پاس خلفاء مہدی موعودؑ کا جو مرتبہ ومقام تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔اُس دور میں جبکہ بادشاہ سے لے کر امراء وعلماء مہدویوں کے دشمن ہیں۔جان جانے کا خوف ہے،تلوار سر پر لٹک رہی ہے، آنکھوں کے سامنے سپاہی حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کو لے جا رہے ہیں۔ایسے حال وکیفیت میں میاں شاہ نعمتؓ کو چھوڑ کر اپنے آپ کو ثبوت مہدی موعودؑ کے لئے پیش کرنا اور گرفتار ہو جانا آپ کے کردار کی عظمت کو پیش کرتا ہے۔ یہ بھی ایک قربانی ہے۔

الغرض میاں سید علیؓ ،میاں شاہ نعمتؓ کے مقام ومرتبہ کی قدر ومنزلت رکھتے ہوئے نام مہدی موعودؑ پر شہید ہو جاتے ہیں۔آپ کی یہ قربانی تاریخ مہدویہ میں آپ کے نام کو زندہ وجاوید بنادی۔

محبت اہل بیت

آج ماہ جمادی الثانی کی 21 تاریخ ہے۔’’محبت اہل بیت‘‘ پر مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت محمدؐ نے اپنی امت کی بھلائی کے لئے ارشاد فرمایا ہے میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔یعنی کتاب اللہ اور دوسری میری عترت۔یہ ارشاد گرامی دراصل اُمت کی فلاح وبہبود اور ہلاکت سے بچانے کے لئے ہے۔حضور اکرمؐ کا یہ ارشاد بھی اُمت کے لئے نہ صرف توجہ طلب ہے بلکہ عمل کا متقاضی ہے۔آپؐ نے فرمایا مجھ سے محبت کرنا ہے تو میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ایک موقع پر یہ بھی ارشاد فرمایا کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک ہمیں جان سے زیادہ محبوب نہ رکھے۔اور ہماری عترت کو اپنی عترت اور ہمارے اہل بیت کو اپنے اہل بیت سے محبوب نہ رکھے۔اور اپنی ذات کو ہماری ذات سے محبوب نہ سمجھے۔اس حقیقت کو مزید واضح انداز میں سمجھانے کے لئے آپؐ نے اپنی صاحبزادی بی بی فاطمہؓ کے شہزادوں حسنؓ وحسینؓ کو گود میں لے کر فرمایا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ ہم سے بغض رکھتا ہے۔

حضرت محمدؐ فرماتے ہیں۔میرے اہل بیت کی مثال سفینۂ نوح کی مانند ہے۔جو اس میں سوار ہو گیا اس نے نجات حاصل کر لی۔ اور جس نے مخالفت کی وہ غرق ہو گیا۔اس سے اہل بیت کے مقام ومرتبہ کا علم ہوتا ہے۔جب ہی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کے حسب ونسب منقطع ہو جائیں گے مگر ہمارا حسب ونسب منقطع نہیں ہوگا۔دینی ومذہبی پیاس بجھانے کے لئے اہل بیت سے تعلق ضروری ہے۔اس لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا۔تم اپنی اولاد کو تین باتوں کی تربیت کرو۔ایک نبی اکرمؐ کی محبت۔دوسرے آپ کے اہل بیت اطہار کی محبت ۔تیسرے قرآن کی تلاوت۔شفاعت کے سلسلے میں آپؐ ارشاد فرماتے ہیں۔چار خوش نصیب ایسے ہیں قیامت کے دن ان کی شفاعت کروں گا۔اہل بیت کی تعظیم وتکریم کرنے والا' ان کے لئے انکی ضرورت کی چیزیں پیش کرنے والا' ضرورت کے وقت ان کے امور کا بندوبست کرنے

والا، اور دل وزبان سے اُن کی محبت رکھنے والا۔ انہی ارشادات نبی اکرم ؐ کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ آلِ محمدؐ سے ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

تاریخ شاہد ہے نامور علمائے کرام، محدثین نے اہل بیت کا ادب واحترام کیا ہے۔ اس سلسلے میں کئی ایک واقعات ہیں۔ صرف ایک واقعہ کو پیش کردینا کافی ہے۔ مشہور معروف محدث امام مالکؒ ایک مرتبہ درس حدیث کے دوران بار بار اٹھتے اور بیٹھ جاتے۔ حالانکہ ایک یا دو دفعہ نہیں اس طرح کئی مرتبہ ہوتا ہے۔ شاگردوں کو بار بار درس کے دوران اٹھنا بیٹھنا عجیب لگ رہا تھا۔ دریافت کرنے پر فرمایا کہ اہل بیت کے شہزادے گلی میں کھیل رہے تھے۔ جب وہ کھیلتے کھیلتے دروازے کے سامنے سے گزرتے تو میں احتراماً اور تعظیماً کھڑا ہو جاتا تھا۔ اس طرح آپ اہل بیت کا ادب کیا کرتے تھے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر مہدوی میں خاتمین پاکؑ سے محبت وعقیدت اپنی جان سے زیادہ ہوتی ہے۔ ہر مہدوی میں اہل بیت سے محبت سانس کی طرح ہے، جس طرح سانس کے بغیر جسم نہیں ہوتا اسطرح اہل بیت سے محبت کئے بغیر مہدوی کی زندگی مکمل نہیں ہوتی۔ مہدوی اپنے خوشی ہو کہ غمی کے کام اہل بیت سے ہی کرواتے ہیں۔ جس سے ان کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ

آج ماہ جمادی الثانی کی 22 تاریخ ہے آج ہی کے دن حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت 573 عیسوی میں ہوئی۔ اصلی نام عبدالکعبہ تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے عبداللہ رکھا۔ ابوبکر کنیت اور صدیق لقب تھا۔ آپ کے والد کا نام عثمان اور والدہ کا نام سلمیٰ تھا۔ یہ دونوں کنیت ابوقحافہ اور ابوالخیر سے مشہور تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ وہ ہیں جو ہر وقت خدا اور رسول ہی کی یاد میں مصروف رہتے تھے۔ غلاموں کو غلامی سے نجات دلا کر خدا کی راہ میں آزاد کرانا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ابتداء ہی سے نرم دل تھے۔ کسی کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ سردار اُمیہ اپنے حبشی غلام بلالؓ کو نہایت سنگدلی سے مار رہا تھا۔ آپؓ نے دیکھا کہ بلال کو گرم ریت پر لٹا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا اور کہہ رہا تھا محمدؐ کے دین کو چھوڑ دے۔ حضرت بلالؓ اس تکلیف میں بھی کہہ رہے تھے احد، احد، اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے۔ یہ منظر دیکھ کر اُمیہ سے کہتے ہیں اگر یہ اچھا نہیں لگتا ہے اس کو فروخت کردو۔ آپؓ منہ مانگی قیمت دے کر حضرت بلال کو خرید کر آزاد کرتے ہیں۔ آپؓ نے اس طرح کئی ایک غلاموں، غریبوں کو خرید کر آزاد کرتے ہیں۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ تجارت سے کمایا ہوا چالیس ہزار روپے غلاموں کو آزاد کرنے میں صرف کردیئے۔ اس کرہ ارض پر وہ بندگان خدا خوش نصیب ہیں جو حیات ہی میں حضرت محمد ﷺ سے قطعی جنتی ہونے کا شرف حاصل کیا ان میں ایک خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ بھی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی پہلے مرد ہیں جنہوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کے دعوے نبوت کو سنا اور فوراً لبیک کہہ کر اسے قبول کرلیا اور اس قبولیت کے بعد حضرت رسول مقبول ﷺ کی جو خدمت بجالائے، اسلام اور مسلمانوں کی تائید ونصرت میں جو ثابت قدم رہے اس کی مثال اس دنیا میں نہیں مل سکتی۔ جب ساری قوم رسول اللہ ﷺ کی اذیت رسانی پر کمربستہ ہوگئی، ابوبکرؓ ان کے نگہبان اور خادم بن گئے۔ جب رسول خدا

ﷺ کی باتیں سنی ان سنی کردی جاتی تھیں ابوبکرؓ ہی تھے اسلام کی تبلیغ میں دل و جان سے حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تعلق سے حضرت عمرؓ نے کیا خوب کہا تھا کہ تمہارے مرتبہ تک پہنچنا تو بڑی بات ہے ہم تمہاری گردِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکتے ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جیسا شیدائی رسول، عاشق رسول نہ آدم علیہ السلام کو ملا نہ نوح علیہ السلام کو ملا نہ یوسف علیہ السلام کو ملا نہ ابراہیم علیہ السلام کو ملا، نہ عیسیٰ علیہ السلام کو ملا دنیا جانتی ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک زمین پر نہیں پڑتا تھا لیکن یہاں پر میں تھوڑی سی تبدیلی کروں گا اور تبدیلی کرنے سے پہلے میں اتنا عرض کروں گا کہ ہمارا ایمان ہے رسول اللہ ﷺ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کا سایہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بن گئے کیونکہ جہاں بھی رسول اللہ تشریف لے جاتے آپ ہمراہ رہتے تھے ۔ یہاں تک کہ آپ روضہ مبارک حضرت رسول اللہ ﷺ میں ہی آرام فرما رہے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ ہم جب بھی ذکر ابوبکر صدیقؓ کرتے ہیں تو ہم کو وہ رات یاد آ جاتی ہے جس کی متاع معرفت کا سب سے بڑا حصہ ابوبکرؓ نے حاصل کرلیا۔ سفر ہجرت پر نظر ڈالیئے اور تصورات کی دنیا میں دیکھئے کہ کفار مکہ رسول مقبول ﷺ کے مکان کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور آپ اس محاصرہ سے نکل کر حضرت صدیق کے گھر جا کر یہ انکشاف کئے ہیں کہ آج رات ہمیں خدا کے حکم سے مکہ سے جدا ہونا ہے۔ اس سفر کی رفاقت کی خوشخبری سن کر حضرت صدیق کا فوراً تیار ہونا اور صاحبزادیوں کا عجلت کے ساتھ ناشتہ تیار کرنا پھر اس راہ پر خار پر وجد کرتے ہوئے چلنا جو آنکھ ساری خدائی سے دور خدا کی طرف سے جارہی تھی، خدا کے رسول کے مقابلہ میں بیوی بچوں کو خیر باد کہنا۔ ایمان کے لئے دولت دنیا لٹانا، ساری دنیا سے دامن جھٹک کر اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہوئے وہ اس شخص کے ساتھ جارہے تھے جس کو دشمن ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ پھر غار ثور کے حالات پر روشنی ڈالیئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا عرض کرنا کہ حضور آپ ذرا غار کے باہر تشریف رکھیئے میں اندر جا کر صفائی کروں اور پھر فرط شوق میں چادر کی دھجیاں کر کے ان دھجیوں سے غار کے ایک ایک سوراخ کو بند کرنا تا کہ کوئی موزی جانور آقا کو ایذا نہ پہنچا سکے اور اس کے بعد ذرا قربانی کا وہ لمحہ بھی دیکھئے جب ایک سیاہ ناگ کا پھن ایک سوراخ سے نمودار ہوتا ہے ادھر زانو کو محبوب خدا کا تکیہ بننے کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اب جسم و جاں قربانی کے لئے کیسے بے قرار ہوجاتی ہے اور یہ بات ان کے لئے موت سے زیادہ شاق تھی کہ رسول خدا کی راحت میں خلل پڑ جائے۔ ایک لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے پاؤں سے بل بند کردیا۔ سانپ نے دانت حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تلوے میں چبھا دیا اور سارے خون کو زہر کی کربناک لہروں میں بدل دیا۔ صرف دو آنسو ٹپکے جس کی تقدیر میں یہ اعزاز لکھا تھا کہ وہ خدا کے رسول کے مقدس رخسار کو چومے اور اس پر پھیل جائے۔ اس اشک بے اختیار کے جواب میں رحمت خداوندی کو جوش آ گیا۔ حضور تیزی سے چونک کر اٹھے، دریافت فرمانے پر عقیدت و شوق سے لبریز اور درد سے کانپتی ہوئی آواز میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا جواب دینا، میرے پاؤں کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور پھر حضور اکرم ﷺ کے لعاب دہن مبارک سے شفاء پانا یہ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی کا ایک ورق تھا اور جب ہم ایسے کئی اوراق پر نظر کرم ڈالیں گے تو ہم میں ایمان کی قوت پیدا ہوگی اور ساتھ ہی مقام رسول ﷺ، عظمت رسول ﷺ کیا ہے معلوم ہوگئی۔

راحت و اطمینان، خوشگوار اور پرسکون ماحول میں ساتھ دینے کے لئے ہر کوئی پیش پیش رہتا ہے۔ کردار کی خوبی یہ ہے کہ خوف و ڈر کے ماحول میں مشکلات کے دور میں، جنگ کے حالات میں آگے بڑھ کر دامے، درمے، سخنے ساتھ دینا ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے کردار کی خوبی ہے کہ آپ ہر حالت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا، خاص طور پر جنگ کے موقعوں پر اسلام سے اپنے عشق اور حضرت

محمدﷺ پر اپنی جان عزیز بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جنگ بدر میں اپنے فرزند عبدالرحمٰن جو ابھی اسلام قبول نہیں کئے تھے انہیں تلوار سے ختم کرنے کے لئے آگے بڑھ رہے تھے۔ فرزند اپنے والد کو آتا ہوا دیکھ کر بھاگنے لگتا ہے اور کہتا ہے ابا جان تمہارا دل پتھر ہو گیا ہے۔ آپؓ نے جواب دیا ہاں وہ کافروں کے لئے بہت سخت ہے۔ یہی نہیں دوران خلافت آپ نے جھوٹے نبیوں کے اور مرتدین کے خاتمہ کے لئے سپہ سالاروں کا تقرر کیا۔ بعض افراد زکوٰۃ کی ادائی سے گریز کر رہے تھے۔ ان کے خلاف بھی آپ جنگ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ آپ کی زندگی کا اہم کارنامہ ہے۔ جس سے کئی ایک فتنوں کا سدباب ہوا۔ الغرض عشق محمدﷺ کس طرح ہو اس کے لئے سیرت حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے ارشادات قیامت تک روزمرہ کی زندگی کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ایک موقع پر آپؓ نے ارشاد فرمایا ''تم دین کی حفاظت کرو دین کو ہاتھ نہ دو'' ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ دین کی حفاظت کرے، دین کی حفاظت، دینی باتوں پر عمل پیرا ہونے سے ہوتی ہے۔ دین سے دور، دین کے خلاف وہ ہوتے ہیں جو سرکش ہوتے ہیں اور شیطان کی راہ پر چلتے ہیں۔ یہ دین کا کچھ بگاڑ تو نہیں سکتے بلکہ خود کے نقصان کے درپے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ''دل کا دروازہ آنکھ ہے تمام آفتیں اسی راستے سے آتی ہیں'' جسم میں آنکھ کو بہت اہمیت ہے۔ آنکھ کے ذریعہ ہی دل پر اثر ہوتا ہے۔ ذہن میں خیالات پیدا ہوتے ہیں، ہاتھوں و پیروں میں حرکت ہوتی ہے۔ نظر پاک ہو تو ہر عضو سے پاک حرکت ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ نظر بُری ہو تو گندے خیالات پیدا ہو کر بُرا عمل سرزد ہو جاتا ہے۔ اور تمام آفتیں اس بُری نظر کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں جو درحقیقت سو فیصد صحیح ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہمیشہ غور و فکر کریں، نفس کو نصیحت کریں جس طرح کہ آپ نے فرمایا ''جس نے غور و فکر کی عادت ڈالی اور اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہا وہ سمجھ لے کہ اس پر خدا نے بہت رحم کیا

یہ بات اکثر ہم نے معاشرہ میں دیکھی ہے وہ ہے شکوہ و شکایت کی۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں ''راحت چاہتے ہو تو شکوہ سے باز آ جاؤ'' اور آپ نے زبان کو بھی بے جا استعمال کی اجازت نہیں دی اور سوچ سمجھ کر باتیں کرنے کی تعلیم دی ہے فرمایا ''میری زبان نے مجھے بہت جگہ پھنسایا ہے'' حضرت ابو بکرؓ جیسی شخصیت کا یہ فرمانا کہ زبان نے بہت جگہ پھنسایا ہے تو پھر ہمارا کیا حال ہوگا جبکہ ہم زبان کا بے ٹوک استعمال کرتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ نصیحت فائدہ ہی پہونچاتی ہے، کبھی بھی نقصان نہیں پہونچائی ہے۔ اس لئے اگر کوئی ہماری بھلائی کے لئے، خیر خواہی کے لئے کوئی نصیحت کرے تو اس کو قبول کریں۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں ''جس شخص پر نصیحت اثر نہ کرے وہ سمجھ لے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے'' کیا کوئی مسلمان اپنے دل کو ایمان سے خالی رکھنا پسند کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں لہذا خوشگوار زندگی کیلئے معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لئے جو نصیحتیں کی جاتی ہیں اس کو صدق دل سے قبول کریں اس میں کامیابی و کامرانی ہے۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ 22 / جمادی الثانی 13ھ کو اس دنیا سے کوچ فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت محمد رسول اللہﷺ کے پہلو آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ وصال سے قبل حضرت سیدنا علیؓ سے فرمایا تھا میرے جنازہ کو تیار کر کے حجرہ شریف حضرت محمدﷺ کے سامنے رکھ کر عرض کرنا، السلام علیکم یا رسول اللہؐ، یہ ابو بکر آپؐ کے دروازے پر حاضر ہے پھر جیسا حکم ہو کرنا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے جنازہ کو حجرہ کے سامنے رکھ کر عرض کیا گیا یا رسول اللہﷺ یہ آپ کے یار غار ابو بکر آپ کے درواز پر حاضر ہے، ان کی تمنا آپ کے حجرہ میں دفن ہونے کی ہے۔ اگر اجازت ہو تو حجرہ شریف میں دفن کیا جائے۔ حجرہ کا دروازہ بند تھا خود بخود کھل گیا اور آواز آئی حبیب کو حبیب

سے ملادو۔ کیونکہ حبیب کو حبیب سے ملنے کا اشتیاق ہے۔ جس طرح مکہ ومدنی زندگی میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سایہ کی طرح رہے اس طرح سایہ کی طرح آپ ﷺ کے پہلو میں دفن ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ 63 سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی خلافت دو برس تین ماہ اُنیس دن رہی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان پر نور کی بارش برساتے ہوئے رسول اللہ کے اُمتیوں پر بھی رحم وکرم فرمائے (آمین)

بازار سے دور رہیں

آج ماہ جمادی الثانی کی 23 تاریخ ہے۔

اس دور میں ہر مسلم آبادیوں میں ہر روز ایک نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے وہ نظارہ نوجوانوں کا بازاروں' راستوں میں بیٹھنا ہے۔ وہ زندگی کا بے حد قیمتی وقت ایسی نشستوں میں ضائع کررہے ہیں۔ اسلامی تعلیم وتربیت نہ ہونے کی وجہ سے ایسے نظارے ہمیں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اسلام ایک واحد مذہب ہے جو زندگی کے ہر پہلو پر درس وتدریس دیتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا ''راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ اس ارشاد گرامی میں جو نصیحت پوشیدہ ہے اس کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ زندگی راستوں اور بازاروں سے گزرے بغیر تکمیل نہیں پاتی۔۔ لیکن اس کے لئے بھی کچھ اصول اور طریقے بتائے گئے ہیں۔ جس پر عمل کرتے ہوئے ان راہوں سے گزرا جاسکتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا جب راستوں یا بازاروں سے گزرو تو نگاہوں کو نیچے رکھو۔ آج ہم جب راستے ہو یا بازار سے گزرتے ہیں تو کیا کیا نہ مناظر نظر آتے ہیں۔ بے حیائی' بے ہودگی فیشن بن کر انسانیت کو شرمندہ کررہی ہے۔ یہ اس لئے ہورہا ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن کی تعلیم کا فقدان ہے۔ تعلیم صرف کتابوں تک رہ گئی ہے۔ عملی روپ کے مناظر کہیں دکھائی نہیں دیتے۔ اس کیفیت کو شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

بازار فتنے پیدا کرتے ہیں۔ اور وقت کو تباہ کردیتے ہیں۔ زندگی کیا ہے صرف ''وقت'' اگر ہم اس کو ضائع کرتے ہیں تو گویا زندگی برباد کرتے ہیں۔ یاد رہے وقت کبھی واپس نہیں آتا۔ اور نہ عمر دوبارہ مل سکتی ہے۔ اس لئے وقت کی قدر کریں۔ باقاعدگی کو اپنا اصول بنائیں تو کامیابی حاصل ہوگی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ جس نے وقت کو برباد کیا آگے اس کو وقت برباد کردیتا ہے۔ دانشمند لوگ وقت کو بازاروں میں صرف نہیں کرتے بلکہ اس کی قدر کرتے ہیں۔ جنہوں نے وقت کو ضائع کیا اپنی زندگی بنانے پر توجہ نہیں کی ان کا کیا حال ہے؟ گزرا ہوا وقت لاکھوں روپئے صرف کرنے کے بعد بھی نہیں ملتا۔

ہم مسلمان ومصدق ہیں۔ ہمارا ہر عمل اسلامی تہذیب وتمدن کا نمونہ ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وقت کو بہتر طریقے پر صرف کریں بازاروں اور راستوں پر بے وجہ پھرنے سے بدنامی حاصل ہوتی ہے۔ کردار انسان کے اندر رہتا ہے۔ نیک نامی اس کے باہر۔ نیک نامی کے حصول کے لئے راستوں اور بازاروں سے دور رہیں۔ بزرگوں کا فریضہ ہے کہ وقتاً فوقتاً نوجوانوں کی تربیت کرتے رہیں اس سے قوم کی بھلائی ہوتی ہے۔

الجبار و المتکبر

آج ماہ جمادی الثانی کی 24 تاریخ ہے۔اسمائے الٰہی ''الجبار المتکبر'' پرمضمون سماعت کیجئے۔

ہمارا چلنا' پھرنا' اٹھنا' بیٹھنا' کہنا' سننا ہر چیز کا عمل اللہ کی نظروں میں ہے۔اور وہ اس سے کامل واقفیت رکھتا ہے۔اللہ کا ایک نام **الجبار** بھی ہے۔اس کے معنی زبردست کے ہیں۔وہ ایسی زبردست قوت والا' حکمت والا' دانائی والا ہے کہ کوئی اس کے برابر ٹک نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ کی ذات صاحب جبروت وعظمت ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفت جباریت ہے۔ہمیں اس زبردست قوت وطاقت رکھنے والے خدا کو ہی ہمیشہ یاد رکھیں۔اس ہی کی عبادت کریں۔اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا عظیم گناہ ہے۔اس کے لئے جہنم میں عظیم ترین عذاب ہے۔اللہ ہی نے بندوں کی اصلاح کے لئے اپنے نمائندوں نبیوں کو دنیا میں بھیجا تا کہ ہم اللہ ہی کی اطاعت کریں۔اس کی ہی عبادت بجالائیں۔اس سے ہی ہمیں اپنے عمل کا انعام پانا ہے۔اطاعت الٰہی میں ہی بندگی ہے۔اس بندگی کو آخری سانس تک بجالاتے رہیں۔اللہ تعالیٰ جو جبار ہے اس کا حکم بجالائیں۔

المتکبر: بڑائی' کبریائی کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اللہ کے ناموں میں ایک نام المتکبر ہے یعنی بڑائی والا۔حقیقت میں اگر کوئی بڑائی کا حقدار ہے تو صرف اللہ رب العالمین جو عظیم ہے' کریم ہے' جلیل ہے' قہار ہے' جبار ہے' منان ہے' غفار ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بڑائی کرنے کا حق نہیں۔رب کے سامنے کوئی چیز اعلیٰ وارفع نہیں۔سب حقیر ہے۔اس کو کوئی چیز عزیز ہے تو بندوں کی بندگی یعنی اطاعت الٰہی واطاعت رسول اللہ۔فرعون' نمرود' شداد' ابوجہل نے بڑائی کی دنیا میں ذلیل ورسوا ہوئے آخرت میں انہیں سخت ترین عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بڑائی کا حق نہیں ہے۔بڑائی کرنے سے تکبر وغرور پیدا ہوتا ہے۔لہٰذا کوئی بندہ اپنی بڑائی بیان نہ کرے اللہ تعالیٰ کو عجز وانکساری پسند ہے۔اسکو اختیار کریں۔ہم اللہ تعالیٰ کی بڑائی وکبریائی اس طرح بیان کریں۔اللہ بہت بڑا ہے' اللہ بہت بڑا ہے۔موسیٰ علیہ السلام نے دست عصا سے راستہ بنایا اس میں دریا نے بھی کہا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔یونسؑ کو جب مچھلی کے پیٹ میں زندہ رکھا ظاہر یہی ہوا کہ اللہ بہت بڑا ہے۔بچپن سے لے کر اب تک اسلاف کی زبان سے ہم نے یہی سنا ہے۔اللہ بہت بڑا ہے۔ارشاد محمد مصطفیٰ ﷺ بھی ہے اللہ بہت بڑا ہے۔خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ نے بھی کہا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔الغرض بڑائی اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔صبح وشام اس کی ہی بڑائی کریں۔زندگی سلامتی سے گزر جائے گی۔آخرت میں اس کی رحمت کو انشاءاللہ تعالیٰ حاصل کریں گے۔

حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ

آج ماہ جمادی الثانی کی 25 تاریخ ہے۔آج ہی حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ کی وفات ہوئی

اس کرہ ارض پر وہ بندگان خدا،خوش نصیب ہیں جو حیات ہی میں حضرت مہدی موعودؑ سے قطعی جنتی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ان میں ایک شخصیت حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ کی ہے جنہیں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

حضرت ملک برہان الدینؓ کا شمار امرائے احمد آباد میں سے ہوتا ہے۔خاندان اہل سیف میں سے تھے۔بادشاہ کی جانب سے ملک کا خطاب حاصل ہوا تھا۔دس ہزار سوار کے سردار تھے۔نہایت جری، بے باک ہونے کے ساتھ شرافت ورثہ میں پائی تھی۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ جب ہجرت فرماتے ہوئے 903ھ میں احمد آباد میں مسجد تاج خان سالار میں ڈیڑھ سال تک قیام فرماتے ہیں۔یہاں آپ روزانہ بیان قرآن فرمایا کرتے تھے۔ بیان کی شہرت شہر تمام ہوگئی۔احاطہ مسجد افراد سے پُر ہوجاتا ہے۔دیواروں، چھتوں اور درختوں پر بیٹھ کر لوگ بیان قرآن سنا کرتے تھے۔بیان قرآن کا یہ معجزہ تھا کہ قریب اور دور کے لوگوں کو یکساں سنائی دیتا تھا۔اور ہر کوئی یہ سمجھتا تھا کہ اس کی ہی زبان میں بیان قرآن ہورہا ہے۔اس بیان کی شہرت سنکر حضرت ملک برہان الدین بھی شریک بیان ہونے کے لئے مسجد تاج خان سالار آتے ہیں اس وقت خلیفۃ اللہ ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' (آل عمران:92) کا بیان فرمارہے تھے۔خدا کو پانے کے لئے ضروری ہے کہ تم اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اللہ کی راہ میں قربان کردو۔رب العالمین کا کلام اور مبین کلام اللہ سے بیانِ حق کو سنا تو فوراً دل کی کیفیت بدل جاتی ہے۔بعد ختم بیان خلیفۃ اللہ کے حضور، تلوار اور گھوڑا پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ان سے محبت ہے۔حضرت مہدیؑ نے دریافت کیا ان سے کیوں محبت ہے عرض کیا کہ یہ میری جان کی حفاظت کرتی ہے۔حضرت مہدیؑ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے تمہاری جان طلب کرتا ہے نہ کہ گھوڑا اور تلوار۔اس کلام کو سنتے ہیں حضرت ملک برہان الدینؓ اپنا تمام مال وغیرہ راہ خدا میں دیتے ہیں اور تصدیق سے مشرف ہوکر صحبت اختیار کرتے ہیں اور خلیفۃ اللہ کے ساتھ ہجرت کرتے ہیں۔یہاں آپ کے دست حق پر کئی ایک علماء، اُمراء اور عام اصحاب تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔

آپؓ نماز ہمیشہ خلیفۃ اللہ کے عین عقب میں کھڑے ہوکر ادا کرتے تھے۔آپ کی کیفیت کو دیکھ کر خلیفۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں ''ملک برہان الدین نے اپنی ذات خدا کو دے کر ذات خدا کو خود حاصل کیا ہے'' ایک بہت بڑی بشارت آپ نے پائی ہے۔یہ بشارت وہی پاتے ہیں جو عاشق اللہ ہوتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے جہاں حضرت ثانی مہدیؓ اور حضرت شاہ خوند میرؓ کو ذاتی فرمایا وہیں حضرت ملک برہان الدینؓ کو صفاتی فرمایا ہے۔یہ بھی فرمایا کہ ملک برہان الدین حق تعالیٰ کے طلبگار اور جانثار ہیں۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کی قابلیت، حسن اخلاق، عالی درجات اور تمام عرصہ میں آپ کی کیفیت کو ملاحظہ فرما کر اپنی صاحبزادی بی بی فاطمہ کا نکاح 904ھ میں آپ سے کرتے ہیں۔یہ تقریب عقد کس سادگی سے ہورہی ہے ملاحظہ فرمائیے۔بی بی فاطمہ کا رشتہ طے کرکے عقد پڑھایا جارہا تھا تو حجرہ میں چراغ سلگایا گیا۔جس سے باہر روشنی دیکھائی دے رہی تھی۔حضرت بندگی میاں شاہ خوند میرؓ اور دوسرے اصحاب نے دریافت کیا کہ آج غیر معمولی طور پر حضرت مہدیؑ کے حجرہ میں چراغ روشن ہے۔جن اصحاب کو علم تھا انہوں نے اطلاع دی کہ حضرت کی دختر کا عقد ہورہا ہے۔کس سادگی سے شہنشاہِ ولایت کی نورِ نظر کا عقد مسعود کی یہ تقریب منائی گئی کہ دائرہ کے جلیل القدر اصحاب کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی گئی۔کیا آج اس طرح کی تقریب کا ہم تصور بھی کرسکتے ہیں؟ کیا اس سادگی سے تقاریب عقد منانے کیلئے کوئی عاشق مہدیؑ ارشاد و منصب خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ پر فائز کوئی شخصیت تیار ہے۔جو گھرانے نمونے عمل بننے کے تھے وہاں بھی آج کل کیا ہورہا ہے سب کو معلوم ہے۔اسراف کل بھی برا تھا تو آج بھی برا ہے۔خلیفۃ اللہ نے نہایت سادگی سے عقد کی تقریب منعقد کرکے ایک عملی نمونہ پیش کیا ہے۔اس نمونہ پر عمل کرنا ہر مصدق کے لئے ضروری ہے۔آپ حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہی ہجرت کرتے ہیں، سفر، حضر میں ہمیشہ ساتھ

رہے۔حضرت مہدیؑ کے وصال کے بعد فراہ سے واپس احمد آباد، گجرات آتے ہیں سابرمتی ندی کے کنارے موضع اچیڑ موتیڑہ جو شمال مشرق سمت احمد آباد سے 3 میل پر واقع ہے دائرہ باندھکر رہتے ہیں۔آپ کی ذات بابرکات سے بے شمار لوگ فیض حاصل کرتے ہیں۔

حضرت ثانی مہدیؓ اپنے دور خلافت میں ہر ایک دائرہ کی کیفیت کو ملاحظہ فرماتے تھے۔ضرورت پڑنے پر دائرہ کی کیفیت سے دوسروں کو واقف بھی کراتے تھے۔ایک خط میں حضرت میاں ابوبکرؓ کو حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، ان کے دائرہ میں چند فقرائے صالحین ہیں۔اسی مقام پر 25/ جمادی الثانی 915ھ م 1509ء کو واصل بالحق ہوتے ہیں۔موضع اچیڑ موتیڑہ میں مزار مبارک پاک ہے۔جو احمد آباد سے تین میل شمال مشرق میں ہے۔

حضرت بندگی میاں ملک جی مہریؓ نے آپ کے پردہ فرمانے پر ایک منظوم خراج عقیدت کہا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں (ترجمہ) ہمارا ممدوح سلطان دین (مراد حضرت مہدی موعود علیہ السلام) کے محبوب برہان الدین کے نام سے مشہور تھے۔وہ شاہ کے خدام میں تھے اور دین کے لئے حجت اور دلیل تھے۔میدان عشق کے جانباز اور دشمنان حق کا سراڑا دینے والے تھے اور ہر وقت حق کو بلند کرنے میں حضرت عمر فاروقؓ کی طرح کمر بستہ رہتے تھے اور دشمنان حق کے لئے ننگی تلوار تھے۔اس خراج عقیدت سے حضرت ملک برہان الدینؓ کی سیرت کے اہم گوشے نظر آتے ہیں۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے جو عشق ومحبت اور ان کے دل میں جو مقام ومرتبہ تھا اس کو میاں ملک جی مہری نے بہترین الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔اس سے ایک صحابی کا دوسرے صحابی سے جو اخلاص ومحبت تھا اس کا بھی اظہار ہوتا ہے۔آج کے اس دور میں ہمیں یہ دعوت فکر دیتا ہے۔

اس شخصیت کی سیرت مبارکہ سے ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے کہ دین کے لئے، دین کی بقاء کے لئے، دین کی حفاظت کے لئے، دین کی ضرورت کے لئے مال ودولت ہی نہیں وقت پڑنے پر جان عزیز بھی قربان کرنے سے گریز نہ کرنا چاہیئے۔اس کے ساتھ ہمیں یہ تعلیم بھی مل رہی ہے کہ سادگی سے تقاریب کا اہتمام ہو۔اللہ تعالیٰ بناوٹی زندگی کو پسند نہیں کرتا بلکہ سادگی کو پسند کرتا ہے۔سادگی میں جو اطمینان، راحت وخوشی میسر ہوتی ہے وہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ایسی تقاریب میں رحمت خداوندی چھائی رہتی ہے۔نام ونمود وشہرت کا جو بازار آج سرگرم ہے ہمارے اسلاف کا کردار اس وباء سے کوسوں دور تھا۔ہر کام ان کے پاس صرف للّٰہیت پر مبنی ہوتا تھا۔ان کی نظروں میں امیر ہو کہ غریب سب برابر تھے، ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک تھا۔یہ ہمارے دائروں کی تہذیب تھی۔اس تہذیب کا دوبارہ قیام ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کی راہ میں ثابت قدم رہنے، دامے، درمے اور سخنے کے ساتھ وقت پڑنے پر جان عزیز بھی قربان کرنے کی توفیق وصلاحیت عطا فرمائے (آمین)

محبت حضرت رسول اللہ ﷺ

آج ماہ جمادی الثانی کی 26 تاریخ ہے۔"محبت رسول اللہ ﷺ" پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار میں محبت کا جذبہ ودیت کر رکھا ہے۔اس دنیا میں مشکل سے مشکل کٹھن سے کٹھن کام محبت سے حل کئے جاسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اے محمدؐ اگر آپ نہ ہوتے تو میں اس کائنات کو وجود میں نہیں لاتا۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

دراصل محبوب خدا ہیں۔ نیز آپؐ سے محبت رکھنا ایمان کا لازمی جز ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔'' تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے ماں باپ اور اولاد سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہوں۔'' ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت محمدؐ سے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے میری جان زیادہ عزیز ہے۔ یہ سن کر حضرت محمدؐ نے فرمایا۔ اے عمر تمہارا ایمان کامل و مکمل نہیں ہوا۔ جب تک تم اپنی جان سے زیادہ مجھے عزیز نہ رکھو گے ایمان مکمل نہ ہوگا۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں'' جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔'' یہ ارشاد گرامی غلامانِ محمدؐ کے لئے کتنا اہم ہے۔ آج ہم سنت کی ادائی سے گریز کرتے ہیں۔ بعض نماز فرض کی ادائی کے بعد سنت ادا کئے بغیر مسجد سے روانہ ہوجاتے ہیں۔ اسے افراد شفاعت رسول اللہ ﷺ کے حقدار کیسے ہوسکتے ہیں۔ یہ بات ہر مسلمان کے ذہن میں رہے کہ محمدؐ، مسلمانوں کے لئے ان کے ماں باپ سے بڑھ کر شفیق اور رحیم ہیں۔

ہمیں دین ملا، اسلام ملا، نماز ملی، روزہ ملا، زکوٰۃ ملی، حج ملا، ذکر اللہ ملا، اور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ملے۔ حضور نبی اکرمؐ کے طفیل میں یہ مرضی رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم میرے محبوب سے محبت رکھو تمہیں دین بھی ملے گا، دنیا بھی ملے گی اور خدا بھی ملے گا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر مسلمان میں محبت رسول اللہ ﷺ کے جذبہ کو مزید پروان چڑھائے۔ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی سعادت عطا کرے۔ آمین

حضرت طفیل بن عمروؓ

آج ماہ جمادی الثانی کی 27 تاریخ ہے۔ قرآن کس طرح سے دلوں کو پھیرتا ہے اس کے تعلق سے ایک واقعہ کو سماعت فرمائیں اور اعجاز قرآن کو ملاحظہ کیجئے۔

طفیل بن عمروؓ کا قبیلہ دوس کے مشہور و معروف لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ علم دوست اور بہت بڑے تاجر بھی تھے۔ قبیلہ قریش اور قبیلہ دوس میں گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔ ایک دوسرے سے روابط تھے۔ قریش کی طرح یہ بھی مہمان نواز تھے۔

طفیل بن عمروؓ مکہ آتے ہیں اپنے دوست واحباب سے ملاقات کرتے ہیں۔ اس ملاقات کے دوران قریش کے کچھ آدمی آپ سے کہتے ہیں کہ ہماری قوم سے ایک شخص اپنے رسول ہونے کا دعویٰ کررہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہمارے بتوں کو چھوڑ کر ایک خدا کی پرستش وعبادت کرو۔ ہمارے بتوں کو بُرا کہتا ہے۔ اس کے کلام میں سحر اور جادو ہے۔ جو بھی اسکو سنتا ہے اس کا ہوجاتا ہے۔ اس کے آنے سے باپ اور بیٹے، بھائی بھائی، میاں بیوی، کے مابین جدائی ہورہی ہے۔ اپنے آباء واجداد کے طریقوں کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ہوجارہے ہیں۔ ہم آپ سے کہتے

ہیں کہ اس شخص سے بچ کر رہیں۔اس کا کلام نہ سنیں۔آپ اور آپ کی قوم کہیں اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوجائے۔قریش نے آپ کو اس قدر ڈرایا کہ آپ کانوں میں کپڑے ٹھونس لئے۔کہیں اتفاق سے کلام کان میں نہ پڑ جائے۔اسی قیام مکہ کے دوران ایک روز مسجد حرام میں گئے۔آپ نے دیکھا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں۔طفیل نے دل ہی دل میں کہا کہ چلو جا کر کلام تو سن لیں۔میں شاعر ہوں الفاظ کا مجھ پر کونسا اثر ہوگا۔آپ کلام سنتے ہیں کلام کا اثر دل پر ہوتا ہے۔حضرت محمدؐ حرم سے واپس اپنے مکان جا رہے تھے۔طفیل بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔مکان پہنچنے کے بعد طفیل آپ سے کہتے ہیں۔آپ کی قوم سے مجھے آپ کا کلام سننے سے اس قدر ڈرایا کہ کانوں میں کپڑے ٹھونس لیا تاکہ آپ کا کلام نہ سنوں۔لیکن جب کلام سنا تو بھلا معلوم ہوا۔آپ اپنا دین مجھ پر پیش کیجئے۔حضرت محمدؐ نے دین کو پیش کیا۔ایک روایت کے مطابق سورہ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔اس وقت مسلمان ہوجاتے ہیں۔

طفیل دوس پہنچ کر اپنے باپ اور بیوی کو اسلام کی دعوت دی اور یہ دعوت کو قبول کر کے مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔اس کے بعد قبیلہ دوس کو اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔لیکن یہ قبول نہیں کرتے ہیں۔آپ مکہ جا کر حضورؐ سے کیفیت بیان کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں ان کے لئے بددعا کیجئے۔حضورؐ دعا کرتے ہیں اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت دے اور مسلمان بنا کر یہاں بھیج۔اور طفیل سے کہتے ہیں نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ۔آپؐ کی ہدایت پر نرمی کے ساتھ اسلام کی دعوت پیش کرتے ہیں۔۷۰،۸۰ افراد اسلام کو قبول کر لیتے ہیں۔فتح مکہ کے بعد تمام قبیلہ اسلام کو قبول کرتا ہے۔

یہ قرآن پاک کی تاثیر ہے۔چند آیات سن کر طفیل بن عمروؓ اسلام کو قبول کرتے ہیں۔پھر تبلیغ سے سارا قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوجاتا ہے۔یہی اسپرٹ آج کے مسلمانوں میں بھی ہونا چاہئے۔وہ بھی اسلام کو پیش کر کے کفر کا خاتمہ کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت بندگی میاں سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاںؒ

آج ماہ جمادی الثانی کی 28 تاریخ ہے۔

اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاں صاحبؒ کی ہے۔

حضرت سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاں صاحب ماہ ربیع الثانی ۱۰۲۱ھ کو اس دنیا میں تشریف لائے آپ کا نسب ۵ ویں پشت پر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے جا ملتا ہے، وہ اس طرح ہے حضرت سید موسیٰؒ بن سید جلالؒ بن حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل بن حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ بن حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ بن حضرت سید محمد مہدی موعودؑ

میاں یداللہ کی عمر کھیلنے کودنے کی ہے گھر کے آنگن میں کھیل رہے ہیں یکا یک رو رو کر کہنے لگے ہائے ڈاکو بابا کو مار رہے ہیں بابا کیسے ہیں ارے دیکھو انہوں نے بابا کو ختم کر دیا۔گھر کے تمام لوگ اس چیخ و پکار پر میاں یداللہ کے اطراف جمع ہوجاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں ایسی باتیں نہ کرنا بابا تجارت کے لئے گئے ہیں وہ آئیں گے۔لیکن آپ برابر یہی کہہ جاتے تھے کہ ڈاکوؤں نے بابا کو ختم کر دیا۔دادا حضرت سید جلال میاں صاحب حجرہ میں تھے کمسن پوتے کی باتیں سنیں فوراً مراقبہ میں گئے اور اس کے بعد فرمایا کہ میاں یداللہ جو کچھ کہتے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔

ڈاکوؤں نے میاں سید موسیٰ کو ختم کردیا ہے۔قربان ہوجائیں اس گھرانہ پر جہاں نبیرہ اور دادا کی یہ روحانی کیفیت ہے۔ یہ عطا فضلِ خداوندی سے حاصل ہوتی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد لوگ اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہیں۔ وقت اور تاریخ وہی ہوتی ہے جو میاں یداللہ نے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علم آپ کو پانچ سال کی عمر میں عطا کیا تھا جبکہ آپ نے عبادت وریاضت کی منزل سے دور تھے۔ یہ شخصیت جب بعد حصول علم باعمل ہوکر زندگی کا بیشتر حصہ عبادت وریاضت، صحبت صادقین میں گزاری تو روحانی مرتبہ میں کتنا نہ اضافہ ہوا ہوگا۔ بچپن کا یہ حال ہو تو جوانی پھر بزرگی میں کیا کیفت نہ ہوگی۔

تاریخ مہدویہ بتاتی ہے کہ آپ کے دادا حضرت سید جلالؒ کے تمام فرزند دادا کے سامنے ہی رحلت فرمائے۔ ایک مرتبہ آپ بچپن میں سخت بیمار ہوئے گھر کی عورتیں پریشان تھیں۔ اور ہر ایک کے دل میں یہ خیال وسوسہ تھا کہ یہ چراغ بھی گل ہونے کو ہے۔ گھر کے تمام ماحول پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ حضرت سید جلال بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں اور پوترے کو اپنا پسخوردہ عطا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ میرے فرزندوں کا بدل ہے۔ اس کی اولاد پھیلے گی میں بڑی بڑی داڑھی والے خوبصورت چہروں کو دیکھ رہا ہوں۔ عورتوں کو اطمینان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت عطا کرتا ہے جب آپ کی عمر 8 سال کی ہوئی تو دادا کا انتقال ہوجاتا ہے۔

دادا کے انتقال کے بعد یعنی اپنے مرشد کے گزرجانے کے بعد تربیت کی تجدید اپنے رشتہ کے چچا حضرت میاں سید نجم الدین صاحب سے کرواتے ہیں اس دور کا طریقہ رائج تھا کہ مرید تجارت کے لئے اپنے مقام سے روانہ ہوتے تو ساتھ میں مرشد کے فرزند یا کسی قریبی رشتہ دار کو ساتھ لیجاتے ایک تو برکت کے لئے دوسرے باجماعت نماز کے لئے اور اگر خدانخواستہ کوئی واقعہ ہوجائے تو مرشد زادہ کے ہاتھوں کام انجام پائے ۔مرشد ہی سے نہیں بلکہ مرشد کے خاندان کے افراد سے بھی ہماری وابستگی تھی حضرت میاں سید یداللہؒ کو بھی عقیدتمند تجارتی سفر میں ساتھ لے جاتے ہیں اثناء سفر میں رات آرام کے لئے قافلہ ٹھہر جاتا ہے ۔اب خواب میں دادا حضرت سید جلالؒ کو دیکھتے ہیں اور دادا فرماتے ہیں اے یداللہ تو دنیا کے کاموں کے لئے نہیں ہے دین مہدی کی تبلیغ تیرا فریضہ ہے۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد فوراً ترک دنیا کرتے ہیں اور حضرت میاں سید نجم الدین جن کا دائرہ راجپوتانہ میں تھا ان کی صحبت میں رہنے کے لئے یہیں سے روانہ ہوتے ہیں۔

اثناء راہ اوسہ میں آپ کی ملاقات ایک روحانی شخصیت حضرت میاں علی باگ سے ہوتی ہے۔ حضرت میاں علی باگ، حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے تھے حضرت یداللہ سے فرماتے ہیں یہ بندہ ناچیز آپ کے بزرگوں کا ایک ادنیٰ صدقہ خوار ہے بندہ ان کی صحبت سے جو پایا ہے وہ آپ کو پہنچادوں گا۔ آپ حضرت سید نجم الدین صاحب کی صحبت میں جانے کا ارادہ ترک کرکے میاں علی باگ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ میاں علی باگ آپ کے ساتھ ایک پوٹلی دیکھ کر فرماتے ہیں اس میں کیا ہے آپ کہتے ہیں اس میں کپڑوں کا ایک جوڑا ہے علی باگ فرماتے ہیں مومن ذخیرہ نہ کنند۔ فقیر کو ایک جوڑا کافی ہے۔ اور زائد جوڑا دوسرے حاجت مند کو عطا کردو۔ آپ ۵ سال تک حضرت میاں علی باگ کی صحبت میں رہکر فیضیاب ہوتے ہیں۔ فیضِ مرشد خیال وتصور مرشد کی اہمیت کے سلسلے کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمایئے آپ ایک مرتبہ جنگل کو خشک لکڑیوں کے لئے جاتے ہیں آپ لکڑیاں جمع کرنے میں مشغول رہتے ہیں ایک بہت بڑا سانپ ایک دم سامنے آجاتا ہے اور پھن کھولے ہوئے آپ کو ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھتا ہے آپ فوراً آنکھ بند کرکے اپنے مرشد کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھولتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے سانپ غیب اور مرشد کو حاضر پاتے ہیں۔ مرشد فرماتے ہیں لکڑیوں کے لئے جنگل کے اتنے اندر آنے کی ضرورت نہیں

ہے قریب سے ہی لکڑیاں جمع کرلو۔آج ہم مرشد کو مرشد کی طرح سمجھ نہیں پا رہے ہیں جس کی وجہ سے یہ افراتفری کا سا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔

حضرت میاں علی باگ اپنے آخری وقت میں ارشاد فرماتے ہیں جو کچھ میں نے حاصل کیا تھا آپ کو پہنچا دیا ہوں اگر مزید صحبت کے لئے میاں سید نجم الدین کے پاس جاؤ گے تو اعلیٰ درجہ پر رہو گے یہاں جو ہے وہ تم نے پالیا ہے اور وہاں بھی یہی ہے۔اگر تم حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کی صحبت میں جاؤ گے تو ہم عصر بن جاؤ گے آپ اپنے مرشد سے یہ ہدایت سننے کے بعد کچھ سوچتے ہیں یکا یک شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ میاں سید نجم الدین و میاں علی باگ دونوں حضرت بندگی میاں شاہ قاسمؒ کی صحبت میں رہے ہیں۔اسی صحبت کے دوران دونوں میں باہمی رنجش ہوئی ہوگی اسی لئے مجھے میاں سید نجم الدین کی صحبت سے منع کر رہے ہیں۔

جب میاں یداللہ کے دل میں اس طرح کے وسوسے پیدا ہوئے تو میاں علی باگ جو صاحب دل تھے فوراً کہتے ہیں میاں سید نجم الدین فرزند مہدیؑ ہیں ان کا مقام و مرتبہ بلند ہے اور بندہ ناچیز ایک ادنیٰ غلام ہے میرا اور ان کا کیا معاملہ میں شاہ نصرت کی صحبت اختیار کرنے کے لئے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ وہ اہل فضل زمانہ ہیں ان کی صحبت اختیار کرلو دوسری بات یہ ہے کہ تمہاری بیوی اور دونوں بچوں کا انتقال ہو چکا ہے تمہاری شادی شاہ نصرت کی دختر سے ہوگی۔فقیر کی باتوں کو غور سے سنو فقیر جو بھی کہہ رہا ہے وہ انشاءاللہ ہو کر رہے گا۔حضرت بندگی میاں علی باگ کا شمار اہل باطن اور باکمال بزرگوں میں ہوتا ہے۔علوم ظاہری اور باطن پر مکمل دسترس رکھنے والی دیگر بزرگوں کی طرح ہم نے اس شخصیت کو بھی گوشۂ گمنامی میں چھوڑ دیا۔حضرت علی باگؒ کی مزار پاک اوسہ سے چند میل دور کھیت میں واقع ہے اور وہ بھی زمین کے برابر ہے۔قوم کے کئی ایک افراد کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے۔حسب ہدایت حضرت میاں علی باگؒ آپ حضرت بندگی میں شاہ نصرتؒ کی صحبت میں رہنے کے لئے اوسہ سے دکن کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔اثناء سفر میں دل ہی دل میں تین باتیں سوچتے ہیں کہ حضرت بندگی میاں شاہ نصرت نام لے کر پکاریں دوسری امامت کے لئے کہیں اور تیسری گھر لے جا کر شیرنی کھلائیں اور اگر یہ پوری ہو جائیں تو فی الواقعہ آپ اہل فضل زمانہ ہیں ان سے علاقہ لیکر صحبت اختیار کرلونگا۔

آپ نماز مغرب حسین ساگر کے کٹے پر ادا کرتے ہیں اس وقت حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کا دائرہ چنچل گوڑہ میں تھا اس سمت روانہ ہوتے ہیں وقت عشاء ہو جاتا ہے۔حضرت نصرت علیہ الرحمہ مسجد کے صحن میں ٹہلتے رہتے ہیں۔فقیر مسجد تکبیر کی اجازت چاہتے ہیں۔لیکن آپ کچھ دیر ٹہرنے کو کہتے ہیں مصلی سمجھ جاتے ہیں کس کا انتظار ہے اتنے میں آپ مسجد میں داخل ہوتے ہیں حضرت شاہ نصرت کہتے ہیں بڑے شاہ میاں آپ عرض کرتے ہیں خوند کار ہاں۔اس کے بعد آپ کو نماز پڑھانے کے لئے کہتے ہیں۔بعد نماز گھر لیجاتے ہیں۔بی بی پردہ میں جاتی ہیں آپ بیٹا کہہ کر بی بی سے تعارف کرواتے ہیں۔حضرت شاہ نصرت نہ صرف آپ کو شیرنی کھلاتے ہیں بلکہ کھانا بھی کھلاتے ہیں۔الغرض آپ کی تینوں باتیں پوری ہوتی ہیں اور یہاں صاحب دائرہ کی روحانیت کو دیکھئے، طالب کی تینوں خواہشوں کو بغیر معلوم کئے پوری کر دیتے ہیں۔یہ ہمارے بزرگوں کی شان ہے، مقام و مرتبہ ہے اور انہیں ہمیشہ اللہ کا فضل ملتا رہتا ہے۔اگر ہمیں اللہ سے فضل پانا ہے تو بزرگوں کی سیرت پر عمل پیرا ہو جائیں۔

حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کی صحبت اختیار کرتے ہیں ذکر و فکر و ریاضت میں شب و روز گزرتے ہیں روحانی ترقی میسر ہوتی ہے۔میاں علی باگؒ کی ہدایت رنگ لاتی ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرت اپنی دختر سے آپ کا عقد کرتے ہیں۔ایک دو نہیں ۲۸ سال آپ کی

صحبت میں رہتے ہیں۔حضرت شاہِ نصرت نے آپ کو بڑی بشارتیں دی ہیں اور انتقال سے قبل خلافت بھی عطا کی اور دستار اپنے سر سے نکال کر آپ کے سر پر رکھتے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کے کہنے پر کنجرہ ضلع امراوتی میں دائرہ باندھ کر رہتے ہیں دائرہ میں احکام فرائض نبوت وولایت پر سختی سے پابندی ہوتی تھی۔دائرہ کے لوگوں پر نماز بہ جماعت ادا کرنا لازم تھا۔ اگر کوئی مسلسل تین نمازیں غیر حاضر ہوتا تو اس سے باز پرس ہوتی اگر بات نا قابل قبول ہوتی تو دائرہ سے خارج کر دیا جاتا تھا۔آپ 29 / جمادی الثانی 1096ھ کو 75 سال کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔آپ کی تمام زندگی حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عزّت ولذّت کو یکسر ختم کیا اور زندگی کے ہر موڑ پر دم وقدم کی حفاظت کی کبھی اہل دنیا کے گھر نہیں گئے۔دائرہ میں وہی مال کو قبول کیا جاتا تھا جو پاک وحلال ہو۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بزرگوں کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

عیادت

آج ماہ جمادی الثانی کی 29 تاریخ ہے۔عیادت پر مضمون سماعت کیجئے۔

صحت ایک نعمت ہے۔لیکن موسم کی تبدیلی اور غذا کی لاپرواہی کے استعمال سے انسان بیمار ہوجاتا ہے۔بیمار کو دیکھنے کے لئے اور دیکھ بھال کرنے کو عیادت کہتے ہیں۔اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں زندگی کے ہر جز کا خیال رکھا گیا ہے۔کوئی ایسا موقعہ اور مرحلہ نہیں ہے جہاں اسلام ہدایت نہ کرتا ہو۔اسلام نے ہر ایک کا خیال رکھا ہے۔معاشرہ کے چند اُصول ہیں اور تہذیب بھی ہے۔اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ معاشرہ کے اُصولوں اور تہذیب سے کنارہ کشی اختیار کیا جائے۔حیات کے ساتھ بیماری لگی ہوئی ہے۔اسلامی شریعت نے بیمار کی عیادت کو ضروری قرار دیا ہے۔

عیادت سے بیمار کو ایک طرح سکون' اطمینان' خوشی حاصل ہوتی ہے۔وہ وقتی طور پر بیماری کو بھول جاتا ہے۔بیمار سے بات چیت کرنے پر اس کا دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔چہرہ پر تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔بعض وقت اس کی زبان کہتی ہے آپ کے آنے سے میرے کو خوشی ومسرت حاصل ہوئی۔حضرت رسول اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔جن میں سے دو یہ ہیں۔ایک یہ جب وہ بیمار پڑے تو اس کی عیادت کی جائے۔دوسرے یہ کہ جب اس کا انتقال ہوجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کی جائے۔اسلام صرف مسلمان کی نہیں بلکہ پڑوس میں رہنے والے چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اس کی بھی عیادت کا حکم دیتا ہے۔مکہ مکرمہ میں ایک عورت کفارانِ قریش سے تھی۔وہ روزانہ حضور نبی اکرم ﷺ کی راہ میں کچرا ڈالتی تھی۔بعض وقت آپ کے اوپر پھینکتی تھی۔اتفاقاً دو دن آپ پر کچرا نہیں پڑا۔آپ نے دریافت کی کہ کیا بات ہے فلاں عورت کچرا نہیں پھینک رہی ہے۔صحابہ نے کہا کہ وہ بیمار ہے۔آپ اس دشمن کی بھی مزاج پرسی کے لئے اس کے گھر جاتے ہیں۔وہ آپ کو اپنے گھر میں دیکھ کر پریشان ہوجاتی ہے اور کہتی ہے کہ حضور اس سے بدلہ لینے کے لئے آئے ہیں۔کہہ اُٹھتی ہے مجھے معاف کردیں۔آپ اس سے فرماتے ہیں میں بدلہ لینے نہیں آیا ہوں۔بلکہ تیری عیادت کے لئے آیا ہوں۔وہ ہکا بکا ہوجاتی ہے اس کردار سے متاثر ہوکر کہہ اُٹھتی ہے محمدؐ کے اللہ پر ایمان لاتی ہوں۔تبلیغ دین میں کردار انسانی بہت کام کر جاتے ہیں۔

عیادت صرف مریض کو دیکھنے کے جانے کو ہی نہیں کہتے ہیں بلکہ اس میں ہر طرح کی دیکھ بھال بھی شامل ہے۔مثلاً دوا لانا، تسلی دینا، ہمت باندھنا، پھل لے جاکر دینا، مالی امداد کرنا وغیرہ بھی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے عیادت کے آداب بتلائے ہیں۔عیادت کے وقت مریض کے گھر میں، دواخانے میں، اِدھر اُدھر نگاہ نہ ڈالیں۔مریض کے پاس جب تک وہ خود نہ کہے دیر تک نہ بیٹھیں۔مریض کے سر پر یا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں رکھ کر اس کی مزاج پرسی کریں۔

عیادت کرنے سے صحت کی قدر معلوم ہوتی ہے۔عیادت سنت رسول اللہ بھی ہے۔اس سنت پر عمل کرنے سے اتحاد و اتفاق اور دلی وابستگی کا اظہار ہوتا ہے یہ ثواب بھی ہے۔

نصیحت و کامیابی

آج ماہ جمادی الثانی کی 30 تاریخ ہے۔

''نصیحت'' زندگی میں کتنی اہمیت رکھتی ہے اس پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اس دور میں اخبارات سے لے کر ٹی وی اور سیل فون کے ذریعہ نصیحتیں ہی نصیحتیں پڑھنے اور دیکھنے کو ملتی ہے۔قومی ادارے، جلسوں، دینی محافل کے ذریعہ شعراء مشاعرہ کے ذریعہ، خطیب خطبوں کے ذریعہ علماء اپنے وعظ کے ذریعہ نصیحتیں پہنچاتے آرہے ہیں۔ان نصیحتوں پر عمل کم ہوتا نظر آرہا ہے۔ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔نصیحت اچھی خیر خواہی ہے۔وہ ایک سے دوسرے تک منتقل ہو۔کیوں کہ یہ مفید ہوتی ہے۔اسے سنا جائے عمل کے بعد دوسروں تک پہنچایا جائے۔یہی قرآن اور احادیث کا مقصد ہے۔

قرآن کہتا ہے قرآن سے نصیحت وہی لوگ پکڑتے ہیں جن کے دل میں خدا کا خوف ہوتا ہے۔خدا کا خوف ایمان کی علامت ہے۔ایمان والے ہی نصیحت سننے کے بعد اس پر عمل کرتے ہیں۔نصیحت کے تعلق سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔یعنی ہم جس معاشرہ میں رہتے ہیں ان میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو صالح و پرہیز گار زندگی گزارتے ہیں۔ایسے افراد کی زندگیوں کو دیکھ کر ہم بھی باعمل مسلمان بن جائیں۔وہ افراد جو ان لوگوں کو دیکھ کر اور ان سے نصیحتیں سننے کے بعد بھی ان میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے ایسے افراد کے تعلق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں جس پر نصیحت اثر نہ کرے تو وہ جانے کہ اس کا دل ایمان سے خالی ہے۔کیا کوئی مسلمان اپنے دل کو ایمان سے خالی رکھنا پسند کرے گا۔لہٰذا نصیحتوں کو سنیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔جو بے وقوف ہوتا ہے وہ کسی کی نصیحتیں نہیں سنتا۔

کردار کی یہ خوبی ہونی چاہئے کہ خود کو نصیحت کرتے رہیں کسی کے سمجھانے کا انتظار نہ کریں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں جو اپنے نفس کو نصیحت کرتا رہا وہ سمجھ لے کہ خدا نے اس پر بہت رحم کیا۔نصیحت کرنا آسان ہے لیکن نصیحت کرنے والے باعمل ہوں۔وہ افراد قابل مبارک باد ہیں جن کے پاس نصیحت کے لئے الفاظ نہیں بلکہ اعمال ہیں۔

سب سے اعلیٰ و ارفع نصیحت یہ ہے کہ شریعت کی پیروی کریں۔ہر دور میں نصیحتیں کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔جس سے دین

ومذہب اوراسلامی تہذیب وتمدن سمجھ میں آتا ہے۔نصیحتیں فائدہ دیتی ہیں۔طور وطریقے بتاتے ہوئے کامیابی کی طرف لے جاتی ہیں۔نصیحتوں میں اصلاح کا پہلواور بھلائی ہوتی ہے۔ہماری غلطیوں اورخطاؤں کودیکھ کرہی نصیحتیں کی جاتی ہیں۔اس پر بُرانہ مانیں بلکہ ان کاشکریہ ادا کریں۔ تجربہ کارہی نصیحت کرتا ہے۔اور ہمارے مستقبل کوسنوارتا ہے۔غرض نصیحتوں میں خیراور بھلائی ہوتی ہے۔سن کرعمل کرنے پراجر حاصل ہوتا ہے۔اورکامیابی حاصل ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نصیحتیں سنےاوراس پرعمل کرے کی توفیق عطا فرما۔آمین

کامیابی: کامیابی' ناکامی' جیت' ہار' نفع نقصان' اچھائی' برائی' نیکی' بدی یہ تمام زندگی کے سفر میں ساتھی ہیں۔زندگی کے سفر میں اس کوساتھ رکھیں۔جس سے اللہ اس کا رسولؐ خوش ہوتا ہے۔اورجس سے زندگی خوشگوار گزرتی ہے۔زندگی کی کامیابی میں سب سے ضروری چیز ہمت ہوتی ہے۔ہمت حاصل ہونے کے بعد اپنا نصب العین کو ہمیشہ سامنے رکھ کرکوشش کریں گےتو انشاءاللہ تعالیٰ کامیابی حاصل ہوجائے گی۔اورنصب العین پوراہوجائے گا۔

زندگی میں ناکامیاں آتی ہیں اس سے گھبرانا نہیں ہے۔ناکامیوں سے گھبرانے کے بجائے مسلسل کوشش کرنے والےلوگوں کی گود میں کامیابی خودبخود آبیٹھتی ہے۔اس کے لئے سچی لگن' بلند حوصلہ' نیک ارادے ہوں توراہ کے کانٹے' مشکلات وغیرہ سب دور ہوجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ایسے ذرائع پیدا کرتا ہے کہ کامیابی مل جاتی ہے۔یادرہے محنت اوراللہ کے فضل سے کام پورے ہوتے ہیں اورکامیابی ملتی ہے۔

اگرکاہل ہو' ناکامی کا ڈرہو' ارادے نیک نہ ہوں توکبھی بھی زندگی میں کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ناکامی کے جذبہ سے کامیابی کا پیدا ہونا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا کہ جام کے درخت پرآم لگنا۔ہرکام کاارادہ کریں' محنت کریں' جستجو کریں' انشاءاللہ تعالیٰ کامیابی ملے گی۔اگرنہ ملی تو اس میں کچھ نہ کچھ حکمت رہتی ہے۔اس پربھی اللہ کاشکرادا کریں۔

وہ افراد جووقت کی قدرکرتے ہیں وقت پرکام کرتے ہیں انہیں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔مقصداورارادہ نیک ہوتو ہرقدم پرنیکی اور کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔کامیابی پوشیدہ ہے کوشش میں' لگن میں' محنت میں' حوصلہ میں' جدوجہد میں' ہمت ویقین میں' صبر وطلب میں۔وہ افراد جواصول پرست ہوتے ہیں ان کے ہرکام حسن وخوبی کے ساتھ کامیابی سے ہوتے ہیں۔

غرض زندگی کوبندگی کے ساتھ گزاریں انشاءاللہ کامیابی ہی کامیابی حاصل ہوگی۔

ماہ رجب المرجب

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	ماہ رجب وامام شافعیؒ	269	16	بخل	295
2	الخالق البارى و اصلاح	271	17	راہ نجات	296
3	حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ	272	18	حضرت ابوذر غفاریؓ	297
4	اُم المومنین اُم حبیبہؓ و بہادر یار جنگؒ	274	19	حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ	299
5	ہجرت	277	20	اُم المومنین زینب بنت جحشؓ	301
6	حضرت خواجہ غریب نوازؒ	279	21	بندہ مومن	302
7	حضرت بندگی میاں شیخ مومن توکلیؒ	281	22	نماز جمعہ	304
8	دنیا	284	23	زبان	305
9	محبت دنیا سے نہیں خالق دنیا سے ہو	285	24	عبادت کی غذا ذکر اللہ ہے	306
10	غضب	287	25	رنگریز شہداءؒ	309
11	قسم	287	26	شب معراج	311
12	القہار و الوہاب و فنا	289	27	خشیت	313
13	حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ	290	28	حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؒ	314
14	اطاعت	292	29	فریبؔ فتنہ و فساد	317
15	دعا	293	30	الرزاق و الفتاح	318

ماہ رجب وامام شافعیؒ

آج ماہ رجب المرجب کی یکم تاریخ ہے۔آج ہی کے دن امام شافعیؒ کی وفات ہوئی۔

ماہ رجب المرجب اسلامی سال کا ساتواں مہینہ ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب زمین وآسمان کی تخلیق فرمائی اس وقت سے چار مہینوں یعنی رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم۔کوحرمت والا، بزرگی والا بنایا ہے۔عکرمہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ نے فرمایا رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اُمت کا مہینہ ہے۔حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا رجب دوسرے مہینوں پر وہی بزرگی رکھتا ہے جو قرآن مجید دوسری کتابوں پر۔احادیث میں آیا ہے کہ جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام رجب ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے جو شخص اس ماہ میں ایک بھی روزہ رکھے تو اس نہر سے پانی پلایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کو اپنے نام سے پکارا ہے۔شہر اللہ یعنی اللہ کا مہینہ جس طرح قرآن کو کلام اللہ، کعبہ کو بیت اللہ، خاتم النبین کو محمد رسول اللہ، مہدی موعود کو مراد اللہ اس طرح ماہ رجب کو شہر اللہ پکارا ہے۔یہ ماہ نہایت بزرگ اور فضیلت والا ہے اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدﷺ کو عرش پر بلایا اپنے دیدار سے مشرف فرمایا۔نماز اور درود کا تحفہ دیا، جنت ودوزخ کی سیر کرائی۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مہدوی اس ماہ میں کثرت سے سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے ہیں۔زیادہ سے زیادہ وقت ذکر اللہ میں صرف کرتے ہیں۔اس ماہ کی جمعراتوں کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔اپنے اپنے مرحومین رشتہ داروں، دوستوں کی زیارت کر کے ان کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں۔جس کی نظیر اسلام کے کسی اور فرقہ میں نہیں ملتی ہے۔

امام شافعیؒ:۔آپ کا نام محمد بن ادریس اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔شافعی آپ کے جداعلیٰ شافع کی طرف نسبت ہے۔ ولادت 150ھ میں ہوئی۔آپ کا تعلق خاندان قریش سے تھا۔دس سال کی عمر میں مکہ معظّمہ تشریف لائے۔آپ کا حافظہ بلا کا تھا۔چنانچہ صرف ۷سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔۱۵سال کی عمر میں مؤطا امام مالک حفظ کرچکے تھے ۲۰سال کی عمر تک اسلامی فقہ کی تعلیم مکہ مکرمہ میں حاصل کی۔امام مالک بن انسؒ بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔عراق کا گورنر مدینہ منورہ آیا تو امام شافعیؒ کے علم وفضل سے بہت متاثر ہوا۔اس نے آپ کو منتظم کے عہدے پر فائز کیا۔لیکن حکومت سے نزاع کی وجہ سے آپ کو عراق بھیج دیا گیا۔جہاں آپ کو ہارون رشید کے سامنے پیش کیا گیا۔ہارون آپؒ سے بہت عزت واحترام سے پیش آیا۔آپ کو حنفی اور شافعی فقہ کے ماہر کا درجہ حاصل ہے۔سفر مصر کے دوران میں اور قیام مکہ کے دوران میں آپ وعظ اور درس وتدریس میں مشغول رہتے۔امام احمد بن حنبلؒ وہاں ایک طالب علم کی حیثیت سے موجود تھے۔انہوں نے آپ سے خوب فیض حاصل کیا۔مکہ سے امام شافعیؒ بغداد تشریف لے گئے۔وہاں تین چار سال قیام کے بعد تقریباً ۵۰سال کی عمر میں آپ مصر چلے گئے۔مصر میں آپ کا حلقہ تدریس بہت وسیع تھا۔اور دنیا بھر کے علماء آپ کے علم سے مستفید ہوئے۔فقہ اسلامی پر آپ کی دو کتب ''الام'' اور ''الرسالہ'' بہت ہی مشہور ہیں۔

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ چار آئمہ میں امام شافعی کا بھی ایک منفرد مقام ہے۔دین اسلام کی آپ نے جو خدمت انجام دی وہ دنیا پر

اظہر من الشمس ہے۔فرائض نبوت و دینی احکام میں آپ کا تبحر علمی سمندر کی موجوں کی طرح رواں ہے۔بہت بڑے عالم دین ہونے کے باوجود بزرگوں کا ادب واحترام کرتے تھے۔غرور وتکبر کا شائبہ تک آپ کے کردار میں ڈھونڈنے سے بھی نہ پایا جاتا ہے۔کردار کی بلندی کو ملاحظہ فرمایئے۔امام شافعیؒ فجر کی نماز میں دوسری رکعت میں رکوع میں کھڑے ہوکر قنوت پڑھتے ہیں۔ابو حنیفہؒ اس کو درست نہیں سمجھتے۔حضرت شافعیؒ بغداد آتے ہیں۔حضرت امام ابو حنیفہؒ جس مسجد میں درس دیا کرتے تھے اس مسجد میں نماز فجر پڑھاتے ہیں لیکن دوسری رکعت میں رکوع سے کھڑے ہوکر قنوت نہیں پڑھتے ہیں۔لوگ دریافت کئے کہ آپ نے دوسری رکعت میں قنوت کیوں نہیں پڑھی۔آپ نے جواب دیا اس صاحب خیر کی رائے کے احترام میں نہیں پڑھا۔حضرت امام شافعیؒ کا یہ واقعہ اور یہ عمل مسلم علماء اور دینی جماعتوں کے لئے دعوت فکر ہے۔دینی و مذہبی فضاء کو قائم رکھنے میں اتحاد اور اتفاق کی فضاء کو پروان چڑھانے میں یہ واقعہ ہدایت کا سامان فراہم کرتا ہے۔

آپ نے دنیا اسلام کو اپنی علم کی کھیتی سے جو سیراب کیا وہ خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔آپ کے ارشادات بھی موتی کے خزانے ہیں۔ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا سب کو خوش رکھنا بہت مشکل ہے۔اس لئے خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھو۔یہ حقیقت ہے کہ جب خدائی بعثتیں ہر ایک کو خوش نہیں رکھ سکتے تو بھلا ہم کہاں سب کو خوش رکھ سکتے ہیں۔ہر کوئی اگر خدا سے اپنا حساب معاف کرلیا تو سمجھ جایئے اس کا بیڑا پار ہوگیا۔ایک موقعہ پر آپ نے بڑی پیاری نصیحت فرمائی کہ ''دنیا کے خزانے سونے سے بھرے جاتے ہیں تم اپنا خزانہ ایمان اور نیکی سے بھرو'' ایمان ایسا خزانہ ہے جس کی قدر ومنزلت کا کوئی بھی اندازہ نہیں کرسکتا۔بے وقوف ہیں وہ لوگ جو زر، زینات، جائیداد کے چکر میں ایمان اور نیکی کے کاموں کو پس پشت ڈالدیتے ہیں۔ایمان اور نیکی ایسا خزانہ ہے جو دائمی رحمت کا باعث ہوتا ہے۔افسوس ہوتا ہے بقا کے مقابلے فنا ہونے والی چیزوں میں منہمک ہوجاتے ہیں۔اور صراط مستقیم سے ہٹ جاتے ہیں۔

آپ کے اقوال ہیں۔

(۱) ضرورتیں کم کروگے تو راحتیں زیادہ پاؤ گے۔

(۲) جو تمہارے ایسے اوصاف بیان کرے جو تم میں نہ ہوں، وہ تمہارے ایسے عیوب بھی بیان کرے گا جو تم میں نہیں۔

(۳) سخاوت دنیا اور آخرت کے عیبوں کو ڈھانپ لیتی ہے۔

(۴) چونکہ جاہل کو اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ وہ عالم ہے اس لئے وہ کسی کی بات نہیں مانتا۔

(۵) مخلوق میں سب سے زیادہ ہمدردی کے قابل وہ ہے جو تنگ حالی کے باوجود ہمت سے زندگی بسر کرتا ہے۔

(۶) اگر تم اپنے نفس کو حق میں مشغول نہ کروگے تو وہ تم کو باطل میں مشغول کرنے کی کوشش کرے گا۔

(۷) اپنے اوپر سب سے زیادہ ظلم کرنے والا شخص وہ ہے جو ایسے شخص کی عزت کرے جو اس کی عزت نہ کرتا ہو، ایسے شخص سے دوستی کرے جو اسے نفع نہ پہنچا سکتا ہو ایسے شخص کی تعریف کرے جو اسے نہ پہچانتا ہو۔

حضرت امام شافعی یکم رجب 204ھ کو اس دنیا سے پردہ فرماتے ہیں مصر میں آپ کا مزارِ پاک ہے۔آپ کے دینی خدمات کی بنا پر قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے گا۔

الخالق، البارى واصلاح

آج ماہ رجب المرجب کی 2 تاریخ ہے۔

اسمائے الٰہی میں سے دو اسم الخالق البارى واصلاح کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

الخالق: یہ ہمارا ایمان ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ چاہے وہ زمین کے اوپر ہو یا اندر یا آسمان اور زمین کے درمیان۔ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ خالق کے معنی پیدا کرنے والے کے ہیں۔ ہماری پیدائش ہی خالقیت کی زندہ مثال ہے۔ خون، خون کے لوتھڑے پر گوشت، پھر ہڈیاں، ہڈیوں پر گوشت۔ اس طرح پیدائشی مراحل طئے کر کے بچہ دنیا میں آتا ہے۔ لڑکپن، جوانی، بڑھاپا اور پھر اسے دنیا سے گزر جانا۔ یہ تمام اللہ کی قدرت ہے اس کی قدرت کے آگے تمام سجدہ ریز ہوں۔ اللہ نے بندوں کے لئے ہوا، پانی، زمین پر کھیتی کا انتظام کرایا۔ وہ رازق بھی ہے رزق کا انتظام بھی کرایا۔ اللہ نے اپنے بندوں کو چھوٹی سی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھا۔ خدا اپنی مخلوق سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ لیکن بندہ اپنے خالق سے غافل رہتا ہے۔ اس غفلت سے بچانے کے لئے حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ غفلت حرام ہے۔

ہم اپنے پالن ہار سے کبھی غفلت نہ برتیں، ہر حالت میں اس کی عبادت اور شکر بجالاتے رہیں۔

البارى: اس کائنات کو وجود میں لانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ خالق ہے، مالک ہے، ستار ہے، غفار ہے اور باری ہے۔ باری کے معنی پیدا کرنے والا، صورت بنانے والا کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن بندوں پر غضبناک ہوتا ہے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتے ہیں۔ تمام مخلوق اور کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اپنے منشاء اور ارادہ کے مطابق تخلیق کی ہے۔ سورج، چاند، پانی، ہوا، زمین، آسمان، یہ تمام انسان کی ضروریات کے لئے تخلیق کی گئیں۔ اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ جو بندے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ مزید نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدہ ریز ہو کر اس کی کبریائی، ستاری، بلندی، جباری کو بیان کریں۔ وہ تمام کائنات کا مالک ہے۔ ہر خادم کا کام ہے کہ اپنے مالک کو خوش کریں۔ ہم اس کی عبادت کر کے اس کو خوش کریں۔ اس کے لئے خدا ہی سے مدد طلب کریں۔

اصلاح: اصلاح میں شخصیت کی تندرستی وصحت ہے۔ غلطی ہونے کے بعد اس کی اصلاح کرنا کردار کی خوبی ہے۔ انسان معصوم نہیں ہے اس سے غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں۔ ان غلطیوں کی تلافی کرنا اس کو درست کرنا اصل اصلاح ہے۔ یہ زندگی کا تعمیری پہلو ہے جو بہت ضروری ہے۔ جو لوگ اپنی غلطیوں کی اصلاح نہیں کر پاتے وہ آگے بہت نقصان اٹھاتے ہیں۔ غلطی ہو جائے تو شرمندہ نہ ہوں بلکہ اس کی اصلاح کر کے خوشی ومسرت حاصل کریں۔

اصلاح کی دعوت قرآن بھی دیتا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے جو لوگ قصور ہو جانے کے بعد توبہ کرتے ہیں اور آئندہ اپنی

اصلاح کر لیتے ہیں تو اللہ ان کے سب قصور معاف کر دیتا ہے۔ بندوں پر اللہ کتنا بڑا مہربان ہے اس آیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ ہر نفس اپنی اصلاح کی فکر میں رہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ صفات بد کے بجائے صفات نیک پیدا ہوتے ہیں۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے لوگ دوسروں کی اصلاح کی فکر میں رہتے ہیں اپنی اصلاح کی فکر سے غافل رہتے ہیں۔ حقیقت میں اپنی اصلاح کوئی مشکل نہیں ہے۔ جسے خدا کا ڈر وخوف رہتا ہے' موت کو یاد رکھتا ہے وہ اپنی خامیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اس فکر میں رہتا ہے کہ کس طرح اپنی ذات کی اصلاح کروں اور خدا کو پاؤں۔ تعلیمات مہدویہ اسی طرف راغب کرتی ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں جب زبان کی اصلاح ہو جاتی ہے تو قلب بھی صالح ہو جاتا ہے۔ زبان یعنی بات چیت کردار کو ظاہر کرتی ہے۔ زبان اچھی تو کردار بھی اچھا۔ قلب بھی مطہر رہتا ہے۔ جس نے زبان اور قلب کی اصلاح کر لی وہ خوش نصیب ہے اس راہ میں حلال لقمہ کی ضرورت ہے ہر وقت جہاں تک ہو سکے اپنے لقمہ کا بھی خیال کریں۔ اس کے اصلاح سے عمل صالح کی بنیاد پڑتی ہے۔ یہی مومن کی زندگی کا مقصد ہوتا ہے۔

ان دنوں تحریر' تقریر سے اصلاح کا کام زور وشور سے جاری ہے۔ یہ بہت اچھا ہے۔ لیکن جو شخص خود اپنے نفس کی اصلاح نہیں کرتا وہ دوسروں کے حق میں کبھی مصلح نہیں بن سکتا۔ اثر جب ہی ہوتا ہے جب خود پابند عمل ہو۔ ہم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو اصلاح کے کام کو لے کر چلے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی بھی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ

آج ماہ رجب المرجب کی 3 تاریخ ہے اور حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ کی بہرہ عام ہے۔

حضرت بندگی میاں سید نجی خاتم المرشدینؒ ان بزرگان دین میں سے ہیں جن کی ذات بابرکات کی بدولت ہندوستان میں تجلیات الٰہی اور مہدویت کی ضیاپاشی ہوئی۔ جن کی رشد وہدایت، کشف وکرامات اور علوم وفیوض کا سرچشمہ آج تک جاری وساری ہے۔ راہِ مہدویت کی تعلیم دینے والوں میں حضرت بندگی میاں سید علیؒ، حضرت بندگی میاں سید نور محمدؒ اور حضرت بندگی میاں سید میراں فرزندانِ خاتم المرشدینؒ بھی نظر آتے ہیں۔ حضرت خاتم المرشدینؒ اپنے فرزندوں کی للّٰہیت، خداطلبی اور معرفت حق کے جذبہ سے متاثر ہو کر ارشاد فرمایا کہ یہ تینوں فرزند دین کے ستون ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت نے اپنے فرزندوں کو تعلیم دی کہ اپنی ذات سے عمل پیرا ہو جاؤ، اس کے بعد دوسروں کو کہو۔ جو کوئی ہمارے پاس آئے گا بندہ اس کی شفاعت کرے گا۔

حضرت بندگی میاں سید علیؒ 963ھ میں کھانبیل میں پیدا ہوتے ہیں۔ تربیت وتلقین اور کامل صحبت اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ والد کے وصال کے وقت آپ کی عمر 30 سال تھی اور آپ اپنے والد بزرگوار کی نماز جنازہ کی امامت کی۔ حضرت سید نجی خاتم المرشدین نے آپ کو بے شمار بشارت سے سرفراز کیا ان میں ایک ستون دین اور ایک مخصوص بشارت یہ بھی دی کہ ''بندہ جہاں جاتا ہے علی جی انگلی پکڑے ہوئے ساتھ رہتے ہیں'' آپ کو میاں سید علی سے کتنی چاہت تھی اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ دائرہ کے دو بھائیوں میں کسی معاملہ میں باہم

خصومت تھی اور وہ اس کا تصفیہ چاہتے تھے۔تصفیہ کے لئے حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کے پاس آتے ہیں۔آپ ان دونوں سے فرماتے ہیں ''علی جی کے دونوں پیروں کی قسم کھاؤ''۔آپ والد بزرگوار کے پردہ فرمانے کے بعد دکن کی طرف ہجرت فرمائی اور مختلف مقامات پر دائرہ قائم کر کے دین مہدویت کی تبلیغ فرماتے ہیں۔حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے آپ کے تعلق سے فرمایا کہ خزانۂ عرفان سے مالا مال ہیں ۔4 / رجب المرجب 1026ھ مطابق 8 / جولائی 1613ء کو 63 سال کی عمر میں اس عالم سے کوچ فرمائے اور موضع مدک پلی ،نظام آباد آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

حضرت بندگی میاں سید علی ستونِ دینؒ کے دائرہ میں بزرگوں کی روش کو اختیار کرتے ہوئے بندگانِ خدا کی تربیت کی جاتی تھی۔اس دارِ دنیا میں دیدارِ خدا کی دعوت دی جاتی تھی۔ذکر الٰہی پر سختی کے ساتھ عمل ہوتا ہے۔ترک حبِ دنیا اور توکل پر عمل تھا۔دائرہ کے اصحاب کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا والد بزرگوار کی یہ نصیحت ''اپنی ذات سے عمل پیرا ہو جاؤ،اس کے بعد دوسروں سے کہو'' ہمیشہ یاد رکھتے تھے۔اس کے علاوہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ''مہدی'' کی تصدیق عمل کرنا ہے نہ کہ اقرار و اعتقاد'' آپ پر عیاں تھا۔یہی وجہ تھی کہ آپ دائرہ میں عمل کی طرف سختی کے ساتھ فقراء کو متوجہ کرتے تھے۔یہ حقیقت ہے جب تک ہمارے دائروں میں تعلیمات خاتمین علیہ السلام پر عمل ہوتا رہا ہے مہدویت عروج پر رہی اور پروان چڑھتی رہی۔جہاں عملی فقدان آیا ہم سمٹتے گئے۔ہمارے دائروں پر اگر سرسری بھی نظر ڈالیں تو دور تک بھی رسم و رواج کا کوئی شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔شان و شوکت کا مظاہرہ ہے نہ فضول خرچی کی فضاء۔اگر کوئی فضاء دائروں میں نظر آتی تو وہ خدا طلبی تھی۔ یہاں طالبان دنیا نہیں بلکہ طالب خدا رہتے تھے۔اس طرح کا ہی نظام صاحب دائرہ اپنے دائروں میں قائم کئے ہوئے تھے۔

مرشد سے مرید کا قلبی تعلق ضروری ہے۔اس تعلق پر ہی مرشد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مرید کو دنیا کے آفات و بلایات سے بچاتے ہیں۔تاریخ شاہد ہے جب تک یہ تعلق تھا مہدوی دنیاوی آفات اور بلایات سے محفوظ رہے۔حضرت میاں سید علیؒ کا دائرہ تگرہ میں تھا۔آپ کا ایک معتقد جو بہرہ تھا نہانے کے لئے کنویں پر گیا۔اور نہانے کے دوران پھسل کر کنویں میں گر گیا۔کنویں میں گرتے وقت دل کی گہرائیوں سے اپنے مرشد کو یاد کیا۔اس وقت حضرت بندگی میاں سید علیؒ اپنے دائرہ کے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔یکا ایک آپ نے ہاتھ لمبا کیا اور صحابہ نے دیکھا کہ آستین پانی سے تر ہو گیا۔صحابہ پریشان ہو کر عرض کئے ،حضرت ماجرا کیا ہے،آپ کی آستین پانی سے تر ہو گئی ہے جبکہ ہمارے سامنے سے اُٹھ کر کہیں نہیں گئے۔صحابہ کے دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ فلاں معتقد کنویں میں گرتے ہوئے مجھے یاد کیا تھا۔اسے ہاتھ بڑھا کر کنویں سے نکال لیا۔اسی وجہ سے آستین پانی سے تر ہو گئی۔

علیؓ مشکل کشا کے نام کا بھی ہے اثر ان میں
ہمیشہ مشکلوں میں سب کے کام آئے ستون دینؒ

یہ واقعہ ہمیں تعلیم دیتا ہے کہ اللہ والوں کے لئے زماں و مکاں کی کوئی قید نہیں رہتی۔ان بزرگوں کے پاس دوری و نزدیکی کا کوئی فرق ہی نہیں رہتا۔مرشد سے مرید کی عقیدت ضروری ہے۔یہ عقیدت ہی تھی جو مرید کے کام آئی۔آج مرشد سے عقیدت آٹے میں نمک کے برابر ہوگئی ہے۔فیض خاتم الولایت پانے کے لئے مرشد سے عقیدت رکھنا ضروری ہے۔حضرت بندگی میاں سید علیؒ ایک دفعہ سفر میں تھے۔قبرستان پر سے گزر ہوا۔ایک اجنبی مسافر آپ کے پیچھے آ رہا تھا۔یکا یک ایک قبر جو کھلی ہوئی تھی اس پر نظر پڑی۔دیکھا کہ ایک بچھو مُردے پر بیٹھا ہے۔اس

نے بچھو کو لکڑی سے مارا، اس کے بعد وہ بچھو قبر سے نکل کر اس کا پیچھا کیا۔ اجنبی مسافر بھاگ کر حضرت کے قریب آیا۔ حضرت نے اس کے حق میں شفاعت کی اور اس بچھو کو اشارہ سے فرمایا کہ اس مرد کی خطا معاف کر اور اپنی جگہ واپس چلا جا۔ اس کے بعد اس بچھو نے اپنی راہ لی۔

اللہ تعالیٰ نے جن کو اپنے دین کا علم دیا انہوں نے نورِ ہدایت کو چار سو پھیلایا، بزرگوں نے اپنی زندگیاں نور پھیلانے میں گزاریں۔ صحیح اسلام کو پیش کیا لیکن آج ہم اس راہ کو چھوڑ کر گمراہی کو حاصل کر کے گمراہی میں مگن ہیں۔

حضور مہدی موعود علیہ السلام جو دعوت لے کر مبعوث ہوئے تھے اس کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور رسم، عادت و بدعات کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض ہے لیکن آج ہم اُلجھے ہوئے ہیں فرعی و فروعی بحثوں میں، قوم میں بڑھتے ہوئے سیلاب کی خبر لیں اور دعوت و اصلاح کے ذریعہ مقابلہ کریں اگر ہم نے یہ نہ کیا اور محشر میں ہم سے سوال ہوا تو ہمارا کیا جواب ہوگا؟ جس طرح کھیت میں پہلے جنگلی پودے جو پائے جاتے ہیں وہ نکال دیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد زمین کو ہموار کیا جاتا ہے۔ ہل چلایا جاتا ہے، پھر بیج بو کر پانی اور ضرورت پر دوائیں ڈالی جاتی ہیں۔ اس طرح قومی افراد کے سدھار کے لئے معاشرہ کو پاک و صاف کرنا، جو طریقے کار ہیں اس کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس محنت کا یقیناً صلہ ملتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اس راہ پر ہمیں چلائے۔ آمین

ام المومنین اُم حبیبہؓ بنت ابوسفیان و بہادر یار جنگؒ

آج ماہ رجب المرجب کی 4 تاریخ ہے

آج ہی ام المومنین حبیبہؓ کی وفات ہے۔ اور قائد ملت نواب بہادر یار جنگؒ کی شہادت کی تاریخ ہے۔

اُم حبیبہ قریش کے نام دار گھرانے کی دختر ہیں۔ والد ابوسفیان ہیں۔ آپ کا پہلا نکاح عبداللہ بن جحش سے ہوا۔ دونوں نے ابتدائی دور ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب کہ آپ کے والد ابوسفیان ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ اسلام کے خلاف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ یہ دونوں حبش کی طرف ہجرت فرمائی۔ عیسائیوں کی عیش و عشرت کو دیکھ کر عبدالہ بن جحش مرتد ہو جاتے ہیں۔ عیش و عشرت میں پڑ کر شراب نوشی کرتے ہیں۔ حضرت اُم حبیبہ انہیں کافی سمجھاتی ہیں لیکن عیش و عشرت کا، آزادی فکر و ذہن کا ایسا پردہ قلب و دماغ پر پڑ گیا تھا کہ اسلام کا ہر عمل انہیں برا لگتا تھا۔ آخر اسی مرض میں وفات ہو جاتی ہے۔ حبش میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ اُم حبیبہ کا قیام بھی حبش میں ہی رہتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو اس کی خبر ہوتی ہے۔ ایام عدت کے بعد آپؐ عمرو بن اُمیہ ضمری کو بادشاہ نجاش کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجتے ہیں۔ نجاشی اپنی لونڈی کے ذریعہ اُم حبیبہ کے پاس پیغام پہونچاتا ہے۔ اُم حبیبہ مسرت کے ساتھ یہ پیغام منظور کرتی ہیں۔ خالد بن سید کو اپنا وکیل مقرر کرتی ہیں حضرت جعفر بن ابوطالب اور دوسرے مسلمانوں کو مدعو کر کے نکاح پڑھوایا جاتا ہے۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد اُم حبیبہ مدینہ کے لئے روانہ ہوتی ہیں۔

اُم حبیبہ نے اسلام کے لئے طویل سفر کیا۔ کئی ایک صعوبتیں برداشت کیں، نیک نظر اور پاکباز خاتون تھیں۔ ایک دور ایسا بھی تھا آپؓ نہایت غربت میں زندگی گزاری لیکن ہر حال میں خدا کا شکر بجالاتی تھیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد معاہدہ کی تجدید کے لئے آپ کے والد ابوسفیان مدینہ آتے ہیں۔ اپنی بیٹی اُم حبیبہ سے ملنے کے لئے مکان آتے ہیں۔ ابوسفیان بستر رسول اللہ پر بیٹھنے جا رہے تھے۔ آپ یکا یک وہ بستر کھینچ لیتی ہیں۔ والد

سے کہتی ہیں یہ حضرت محمد رسول اللہ کا پاک بستر ہے اس پر مشرک بیٹھ نہیں سکتا۔ والد کے انتقال پر تین دن بعد خوشبو لگائی اور فرمان رسول اللہ کے حکم سے کہ ایماندار عورت کے لئے تین دن سے زیادہ کا سوگ جائز نہیں، سوائے شوہر کی موت پر چار مہینے اور دس دن بیوی کو سوگ کرنا چاہیئے۔

آپ کے کردار کا اہم پہلو یہ ہے کہ وفات سے قبل بی بی عائشہ کو بلایا اور کہا میرے اور آپ کے درمیان سوکنوں کے تعلقات تھے۔ اگر کوئی غلطی مجھ سے ہوئی ہے تو معاف کیجئے۔ بی بی عائشہؓ نے فرمایا میں نے معاف کیا پھر دعا کی۔ اُم حبیبہ فرماتی ہیں آپ نے مجھے خوش کیا خدا آپ کو خوش رکھے۔ 4/رجب 44 ہجری کو اس دنیا سے رخصت ہوتی ہیں عمر 73 سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ سے 65 احادیث منقول ہیں

قائدملت نواب بہادر یار جنگؒ

نواب محمد بہادر خاں بہادر یار جنگؒ اُفق ملت اسلامیہ پر ایک قائد، مفکر، شعلہ بیان خطیب، عاشق رسول اللہ ﷺ ایک منجھے ہوئے سیاست دان بن کر نمودار ہوئے۔ 27 ذی الحجہ 1363ھ م 5 مارچ 1905ء کو نواب نصیب یار جنگ کے گھر میں پیدا ہوئے۔

بہادر یار جنگ سیف وقلم اور گفتار ہی کے نہیں بلکہ کردار کے بھی غازی تھے۔ جنہوں نے اُنہیں دیکھا اور اس کے ساتھ کام کرنے کی سعادت حاصل کی بے ساختہ کہا ہے کہ انہیں دیکھنے سے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ وہ زندگی کے ہر قدم و ہر لمحہ پر ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے بے چین و بے قرار رہتے تھے۔ یہ وہ شخصیت تھی جس کے پاس علم کے ساتھ عمل بھی تھا۔ جوش کے ساتھ ہوش بھی تھا، قلب و دماغ کا امتزاج تھا۔ یہ کیفیت بہت ہی کم قائدین میں پائی جاتی ہے۔ ملت اسلامیہ خوش نصیب ہے کہ بہادر یار جنگ جیسا قائد اور خطیب اس قوم کو ملا۔

برصغیر کی اس عظیم المرتبت شخصیت کی زندگی کا اگر ہم جائزہ لیں تو ہمیں ان کی زندگی میں تین باتیں نمایاں نظر آتی ہیں ایک عشق رسول ﷺ دوسری حق گوئی و بے باکی اور آخری صاف ستھری خطابت۔ اپنی دیوڑھی کے روبرو مسجد میں ہر روز بعد نماز فجر تفسیر قرآن پاک بیان کرتے تھے۔ تفسیر کا درس اس طرح دیتے تھے کہ جیسے معانی قرآن کا ہر سننے والے کے دل پر نزول ہو رہا ہے۔ سیرت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ جیسے عشق رسول ﷺ سے سینوں کو مالا مال کر رہے ہیں۔ آپ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بلند قد و قامت وخوبصورت چہرہ کے ساتھ بلا کا حافظہ عطا کیا تھا۔ جس کی بناء پر ہر موضوع پر سیر حاصل گفتگو کرتے اور اپنی بات کالوہا منوا لیتے تھے۔ معاشی سیاسی یا تہذیبی مسئلہ پر تقریر کرتے تو خطابت کا وہ اعجاز تھا کہ مسئلہ زیر بحث کا کوئی گوشہ مبہم نہیں رہتا۔

قائدملت نواب بہادر یار جنگؒ تبلیغ اسلام کے لئے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ صرف کیا۔ اگر یہ قائد کی عمر میں اللہ تعالیٰ کچھ اضافہ کرتا اور اگر یہ قائد سیاست سے کنارہ کش ہو کر تبلیغ اسلام پر اگر تمام وقت صرف کرتا تو جنوب میں مسلمانوں کی طاقت وقوت کچھ اور ہوتی۔ اس جاگیردار نواب نے اسلام کی تبلیغ کے لئے اپنے عیش وآرام کی زندگی کو بالائے طاق رکھ کر محبوب نگر، نلگنڈہ، ورنگل اور مہاراشٹرا کے علاقوں میں چاہے وہ شدید گرمی کے ایام ہو یا بارش کے دن گاؤں گاؤں، کھیڑا کھیڑا اسلام کا پیغام پہنچایا۔ 25 ہزار سے زائد افراد کو حلقہ بگوش اسلام کر کے صدی کا ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔ قائدملت نے شہر شہر مجالس میلاد کو اپنے سوز سے گرمایا اور بھٹکے ہوؤں کو راہ راست دکھائی اور انہیں غفلت سے جگایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہادر یار جنگ کو جہاں علم کی دولت سے نوازا تھا وہیں دولت بھی آپ کو عطا کی تھی۔ جاگیردار گھرانے میں آپ

کو پیدا کیا۔نوابوں اور جاگیرداروں کی طرح دولت کو آپ نے بے دریغ خرچ نہیں کیا۔کیونکہ وہ دولت کو بھی اللہ تعالی کی ایک امانت سمجھتے تھے۔ آپ نے زندگی کے کسی بھی حصہ میں بے جا اسراف نہیں کیا۔ جہاں شریعت اجازت دی وہاں آپ نے خرچ کیا۔اس ایک واقعہ سے اندازہ لگا لیجئے کہ آپ کتنی احتیاط سے رقم خرچ کرتے تھے۔ممبئی سے ایک اخبار برق شائع ہوتا تھا۔اس اخبار کے مدیر نے آپ سے اخبار کے جاری رکھنے کے لئے پچاس روپئے کا تعاون چاہا۔آپ نے مدیر کو جواب میں لکھا کہ ''برق کی زندگی کے لئے مجھ سے امداد چاہی ہے جس کو قدرت نے حیات طویل نہیں بخشی ہو میں بے چارہ اس کی زندگی کے لئے کیا کرسکتا ہوں۔حزمن دل منتظر ہے برق بھیج دیجئے۔لیکن پانچ روپئے کی وی پی کے ساتھ۔ایسے زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کی زندگی کے اور بہت سے شعبہ مستحق امداد ہیں ایک اخبار کے لئے پچاس روپئے بہت زیادہ ہیں'' یہ خط کیا ہے ادب کا شاہکار ہے۔وہیں مسلمانوں کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ سوچ سمجھ کر دولت کو خرچ کریں۔اس کے برخلاف آج شادی بیاہ، رسم منگنی، زیارت، دہم، چہلم پر کئی اقسام کے ڈش تیار کی جاتی ہیں۔بے جا رسوم میں بہت سارو پیہ خرچ ہورہا ہے۔

قائدملت کی احتیاط سے رقم خرچ کرنے کا واقعہ اوپر آپ نے پڑھا اور ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔بہادر یار جنگ کی دیوڑھی کے ایک ملازم تین دن غیر حاضر رہے۔تنخواہ کے دن منشی نے تین دن کی تنخواہ کاٹ کردی۔وہ ملازم بضد تھا کہ پورے مہینے کی تنخواہ دی جائے۔منشی اور ملازم میں تکرار کی وجہ سے ان کی آوازیں بلند ہوئیں۔قائدملت یہ آوازیں سن کر آتے ہیں دریافت کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ملازم کی بیوی کی زچگی ہونے اور بچوں کے بیمار ہونے کی وجہ سے تین دن غیر حاضر رہے۔قائدملت یہ سن کر منشی کو حکم دیتے ہیں کہ نہ صرف تین دن کی تنخواہ جاری کی جائے بلکہ ایک مہینہ کی تنخواہ اڈوانس میں دی جائے۔اس طرح قائدملت نے یہاں اپنے ہاتھ کھول کر اپنے ملازمین کے ساتھ بہتر سلوک کیا۔ جب اس قائد پر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ بادشاہ وقت بلاسوچے سمجھے امراء ومشائخین کے ورغلانے پر آپ سے خطاب جاگیر واپس لے لی جاتی ہے تو بلا خوف وخطرہ واپس کردیتے ہیں۔اس کا رتی برابر بھی افسوس یا غم نہیں کرتے ہیں۔لوگوں کے اظہار غم پر کہا۔

آ گئے تھے برق کی زد میں تمام اہل چمن
ہم نے آشیانہ کو مدِ مقابل کردیا

اور ایک موقعہ پر آپ نے یہ شعر بھی پڑھا۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہے پرواز میں کوتاہی

قائدملت کے شیدائی ہر مقام پر تھے۔لوگ آپ کو دل وجان سے چاہتے تھے۔سروں پر عثمان علی خاں کی بادشاہت تھی۔لیکن قلوب پر بہادر یار جنگ کی بادشاہت تھی۔لوگ آپ کے ہر اعلان پر جمع ہوکر ہر حکم کو بجالاتے تھے۔قائدملت کی زندگی کا آخری اجلاس مجلس اتحادالمسلمین ورنگل میں ہوا تھا۔جلسہ سے قبل طوفانی بارش ہوئی۔اجلاس عام کے سلسلے میں تیار کردہ پنڈال وغیرہ گر چکا تھا۔شرکائے اجلاس مندوبین تمام کے تمام اپنے اپنے کیمپوں میں قیام کئے ہوئے تھے۔کوئی بھی باہر آنے تیار نہیں تھا۔یکا یک کسی صاحب کی نظر باہر پڑتی ہے تو دیکھتے ہی قائدملت بہادر یار جنگ ننگے سر اور برہنہ پاؤں اپنے دونوں ہاتھوں میں پرچم تھامے نظریں نیچی کئے تنہا کھڑے ہیں۔تمام کیمپوں میں ہل چل پیدا ہوجاتی ہے۔چند ہی لمحوں میں کیمپس پورے خالی ہوجاتے ہیں۔تمام کے تمام اپنے قائد کے سامنے جمع ہوجاتے ہیں۔جب بارش ختم ہوئی اپنی مختصر سی

تقریر میں فرمایا کہ ایک گھنٹے کے اندر جلسہ کے پنڈال کو آراستہ دیکھنا چاہتا ہوں قائد کے حکم کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔اور ایک گھنٹے میں جلسہ کا پنڈال تیار ہوجاتا ہے۔

قائدملت کہا کرتے تھے حقیقی عزت مخلوق کی خدمت ہے۔آپ آخری سانس تک قوم کی بے لوث خدمت انجام دیتے رہے۔آپ کا دینی جذبہ لائق تقلید تھا۔شریعت محمدیؐ کی حفاظت کے لئے اور بقا کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔اس قائد کی تمنا اور آرزو یہی تھی کہ ہر مسلمان کو دولت کے اعتبار سے تقویٰ کے اعتبار سے اور حکومت کے اعتبار سے دنیا میں سب سے آگے دیکھوں۔اس کے برخلاف آج کی مسلم قیادت ہر مسلمان کو جہاں ہے وہاں دیکھنا چاہتی ہے۔وہ صرف اپنی اور اپنے خاندان کی ترقی چاہتی ہے۔قائدملت چاہتے تھے کہ مسلمان حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسا تقویٰ، حضرت عمرؓ جیسی حکومت، حضرت عثمانؓ جیسی دولت اور حضرت علیؓ جیسا علم حاصل کرنے کی سعی کریں اور اپنی زندگیوں کو ان خلفاء کے نقش قدم پر چلنے کے لئے وقف کردیں۔اگر مسلمان ان کرداروں کا تھوڑا سا بھی عکس اپنی زندگی میں لالیں تو ہم حقیقی معنوں میں امت محمدیہؐ ہوسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قائدملت کے نظریہ کا مسلمان بنائے۔یہ آفتاب اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ ۳ رجب ۱۳۶۶ھ م ۲۵ جون ۱۹۴۴ء کو بعد مغرب حقّہ میں زہر دیئے جانے کے سبب شہادت واقع ہوئی اور اپنے معبود حقیقی سے جاملے۔

ہجرت

آج ماہ رجب کی 5 تاریخ ہے ہجرت کے تعلق سے کچھ سماعت کیجئے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے بنی نوع انسان کے سامنے کہا ہمارا مذہب اللہ کی کتاب اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے۔آپؑ نے ارشاد فرمایا میں اللہ کا بندہ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اور اللہ کی کتاب قرآن کا تابع ہوں۔حضرت مہدی موعودؑ کا فرمان "حضرت مہدیؑ اور اس کی قوم کو کسی جگہ پر مقام و مسکن نہیں ہے۔یہ فرمان ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بعد سب سے افضل عمل اگر کوئی ہے تو وہ دعوت دین ہے۔اس سے بندوں کو حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔دعوت دین کے لئے ضروری ہے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ کر دعوت دیں۔اس فرمان سے یہ تعلیم ملتی ہے کہ ایک مقام کو اپنا مقام و مسکن مت بنائیں۔مہدوی کا کام یہی ہوتا ہے کہ بھٹکے ہوؤں کو ہدایت دیں۔اندھیرے سے نکال کر توحید کی روشنی میں لائیں۔تبلیغ دین کے لئے ہجرت ضروری ہے۔اس لئے صحابہؓ بزرگان دین کبھی ایک جگہ نہیں رہے بلکہ ہمیشہ ہجرت کرتے رہے۔ہمارے حظیرے اس بات کے گواہ ہیں۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ہجرت کو فرض فرمایا ہے۔سورہ نساء کی آیت 97 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیۡٓ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ كُنۡتُمۡ قَالُوۡا كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ۔ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی تم کو ترک وطن کرکے اس میں چلے جانا چاہئے تھا۔سو ان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔

سورہ آل عمران آیت نمبر 195 میں ارشاد ہوتا ہے۔ والذین امنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولئک منکم

ترجمہ:اور جولوگ (ہجرت نبوی کے)بعد کے زمانے میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور ہمارے ساتھ جہاد کیا تو یہ لوگ بھی تم ہی میں شمار ہیں۔

ہجرت کے معنی وطن سے جدا ہونے کے ہیں۔یعنی اپنے رہائشی مقام سے بے تعلق ہوجانا ہے۔خدا تعالیٰ کی طلب میں اپنے مقام کو چھوڑ نا بھی ہجرت کہلاتا ہے۔حقوق اللہ کی پا بجائی میں مشکلیں ہیں' رکاوٹیں ہیں'ظلم وستم ہورہا ہے یا جان جانے کا خوف ہو۔دین کا اظہار کرنا ناممکن ہوتو ہجرت فرض ہوجاتی ہے۔دورحاضر میں حرام اشیاء سے بچنا' اس سے دوری اختیار کرنا' لقمہ حرام سے پرہیز کرنا بھی ہجرت ہے۔ایک موقعہ پرصحابہ نے حضرت محمدؐ سے پوچھا کونسی ہجرت افضل ہے۔ارشادہوا جوشخص اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے ہجرت کی یعنی ان کو چھوڑ دیا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشادفرماتے ہیں تحقیق کہ ہجرت اپنے سے پہلے گناہوں کو منہدم کردیتی ہے۔اور حج ڈھادیتی ہے ان گناہوں کو اس سے قبل ہوئے تھے۔یہ حقیقت ہے کہ ہجرت کرنے سے اُس کو اللہ پر کامل بھروسہ ہوتا ہے۔جو بندے اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔ہجرت کی افادیت واہمیت پر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ارشادفرماتے ہیں ''ہمارا گروہ سوائے مہاجرین کے دوسرا نہ ہوگا ہجرت کے بغیر گروہ نہ ہوگا'' اس سے ہجرت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے ہجرت کی فضیلت کے تعلق سے فرماتے ہیں جوشخص صبح میں ہجرت کرکے خدا تعالیٰ کی راہ میں آیا وہ مرشد ہے اس کا جو اُسی روز یعنی عصر کے وقت ہجرت کرکے آیا کیونکہ آخر میں آنے والا اول آنے والے کو دیکھ کر آیا۔ہجرت ایک ظاہری بھی ہے اور باطنی بھی۔تارک الدنیا کے لئے ضروری ہے کہ وہ ظاہری اور باطنی دونوں ہجرت کریں۔اس تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ ارشادفرماتے ہیں جب تک ظاہری گھر سے اول ہجرت نہ کی جائے باطنی ہجرت نصیب نہ ہوگی۔لیکن باطنی ہجرت بغیر ظاہری ہجرت کے ندارت ہے۔

ہجرت فرائض ولایت میں ایک اہم فرض ہے بالخصوص تارک الدنیا کے لئے اس کی فرضیت کا ہمیں حضرت مہدی موعودؑ کے اس فرمان سے ہوتا ہے۔آپ نے دنیا کے طالب کو کافر فرمایا۔اور ہجرت کے تارک کو منافق فرمایا۔آپ نے تارکان ہجرت سے دوستی رکھنے سے منع کیا۔ہجرت کا مقصد اللہ کو پانا ہوتا ہے۔خدا کا گھر دراصل انسان کا دل ہے۔ اس دل میں صرف اور صرف اللہ کی محبت ہونا چاہئے۔ہجرت ہو توصرف اللہ کے لئے ہو'اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہو۔یکسوہوکر خشوع وخضوع سے اللہ کی عبادت کے لئے ہو۔اس کے علاوہ اور کوئی نیت نہ ہو۔حضرت مہدیؑ فرماتے ہیں اگر کوئی شخص ہجرت کرکے گجرات سے خراسان جائے اور اس کے عزیز گجرات میں ہوں اور اس کے دل کی توجہ اپنے عزیزوں کی طرف ہوتو وہ شخص ظالموں میں سے ہے۔حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ فرماتے ہیں جن لوگوں نے ترک دنیا کرلیا لیکن ہجرت اور صحبت سے باز رہے تو ان کا ترک کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ ارشادفرماتے ہیں۔اگر کوئی شخص روٹی کی غرض سے عالیت کی جگہ چھوڑ کر دوسرے دائرہ میں جائے تو دین سے کوئی بہرہ نہیں ملے گا۔اور یہ جانا خدا تعالیٰ کے لئے نہ ہوگا۔اعمال نیتوں سے ہوتے ہیں۔ہرآدمی کے لئے وہی ہے جو وہ نیت کرے۔پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف ہوتو اس کی ہجرت اللہ اور رسول ہی کی طرف ہوتی ہے۔جس کی ہجرت بغرض دنیاوی ہوتو وہ دنیا ہی پاتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ جس غرض سے ہجرت کی جاتی ہے وہ ملتا ہے۔غرض ہجرت ہوتو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔

دورحاضر میں ظاہری وباطنی دونوں ہجرتیں بالکل مفقود ہوکر رہ گئی ہیں۔آج ہم میں وہ حال ہے نہ قال۔نہ دینی ومذہبی وہ اُمنگیں ہیں نہ وہ توکل اور نہ وہ صحبتیں' نہ دلوں میں مہدویت کی حمایت میں بھڑک اُٹھنے والی حرارت' قال رسول اللہؐ ومہدی مراد اللہؑ سنانے والی وہ

زبانیں، خداطلبی کے بجائے شہرت کے پجاری بن گئے ہیں۔حسد، کینہ پروری، نفاق ہرسمت دکھائی دیتا ہے۔رہبران قوم کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ایسا دکھتا ہے کہ قوم بنا رہبر کے رسم وعادت و بدعات کے دائرہ میں بخوشی زندگی بسر کررہی ہو۔آج نہ ظاہری ہجرت ہے نہ باطنی۔وضو ہورہا ہے، نماز پڑھی جارہی ہے، روزے رکھے جارہے ہیں، حج وقربانی ہورہی ہے، جوش وخروش سے میلادخاتمین پاکؑ منایا جاتا ہے۔لیکن ان میں سے ایک کا بھی دل پر مطلقاً اثر نہیں ہوتا ہے۔اس کے کئی ایک وجوہات ہیں ان میں ایک ہجرت ظاہری و باطنی سے دوری ہے۔مکان، جائیداد، زینات، زروجوہر کی ہوس نے ہمیں ایک مقام پر مقیم کرکے رکھ دیا۔بقول شاعر کے

یہ زندگی دنیا میں عبادت کے لئے ہے
انسان سمجھتا ہے کہ دولت کے لئے ہے

ہمارے بزرگان دین کیا ایک مقام پر ٹھیرے؟ وہ حضرت مہدی موعودؑ کے حکم کی اتباع میں ہجرت پر قائم تھے۔فرائض ولایت محمدیہ کا ہرایک فرض اللہ تبارک وتعالیٰ کی یاد کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ان میں ایک ہجرت بھی ہے۔ہجرت فی سبیل اللہ کے دائرہ کار میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔جس سے ہر زمانہ میں فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔لیکن یہ بات یادرہے ہجرت وہی معتبر ہوگی جو امرالٰہی کی پابجائی کے لئے اختیار کی گئی ہو۔سن ہجری ہمیشہ یاددلاتا رہے گا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے اس عظیم فرض کو آنے والی مسلم نسلوں پر قیامت تک باقی جاری وساری رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وقت پڑنے پر ہجرت کی حقیقت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

حضرت خواجہ غریب نوازؒ

ماہ رجب المرجب کی 6 تاریخ ہے آج ہی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا عرس مبارک ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز کا اسم گرامی معین الدین اور والد کا نام غیاث الدین ہے۔شہر سنجر میں پیدا ہوئے۔سن پیدائش کے تعلق سے اختلاف ہے کوئی 523 ہجری کوئی 521 ہجری اور کوئی 537 ہجری بتلاتا ہے۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔9 سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا،اس کے بعد تفسیر حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔فقیروں اور صوفیوں کی صحبت میں رہنے کا طالب علمی کے زمانے سے ہی شوق رہا۔

کتب سیرت میں یہ واقعہ درج ہے کہ آپ حسب معمول اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے۔ایک مجذوب جس کا نام ابراہیم قندوزی تھا بغیر کسی اطلاع کے باغ میں تشریف لائے۔غریب نوازؒ نے نہایت خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور انگور کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔حضرت ابراہیمؒ نے خواجہ غریب نوازؒ کے ادب اور مہمان نوازی سے خوش ہوکر اپنی ہتھیلی سے ایک کھلی کا ٹکڑا نکالا اور اپنے دانتوں سے چبا کر حضرت غریب نوازؒ کو دیا۔آپ نے عقیدت سے اس کو کھالیا۔کھلی کے ٹکڑے نے خواجہ غریب نوازؒ کی کیفیت بدل دی۔دل انوارالٰہی سے بھر گیا۔ترک دنیا اور اللہ کی معرفت کا جذبہ پیدا ہوگیا۔اور ایک نئی زندگی اور نئی راہ اختیار کرکے نئی راہ اختیار کرگئے۔آپ نے اپنا باغ فروخت کیا، اپنی چکی فروخت کی اور سارا پیسہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کردیا، خود تلاش حق میں سفر اختیار کیا۔حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اجمیر شریف پہنچے۔7/محرم 561 ہجری تھا۔آپ نے ایک مقام پر قیام فرمانا چاہا۔یہاں درختوں کا سایہ تھا اور یہ مقام شہر

سے بھی باہر تھا۔لیکن راجہ پرتھوی راج کے ملازمین نے آپ کو وہاں ٹھہرنے نہیں دیا۔انہوں نے حضرت خواجہ غریب نوازؒ سے کہا۔آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی ہے۔

خواجہ غریب نوازؒ کو یہ بات ناگوار گزری،آپ نے فرمایا''اچھا اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں'' یہ کلمات فرما کر آپ کھڑے ہوگئے۔وہاں سے روانہ ہوکر اناساگر کے کنارے جہاں آپ کا چھلہ واقع ہے قیام فرمایا۔اونٹ حسب معمول اپنی جگہ پر آئے اور بیٹھے لیکن اب وہ ایسے بیٹھے کہ اٹھانے سے بھی نہ اٹھے۔ساربان سخت متحیر اور پریشان ہوئے اور یہ اطلاع راجہ پرتھوی راج کو کرائی راجہ نے معافی مانگنے کے لئے ساربان کو حکم دیا۔ساربان نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر معافی چاہی۔حضرت غریب نوازؒ نے معاف کیا''اچھا جاؤ اونٹ کھڑے ہوگئے'' ساربان خوشی خوشی واپس آیا۔اس کی خوشی اور تعجب کی کوئی انتہا نہ تھی جب اونٹوں کو کھڑے دیکھا۔

ان روحانی تصرفات سے اجمیر کے کئی لوگ اسلام سے قریب ہوتے گئے۔پرتھوی راج چوہان کو یہ بات ناگوار تھی وہ حضور غریب نوازؒ کو اجمیر سے نکال دینا چاہتا تھا،اس لئے اجمیر کے ایک بہت بڑے مہنت رام دیو کو حضرت غریب نوازؒ کو اجمیر سے باہر کرنے بھیجا لیکن نگاہ خواجہؒ رام دیو پر ایسا اثر کیا وہ مسلمان ہوگیا۔اس واقعہ سے راجہ اور اس کے ساتھی حیرت میں پڑ گئے اور سمجھنے لگے کہ حضرت غریب نوازؒ ایک بہت بڑے جادوگر ہیں،آپ کا مقابلہ صرف جادوئی قوت سے کیا جاسکتا ہے،اسلئے راجہ نے ہندوستان کے مشہور جادوگر جے پال جوگی جو ساحرانہ قوتوں میں کمال رکھتا تھا حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے مقابلہ کے لئے منتخب کیا۔جے پال جوگی نہایت غیض وغضب اور شیطانی طاقتوں کے بل بوتے اپنے کئی شاگردوں کے ساتھ غریب نوازؒ کے پاس آیا اور اپنے جادو کے اثرات کو دیکھانے کی کوشش کیا لیکن غریب نوازؒ نے تمام کوششوں کو اللہ کے حکم سے ناکام کیا۔اس نے آخری کوشش یہ کی کہ جادوئی قوت سے ہوا میں اڑنے لگا اور اڑتے اڑتے نظروں سے غائب ہوگیا۔غریب نوازؒ نے اپنے کھڑاوں پر نظر کی کھڑاویں اڑنے لگے،کچھ دیر بعد لوگوں نے دیکھا کہ جے پال جوگی آرہا ہے،خواجہ غریب نوازؒ کے کھڑاویں اس کے سر پر پڑ رہے ہیں۔اس کرامت کو دیکھ کر جے پال جوگی اپنے شاگردوں کے ساتھ مشرف با اسلام ہوتا ہے۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے دست حق پر بے شمار لوگوں نے اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا۔کئی گمراہوں کو ہدایت کی دولت نصیب ہوئی۔آج بھی دنیا میں بلا تفریق مذہب وملت غریب نوازؒ کے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔حضورﷺ کے اشارے پر ہندوستان کی قسمت جگانے،اسلام کا پرچم بلند کرنے،امن وامان کا پیغام دینے تشریف لائے اور تمام تر مصیبتوں اور تکلیفوں کو برداشت کرتے ہوئے ہندوستان میں اسلام کا پرچم بلند کیا ہے۔

ضروری سمجھتا ہوں کہ خواجہ غریب نواز کی اُن تعلیمات کو پیش کروں جو عملِ صالح کا جذبہ پیدا کرتی ہیں اور جو وقت کی اہم ضرورت ہے۔آپ نے فرمایا نیک لوگوں کی صحبت نیکی کرنے سے بہتر ہے اور برے لوگوں کی صحبت بدی کرنے سے بدتر ہے۔آپ نے کہا کہ ایسی سخاوت اختیار کرو جیسی سخاوت دریا،جو کسی کو پیاسا نہیں رکھتی۔ایسی شفقت پر اُتر آؤ جیسی کہ شفقتِ آفتاب جو کسی کو روشنی سے محروم نہیں رکھتی،ایسی تواضع ومہمان نوازی کو اپناؤ جیسی کہ تواضع زمین جو کسی کو بھوکا نہیں رکھتی۔عارف کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے آپ نے فرمایا عارف کا دم ذکر اللہ ہے اور اس دم پر اپنے کو فدا کردے۔عارف کی صفت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک موقعہ پر فرمایا عارف کی صفت آفتاب جیسی ہے۔تمام دنیا اس سے منور،دنیا کی کوئی چیز اس کی روشنی سے محروم نہیں ہے۔عارف کے لئے تین ارکان ضروری ہیں ہیبت،تعظیم اور حیاء۔اپنے

گناہوں سے شرمندہ ہونا ہیبت ہے، اطاعت گزاری تعظیم ہے اور اللہ کے سوا کسی پر نظر ڈالنا حیاء ہے۔

آپ فرماتے ہیں ''والدین کی چہروں پر محبت سے نظر کرنا بھی خدا کی خوشنودی کا موجب ہے'' ہم عاصی گنہگار لوگ جب محبت بھری نظریں اپنے والدین پر ڈالتے ہیں تو خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے جب کہ ہم نہ والدین کی خدمت کررہے ہیں نہ ان کا حکم بجا رہے ہیں صرف نظر ڈالنے پر اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اگر خدمت انجام دیں، ان کو خوش رکھیں تو کتنے نہ انعامات اللہ سے پائینگے۔ اگر خدا نخواستہ والدین سے گستاخی سے پیش آئیں یا ان سے لڑائی جھگڑا کریں یا ان کو تکلیف دیں تو خدا کا قہر استقبال کرے گا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے والدین سے محبت کرنے اور ان کی خدمت کرنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے فرمایا ''محنت و مزدوری کرنے والا اللہ کا دوست ہے''۔ اللہ کائنات کا مالک ہے اس کے ہی اشارے پر سب کام ہوتے ہیں کون ہوگا جو اللہ کا دوست بننے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ جو لوگ حدود اللہ میں تعلیمات قرآن و احادیث کی روشنی میں محنت و مزدوری کرتے ہیں وہ اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔ اس شرف کو پانے کے لئے متعین کردہ راہ کو اپنانے کی ضرورت ہے جب ہی اللہ کے دوست بن سکتے ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی عزت کرنا، بھائی چارگی کے فروغ کی فضاء کو قائم رکھنا اور عزت و آبرو کا خیال رکھنے کے لئے آپ نے فرمایا تمہارا کوئی گناہ اتنا نقصان نہیں پہنچائے گا جتنا کہ مسلمان کی بے عزتی کرنے سے پہنچے گا۔ یہ وہ تعلیمات ہیں جو مسلمانوں کو ایک جاں یا قلب بناتی ہیں۔ اس دور کے مسلمان ان تعلیمات کو ذہن نشین رکھتے ہوئے ان پر عمل پیرا ہوجائیں تو دنیا کی کوئی طاقت نہ نقصان پہنچاسکتی ہے، نہ ہم ذلیل و خوار ہوسکتے ہیں بلکہ ہم ایک عظیم طاقت بن کر اس کرۂ ارض پر طلوع ہوکر دنیا کو انسانیت کا پیغام دے سکتے ہیں۔

دیار ہند کی فیوض و برکات والی یہ شخصیت 6 / رجب 633ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ کر جاتی ہے لیکن کچھ کم 8 سو سال گزر جانے کے باوجود حضرت خواجہ غریب نواز ہمارے دلوں میں زندہ ہیں۔

حضرت بندگی میاں شیخ مومن توکلیؒ

آج ماہ رجب المرجب کی 7 تاریخ ہے۔ آج حضرت بندگی میاں شیخ مومن توکلیؒ کا عرس مبارک ہے۔

والی ریاست بیدر ملک قاسم برید نے خواب دیکھا کہ ایک شیر شہر کے ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے دروازے سے نکل گیا۔ بادشاہ مذکور نے ریاست بھر کے علماء اور مشائخین وقت کو جمع کر کے خواب بیان کرتے ہوئے اس کی تعبیر چاہی سبھوں نے اپنے اپنے احاطہ علم کے تحت تعبیر دی لیکن ملک مذکور کی تشفی نہ ہوئی۔ اسی مجلس میں حضرت شیخ مومن توکلیؒ بھی موجود تھے حضرت نے فرمایا ایک عظیم ولی صفت، قطب الاخطاب ہستی کا شہر جہاں پناہ میں ورد ہوگا ''انشاء اللہ تعالیٰ'' حضرت شیخ ہر چند کہ مریدین و معتقدین کی کثیر تعداد کے حامل مشائخ تھے۔ ساتھ ساتھ نہایت عابد اور زاہد متقی اور صاحب جمال و قال بزرگ وقت بھی تھے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ اس واقعہ کے چند ہی دن بعد بیدر میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ آپ جس مقام پر بھی جاتے بیان قرآن فرماتے۔ لوگوں کی کثیر تعداد بیان قرآن کی مجالس میں شریک ہوتی تھی۔ ان مجالس میں حضرت شیخ مومن توکلیؒ بڑی ہی عقیدت و احترام

سے شریک ہوکر بہت ہی متاثر و مطمئن ہوتے تھے۔ برسوں کی محنت کے بعد بھی آپ کو ان حقائق کا علم نہ ہوسکا تھا جو آپ کو امامنّاؑ کے بیان قرآن سے ہورہا تھا۔

بیدر کے بیشتر مشائخ و قاضی اور علمائے وقت حضور مہدی موعودؑ کے اخلاق اور بیان قرآن سے متاثر ہوکر اکثر اپنا وقت آپ کی صحبت میں گذارتے تھے۔تاریخ شاہد ہے کہ یہاں پر ہر مکتبۂ فکر کے افراد چاہے عالم ہو کہ اُمراء یا، دنیا دار تمام نے آپ کا استقبال کیا۔ان میں کے بعض علماء و مشائخ جو خدائے تعالیٰ کی طلب اور جستجو رکھتے تھے آپؑ کی صحبت اختیار کر لئے تھے۔خدا کی طلب کے لئے خدا کے دیدار کے لئے جن لوگوں نے حضرت مہدی موعودؑ کے دعویٰ مہدویت سے قبل آپ ہی کی ذات مبارک کو مہدی موعود ہونا یقین کر لیا تھا ان میں سے ایک حضرت شیخ مومن توکلیؓ بھی ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کے قیام بیدر کے اس دیڑھ سال میں شیخ کو آپ سے عشق و محبت جنون کی حد تک ہوگیا تھا۔حضور سے جدا رہنا گوارہ نہ تھا۔اس کے علاوہ ہر وقت آنحضرتؐ کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔آپ پابندی کے ساتھ وضو کراتے تھے۔حضور جب وضو کے لئے تشریف لاتے تو پانی آپ کے ہاتھوں پر ڈالتے اور پاؤں دھونے کے وقت حضور علیہ السلام لوٹا آپ کے ہاتھ سے لے کر خود دھو لیتے تھے۔ایسے وقت پر حضرت شیخ مومنؓ بڑی ہی عقیدت کے ساتھ دونوں ہاتھوں ہتھیلیوں کو یکجا کر کے حضور علیہ السلام کے پاؤں کے نیچے لاتے اور وضو سے دھویا ہوا پانی پی لیتے تھے۔

ایمان کامل کے لئے یقین بہت ہی اہم چیز ہے اور یہ یقین ہی آپ کے ایمان کو پختہ کرتا ہے۔حضرت کے حالات دیکھنے کے بعد اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اپنے ایمان میں پختگی عطا فرما اور ہمارے یقین کو مستحکم رکھ اور جن لوگوں کا ایمان متزلزل ہورہا ہے ان کو ہدایت عطا فرما۔

حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت میں آگے ایک اور عاشق مہدیؑ نظر آتے ہیں جنہیں تاریخ مہدویہ میں حضرت بندگیمیاں عبدالمجید نور نوشؓ سے یاد کیا جاتا ہے۔اس واقعہ کے پس منظر میں ہم حضرت بندگی میاں شیخ مومن توکلی کو بھی مانند نور نوش کہہ سکتے ہیں۔خلیفتہ اللہ کے دعویٰ مہدیت سے قبل ہی آپ نے یقین کامل کے ساتھ آپ کو مہدی موعود تسلیم کر لئے تھے۔یہ آپ کی سیرت کی بہت بڑی خوبی ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام بھی آپ کے عشق اور عقیدت کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے تھے حضرت شیخ مومن توکلیؓ نے ایک دن حضور علیہ السلام کو بڑی ہی عقیدت و احترام سے گھر پر تشریف لانے کی کمال اشتیاق سے دعوت دی حضور علیہ السلام نے آپ کی دعوت کو قبول فرمایا تو خوشی خوشی گھر تشریف لائے تا کہ دعوت کی تیاری کریں گھر میں اس وقت صرف اور صرف اللہ کا فضل تھا۔ایک عصا تھا جو آپ کبھی کبھی ہاتھ میں لے کر نکلتے تھے اس کو فروخت کیا اور جو پیسے آئے اس سے آٹا اور ترکاری خریدی۔اس طرح دعوت کا انتظام کیا اور غسل کے لئے پانی گرم کر کے تیار رکھا۔حضور علیہ السلام غسل کے لئے کپڑے اتارے تو شیخ مومن توکلیؓ پشت مبارک کی طرف گئے اور مہر ولایت کا نقشہ پشت مبارک پر دیکھ کر بوسہ دیا اور عرض کیا کہ یہ ساری گستاخی کی غرض و غایت صرف مہر ولایت کا دیدار تھی۔دل میں خیال آیا تھا کہ آثار و علامت کے لحاظ سے آپ کی ذات خاتم الاولیاء ہے، جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ کے پشت مبارک پر مہر نبوت تھی اسی طرح آپ کے پشت پر مہر ولایت ہونی چاہیئے۔غلام دیکھنا چاہا اور خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کا دیدار ہوا۔مہر ولایت کے دیدار کے بعد ہی سے آپ کے نام کے ساتھ زائر مہر ولایت لکھا جاتا ہے۔تاریخ مہدویہ صرف دو ہی ہستیوں کا ذکر آیا ہے جنہوں نے مہر ولایت کی زیارت کی ہے ان میں ایک شیخ مومن توکلیؓ اور دوسرے حضرت یوسفؓ سہیت ہیں۔اس واقعہ سے ہمیں حضرت مہدی موعودؑ کے مزاج کی سادگی اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے کس طرح اپنے

عقیدتمندوں کی دعوت کوقبول فرمایا پھر کردار کی معراج دیکھئے کہ عقیدتمند کی خواہش پرغسل کے لئے تیار ہوجانا، آپ کا یہ اُسوہ اُن افراد کے لئے راہ ہدایت ہے جوتبلیغ دین کی راہ پر ہیں۔اس سفر کے دوران متلاشیان حق کی طرف سے کچھ خواہشوں کا اظہار ہوجائے تو اُس کو پورا کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے اس سے داعی کے کردار کا بڑا اثر پڑتا ہے۔بشرطیکہ وہ مذہبی اُصول کے مغائر نہ ہوں۔

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ حضور علیہ السلام کا بیدر میں دیڑھ سال قیام رہا اوراس مدت میں آپؓ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ سے جدا نہیں ہوئے۔جب خدائے تعالیٰ کے حکم سے حضرت مہدی علیہ السلام کو بیدر سے ہجرت کا حکم ہوا تو آپ بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ روانہ ہوئے۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپؓ کی ضعیفی کی وجہ سے موضع اڑم میں آپ کو رہنے کا حکم دیا۔ اورفرمایا کہ تمہارا مقصد پورا ہوگیا ہے تم اسی جگہ رہو اور فرمایا۔

گر بہ منی در یمنی پیش منی
در بے منی پیش منی در یمنی

اگرتم میرے ہوکر یمن میں رہے تو بھی میرے نزدیک ہوں اگر میرے نہ ہوکر میرے روبرو رہے تو بھی گویا یمن میں ہی ہو۔اس شعر کی روشنی میں آج ہم اپنی اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں، ہم کس حدتک مہدیؑ سے وابستگی رکھے ہوئے ہیں، کہاں تک آپ کی تعلیمات پر ہمارا یقین ہے۔کہاں تک فرض واجب اورسنت پر یقین کامل ہے۔کس کسوٹی پر ہماری زندگی بسر ہورہی ہے۔

غرض حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے حکم پر آپ اڑم ہی میں قیام فرمایا۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے جدائی کے بعد آپ رات دن مہدی علیہ السلام کا ذکر اپنے مریدوں سے کیا کرتے تھے روایت میں آیا ہے کہ ایک دن اپنے مریدوں کے مجمع میں شیخ نے عرض کیا اگر حشر کے دن اللہ جل شانہ مجھے پوچھے گا مومن تو میری درگاہ میں کیا تحفہ لایا ہے تو عرض کروں گا کہ الٰہی یہ دو آنکھیں لایا ہوں کہ جس سے سیدنا مہدی موعود علیہ السلام کو اور آپ کی مہر ولایت کو دیکھا ہوں اور یقین سے کہتا ہوں کہ حضرت سید محمد مہدی ہی سچے مہدی ہیں۔اس کے بعد اپنے مریدوں سے فرمایا کہ جب تم سنو کہ حضرت سید محمد نے مہدیت کا دعویٰ فرمایا ہے تو اُس وقت ان کے حضور دوڑو اوران کی تصدیق کرو کیونکہ آپ کی تصدیق کرنا سارے جہاں پر فرض ہے اور آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جو آپ کی تصدیق نہ کرے گا اس کو آخرت میں سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔الغرض حضرت شیخ مومن توکلیؒ حضرت مہدی موعودؑ کے عاشق زار تھے،رات دن مہدی موعودؑ کا ہی سبق پڑھتے تھے۔

حضرت میاں ولی سکندرآبادیؒ نے اپنی کتاب سوانح مہدی موعود میں تحریر کیا ہے کہ حضرت شیخ مومن توکلیؒ نے مہر ولایت کا نقشہ لکھ رکھا تھا۔شیخ کے جانشین زمانہ دراز تک تعلیمات امامنا علیہ السلام پر عمل پیرا رہے لیکن ترک دنیا اور توکل وتقویٰ کے داعی ہوکر بادشاہوں کا وظیفہ اور ملک معاش بھی لینے لگے تو اس صورت میں مہدویہ فرقے کے ان بزرگوں نے جن کا قدم عالیت اور توکل وتقویٰ پر تھا ان سے دوری اختیار کی جس کے سبب وہ اپنے اس عقیدت میں سست ہوگئے۔

تاریخ سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کا دعویٰ مہدیت سے قبل آپ اس دنیا سے پردہ فرمائے۔آپ کی وفات 7/رجب المرجب کو ہوئی ۔یہ خوش آئند بات ہے کہ چند سالوں سے نوجوان نہایت اہتمام سے عرس مبارک تقریب منعقد کررہے ہیں۔ زائرین کی سہولت کے لئے معقول انتظام کیا جارہا ہے۔قابل مبارکباد ہیں وہ تمام نوجوان وافراد جو اس کام میں حصہ لے رہے ہیں۔یہ قومی

بیداری کا ایک حصہ ہے۔

حضرت شیخ مومن توکلیؒ کے تعلق سے حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؒ اپنی تصنیف مولود میں تحریر کرتے ہیں " **شیخ مومن توکلی مرد صالح و پرهیز گار بودند** " حضرت شاہ برہان الدینؒ شواہدالولایت نے اس طرح تعارف کرایا۔" **اهل باطن بودند** " اور " برگزیدہ حضرت لایزال اور **صاحب کشف و اهل کرامت بودند** " حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ نے مطلع الولایت میں لکھا " صاحب کشف واہل معرفت " آگے لکھتے ہیں " **یقین دانستو که هھیں ذات مهدی موعود داست** " یعنی یقین رکھتے تھے کہ آپ کی ذات مہدی موعود ہے " خاتم سلیمانی نے تاریخ سلیمانی میں حضرت کے تعلق سے تحریر کیا " شاہ مومن توکلی ساکن موضع اڑم ، متقی ومتوکل ، صاحب کشف ، اہل باطن " حضرت سید حسین محمودی صاحب اپنی تصنیف سوانح المہدی الموعود میں " اہل دل ولی اللہ " آپ کے نام کے ساتھ لکھا ہے۔

دنیا

آج ماہ رجب المرجب کی 8 تاریخ ہے۔ دنیا کے تعلق سے ایک مضمون سماعت کیجئے۔

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔ ہم آئے دن اس دنیا میں ایسے واقعات دیکھتے ہیں کہ فلاں حق پر ہے اس کے ساتھ بے انصافی ہو رہی ہے۔ کورٹ کچہری میں بھی حق پر رہتے ہوئے بھی حق کو ثابت کرنے کے لئے ٹھوس ثبوت مہیا کرنے پڑتے ہیں۔ مخالف جانتا ہے کہ وہ حق پر ہے لیکن پھر بھی اس کو شکست دینے کے لئے دنیا بھر کے شیطانی حرکتیں کرتے ہوئے جھوٹ کو اس انداز میں پیش کیا جاتا ہے کہ وہ سچ پر غالب ہوجائے۔ حق پر رہنے والے کو شکست ہوجاتی ہے۔ اس طرح غلط بیانی اور مکر وفریب سے فیصلہ اپنے حق میں کروالیتے ہیں۔ لیکن یہ فیصلہ ، یہ جیت دیرپا نہیں ہوتی۔ بُرے کام کا انجام برا ہی ہوتا ہے۔ ان حالات میں ایک مومن کے لئے دنیا کیا قید خانہ سے کم نہیں ہے؟

حضور نبی اکرم ﷺ 1400 سال قبل یہ ارشاد فرمایا کہ دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔ آپؐ کا یہ فرمان آج بھی اپنی حقانیت کا اظہار کررہا ہے جو اللہ اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھ کر احکامات پر عمل پیرا ہوتے ہیں اُن کے لئے دنیا حقیقت میں قید خانہ ہے۔ راہ حق پر چلنے والوں کے لئے کئی ایک مشکلات درپیش ہوتی ہیں ان کے لئے ثابت قدمی سے چلنا بہت مشکل ہوتا ہے لیکن جنہیں اللہ کا ڈروخوف رہتا ہے وہ ہر تکلیف کو گوارا کرلیتے ہیں اور ثابت قدمی سے ہر مشکل وکٹھن راہ پر ایمان وعقیدہ پر قائم رہتے ہیں۔

دنیا ، مومن ، قید خانہ ، کافر اور جنت یہ پانچ لفظ ارشاد نبی اکرم ﷺ میں استعمال ہوئے ہیں۔ اس زمین پر اور آسمان کے نیچے جو چہل پہل دکھائی دیتی ہے وہ دنیا ہے۔ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے اس دنیا کے تعلق سے فرمایا تم دنیا میں رہو مگر اس کی محبت ، اس کی چاہت دل میں نہ رکھو ، کھاؤ پیو ، دنیوی اشیاء کو استعمال کرو اور اس سے استفادہ کرو لیکن اس میں اتنے مگن نہ ہوجاؤ کہ خدا کو بھلا بیٹھو بلکہ اعتدال سے رہو یہی خدا کا منشا ہے۔ جو مومن ہوتا ہے وہ خدا کی منشاء کے مطابق ہی زندگی گزارتا ہے۔

مومن کو ہمیشہ خوف خدا رہتا ہے وہ ہر قدم سوچ سمجھ کر اُٹھاتا ہے۔ اُس کا منشا ومقصد یہی ہوتا ہے کہ اُس کی ذات سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ اس کے برخلاف جو کافر ہیں مکر وفریب سے زندگی گزارتے ہیں۔ وہ بڑی شان سے اس دنیا میں بےفکری سے زندگی گزارتے ہیں تو کیا اس سے پتہ نہیں چلتا ہے کہ کافر کے لئے یہ دنیا جنت نہیں ہے۔ جو کافر ہیں وہ ہمیشہ اس سوچ وفکر میں رہتے ہیں کہ کس طرح سے روپیہ پیسہ

کمایا جائے ۔ جائیداد کو بڑھایا جائے ۔اس کے لئے غلط راہ بھی استعمال کرنا پڑے تو اس کے لئے پیچھے نہیں ہٹتے ہیں ۔ بدقسمتی سے آج بعض مسلمان بھی کافروں کی راہ پر چل پڑے ہیں ۔کم محنت زیادہ معاوضہ اور بغیر محنت کے امیر بننے کی آرزو وخواہش لیے ہوئے ہیں ۔اس کی تکمیل کے لئے اُس راہ کو اپنا رہے ہیں جو خلاف شریعت واسلام ہے ۔اس راہ پر چلنے کے بعد اُن کے پاس دولت آندھی کی طرح آجاتی ہے اور یہ افراد اپنے خاندان کی تقریبوں میں بے دریغ خرچ کردیتے ہیں جس طرح سے کمائے ہیں اُس طرح سے لٹادیتے ہیں ۔اس کے برخلاف مومن جو کماتا ہے وہ اُصول سے خرچ کرتا ہے ۔اس کے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ کل قیامت میں پروردگار عالم پوچھے گا کہ تو نے دولت کس طرح کمائی اور کس طرح خرچ کی؟ یہ سوال ہر ایک سے پوچھا جائے گا جو مومن ہونگے بفضل تعالیٰ اس کا جواب دیدینگے ۔کافر اور جو کافروں کی راہ پر چلتے ہیں یہ کیا جواب دینگے ؟

یہ دنیا امتحان کی جگہ ہے یہاں اُسی کو کامیابی حاصل ہوتی ہے جو صالح زندگی گزارتے ہیں اور جو اپنی ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے ہیں ۔صالح ،متقی بندوں کو بڑی بڑی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور انہیں اس آزاد دنیا میں ایک قیدی کی طرح زندگی گزارنی پڑتی ہے ۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ دنیا کیا ہے نفس ہے اور جو نفس کو قابو میں رکھتے ہیں دنیا اُن کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی ۔اس منزل کے لئے صحبت صادقین ضروری ہے ۔الغرض دنیا کی زندگی مختصر سی ہے اس کے برخلاف اُخروی زندگی دائمی ہے ۔ لہذا دائمی زندگی کو اس دنیا میں سنوارنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ وحضرت محمد رسول اللہ ﷺ وحضرت مہدی مراداللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہوں ۔

محبت دنیا سے نہیں خالق دنیا سے ہو

آج ماہ رجب المرجب کی 9 تاریخ ہے ۔

اس دنیا میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک نہ ایک دن یہاں سے گزرجانا بھی ہے ۔دنیا میں جو زندگی گزاری جائے گی اس کا حساب و کتاب ہوگا ۔اس حساب وکتاب کو صاف ستھرا رکھنے کے لئے تقویٰ وپرہیزگاری کی زندگی گزارتے ہوئے دشمنوں سے محفوظ رہنا بھی ہے ۔

ظاہری دشمن جو دنیا اور مخلوق ہے اس کے تعلق سے اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے دنیا مردار ہے اور اس کے چاہنے والے کتے ہیں ۔انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مردار چیز کے پاس سے گزرنے کو بھی پسند نہیں کرتا ۔یہ دنیا حقیقی معنوں میں ایک گزرگاہ ہے جس طرح ایک مسافر سفر کے دوران کسی مقام پر کچھ دیر آرام کے لئے توقف کرتا ہے اس طرح دنیوی زندگی بھی دراصل ایک توقف ہے اس کو ہر حال میں چھوڑنا پڑتا ہے ۔انسان دنیوی ترقی اور دنیا کی نعمتوں ہی کو مقصود بنائے تو وہ دنیا پرست ہے ۔اگرچیکہ وہ نماز پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو ۔دنیا میں دراصل دو قسم کے انسان بستے ہیں ایک دنیا پرست اور دوسرا آخرت پرست ۔اگر نیت طلب دنیا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں نیکیوں کا بدلہ دے دیتا ہے ۔ آخرت میں اس طرح حاضر ہوگا کہ کوئی نیکی نہ ہوگی ۔جس کا ثواب اسے وہاں دیا جاسکے ۔حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں ہے اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دنیا کو وہی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہ ہو ۔جس طرح کہ سورہ الشوریٰ کی آیت ۲۰ میں ارشاد ہوا ہے ترجمہ: ”جو کوئی آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کی کھیتی میں اس کے لئے اضافہ کردیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے

اسے دنیا ہی میں کچھ دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کے لئے کچھ حصہ نہ ہوگا‘‘

حضرت سیدنا علیؓ اپنے خطابات میں ارشاد فرمایا ہے ’’اے اللہ کے بندو میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے حالانکہ تم اُسے چھوڑنا نہیں پسند کرتے ۔یعنی وہ لوگ جو اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اس کے حصول میں زندگی کا بیشتر حصہ گزار دیتے ہیں تو وہ دنیا ہی کے ہوجاتے ہیں دنیا ان پر اتنا چھا جاتی ہے کہ وہ عیش وآرام ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں جس مقصد کے لئے اس دنیا میں آئے تھے اُس سے غافل ہوجاتے ہیں لیکن اس دنیا میں سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود ایک نہ ایک دن اس کو چھوڑ کر جانا ہے ۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو چھونے میں نرم مگر اس کے اندر زہر بھرا ہوتا ہے ۔فریب خورد، جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے اور ہوشمند ودانا اس سے بچ کر رہتا ہے ۔

اس دنیا کا وجود ہم سے ہے اور نہ کہ ہم دنیا کے لئے ہیں ۔اُخروی زندگی کی کامیابی اس عمل سے ہے جو ہم اس دنیا میں کرتے ہیں ۔قرآن واحادیث جس حد تک اس دنیا اور مخلوق سے وابستگی رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں اس حد تک اس سے وابستگی رکھیں ۔مخلوق اپنے دامن میں وسیع معنی رکھتا ہے اس سے بچنے کا واحد ذریعہ دم وقدم کی حفاظت، بزرگوں نے دم وقدم کی حفاظت کر کے ہی منزل مقصود کو پائے ہیں ۔شیطان سے پناہ مانگنے کی اللہ اور حضرت محمد رسول ﷺ نے تعلیم دی ہے ۔یہ انسان کا کھلا دشمن ہے ۔اس کا کام ہی انسانوں کو بہکانا ہے ۔اس کے شر سے بچنے کا واحد طریقہ ذکر اللہ ہے ۔ہر آنے والی اور جانے والی سانس سے اللہ کا ذکر کریں ۔خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے شیطان کے بارے میں خدائے تعالٰی سے حفاظت چاہیئے کیونکہ خدائے تعالٰی شیطان پر نظر رکھتا ہے اور شیطان خدا کو نہیں دیکھتا ۔

حضرت علیؓ نے حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ دنیا کیا ہے ۔فرمایا تیرا نفس ہے جب تو نے اپنے نفس کو فنا کردیا تیرے لئے دنیا نہیں ہے ۔اللہ کی یاد سے غافل ہونا دنیا ہے انسان اللہ کی یاد سے جب غافل ہوتا ہے تو اُس پر نفس غالب ہوجاتا ہے اس لئے نفس کو ہمیشہ قابو میں رکھنے یا فنا کرنے کی تعلیم دی جاتی ہے ۔یہ نفس ہی تھا کہ یزید کو حضرت حسینؓ کے روبرو لاکھڑا کیا ۔نفس دنیا کی ہر شئے کو ہمارے سامنے نہایت ہی دلکش، حسین انداز میں پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے دل اُس طرف راغب ہوتا ہے اس لئے خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ’’اپنے دل کی نگہبانی کرو اور کوئی خطرہ دل میں آنے نہ دو ۔بزرگوں کی سیرت مبارکہ سے ثابت ہے ۔ترک نفس اور ترک دنیا ہی سے خدا کا طالب جب نفس کی مخالفت کرتا ہے تو خدا کے خلیل کا درجہ حاصل کرتا ہے ۔لہذا حضرت مہدی موعودؑ کا یہ ارشاد گرامی ہمارے لئے راہ ہدایت ہے کہ طالب حق کے لئے خدا کے راستے میں چار حجاب ہیں دو انسان کے امکان میں ہیں یعنی دنیا چھوڑنا، خلائق سے الگ ہوجانا اور دو امکان میں نہیں ہیں یعنی نفس اور شیطان ۔پس جو اپنے امکان میں ہے وہ کرے یعنی ترک دنیا اور خلق سے علیحدگی یعنی عزلت از خلق، نفس اور شیطان کے متعلق خدا تعالٰی سے حفاظت چاہے ۔

اللہ تعالٰی اُن بندوں پر مہربان ہوتا ہے جو للّٰہیت کے جذبہ کے تحت اخلاص سے عبادت وریاضت کرتے ہیں ۔اور اُس سے ٹھوس وابستگی رکھتے ہیں ۔ہمارے ہاتھ ہی میں ہے خدا کے مخلص بندے بنئے یا شیطان کے چیلے بنئے ۔

غضب

آج ماہ رجب المرجب کی 10 تاریخ ہے''غضب'' پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

گناہوں کی ایک بدترین صفت غضب ہے۔غضب ظلم کی ایک بدترین قسم ہے۔زبردستی' ناحق' بلا اجازت اور بغیر رضامندی کے کسی کی کوئی چیز لینا بہت بڑا گناہ ہے۔آج کل کے دور میں طاقت کے زور پر یا عہدہ وکرسی کے زور پر یا اپنے عہدہ کا ناجائز استعمال کر کے ظلم وستم کر کے دوسروں کی چیزوں پر قابض ہوجانے کی وباء عام ہوتی جارہی ہے۔قرآن اور احادیث میں اس کی سخت مذمت آئی ہے۔ یہ صفت ان لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے جنہیں خدا کا ڈر اور خوف نہیں رہتا۔جو موت کو بھولے ہوئے ہوتے ہیں۔

حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا ہوشیار' خبردار کسی پر ظلم نہ کرنا' ہوشیار خبردار کسی آدمی کا مال اس کی مرضی کے بغیر لینا حرام ہے۔زمین کے تعلق سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا اگر کوئی شخص ایک بالشت زمین بھی کسی کی ناحق اور ظلم وغضب سے دبالے تو قیامت کے دن اس کی سات گنی زمین اس کے گلے میں طوق مذلت بنا کر ڈالدی جائے گی۔ایک بالشت زمین غضب سے حاصل کرنے پر اتنی بڑی سزا ہے ان افراد کا کیا حال ہوگا جو کئی گز زمین طاقت کے بل پر قبضہ کرتے ہیں۔قیامت میں حق مارنے والے سے کہا جائے گا کہ وہ غضب کردہ چیز واپس کردے۔ظاہر ہے کہ وہ چیز تو وہاں لا نہیں سکتا۔اس لئے اس چیز کے بدلے اس کی نیکی کا کچھ حصہ اس شخص کو دے دیا جائے گا جس کا حق اس نے دبالیا تھا۔اگر اس کے نامۂ اعمال میں کوئی نیکی نہ ہوگی تو پھر اہل حق کے گناہوں کا کچھ بوجھ اس کے سر پر رکھ دیا جائے گا۔ایسے افراد کی نہ صرف اس دنیا میں توہین ہے بلکہ آخرت کی زندگی میں تو خسارہ ہی خسارہ ہے۔یاد رہے غضب کا درخت پھلتا نہیں ہے بلکہ عذاب بن جاتا ہے۔

کردار کی یہ خوبی ہونی چاہئے کہ نہ کسی پر ظلم کریں نہ کسی کو نقصان پہنچائیں۔اور نہ کسی کو دکھ وتکلیف دے۔کسی کو راحت نہیں پہنچا سکتے ہیں تو خاموشی اختیار کریں۔غرض غاصب کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس سے ہم سب کو بچائے رکھے۔

قسم

آج ماہ رجب المرجب کی 11 تاریخ ہے۔ایک مختصر سا مضمون ''قسم'' پر سماعت کیجئے۔

جدوجہد زندگی کا نام ہے اس جدوجہد میں زندگی مختلف قسم کے اطوار سے گزرتی ہے چند اصول کو اپنانا پڑتا ہے۔بھروسہ کرنا اور یاد دلانا پڑتا ہے۔شبہ وتذبذب بھی ہوتا ہے۔مخالفت اور ناراضگی بھی ملتی ہے۔دکھ ودرد بھی آتے ہیں۔آزمائش بھی ہوتی ہے۔سچائی کو ثابت کرنا پڑتا ہے۔شکوہ وشکایت کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔اس طرح بعض وقت ایسا بھی آجاتا ہے کہ قسم کھانا پڑتا ہے۔

زبان سے اللہ کی ذات یا صفات کا نام لے کر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا مکمل ارادہ کرنے کو شریعت میں یمین یعنی قسم کہتے ہیں۔ شریعت میں اچھے کام کے لئے قسم کھانے کی اجازت ہے۔اگر کسی برے کام کے لئے کھائی جائے تو اسے پورا نہ کرے اور قسم توڑ دینا چاہئے۔اور

کفارہ ادا کریں۔ بغیر کسی وجہ اور مقصد کے قسم کھانا شریعت میں ناپسند ہے۔ اس سے خدا کی ذات وصفات کی بھی توہین ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے سب کو بچا رکھے۔

بعض لوگوں میں عادت ہوتی ہے کہ بات پر زور دینے کے لے قسمیں کھاتے ہیں۔ یہ عادت اچھی نہیں ہے۔ بات بات پر قسم کھانے والے لوگ نظروں سے گر جاتے ہیں۔ ان کا اعتبار بھی نہیں کیا جاتا۔ حدیث شریف ہے جس نے خدا کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا۔ شرک عظیم گناہ ہے۔ قسم کھائے تو خدا کے نام کی ورنہ چپ رہے۔ تاریخ اسلام میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جو اپنے جائز حقوق کے لئے قسم نہیں کھاتے وہ مناسب نہیں سمجھتے کہ اس دنیا کے کام کے لئے اللہ کے نام کی قسم کھائیں۔ حضرت محمدؐ کے حضور میں ایک جاگیر کا مقدمہ آیا۔ ربیعہ مدعی تھے اور امراء القیس مدعا علیہ' مقدمہ کے دوران قریب تھا کہ پوری جاگیر امراء القیس کی ایک قسم کی قیمت میں اس کے ہاتھ آجائے۔ اس موقعہ پر حضرت محمدؐ نے فرمایا' خدا کو یہ بات پسند نہیں کہ مالی منفعت کے لئے اس کا نام استعمال کیا جائے۔ ایسا شخص جب اپنے خدا سے ملاقات کرے گا تو اس کو اپنے سے خفا پائے گا۔ امراء القیس نے کہا اگر کوئی شخص قسم سے بچنے کے لئے اپنے جائز حق سے دست بردار ہو جائے تو اس کا انعام کیا ہے؟ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا جنت۔ امراء القیس نے یہ فیصلہ کرلیا وہ دنیا کی جائز حق حاصل کرنے کے لئے اپنے خدا کا مقدس نام استعمال نہیں کریں گے۔ اور کہا میں قسم نہیں کھاؤنگا خواہ میری جاگیر میرے ہاتھ سے جاتی رہے۔ یہ عالیت ہے۔

بات بات پر قسم نہ کھائیں وہ افراد جو بات بات پر قسم کھاتے ہیں ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ قسم نہ کھانے کی عادت ڈالیں۔ قسم سچائی پر مبنی ہونی چاہئے۔ جھوٹی قسم بربادی کی علامت ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں ''قسم سے خرید وفروخت میں زیادتی ہوسکتی ہے مگر کمائی گھٹ جاتی ہے۔ جو تاجر جھوٹی قسم کھاتے ہیں ان کے پاس سے خیر وبرکت ختم ہوجاتی ہے۔ اُس گھر سے بھی خیر وبرکت چلی جاتی ہے جہاں جھوٹ کا بازار گرم ہے۔

قسم کھا کر یا دھوکہ دے کر کسی کا مال ہڑپ کرنیکی اسلام اجازت نہیں دیتا ہے۔ ایسے افراد کیلئے دردناک عذاب ہے سچائی کا حقیقی علم ہونے پر ہی قسم کھائیں۔ اگر علم نہیں ہے تو قسم نہ کھائیں ورنہ گنہگار ہوجائیں گے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص قسم کھائے تو صرف اللہ کی کھائے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگ اپنے آباء واجداد کی' لات وعزیٰ بتوں وغیرہ کی قسم کھاتے تھے۔ اسلام نے اس سے منع کیا اور تاکید کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم نہ کھائی جائے۔ ایک دفعہ حضرت محمدؐ دوران سفر عمر بن خطابؓ کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا خبردار اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے آباء واجداد کی قسمیں کھانے سے منع فرمایا ہے۔ جو شخص قسم کھانا چاہے اسے چاہئے کہ صرف اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔

لوگ قسم کھاتے ہیں اور توڑ بھی دیتے ہیں۔ لیکن کفارہ ادا نہیں کرتے یہ گناہ ہے کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا ہے۔ جو استطاعت نہیں رکھتے وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ قسموں کا کفارہ ہوگا۔ جھوٹ بولنے والے پر خدا لعنت بھیجتا ہے۔ اور جھوٹی قسم کھانا شریعت میں گناہ ہے۔ جو جھوٹی قسمیں کھا کر کسی کا حق مارتے ہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ غیر ضروری طور پر قسمیں کھانے سے گھر میں خیر وبرکت اٹھ جاتی ہے۔ لہٰذا قسمیں کھانے سے بہت پرہیز کرتے رہیں۔ لوگوں کو قسمیں کھانے سے روکتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں غیر ضروری قسموں سے بچائے۔ آمین

القہار و الوہاب وفنا

آج ماہ رجب المرجب کی 12 تاریخ ہے۔

اسمائے الٰہی میں سے دو اسم القہار و الوہاب و فنا کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک نام القہار بھی ہے۔اس کے معنی بڑا قہر کرنے والا ہے۔زبردست اور غالب کے ہیں۔حقیقت یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبرست قوت والا اور طاقت والا ہے۔اس کی طاقت وقوت یہ ہے کہ کسی کو دینا چاہے تو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔اگر کسی کو نہ دینا چاہے تو کوئی طاقت اس کو دے نہیں سکتی۔یہ قدرت والا اللہ تعالیٰ ہے۔اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنا دراصل اللہ کے قہر کو آواز دینا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ہر صفت میں کمال ہے۔وہ ہر صفت سے بندوں کو طاقت، علم، بزرگی، عزت دیتا ہے۔وہ کسی کا محتاج نہیں۔ساری کائنات اس کی محتاج ہے۔وہ نہ چاہے تو سورج طلوع نہ ہو۔وہ چاہے تو دن کو رات، اور رات کو دن بنادے۔یہ اس کی قدرت ہے ہم اس کی قدرت کو سمجھ نہیں سکتے ہیں۔اس کی قدرت کے آگے ہم ہی نہیں بلکہ دنیا کی طاقتیں ہیچ ہیں۔

اللہ کے فضل ورحمت کو پانا ہے تو اس کی ہی عبادت کریں۔اس کو ہی چاہیں چاہت میں ہی زندگی کو خوشی ہے۔

الوہاب: اللہ تعالیٰ کا ایک نام ''الوہاب'' بھی ہے۔اس کے معنی بہت زیادہ دینے والا۔حقیقت میں بندوں کو ہر چیز کا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اللہ کی یہ رحمت ہے کہ وہ بغیر کسی معاوضہ یا غرض کے بندوں کو عطا کرتا ہے۔لیکن بندہ اس کا شکر یہ جس طرح ادا کرنا چاہے نہیں ادا کرتا ہے۔جو دنیا کی لامتناہی مصروفیات میں گم ہو کر اپنے خالق کو، اپنے معبود کو، اپنے وہاب کو بھول جاتا ہے۔کوئی حادثہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے یا مصیبت آجاتی ہے یا تنگدستی پیدا ہو جاتی ہے تو اپنے خالق کو یاد کرنے لگ جاتا ہے۔ایسے بندوں کے لئے بھی اللہ رحیم وکریم ہو کر اس کی پریشانیوں کو دور کر دیتا ہے۔کتنا بڑا فضل ہے اللہ کا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بہت پیار کرتا ہے۔اُمت محمدیؐ اللہ تعالیٰ کی پیاری امت ہے۔اس اُمت کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ عطا کرتا ہے۔ہر اُمتی میں جتنا ظرف ہوگا اس کو حاصل کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی یہ صفت وہاب نیکی کی توفیق عطا کرتا ہے۔دینی، دنیوی ضرورتوں سے آگاہ کر کے اُن کو عطا کرتا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو بہت زیادہ آخرت میں عطا کرتا ہے۔غرض ہم اس کی نعمتوں کا شکر بجالائیں اور نیک اعمال کرتے رہیں۔

فنا: اس کائنات میں ہر شئے فنا ہونے والی ہے۔باقی رہنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔جو چیز فنا ہونے والی ہے اس سے نہ کوئی محبت اور نہ رغبت رکھتا ہے۔ہم اس شئے کو اُس عمل کو اپنائیں جو باقی رہنے والی ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جائیں جو باقی رہنے والی ہے۔مہدویت اسی کا نام ہے یعنی اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا کر دیں۔

یہ دنیا کا نظام فنا اور بقا پر ہے۔یہ دنیا فانی اور ناپائیدار ہے اس کی رغبت نہ رکھیں جو باقی رہنے والا ہے اس سے تعلق جوڑیں وہ اللہ تعالیٰ ہے۔حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔اس کا مطلب یہی ہے کہ فانی

زندگی کی لذتیں حاصل کرنا نہیں بلکہ فنا ہونے کے بعد جو لذتیں ہیں اس کو حاصل کرنے کے لئے نیک عمل انجام دیں۔ ہمارا جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روح فنا نہیں ہوتی وہ باقی رہنے والی ہے۔اس کے لئے اس راہ پر چلیں جو خاتمین پاکؑ نے بتلائے ہیں۔یہی مہدوی کا مقصد ہونا چاہئے۔

یہ دنیوی زندگی جو ہم بسر کررہے ہیں وہ فنا ہونے والی ہے۔ باقی رہنے والی صرف اللہ تعالی کی ذات ہے۔ہمیں اس کی ذات ہی میں فنا ہونا ہے تاکہ بقا حاصل ہو۔زندگی دولت کی ہو یا شہرت کی' امیری ہو کہ غریبی میں' نیکی میں ہو کہ بدی میں' فائدہ میں ہو کہ نقصان میں۔ایک نہ ایک دن چھوڑ کر جانا ہے۔زندگی کو غنیمت جان کر وہ عملی زندگی کو اختیار کریں جو دائمی زندگی میں راحت پہچانتی ہے۔یہ کوئی مشکل نہیں ہے اس کے لئے صرف اور صرف نفس پر کنٹرول کرتے ہوئے آرزوں اور خواہشوں کا سد باب کریں۔

ہم انسان ہیں' ہم خود اپنی حقیقت کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ یہ بالکل سچ ہے کوئی بھی دعویٰ نہیں کرسکتا کہ انسان کی حقیقت کو جان گیا ہوں۔ باتیں بڑی بڑی ہوسکتی ہیں لیکن عملی میدان میں حقیقت کھل کر آجاتی ہے۔انسان تو خدا کا وہ شاہکار ہے جو فنا ہونے کے لئے ہی بنایا گیا ہے۔انسان کے فنا ہونے ہی میں بقا ہے۔یہی اصلی زندگی ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اللہ کی ذات وصفات میں فنا ہونے کے لئے فرائض ولایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

آج ماہ رجب المرجب کی 13 تاریخ اور حضرت سیدنا علیؓ کی پیدائش کی تاریخ بھی ہے۔

آپ کا نام علی کنیت ابوتراب وابوالحسن اور لقب اسد اللہ ہے۔حضرت سیدنا علیؓ 13 / رجب کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔والدہ کا نام فاطمہ والد کا نام عبدمناف تھا لیکن ابوطالب سے مشہور تھے۔آپ حضورﷺ کے حقیقی چچا ابوطالب کے فرزند تھے۔۔آپ کو لڑکوں میں سب سے پہلے اسلام لانے کا شرف حاصل ہوا۔ہجرت کی شب حضورؐ کے بستر مبارکہ پر سونے کا شرف حاصل ہوا۔جہاں آپ کو بہت سارے اعزاز اور شرف پائے وہیں آپ کو بی بی فاطمہؓ کے شوہر بننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔حضرت محمدﷺ نے حضرت فاطمہ زہرا ؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا میں تمہاری شادی خاندان کے بہترین شخص سے کی ہے۔آپ ہی کی اولاد میں دافع ہلاکت اُمت محمد یہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔

حضرت سیدنا علیؓ فاتح خیبر ہیں جن کا تبحر علمی، شجاعت وبہادری، ایثار قربانی، خیر وخیرات بے مثال تھا۔غزوات کا آغاز ہوا تو ہر معرکہ میں آپ نے سرفروشی کے جوہر دکھائے۔آپ جدھر رخ کرتے دشمن کی صفیں راستہ دیتی تھیں۔آپ کی خداداد شجاعت کو دشمن اور دوست بھی تسلیم کرتے۔آپ خود فرماتے ہیں میدان رزم میں مجھے پرواہ نہیں ہوتی کہ موت میری طرف آرہی ہے یا میں موت کی طرف جارہا ہوں۔جنگ بدر میں حضرت علیؓ نے اپنی شجاعت کا ایسا ثبوت دیا کہ اپنے اور بیگانے سب مان گئے۔حضرت محمدﷺ نے آپ کی شجاعت کی بناء پر ''حیدرِ کرار'' کہہ کر مخاطب کیا اور اُس دن سے آپ حیدر کرار کے لقب سے مشہور ہوگئے۔حضرت علی بحکم رسول اللہﷺ پر صلح نامہ حدیبیہ تحریر کررہے تھے۔مشرکین مکہ نے محمد رسول اللہ عبارت پر اعتراض کیا۔حضرت محمدﷺ نے حضرت علیؓ کو محمد رسول اللہ کا لفظ حذف کرنے کو کہا لیکن فرمان محمدﷺ کے

باوجود حضرت علیؓ کی غیرت وحمیت نے گوارا نہ کیا کہ رسول اللہ کے لفظ کو مٹائیں۔عرض کیا مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا اس پر خود آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس کو قلم زد کیا۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جنگ خیبر میں آپ نے قلعہ خیبر کا دروازہ اٹھالیا تھا۔فتح خیبر کے بعد جب اس دروازے کو گھسیٹ کر دوسری جگہ ڈالا گیا تو چالیس افراد بمشکل ہٹا سکے۔حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے مجھے حضرت علیؓ کو بلانے کے لئے مکان پر بھیجا تو میں نے وہاں دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔جب میں نے بارگاہ رسالت میں اس کرامت کا تذکرہ کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے بوذرؓ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ بھی ڈیوٹی مقرر فرمادی ہے کہ وہ میری آل کی مدد واعانت کرتے رہیں۔حضرت سیدنا علیؓ نے اپنے تبحر علمی سے ایثار وقربانی ،عفو ودرگزر سے ہر قدم پر اتحاد واتفاق کا مظاہرہ کیا۔حضرت سیدنا ابوبکرؓ کے خلافت کے دور میں مجلس مشاورت کے رکن تھے۔اپنے مفید مشوروں اور تجاویز سے حکومت کی کارکردگی کو استحکام عطا کرتے تھے۔حضرت عمرؓ آپ کے تعلق سے فرمایا تھا قضا اور فقہ میں علیؓ کو فضیلت حاصل ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد انصار ومہاجرین وغیرہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا۔چار برس آٹھ ماہ 9 دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کے اندر شدید اختلاف پیدا ہو گئے۔آپسی اتحاد واتفاق ختم ہو کر ایک دوسرے کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔قیادت کے دعویدار پیدا ہو گئے تھے۔اس نفاقی ماحول کو دیکھ کر عبدالرحمٰن ابن ملجم ، برک اور عمرو نے باہمی مشورہ کیا کہ موجودہ مصیبت کے اصل ذمہ دار تین حضرات ہیں، حضرت علیؓ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص۔اگر تینوں کو ہٹا دیا جائے تو جھگڑا مٹ جائے گا۔لہذا ہم میں سے ہر آدمی ان میں سے ایک ایک کے قتل کا ذمہ لے۔ عبدالرحمٰن نے حضرت علیؓ کے قتل کا، برک نے حضرت معاویہ کا اور عمرو نے حضرت عمرو بن عاص کے قتل کا ذمہ لیا۔15 / رمضان 40ھ کی تاریخ مقرر ہوئی۔کوفہ، دمشق اور مصر پہنچ کر ان حضرات کا قتل کریں گے۔ابن ملجم تاریخ مقررہ پر پہنچ جاتا ہے اور حضرت سیدنا علیؓ کی آمد کا انتظار کرتا ہے ۔حضرت علیؓ نماز فجر کے لئے مکان سے روانہ ہوئے۔راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے کر جگاتے تھے۔عبدالرحمٰن ابن ملجم سے سامنا ہوا۔اس نے اچانک آپ پر تلوار سے حملہ کیا۔حملہ اتنا شدید تھا، پیشانی پر گہرا زخم آیا اور تلوار دماغ تک پہنچ گئی۔ان زخموں کی وجہ سے 20 / رمضان 40ھ کو آپ نے شہادت نوش فرمائی۔یہ وہ شخصیت تھی جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئی اور مسجد میں روح پرواز ہوئی۔حضرت محمد ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی حیات 29 سال رہی۔اس عرصہ میں آپ کی زندگی میں بہت نشیب وفراز آئے لیکن کردار کی یہ خوبی تھی کہ دورِ خلافت حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا عثمانؓ میں ہر طرح کا تعاون دراز کیا۔

حضرت سیدنا علیؓ اپنے خطابات میں ارشاد فرمایا ہے ’’اے اللہ کے بندو میں تمہیں اس دنیا کے چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہیں چھوڑ دینے والی ہے۔حالانکہ تم اُسے چھوڑنا نہیں چاہتے۔یعنی وہ لوگ جو اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اس کے حصول میں زندگی کا بیشتر حصہ گزار دیتے ہیں تو وہ دنیا ہی کے ہو جاتے ہیں۔دنیا ان پر اتنا چھا جاتی ہے کہ وہ عیش وآرام ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔جس مقصد کے لئے اس دنیا میں آئے تھے اس سے غافل ہو جاتے ہیں لیکن اس دنیا میں سب کچھ حاصل ہونے کے باوجود ایک نہ ایک دن اس کو چھوڑ کر جانا ہے۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں دنیا کی مثال سانپ کی سی ہے کہ جو چھونے میں نرم مگر اس کے اندر زہر بھرا ہوتا ہے۔فریب خور، جاہل اس کی طرف کھنچتا ہے

اور ہوشمند ودانا اس سے بچ کر رہتا ہے۔حضرت علیؓ نے حضرت محمد ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ دنیا کیا ہے،فرمایا تیرا نفس ہے جب تو نے اپنے نفس کو فنا کر دیا تیرے لیئے دنیا نہیں ہے۔اللہ کی یاد سے غافل ہونا دنیا ہے۔

حضرت سیدنا علیؓ کے ارشادات،تعلیمات،انسانیت کے لئے شاہکار ہیں۔آپ فرماتے ہیں ''جوانسان اپنی ضرورتیں بڑھالیتا ہے اسے اکثر محرومی کا غم ہوتا ہے'' یہ ارشاد میں آپ نے ایک حدود میں زندگی گزارنے کی تعلیم دی ہے۔یعنی جتنی چادر اُتنے ہی پیر پھلائیں۔جو اپنے حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں وہ نہ صرف آخری دم تک پریشان رہتے ہیں بلکہ ان کے گزر جانے کے بعد اُن کے جانشینوں کو بھی اُنہی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔آپ نے فرمایا ''انسان کو چاہیئے کہ راست گو رہے جھوٹ سے بچے'' خدا تعالیٰ کو راستی پسند ہے اور انسان کو راست گو رہنا چاہیئے اور ایک جھوٹ کئی دروازے کھول دیتی ہے۔حضرت سیدنا علیؓ کے در پر جو بھی سائل آتا وہ خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ آپ فرماتے ہیں ''میزان عمل کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو'' حقیقت یہ ہے کہ خیروخیرات سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں جو بندوں کے کام آتا ہے اللہ اس کی مدد کے لئے آگے آتا ہے۔اللہ نے کچھ دیا ہے تو خیروخیرات کر کے اپنے میزان عمل کو وزن کریں جو بروز حشر ہمارے کام آئے گا ۔اس طرح حضرت نے فرمایا ''شرافت عقل اور ادب سے ہے نہ کہ حسب ومال سے'' روپیہ پیسہ یا دیگر چیزوں سے شرافت حاصل نہیں ہوتی ہے۔جہاں ادب ہے اور عقل کو شریعت کے حدود میں رہ کر عمل کیا جاتا ہے وہاں شرافت پائی جاتی ہے اور آپ نے فرمایا ''ایمان کی نعمت کے بعد کوئی نعمت طویل عمر اور صحت جسم سے بڑھ کر نہیں ہے'' اس ارشاد کی حقیقت دور حاضر میں بآسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔اللہ ہر ایک کو ایمان کی نعمت کے ساتھ صحت کی نعمت بھی عطا کرے۔آمین۔

اطاعت

آج ماہ رجب المرجب کی 14 تاریخ ہے۔خدائی بعثتوں کی اہمیت پر کچھ سننے کی سعادت حاصل کریں۔

رسول ونبی اللہ تعالیٰ کے خاص الخاص بندے ہوتے ہیں۔جس کے مقام ومرتبہ کا ہم احاطہ نہیں کر سکتے۔قرآن پاک میں رسول کے تعلق سے ارشاد ہوا۔'' تمہارے لئے خدا کا رسول عمدہ نمونہ ہے۔یہ حقیقت ہے کہ قیامت تک ہر رسول ونبی کی زندگی دنیا والوں کے لئے بہترین نمونہ ہوتی ہے۔اس نمونہ کے مطابق زندگی گزارنا اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے۔اس لئے قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد فرمایا گیا۔''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ'''(سورہ آل عمران آیت 31)''تو کہہ دو (محمد) اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری اتباع (اطاعت) کرو تا کہ اللہ بھی تم سے محبت کرے اور بخش دے تمہارے گناہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' اتباع اور اطاعت میں بھی فرق ہے اس کا بیان بھی کسی دن آجائے گا۔(دیکھئے صفحہ نمبر 34 '103) اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضہ ہے کہ رسول کی اطاعت کی جائے۔ہم خدا کے بندے ہیں۔بندوں کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی پیروی کریں۔خدا کے محبوب بننے کے لئے محبوب کی ہر بات واحکام کو نہ صرف تسلیم کریں بلکہ اس کو روبہٗ عمل بھی لائیں۔جب ہی محبوب بن سکتے ہیں۔

قرآن پاک نے رسول اللہ کے ذریعہ ہی بندوں کو اطلاع پہنچائی کہ ''اے رسول جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو ان کو سمجھا دو کہ ہم ان کے پاس ہی ہیں'' جس طرح مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ شہہ رگ کے قریب ہے۔'' اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے

کہ وہ ہر بندے کے ساتھ ہے۔ کائنات کے ہر ذرہ میں اس کی صفات کے جوہر ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں ''جو چیزیں خدا اور اس کے رسول کو ناپسند ہے اگر تم ان سے نفرت اختیار کرو گے تو خدا اور رسول کے دوست بن جاؤ گے'' انسانی زندگی میں نشیب وفراز آتے ہیں۔ اچھے اور بُرے کاموں کے واقعات اور حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسے حال و ماحول میں ہمیں اللہ کے احکامات اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو مدنظر رکھتے ہوئے قدم بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ماحول میں جو تعلیمات اسلام پر چلتے ہیں وہ یقیناً مومن ہو کر خدا اور رسول کے دوست بن جاتے ہیں۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔ آپ پر نبوت ختم کر دی گئی ہے۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی نبی آنے والے ہیں اور نہ کوئی نئی اُمت پیدا ہوگی۔ اس سلسلے میں حضرت محمدؐ کا ارشاد گرامی ہے ''اللہ نے مجھ کو تمام مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا اور انبیاء و رسول کی نبوت مجھ پر ختم کر دی۔

حضرت محمدؐ نے اپنی حیات کے ایک ایک پل میں توحید کو پیش کیا۔ عقیدہ توحید پر قائم رہنے کی تعلیم دی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ''تم سے پہلی قوموں نے اپنے رسولوں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا۔ دیکھو ایسا نہ کرنا میں تم کو منع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق و مالک ہے۔ وہی عبادت کے لائق ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں اور اسی ہی کی بندگی بجالائیں۔ یہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم ہے۔

دعا

آج ماہ رجب المرجب کی 15 تاریخ ہے دعا کے عنوان پر مضمون سماعت کیجئے۔

دعا کرنا عبادت ہے۔ بندہ کا کام ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ دعا عبادت کا مغز بھی ہے۔ دعا مانگنا سنت بھی ہے۔ دعا مانگنے سے پہلے حمد پڑھیں، پھر درود پھر دعا اور جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ چونکہ دعا سے تقدیر بدلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کریں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں بندہ کے لئے ضروری ہے کہ خدا سے مانگے اور دعا کرے۔

سورہ غافر میں ارشاد ہوا ہے۔ ''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ'' (60) تم مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ دعا کی اہمیت اس عمل سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ صحابہ کرامؓ حضورؐ سے دعا کی درخواست کرتے۔ حضور محمدؐ اس درخواست پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں زمین پر آباد کوئی بھی مسلمان خدا سے جو دعا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت کو سنتا ہے۔ یا تو اسے وہی دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے یا کسی ناگہانی اُفتاد کو اس پر سے ٹال دیتا ہے۔ بشرطیکہ یہ دعا کسی گناہ کے لئے یا رشتہ کو توڑنے کے لئے نہ ہو۔ لہٰذا دعا کرتے وقت سوچ سمجھ کر کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں آداب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہی جو مسلمان بندہ اپنے بھائی کے لے اس کی پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے خدایا قبول فرما۔ اور اس دعا کرنے والے کو بھی اتنا ہی عنایت فرما۔ اس ارشاد سے (دونوں کے لئے) دعا کی افادیت ظاہر ہوتی ہے۔

دعا زندگی کی ضرورت ہے۔ قرآن پاک کی بھی سورت، یعنی سورہ فاتحہ بھی ایک دعا ہے۔ ہر بندہ خدا کے حضور کر رہا ہے۔ دعا ایک بہترین عبادت بھی ہے۔ دعا، دعا کی طرح ہونا چاہئے۔ یعنی دعا وہی اثر کرتی ہے جو دل کی تڑپ سے پیدا ہو۔ دعا کا اثر دل کے ذریعہ روح پر

ہوتا ہے۔قرآن پاک میں کئی ایک مقامات پر اللہ کے حضور دعا مانگنے کی تاکید کی گئی ہے۔ہم دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمارے دعاؤں کو سنتا ہے۔اور مناسب ہوتو ان دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں جب تمہیں کوئی دعا دے تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی۔اپنے لئے اپنے بھائیوں کے لئے اللہ کے حضور نیک صفات اور عبادت کی دعا کریں۔دعا سے کسی حال میں بھی منہ نہ موڑیں۔دعا کرنا خدا کے بندے ہونے کی علامت ہے۔حضرت محمد رسول اللہؐ نے دعا کے تعلق سے فرمایا ہے۔ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے رہو۔زندگی کی کامیابی مغفرت میں ہے۔اس لئے اللہ سے ہمیشہ مغفرت کی دعا کرتے رہیں۔اللہ رزاق ہے' رزق دینے والا ہے۔ہر بندے کا رزق مقررہ وقت پر مل جاتا ہے۔مغفرت کا حاصل ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں مظلوم کی بددعا سے ڈرو۔کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ کسی پر بھی کوئی ظلم نہ کریں۔اگر اتفاقاً ظلم کردیں تو فوراً معافی چاہ لیں۔اس کا نقصان ہوگیا ہے تو تلافی کردیں۔ورنہ مظلوم کی بددعا عرش الٰہی کو بھی ہلا دیتی ہے۔عبادتیں' ریاضتیں' خیر وخیرات' تمام نیکیاں بے کار ہوجاتی ہیں۔لہٰذا ظلم نہ کرکے مظلوم کی بددعا سے بچ جائیں۔

غصہ بری بلا ہے۔بعض وقت غصہ میں آکر بددعا اپنے بچوں' رشتہ داروں' پڑوسیوں اور نوکروں کو دے دیتے ہیں۔اتفاقاً وہ گھڑی وہ وقت اجابت کی ہوتو بددعا قبول ہوجاتی ہے۔لہٰذا کسی کے لئے بھی بددعا نہ کریں۔مومن جو ہوتا ہے وہ ہر ایک کو دعا دیتا ہے۔دعا قبول بھی ہوتی ہے اثر بھی کرتی ہے۔دعا نہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔جب اللہ تعالیٰ اور خاتمین پاکؐ نے دعا کی ہے تو ہم اس سنت سے کیوں کنارہ کشی اختیار کریں؟ دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے۔ ہر بندۂ خدا دعا کا محتاج ہے۔جو دعا کا محتاج نہیں ہوتا وہ شیطان صفت ہوتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہیکہ جو دعا صدق دل کے ساتھ للّٰہیت کے جذبہ کے تحت کی جاتی ہے وہ مقبول بارگاہ خداوندی ہوتی ہے۔وہ افراد جو شریعت پر سختی سے پابند ہوتے ہیں حلال وحرام کی تمیز رکھتے ہیں۔اکل حلال پر قائم رہ کر عبادت وریاضت کرتے ہیں۔جھوٹ وفریب سے دور رہ کر تقویٰ و پرہیزگار زندگی گزارتے ہیں ان افراد کی دعائیں مقبولیت پاتی ہیں۔ایسے ہی افراد دعا کرتے ہیں تو تقدیریں بدل کررکھ دیتے ہیں۔آج کل اکثر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ہم دوسروں سے کہتے ہیں کہ ہمارے لئے دعا فرمایئے۔ہم اپنے آپ کو اتنا کمزور کیوں کرلیں کیا ہم دعا نہیں مانگ سکتے؟ ہم کو چاہئے کہ ہمیشہ گناہوں کی معافی' اللہ کی رضا اور اتباع سنت کی توفیق کے لئے خدا سے دعا مانگتے رہیں۔

ماں باپ کی دعا بچوں کے لئے کافی کارآمد ہوکر بلند مرتبہ عطا کرتی ہے۔والدین کی دعا کو یوں ہی نہیں سمجھنا چاہئے۔جب موسیٰؑ کی والدہ کا وصال ہوگیا تو اللہ نے طور پر چڑھتے ہوئے موسیٰؑ سے کہا کہ سنبھل کر چڑھیں اب تمہاری ماں جو دعا کرتی تھیں' نہیں رہی۔ایک بزرگ کے بارے میں آیا ہے کہ ان کی والدہ فوت ہوگئیں۔چنانچہ اللہ نے اس بزرگ کو الہام فرمایا اے میرے پیارے اب ذرا سنبھل کر رہنا جس کی دعائیں تیری حفاظت کرتی تھیں وہ ہستی دنیا سے اُٹھ گئی ہے۔آیئے اس زمین پر اس طرح کا کردار پیش کریں کہ ہر ایک کی دعا میں ہم رہیں۔آمین۔

ہر انسان چاہتا ہے وہ اپنے خدا سے مانگے اور اس کی خواہش اور مراد پوری ہو۔دعا کرنا فطرت انسانی میں ہے۔دعا ایک لحاظ سے عبادت بھی ہے۔جس سے ہم دعا کرتے ہیں وہ اس کائنات کا خالق ومالک ہے۔وہ بندوں کی پکار کو سنتا ہے۔اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے اور عطا کرتا ہے۔لیکن دعا میں ادب وتعظیم کا ہونا ضروری ہے۔

دعا کریں تو سونچ اور سمجھ کر کریں۔حضرت عباسؓ فرماتے ہیں۔حضرت محمدؐ یہ دعا کرتے تھے۔اے اللہ مجھے اپنا بہت زیادہ فکر کرنے

والا بنادے۔ اپنا بہت زیادہ ذکر کرنے والا بنادے' اپنی ذات سے بہت زیادہ ڈرانے والا بنادے' ایسی فرمانبرداری کرنے والا بنادے اور اپنی طرف ہی جھکنے والا' آہ وبکا اور رجوع کرنے والا بنادے۔ ہم یہ بھی ایمان رکھیں کہ حضرت محمدؐ کی زبان سے نکلنے والی ہر دعا باعث رحمت' برکت اور شفا ہے۔

ہم جب دعا کرتے ہیں تو یہ فکر میں رہیں کہ جو دعا کی گئی وہ سنی گئی یا نہیں' قبول ہوگی یا نہیں۔ ہر وقت دعا ہی کافی نہیں ہوتی بلکہ ساتھ محنت وکوشش اور قربانی بھی ہونی چاہئے۔ دعا میں ادب ہو' تعظیم ہو' التجا ہو' تحمل ہو' کامل توجہ کے ساتھ جائز حلال کے لئے ہو۔ دعاء میں غلو نہیں ہونا چاہئے۔ کس کے حق میں دعا کر رہے ہیں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ بندہ کی مرضی پر ہے وہ کب خدا کے حضور دعا کرے۔ ایک روایت میں ہے ہر رات جب رات کے پہلا تہائی حصہ گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اُترتے ہیں۔ اور آواز دیتے ہیں' میں ہی بادشاہ ہوں' کون مجھ سے دعا کرتا ہے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون سوال کرتا ہے اس کو عطا کروں۔ دعا کے لئے رات کا یہ حصہ کارآمد ہے۔

یہ بات بھی ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ شیطان نے بھی نافرمانی کرکے رب ہی کو پکارا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ باوجود نافرمانی کہ فریاد سننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لہٰذا خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں جو بھی مانگیں اللہ ہی سے مانگیں۔

دعا ہر حال میں فائدہ پہنچاتی ہے۔ لیکن ہم اس کو سمجھ نہیں پاتے۔ اللہ کچھ دعائیں فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ اور کچھ کے ذریعہ آنے والی آفات وبلیات سے محفوظ کرتے ہیں اور بعض دعائیں روز قیامت اجر وثواب میں اضافہ کا باعث ہوں گی۔ لہٰذا ہم بندے ہیں بندہ کا کام ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے اسی کے حضور دعا کریں۔

بخل

آج ماہ رجب المرجب کی 16 تاریخ ہے۔ ایک مضمون بعنوان ''بخل'' سماعت کیجئے۔

بخل کے معنی کنجوسی اور تنگدلی کے ہیں۔ یہ زندگی میں بہت بُری بیماری ہے۔ اسی سے لالچ اور حرص میں اضافہ ہوتا ہے۔ کوئی بھی صاحب سمجھ پسند نہیں کرتا کہ بخل اس کے کردار میں رہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں ''بخل اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے۔ اس ارشاد گرامی سے پتہ چلا کہ جہاں ایمان ہے وہاں بخل نہیں ہونا چاہئے۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا'' دو خصلتیں کسی ایماندار کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی۔ ایک بخل اور دوسری بدخلقی۔ مسلمان ایمان والے ہوتے ہیں۔ حضرت محمدؐ نے اپنی جان سے زیادہ عشق ومحبت رکھتے ہیں۔ ان پر فرض ہوجاتا ہے کہ وہ حضورؐ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ آپؐ کے ارشادات کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیں۔ ایمان والے ہیں تو ان میں یہ دو مرض بخل اور بدخلقی نہ ہونی چاہئے۔ یہ دونوں چیزیں انسانی کردار کو نہیں بلکہ معاشرہ کو بھی نقصان پہنچاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو معلم اخلاق بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ لہٰذا آپؐ کے اخلاق ہمارے لئے ہدایت اور رہبر ہیں۔

حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ بخل اللہ سے دور' جنت سے دور' اور دوزخ سے نزدیک۔ بخیل کے لئے کتنا بڑا عذاب ہے وہ اللہ سے دور' جنت سے دور ہوکر دوزخ سے قریب ہوجاتا ہے۔ کیا کوئی بندہ خدا پسند کرے گا کہ وہ خدا سے دور ہوکر دوزخ سے قریب ہوجائے۔

ہمیں دوزخ سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔لہٰذا بخیل نہ بنیں وہ راہ اپنائیں جس سے خدا کی قربت حاصل ہوتی ہے۔حضرت عمرؓ سختی کے ساتھ یہ بھی فرمایا بخیل دشمن خدا ہے' اگر چہ زاہد ہو' بخیل کے پاس ایمان نہیں رہتا۔حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں۔بخیل دشمن خدا ہے۔اللہ ھوا کبر جو دشمن خدا ہوتا ہے اس کو خدا کی زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔زاہد ہیں' پرہیز گار ہیں' لیکن بخیل ہیں تو آپ کی عبادت و ریاضت کوئی کام کی نہیں۔اس صفات کا بندہ خدا کا دشمن ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ بخیل بننے سے ہر ایک کو بچائے۔

بخیل میں شیطانیت آجاتی ہے۔ہمدردی کا جذبہ نہیں رہتا۔اس کے چہرہ پر ہمیشہ حیرانی و پریشانی کے آثار رہتے ہیں۔چہرہ پر شادمانی نہیں کے برابر ہوتی ہے۔معاشرہ میں اس کا ذکر اچھے الفاظ سے نہیں کیا جاتا۔حضرت حسینؓ فرماتے ہیں۔بخیل ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔حضرت نوح علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔بخیل شیطان کا مددگار رہوتا ہے۔شیطان جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی ہے اس کے مددگار بخیل ہوتے ہیں۔حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔صاحب مال اکثر بخیل ہوتے ہیں۔شیطان کو سب سے پیارا بخیل مسلمان ہوتا ہے۔مال و دولت اللہ کی عطا ہے۔اس کو ذاتی تسلیم نہ کریں۔اس میں اپنے لواحقین' غریب رشتہ دار' غرباء کا بھی حصہ ہے۔اسلامی احکامات کی روشنی میں دولت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں۔ہم خرچ نہ کریں گے تو شیطان کے پیارے ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں کسی حال میں بھی بخیل نہ بنا۔ہمیں دوزخ سے دور' جنت سے قریب اور ایمان والا بنا کر اس دنیا میں رکھ اور خاتمہ ایمان پر کر۔آمین۔

راہ نجات

آج ماہ رجب المرجب کی 17 تاریخ ہے۔''راہ نجات'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

ہمارا اولین فریضہ ہے احکام خداوندی، فرائض نبوت و ولایت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا۔خدا تعالیٰ کا یہ احسان عظیم ہے کہ ہمیں اُمت محمدیہ میں پیدا کیا۔تصدیق خلیفۃ اللہ سے نوازا۔اس شرف پر ہم جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہیں۔اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ جو اس کی راہ میں کوشش کرتے ہیں ان کو اپنے فضل سے نوازتے ہیں اور کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔دوزخ کے عذاب سے ڈرتے رہیں جو نافرمانوں اور منکروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔حضرت عائشہؓ کے بارے میں راویوں کا بیان ہے کہ جب انہیں جہنم یاد آتا تو رونے لگتیں۔حضرت محمد ﷺ نے ان سے پوچھا تمہیں کیا چیز رلاتی ہے، انہوں نے کہا مجھے جہنم یاد آیا اس لئے رو پڑی، تو کیا آپ ﷺ قیامت کے روز اپنی ازواج کو یاد رکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تین مواقع ایسے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ایک وہ موقع جب کہ نامۂ اعمال تولے جارہے ہوں گے اس وقت ہر شخص کو اپنی فکر ہوگی کہ اس کی ترازو ہلکی ہوتی ہے یا وزن۔دوسرا موقعہ جبکہ نامۂ اعمال ہاتھ میں دیا جائے گا، دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں۔تیسرا موقعہ پل صراط پار کرنے کے وقت جب وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا اور آدمی اس پر سے گزرے گا۔دراصل راہ نجات عمل پر ہے۔حضرت مہدی علیہ السلام نے عمل کو اہمیت دی ہے۔چنانچہ ارشاد فرمایا کہ بندے کا آنا دلوں پر ہوا ہے لباس اور گفتار پر نہیں۔اور فرمایا باعمل مقبول بے عمل مردود، تصدیق بندہ عمل ہے۔آپؑ نے فرمایا کہ قیامت کے روز خدائے

تعالیٰ نسب کے تعلق سے نہیں پوچھے گا کہ یہ کس کا فرزند ہے بلکہ پر خلوص عمل کے متعلق پوچھے گا۔آپؐ نے فرمایا اگر بندہ کا پوست بھی پہنو گے اور بندہ جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل نہ کرو گے تو نجات نہیں پاؤ گے۔ مدرسہ میں تعلیم پانے سے علم حاصل ہوتا ہے اس طرح دنیا میں عمل کرنے سے آخرت میں نجات حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے۔(1) کھلے اور چھپے ہر حال میں خدا سے ڈروں (2) کسی پر مہرباں رہوں یا کسی کے خلاف غصہ میں رہوں دونوں حالتوں میں انصاف ہی کی بات کہوں (3) راستی واعتدال پر قائم رہوں چاہے امیر رہوں یا فقیر (4) جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں، جو مجھے محروم کرے میں اسے عطا کروں (5) جو مجھ پر زیادتی کرے میں اسے معاف کروں (6) میری خاموشی غور و فکر کی خاموشی ہو (7) میری نگاہ عبرت کی نگاہ ہو (8) میری گفتگو ذکر الٰہی کی گفتگو ہو۔اس کے بعد آپ نے فرمایا نیکی کا حکم دوں اور بدی سے روکوں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مہدوی دائرے ہدایت اور دعوت دین کے مرکز ہوا کرتے تھے۔ایمان و تصدیق کے بعد جو کام عملی طور پر کیا جاتا تھا وہ دعوت دین کا ہوا کرتا تھا۔دائروں سے طلوع ہونے والا آفتاب شریعت و طریقت کی روشنی بکھیرتا تھا۔اس کی ایک ایک کرن سے دعوت تصدیق کے ساتھ دعوت عمل کا پیام ہوتا تھا۔ایک کرن نماز کی حقیقت اور اس کی پابندی کی طرف توجہ دلاتی تھی، ایک کرن ذکر کی فرضیت، اہمیت ،افادیت کو پیش کرتی تھی۔ایک کرن عزلت از خلق سے حق شناس کی راہ دکھاتی تھی، ایک کرن صحبت صادقین سے حاصل ہونے والے انمول خزانے سے فیضیاب کرتی تھی۔ایک کرن ہجرت کی دولت سے مالا مال کرتی تھی، ایک کرن ترک دنیا سے خوبیٔ کردار کو پیش کرتی تھی۔دائرہ سے طلوع ہونے والی ان کرنوں کا یہ اثر ہوتا تھا کہ یہاں کی اذان، یہاں کی نماز، یہاں کی تسبیح، بھٹکے ہوں کو صراط مستقیم دکھاتی تھی۔یہ مہدوی دائروں کا فیض تھا۔

نجات پانے کا واحد راستہ عبادت کا ہے۔مہدوی کی صحیح تعریف یہ ہے کہ اس کو عبادت عزیز ہوتی ہے۔ ہر حال میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و ریاضت کے لئے تیار رہتا ہے۔ وہ جانتا ہے غفلت حرام ہے۔اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل نہیں رہتا۔ جہاں طلب دیدارِ باریٔ تعالیٰ ہے وہاں عبادت سے غفلت ممکن نہیں۔ہمیں جو شرف حاصل ہوا ہے اس کی اہمیت وفضیلت کو سمجھیں تب جاکر اپنا مقام و مرتبہ کیا ہے اس کا علم ہوگا۔ ہمارا کام لوگوں کو راہ نجات پر لانا ہے۔یہی ہمارے دائروں کا کام تھا اور ہونا چاہیئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ

آج ماہ رجب کی 18 تاریخ ہے۔سیرت حضرت ابوذر غفاریؓ سماعت کیجئے۔

شمع ُرسالت ﷺ کے پروانوں میں حضرت ابوذر غفاریؓ کی شخصیت نمایاں نظر آتی ہے۔آپ کے زہد و تقویٰ، خدا اور رسولؐ سے عشق کا یہ عالم تھا کہ سرور کائنات ﷺ نے انہیں ''مسیح الاسلام'' کا لقب عطا فرمایا۔تبلیغ دین کا بہت شوق تھا۔ایک عرصہ دراز تک اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔حضور نبی اکرم ﷺ ابوذر غفاریؓ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔مرض الموت کے موقعہ پر بھی انہیں بلا بھیجے۔

ابوذر بارگاہ نبوی میں والہانہ انداز میں پہنچتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ پر جھکتے ہیں۔حضور نے ان کا دست مبارک اپنے جسم اطہر سے چمٹا لیتے ہیں۔جب حضورؐ کا انتقال ہو جاتا ہے تو ابوذرؓ کا دل دنیا سے اُجڑ جاتا ہے۔مدینہ چھوڑ کر شام میں جا بستے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ کی زندگی زہد اور فقر وقناعت کا نمونہ تھی۔جو کچھ آتا اسے راہ خدا میں لٹا دیتے تھے۔جب لوگوں کو مال و دولت سے رغبت پیدا ہوگئی شاندار لباس استعمال کرنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر ابوذرؓ بے چین ہو جاتے ہیں۔مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ مال و دولت جمع کرنے میں عیش وآرام کی زندگی گزارنے میں سراسر ہلاکت ہے۔ایک دن امیر معاویہؓ اپنا محل تعمیر کروا رہے تھے۔اتفاق سے حضرت ابوذرؓ ادھر سے گذرے۔محل کو دیکھ کر امیر معاویہؓ سے کہا اگر اس محل کی تعمیر اللہ کے مال سے ہو رہی ہے تو خیانت ہے۔اور اگر اس پر اپنا مال خرچ کر رہے ہو تو اسراف ہے۔امیر معاویہؓ سے کوئی جواب بن نہیں پڑتا ہے۔خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔امیر معاویہؓ آپ کی حکومت پر نکتہ چینی اور بے باکی سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ایک مرتبہ بہت سارا مال حضرت ابوذرؓ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔حضرت ابوذرؓ چند گھنٹوں میں تمام رقم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔دوسرے دن امیر معاویہؓ نے امتحان لینے کی غرض سے ایک قاصد ان کے پاس روانہ کرتے ہیں کہ کل رقم غلطی سے آپ کو دی گئی تھی۔اسے واپس دے دیجئے۔مقصد یہ تھا کہ اگر رقم ابوذرؓ کے پاس موجود ہو تو ان سے دریافت کیا جا سکتا ہے کہ آپ تو ایک رات کے لئے بھی دولت جمع رکھنا حرام سمجھتے ہیں۔پھر یہ رقم کیوں اپنے پاس رکھی۔جب قاصد ابوذرؓ کے پاس پہنچا اور رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا تو آپ نے جواب دیا وہ رقم تو ہم نے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دی۔قاصد جب یہ جواب امیر معاویہؓ کو سناتا ہے تو امیر معاویہؓ کے زبان سے بے اختیار نکلتا ہے کہ ابوذرؓ واقعی سچا ہے جو کہتا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ابوذرؓ کے تعلق سے ارشاد فرمایا تھا کہ ابوذر اکیلے ہی چلتے ہیں اکیلے ہی مریں گے اور قیامت کے دن اکیلے ہی اٹھیں گے۔حضور اکرم ﷺ کی یہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوتی ہے جب ابوذرؓ پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو اہلیہ رونے لگی۔آپ نے پوچھا کیوں روتی ہو۔اہلیہ نے جواب دیا آپ ایک ویرانہ میں دم توڑ رہے ہیں۔نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ آپ کو کفن دے سکوں۔نہ میرے پاس اتنی طاقت ہے کہ آپ کی آخری آرام گاہ تعمیر کر سکوں۔حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔حضور نے فرمایا تم میں سے ایک شخص صحرا میں جاں بحق ہوگا اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کا ایک جماعت باہر سے آ کر شرکت کرے گی۔اُس وقت جو لوگ موجود تھے وہ سب وفات پا چکے تھے۔اب صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں۔تم باہر جا کر دیکھو۔حضور کے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آئی ہوگی۔اہلیہ نے جب باہر دیکھا تو ایک قافلہ کو آتے ہوئے دیکھا۔قافلے والوں سے اہلیہ نے کہا کہ ایک مسلمان سفر آخرت کی تیاری کر رہا ہے۔اس کے کفن دفن میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔قافلے والوں نے پوچھا کون شخص ہے۔جواب دیا ابوذر غفاریؓ۔ابوذرؓ کا نام سنتے ہی قافلے والے بے تاب ہو گئے اور ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔قافلے والے ابوذرؓ کے پاس پہنچتے ہیں اُکھڑی آواز میں فرماتے ہیں تم لوگوں کو مبارک ہو کہ تمہارے یہاں پہنچنے کی خبر سالہا سال پہلے محمدؐ نے دے دی تھی۔اس کے بعد قافلے والوں کو وصیت کرتے ہیں جو لائق غور ہے۔آخری سفر کی تیاری کن ہاتھوں سے کروانا چاہئے۔اس کا درس ہمیں ملتا ہے۔آپ فرماتے ہیں مجھے کوئی ایسا شخص نہ کفنائے جو حکومت کا عہدیدار ہو یا رہ چکا ہو۔اس قافلہ میں ایک نوجوان آگے بڑھ کر کہتا ہے۔آج تک حکومت کی ملازمت سے بے تعلق ہوں۔میرے پاس جو کپڑے ہیں والدہ کے ہاتھوں کے بُنے ہوئے ہیں۔اجازت ہو تو میں آپ کو کفنا دوں۔حضرت ابوذر غفاریؓ

اجازت دیتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نماز جنازۃ پڑھاتے ہیں اور سب مل کر آپ کو سپرد خاک کرتے ہیں۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی سیرت کا سب سے اہم پہلو آپ کا زہد وتقویٰ، صبر وقناعت ہے۔آپ کی متوکلانہ زندگی کو دیکھ کر ہی حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوذر میں عیسیٰ ابن مریمؑ جیسا زہد ہے۔ابوذر غفاریؓ لوگوں کو یہ تعلیم دیتے تھے کہ دنیا میں صرف دو کاموں سے غرض رکھو ایک طلب آخرت اور دوسرا کسب حلال۔اس کے سوا کسی تیسرے کام کا ارادہ نہ کرو۔اگر تمہارے پاس حلال ذریعہ سے دو درہم آجائے تو ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کرو اور ایک درہم راہ خدا میں دیدو۔تیسرے درہم کا بھی ارادہ نہ کرو کہ یہ تمہیں نقصان دے گا۔حضرت ابوذر غفاریؓ کی سیرت کا ہر پہلو درس ہدایت ہے۔آج کرہ ارض پر اس شخصیت کی جامع صفات اگر کسی قوم میں دیکھائی دیتے ہیں تو وہ قوم مہدویہ ہے۔

حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ

آج ماہ رجب المرجب کی 19 تاریخ ہے۔صحابی مہدی موعود حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ کا عرس مبارک ہے۔

حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ ہندوپاک کے مشہور ولی اللہ حضرت زرزری بخشؒ (خلد آباد) کی اولاد سے ہیں۔آپ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ، حضرت فرید مہاجرؒ کے بھائی ہیں۔جونپور میں ہی آپ مہدی موعودؑ کی قابلیت اور علم سے متاثر ہوکر معتقد ہوگئے اور ساتھ رہنے لگے اور وہیں سے حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ ہجرت فرماتے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ کے جلیل القدر صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے خلیفۃ اللہ کے ہمراہ ہمیشہ ہجرت میں رہے۔تقویٰ و پرہیزگاری ،ذکر وفکر آپ کی حیات کے سامان تھے خلیفۃ اللہ کی صحبت مبارکہ میں عبادت وریاضت میں مصروف رہا کرتے تھے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی نظر مبارک جو ایک ہزار سال کی مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔یہ نظر کئی ایک مرتبہ آپ پر پڑی جس کی وجہ سے آپکی روحانی زندگی میں انقلاب آ گیا تھا اللہ کے مخلص بندوں میں آپ کا شمار ہونے لگا اور پھر صحابی مہدی موعود ہونے کا شرف حاصل ہوا۔صحبت مہدی موعود علیہ السلام کے فیضان سے یہ کیفیت ہوگئی تھی جو زبان سے نکلتا وہ پورا ہوکر رہتا۔مصنف تاریخ سلیمانی آپ کے تعلق سے تحریر کیا ہے کہ ''میاں بھیکؒ مہاجر جو بندگی میاں بھائی مہاجرؒ کے بھائی ہیں ایک اللہ والے نیک دل ونیک صفات،صاحب کمال اور صاحب حال ہیں''

حضرت مہدی موعودؑ دانا پور سے جب ہجرت فرمائی، دانا پور اور کالپی کے درمیان ایک مقام پر گاؤں کے سردار کا انتقال ہوجاتا ہے ہر دل عزیز شخصیت ہونے کی وجہ سے گاؤں کے تمام لوگ رنجیدہ اور غمزدہ تھے سب کے سب گریہ زاری کررہے تھے اس مقام سے آپ کا گذر ہوتا ہے دریافت کرنے پر واقعہ کا علم ہوتا ہے یکایک آپ کے زباں سے یہ الفاظ نکل جاتے ہیں یہ مرا نہیں زندہ ہے اور مردہ فوراً زندہ ہوجاتا ہے۔گاؤں کے مشرکین، یہ شرک کے پجاری اس واقعہ پر حیرت زدہ ہوکر پکار اُٹھتے ہیں یہ انسان نہیں پربھو ہے، پرمیشور ہے،اوتار ہے۔ گاؤں کے تمام لوگ آپ کے پیچھے ہوجاتے ہیں اور آپ پریشان ہوکر دوڑتے ہوئے دائرہ میں آتے ہیں حضرت مہدی موعودؑ سے تمام واقعہ عرض کرتے ہیں جب یہ لوگ دائرہ میں آتے ہیں اور آپ کے تعلق سے دریافت کرتے ہیں حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں تمہارا سردار مرا ہوا ہی ہے وہ زندہ نہیں ہے تمام کے تمام واپس ہوتے ہیں اور سردار مرا ہوا پاتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ اس کے بعد میاں بھیکؒ سے فرماتے

ہیں تم نے خود سے یہ بلامول لی ہے، یہ مقام عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مخصوص ہے اس میں دخل نہ دو۔اس واقعہ کے بعد حضور مہدی موعودؑ مسلسل تین روز کا روزہ رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میرے گروہ کو کشف وکرامات سے دور رکھ۔خداوند تعالیٰ آپ کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔یہ حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؓ کی ایک ادنیٰ سی کرامات تھی۔ذہن ودل کی صفائی یا پاکیزگی کے بعد جو عبادت کی جاتی ہے وہ عبادت بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے جس مقصد کے لئے بندہ کی تخلیق فرمائی اگر وہ اُس مقصد کو عزیز رکھتے ہوئے دم اور قدم کی حفاظت کرتا ہے وہ بندہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کا ذکر خیر نہ صرف آسمانوں میں بلکہ زمین پر بھی اپنے بندوں سے کراتا ہے۔یہی ہمارے مہدویہ دائروں کی خصوصیت تھی۔

آپ تقریباً ہر وقت حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ رہتے اور آرام کا خاص خیال رکھتے تھے۔ہجرت میں قندھار کے سفر کے دوران ایک مُلّا ،حضرت مہدی موعودؑ سے بے تکے سوالات کر کے بار بار حجت کر رہا تھا۔خلیفۃ اللہ کے سمجھانے کے باوجود بحث کر رہا تھا۔اس وقت میاں بھیکؓ سے صبر نہ ہوا اور خلیفۃ اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں آپ کس بے مغز سے سر کھپا رہے ہیں۔حضرتؑ فرماتے ہیں ''میاں بھیکؓ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اسی کام کے لئے بھیجا ہے تم کو کیوں حرج ہو رہا ہے'' حضرت مہدی موعودؑ کا کتنا خیال آپ رکھتے تھے اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔دعوت دین اور تبلیغ دین آسان کام نہیں ہے۔اس فریضہ کی ادائی کے لئے ہر مومن کو ایثار وقربانی ،صبر واستقامت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔کون،کب،کن حالات میں،کس نظریہ کے ساتھ کس غرض سے آتا ہے اُس کیفیت کو جان کر تفصیلات سے آگاہ کرنا پڑتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت کا کیا اثر آپ پر ہوا تھا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے۔سفر حج بیت اللہ کے دوران بیدر سے آپ بیجاپور کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔اثنا ءسفر بیجاپور کا راستہ چھوڑ کر دوسری سمت روانہ ہوتے ہیں۔اس وقت میاں بھیکؓ عرض کرتے ہیں یہ راستہ بیجاپور کو نہیں جاتا۔حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں ذرا سامنے دیکھو۔جب میاں بھیکؓ نظر ڈالتے ہیں تو حضرت سید محمد گیسودرازؒ سبز پوشاک میں کھڑے نظر آتے ہیں۔یہ خلیفۃ اللہ کی صحبت اور عشق مہدیؑ کا اثر تھا جو یہ مقام ومرتبہ آپ کو حاصل ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضرت مہدی موعودؑ نے صادقین کی صحبت کو فرض فرمایا ہے۔بندہ جب صادق کی صحبت پاتا ہے تو اس کی نظروں کے سامنے سے حجابات دور ہوجاتے ہیں اور وہ حقیقت کو پاتا ہے۔حق آشناہی نصیب ہوتی ہے۔یہ بھی ایک بڑا انعام واکرام ہے جو طالب کو عطا ہوتا ہے۔اس منزل پر اس کو ٹھہرنا نہیں ہے بلکہ آگے بڑھنا ہے کیونکہ یہ تعلیم خاتم الولایت محمدیہ ہے۔

تجلی روح ایک مقام ہے میدان سلوک ومعرفت میں۔عرفانی تعلیم میں یہ ایک بڑا مقام ہے۔اس میں نہایت احتیاط،صبر وتحمل کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔فضل خداوندی سے حضرت میاں بھیکؓ کو یہ مقام حاصل تھا۔حضرت مہدی موعودؑ کے دور حیات ہی میں ایک بار حالت بے خودی میں ''ہمہ حق اوست'' دہرا رہے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ یہ سننے کے بعد میاں بھیکؓ سے فرماتے ہیں دیکھتے بھی ہو یا صرف کہتے ہو۔آپ جواب میں فرماتے ہیں ''ہمہ اوست'' حضرت مہدی موعودؑ جواب سننے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں ''**بلے حق است مگر دانستن ایمان گفتن کفر است**''

آپؓ حضرت مہدی موعودؑ کی رحلت تک ساتھ رہے یعنی صحبت مہدی موعودؑ میں 23 سال رہتے ہیں۔اس عظیم عرصہ میں آپؓ نے کیا کیا نہ پایا ہوگا۔فرہ مبارک سے حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے ساتھ ہندوستان واپس آتے ہیں۔حضرت ثانی مہدیؓ کی صحبت

میں رہتے ہیں، 4 / رمضان 918ھ میں حضرت ثانی مہدیؓ کی رحلت کے بعد بھیلوٹ سے روانہ ہوتے ہیں۔ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ کے ساتھ دساڑہ آ کر دائرہ قائم کرتے ہیں اور بھائی کے ساتھ رہتے ہیں۔ دونوں بھائیوں کے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت سے دساڑہ کی ساری آبادی مہدوی ہو جاتی ہے۔

غرض یہ بزرگ ترین شخصیت 19 / رجب کو اس فانی دنیا سے کوچ کرتی ہے۔ پرینڈہ عثمان آباد میں آپ کا روضہ مبارک ہے بہرہ عام و عرس کے موقعہ پر ہزاروں عقیدت مندان شریک ہو کر فیض پاتے ہیں۔ آپ کے روضہ کی شان ہی نرالی ہے۔ زائر کو ذہنی سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ

آج ماہ رجب المرجب کی 20 تاریخ ہے۔ آج ہی ام المومنین بی بی زینب کا وصال ہوا۔

آپ حضرت محمدﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ حضرت زید بن حارثؓ جو حضور نبی اکرمﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ان سے آپ نے حضرت زینب کا نکاح کر دیا۔ حضرت زینب کو بعض وجہ سے یہ رشتہ پسند نہ تھا۔ اس کا اظہار حضور نبی اکرمﷺ سے بھی آپ نے کیا۔ غرض دونوں میں نباہ نہ ہو سکا۔ حضرت زیدؓ نے حضورﷺ سے شکایت کی مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں میں طلاق دینا چاہتا ہوں۔ چند دنوں بعد آپ طلاق دیتے ہیں۔

حضور نبی اکرمﷺ ایام عدت کے بعد حضرت زینب سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن اُس وقت عرب کے رسوم و رواج کے مطابق منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے برابر سمجھتے تھے۔ زید منہ بولے بیٹے تھے۔ زید بن محمدﷺ سے مشہور تھے۔ حضور نبی اکرمﷺ کو اس نکاح میں تامل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو جاہلیت کے رسم و رواج کو مٹانا تھا۔ سورہ احزاب کی آیت نازل ہوئی وَ تُخۡفِیۡ فِیۡ نَفۡسِکَ مَا اللّٰہُ مُبۡدِیۡہِ وَ تَخۡشَی النَّاسَ وَ اللّٰہُ اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشٰہُ۔ (آیت ۳۷) تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو خدا ظاہر کر دینے والا ہے اور لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور پیغام بھیجتے ہیں۔ روایت میں ہے کہ زینبؓ جواب دیتی ہیں میں خدا کے حضور استخارہ کرتی ہوں یہ کہہ کر مصلے پر کھڑی ہو جاتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے فَلَمَّا قَضٰی زَیۡدٌ مِّنۡهَا وَطَرًا زَوَّجۡنٰكَهَا۔ اللہ تعالیٰ نے خود حضور کا نکاح زینب سے کر دیا۔ آپ ہی کی ولیمہ کے موقعہ پر آیات حجاب کا نزول ہوا اور پردہ کا رواج شروع ہوا۔

حضرت زینبؓ حق گو، بے باک کے ساتھ ساتھ پرہیز گار تھیں۔ بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں دین کے معاملے میں زینبؓ سے بہتر کوئی عورت نہیں دیکھی۔ ایک مرتبہ حضور نبی اکرمﷺ نے ازواج مطہرا سے فرمایا تم میں سے وہ مجھ سے جلد ملے گی جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہونگے۔ اس پر تمام ازواج اپنے اپنے ہاتھ ایک دوسرے سے ناپنے لگے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ لمبے ہاتھ سے مراد فیاضی وسخاوت ہے۔ یعنی اللہ کی راہ میں کون زیادہ خرچ کرنے والا ہے۔ آپ بے حد فیاض تھیں۔ خیر و خیرات میں ہمیشہ آگے رہتی تھیں۔ کوئی سائل محتاج آپ کے در سے خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا۔ حضور نبی اکرمﷺ کی رحلت کے بعد آپ ہی سب سے پہلے وفات پائیں۔ روایت میں ہے کہ آپ

اپنے ہاتھوں سے روزی کماتی تھیں، جوبھی وظیفہ ملتا تھا وہ غریبوں اورمحتاجوں میں تقسیم کردیا کرتی تھیں۔

آپ کی عمر شریف جب 53 سال کی ہوئی تو 20 / رجب 40ھ کو اس فانی دنیا سے پردہ فرمائیں۔حضرت عمر فاروقؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔آپ سے قریباً گیارہ احادیث مروی ہیں۔

بندۂ مومن

آج ماہ رجب المرجب کی 21 تاریخ ہے۔

ہرانسان چاہتا ہے کہ وہ سکون واطمینان سے زندگی گزارے۔زندگی میں نشیب وفراز آتے ہیں لیکن بندہ ہونے کے ناطے صبر سے کام لینا چاہیئے۔اس کے لئے مومن بننا چاہیئے۔ہر مسلمان اپنے آپ کو مومن سمجھتا ہے۔لیکن مومن کے کچھ صفات ہوتے ہیں۔وہ صفات کیا ہیں اس کے لئے قرآن واحادیث کا سہارا لینا پڑتا ہے۔قرآن جو سب سے پہلے تعلیم دیتا ہے وہ خدا اور رسول اللہؐ پر ایمان لانا ہے۔اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔اس کے بعد قرآن سے پہلے نازل شدہ کتابوں پر ایمان لانا' یوم آخرت پر ایمان لانا' جنت ودوزخ پر ایمان لانا' مومن جو ہوتا ہے وہ خدا سے ڈرتا ہے۔اس کے عذاب سے پناہ مانگتا ہے۔مومن جو ہوتا ہے وہ قرآن کی پابندی سے تلاوت کرتا ہے۔جس سے اس کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔نمازوں کی حفاظت کرتا ہے۔اللہ کے حکم پر روزہ رکھتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد بھی ادا کرتا ہے۔ایسے ہی بندوں کو سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔

مومن جو ہوتا ہے وہ امانت دار اور عہد کو پورا کرنے والا ہوتا ہے۔اس کے کردار کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ فضول باتوں سے دور رہتا ہے۔مال کو حلال طریقہ سے حاصل کرتا ہے۔احکامات خدا کی روشنی میں اس کو خرچ کرتا ہے۔مومن مال کو اعتدال سے خرچ کرتا ہے' نہ بخل کرتا ہے نہ اسراف کرتا ہے۔اُس کے پیش نظر خدا کی خوشنودی کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ایسے ہی بندوں کو سکون وچین نصیب ہوتا ہے۔

مصدقین کے لئے تو ہر سانس میں سکون واطمینان ہے۔کیونکہ مہدوی شریعت کی پیروی کرتے ہوئے ولایت کی تعلیم پر کاربند رہتا ہے۔وہ اپنے دم وقدم کی حفاظت میں منہمک رہتا ہے۔ذکراللہ' عزلت از خلق' ترک دنیا کی تعلیمات اُسے اطمینان وسکون کی زندگی گزارنے کی راہ ہموار کرتے ہیں۔آج سکون کی تلاش میں انسان کہاں کہاں پھر رہا ہے۔ہم بخوبی واقف ہیں سکون' عیش وعشرت سے حاصل نہیں ہوتا۔سکون دوائیوں سے حاصل نہیں ہوتا' سکون منشیات سے حاصل نہیں ہوسکتا۔سکون اطمینان حاصل ہوتا ہے اسلام کے فرائض نبوت وولایت میں۔

حضرت مہدی موعودؑ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دافع ہلاکت اُمت محمدیہ بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔آپ نے بندگان خدا کو ہدایت کرتے ہوئے خدا کا قرب پانے اور خدا کے قریب ہونے کے لئے اور ہر لحہ خدا کا ذکر کرنے کے لئے فرمایا ''مرد بن، خدا کے ساتھ رہ یا مرد (مرشد کامل) کی پیروی کر شیطان کے ساتھ مت رہ''۔اس ہدایت کی روشنی میں جو بندہ خدا کے بتلائے ہوئے احکامات پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارتا ہے تو اللہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا ''جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتے ہیں جبرئیل علیہ السلام کو بلاتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں پھر آسمان میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو تو آسمان

والے اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اس کی مقبولیت زمین میں پھیلا دی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے ناراض ہوتے ہیں تو جبرئیلؑ کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں سے ناراض ہوں تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ تو جبرئیل اُس سے ناراض ہو جاتے ہیں پھر آسمان والوں میں منادی کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے ناراض ہیں تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ۔ رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ سب آسمان والے اس سے ناراض ہو جاتے ہیں پھر یہ ناراضگی زمین میں پھیلا دی جاتی ہے۔

اگر بندہ کو اللہ کی راہ اختیار کرنے میں یا سمجھنے میں کوئی دشواری ہو رہی ہے اور وہ اگر سمجھ نہیں پا رہا ہے تو اس کی ہدایت کرتے ہوئے حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں مرشد کامل کی پیروی کرو یعنی ان کی صحبت اختیار کریں جو خدا اور مرشد کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے دراصل وہ شیطان کی راہ پر ہے۔ دنیا میں زندگی کوئی بغیر رہنما کے نہیں گزار سکتا۔ انسان کی تمام ضرورتیں کسی کی اطاعت کرنے سے پوری ہوتی ہیں۔ بچے، ماں باپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ عورتیں شوہروں کی اطاعت کرتی ہیں۔ شاگرد استادوں کے مطیع ہوتے ہیں۔ اس طرح ملازمتوں میں عہدہ کے لحاظ سے ایک دوسرے کی اطاعت کی جاتی ہے۔ اس منزل پر بغیر کسی جھجھک کے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اُمور دین و دنیا کے لئے ایک پیشوا ضروری ہے۔ تو یہ ماننا پڑے گا کہ پیر کی ضرورت بھی لازمی ہے۔ شیطان کی راہ سے بچنے کے لئے خدا کی راہ اختیار کریں اور مرشد کامل کے ساتھ رہ کر شیطانی وسوسوں کو شکست دیں۔

انسانی جسم کا دل ایک حصہ ہوتا ہے۔ اس میں ہی بے شمار خیالات اور وسوسے پیدا ہوتے ہیں دل صاف ہو جائے تو عبادت کا لطف اور ہی ہوتا ہے۔ زنگ آلود برتن کو قلعی کرنے کے واسطے ایک قلعی گر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس طرح دل کے صاف کرنے کے واسطے ایک مرشد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی کتنا ہی ماہر علم ہو اور کئی ایک علماء کی صحبت میں رہا ہو لیکن وہ مردان خدا کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ کسی پیر کامل کے دست مبارک پر بیعت کر کے اس کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل نہ کرے۔

آج کے اس دور میں جہاں دینی و مذہبی معاشرہ کہیں دکھائی نہیں دیتا ہے۔ قدم قدم پر خلافِ اسلامی تہذیب زندگی بسر کرتے ہوئے افراد دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے حال و ماحول میں بھٹکنا آسان ہو جاتا ہے۔ آنے والے زمانے کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا خدا کے ساتھ رہ یا مرد یعنی مرشد کامل کی پیروی کر شیطان کے ساتھ مت رہ۔ ایسے حال و ماحول میں ایسے مرشد سے وابستہ ہو جائیں جو دین و مذہب سے کما حقہ واقف ہیں۔ جس کا ظاہر و باطن ایک ہو۔ جو پابند شریعت و طریقت ہو جس کے پاس امیر و غریب ایک ہو، جو قرآن، احادیث اور فرامین کی روشنی میں مسائل کی صحیح افہام و تفہیم کرتا ہو اور سچ بیان کرتا ہو۔ اس مرشد کی صحبت میں رہ کر جب پیروی مرشد کی کرتے ہیں تو مرید کو ترقی ہوتی رہتی ہے۔ مولانا روم کہتے ہیں اگر حضرت شمس تبریز سے ملاقات نہ ہوتی تو وہ ہلاک ہو گئے ہوتے۔ اس طرح حضرت سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاں صاحبؒ کو حضرت شاہ نصرت مخصوص الزماںؒ کی صحبت اختیار کرنے کے لئے حضرت علی باگؒ روانہ کرتے ہیں۔ اس طرح کئی ایک بزرگانِ دین کی سیرت ہمارے سامنے ہے جنہوں نے مرشد کامل کی صحبت میں رہ کر روحانی ترقی کی اور شیطان اُن سے شرمسار ہو کر بھاگ گیا۔ دینی اور دنیوی ترقی و کامرانی کے لئے حسب ارشاد حضرت مہدی موعودؑ مرشد کامل کے ہاتھ پر بیعت کر کے اُن کی صحبت اختیار کریں اور ان کی پیروی کر کے دونوں جہاں کی سرخروئی حاصل کریں۔

کرہ ارض پر اسلامی تہذیب و تمدن کا پرتو کہیں دکھائی دیتا ہے تو وہ مہدوی دائرے ہیں۔ دائروں سے وابستہ ہو کر ایمان کو تقویت ملتی ہے اور بندہ مومن ہوتا ہے۔

نماز جمعہ

آج ماہ رجب المرجب کی 22 تاریخ ہے۔

ہفتہ کے تمام دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے۔ اللہ نے اس کے ذریعہ اسلام کو عظمت اور سربلندی عطا کی ہے۔ حضرت سلیمانؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا اس دن تمہارے باپ آدم جمع کئے گئے اس لئے اس کا نام جمعہ ہوا۔ بعض کا کہنا ہے کہ جمعہ اجتماع سے نکلا ہے جس سے مراد حضرت آدمؑ کے قالب اوران کی روح کا آپس میں جمع ہونا' یہ دونوں ۴۰ سال کی جدائی کے بعد آپس میں جمع ہوئے تھے۔ اس لئے اس کا نام جمعہ ہوا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمدؐ نے فرمایا جن دنوں میں آفتاب طلوع اور غروب ہوتا ہے ان دنوں میں جمعہ سب سے بہتر دن ہے۔ کیونکہ اس دن حضرت آدمؑ پیدا ہوئے۔ اسی دن بہشت میں داخل ہوئے' اسی دن بہشت سے نکالے گئے۔ قیامت بھی اسی دن ہوگی۔ اس دن ایک ایسی ساعت چھپی ہے کہ اس ساعت میں کچھ بھی مانگے اللہ تعالیٰ اسے دے گا۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجا کرو اس لئے کہ جو کوئی اس دن نیک عمل کرتا ہے اُس کو دوگنا ثواب ملتا ہے۔

جمعہ کے دن ظہر کی جگہ جو نماز پڑھی جاتی ہے اس کو جمعہ کی نماز کہتے ہیں۔ دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نماز جمعہ فرض کی ہے اور جو شخص بلا عذر جمعہ کی نماز ترک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ اگر جمعہ کی نماز فوت ہو جائے تو ظہر کی نماز ادا کریں۔ اس نماز کی تاکید قرآن اور احادیث میں آئی ہے۔ سورہ جمعہ میں ارشاد ہوا ہے۔ (ترجمہ) جب جمعہ کے لئے اذاں دی جائے تو نماز کے لئے تیزی کرو اور سارا کاروبار چھوڑ دو۔ اگر تم مانو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ جمعہ کی نماز اسلام کے شعائر میں ہے۔ یعنی ان چیزوں میں ہے جس نے اسلام پہچانا جاتا ہے۔ یہ نماز فرض ہے ہر شخص کو پڑھنا چاہئے یہ نماز بغیر شرعی عذر کے ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ نماز ہر عاقل' بالغ' آزاد' مقیم اور تندرست مسلمان پر فرض ہے۔

جمعہ کی دو اذانیں ہوتی ہیں ایک خطبہ سے پہلے جیسے فرض نمازوں کے لئے دی جاتی ہے۔ اور دوسری جب خطبہ کے لئے امام منبر پر بیٹھے۔ یہ اذان آہستہ ہونی چاہئے۔ نماز سے پہلے دو خطبے پڑھنا چاہئے۔ پہلے خطبہ میں خدا کی تعریف اور نبی اکرم ﷺ پر سلام بھیج کر قرآن مجید کی چند آیات یا حدیث بیان کر کے موقع کے لحاظ سے مسلمانوں کو نصیحت کرنی چاہئے۔ دوسرے خطبے میں خدا کی حمد اور نبیؐ پر درود بھیج کر صحابہ اور بزرگان دین اور مسلمانوں کے لئے دعا کرنا چاہئے۔ خطبہ عربی میں ہو' مقامی زبان میں اس کی مختصر تشریح بھی ہوتا کہ لوگ سمجھ سکیں۔ خطبہ کو تقریر نہ بنائیں اس کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔ پہلا خطبہ پڑھ کر بیچ میں تھوڑی دیر بیٹھ جائیں پھر اُٹھ کر دوسرا خطبہ پڑھیں۔ خطبہ نماز سے لمبا نہ ہونا چاہئے۔ خطبہ میں غیر ذمہ دارانہ بات زبان سے نہ نکلے۔ شخصیتوں کا ذکر نہ ہو۔ منبر رسول اللہ ﷺ کی عظمت کا خیال رکھنا چاہئے۔ خطبہ اس طرح دیا جائے کہ تمام مصلی سن سکیں۔

مسجد میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہئے۔ لوگوں کو پھاند کر اگلی صف میں جانے کی کوشش نہ کریں۔ ایک روایت ہے کہ جس وقت مسجد میں امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھتا ہے تو آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ رحمت الٰہی بندوں کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے۔ اور یہ صورت حال نماز

کے ختم ہونے تک برقرار رہتی ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے جس قدر پہلے مسجد میں پہنچیں گے اتنا ہی زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جو جمعہ کے دن غسل کرے پہلی ساعت میں مسجد میں داخل ہوا اسے اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ جو دوسری ساعت میں داخل ہوا اسے گائے کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ تیسری ساعت میں داخل ہونے والے کو مرغی کے انڈے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

زبان

آج ماہ رجب المرجب کی 23 تاریخ ہے ''زبان'' کے عنوان پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے جسم کے ہر ایک اعضاء کو ایک خاص مقصد کے لئے ہمیں عطا کیا ہے۔ ان اعضاء کو ان ہی مقصد کے لئے استعمال کر کے اپنی فرمانبرداری کا ثبوت دینا ہے۔ ان اعضاء میں ایک زبان ہے۔ زبان دی گئی ہے اللہ کے ذکر کے لئے' اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے' اچھی باتیں کرنے کے لئے' اچھی زبان دنیا بھر کی نعمتوں سے افضل ہے۔ زبان' خیالات کا لباس ہوتی ہے۔ زبان سے ہی ظاہر ہوتا ہے انسانی کردار۔ اس میں کتنی خوبیاں اور خامیاں ہیں۔ زبان سے بڑھ کر کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی۔ بعض وقت اسلحہ وہ کام نہیں کر پاتی ہے جو زبان کر جاتی ہے۔ اس سے ہر مجلس میں ہی نہیں ہر مقام پر زبان کی حفاظت کریں۔ کیونکہ بدگوئی' بدکلامی' اور بکواس زبان کے گناہ ہیں۔ زبان کی یہ خوبی ہونی چاہئے کہ دل میں جو بات ہے وہی بات زبان پر بھی آئے۔

انسانی اعضاء میں زبان ایک اہم عضو ہے۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ انسان کے کردار کو پیش کرتے ہیں۔ زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کی اہمیت ہوتی ہے۔ یہ نہ صرف نامۂ اعمال میں لکھے جاتے ہیں بلکہ قیامت کے دن اس کا حساب دینا پڑتا ہے۔ دنیا کے کاروبار' چہل پہل زبان کے نکلے ہوئے الفاظ سے ہوتی ہے۔ یہی الفاظ خوش بھی کرتے ہیں' ہنساتے بھی ہیں اور غم بھی پہنچاتے ہیں۔ اس سے زبان کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

جنہیں اللہ کا خوف وڈر ہوتا ہے جو اللہ والے ہوتے ہیں وہ اکثر خاموش رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خاموشی میں جو مزا ہے وہ بولنے میں نہیں ہے۔ وہ افراد جو اکثر خاموش رہتے ہیں ان سے کوئی علمی بات یا مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو اس کا تفصیلی جواب دے کر خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ غیر ضروری باتوں میں اپنے وقت کو خرچ نہیں کرتے۔ بزرگوں نے کہا ہے خاموشی حکمت ہے اس کے سات ہزار فائدے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا جس نے زبان کی حفاظت کر لی اس کی بدولت شیطان پر غلبہ پائے گا۔

حضرت محمدؐ سے ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہؐ اکثر انسان کس وجہ سے جہنم میں جائیں گے۔ اللہ کے رسول نے فرمایا۔ اپنے اعضاء کی بدپرہیزی سے یعنی زبان اور شرمگاہ کے غلط استعمال سے۔ ایک حدیث پاک کا مفہوم یہ بھی ہے کہ جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کے صحیح استعمال کی ضمانت دے دے میں اس کے لئے جنت میں گھر دلانے کا ضامن ہوں۔ اس سے زبان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ زبان سے خیر کی بات اور سچ بات نکلے۔ کبھی بھی جھوٹ بات نہ کہیں۔ کیونکہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے منہ سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ نیکیاں لکھنے والے فرشتے اس سے بہت دور ہو جاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تیرا ناس کرے کہ تیرے منہ سے کتنی بدبو نکلی۔

زبان کی حفاظت بہت ضروری ہے۔جس نے زبان کا صحیح استعمال کیا وہ حقیقت میں نہایت خوش قسمت انسان ہے۔حضرت ابوبکرؓ بعض وقت اپنی زبان پکڑ کر کھینچتے تھے۔اور فرماتے تھے کہ یہ جسم کا وہ عضو ہے جس کی وجہ سے اکثر لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔لہٰذا ہمیں زبان سے الفاظ نکالتے وقت کتنی نہ احتیاط برتنی چاہئے۔اس سلسلے میں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد گرامی جب تک تم نہیں بولو گے عالم سمجھے جاؤ گے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا آدمی اپنی زبان کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔کیونکہ زبان کا زیادہ استعمال بعض وقت سر پر زیادہ مصیبتیں بھی لا دیتا ہے۔زبان رشتوں کو بھی توڑ دیتی ہے۔یہی نہیں بلکہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ خطرنک ہوا کرتی ہے۔

عقل مند وہ ہے جو زبان کو کم استعمال کرتا ہے۔سوچ سمجھ کر بات کرتا ہے۔اور غور کرتا ہے کہ بات میں سچائی ہے یا نہیں۔کیونکہ جھوٹی زبان خدا کو ناپسند ہے۔حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں زبان کو شکوہ سے روکو۔خوشی کی زندگانی حاصل ہوگی۔حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں زبان کی لغزش قدموں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔لہٰذا زبان کو غیر ضروری باتوں سے بچائیں کیونکہ بحث کے دوران کوئی ایسی بات زبان سے نکل جاتی ہے جس سے ہم پھنس سکتے ہیں۔

ہمارے لئے زبان اللہ کی ایک نعمت ہے۔اس نعمت کا شکر اللہ کے ذکر سے' اچھی باتیں کر کے' لوگوں کو خوش کریں۔بدزبانی کر کے لوگوں کے دل کو نہ دکھائیں۔ہماری دینی اور دنیوی خیریت اسی میں ہے کہ زبان کی اس طرح حفاظت کریں جس طرح اپنی قیمتی اشیاء کی کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں ہر دم زبان کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

عبادت کی غذا ذکر اللہ ہے

آج ماہ رجب کی 24 تاریخ ہے۔''عبادت کی غذا ذکر اللہ ہے'' اس پر مضمون سماعت کیجئے۔

زندگی کھیل تماشہ نہیں بلکہ خدا کی امانت ہے۔اس امانت کی حفاظت وصیانت کرنا ہر فرد پر لازم ہے لہذا زندگی کو غنیمت جانتے ہوئے تقویٰ اور پرہیزگارانہ زندگی گزارنا چاہیئے۔زندگی قیمتی بھی ہے اس کو فضول، بیکار کاموں میں بھی صرف نہ کرنا چاہیئے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔اس اعزاز کے ناطے ایک شکر گزار بندہ بن کر زندگی گزارنا چاہیئے جس طرح غلام اپنے آقا کا ہمیشہ شکر گزار رہتا ہے۔بندہ کو بھی اس طرح خدا کا شکر گزار رہونا چاہیئے۔

خدا تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لئے انسان کو پیدا کیا اور کائنات کو وجود میں لایا۔اس رُخ پر ہدایت دینے کے لئے نبیوں، رسولوں کو آسمانی صحائف اور کتب کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ان مامور من اللہ ہستیوں نے عطا کردہ تعلیم وہدایت کو اپنے اپنے دور کے بندگان خدا کے پاس من وعن پہنچایا۔جن انسانوں کو توفیق ملی وہ اس سمندر میں غوطہ زن ہو کر اپنی پیاس بجھائی۔منشاء خداوندی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق 14 / جمادی الاول 847ھ کو خلیفۃ اللہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت ہوئی۔آپ نے بحکم خدا ذکر اللہ ،طلب دیدار خدا، توکل، ہجرت، صحبت صادقین، عزلت از خلق اور ترک دنیا کو فرض فرمایا۔

خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے ماؤں کی محبت سے 100 درجہ زیادہ چاہت رکھتا ہے۔اور خدا کو پانا کون بندہ نہ چاہے گا۔حضرت مہدی

موعودؑ فرماتے ہیں خدا کو کہانیوں کے ذریعہ نہ پاسکو گے بلکہ صرف ذکر خدا سے۔ حقیقت ہے کہ ذکر اللہ سے قلبی جلاء حاصل ہوتی ہے۔ اس سے دل کی نگاہ تیز ہوتی ہے اور فضل خدا ہو جائے تو خدا کو پاسکتے ہیں۔ جب خزانوں کے بارے میں احکام نازل ہوئے تو حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ ہم کونسا مال لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے (ہر ایک) آدمی کو چاہیئے کہ وہ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل لے۔ اس سے ذکر کی اہمیت وافادیت ظاہر ہوتی ہے۔ ایام جہالت میں حج کے موقع پر ہر قبیلہ اپنے اپنے قبیلے اور بڑوں کی بڑائی اور اُن کے واقعات بیان کرتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ایسے موقعہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعریف وتوصیف اور بڑائی کو بیان کیا جائے۔ قرآن، احادیث اور فرامین امامناؑ کی روشنی میں دل ونگاہ کے ساتھ زبان کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ قصہ، کہانیاں، بے جا فضول باتیں عبادت ہونہیں سکتیں۔ ہماری ہر سانس خدا تعالیٰ کی امانت ہے۔ اس امانت کی اللہ کے ذکر سے حفاظت کریں اور اس کے ذکر سے ہی واپس کریں۔ ایسے ہی بندوں سے خدا تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ وہ ایک قدم چلتے ہیں، اللہ دو قدم آگے آتا ہے۔ اس لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر کی بہت اہمیت بتلائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا مومن وہ شخص ہے جو ہر حالت میں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔ ایک موقعہ پر اوقات ذکر اللہ کی افادیت کے تعلق سے اس طرح فرمایا۔ جس نے تین پہر اللہ کا ذکر کیا منافق، جس نے چار پہر ذکر کیا مشرک، جس نے پانچ پہر ذکر کیا مومن ناقص اور جس نے آٹھ پہر ذکر کیا مومن کامل ہے۔ ذکر کرنے سے درجات بلند ہوتے ہیں اور خدا کو پاتے ہیں۔

جناب عبدالقادر بدایونی نے ذکر کے فیض کے تعلق سے منتخب التواریخ میں حضرت میاں سید عبدالفتح (داماد خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ وخلیفہ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ بڑے صاحب جاہ وجلال اور اہل کمال تھے۔ مہدویت کے طریقے پر بڑے ثابت قدم تھے۔ عبدالقادر بدایونی آگرہ میں آپ سے ملاقات کئے تھے اور آپ سے ذکر کا طریقہ سیکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں جب میں نے ذکر شروع کیا تو مجھ کو ایک عجیب فیض حاصل ہوا اور قرآن کے معنی کھلنا شروع ہوئے اور مدت تک اس کا اثر رہا۔

اللہ کا ذکر جہاں درجات بلند کرتا ہے وہیں صحیح راہ بھی دکھاتا ہے۔ کسی نے حضرت مہدیؑ سے کہا کہ ہمیں مہدیؑ کی تصدیق میں شک آتا ہے۔ حضرت مہدیؑ نے فرمایا ایک ہفتہ تنہائی میں بیٹھ کر خدا تعالیٰ کا ذکر کرو جو کچھ حق ہے معلوم ہو جائے گا۔ جب اس نے عمل کیا تو حق تعالیٰ نے اس کو حق معلوم کر دیا۔ یہ شخص دوبارہ حضرت مہدیؑ کے حضور میں آیا اور کہا کہ آپ مہدی موعودؑ ہیں۔

خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں تو شروع شروع میں ایک قسم کی بے چینی، اُکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دنیا بھر کے خیالات ذہن میں آجاتے ہیں جس کی وجہ سے ذکر ذہن سے ہٹ جاتا ہے۔ ایک طالب خدا نے حضرت مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے ذکر قائم نہیں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ حجرہ میں سو جاؤ۔ خدا تعالیٰ چاہے تو ذکر کی تعلیم کرے۔ حضرت مہدیؑ نے حکمت سے کام لے کر طالب خدا کو ایک فکر دی۔ ذاکر کے لئے اوقات کی پابندی کے ساتھ، ثابت قدمی بھی ضروری ہے۔ اللہ کا فضل شامل حال ہو جائے تو طالب کے لئے خدا تعالیٰ کا ذکر آسان ہو جاتا ہے۔ لیکن طالب کے قلب میں بھی ایک ایسی چنگاری ہونا چاہیئے جو اس ذکر کو روشن بنادے۔ قوم مہدویہ میں ذکر کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ یہ قرب خداوندی، طلب دیدار خدا کا زینہ ہے اس کے بغیر منزل تک پہنچنا ناممکن ہے۔ ذکر دراصل ظاہری وباطنی عبادت کی غذا ہے۔ اس غذا کا استعمال ہمیشہ کرنا چاہیئے اس میں فلاح ہی فلاح ہے۔

خوش نصیب ہے وہ بندگانِ خدا جو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا خالق ہے وہ ہمارا آقا ہے ہم اس کے غلام

ہیں۔غلاموں کا کام ہے کہ ہمیشہ اپنے آقا کی یاد میں رہیں۔جس طرح قرآن پاک میں ارشادہوا ہے ’’اللہ کی یاد سے غافل نہ بنو‘‘ اللہ تعالیٰ سے غفلت ہلاکت کا سبب بن سکتی ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہوا ہے ’’لوگو خدا کی یاد میں لگے رہو تا کہ تمہارا بھی اس کے پاس ذکر خیر ہوتا رہے‘‘ جو بندگان خدا آٹھوں پہر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنا خاص فضل عنایت فرماتا ہے۔فرشتوں کی محافل میں ان کا ذکر خیر ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ خدا کی یاد بھی ایک عظیم ترین عمل ہے۔خدا سے خوف رکھنے والے بندے اس عظیم ترین عمل کی قدر کرتے ہیں اور اس کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔

ہر بشر تین حالات میں رہتا ہے، ایک کھڑا ہوا، دوسرا بیٹھا ہوا اور تیسرا لیٹا ہوا۔ان تین حالات سے ہٹ کر اور کوئی حالت نہیں ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت مہدی موعودؑ کو دافع ہلاکت اُمت محمد یہ بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔انسان قیامت تک کس کیفیت وحال میں ہوگا اس کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے اور لیٹے ہوئے بھی ذکر کرو۔اسی کو حضرت مہدی موعودؑ نے اس طرح فرمایا کہ ’’ہر حالت میں خدا کی یاد میں لگے رہو‘‘

حضرت مہدی موعودؑ نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ خدا کا نام خدا کے لئے ہی لینا چاہیئے۔اور ایک موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا ’’ہر چہ خواہی از خدا خواہ‘‘ جو بھی چاہو خدا سے ہی چاہو۔جو اللہ کے بندے ہیں، جو اللہ کو حاضر و ناظر جانتے ہیں، جنہیں اللہ کا خوف ہے، وہ ہمیشہ اللہ کو یاد کرتے ہیں کیونکہ اللہ کی یاد سے انہیں اطمینان قلب وسکون حاصل ہوتا ہے۔حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا ہے ’’جب تک آدمی کا دل اللہ کی یاد میں ہے وہ نماز میں ہے اگر چہ بازار میں ہو‘‘ اللہ کو یاد کرنے سے یہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔بدنصیب ہیں وہ بندگان خدا جو اللہ کی یاد سے غافل رہتے ہیں، جو دنیا کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔اس کرہ ارض کی تمام اشیاء کا ظہور انسان کے لئے ہوا۔انسان کا کام ہے اس سے استفادہ کرے نہ کہ اس کا غلام ہو جائے۔اسی لئے مہدیؑ نے فرمایا کہ بے اختیار ہو جاؤ، نفس کتا ہے اس کے سامنے ہڈی ڈالدو اور آگے بڑھ جاؤ، یہاں بے اختیار ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ان اشیاء کی غلامی مت کرو۔حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا ’’یاد خدا سے دل کو راحت ہوتی ہے‘‘ اور کون نہ ہوگا جو اس دنیا میں راحت کا اُمیدوار نہ ہوگا ؟

اللہ تعالیٰ کی عبادت وریاضت سے اس کو یاد کرنے سے بے شمار عنایتیں حاصل ہوتی ہیں۔رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔اس کی یاد اور فرمانبرداری سے پریشانیاں اور تکالیف دور ہوتی ہے۔یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے یاد کرنے والوں کو کبھی بھی فراموش نہیں کرتا۔ہمارے اسلاف کا یہ حال تھا کہ جب بھوک لگتی تو اللہ کا ذکر ان کا توشہ بن جاتا تھا اور جب پیاس لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ان کی طلب اور مراد ہوتی ہے۔اللہ کے ذکر کرنے والوں کو زمین بھی یاد کرتی ہے۔حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کوئی دن بھی ایسا نہیں کہ زمین کے حصے ایک دوسرے کو للکار کر پوچھتے ہیں اے پڑوسی کیا تجھ پر اللہ کا ذکر کرنے والا گزرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر کو تقویٰ کی کنجی کہا گیا ہے اور حضرت مہدی موعودؑ نے آیت قرآنی کی روشنی میں اللہ کے ذکر کو فرض فرمایا ہے۔ہر مہدوی کو چاہیئے کہ پابندی سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ذکر کے تین درجے ہیں جس میں پہلا درجہ ہے صرف زبان کو حرکت دی جائے اور قلب متوجہ نہ ہو۔یہ درجہ سب سے کم ہے یہ کیفیت شروع شروع میں ہوتی ہے۔دوسرا درجہ جس میں زبان کو حرکت نہ دی جائے صرف قلب سے ذکر کیا جائے۔یہ پہلے درجہ سے بڑھ کر ہے اور تیسرا درجہ زبان کو بھی حرکت دی جائے اور قلب کو بھی متوجہ کیا جائے۔یہ سب سے بڑھ کر اور افضل ہے۔اللہ ہم سب کو اس درجہ کے ذکر کی توفیق وصلاحیت عطا فرمائے۔آمین۔

رنگریز شہداء

آج ماہ رجب المرجب کی 25 تاریخ ہے کل یعنی 26 رجب کو رنگریز بچوں کا عرس مبارک ہے۔ جنہوں نے نام مہدیؑ پر اپنی جان عزیز کو قربان کر دیا۔

تعلیمات مہدویت جو دراصل تعلیمات اسلام ہے اس کی مہک تمام ہند میں ہے۔ زبان زد عام وخاص پر اس کے چرچے ہوتے ہیں۔ جہاں ہر کام' ہر بات' ہر حرکت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوتی تھی۔ شخصیت پرستی اور دنیا پرستی کو چھوڑ کر لوگ خدا پرست بنتے جا رہے تھے۔ تعلیمات خلیفۃ اللہ کا یہ ماحول دنیا پرست علماء کو بے تحاشہ ضرب دے رہا تھا۔ سجادہ نشینوں کی دوکانداری ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ ان کی دنیاوی رونق بھری زندگی پر کالے بادل منڈلا رہے تھے۔ یہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگ خدا پرست ہو جائیں۔ ہمیشہ کی طرح ان علماء سو نے بادشاہ کو ورغلایا۔ حکومت جانے کا خطرہ پیش کیا۔ غرض ہر طرح سے مہدویوں کو تباہ وتاراج کرنا ان کی عبادت ہو گئی تھی۔ دین دشمن عناصر کی کوشش بادشاہ کے پاس کامیاب ہو جاتی ہے۔ اور اعلان جاری ہوتا ہے کہ کوئی مہدوی اپنا اعتقاد کھلے عام اظہار نہ کرے۔ جو کوئی اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کی پیشانیوں کو داغا جائے گا۔ اس پر بھی اگر وہ باز نہ آئے تو موت اس کی سزا ہوگی۔ یہ مہدویوں کے خلاف آخری جابرانہ اقدام تھا۔

بادشاہ وقت کے اس اعلان سے احمد آباد کے ہر محلّہ میں مہدویوں کو نشانہ بنایا جانے لگا۔ علماء نے اس دوران ایک فتویٰ جاری کر دیا کہ ایک مہدوی کو قتل کرنا دس دانتی واڑہ کے رہزنوں کے قتل کرنے کے برابر ہے اور حج کا ثواب بھی۔ اس سے ان کی دینی فہم کا پتہ چلتا ہے۔ علمائے سوا اس موقعہ سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے اپنے اپنے حاشیہ کے لوگوں کو مہدویوں کے خلاف اُکسانے لگے اور چوطرف مہدویوں پر ظلم وستم ہونے لگا۔ دو معصوم نوجوان میاں اسماعیل اور میاں کبیر احمد جن کی عمریں 14 اور 18 سال کی تھیں ان کی دوکانیں صابن اور رنگ کی احمد آباد کے بازار میں تھیں۔ یہ بازار میں بحیثیت مہدوی کے مشہور ومعروف تھے۔ سپاہی اعلان کرتے پھرتے تھے جو بھی مہدوی ہونے کا اعلان کرے گا اس کو سزا دی جائے گی۔ ان معصوموں کے سامنے بھی سپاہی اعلان کرتے ہیں۔ یہ بچے کہتے ہیں ہم مہدوی ہیں ہم ہمارے اس اعلان وعقیدہ سے آپ کو یا بادشاہ کو کیا تکلیف ہے۔ سپاہی فرماتے ہیں بادشاہ کا حکم ہے اس کی تعمیل ضروری ہے۔ یہ رنگریز بچے اپنے مہدوی ہونے کا برملا اعلان کرتے ہیں۔ سپاہی ان بچوں کو گرفتار کر کے ملاؤں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ یہ علماء ان کی کم عمری کو دیکھ کر سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان کے ایمان وعقیدہ کی پختگی کے سامنے ان کو شکست ہو جاتی ہے۔ آپسی مشورہ کے بعد یہ طئے پاتا ہے کہ ان بچوں کو سمجھانے کے لئے ان کی جماعت کے کسی عمر رسیدہ افراد کو بلایا جائے۔ میاں کبیر محمد کو بلایا جاتا ہے تمام واقعہ سنایا جاتا ہے۔ اور حکم دیا جاتا ہے کہ ان بچوں کو اپنے مہدوی ہونے کے اظہار کرنے سے منع کیا جائے۔ بچوں کی اس عقیدت سے میاں کبیر محمد خوش ہوتے ہیں۔ اور بانگ دہل اپنے مہدوی ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ سپاہی اس عشق کی کیفیت اور جذبہ کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ علماء اس منظر کو زیادہ دیر تک قائم رہنا اپنی شکست تصور کر رہے تھے۔ فوراً حکم دیتے ہیں میاں کبیر محمد کو ختم کر دیا جائے تاکہ اس منظر کو دیکھ کر ان بچوں کا جوش وجذبہ ختم ہو جائے اور اپنے عقیدہ سے ہٹ جائیں۔ یہ سپاہی آپ کو شہید کر دیتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ کے بعد بھی ان بچوں کے جذبہ میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی ہے بلکہ ان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جب ان کو اطلاع ملتی ہے کہ ان بچوں کی والدہ بھی ہے۔ فوراً والدہ کو بلایا جاتا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ بچوں کو سمجھائیں۔

''ماں'' محبت کا روپ' آنکھوں کی ٹھنڈک' دل و ذہن کا سکون ہوتی ہے۔ یہ ماں اپنے بچوں کو سپاہیوں کی قید میں دیکھتی ہے۔ آج کی کوئی ماں ہوتی تو فوراً اپنے بچوں کو ان سپاہیوں سے آزاد کرانے کے لئے مرتد ہونے تیار ہو جائے گی۔ ان رنگریز بچوں کی ماں کو آخرت کی فکر تھی۔ وہ تصدیق کی عظمت سے واقف تھی۔ سپاہیوں کے ذریعہ تمام واقعات کا علم ہونے کے بعد بچوں کے قریب جاتی ہے۔ ماں جو بچوں کی خاطر سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے اپنے لخت جگروں کے جذبہ عقیدت اور استحکام کو دیکھ کر گلے سے لگاتی ہے اور کہتی ہے نام مہدی پر جان کو قربان کر دینا ورنہ دودھ نہ بخشوں گی۔ یہ ماں کی عقیدت کی معراج تھی۔ نام مہدی پر سب کچھ لٹانے کو تیار تھی اپنے سامنے جگر کے ٹکڑوں کا شہید ہونا پسند تھا لیکن دین سے پھرنا نہیں۔ ماں کے الفاظ ان بچوں کو راحت ورحمت اور مزید عقیدت کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ غرض سپاہیوں اور علماؤں کی تمام تر کوشش مہدویت سے برگشتہ کرنے کی بے کار ہو جاتی ہے۔ حکم دیا جاتا ہے ان کو ختم کر دیا جائے۔ بڑا بھائی کہتا ہے پہلے چھوٹے بھائی کو ختم کیا جائے۔ اس پر سپاہی کہتے ہیں کیوں موت سے گھبرا گئے اور چھوٹے بھائی کو ختم کرنے کے لئے کہہ رہے ہو۔ بڑا بھائی کہتا ہے یہ بات نہیں ہے دراصل میری موت سے گھبرا کر کہیں مرتد نہ ہو جائے۔ اس لئے کہتا ہوں کہ پہلے چھوٹے بھائی کو ختم کرو۔ لیکن یہ جلاد سپاہی پہلے بڑے بھائی کو ختم کرتے ہیں اس کے بعد چھوٹے بھائی کو۔ ماں اپنے نورنظروں کو شہید ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اور زبان سے الفاظ جاری ہوتے ہیں الحمدللہ ان دونوں کو دودھ پلانا نام مہدی پر کام آیا۔ حضرت سید ولی صاحب ولی خوندمیری کہتے ہیں۔

پیا جب رنگریزوں نے ادھر ساغر شہادت کا

گروہ پاک میں چرچا ہوا اس کی صداقت کا

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کو جب ان رنگریز بچوں کی شہادت کا علم ہوا اس وقت آپ کھانا تناول فرمارہے تھے۔ فوراً ہاتھ کھینچ لیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں '' یہ دونوں میری شہادت کے امام ہیں'' مقام غور ہے کہ وہ شاہ خوندمیرؓ جو صاحب سیر ولایت ہیں' سراج منیر ہیں' بدل ذات مہدی موعودؑ ہیں۔ ان رنگریز بچوں کو اپنی شہادت کے امام فرماتے ہیں۔ اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں جب تک ہم اس خون ناحق کا بدلہ نہ لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ آپ یہ اس لئے فرمائے تھے کہ پہلے گلی کوچوں میں مہدویوں پر ظلم وستم ہوتا تھا لیکن نوبت یہاں تک آ گئی تھی کہ مجموعہ عام میں سر بازار رنگریز بچوں کو شہید کر دیا گیا تھا۔ اس لئے آپ نے اس خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے سب سے پہلے اس ظلم کے خلاف میں فتویٰ طلب کئے اور فتویٰ حاصل ہونے کے بعد آپ نے ان تمام علماؤں کو ختم کروایا جو مہدویوں کو ختم کرنے کا فتویٰ دیئے تھے۔ یہاں تک کہ آپ جنگ لڑ کے شہادت پاتے ہیں۔

رنگریز بچوں اور میاںؓ کی شہادت کے بعد گجرات سلطنت کا زوال شروع ہو جاتا ہے۔ اور سلطنت کا نام ونشان ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اتنا عرصہ گزر جانے کے باوجود آج بھی ان دو رنگریز بچوں کی مزاروں پر لوگ رات دن درود وسلام پیش کرتے ہیں۔ جبکہ مظفر ثانی اور ان علماء سوا جو اس میں حصہ لئے تھے ان کا نام لینے والا کوئی نہیں۔

حقیقت اسلام جو مہدویت ہے اس کے فروغ کے لئے قوم کے نوجوانوں میں رنگریز بچوں کی طرح جذبہ اعتقاد وایمان کا ہونا اور ماؤں میں ان رنگریز بچوں کی ماں کی طرح ایمان ہونا ضروری ہے۔ فروغ دین ایمان سے عمل سے وکردار سے اور عبادت کے علاوہ قلم سے بھی ہوتا ہے۔ آیئے کسی ایک راہ کو لے کر خدمت دین انجام دیں۔

شب معراج

آج ماہ رجب المرجب کی 26 تاریخ ہے یعنی آج شب معراج ہے۔

ساری کائنات پر یہ اظہر من الشمس ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے بے شمار واقعات ہیں ہر واقعہ اپنی آپ نظیر ہے اس میں سے ایک مشہور و معروف واقعہ معراج ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپکو منصب نبوت پر فائز فرمایا تو آپ نے سب سے پہلے متعلقین کو اسلام کی دعوت دی قریش اور مکہ والوں کے سامنے توحید کو پیش کیا خدا کے بندوں کو خدا سے قریب ہونے کی دعوت دی۔ آپ کو صادق و امین کہنے والے اس دعوت پر لبیک کہنے کے بجائے آمنا وصدقنا کہنے کے بجائے دشمن ہو گئے۔ آپ پر وہ وہ ظلم وستم ڈھائے جسکی تاریخ میں مثال نہیں۔ مصیبتوں اور آزمائشوں کے پہاڑ آپ پر ٹوٹے لیکن صبر واستقامت سے ان تمام کا مقابلہ کیا۔ لیکن آپ برابر دعوت توحید کو پیش کرتے رہے معراج کے واقعہ سے قبل آپؐ کے چہیتے چچا ابو طالب چہیتی ہر دلعزیز بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اس دنیا سے پردہ فرماتی ہیں یہ دو عظیم سانحہ کے بعد آپؐ طائف جا کر اسلام کی دعوت دیتے ہیں لیکن یہاں کے رئیسوں نے اسلام کو قبول کرنے کے بجائے اوباشوں کو پیچھے لگا دیئے پتھروں کی بارش سے پائے مبارک خون سے تر ہو گئے تھے۔ یہ تین واقعات سے آپ نہایت افسردہ ہو گئے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے موقع پر اپنے حبیب کو معراج عطا کرتا ہے۔

مشہور روایت ہے کہ نبوت کے بارہویں سال جب آپ کی عمر شریف ۵۲ سال کی تھی ماہِ رجب کی ۲۷ ویں شب کو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لاتے ہیں اس وقت آپ چچا زاد بہن ام ہانی کے مکان میں آرام کر رہے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ آپکو بیدار کر کے حرم کعبہ میں لاتے ہیں یہاں سینہ مبارک کو چاک کر کے قلب کو زم زم کے پانی سے دھو کر ایمان اور حکمت سے بھرا جاتا ہے آپ کی خدمت میں جنت کی حسین سواری براق کو پیش کیا جاتا ہے اسکی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں نظر پڑتی تھی وہاں پہلا قدم پڑتا تھا اس پر آپؐ حضرت جبرئیل کے ہمراہ سوار ہوتے ہیں پہلی منزل یثرب تھی جہاں آپ کو مکہ سے ہجرت کر کے آنا تھا۔ دوسری منزل طور سینا تھی جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا تیسری منزل مدین تھی جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کا قیام تھا چوتھی منزل بیت اللحم تھی جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے ان مقامات پر آپ دو دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اس مقدس سفر کا آغاز نماز سے ہوتا ہے جو نماز کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ روایت کے مطابق اس سفر کے بعد دنیا حسین وجمیل عورت کی شکل میں آپ کے سامنے آتی ہے لیکن آپؐ نے اس پر کوئی توجہ نہ کی بلکہ سفر کو جاری رکھا آپ کے اس عمل پر حضرت جبرئیل بہت خوش ہوئے اور کہا کہ آپ نے امت کیلئے نمونہ پیش کیا ہے ورنہ آپکی ساری امت اس طرف متوجہ ہو جاتی آپ بیت المقدس تشریف لاتے ہیں۔ براق کو اسی مقام پر باندھتے ہیں جہاں دیگر انبیاء کرام نے اپنی اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عطائے خاص سے حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک جتنے بھی پیغمبر و رسول دنیا میں بھیجے تھے ان تمام کو بیت المقدس میں جمع کیا اور تمام نے آپ کا خیر مقدم کیا جبرئیل نے تکبیر کہی تمام انبیاء نے آپکی امامت میں دو رکعت نماز ادا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے حضور دودھ اور شہد کا پیالہ پیش کیا گیا آپ نے دودھ نوش فرمایا اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے داد دی۔

اس کے بعد جبرئیلؑ آپ کو عالم بالا کی سمت لے کر روانہ ہوئے۔آسمان دنیا پر پہونچے تو وہاں ایک نہایت بزرگ شخص کو آپ نے دیکھا۔حضرت جبرئیلؑ نے تعارف کرایا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔آپ نے سلام کیا،حضرت آدمؑ نے جواب دیا اور دعا خیر دی، آپ نے دیکھا کہ کچھ صورتیں حضرت آدمؑ کے داہنی جانب ہیں اور کچھ بائیں جانب۔جب حضرت آدمؑ داہنی جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہو جاتے ہیں اور بائیں جانب نظر کرتے ہیں تو روتے ہیں۔آپ کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ دائیں جانب ان کی نیک اولاد کی صورتیں اور بائیں جانب بری اولاد کی صورتیں ہیں۔پھر دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے،وہاں پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آپ کی ملاقات کرائی گئی۔تیسرے آسمان پر اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام سے تعارف کرایا گیا۔سلام وکلام ہوا۔چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی۔ان سب حضرات نے آپ کا پرجوش خیر مقدم کیا اس کے بعد آپ سدرۃ المنتٰی کی طرف عروج فرمایا،جو عالم روحانی کا انتہائی مقام ہے۔نبی اکرم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ سے اس عالم میں تشریف لے گئے جس کو عالم عرش کہا جاتا ہے۔

ان انبیاء کرام سے ملاقات کے بعد سدرۃ المنتہیٰ پہنچے یہاں پر ایک بیری کا درخت ہے۔زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے یہیں پر پہلے رکتی ہے اور بعد میں اوپر اٹھائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو چیز اترتی ہے وہ بھی یہاں آکر ٹھہرتی ہے پھر نیچے جاتی ہے۔روایت ہے کہ اس مقام پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت میں جلوہ گر ہوئے۔آپ نے جنت ودوزخ کی نعمتوں اور ہولناکیوں کا مشاہدہ کیا حضرت جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر رک گئے اور فرمایا اس سے آگے جاؤں تو جل کر خاکستر ہو جاؤں گا اس منزل پر ایک واقعہ پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔قائد ملت نواب بہادر یار جنگ معراج کے جلسہ کو مخاطب کر رہے تھے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آگے نہ بڑھنے کا واقعہ پیش کرتے ہوئے قائد ملت تقریر کے دوران تھوڑی دیر توقف کے بعد پھر فرماتے ہیں وہ تو جبرئیل تھے جو رک گئے میں (قائد ملت) ہوتا تو حضورؐ کے پائے اقدس کو لپٹ کر چلا جاتا یہ وہی کہہ سکتا ہے جو اللہ کا خاتمین پاکؐ کا حقیقی عاشق ہوتا ہے جو طلب دیدار خدا کی تڑپ رکھتا ہے۔الغرض حضور نبی اکرم ﷺ اس مقام تک پرواز کئے جہاں قلم قضاء وقدر کی تحریر کرتا ہے یہاں سے آگے حجابات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے آپ کے لئے سواری رف رف پیش ہوتی ہے۔براق کی طرح اس کو بھی آپ زینت بخشتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں حاضری کا شرف حاصل کرتے ہیں۔قرب کی انمول دولت حاصل ہوتی ہے نور خداوندی کا دیدار نصیب ہوتا ہے بے حجاب سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں بلا واسطہ کلام حق اور وحی ایزدی سے مشرف ہوتے ہیں۔اس موقع پر تین عطیے مرحمت ہوتے ہیں نماز پنجگانہ سورہ بقرہ کی آخری آیتوں کا تحفہ اور شرک سے بچنے پر مغفرت کا پروانہ اس بزم باری تعالیٰ سے مراجعت ہوئی ۔

سفر معراج میں ایسے اعمال کا مثالی مشاہدہ کرایا گیا تا کہ آپ اپنی امت کو ان باتوں سے ان حرکتوں سے ڈرائیں جن کی ادائی سے عذاب خداوندی ہوتا ہے اور وہ تعلیم دیں جن سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے مثلاً حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ دکھلایا گیا کہ کچھ لوگ کھیتی کر رہے ہیں جب پکی ہوئی کھیتی کو کاٹ لیا جاتا ہے تو اس کی جگہ نئی کھیتی تیار ہو جاتی ہے۔جبرئیل امین نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے دریافت فرمانے پر بتایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنا روپیہ نیک کاموں میں خرچ کیا کرتے ہیں۔ان کا ثواب برابر جاری رہتا ہے۔آپ نے دیکھا کچھ لوگ ایک خون کی نہر میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں۔جب وہ کنارے تک آنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو پھر دھکیل دیا جاتا ہے۔جبرئیلؑ نے بتایا

یہ سودخوروں کی مثالی حالت آپ کو دکھادی گئی ہے۔آپ نے دیکھا کچھ لوگ دسترخوان کے بہترین چنے ہوئے کھانوں کو چھوڑ کر مردار لاشوں کو کھارہے ہیں۔ جبرئیلؑ نے بتایا یہ بدکار لوگوں کی مثالی حالت ہے جو اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے غیبت کرتے ہیں۔ یہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھارہے ہیں۔آپ نے دیکھا کہ ایک شخص آگ میں پڑا ہوا ہے اوراس میں سخت بدبو آرہی ہے۔ جبرئیلؑ نے بتایا آپ کی امت کے اس بے عمل واعظ کی حالت ہے جو اپنے وعظ پر خود عمل نہیں کیا کرتا تھا۔ کچھ لوگوں کو آپ نے دیکھا کہ وہ انگار کھارہے ہیں۔ جبرئیلؑ نے بتایا یہ ان لوگوں کی حالت ہے جو ظلم وقوت سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔غرض عذاب خداوندی کی بے شمار واقعات کا مشاہدہ کیا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خالق کائنات کے روبرو حاضر ہوکر کیا کیا دیکھا زبان اس کے بیان سے قاصر ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے شرف ہمکلامی حاصل ہوا پھر اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا کہ اے محمد ﷺ ہمارے لئے کیا تحفہ لائے ہو۔آپ نے عرض کیا **اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلوٰۃُ وَالطَّیِّبَاتُ** (میری اور میری امت کی تمام عبادتیں آپ کے حضور پیش کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ** (آپ پر ہمارا سلام اور رحمتیں نازل ہوں) رسالت مآب نے جواب میں عرض کیا **وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِا للّٰہِ الصَّالِحِیْنَ** (الٰہی آپ کا سلام ہو ہم پر اور آپ کے تمام نیک بندوں پر) اس کے بعد حضرت جبرئیلؑ اور فرشتوں کی آواز سنائی دی۔ **اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ** (گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں)

آپ کا یہ سفر معراج حالت بیداری میں جسم وروح دونوں کے ساتھ ہوا ہے واقعہ معراج میں بہت کچھ پنہاں ہے۔جسطرح کتاب سے ایک صاحب علم فائدہ حاصل کرتا ہے اسطرح معراج کے واقعہ میں مسلمانوں کیلئے بہت کچھ ہے انمیں نمایاں اوراہم نماز ہے جوابتداء پچاس فرض ہوئی تھیں۔حضرت موسیٰؑ کا تخفیف کے لئے حضرت محمد ﷺ کو کہنا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اسمیں تخفیف کرکے پانچ نمازیں فرض کردیں۔نماز مومنین کی معراج ہے نماز مومنین کیلئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت وانعام ہے۔نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے فرشتوں کی محبوب چیز ہے انبیاء کی سنت ہے اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے۔دعا قبول ہوتی ہے رزق میں برکت ہوتی ہے الغرض نماز جنت کی کنجی ہے ایمان کی جڑ ہے اور بدن کی راحت اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا۔نماز ہی بندوں کی معراج ہے۔

خشیت

آج ماہ رجب المرجب کی 27 تاریخ ہے۔

خشیت بہت بڑی دولت اور بہت بڑا انعام پروردگار ہے۔ یہ دولت اطاعت اللہ اور اطاعت حضرت محمد رسول اللہ بجالاتے ہوئے اور عبادت خشوع وخضوع کے کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔اس خوبی کو پانے کے لئے ظاہر اور باطن کا پاک ہونا ضروری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر حاصل ہوتی ہے۔افسوس یہ ہے کہ دنیا کی ترقی کے ساتھ مسلمان اس دولت سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔اس لئے کہ ہماری عبادتوں میں وہ خشوع وخضوع نہیں وہ للٰہیت نہیں رہی جو ہمارے بزرگوں میں تھی۔اس کی وجہ سے خشیت ہمارے کردار میں نہیں ہے۔

خشیت وخشوع پیدا کرنے کے لئے بندہ اللہ کے حضور باادب ہوکر کامل توجہ' یکسوئی سے عبادت میں منہمک رہے۔اس کے بعد اگر

اعضاء پر لرزش، ہیبت، کپکپی یا آواز کا پست ہونا، دل کا لرز جانا یہ خشیت کے ہی مظاہرے ہیں۔عبادت کی روح، خوشبو خشوع وخضوع یعنی خشیت ہے۔پھول کا جوہر خوشبو ہے۔دودھ کا جوہر ملائی و کریم ہے۔اگر پھول سے خوشبو اور دودھ سے ملائی یا کریم نکال دیں تو اس سے کما حقہ فائدہ نہیں۔اس لئے عبادت کا بنیادی جوہر رغبت یعنی خشیت ہے۔اس لئے ہماری عبادتوں میں خشوع وخضوع کا ہونا ضروری ہے۔وہ عبادت، عبادت نہیں جس میں خشوع وخضوع نہ ہو۔

آج ہماری عبادتوں سے خشوع وخضوع ختم ہو چکی ہے۔خشیت کا پہلو کہیں نظر نہیں آتا۔خشیت کی جگہ تکلف، بناوٹ، نام ونمود کی خواہش وآرزو دیکھائی دیتی ہے۔دنیا کی حرص دین کی محبت پر غالب ہو چکی ہے۔جس کی وجہ سے خشوع وخضوع کے نہ ہونے سے بندہ خشیت کی نعمت سے محروم ہو چکا ہے۔خشوع کی معنی پرسکون ہو جانے کے ہیں۔شریعت میں قلب و دماغ کو پورے طور پر خدا کی طرف متوجہ کر دینے، جھکا دینے اور اس میں عاجزی اور بندگی کی کیفیت طاری ہو جانے کو خشوع کہتے ہیں۔

نماز کے ظاہری آداب بھی اس وقت پورے ہو سکتے ہیں جب آدمی کے دل و دماغ میں خشوع کی کیفیت طاری ہو۔ایک بار ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا۔اور نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا تھا۔آپؐ نے دیکھا تو فرمایا۔اگر اس کے قلب میں خشوع وخضوع ہوتا تو س کے اعضاء بھی پرسکون ہوتے۔ایک حدیث کا مفہوم ہے جو نماز میں خشوع نہ پیدا ہوا اس کی نماز نہیں۔حضرت محمدؐ دعا فرماتے تھے اے اللہ میں ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جس میں خشوع نہ ہو۔

خشیت کے تعلق سے سورہ فاطر میں ارشاد ہوا۔ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا (28) صرف اللہ کے بندوں میں سے خشیت الٰہی انہی پر طاری ہوتی ہے جو جاننے والے ہیں۔خشیت صرف عادت تک محدود نہ رہے۔بلکہ دل پر ہر گھڑی خوف سے لبریز رہے۔خشیت سے نکلنے والے آنسو کی قیمت دنیا کے خزانے سے بڑھ کر ہے۔خشیت کے ذریعہ نجات سہل ہے۔لیکن اس کا یہ پہلو بھی ہے کہ حضرت ابو داؤدؓ سے حضرت محمد رسول اللہؐ نے فرمایا اس اُمّت سے سب سے پہلے خشوع اٹھا لیا جائے گا حتی کہ کوئی خشوع کرنے والا نہیں ملے گا۔یہ وہی زمانہ ہے۔آج ضرورت ہے کہ ہم اپنی نمازوں کا عبادت کا جائزہ لیں۔نماز اگر خشیت سے خالی تو نہیں ہے۔اگر خالی ہے تو اپنی نمازوں کی اصلاح کریں۔

حضرت بندگی میراں سید عبدالحئی روشن منور رضی اللہ عنہ

آج ماہ رجب المرجب کی 28 تاریخ ہے۔اور حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؓ کی بہرہ عام ہے۔

قولی زندگی بسر کرنا نہایت آسان ہے۔اس طرح کی زندگی ہر کوئی گزار سکتا ہے لیکن اسلام قولی نہیں عملی زندگی کی دعوت دیتا ہے۔عملی زندگی کی آج کے ماحول ومعاشرہ میں جبکہ دنیا کی چمک ودمک کو مدنظر رکھتے ہوئے دیکھا جائے تو نہایت کٹھن ومشکل ہے۔لیکن ناممکن نہیں۔اللہ اس کے رسول اور اس کے خلیفہ کے احکامات اور تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر زندگی گزارنا نہایت مشکل اور پل صراط پر سے گزرنے سے کم نہیں ہے۔اس راہ مقدس پر للّٰہیت کے جذبہ کے ساتھ جو بندگانِ خدا گامزن ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل وکرم سے منزل تک پہنچا دیتا ہے۔اس راہ کے مسافر کے لئے جسمانی اور روحانی طہارت ضروری ہے۔جن کا جسم وروح پاک ہے وہ زمین والوں کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہوتے۔

ایسے افرادیعنی بزرگانِ دین آنکھ رکھنے والوں کے لئے ،علم رکھنے والوں کے لئے ایک نعمت خداوندی سے کم نہیں ۔اس نعمت سے نعمت پانے کے لئے انا کودفن کر کے اخلاص اور فکر صحیح کی سانسیں پیدا کرنا پڑتا ہے۔

صحبت صادقین فرض ہے،جس طرح آج کل کہا جارہا ہے کہ صادقین کہاں ہیں جن کی صحبت اختیار کی جائے۔اس طرح کی سوچ وفکر رکھنے والوں کی باتوں کوکچھ دیر کیلئے قبول کر لیتے ہیں ۔ان سے ہم کہتے ہیں براہ کرم خالص للّٰہیت کے جذبہ کے ساتھ کچھ وقت کسی بھی مہدوی بزرگ کے آستانہ پر گزاریئے۔انشاءاللہ تعالیٰ یہ مختصرسی صحبت بھی آپ کی زندگی میں رنگ لاکر رہےگی۔آج کے اس ماحول میں ہمارے قومی وقار کوابتدائی دور کی طرح روشن ومنور کرنے حضرت بندگی میاں سیدعبدالحیؒ روشن منورؓ کی سیرت ہے۔ان کی اتباع میں ان کی سیرت کی کرنوں میں ہمیں اپنا مقصدحیات کا راستہ طے کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

فراہ مبارک میں بی بی ملکانؓ نے حضرت مہدی موعودؑ کواطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پوترا دیا ہے۔آپ ولادت کی خبرسن کر میراں سیدمحمود کے حجرہ میں تشریف لاتے ہیں۔نومولود کو ہاتھوں میں لے کر ایک کان میں اذان اور ایک کان میں اقامت کہتے ہیں اور فرماتے ہیں اس بچہ کا نام سیدعبدالحیٔ یا سیدیعقوب رکھو۔بی بی ملکانؓ ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی فرمائی تھیں کہ ''بچہ سانولی رنگت لئے ہوئے ہے'' بچہ کے کان میں اذان دینے کے بعد خلیفتہ اللہ، بی بی ملکانؓ سے فرماتے ہیں تم نے کہا تھا کہ بچہ سانولہ ہے۔دیکھو یہ تو روشن منور ہے۔اس رتن کوجتن کرو۔

آپ اپنے دور کے بزرگ ترین شخصیتوں میں سے ایک تھے۔عبادت وریاضت' ذکروفکر' اخلاق وکردار' جودوسخاوت میں اپنی آپ نظیر تھے۔حددرجہ اہل کمال ہونے کے باوجود عجز وانکساری کا یہ عالم تھا کہ خوف خدا کی وجہ سے مرشدی ترک کردی تھی۔باطنی کیفیت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ دریافت کرنے پرفرمایا حضرت مہدی موعودؑ نے ذکر کا جودم دیا ہے وہ یاد ہے یہی نہیں بلکہ آگے یہ بھی فرمایا حضرت مہدی علیہ السلام کےصدقہ سے بندہ کوقالو ابلیٰ کا بھی دن یاد ہے۔

آپ خوش خلقی' ہمدردی' ملنساری' اخوت ومحبت کے اعلیٰ کردار رکھنے کے باوجود یہ نہیں فرمایا کہ بندہ خلیفتہ اللہ کا پوترا ہے حضرت بندگی میاں سیدمحمودثانیٔ مہدیؓ کالخت جگر ہے نہ کبھی اس اعزاز ومنصب پرغرور وتکبر کیا۔حالانکہ خلیفتہ اللہ نے زہرہ' مشتری سے تشبیح دی اور فرمایا یہ تو روشن منور ہے اس رتن کوجتن کرو اور فرمایا بھائی سیدمحمود کی اولاد ہمارے سرکا تاج ہے لیکن سب کچھ روحانی کیفیت اپنے میں رہنے کے باوجود عجز وانکساری کا یہ عالم ہے کہ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا مرشدی وہ کرے جو میراں سیدمحمودؓ کے جیسا ہو۔خلیفتہ اللہ کے وصال کے وقت آپ کی عمر چھ ماہ کی تھی اور والد کے انتقال کے وقت 12 سال کی تھی ۔والد کی رحلت کے بعد کسی اور سے بیعت نہیں کی ۔والد کے انتقال کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے دائرہ میں قیام فرماتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سیدعبدالحیٔ روشن منورؓ علم وفضل،سلوک وعرفان، زہدوتقویٰ،فقروتوکل کے بادشاہ تھے۔آپ کی تمام تر زندگی ذکروفکر،عزلت ازخلق اور طلب دیدار خدا میں بسر ہوئی۔حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ علیحدہ دائرہ باندھ کر رہتے ہیں۔اُس دور میں ایک دائرہ کا دوسرے دائرے سے باہمی ربط تھا۔اتحاد واتفاق، بھائی چارگی کا ماحول تھا۔بڑوں کا ادب واحترام جزایمان سمجھا جاتا تھا۔بڑے چھوٹوں پرشفقت ومہربانی کرتے ۔آج اگر سیرت حضرت روشن منورؓ پرعمل پیرا ہوجائیں تو موجودہ ماحول،وفضاء میں تبدیلی پیدا

ہوسکتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت روشن منورؒ کی عملی کردار کی خصوصیت نے آپ کو صحابہ کرام، مہاجرین عظام میں ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ جو اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا، حقیقت میں وہ ہی سب سے بڑا آدمی ہوتا ہے۔ حضرت روشن منورؒ کی سیرت میں اس بات کو ہم پاتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؒ کی حیات مبارکہ آج کے اس دور میں بالخصوص رشد و ہدایت پر فائض بزرگان دین کے لئے راہ ہدایت اور قابل تقلید ہے سب کچھ رکھنے کے باوجود کوئی دعویٰ نہیں تھا۔ آج کچھ بھی نہ رکھتے ہوئے بلند دعوے کئے جاتے ہیں۔

جہاں ادب و احترام ہے وہاں ایمان کے ساتھ فیض ولایت بھی ہے اور بہرہ ملتا ہے۔ اس لئے دائروں میں بزرگوں کے ادب و احترام پر خصوصی توجہ دلائی جاتی تھی۔ حضرت بندگی میاں عبدالحئی روشن منورؒ ایک مرتبہ حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کے دائرہ میں آتے ہیں۔ دائرہ کی عزت کر کے جوتیاں اُتار کر ہاتھ میں پکڑ لیتے ہیں۔ حضرت خاتم المرشدینؒ کو جب یہ اطلاع ملتی ہے تو فوراً اپنے دائرے کے فقراء سے کہتے ہیں بیٹھ جاؤ، بندہ حضرت کی جوتیاں لے لیتا ہے۔ یہ کہتے ہوئے بھاگ کر حضرت روشن منورؒ کے پاس پہنچ کر قدمبوس ہوتے ہیں اور آپ کی جوتیاں اٹھا لیتے ہیں۔ عزت و احترام سے دائرہ میں لے آتے ہیں۔ یہ ہمارے بزرگوں کی تہذیب تھی۔ ایک دوسرے کا ادب و احترام تھا ۔ حضرت روشن منورؒ کے دور میں اتفاق و اتحاد' بھائی چارگی' ہمدردی' ملنساری' ایک دوسرے کا ادب و احترام' پابند ذکر و فکر کیساتھ قید قدم کا ماحول تھا اور تمام بزرگان دین ان تمام باتوں پر عمل پیرا تھے آپسی تعلقات کا یہ حال تھا کہ اپنے فرزندوں کو دوسرے دائرہ میں بھیج کر تربیت کرواتے تھے۔ آپ نے اپنے فرزند حضرت میاں سید حسینؒ کو حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ سے تربیت کرایا۔ حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق نے اپنے فرزند حضرت میاں سید یحییٰ کو اور حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ نے اپنے فرزند حضرت میاں سید سعد اللہ کو آپ سے تربیت کروایا۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب ایک دائرہ کا دوسرے دائرہ سے باہمی ربط رہا مہدویت ترقی کرتی رہی۔ عوام مہدویت کو قبول کرتے رہے۔ ہمارے بزرگ ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے۔ ہر جگہ، ہر مقام پر نیستی و انکساری تھی۔ حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف الحق کے فرزند میاں سید سعد اللہ تلقین ہونے کے لئے حضرت بندگی میاں شہاب الحقؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت شہاب الحقؒ آپ سے فرماتے ہیں جو جگہ اس بندہ کے نزدیک باعظمت ہے بندہ تم کو وہاں بھیجتا ہے۔ حضرت بندگی میاں روشن منورؒ کے پاس جانے کے لئے کہتے ہیں۔ اس پر حضرت سعد اللہ کہتے ہیں خوندکار کی جو عزت بندہ کے دل میں ہے اس کے اظہار کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہے۔ آپ سے تلقین ہونا ہی میرے لئے باعث عز و شرف ہے۔ حضرت شہاب الحقؒ فرماتے ہیں سعد اللہ میں تمہیں وہاں بھیج رہا ہوں جو میرے لئے صاحب عظمت و باعث شرف ہے، اس کے بعد میاں سعد اللہ اپنے چچا کی ہدایت پر حضرت روشن منورؒ سے تلقین پاتے ہیں۔ حضرت روشن منورؒ بعد تربیت حضرت شہاب الحقؒ کو لکھتے ہیں خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء کے روحانی حضور میں بندہ نے سعد اللہ کی تلقین کی ہے۔ اب سعد اللہ، اسد اللہ بن گئے ہیں۔ اسی لئے حضرت سعد اللہ غازیؒ اور حضرت سید یحییٰؒ ابن حضرت سید شہاب الدین شہاب الحقؒ کا سلسلہ تربیت حضرت سید عبدالحئی روشن منور سے مہدی موعودؑ کو جاتا ہے۔ یہ بردباری، یہ کردار کے اعلیٰ نمونے ہمارے دائروں کے روشن اوراق ہیں۔ آپسی خلوص و محبت و یگانیت کا یہ حال تھا کہ حضرت شہاب الحقؒ سپاریاں آپ کے پاس بھیج کر اسکا پسخوردہ کرا کر کھایا کرتے تھے یہاں تک کہ آخر وقت ایک سپاری کا ٹکڑا آپ کے دہن سے نکلا، آپ نے آخری وقت کھانبیل والوں کو یاد کیا، پسخوردہ سے ولایت کا فیض بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ اس میں عقیدت کا ہونا ضروری ہے۔ اس عمل سے ایک دوسرے کی چاہت اور وابستگی بھی دکھائی دیتی ہے۔ یہ واقعات جہاں چراغ ہدایت ہیں

وہیں ہمیں دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔

حضرت بندگی میاں روشن منورؒ کا جب آخری وقت آیا تو آپ نے حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے فرزندوں کو طلب کرتے ہیں۔ان سے فرماتے ہیں میری وفات کے بعد والد بزرگوار حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؒ کے روضہ مبارک بھیلوٹ شریف میں پہنچادو۔یہ راستے کے مشکلات وخوف کا اظہار کرتے ہیں۔حضرت فرماتے ہیں اگر بندہ کی استطاعت ہوتی تو تم کو کیوں طلب کرتا۔اس سے آپ کے دائرہ کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے کہ دائرہ میں تنگدستی ،فقر وفاقہ ہے۔اس موقع پر آپ دلگیر ہوکر کھانبیل والوں کو یاد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر میرے کھانبیلی بھائی ہوتے تو وہ مجھے سر پر اُٹھا کر لیجاتے۔آپ اپنے فرزند میاں سید حسینؒ سے فرماتے ہیں مجھے بنڈی میں لیجاؤ انشاءاللہ تعالیٰ کوئی مشکل درپیش نہ ہوگی۔

الغرض یہ نیک صفت اہل کمال صاحب ذکر وفکر جو نہ صرف آخری سفر ذکر کے ساتھ کئے بلکہ لحد مبارکہ میں بھی ذکر جاری وساری تھا 28 / رجب المرجب 980ھ کو اس دارِفانی سے کوچ فرماتے ہیں حسب وصیت والد بزرگوار حضرت بندگی میاں ثانی مہدیؒ کے روضہ ٔ مبارک بھیلوٹ میں آپ کو دفن کیا جاتا ہے۔باری تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہماری اندھیری نگری کو حضرت روشن منورؒ کی پرنور سیرت سے روشن ومنور کردے آمین۔

فریب' فتنہ وفساد

آج ماہ رجب المرجب کی 29 تاریخ ہے۔ایک مختصر مضمون بعنوان ''فریب' فتنہ و فساد'' سماعت کیجئے۔

فریب یعنی دھوکہ دینا' فریب دینے والا سمجھتا ہے کہ میں نے فریب دے کر بہت بڑا کام کیا ہے۔دراصل وہ فریب اپنے آپ کو دے رہا ہے۔اپنے خدا کو دے رہا ہے۔اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہوگی کہ اپنے ہاتھوں ہی نقصان کے سامان فراہم کررہے ہیں۔فریب کسی کو بھی دینا جائز نہیں ہے۔یہ شیطانی صفت ہے۔وہ مال ودولت جو فریب دے کر حاصل کی جاتی ہے اس میں برکت نہیں ہوتی۔دھوکہ دہی سے حاصل کردہ مال بیماریوں کے علاج میں اصل مال کے ساتھ خرچ ہوجاتا ہے۔ایسے افراد کو سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا۔وہ کسی نہ کسی مصیبت' تکلیف میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔فریب اور جھوٹ کے خاتمے کے بغیر ان کو یکسوئی حاصل نہیں ہوتی۔

مسلمان وہی ہے جو اپنے بھائی سے فریب' دھوکہ دہی نہ کرے۔اس کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھے۔ہم ایک شخص کو فریب دے سکتے ہیں۔کچھ آدمیوں کو دے سکتے ہیں۔لیکن تمام کو نہیں۔کسی کو فریب دینا دراصل اللہ کو فریب دینے کے برابر ہے۔فریب کے وسوسے شیطان دل میں پیدا کرتا ہے۔جبکہ ہم آرزوں' خواہشوں کی لمبی فہرست اپنے دل میں رکھتے ہیں۔یہی آرزوئیں فریب میں مبتلا کرتی ہیں۔اس سے چھٹکارا پانے کے لئے اپنے نفس کو قابو میں رکھنا ہوگا۔اس کے لئے بارگاہ خداوندی سے مدد کی دعا کرتے رہنا۔اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

یہ دنیا فریب کی کان ہے۔جس طرح کوئلہ کان سے نکلتا رہتا ہے۔اس طرح دنیا کی چاہت' محبت سے دنیا کی رغبت دل میں پیدا ہوتی رہتی ہے۔مال کے حصول کے لئے سمندر کی لہروں کی طرح ذہن ودل میں فریبی چالیں پیدا ہوتی ہیں۔اس منزل پر انسان سے فریب

ہو جاتا ہے۔اس راہ سے بچنے کے لئے ہم سے نیچے والوں کی زندگی کو دیکھیں اور خدا کا شکر ادا کریں۔عمل پر ہی نیکی حاصل ہوتی ہے۔نیکی نیکی کہنے سے نیکی نہیں ملتی اس طرح بغیر ادائے فرض وسنت کے امید شفاعت رکھنا اپنے آپ کو فریب دینا ہے۔

آج کل عمر رسیدہ افراد کے ساتھ بعض نوجوان ایسی چیزیں لگاتے ہیں جس سے عمر کم دکھائی دے۔مثلاً خضاب لگانا وغیرہ۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔سیاہ خضاب لگانا فریب ہے۔اور فریب دینے والا ہم سے نہیں۔غرض وہ زندگی جو فریب میں مبتلا ہے لعنتی ہے۔اس سے بچیں۔سیدھی سادی زندگی گزاریں۔

فتنہ وفساد: فتنہ وفساد وہ خطرناک طوفان ہے جو امن وامان کو تہس نہس کر کے سکون واطمینان کی زندگی کو ختم کر دیتا ہے۔لوٹ مار کے علاوہ قتل وغارت گیری کا بازار بھی گرم ہو جاتا ہے۔اس میں اچھے اور برے دونوں قسم کے افراد متاثر ہو جاتے ہیں۔اسلام فتنہ وفساد نہ پھیلانے کی تعلیم دیتا ہے۔جو فتنہ وفساد کو پھیلاتے ہیں دراصل وہ امن کے دشمن ہیں۔اس قسم کے افراد کو سخت ترین عذاب ہے۔

حضرت محمد رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔اس لئے زمین پر فساد نہ پھلاؤ۔ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حضرت محمدؐ کے اس ارشاد گرامی کو مدنظر رکھتے ہوئے زمین پر نہ فتنہ پھیلائیں نہ فساد کرائیں۔سیاسی پارٹیاں اپنی جماعت کو مضبوط کرنے کے لئے چند مسلمانوں کو استعمال کرتے ہیں۔ایسی جماعتوں کے لیڈروں سے بچ کر رہیں۔حضرت محمد رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں آخرت کا گھر اس کے لئے ہے جو سر غرور سے اونچا کر کے نہ چلے اور فساد نہ برپا کرے۔دولت اور مرتبہ کی حرص کے لئے فتنہ وفساد کو پھیلایا جاتا ہے۔یہ نہیں دیکھتے کہ کتنا مالی اور جانی نقصان ہوتا ہے۔والدین بیٹے کو'بہن بھائی کو'بیوی شوہر کو'بیٹا باپ کو کھو دیتا ہے۔ان افراد کے گزر جانے کے بعد گھروں کی کیا کیفیت وحالت ہوتی ہے اس کا اندازہ ہم نہیں کر سکتے۔یہ وہ مجرم ہیں جنہیں پھانسی کی سزا بھی کم ہے۔حضرت محمدؐ فرماتے ہیں دو بھوکے بھیڑیئے کو بکریوں میں چھوڑ دیں تو وہ اس قدر فساد نہیں کرتے جس قدر انسان دولت'شہرت اور مرتبہ پانے کے لئے فتنہ وفساد پھیلا کر شہر کو ماتم کدہ بنا دیتا ہے۔

حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں اسلام میں پہلا فتنہ قتل حضرت عثمان غنیؓ اور آخری فتنہ خروج دجال ہے۔حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد ہی مسلمان آپس میں نبرد آزما ہو گئے۔جس قوت کے ساتھ آگے بڑھ کر فتح پر فتح حاصل کر رہے تھے اس میں دراڑ پڑ گیا۔یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔کسی بھی ملک کے مسلمان آپس میں اتحاد نہیں رکھتے۔مسلم ممالک آپس میں لڑ کر دشمنان اسلام کو ہنسی کا موقعہ فراہم کر رہے ہیں۔یہ وقت ہے فتنہ وفساد کو جڑ سے ختم کر دیں تا کہ دوبارہ اٹھ نہ سکے۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔فتنوں سے بچو کیونکہ اس میں زبان تلوار سے بدتر ہے۔فتنوں میں زبان درازی بہت کام کر جاتی ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے فتنہ وفساد پیدا کریں نہ اس کا ساتھ دیں۔بلکہ آپس میں مل کر اس کا خاتمہ کریں۔امن وآمان قائم کرنے کے لئے فتنہ وفساد کا سدِ باب ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں فریبی'فتنہ وفساد کی زندگی سے دور رکھے اور سادگی کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

الرزاق و الفتاح

آج ماہ رجب کی 30 تاریخ ہے۔اسمائے الٰہی میں سے دو اسم الرزاق و الفتاح کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

اسمائے الٰہی میں ایک نام" الـرزاق " بھی ہے۔اس کے معنی ہیں رزق دینے والا'اللہ تعالیٰ رزاق ہے۔وہ ہی ہے جو ہر جاندار کے

رزق کا انتظام کرتا ہے۔ رزق کے لئے اسباب کا مہیا کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قدرت والا' توانائی والا ہے۔ سب کو اپنی طرف سے اچھی روزی بھی عطا کرتا ہے۔ اللہ اتنا رحیم وکریم ہے کہ کافروں کو بھی جو اللہ کی ذات میں شرک کرتے ہیں انہیں بھی اچھے سے اچھا رزق عطا کرتا ہے۔ وہ ایسا رزاق ہے کہ پھل' مشروبات' لذت وفرحت کی غذا اپنے بندوں کو مہیا کرتا ہے۔ رزق کی کشادگی اور کمی بھی اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ آزمائش کرتا ہے۔ کبھی رزق میں کمی کر کے اور کبھی اس میں فراوانی کر کے۔ بندہ کا کام ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے رزق میں فراوانی عطا کی ہے تو اس میں غریب رشتہ دار' مساکین کا بھی خیال رکھیں۔ کسی بندہ کو کمائی کے ذرائع بتلانا' سفارش کر کے ملازمت دلانا' رزق کا اہتمام کرانا یہ تمام کام بڑی نیکیوں میں آتے ہیں۔ آدمی کو جب بےفکری سے رزق مل جاتا ہے تو وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اس میں کئی کئی گنا اضافہ فرماتا ہے۔ برکت عطا کرتا ہے۔ آخرت میں تو یقیناً اس کا بہت فائدہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ باریک بین اور صاحب قدرت ہے اس سے بندہ کا کوئی عمل' کوئی حرکت' کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ وہی بندہ کو راہ دکھاتا ہے اور دولت مند بھی بناتا ہے۔ اس کی قدرت میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا۔ جو بھی طلب کریں اس ذات سے ہی مانگیں۔ رزق کی کشادگی بھی اللہ رب العزت عطا کرتا ہے۔

الفتاح: الفتاح بھی اللہ کا ایک نام ہے۔ اس کے معنی ہیں کھولنے والا۔ حکم کرنے والا' کے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو بندوں کے لئے رزق کے' علم کے' عبادت کے' اخلاق وکردار کے' فرمانبرداری کے' عجز وانکساری کے دروازے کھولتا ہے۔ اللہ ہی ہے جو قرآن پاک کے ذریعہ حق وباطل کو کھول کر بیان کرتا ہے۔ اللہ ہی ہے جو فیصلہ کرتا ہے۔ کون سچا اور جھوٹا ہے۔ کون نیک ہے اور کون بد' کون شکر گزار ہے اور کون ناشکرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جو اپنے نیک بندوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھولتا ہے۔ اور اپنی صحیح راہ دکھاتا ہے۔

رحمۃ اللعالمینؐ اکثر یہ دعا کرتے تھے۔ یا اللہ اگر تو کسی کو اپنے فضل سے نوازنا چاہے تو کوئی تجھے روک نہیں سکتا۔ اور اگر تو کسی کو اپنی رحمت سے محروم کر دے تو کوئی اسے نواز نہیں سکتا۔ اور کسی دولت مند کی دولت اسے تیرے عذاب سے بچا نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ہر ایک کی اصلیت عیاں ہے۔ کوئی عمل' کوئی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ کالی رات میں کالے پہاڑ پر کالی چیونٹی کی ہر حرکت کی خبر رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اتنا رحیم وکریم ہے کہ وہ نکتہ نواز بھی ہے۔ چھوٹے سے عمل پر بڑا اجر دینے والا ہے۔ اس لئے اللہ کے ہر حکم کی تعمیل کریں اور اس کا فضل حاصل کریں۔

زمین وآسمان کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو مناسب سمجھے کرے جس وقت جو حکم اس کی مصلحت وحکمت کے مطابق ہو اسے نافذ کرے۔ اور جسے چاہے منسوخ کر دے۔ یہ اس کی قدرت ہی کا ایک مظاہرہ ہے۔ قیامت کے دن ہر ایک کے اعمال کا دفتر کھولے گا۔ اس دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا' نہ سفارش قبول ہوگی۔ نہ معاوضہ دے کر چھٹکارا ہوسکے گا نہ کوئی مددگار آگے آئے گا۔ اس دن کا خوف ہر حال میں رکھتے ہوئے اسلامی طور طریقے پر اپنی زندگی گزاریں۔ اسی میں ہماری خیر ہے۔

ماہ شعبان المعظم

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	العلیم والقابض اور خاموشی	321	16	شہدائے دانتی واڑہ	343
2	فرمان اماماً ''بھوک کے تین حصہ کرو''	322	17	دین	345
3	بیداری و ام المومنین بی بی حفصہؓ	324	18	حضرت بایزید بسطامیؒ	346
4	سادگی	325	19	تعلیم وتربیت	346
5	لاحول ولاقوۃ الا باللہ	326	20	اعتماد	347
6	صبر	327	21	حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ	348
7	جہنم	329	22	زندگی کی قدر و قیمت	351
8	حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ	330	23	تقدیر	352
9	تکبر	333	24	امانت	353
10	ام المومنین بی بی عائشہؓ	334	25	مدد	354
11	ذکراللہ	335	26	جھگڑا	355
12	الباسط والحافظ اور سورہ الملک	337	27	جنت	355
13	محبت	338	28	اخلاص	356
14	شب برات	340	29	عقل	357
15	حضرت بندگی میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ	342	30	غرور وخودغرضی	358

العلیم و القابض اورخاموشی

آج ماہ شعبان کی یکم تاریخ ہے۔اسمائے الٰہی میں سے دواسم العلیم و القابض اورخاموشی پر مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

ماہ شعبان اسلامی سال کا 8 واں مہینہ ہے۔ یہ ایک مقدس بابرکت مہینہ ہے۔حضرت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان ایک ایسا مہینہ ہے جس کی بزرگی کا لوگوں کو علم نہیں۔اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں۔ لہٰذا میری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال پیش کئے جائیں تو اس وقت میں روزے سے رہوں۔اس ماہ مقدس کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے سے موسوم کیا ہے۔حضرت ذوالنون مصریؒ نے ان تین مہینوں کی اہمیت کو اس طرح پیش کیا ہے فرماتے ہیں۔رجب کا مہینہ کھیتی بونے کا ہے، شعبان میں اس کھیت کو پانی دیا جاتا ہے، رمضان میں اس کھیت کو کاٹ لیا جاتا ہے۔اس مہینہ کی پندرھویں شب مقدس و بابرکت شب ہے جو شب برات سے موسوم ہے۔

العلیم :اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ایک نام ہے ''العلیم'' یعنی صاحب علم، جاننے والا۔اس کائنات میں اللہ سے بڑھ کر کوئی علم والا نہیں ہے۔ یہ وہ ذات ہے جسے اول و آخر کا علم ہے۔ یہ بہت زیادہ جانتا ہے اور ہر وقت جاننے والا ہے۔کسی علم سے وہ غافل نہیں ہوتا۔اللہ ہی ہے جو مشرق و مغرب، شمال و جنوب کا مالک ہے۔زمین و آسمان کا مالک ہے۔ ہر جاندار کا خالق و مالک ہے۔کوئی آنکھ اس کی وسعت، قدرت، علم کو احاطہ نہیں کر سکی۔

اس علیم کا کمال ہے کہ وہ ہر چیز کا خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ، چھوٹی ہو یا بڑی، زندہ ہو یا مردہ، کسی کی کیا نیت ہے، ارادہ ہے وہ اُس سے واقفیت رکھتا ہے۔اس کے علم میں کوئی شریک نہیں کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔اسی صاحب علم نے ہم کو تعلیم دی کہ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں اور اُسی کی ہی عبادت کریں یعنی اللہ کی ہی عبادت کریں اور اسی سے ہدایت طلب کریں وہ ہی ہے جو توفیق عطا کرتا ہے۔زندگی کے ہر معاملہ میں اُسی سے ہی رجوع کریں۔اللہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

القابض:اسمائے الٰہی میں ایک نام القابض ہے۔یعنی تنگی کرنے والا، قبضہ کرنے والا، اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں کوئی شریک نہیں۔اگر موت کے وقت وہ کسی کی روح کو قبض کرے تو کوئی روکنے والا نہیں۔اللہ ہی ہے جو بندوں پر تنگی اور کشادگی کرتا ہے۔اللہ ہی رزق کی کشادگی دیتا ہے اور تنگی دیتا ہے۔دیکھنا چاہتا ہے کہ کون شکر گزار رہتا ہے اور کون شکوہ شکایت کا دفتر کھول دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ دل کو کھولنے کی، تنگی کو دور کرنے کی، فراخی پیدا کرنے کی، روح کو قبض کرنے کے وقت راحت کی دعا کریں۔اللہ کے احکامات پر عمل کرنے سے ہی اس کی عنایت حاصل ہوتی ہے۔

خاموشی :عربی کہاوت ہے ''خاموشی کے پیڑ پر امن کا پھل لگتا ہے۔خاموشی فہم کی علامت ہے۔خاموشی سب سے زیادہ آسان کام اور سب سے زیادہ نفع بخش عبادت ہے۔کہا جاتا ہے دنیا کی بہترین دوا خاموشی ہے۔اگر ہمیں اس دنیا میں سکون واطمینان سے رہنا

ہے تو خاموشی اختیار کرو۔ خاموشی ایک ایسی عادت ہے جو بغیر محنت کے کی جاتی ہے۔ خاموشی کو اپنا سرمایہ بنائیں۔ خاموشی فتح یابی ہے بغیر ہتھیار کے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں خاموشی احترام ہے کراماً کاتبین کا' خاموشی مخزن ہے حکمتوں کا' خاموشی جواب ہے جاہلوں کا' خاموشی کو اپنا شعار بنائیں تاکہ زبان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

حضرت محمد رسول اللہؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ جس نے خاموشی اختیار کی وہ سلامت رہا۔ خاموشی کئی ایک طوفانوں کو روک لیتی ہے۔ بات پہ بات کرنے سے حالات بگڑ جاتے ہیں۔ ایسے وقت پر خاموشی ہی بہترین ہتھیار ہوتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے عاقبت چاہتے ہیں تو خاموشی اختیار کریں۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں خاموشی اختیار کرو مگر علم کے ساتھ۔ علم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ حالات اور وقت کے لحاظ سے علم کا استعمال بھی کرنا پڑتا ہے۔ حضرت عثمانؓ ارشاد فرماتے ہیں خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔ عقلمند اگر خاموش رہتا ہے تو وہ فکر الٰہی میں گم رہتا ہے۔ جو خاموش رہتے ہیں دراصل ان کے پاس بہت کچھ رہتا ہے۔ وہ خاموشی میں بہت کچھ پا لیتے ہیں۔ اور وہ بہت کچھ کر جاتے ہیں۔

مہدوی دائروں کی یہ کیفیت تھی کہ ہر وقت پرسکون حالات کوئی شور شرابہ نہیں۔ تعلیم و تربیت ہو رہی ہے لیکن آواز نہیں۔ دائرہ کے فقیر کی خاموشی فکر کے ساتھ۔ اور اس کی گفتگو ذکر اللہ کے ساتھ۔ آج دائروں سے وہ روحانی خاموشی ختم ہو کر شور و شرابہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ اغیار کی ہلچل کا رنگ آہستہ آہستہ ہم میں آ چکا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ کیفیت نہیں دکھائی دے رہی ہے جو ہمارے دائروں کا طرہ امتیاز تھا۔

آج بغیر کسی شور شرابہ کے خاموشی کے دینی و دنیوی کام کریں جس سے بہت فائدے بھی ہیں۔ اور کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ خاموشی میں جو راز پنہاں رہتا ہے وہ دکھاوے میں نہیں ہوتا۔ خاموشی راحت خوش سلیقگی ہے۔

فرمان امامناؑ ''بھوک کے تین حصے کرو''

آج ماہ شعبان المعظم کی 2 تاریخ ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کا ارشاد ہے کہ اپنی بھوک کے تین حصہ کرو۔ ایک غذا کے لئے، دوسرا ذکر اللہ کے لئے تیسرا خالی رکھو۔ اس فرمان مبارک پر عمل کرنے پر زندگی کا لطف حاصل ہوتا ہے عبادت میں یکسوئی حاصل ہوتی ہے، دوسری ذہن و دل پر اللہ کی چاہت، اس کا خوف و ڈر چھایا رہتا ہے، تیسری عبادت، عبادت کی طرح ادا ہوتی ہے جو دل کو بھاتی ہے۔ اس سے بڑھ کر عبادت سے ایسی چاشنی حاصل ہوتی ہے جو اچھی سے اچھی لذیز غذا کھانے سے بھی میسر نہیں ہوتی۔ اولیاء اللہ، بزرگوں نے، اللہ کے ہاں جو مقام و منزلت حاصل کی ان میں ایک کم خواری بھی ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؒ فرماتے ہیں مومن کو چار وقت عطائے باری ہوتا ہے۔ پہلا یہ کہ جب تکلیف پہونچتی ہے، دوسرے جب اخراج ہوتا ہے اور تیسرے جب فاقے پڑتے ہیں۔ فاقہ کی بڑی فضیلت ہے۔ آج یہ فضل و سنت ہم کو حاصل نہیں ہو رہا ہے۔ کیونکہ ہر وقت خورد و نوش کا لنگر ہمارے لئے دستیاب ہے جس کی وجہ سے ہم عطائے ربانی سے محروم ہیں۔ بہت خواری سے یہ فضیلت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اسی لئے دینی و دُنیاوی فائدہ کم غذا میں ہے۔ کم غذا روح کو سنوارتی ہے، صحت جو عظیم دولت ہے وہ کم غذا سے حاصل ہوتی ہے۔

جن افراد کی غذا کم ہوتی ہے وہ پھرتیلے اور چاق و چوبند نظر آتے ہیں۔اس کے برخلاف جو زیادہ خوار ہوتے ہیں وہ سست اور کاہل نظر آتے ہیں۔ان کے کسی بھی کام میں پھرتی نظر نہیں آتی۔کم خواری کے ساتھ کم گو بھی ہونا چاہیئے۔اُن افراد کو پسند نہیں کیا جاتا جو ہمیشہ غیر ضروری باتیں کرتے رہتے ہیں۔خاموشی بھی دراصل عبادت ہے۔اس عمل سے نہ کسی کی غیبت کی جاسکتی ہے نہ کسی کو برا بھلا کہا جاسکتا ہے۔عزلت از خلق بھی کم گو بنا دیتا ہے۔اس فرض سے بندہ یکسو ہوکر طلب دیدارحق میں محو ہوجاتا ہے۔

''بہت'' فرعونیت کو پروان چڑھاتا ہے اور''تھوڑا'' شکر کا مادہ پیدا کرتا ہے''بہت'' نقصان پیدا کرتا ہے یا نقصان کا باعث بنتا ہے اس کے برخلاف ''تھوڑا'' سے کوئی نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا۔''بہت'' بعض وقت غرور وتکبر پیدا کرکے خدا سے غافل کردیتا ہے۔''تھوڑا'' عجز و انکساری،عفو و درگزر اور ہمدردی پیدا کرتا ہے۔اُن افراد کی زندگی کامیاب گزرتی ہے جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔اسلام بھی میانہ روی کی دعوت دیتا ہے۔میانہ روی سکون واطمینان پیدا کرتی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کا یہ ارشاد بہت کھانے والا بہت خوار اور تھوڑا کھانے والا تھوڑا خوار۔دینی و دُنیاوی زندگی کے لئے بہترین مشعل راہ ہے۔بہت کھانا صحت کو بگاڑ اور بیماریوں کو دعوت دیتا ہے۔جس سے گھریلو نظام درہم برہم ہوجاتا ہے۔دوسری بات اس سے عبادت کی حلاوت وچاشنی حاصل نہیں ہوتی بلکہ عبادت چھوٹ بھی جاتی ہے۔

خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ہر فرد کو اپنی تعلیمات سے ہدایت کا سامان فراہم کیا ہے۔آپ کی تعلیمات جہاں باطن کو سنوارتی ہیں وہیں انسانی صحت کی ضامن ہیں۔آپ کی تعلیمات ہر موقعہ پر،ہر قدم پر،زندگی کے نشیب وفراز میں دکھ ودرد میں اور خوشی کے موقعہ پر سکون واطمینان کا سامان فراہم کرتی ہیں۔اسلام کرہ ارض پر بسنے والے تمام کے لئے،قرآن تمام بنی نوع انسانی کے لئے،محمد رسول اللہ تمام کے لئے رسول و نبی ﷺ بنا کر اس دنیا میں مبعوث کئے گئے۔اسی طرح حضرت مہدی موعودؑ تمام کے لئے خلیفتہ اللہ،دافع ہلاکت اُمت محمدیہ اور خاتم الولایت محمدیہ بنا کر مبعوث کئے گئے۔آپ کی بعثت خدائی بعثت ہے۔اس بعثت پر ایمان لانا اور تصدیق کرنا داخل ایمانیت ہے۔اس لحاظ سے آپ کی تعلیمات خدائی تعلیمات ہیں جو بندہ کو طالب مولا بناتی ہے۔ایک مرتبہ پیٹ بھر کھا کر عبادت کیجئے،دوسری مرتبہ ایک حصہ خالی رکھ کر عبادت کیجئے،تیسری مرتبہ فاقہ میں عبادت کیجئے۔یہ تینوں موقعوں پر آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے آزما کر دیکھ لیجئے۔جس طرز عبادت میں حلاوت ہے اس کو اختیار کیجئے۔اللہ نے رزق کا وعدہ کیا وہ دیتا ہے جو فاقہ ہوتا ہے اپنا رزق دوسرے کو دینے سے ہوتا ہے اس لئے اپنا کھانا کسی کو دے کر فاقہ کریں اور عبادت کا مزہ دیکھیں۔

طالب مولا بہت خوار نہیں کم خوار ہوتا ہے،کم گو ہوتا ہے۔وہ ہمیشہ اس بات کی فکر میں رہتا ہے کب خدا کو پاؤں گا،کب دید سے فیض یاب ہوں گا۔وہ دُنیاوی آسائشوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے لذیز غذاؤں سے حتی الامکان دوری اختیار کئے ہوئے رہتا ہے جینے کے لئے جتنی غذا ضروری ہے اس پر اکتفا کئے ہوئے رہتا ہے۔غرض امام علیہ السلام کا یہ فرمان عبادت وریاضت کے ساتھ ساتھ توجہ الی اللہ کے لئے کافی موئید اور معاون ہوتے ہوئے صحت انسانی کے لئے نہایت کارآمد ہے۔ہزاروں روپے بیماریوں پر خرچ ہورہے ہیں۔ان حالات میں صحت بنانے کے لئے یہ فرمان مبارک نہایت مبارک ہے۔اس کو اپنی عملی زندگی میں پیش نظر رکھیں انشاءاللہ فائدہ ہوگا۔

بیداری اور ام المومنین بی بی حفصہؓ

آج ماہ شعبان المعظم کی 3 تاریخ ہے ایک مختصر سا مضمون ''بیداری'' پر سماعت کیجئے اور آج ہی کی تاریخ کو ام المومنین حضرت حفصہؓ کا وصال ہوا۔

زندگی کے ہر لمحہ میں بیداری کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو بیدار رہتے ہیں کسی دھوکے میں نہیں آسکتے۔ انہیں کوئی نقصان کا اندیشہ نہیں رہتا ہے۔ مقولہ مشہور ہے ''بیدار رہنے والا کبھی چوٹ نہیں کھاتا''

بیداری ضمیر کی آواز ہوتی ہے۔ اور آواز کو سننا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ جو بیدار نہیں اس سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ حقیقت میں ہم مہدویوں میں وہ بیداری نہیں ہے جو ہونا چاہئے۔ انفرادی بیداری ہے لیکن اجتماعی طور پر ہم میں وہ بیداری نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے قوم میں اتحاد و اتفاق کا فقدان ہے۔ قومی ادارے اور علمائے کرام اس رخ پر غور و خوص نہیں کرتے ہیں۔ حالانکہ قوموں کی تاریخ میں اجتماعی بیداری ضروری ہے۔ اجتماعی بیداری میں ایک دوسرے کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ سماج سدھر سکتا ہے' شک و شبہ دور ہوتا ہے۔ فراخدلی پیدا ہوتی ہے۔ مخالفت ختم ہوکر قربت کا رجحان بڑھتا ہے۔ غریب افراد کے روزی کے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ تعلیمی بیداری پیدا کرنے پر قومی نوجوانوں کی ذہانت میں اضافہ ہوسکتا ہے۔

اسلام ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس راہ پر بھی صاحب ثروت افراد کو بیدار کر کے عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ دکھ' درد' مصائب میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دے کر شکایت کو دور کریں۔ پتنگوں کے زمانے میں مانجھے میں ایک کوّے کا پیر پھنس جاتا ہے۔ اور وہ درخت پر لٹک جاتا ہے۔ اس کی کائیں کائیں سن کر ایک نہیں دو نہیں تقریباً 30 تا 35 کوے جمع ہوجاتے ہیں۔ درخت پر بیٹھتے ہیں اس کے اطراف اُڑ کر جائزہ لیتے ہیں۔ پھر ایک ایک کوا اپنے منہ سے اڑا ہوا تاگہ کترتے ہیں۔ تقریباً دس منٹ تک یہ سلسلہ چلتا ہے۔ اس کے بعد دھاگہ کٹ جاتا ہے۔ وہ کوا آزاد ہوجاتا ہے۔ ان میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی کتنی بیداری ہے۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ کوئی پھنس جاتا ہے تو کہتے ہیں اپنے ہی کرتوتوں سے پھنس گیا ہے۔ اس کی مدد کو آگے نہیں آتے ہیں۔

چونٹیاں ایک جٹ ہوکر شیر کی کھال بھی اتار سکتی ہیں۔ آج ہم میں اجتماعی بیداری اتنی ہونی چاہئے کہ ہم اپنے غم زدہ' پریشان حال' غرباء و مساکین' غریب طالب علموں اور غریب لڑکیوں کی شادی کے لئے آگے آکر کار خیر کرسکیں۔ علماء' اداروں کا کام ہے کہ تحریر و تقریر سے اس کی طرف افراد قوم کو راغب کریں۔

ام المومنین بی بی حفصہؓ: آپ ابتدائے اسلام کے زمانے میں ہی اپنے شوہر حضرت خنیس بن خدافہؓ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ کفاران قریش کا ظلم بڑھنے لگا تو یہ دونوں مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ خنیس ایک ماہر سپاہی تھے۔ جنگ بدر اور اُحد میں لڑائی کے جوہر دکھائے۔ اسلام پر قربان ہونے کی خواہش کے ساتھ ان جنگوں میں آپ شریک رہے۔ جنگ اُحد میں آپ شدید زخمی ہوئے، اسی زخم کی وجہ سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو اپنی دختر کے نکاح ثانی کی بہت فکر تھی۔ عدت کی مدت گزرنے کے بعد حضور نبی اکرم

ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے حفصہ کا ذکر کیا۔ ادھر عمر فاروقؓ نے ابوبکر سے نکاح کرنے کو کہا لیکن آپ خاموش رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ سے ذکر کیا انہوں نے بھی انکار کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ تمام واقعات و حالات حضور نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے کیوں نہ ہو جائے جو ابوبکر و عثمان سے بہتر ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ اپنا پیغام بھیجتے ہیں۔ بی بی حفصہؓ سے آپ کا نکاح ہوتا ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی طرح حضرت حفصہؓ کے مزاج میں تیزی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو کبھی کبھی بے باکی سے جواب دیتی تھیں۔ عمر فاروقؓ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ نے بیٹی کو خبردار کیا۔ حضرت حفصہؓ ہر قسم کے مسائل پوچھنے میں بے باک تھیں۔ مزاج میں تیزی کے باوجود خدا ترس تھیں۔ عبادت و ریاضت میں اپنا وقت صرف کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے حضرت حفصہ کے بارے میں یہ الفاظ حضور کے سامنے کہے، وہ عبادت کرنے والی، بہت روزے رکھنے والی ہیں (اے محمدؐ) وہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ ہیں۔

حضرت محمد ﷺ نے آپ کی تعلیم کا بھی بندوبست کیا تھا۔ حضرت شفا بنت عبداللہ آپ کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔ حضور نبی اکرم ﷺ قرآن پاک کے کتابت شدہ اجزاء آپ کے پاس رکھاتے تھے۔ آپ اس کی تلاوت کرکے غور و فکر کیا کرتی تھیں۔ آپ نے بھائی عبداللہ بن عمرؓ کو وصیت کی تھی کہ بعد وفات جائیداد کو صدقہ کرکے وقف کردیں۔ 3/ شعبان 45 ہجری میں آپ کی وفات ہوتی ہے۔ مدینہ کے گورنر مروان نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ آپ سے 60 احادیث مروی ہیں۔

سادگی

آج ماہ شعبان المعظم کی 4 تاریخ ہے ''سادگی'' کے عنوان پر مضمون سماعت کیجئے۔

یہ دنیا جس میں ہم جی رہے ہیں جس معاشرہ میں اُٹھنا بیٹھنا ہے سادگی سے کوسوں دور ہے۔ کہیں بھی ہمیں سادگی نظر نہیں آتی ہے۔ امیر ہو کہ غریب، عالم ہو کہ جاہل، عورت ہو کہ مرد، ہر کوئی نام و نمود، شان و شوکت، شہرت، لالچ، طلب دنیا کی دوڑ میں سرگرم ہے۔ مزاج میں اس طرح کا نشہ چڑھ گیا ہے کہ نفس کی تمام خواہشوں، آرزوؤں کی تکمیل ہو جائے۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی دوڑ ہے، شکوہ و شکایت کا بازار بھی گرم ہے۔ ایسے ماحول میں کون سادگی کے طور طریقے کی روش پر چلے گا۔ سادگی کو چھوڑ کر یہ لوگ زندگی سے فریب کر رہے ہیں۔ قناعت سے دور ہیں۔ ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ قوم جس کے پاس قرآن پاک ہے اور حضرت محمدؐ کی سیرت ہے، حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات ہیں۔ دائرہ کی زندگیاں ہیں وہ سادگی کو چھوڑ دے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں سادگی ایمان کی علامت ہے۔ اس ارشاد کا سیدھا سادہ مفہوم یہی ہے کہ ہمارے پاس سادگی ہے اور سادگی پر چلتے ہیں۔ سادگی کو پسند کرتے ہیں تو ہمارے پاس ایمان ہے۔ اگر زندگی ہماری سادگی سے دور ہے تو ایمان کی دولت ہمارے پاس نہیں ہے۔ جس کے پاس ایمان ہی نہ ہو وہ زندگی کیا؟ ایسی زندگی کو لے کر کیا کریں گے؟

عربی کہاوت ہے۔ سادگی شرافت پیدا کرتی ہے۔ جہاں شرافت ہے وہاں عزت ہے۔ محبت ہے، اخلاص ہے، ہمدردی ہے، سب سے بڑھ کر انسانیت ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ سادگی انسانیت کا زیور ہے۔ حقیقت میں وہ افراد جو زندگی کو سادگی سے گزارتے ہیں وہی انسان

کہلانے کے مستحق ہیں۔

فطرت انسانی میں سادگی ایک اہم مقام رکھتی ہے۔قرآن اپنے قاری کو بناوٹی نہیں زندگی سادگی سے گزارنے کی تعلیم دیتا ہے۔کسی نے خوب کہا ہے جو سادہ لوح ہیں وہی انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔

قرآن پاک ہر متنفس کو دعوت دیتا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔شیطان کی فطرت میں ہے کہ ہر انسان کو صراط مستقیم سے بھٹکائے۔وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اللہ کا بندہ سادگی سے زندگی گزارے۔اس لئے وہ دل میں خواہشوں' آرزوؤں کے ساتھ دنیا کی رنگ رلیوں کی طرف راغب کرکے رہتا ہے۔شیطان کے ارادہ سے باز رکھنے کے لئے حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔اسلام کا منشاء یہ ہے کہ تمام لوگ ایک معتدل اور مساوی زندگی بسر کریں۔اور آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا بہترین کام وہ ہے جو اعتدال کے ساتھ کیا جائے۔یہ بات اُسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جب ہم زندگی سادگی سے بسر کریں۔

یہ ایک حقیقت بھی ہے کہ جو لوگ فراغت اور سنجیدگی سے زندگی گزارتے ہیں اور اپنا خرچ اپنی آمدنی سے نصف رکھتے ہیں انہیں کسی پریشانی سے سابقہ کرنا نہیں پڑتا۔جس حالت میں رہتے ہیں اس میں راضی وشاکر رہتے ہیں۔انہیں عبادت میں بھی حلاوت اور چاشنی حاصل ہوتی ہے۔ایک بات ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ عبادت میں اس وقت تک لطف نہیں آسکتا جب تک کہ حلال کی نہیں کھائی جاتی ہے۔حقیقی زہد حلال میں ہے۔جب زندگی سادگی میں بسر ہوتی ہے تو اکل حلال ہی کی راہ کو اپنایا جاتا ہے۔حرام سے بچا جاتا ہے۔سادگی میں بہت فوائد ہیں۔لہٰذا زندگی سادگی سے بسر کرنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ سادگی کو پسند کرتا ہے لہٰذا جہاں تک ہوسکے زندگی کو سادگی سے گزاریں۔اس طرح کی زندگی میں کوئی مصیبت' تکلیف' پریشانی نہیں بلکہ راحت ہی راحت ہے۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ زندگی سادگی سے بسر کرنے کی ہدایت عطا فرمائے۔آمین

لَاحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ

آج ماہ شعبان المعظم کی 5 تاریخ ہے۔

اسلامی تعلیمات میں لَاحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ ایک مختصر سا جملہ ہے۔لیکن اس میں فیوض وبرکات کے سمندر پنہاں ہے۔ورد کرنے والوں کے لئے بہت کارآمد ہے۔حضرت محمدؐ نے اسکو پڑھنے کی رغبت دلائی ہے اس کے بہت سارے فضائل احادیث میں بیان فرمائے ہیں۔موذن جب حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح۔آؤ نماز کی طرف آؤ کامیابی کی طرف ہم جواب میں لَاحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ پڑھتے ہیں۔جس سے ان الفاظ کی اہمیت اور عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

اس مبارک کلمات کی عظمت وفضیلت کے تعلق سے حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں۔ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے کسی خزانے پر رسائی نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں۔آپ نے فرمایا لَاحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ یہ وہ کلمات ہیں جو عرش کے نیچے جنت کے خزانوں میں سے ہے۔قیس بن سعد سے روایت ہے کہ وہ نماز پڑھ چکے تھے۔اور رسول اللہ میرے پاس سے گزرے اور

فرمایا کیا جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر تیری رہنمائی نہ فرمادوں میں نے کہا کیوں نہیں۔آپ نے فرمایا لاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ

حضرت محمدؐ مختلف موقعوں پر صحابہ کرام کو اس مبارک کلمات کے تعلق سے بیان فرمایا کہ یہ جنت کے دروازوں میں ایک دروازہ ہے۔ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔اور جنت کے پردوں میں سے ایک پردہ ہے۔جس طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ آپؐ معراج والی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا محمدؐ۔حضرت ابراہیمؑ نے محمدؐ سے کہا اپنی اُمت کو حکم کریں کہ وہ جنت میں زیادہ پودے لگائیں۔کیونکہ اس کی مٹی پاکیزہ اور زمین وسیع ہے۔آپؐ نے کہا جنت کے پودے کیا ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا لاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ۔

لاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ کے لفظی معنی تو نہ حرکت نہ قوت مگر اللہ تعالیٰ (کی توفیق) سے۔اس کلمات میں معرفت الٰہی کے دریا بہہ رہے ہیں۔اس کلمات سے اپنے قلب کی ہر قسم کی خرابی اور برائی کو دور کر کے ان کلمات میں پوشیدہ خزانوں سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

صبر

آج ماہ شعبان المعظم کی 6 تاریخ ہے''صبر'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

صبر زندگی کا جز ہے۔صبر کرو کہہ دینا آسان ہے لیکن جو صبر کرتا ہے اس کو معلوم ہے کہ صبر کرنا کتنا مشکل ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہی بندہ صبر کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے۔صبر خود نہ کریں بلکہ لوگوں کو بھی صبر کی تلقین کریں۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں صبر ایمان سے ایسا ملا ہوا ہے جیسے سر جسم کے ساتھ ہے۔حضرت محمدؐ نے صبر کو اپنی چادر فرمایا ہے۔صبر جو ہے وہ خریدا نہیں جاسکتا۔نہ مانگا جاسکتا ہے بلکہ اسے دل میں پیدا کرنا ہوتا ہے۔صبر کے ذریعہ سے کردار کی پختگی اور دین میں استقامت حاصل ہوتی ہے۔

قرآن پاک میں ۹۰ مقامات پر صبر کا ذکر ہوا ہے۔مصیبت پر، غصہ پر، تکالیف پر، تنگدستی پر، بیماری پر اور مشکلات پر صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہئے۔صبر کے معنی آتے ہیں کوئی تکلیف دہ بات پیش آئے تو زبان سے کوئی خلاف شرع بات نہ نکلے، نہ جسم کے کسی اعضاء سے اس کا اظہار ہو۔اس طرح کا ہمارا کردار ہونا چاہئے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْ وَصَابِرُوْا (سورہ آل عمران آیت 200) اے ایمان والو صبر کرو اور استقامت اختیار کرو، یہاں مخاطب ایمان والوں سے ہے اور جو ایمان رکھتے ہیں انہیں ہر حال میں صبر کرنا چاہئے۔کسی بھی معاملہ میں جلد بازی نہیں کرنا چاہئے بلکہ اطمینان سے تمام مسائل کو استقامت کے ذریعہ حل کرنے کی کوشش کرنا ہوگا۔سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (153) اے ایمان والو مدد مانگو صبر اور نماز سے۔حضرت مہدی موعودؑ نے ہر چیز خدا سے مانگنے کی تعلیم دی ہے۔اس طرح صبر اور نماز سے ہی اللہ کی مدد مانگو۔نماز فرض ہے۔اور نماز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے صبر کو بھی شامل کیا ہے۔اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انسانی زندگی میں صبر کی کتنی اہمیت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان بے صبرا واقع ہوا ہے۔لیکن ہم مسلمان ہیں، حضرت محمدؐ کی سیرت اور قرآن پاک ہمارے لئے ہدایت ہے۔

اس کی روشنی میں مسلمان کسی حال میں بھی بے صبرا نہ ہونا چاہئے۔ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے' ان سے محبت کرتا ہے جو صبر کرتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تمام مکی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ کس طرح آپؐ نے صبر سے کام لیا۔ آپ کے اصحاب بلالؓ 'صہیب رومیؓ ' خبابؓ پر کفاران قریش نے کیا کیا نہ ظلم وستم کیا' کتنی تکلیفیں ان اصحاب نے اٹھائیں۔ اس پر بھی وہ صبر پر قائم رہے۔ یہ ان کی استقامت تھی۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ الصبر ردائی یعنی اور صبر میری چادر ہے۔ چادر جسم کو چھپاتی ہے۔ اس طرح صبر بھی بہت کچھ چھپاتا ہے۔ جب صبر حضرت محمدؐ کی چادر ہے تو ہمیں بھی اس چادر کو استعمال کرنا چاہئے۔ صبر کے تعلق سے قرآن میں کئی ایک مقامات پر واضح اشارہ دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ایک آیت کا مفہوم ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ کون بندہ نہ چاہے گا کہ وہ اللہ کے ساتھ نہ رہے۔ اس طرح ایک جگہ ارشاد ہوا (ترجمہ) صبر کرو اور لوگوں کو صبر دلاؤ۔ اس آیت کی روشنی میں علماء اور قوم کے بزرگ لوگوں کا فریضہ ہوتا ہے کہ وہ نوجوان نسل کو صبر کی تلقین کرتے رہیں۔ کیونکہ قرآن میں ایک جگہ ارشاد ہوا (ترجمہ) جس شخص نے صبر نہ کیا اس کو چاہئے کہ وہ میرے سوا کوئی اور رب ڈھونڈ لے۔ صبر نہ کرنے پر کتنی بڑی وعید ہے۔ حضرت جعفر صادقؒ صبر کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں کہ شکایت کا ترک کرنا بھی صبر ہے۔ ابوالحسن خرقانیؒ فرماتے ہیں۔ اذیت پر صبر کرنا ولایت کی دلیل ہے۔

انسانی زندگی میں ہنسی خوشی' رنج وغم' نفع ونقصان' کھونا و پانا' آتا رہتا ہے۔ ایسے حالات میں صبر وشکر کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ صابر اور شاکر بندوں کو عزیز رکھتا ہے۔

خدانخواستہ کوئی مصیبت کی گھڑی آگئی' کوئی آفت آگئی' نقصان شدید ہوگیا' قریبی عزیز کی موت ہوگئی' زندگی کے شب وروز تنگدستی سے گزر رہے ہیں ایسے موقعوں پر صبر کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مشکلات کے وقت دو چیزوں سے مدد لینے کی ہدایت دی ہے وہ ہے نماز اور صبر۔ صبر کو نصف ایمان بھی کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بندوں کو پسند کرتا ہے جو صابر اور شاکر ہیں۔

صبر سے ایسی طاقت' قوت' صلاحیت پیدا ہوتی ہے کہ زندگی کے مقصد کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے صابر بن کر دیکھئے پھر زندگی کا لطف حاصل کیجئے۔ ہر کام صبر سے کریں۔ اس میں جلدی نہ کریں جلدی کا کام شیطان کا ہوتا ہے۔ صبر کے کئی ایک روپ ہیں۔ کوئی آپ کو ستایا' جھگڑا کیا' آپ اس موقوف میں ہیں کہ بدلہ لے سکتے ہیں آپ نے بدلہ نہیں لیا تو یہ بھی صبر ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کسی سے بدلہ نہ لینا بھی صبر ہے۔

حضرت محمدؐ کی مکی زندگی سراپا صبر تھی۔ راستہ میں کوڑا کرکٹ ڈالا گیا' پتھر سے مارا گیا' خورد ونوش کا سامان نہیں دیا گیا' آپ کی عبادت میں خلل ڈالا گیا' ہر موقعہ پر آپؐ نے صبر واستقامت کا مظاہرہ کیا۔ آپؐ کی مکی زندگی اس دور کے مسلمانوں کے لئے کافی ہدایت کا سامان رکھتی ہے۔ مسلمانوں پر کس قدر ظلم وستم ہو رہا ہے کہ سابق میں کبھی بھی اتنا نہیں ہوا۔ ان حالات میں مسلمان کثرت سے اللہ کی عبادت کریں اور صبر کا دامن تھامیں۔ صبر میں وہ طاقت ہے کہ ظلم کو شکست دے سکتا ہے۔ صبر فتح مندی کا زینہ بھی ہے۔ صبر مخالفت کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ صبر انسانیت کو بیداری دلا سکتا ہے۔ صبر آفت' آزمائش اور ایذاء کو روک سکتا ہے۔ صبر قلب کو اطمینان دلاتا ہے۔ صبر برتاؤ میں تبدیلی لا سکتا ہے۔ صبر جہالت کو زیر کر سکتا ہے۔ صبر حکمت کے دروازے کھولتا ہے۔ صبر بدلہ کی آگ اور دیوانگی کو دور کرتا ہے۔ صبر دانش بنا کر دماغ کو راحت پہنچاتا ہے۔ صبر زندگی کی روشنی کو مزید روشن کرتا ہے۔ غرض زندگی کے سفر میں صبر کو قریب رکھیں یہ نقصان میں فائدہ پہنچاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صابر اور شاکر بنا کر اس دنیا میں رکھ۔ آمین

جہنم

آج ماہ شعبان المعظم کی 7 تاریخ ہے ایک مختصر سا مضمون ''جہنم'' پر سماعت کیجئے۔

جنت اور جہنم دو لفظ ہیں۔ دونوں میں زمین و آسمان کے برابر فرق ہے۔ جنت ان کے لئے ہے جو نیک عمل کرتے ہیں۔ جہنم ان کے لئے ہے جو شرک کرتے ہیں۔ اور جو نافرمابردار ہیں۔ ان دونوں کو فنا نہیں ہے۔ جنت متقیوں کے لئے اور جہنم کافروں کے لئے ہے۔ جہنم سے قرآن پاک نے اس قدر ڈرایا ہے شاید ہی کوئی اور آسمانی کتاب نے ڈرایا ہے۔ قرآن قیامت کی ایسی تصویر قاری کے سامنے پیش کرتا ہے گویا وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ جہنم کی آگ دہکتی جوش مارتی ہوگی۔ جہنم بہت زیادہ وسیع' بہت زیادہ گہری اس کی بناوٹ بہت بڑی ہوگی۔ انسان نفسانی خواہشات' شہوت اور شرک کر کے جہنم رسید ہوتا ہے۔ جہنم کے مختلف درجات اور طبقات ہیں۔ جن کی گرمی کی شدت مختلف ہوگی۔ جس میں ہر داخل ہونے والے کا عذاب جداگانہ ہوگا۔ لیکن سب سے سخت عذاب منافقوں کو دیا جائے گا۔

جہنم کے نام سے ہی وحشت ہوتی ہے۔ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے بلکہ بہت ہی بُری قیام گاہ ہے۔ قرآن میں کئی ایک مقامات پر اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ جہنم کی آگ نہ زندہ چھوڑے گی نہ مرنے دے گی۔ اس میں جانے والے فاسق' شرک' تنگ آ کر موت طلب کریں گے لیکن انہیں موت نہیں آئے گی۔ چہروں کو سیاہ کر دے گی۔ جہنمیوں کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ جہنمیوں کے لئے آگ کا اوڑھنا اور آگ کا بچھونا ہوگا۔ احادیث مبارکہ میں جہنم کے عذاب سے تعلق سے آیا ہے کہ سب سے ہلکا حساب آگ کے دو جوتے پہننے کا ہوگا جس سے جہنمی کا دماغ کھولنے لگے گا۔ جہنم کے سانپ قد میں اونٹوں کے برابر ہوں گے۔ جہنم کے بچھو قد میں خچر کے برابر ہوں گے ان کے ڈسنے سے کافر چالیس سال تک اس کے زہر کی جلن محسوس کریں گے۔ جہنمیوں کو جہنم میں منہ کے بل چلایا جائے گا۔

اس جہنم کی آگ سے بچنے کا واحد راستہ اطاعت اللہ اور اطاعت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ حضرت بی بی عائشہؓ جہنم کی آگ کو یاد کر کے دنیا میں روتی تھیں۔ حضرت عمرؓ قرآن پاک کی تلاوت کے دوران آگ کے عذاب کی آیت پر پہنچتے تو بے ہوش ہو جاتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ایک مرتبہ گزر لوہار کی دوکان پر سے ہوا۔ آگ سے دہکتی ہوئی بھٹی کو دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کر کے رونے لگے۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ جہنم کو ایک ہزار سال تک دہکایا گیا تو وہ سرخ ہوئی۔ پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا تو وہ سفید ہوگئی۔ پھر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا تو اس کی آگ سیاہ ہوگی۔ چنانچہ جہنم اب سیاہ اندھیرا ہے۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا تمہاری یہ آگ جسے انسان جلاتا ہے جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں ایک حصہ ہے ہم اس ایک حصہ کی ایک چنگاری کو برداشت نہیں کر سکتے تو تمام حصہ کو کیا برداشت کریں گے۔ اس سے بچنے کا اس دنیا میں ہی سامان پیدا کریں۔ قرآن پاک میں نار (آگ) 121 آیتوں میں آیا ہے۔ اور 77 آیتوں میں جہنم کا بیان ہوا ہے۔ حضرت محمدؐ نے ایک مرتبہ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا میں تمہیں جہنم کی آگ سے متنبہ کر رہا ہوں' میں تمہیں جہنم سے ڈرا رہا ہوں' میں تمہیں نار جہنم سے ڈرا رہا ہوں۔ صحابہ کرام ان تنبیہات کو سن کر جہنم سے خود کو بچانے کے لئے دن میں روزہ رکھتے' راتیں عبادت و ریاضت میں گزارتے۔ ہر گھڑی اللہ کے حضور گڑگڑا کر دعا کرتے تھے کہ اے اللہ جہنم کی آگ ہم پر حرام کر دے۔ ہم کو اس آگ سے بچائے۔ تیرا فضل

وکرم ہم پر ہو۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو دیا جائے گا جس کی دونوں جوتیاں آگ کی ہوں گی جس کی وجہ سے ہانڈی کی طرح اس کا دماغ کھولے گا۔اہل جہنم کی خوراک سوائے خشک کانٹے کے کچھ نہ ہوگا۔وہ نہ انہیں موٹا کرے گا اور نہ ان کی بھوک ہی دور کرے گا۔زقوم کا درخت گناہ گاروں کا کھانا ہے۔وہ تانبے کی طرح پیٹوں میں کھولے گا۔شدید گرم پانی کے کھولنے کی طرح۔ حضرت محمدؐ نے زقوم کے تعلق سے فرمایا اگر زقوم کا ایک خطرہ دنیا میں ڈال دیا جائے تو دنیا والوں کی تمام غذا خراب ہو جائے گی۔ پیپ بھی جہنمیوں کی غذا ہوگی۔جہنم میں ان کا لباس آگ کے کپڑے ہوں گے۔جہنم کے عذاب کی کیفیت کو آپؐ اس طرح بیان کرتے ہیں۔کچھ جہنمی ایسے ہوں گے جن کو جہنم کی آگ ٹخنے تک پکڑے گی۔کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کو ان کے دونوں رانوں تک اور بعض ایسے بھی ہوں گے جن کو ان کی کمر تک اور بعض کو ان کے حلقوم تک آگ لپیٹی ہوئی ہوگی۔اس دنیا کی تھوڑی سی گرمی کو نہ برداشت کرتے ہوئے پنکھے' کولر' ایر کنڈیشن استعمال کر لیتے ہیں۔ہم کو چاہئے کہ اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچائے ان کی صحیح تعلیم وتربیت دے کر نیک مسلمان بنائیں۔

حضرت محمدؐ فرماتے ہیں جب جنتی' جنت میں' اور جہنمی' جہنم میں چلے جائیں گے تو ایک منادی کھڑا ہو کر اعلان کرے گا اے جنتیو تمہیں موت نہیں آئے گی اور اے جہنمیو اب تمہیں بھی موت نہیں آئے گی تم سب ہمیشہ یہیں رہو گے۔

جہنم کتنی خوفناک جگہ ہے خوفناک جگہ پر کوئی بھی جانا پسند نہیں کرتا۔لہٰذا ہمیشہ شرک سے بچیں' نافرمانبرداری نہ کریں۔اللہ کو ایک جانیں' اللہ ہی کی عبادت کریں جو بھی مانگیں اللہ سے ہی مانگیں' اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔اے اللہ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرما۔آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صالح مسلمان بنا اور جہنم کے عذاب سے بچائے رکھ۔آمین

حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ

آج ماہ شعبان المعظم کی 8 تاریخ ہے۔اور حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ کا عرس مبارک بھی ہے۔

دکن کی سرزمین پر جن بزرگوں نے مہدویت کی دستک دی اور فضاء کو ولایت کی مہک سے مہکایا اس صف اوّل میں حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ، حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ، حضرت شاہ نصرتؒ، حضرت شاہ ابراہیمؒ اور حضرت میاں عبدالشکورؒ نظر آتے ہیں۔ان بزرگوں نے خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر اپنے اخلاق وکردار سے عبادت وریاضت سے ہر دور میں متاثر کیا کیونکہ ان کی زبان کھلتی تو صرف کلمہ حق پر، کان اگر سنیں گے تو صرف سچی آواز، آنکھ دیکھتی تو صرف امر حق کو، دل اگر سوچتا تو صرف سچائیوں کے لئے، ہاتھ اور پیر اگر حرکت کرتے تو صرف سچائی کی راہ میں۔مہدوی دائروں کے نظام سے نہ صرف عام لوگوں بلکہ جاگیرداران، اُمراء بلکہ بادشاہ وقت بھی متاثر ہوئے اور تصدیق کی طرف راغب ہوئے۔جس کی بنا پر دکن میں مہدویت کی چار سو تبلیغ ہوئی۔لوگ جوق در جوق مہدویت کو قبول کر کے تصدیق سے مشرف ہوتے تھے۔آج بھی دکن کی ہر سمت مہدوی دائروں کے جو نشان نظر آتے ہیں وہ دراصل ہمارے بزرگانِ دین کی تبلیغِ دین کے بین ثبوت ہیں۔جہاں ہم نے بزرگانِ دین کی روش (تبلیغ دین) کو چھوڑا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پھیلاؤ ختم ہو گیا۔

حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ کا تعلق حضرت بندگی میاں شاہ نظام وحدت آشامؓ سے ہے۔آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ بن حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجیدؒ بن حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرزاقؒ بن حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ۔آپ کے آباء واجداد گجرات سے ہجرت فرماتے ہوئے مہاراشٹرا اور دیگر علاقوں سے دکن تشریف لاتے ہیں۔آپ کے جدِ اعلیٰ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ، حضرت مہدی موعودؑ کے چوتھے خلیفہ ہیں اور حضرت فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے ہیں۔جائیس کے حاکم تھے۔طلب دیدار خدا میں ریاست اپنے چھوٹے بھائی کے سپرد کر کے حج کے لئے روانہ ہوئے۔ہندوستان واپس آ کر چاپانیر میں قیام فرمایا۔یہیں پر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ یکمنار مسجد میں قیام فرمائے ہوئے تھے ملاقات کر کے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔خلیفۃ اللہؑ نے آپ کے تعلق سے فرمایا شمع ولایت، مرد ربانی، گنج رویت، دریائے وحدت آشام اور بے شمار فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔آپ کے دادا حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرزاقؒ اپنے والد کی صحبت میں رہکر شریعت اور طریقت سے آراستہ ہوئے۔اہل باطن اور اہل کمال میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔مقام کڑی گجرات کے اطراف میں آپ کے کشف وکرامت کے چرچے تھے مریدین اور عقیدتمند نہایت ادب واحترام سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے تھے۔وعظ ونصیحت سے انہیں خدا کا خوف دلاتے، عبادت کی طرف راغب کرتے تھے۔عربی اور فارسی زبان پر آپ کو کافی عبور حاصل تھا۔اس طرح آپ کے والد حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجیدؒ بھی صاحب حال بزرگوں میں سے تھے ہمیشہ ذکر وفکر میں رہتے تھے اور اہل تقویٰ میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ایک عرصہ کے بعد آپ کو فرزند ہوا تو نام عبدالشکور رکھا جو بعد میں شکور میاں کے نام سے تاریخ مہدویہ میں مشہور ومعروف ہیں۔

حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ بچپن ہی سے وہ ماحول میں پلے اور پروان چڑھے جہاں ذکر وفکر سے شب کو وداع کیا جاتا تھا۔زہد وتقویٰ کی بارش تھی عبادت وریاضت کی مہک تھی۔دائرہ میں صحبتی علمی روشنی کے دلکش نظارے چوطرف نظر آتے تھے۔دادا کے ساتھ ساتھ والد کی تربیت میں بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ فرماتے ہیں۔عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل کرتے ہیں۔18 سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ ہوجاتے ہیں۔بچپن ہی میں آپ کے اخلاق وکردار سے، تعلیم سے، دلچسپی کو دیکھتے ہوئے دائرہ کے لوگ آپ کے گرویدہ ہوجاتے ہیں۔بلا ضرورت نہ کسی سے بات کرتے اور نہ کہیں آتے جاتے تھے۔حضرت میاں عبدالکریم جو حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے پوترے ہوتے ہیں اور حضرت بندگی میاں عبداللطیف کے فرزند ہیں آپ کو گودی لیتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ مغلیہ دور میں بادشاہ، امراء اور سپہ سالار مہدویوں سے متاثر تھے اور مہدوی بزرگوں کا بڑا ادب واحترام کرتے تھے۔بادشاہ جہانگیر کے دور میں آپ گجرات سے ہجرت فرماتے ہوئے دکن تشریف لاتے ہیں۔اس وقت گولکنڈہ پر عبداللہ قطب شاہ کی حکومت تھی۔موضع چنچلم میں اپنا دائرہ قائم کرتے ہیں جو بعد میں چنچل گوڑہ سے مشہور ہوا۔ریاست گولکنڈہ میں آپ کے دائرہ کی کافی شہرت تھی۔روزانہ آپ کے عقیدتمندوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔عقیدتمندوں میں سادات، شیخ، پٹھان، مغل اور دیگر بہت سارے لوگ شامل تھے۔اہل تشیع بھی آپ سے عقیدت رکھتے تھے اور آپ کے علم ووعظ بیان سے بے حد متاثر ہوتے تھے۔پتھر کے اندر آگ چھپی ہوتی ہے اور ضرب لگانے یا توڑنے سے نکل آتی ہے۔اس طرح جو طالب آپ کے دائرہ میں آجاتا وہ طالب خدا بن جاتا تھا۔دائرہ کا تمام ماحول روحانی تھا۔دنیا وما فیہا کے جھمیلوں سے نکل کر جو آپ کے دائرہ میں آجاتا تو ایک طرح کا وہ اطمینان وسکون پاتا تھا اور روحانی خوشی اُسے محسوس ہوتی تھی۔دائرہ کا انتظام اتنا سخت تھا کہ بلاضرورت کوئی باہر نہیں نکل سکتا تھا۔تمام پردم اور قدم کی حفاظت لازمی تھی۔کئی ایک کرامات کا آپ کے دائرہ میں ظہور ہوا

لیکن کوئی اس طرف توجہ ہی نہیں کرتا تھا سب کے سب طلبِ دید میں محور ہتے تھے۔ایک دن اپ نے ایک مرید کو حکم دیا کہ وضو کے لئے پانی لائے ۔مرید پانی کے لئے باولی پر پہونچا دیکھا کہ باولی سوکھی ہے،تل میں بھی پانی نہیں ہے وہ واپس آ کر کیفیت حضرت کو پہونچا تا ہے۔حضرت میاں شکورؒ فرماتے ہیں دوبارہ جاکر دیکھو جب وہ آ کر دیکھتا ہے تو خدا کی قدرت سے پانی باولی کی سیڑھیوں تک آ جاتا ہے۔

دائروں کا نظام یہی تھا کہ طالبانِ خدا کے پیش نظر ہمیشہ خدا ہی رہے۔کیونکہ صاحبِ دائرہ کے پیش نظر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا یہ فرمان ہوتا تھا'' **هرچه خواهی از خدا خواه** ''یعنی جو بھی چاہو خدا سے چاہو۔حضرت میاں عبدالشکورؒ نے بھی اپنے معتقدین کو خدا سے ہی مانگنے کی تعلیم دی۔کہا جاتا ہے کہ حضرت میاں شکورؒ اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں پر کافی نظر رکھتے تھے۔اُنہیں صالح اور پاکیزہ زندگی گذارنے کی تعلیم و تربیت دیتے تھے حقوق اللہ اور حقوق العباد پر توجہ دلاتے رہتے تھے تاکہ عبادت سے لطف اندوز ہوسکیں۔آپ کے ایک مرید میاں حیدر نے عرض کیا کہ خوندکار مجھے اولاد نہیں ہے دعا فرمائیے۔آپ نے مرید کے سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا خدا کی رحمت سے مایوس مت ہو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ مخلص اور عبادت گزار بندوں کی خواہشوں آرزوؤں کو پورا کرتا ہے۔اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں بیٹا عطا کیا۔میاں حیدر نے اس خوشی کے موقعہ پر جو کا ملیدہ،گھی شکر اور کھوپرا شامل کرکے بنایا اور دائرہ میں لاکر تقسم کیا آج بھی عقیدتمند منت کی تکمیل پر ملیدہ بنا کر لاتے ہیں اور زائرین میں اور اپنے عزیز و اقارب میں تقسیم کرتے ہیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ جو زائرین اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر بندوں کے حقوق کو ادا کرتے ہیں اُن پر بزرگانِ دین کی توجہ ہوتی ہے اور وہ اللہ کی مدد و نصرت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔قوم میں یہ بات مشہور ہے کہ جو حدود شریعت میں رہ کر روضہ حضرت میاں عبدالشکور پر حاضری دیتے ہیں اور حضرت کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ہماری مشکلات دور ہو،ہمارے لئے رزق کشادہ ہو،ہمیں دین کی فہم عطا ہو اور تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی طاقت،قوت و صلاحیت عطا فرمائے تو یقیناً ہماری دعا قبول ہوگی۔کیونکہ جو بندگانِ خدا ہر سانس و قدم کی حفاظت کرتے ہیں جو ذکر و فکر میں ساری عمر گزارتے ہیں جن کا ہر لمحہ خدا کی یاد میں صرف ہوا ہو اللہ ایسے نیک بندوں کے دنیا سے گزر جانے کے باوجود ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا الحمدللہ آج بھی عقیدتمند آپ کے روضہ پر حاضری دیکر بفضل تعالیٰ اپنی منتوں و مرادوں کو پاتے ہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ بزرگان دین تبلیغ مہدویت کے لئے چار سو پھیل جاتے تھے۔وہ ایک جگہ کبھی بھی نہیں رہے ہیں۔حضرت میاں عبدالشکورؒ کا دائرہ چنچل گوڑہ میں تھا۔دکن میں سب سے پہلے آنے والے بزرگوں میں حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ ہیں۔آپ اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ یہاں تشریف لائے تھے۔حضرت کا 1042ھ میں وصال ہو جاتا ہے۔اس کے بعد چنچل گوڑہ میں حضرت میاں عبدالشکورؒ کا دائرہ رہتا ہے۔اسی دوران حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ دولت آباد سے ہجرت کرتے ہوئے اوسہ،ایلگندل،چیلا ساگر،مرکوک،ھلسگو رہتے ہوئے چنچل گوڑہ تشریف لاتے ہیں۔حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ کو حضرت کے چنچل گوڑہ میں آنے کی اطلاع ملتی ہے تو آپ یہاں سے ہجرت کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔جب حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا شکور بھائی سے کہو ان کی خمیر یہیں کی ہے بندہ چند دن رہکر چلا جائے گا۔حضرت شاہ نصرتؒ کے کہنے پر آپ چنچل گوڑہ میں ہی قیام کرتے ہیں 8/شعبان 1068ھ کو اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔دائرہ کے ایک حصہ ہی میں آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔

سورج اپنی روشنی کو بلڈنگ ،مٹی کے گھروں ،اینٹ کے بنے گھروں اور جھونپڑیوں پر منتشر کردیتا ہے اور جس طرح زمین اپنی فصلوں سے تمام انسانوں کو مستفید کرتی ہے اور اپنے سینے کو تمام انسانوں کے لئے وقف کررکھی ہے۔اس طرح بزرگان دین کے روضہ بھی عقیدتمندوں کو فیضیاب کرنے کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔چراغ میں تیل اور بتی ہوجلانے پر روشنی پیدا ہوتی ہے۔اسی طرح زائر اگر باعمل ہواور عقیدت رکھتا ہو تو فیض پاتا ہے۔

درخت کی آبیاری کیجئے تو وہ سرسبز وشاداب ہوتا ہے۔شیر خوار بچے کو دودھ پلائیں تو وہ توانا وتندرست ہوتا ہے،شریعت کی تعلیم اُستاد سے حاصل کرتے ہیں اور طریقت کی روحانی تربیت پیر طریقت کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔اسی طرح رہبرانِ قوم کا،اداروں کا کام ہے کہ نوجوان نسل کو بزرگانِ دین کی سیرت اور ان کی تعلیمات سے واقف کروائیں۔والدین اپنے بچوں کو بزرگانِ دین کے آستانہ پر لاکران کے ایمان اور عقیدہ میں پختگی پیدا کریں تا کہ نوجوان نسل میں مذہبی رنگ پیدا ہو۔

تکبر

آج ماہ شعبان المعظم کی 9 تاریخ ہے۔تکبر پر مضمون سماعت کیجئے۔

تکبر پڑھنے میں تو ایک چھوٹا سا تین حرفی لفظ ہے لیکن بندہ کے لئے بہت خطرناک ہے۔اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔سورہ نحل میں ارشاد ہوا ہے۔ اِنَّهُ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ (23)اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتے۔مقام غور ہے کیا کوئی بندہ اس بات کو پسند کرے گا کہ اللہ اس سے محبت نہ کرے۔ہرگز نہیں۔ایک عام آدمی بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ اس سے محبت نہ کرے۔بلکہ وہ ہمیشہ یہی چاہے گا کہ اللہ اس سے محبت کرے۔اللہ اُن سے محبت نہیں کرتا ہے جو تکبر کرتے ہیں۔لہٰذا تکبر سے ہمیشہ دور رہیں۔اس لئے حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہوسکتا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔

تکبر دیمک کی طرح نقصان پہنچاتا ہے۔تکبر کرنے والا ہمیشہ الجھنوں' ذہنی کشمکشوں میں گرفتار رہتا ہے۔اسے کبھی بھی سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا۔گو کہ وہ ظاہری طور پر اس پر اکڑتا ہے لیکن اندر ہی اندر وہ اپنے سے مایوس رہتا ہے۔ایک بندہ کے لئے ہر حال میں ضروری ہے کہ اس بُری بیماری سے دور ہی رہے۔اپنے کردار میں اس کا قلع قمع کرتے رہے۔اس سلسلے میں ایک حدیث کا مفہوم اس طرح ہے کہ اگر کسی بندہ پر قرض کا بوجھ نہ ہو' کسی کے ساتھ خیانت کرنے کا بوجھ نہ ہو اور تیسرا اس پر تکبر کا بوجھ نہ ہو تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔

تکبر سے فائدہ نہیں بلکہ نقصان ہی نقصان ہے۔تکبر اور غرور انسان کو دکھ ونقصان پہنچاتا ہے۔تکبر چاہے علم دین کا ہو یا دنیا کا' عبادت کا' نسب کا یا خاندان کا یہ تمام کے تمام نقصان پہنچانے والے ہیں۔اگر کوئی اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا یا افضل سمجھے تو یہ بھی تکبر ہے۔تکبر کی بیماری بہت زیادہ مہلک ہے دنیا میں بھی اسکو نہ رب ملتا ہے اور نہ ہی آخرت میں۔آخرت میں متکبر بندوں کو قیامت کے دن چیونٹی جیسا جسم عطا کیا جائے گا۔شکل انسانوں والی جسم چیونٹی جیسا چھوٹا سا۔میدان محشر میں یہ چلیں گے تو مخلوق انکو پاؤں کے نیچے مسل کے چلے گی۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تم دنیا میں گردن اٹھا کے چلتے تھے۔سر اٹھا کر چلتے تھے۔اپنے آپ کو کچھ سمجھتے تھے۔دیکھو میں اپنے مخلوق کے پاؤں میں تمہیں مسل کر دکھا رہا ہوں۔

اُم لمومنین بی بی عائشہ رضی اللہ عنہ

آج ماہ شعبان المعظم کی 10 تاریخ ہے۔اور یہ ام المومنین بی بی عائشہؓ کی وصال کی تاریخ بھی ہے۔

حضرت عائشہؓ رسول مقبول ﷺ کی محبوب بیوی تھیں۔آپ کا لقب صدیقہ اور ام المومنین خطاب تھا۔آپ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں۔آپ کا نکاح آنحضرت ﷺ سے 10 / نبوی مطابق 620ء میں ہوا۔اس وقت آپ کی عمر شریف 6 سال کی تھی۔ہجرت کے تقریباً ایک سال بعد 9 سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔جس طرح مردوں میں حضرت علیؓ نے بچپن ہی سے تربیت نبوت میں آگئے تھے اس طرح عورتوں میں بی بی عائشہ لڑکپن ہی سے تربیت نبوی میں آگئی تھیں۔آپ بڑی عبادت گذار اور تہجد کی بہت پابند تھی۔رمضان میں تراویح کا خاص اہتمام کرتیں۔اکثر روزے رکھا کرتیں۔ہر سال حج ادا کیا کرتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ کی تعلیم وتربیت کا اعلیٰ زمانہ رخصتی کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔آپ نے اس زمانہ میں پڑھنا سیکھا اور یہی نہیں بلکہ آنحضرت کی تعلیم وارشاد کی مجلس روزانہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھیں جو حجرہ عائشہؓ سے بالکل ملحق تھی۔اس بناء پر حضور گھر سے باہر بھی صحابہ اکرام کو جو درس دیتے تھے وہ اس میں شریک رہتی تھیں۔اگر کوئی بات دوری کے باعث سمجھ میں نہ آتی تو آنحضرت ﷺ جب گھر میں تشریف لاتے تو دوبارہ پوچھ کر تشفی کر لیتیں اور حضور اکرم عورتوں کی درخواست پر ہر ہفتہ میں ایک دن ان کی تعلیم وتلقین کے لئے وقف کئے تھے۔اس درس میں بھی حضرت عائشہؓ پابندی سے شریک ہوتی تھیں۔

آنحضرت ﷺ حضرت عائشہؓ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور ان پر آپ کی ہمیشہ نگاہ خاص رہا کرتی تھی۔ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ کو عورتوں میں سب سے زیادہ کون پسند ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ اور جب پوچھا گیا کہ مردوں میں تو فرمایا ''عائشہ کا باپ''، یعنی ابوبکرؓ۔حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مردوں میں تو بہت لوگ تکمیل کے درجے کو پہونچے مگر عورتوں میں صرف مریمؑ اور آسیہؑ ہی نے یہ مرتبہ حاصل کیا اور عائشہؓ کو تو سب عورتوں پر ایسی فضیلت ہے جیسے ثرید (ایک عربی کھانے کا نام ہے جو گوشت روٹی کا مرکب ہوتا ہے) کو سب کھانوں پر۔اور ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ جبرئیل ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا کہ ان پر بھی اللہ تعالیٰ کا سلام اور رحمت ہو۔

حضرت عائشہؓ بڑی دلیر اور شجاع تھیں۔راتوں کو تنہا قبرستان میں جانے سے خوف نہ کرتیں۔میدان جنگ میں آکر کھڑی ہوجاتی تھیں۔غزوۂ اُحد 3 ہجری میں جب مسلمانوں میں حیرانی اور پریشانی برپا تھی اپنی پیٹھ پر مشک لا دلا دکر زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔

غزوہ معطلق 5 ہجری میں حضرت عائشہؓ رسول مقبول ﷺ کے ساتھ تھیں۔واپسی میں حضرت صدیقہؓ کا ایک ہار راستے میں گر گیا۔نبی اکرم ﷺ نے چند صحابہ کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا۔سارا قافلہ اتر پڑا نماز کا وقت آگیا اور پانی کہیں میسر نہ آیا۔تمام صحابہ پریشان تھے۔اس وقت تیمّم کی آیت نازل ہوئی۔اس اجازت سے تمام صحابہ کرام خوش ہوئے اور ایک صحابی نے حضرت عائشہؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا کرے۔آپ کا جب کوئی کام مشکل میں پڑ گیا تو خدا تعالیٰ نے خود اس کو آسان کر دیا اور مسلمانوں کے لئے اس میں

برکت ہوئی۔

حضرت عائشہؓ نہایت سنجیدہ فیاض، عبادت گذار اور رحم دل خاتون تھیں۔ ازدواجی زندگی فقر و فاقہ میں بسر کی لیکن کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائیں۔ آپ کو بیش بہا لباس گراں قیمتی زیور، عالیشان عمارت اس میں سے کوئی چیز شوہر کے ہاں ان کو حاصل نہیں ہوئی لیکن آج کی عورتوں کو دیکھئے سب کچھ ہونے کے باوجود ہر وقت شکایت رہتی ہے۔ ہر وقت اپنے سے اوپر زائد مالداروں عورتوں پر نظر رکھتی ہے۔ ان کے پاس جو چیزیں ہوتی ہیں ویسی ہی حاصل کرنے کی کوشش میں رہتی ہیں لیکن اپنے سے نیچے یعنی غریب عورتوں پر نظر نہیں رکھتی وہ کیسے زندگی گذار رہی ہیں۔ حضرت عائشہ کے ساتھ شدت محبت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ آنحضرت نے اپنے آخری وقت میں جب علیل تھے بیبیوں کی باری کے حساب سے بی بی عائشہؓ کے حجرے سے دوسرے حجرے میں منتقل ہونا چاہتے تھے بیبیوں نے اپنی باری معاف کر دی تا کہ آپ بی بی عائشہؓ کے حجرے میں رہ سکیں اسی لئے آپؐ اپنی زندگی کے آخری دن حضرت عائشہؓ کے حجرے میں بسر کئے اور یہ بڑی فضیلت ہے کہ آپ کے حجرے کو رہبر اسلام کا مدفن بننا نصیب ہوا۔

آنحضرت کی وفات مبارک کے وقت بی بی عائشہؓ کی عمر 18 سال کی تھی۔ چونکہ ازواج مطہرات کے لئے خدا نے دوسرا نکاح ممنوع قرار دیا تھا اس لئے آپ ﷺ کے بعد حضرت عائشہ نے 48 سال بیوگی میں بسر کئے۔ حضرت عائشہؓ شعبان 58 ہجری میں بیمار پڑیں اور شعبان کی 10 تاریخ کو نماز وتر کے بعد وفات پائی۔ جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ لوگوں کا بیان ہے کہ رات کے وقت اتنا مجمع کبھی نہیں دیکھا گیا۔

حضرت عائشہؓ نے خلافت راشدہ کے چاروں دور دیکھے تھے۔ آپ چونکہ نہایت مدبر اور دانشمند تھیں اس لئے پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات کو سلجھانے میں آپ کی رائے لے جاتی تھیں۔ آپ خیرات میں تھوڑے بہت کا لحاظ نہ کرتیں جو موجود ہوتا سائل کی نذر کر دیتیں۔ ایک دفعہ ستر ہزار درہم راہ خدا میں تقسیم فرما دیئے۔ اور جس وقت یہ تقسیم جاری تھی پیوند لگا ہوا کرتا زیب تن تھا۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن زبیرؓ نے آپ کی خدمت میں ایک لاکھ درم بھیجے تو آپ نے سب اسی روز خیرات کر دیئے، اپنے لئے کچھ نہ اٹھا رکھا ان کا اس دن روزہ تھا، حضرت اُم درہؓ کہتی ہیں تمہارے لئے اس میں سے ایک درہم کا گوشت خرید لیتیں جس سے روزہ افطار کر لیتیں۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا اگر تو مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا بھی کر لیتی۔ اور ایک دفعہ قسم کے کفارہ میں 40 غلام آزاد کرا دیئے۔

بعد وصال رسول مقبول ﷺ آپ کی ساری زندگی صرف قرآن وحدیث کی تعلیم میں بسر ہوئی۔ علمی حیثیت سے حضرت عائشہؓ کو نہ صرف تمام عورتوں پر اور نہ صرف امہات المومنین پر بلکہ اثنائے چند تمام صحابہ پر فوقیت حاصل ہے۔ دو ہزار دو سو حدیثیں آپ سے مروی ہیں ان میں سب سے زیادہ ایسی حدیثیں ہیں جو انسانی زندگی کے ضروری مسائل، معاشرت اور زن و شوہر کے معاملات کے متعلق ہیں۔ بعض محدثین یہ بھی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ اگر اتنے سال زندہ نہ رہتیں تو حدیث شریف کا نصف حصہ برباد ہو جاتا۔ غرض آج بھی حضرت عائشہؓ کی پاکیزہ سیرت ہمارے سامنے ہے جن سے ہم اپنی زندگیوں کی تشکیل میں استفادہ کر سکتے ہیں۔

ذکر اللہ

آج ماہ شعبان المعظم کی 11 تاریخ ہے۔ ذکر اللہ پر مضمون سماعت کیجئے۔

انسانی کی تخلیق کا مقصد یہی ہے کہ وہ خدا سے قریب رہے۔ ہر لمحہ وہ خدا سے قریب ہونے کی کوشش کرے۔ اس سے دوری اختیار نہ

کرے۔ جو عمل بندہ کو خدا سے قریب کرتا ہے وہ اللہ کا ذکر ہے۔ اللہ کا ذکر دراصل قلب کی غذا ہے۔ اسی لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے قرآن کی روشنی میں اللہ کے ذکر کو فرض فرمایا ہے۔ انسانی جسم میں کئی اعضاء ہیں لیکن دل ایک ایسا عضو ہے جس کے ذریعہ سے وہ خدا سے اپنا تعلق قائم کرتا ہے۔ عبادت جو ہوتی ہے وہ دل سے ہوتی ہے، زبان سے نہیں اور دلوں کا چین اللہ کے ذکر میں ہے۔ راحت، اطمینان، سکون پانے کے لئے اور وحشت سے دور رہنے کے لئے اللہ کا ذکر ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ کا ذکر قلبی سکون کا باعث ہوتا ہے۔ اسی لئے حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ذکر اللہ کے بغیر بہت باتیں نہ کیا کرو کیونکہ بغیر ذکر اللہ کے بیسار گوئی دل کی سختی کا باعث ہوتی ہے اور یاد رکھو لوگو 'خدا سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جو دل کا سخت ہو'

اس بات سے ہم بخوبی واقف ہیں کہ ذکر سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے ورنہ وہ سخت ہو جاتا ہے، دل اگر سخت ہو جائے تو انسان میں انسانیت نہیں رہتی وہ درندہ بن جاتا ہے۔ بعض وقت دل کی سختی عبادت سے ہی نہیں بلکہ خدا سے بھی دور کرتی ہے یعنی وہ غافل ہو جاتا ہے اور غفلت حرام ہے۔ اللہ کے رسول نے بسیار گوئی یعنی بہت بولنے سے، بغیر سوچے سمجھے بولنے سے، آڑی تیڑھی گفتگو سے منع فرمایا ہے کیونکہ بہت بولنے والا اپنی ہی بات میں مگن رہتا ہے اور اس دھن میں رہتا ہے آگے کیا بولوں، اس طرح وہ ذکر اللہ سے غافل ہو کر خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ دراصل حیات ہی میں اس کی موت ہو جاتی ہے

حضرت محمد ﷺ ارشاد فرماتے ہیں سب اعضاء زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا خیال کر کے خدا سے ڈر۔ اس ارشاد کا مطلب یہی ہے کہ زبان کی حفاظت کی جائے اور ذکر اللہ سے ہی زبان کی حفاظت ہوتی ہے۔ عقلمند وہی ہے جو اپنے زبان کو زیادہ چلنے سے روکے۔ کیونکہ زبان کی لغزش جسم کے تمام اعضاء کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ سب سے بڑھ کر دل کا سخت ہو جانا ہی بہت بڑا عذاب ہے یعنی فرعونیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ ہر ایک مصدق کو اس سے محفوظ رکھے۔ واقعات شاہد ہیں کہ حد سے زیادہ گفتگو فتنہ وفساد پھیلاتی ہے، لڑائی جھگڑے کا باعث بنتی ہے اور غیر ضروری طور پر لوگ اس میں پھنس بھی جاتے ہیں۔ گفتگو میں نرمی اور اعتدال ہونا چاہیئے اور یہ راحت کا سامان مہیا کرتی ہے۔ ضمیر کو زندہ رکھتی ہے، اس کو مجروح نہیں کرتی۔ بندہ کو خدا کے ذکر سے جو سب سے بڑا فائدہ ہوتا ہے وہ باطن کا کھل جانا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں خدا کی یاد میں لگے رہو تا کہ باطن کھل جائے۔ باطن کھل جاتا ہے تو انوار الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔

اللہ تعالٰی نے زبان عطا کی، ذکر اللہ کے لئے، نیک باتوں کے لئے نہ کہ اس زبان کا بے راہ روی سے استعمال کریں۔ جو زیادہ زبان چلاتا ہے لوگ اس سے بیزارگی کا اظہار کرتے ہیں کوئی بھی اس کی بات انہماک سے نہیں سنتا بلکہ اس سے کترانے کی سوچتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے آدمیوں کی معاشرہ میں وقعت نہیں رہتی اور ان کا ادب احترام نہیں کیا جاتا ہے بلکہ اس کا مقام گر جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبی میں سے ہے اُس کا اُس چیز کو چھوڑ دینا جو بے فائدہ ہو لہذا بے فائدہ گفتگو سے بھی پرہیز کرنا چاہیئے۔ دینی ہو کہ دنیوی آفات کا شکار آدمی زیادہ بولنے اور کثرت گفتار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے۔ یاد رہے خاموشی اختیار کرنے والا نجات پاتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے کم گو افراد کی صحبت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اُسے دنیا کی طرف سے بے رغبتی و بے رخی اور کم گوئی نصیب ہے تو اس کا قرب اختیار کرو کیونکہ اسے حکمت کا القاء ہوتا ہے۔

قابلِ مبارک ہیں وہ افراد جو ذکر وفکر میں مشغول رہتے ہیں۔اپنے دم وقدم کی حفاظت کرتے ہیں۔اُن باتوں پر عمل پیرا نہیں ہوتے جس سے دل سخت ہوجاتے ہیں بلکہ اس عمل کو عزیز رکھتے ہیں جس سے خوشنودی رب العالمین حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے دائروں میں خدا سے دور رہنے کی نہیں بلکہ خدا سے قریب رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ دائرے دراصل خدا کی دید کو پانے کے ذرائع ہیں۔ دم،قدم،قلب وذہن کی جہاں حفاظت ہوتی ہے اُس مقام کا نام دائرہ ہے جہاں طالبان خدا رہتے ہیں،ان کا وجود زمانے والوں کے لئے نعمت ہے۔

الباسط والخافظہ اور سورہ الملک

آج ماہ شعبان المعظم کی 12 تاریخ ہے۔اسمائے الٰہی میں سے دو اسم الباسط والخافظہ کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک نام ''الباسط'' ہے اس کے معنی ہیں کشادگی کرنے والا' فراخی دینے والا۔اللہ ہی کی ذات ہے جو بندوں کو پریشانیوں سے مصیبتوں سے نکال کر راحت پہنچاتا ہے۔علم وفضل سے نوازتا ہے۔فراخ دلی سے رزق عطا کرتا ہے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔بے شک اللہ تعالیٰ چیزوں کو تنگ کرنے والا اور کھولنے والا اور رزق عطا کرنے والا ہے۔

اللہ کی راہ میں جو مال خرچ کرتے ہیں انہیں بڑھا چڑھا کر مال عطا کرتا ہے وہ اپنے نیک بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔اور دل کو سکون عطا کرتا ہے۔صفت باسط کی ہر ایک کو ضرورت ہوتی ہے اللہ ہی ہے جو بندوں کو بے مانگے بھی عطا کرتا ہے۔اپنی رحمتوں اور برکتوں سے نوازتا ہے حیات دنیا میں تنگدستی آتی ہے ایسے وقت میں صابر وشاکر بن کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کشادگی اور فراخی کی دعائیں کریں۔اطاعت الٰہی و اطاعت حضرت محمد رسول اللہؐ انجام دے کر مومن بننے کی کوشش کریں۔مومنوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔

الخافظ :اسمائے الٰہی میں ''الخافظ'' ایک نام ہے اس کے معنی گرانے والا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے دین کے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کرتا ہے۔انہیں نیچا دکھاتا ہے۔اور بے نصیب کردیتا ہے۔دشمنوں کو اپنی رحمت اور قرب سے دور کردیتا ہے۔اللہ کے آگے کوئی کھڑا نہیں ہوسکتا۔اللہ جس کو گرادے اس کو کوئی اٹھانے والا نہیں۔تاریخ شاہد ہے کہ جو بھی بندگی سے نکل کر خدا بننے کی کوشش کی وہ ذلیل وخوار ہوا۔دردناک موت اس کے نصیب میں تھی۔فرعون' نمرود' شداد اور ابوجہل کا حال کیا ہوا ہر ایک واقف ہیں۔اللہ تعالیٰ ظالموں کو سرکشوں کو متکبروں کو وہ کتنے ہی شان ومرتبے والا ہو نظروں سے گرادیتا ہے ۔انہیں دنیا و آخرت میں ذلت نصیب کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عزت کے طلب گار رہیں۔ہمیں ذلت ورسوائی سے بچانے کی اور ہدایت نصیب کرنے کی دعا کریں۔

سورہ الملک : یہ قرآن پاک کا 67 واں سورہ ہے جو 29 ویں پارے میں ہے۔اس میں 30 آیتیں ہیں۔قرآن پاک کی ہر آیت اپنے دامن میں فضیلت وبرکت لئے ہوئے اور پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے۔ ہر آیت اللہ کا ڈر خوف اور عبادت کا ذوق وشوق پیدا کرتی ہے۔

سورہ الملک کے تعلق سے حضور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔قرآن پاک میں ایک سورت ہے جس میں 30 آیات ہیں یہ

آدمی کی سفارش کرے گی اس کو بخش دیا جائے گا۔ اللہ کے کلام میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ وہ قاری کے درجات کو بلند کرتی ہے اور جو اس کی آیات پر عمل پیرا ہوتا ہے اس کو ولایت کے فیض سے سیراب کرتی ہے۔ قرآن پاک کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ درجہ ملتا ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں کو قیامت میں سفارش کرے۔ یہ فیوض و برکات ہیں قرآن پاک کے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں قرآن پاک میں ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کی طرف سے لڑے گی حتی کہ اسے جنت میں داخل کروائے گی۔ اس سورت کے تعلق سے محدثین سورہ الملک کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سونے سے قبل ہر شب میں سورہ الملک پڑھا کرتے تھے۔ اس سورت کے تعلق سے کہا جاتا ہے کہ یہ عذاب قبر سے روکنے والی ہے۔ یعنی اس سورہ کی تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ اس سورہ کو یاد کرلیں۔ روزانہ سونے سے قبل اس کی تلاوت کریں۔ جب بھی ہم اپنے والدین، رشتہ داروں کی قبروں کی زیارت کے لئے جائیں تو اس سورہ کی تلاوت ضرور کریں۔

حضرت مہدی موعودؑ نے قرآن پاک کو عشق نامہ ارشاد فرمایا ہے۔ اس کی تلاوت صبح و شام کرنے کا معمول بنالیں۔ اس سے گھر میں خیر و برکت پیدا ہوتی ہے اور بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

محبت

آج ماہ شعبان المعظم کی 13 تاریخ ہے۔ مضمون بعنوان ''محبت'' سماعت کیجئے۔

زندگی کی روشنی، زندگی کا چراغ، زندگی کی بندگی محبت میں ہے۔ محبت ہو تو اللہ تعالیٰ سے ہو، محمد رسول اللہؐ سے ہو۔ مہدی موعودؑ سے، قرآن سے، فرائض نبوت و ولایت سے ہو، محبت ہو تو والدین سے ہو، اہل و عیال سے ہو، محبت ہو تو عبادت و ریاضت سے ہو، سچائی سے ہو، محبت کے بغیر زندگی نامکمل ہے۔ محبت کی عبادت انسان کو اشرف المخلوقات بناتی ہے۔ ہمیں خدا سے محبت ہے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی لازم ہے۔ جب ہم شریعت پر عمل پیرا ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا دوست بنائے گا۔

دین اسلام میں ایمان و عقیدہ کی پختگی کے لئے محبت ضروری ہے۔ اور یہ محبت، محبت کے ساتھ ہو تو زندگی کی کامیابی ہے۔ لیکن دور حاضر میں اس طرح کا جذبہ محبت اور محنت بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ ہم خدا کے بندہ ہیں اور خدا سے محبت کرنا ضروری ہے۔ خدا بھی ان بندوں سے محبت کرتا ہے جو اس کو اپنی جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔ جن بندوں کو اللہ چاہتا ہے ان کا ذکر قرآن میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے محبت کرتا ہے جس طرح سورہ آل عمران یں ارشاد ہوا۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ (68) اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ سورہ توبہ میں تقویٰ والوں سے محبت کرنے کا ذکر آیا ہے۔ جس طرح سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (4) یعنی بلاشبہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی محبت کرتا ہے جو رسول اللہ کی پیروی کرتے ہیں۔ سورہ آل عمران میں ارشاد ہوا قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (31) کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری

پیروی کرو۔اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ان سے بھی محبت کرتا ہے جواس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔سورہ صف میں ارشاد ہوا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ (4)۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے بھی محبت کرتا ہے جس کا ظاہر و باطن پاک صاف رہتا ہے۔سورہ توبہ میں آیا ہے۔وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُطَّھِّرِیْنَ (108)اوراللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔جوانصاف کرتے ہیں اللہ ان سے بھی محبت کرتا ہے۔سورہ الممتحنہ میں ارشادہوا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (8)۔اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔صبر جونصف ایمان ہے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے بھی محبت کرتا ہے۔اللہ پر جوتوکل کرتے ہیں اللہ ان سے بھی محبت کرتا ہے۔سورہ آل عمران یں ارشادہوااِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ (159)۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔اس طرح نیکی کرنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔سورہ بقرہ میں ارشادہوا۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ (195)۔بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔جہاں اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں وہیں توبہ کرنے والوں سے بھی اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔سورہ بقرہ میں ارشادہوااِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ (222)بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

ان احکام خداوندی سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان سے جوایمان والے' تقویٰ والے' سنت رسول پر چلنے والے' اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے' ظاہر و باطن کو پاک صاف رکھنے والے' انصاف کرنے والے' اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والے' صبر کرنے والے' نیکی کرنے والے اور توبہ کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اسی راہ پر چلائے تا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرسکیں۔

حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں محبت میری زندگی ہے۔یہ بھی آپؐ نے ارشادفرمایا ہے آدمی اس کے ساتھ رہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ہم اگر اللہ سے محبت رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ ہیں۔رسول اللہؐ سے محبت رکھتے ہیں' حضرت محمدؐ کے ساتھ ہیں۔اس دنیا سے ہرگز محبت نہ رکھیں یہ گناہوں کی جڑ ہے۔ضرورت کے لحاظ سے دنیا سے تعلق رکھیں۔حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے۔ان کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جس سے محبتِ خدا ورسولؐ ملتی ہے۔جیسے عزلت از خلق' صحبت صادقین' توکل' ذکراللہ وغیرہ ہیں۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔سلام کرنے سے محبت بڑھتی ہے۔لہٰذا اسلام کواپنی زندگی کا جز بنالیں۔محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے۔دل میں اگر نفرت پیدا ہوئی ہے تو اس کو محبت سے ختم کریں کیونکہ نفرت' نفرت سے نہیں محبت سے ختم ہوتی ہے۔حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔تین چیزیں محبت بڑھانے کا ذریعہ ہیں سلام کرنا' دوسروں کے لئے مجلس میں جگہ دینا اور مخاطب کو بہترین نام سے پکارنا۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں اللہ سے محبت کرنے والوں کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب تم کمزوروں کو کچھ دے نہیں سکتے تو ان کے ساتھ محبت اور مہربانی سے پیش آو۔

ہم نے محبت کے ذرائع حاصل کرنے کے طریقوں سے واقف ہوئے۔ہمیں محبت آخرت کے ساتھ ہونی چاہئے نہ کہ دنیا کے ساتھ۔دنیا کی محبت آخرت سے غافل کردیتی ہے۔حضرت بایزید بسطامیؒ نے بڑی عارفانہ بات کہی آپؒ فرماتے ہیں۔اللہ کی محبت یہ ہے کہ دنیا وآخرت ہر دو کو دوست نہ رکھے۔ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے معرفت الٰہی ان کو حاصل نہیں ہوتی جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر دنیا کی محبت ہوتی ہے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے اس لئے ترک دنیا کو فرض فرمایا ہے۔والدین کے چہروں پر محبت سے نظر کرنا بھی خدا کی خوشنودی کا موجب ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ محبت دے جو ہمیشہ خدا کو یاد کرسکیں۔آمین

شب براءت

آج ماہ شعبان کی 14 تاریخ ہے۔

شعبان کی 15 ویں شب مبارک و مسعود رات ہے، اس رات کی بزرگی وعظمت اور سعادت دیکھیئے کہ اس رات کو نماز مغرب کے بعد خدا تعالیٰ کا نزول سماء الدنیا کی طرف ہوتا ہے۔ خداوند کریم کے سامنے تمام بندوں کے اعمال نامے پیش کئے جاتے ہیں۔ پورے سال کے مرنے اور پیدا ہونے والوں کی مکمل فہرستیں اس مبارک و مسعود رات میں تیار کی جاتی ہیں۔ نیز کھانے پینے اوڑھنے پہننے وغیرہ کی تمام اشیاء کا سال بھر تک کا حساب و کتاب اسی مبارک رات میں ہوتا ہے۔ مغرب سے فجر تک فرشتے آسمان سے زمین پر آتے رہتے ہیں اور اللہ پاک کی طرف سے اس طرح بندوں سے خطاب کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ فرمارہا ہے میرے بندوں میں سے ہے کوئی معافی مانگنے والا بندہ کہ میں اس کے گناہ بخش دوں۔ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا بندہ کہ میں اس کو رزق عطا کروں اور ہے کوئی مصیبت زدہ بندہ کہ میں اس کو صحت و عافیت مرحمت کروں، اللہ پاک صبح صادق تک اپنے بندوں کو اس طرح خطاب کرتے رہتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شعبان کی پندرہویں رات کو جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور فرمایا حضور اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اُٹھائیے۔ حضور نے پوچھا یہ کیسی رات ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے تین سو دروازے کھولتا ہے۔ اسی رات اللہ تعالیٰ عام طور پر گنہگاروں کی مغفرت فرماتا ہے، مگر وہ لوگ جو حرام کی روزی سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں، لوگوں پر ظلم کرتے ہیں یا جن کے دل خدائی توحید سے خالی ہیں اور خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں اس قسم کے لوگوں کی بخشش نہیں کی جاتی اور اس رات میں تقریباً تمام مومن مرد اور مومن عورتوں کی مغفرت کا اعلان کردیا جاتا ہے مگر کینہ پرور، ماں باپ کا نافرمان، شراب نوشی کا عادی، سود خور، زناکار، اسی شب میں بھی خدا کی بخشش سے محروم رہتے ہیں۔ شعبان کے مہینہ کی سب سے بڑی خصوصیت تو یہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ اس مہینہ میں بکثرت روزے رکھتے تھے اور شعبان کو رمضان سے ملادیا کرتے تھے ۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ اس مہینے کی بزرگی سے ناواقف ہیں، یہ مہینہ رجب اور رمضان کے درمیان میں ہے، اس مہینہ میں لوگوں کی موت اور رزق لکھا جاتا ہے، اسی ماہ میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اس طرح پندرہویں شب میں حضور کا امت کے لئے استغفار کرنا اور جنت البقیع میں تشریف لے جانا، حضرت عائشہ کا تلاش کرنا اور حضور ﷺ کا ارشاد فرمانا کہ مجھ سے جبرئیلؑ نے کہا کہ آج کی رات سونے کی نہیں ہے اس شب میں اللہ تعالیٰ سماء دنیا پر تشریف لاتا ہے اور تمام گنہگاروں کو بخش دیا جاتا ہے، آج کی رات اللہ تعالیٰ قبیلہ بنی کلب کی بھیڑ بکیریوں کے بالوں کی تعداد کے موافق لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے، حضرت رسول مقبول ﷺ اسی شب میں یہ دعا فرمائے تھے۔

''یعنی اے خدا مجھے تیرے سوا کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے میں جس طرح دوسروں کے مقابلہ میں تیری پناہ تلاش کرتا ہوں، اسی طرح تیری ناراضگی اور تیرے عذاب کے مقابلہ میں بھی تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، الٰہی میں تیری ہی مہربانی اور تیری ہی معافی کے دامنوں میں چھپنا چاہتا ہوں، تیری ذات بہت بلند اور بالاتر ہے تیری شان اور تیری تعریف کا میں حق ادا نہیں کرسکتا، تو اپنی تعریف خود ہی کرسکتا ہے''

شبِ برأت میں اپنے پروردگار کے سامنے سربسجود ہو کر اپنے غلطیوں، خطاؤں کی بخشش کروالیں۔ غلطیاں کون نہیں کرتا، انسان میں اچھائی اور برائی دونوں قوتیں موجود ہیں جس کے نتیجہ میں غلط اور صحیح دونوں قسم کے کام آدمی کرتا ہے جو کام شریعت کے بتلائے ہوئے راستہ کے

خلاف ہے،ہم اس کو گناہ کہتے ہیں اور گناہ بری چیز ہے اس سے بچنا چاہیئے ۔لیکن اگر گناہ سرزد ہو جائے تو اسے دھونے اور مٹانے کی کیا شکل ہے ۔اس کے لئے سب سے پہلے گناہ کا احساس ضروری ہے اگر گناہ کا احساس ہی مٹ جائے اور آدمی اپنے ہر کام کو صحیح سمجھنے لگے تو اسے شرم محسوس ہونے لگتی ہے۔ گناہ گار انسان چاہتا ہے کہ اپنے گناہ کو کسی طرح مٹادے، گناہ کو مٹانے کی ترکیب یہی ہوتی ہے کہ انسان خدا سے معافی چاہے اور دوبارہ اس گناہ کو نہ کرنے کا ارادہ کرے، اسی کا نام توبہ ہے۔ جب اس طور پر گنہگار اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو خدائے تعالیٰ اس کے چھوٹے بڑے گناہ معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا گناہ سے توبہ کرنے کے بعد انسان ایسا ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ گناہ کیا ہی نہیں۔

لیکن حضورﷺ نے توبہ کرنے والوں کے متعلق جو بشارت دی ہے وہ آسانی سے نہیں مل جاتی۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ ''اے اللہ میں تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں'' کہہ لینے سے گناہ دھل جاتے ہیں، یہ غلط ہے صرف زبان سے کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ جب تک دل زبان کا ساتھ نہ دے توبہ، توبہ نہیں ہوتی اور دل اسی وقت ساتھ دیا کرتا ہے جب گناہوں پر شرمندگی ہو۔

مگر یہ ظاہر ہے کہ توبہ میں دل نے ساتھ دیا ہے یا نہیں اور توبہ دل سے کی گئی ہے یا زبان سے اس کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ اس کا اندازہ ایک چیز سے آسانی کے ساتھ لگ جاتا ہے اور وہ چیز ہے آئندہ کا عمل۔ اگر گنہگار توبہ کے بعد گناہ سے رک جائے اور اُسے دہراتا نہ رہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گنہگار نے واقعی دل سے توبہ کی تھی۔ اس توبہ میں دل نے اس کا ساتھ دیا تھا اور اس چیز سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ گنہگار کی توبہ خدا نے قبول کر لی ہے۔

قرآن مجید میں ہے جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کرے اور اپنے اعمال نیک رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ دل سے توبہ کرنے کے بعد ڈھیر سا گناہ بھی معاف ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے زمین و آسمان کے برابر بھی گناہ کر کے میرے پاس آئیں اور مغفرت چاہیں تو میں انہیں بخش دوں گا اور گناہوں کی زیادتی کی میں پرواہ نہ کروں گا۔

گناہوں کی زیادتی یا کمی اصل چیز نہیں ہے ندامت اور شرمندگی اپنے کئے پر پچھتاوا اور آئندہ نہ کرنے کا پورا پورا ارادہ کے ساتھ خدا کے حضور جانا ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے پچھلے گناہ دھل جاتے ہیں اور گناہوں کے پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ختم ہوسکتے ہیں توبہ کی حیثیت اس بارود کی سی ہے جو تھوڑا سا ہونے کے باوجود پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا کر رکھ دیتا ہے اور بڑی بڑی چٹانوں کو پل بھر میں ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ اس مبارک رات کو نادم اور شرمسار ہو کر توبہ کریں اور ساتھ میں یہ بھی عہد کریں کہ آئندہ نیک اور صالح زندگی گزاروں گا۔ اگر کوئی مسلمان صدق دل کے ساتھ اس رات کو پروردگار عالم کے حضور عاجزی اور انکساری سے دعا فرمائے گا تو خدائے تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں فرمائے گا بلکہ وہ اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح ابھی وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔

حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب کو اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر اپنی خاص توجہ فرماتے ہیں، شرک، کینہ پرور کے علاوہ سب گنہگاروں کو بخش دیتے ہیں اور یہ رات اتنی فضل والی رات ہے کہ خداوند کریم بندوں کو پکارتا ہے، گنہگار گناہ بخشوائیں، مصیبت زدہ مصیبت کو دور کرائیں۔ بے رزق، رزق مانگیں۔ علامہ نقی صاحب تفسیر روح الابیان میں فرماتے ہیں کہ شب برات کی رات میں اللہ پاک جل شانہ، تمام سال کا رزق اور روزی کا پروگرام حضرت میکائیلؑ کو، لڑائیوں، زلزلوں کا پروگرام حضرت جبرئیلؑ کو۔ اعمال و افعال کا پروگرام حضرت

عزرائیلؑ کو سپرد فرماتا ہے۔حضرت غوث پاکؒ فرماتے ہیں کہ شعبان کی پندرھیوں رات کوسفر کرنے والے سفر کے لئے نکلتے ہیں اوران کا نام دفتر حیات سے کاٹ دیا جاتا ہے، کئی لوگ شادی کرتے ہیں اوران کا نام موت میں لکھ دیا جاتا ہے۔اس رات کئی کفن دھل گئے اورکفن والا بازار میں بے خبر پھر رہا ہے،اسی رات میں کئی قبریں کھدگئیں اورقبر والا اپنے عیش وسرور میں مست ہے۔

ہزاروں درود وسلام ہو خاتم النبین ﷺ پر جن کے فضل وکرم سے ہمیں ایسی مبارک رات ملی ہے جو دوسرے پیغمبروں کی امت کو نصیب نہیں ہوئی،اس رات کی برکت وسعادت کو دیکھتے ہوئے ہر مسلمان کواس رات کا اہتمام کرنا چاہیئے ۔ہمارے بزرگوں کے لئے ہر رات، شب معراج،قدر وبرات تھی لیکن اس بیسویں صدی کے مسلمانوں میں وہ جذبہ وہ حوصلہ نہیں ہے کہ ساری رات عبادت وذکر میں گذارے، یا اٹھ پہر ذکر میں گذارے۔اس لئے ہر مسلمان کواس رات کا خاص اہتمام کرنا چاہیئے ۔وہ تمام رات عبادت وذکر میں گذارے،اپنے گناہوں سے توبہ کرے،نمازوں اورتلاوت قرآن سے اس رات کو منور کریں نہ کہ اس فضیلت والی رات کو بازاروں میں گھومتے ہوئے ، ہوٹل میں بیٹھ کر آتشبازی میں گذاردے۔

اگرکسی مقام پر کرفیو کا حکم جاری ہوجاتا ہے تو سب مل کراس حکم پر عمل پیرا ہوجاتے ہیں اورکرفیو کے اوقات میں باہر جانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے ،لیکن شب برأت کی رات پروردگار عالم نے جوکرفیو مسلمانوں پر جاری کیا ہے اس رات میں صرف اللہ کی عبادت کریں تو ہم اس حکم پر عمل پیرا نہیں ہوتے ، کتنے افسوس کا مقام ہے ۔اگرسب کچھ جانتے ہوئے بھی کوئی مسلمان ان راتوں پر توجہ نہ دے اوراس رات کو پائے اور عبادت نہ کرے اوراپنی دنیا وعافیت نہ سنوارے تو کتنا بدنصیب ہے، پندرھویں شعبان کی رات تقدیر کی رات ہے،مغفرت کی رات ہے،توحید قائم کرنے کی رات ہے اور ہر انسان کے سینے کوشرک وعداوت سے پاک کردینے کی رات ہے، ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اس شب میں غسل کرے اورصبح روزے رکھنے کی نیت کرے،رات کو جاگ کر جس قدر بھی ہوسکے پہلے قضاء نمازیں پڑھیں پھر تلاوت قرآن پاک وذکر اورغفورالرحیم سے اپنی مغفرت وعافیت کی دعا مانگیں اوراگر خدائے تعالیٰ دولت سے نوازا ہے تو کچھ صدقہ وخیرات بھی کرے کیونکہ اس سے سال بھر کی روزی میں برکت ہوتی ہے۔خدائے تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے مالک ہم کواس رات میں تیری عبادت کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین ۔

حضرت بندگی میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ

آج ماہ شعبان المعظم کی 15 تاریخ ہے۔اورحضرت بندگی میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ کا عرس مبارک ہے۔

آپ حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ کے فرزند ہیں ۔ 911ھ میں آپ کی ولادت ہوتی ہے۔والد کی شہادت کے وقت آپ کی عمر شریف 8 سال کی تھی۔دینی ومذہبی ماحول میں آپ کی پرورش ہوتی ہے۔نہایت دیندار، پرہیزگار اور پاکیزہ اطوار کے مالک تھے۔کسب بھی کیا تھا زہد وتقویٰ کے ساتھ جس کی بناء پر امیر بھی آپ کا ادب واحترام سے پیش آتا تھا۔آپ کو ترک دنیا کا خیال پیدا ہوا تو حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؒ کے ہاتھ پر بیعت کی ترک دنیا کرکے صحبت اختیار کی۔حضرت شاہ دلاورؒ نے آپ کو بڑی بڑی بشارتیں دیں اورآپ کو عین الیقین فرمایا اپنے بارہ خلفاء میں پہلے خلیفہ کا آپ کو درجہ دیا۔ایک دن حضرت شاہ دلاورؒ نے میاں عبدالکریم اورمیاں عبدالملک سجاوندی دونوں کوایک ایک کبوتر دے

کرفرمایاایسی جگہ ان کوذبح کروکوئی نہ دیکھے۔تھوڑی دیر بعد میاں عبدالکریم نے کبوتر واپس لایااور عرض کیا کہ خوندکار ہر جگہ اللہ موجود وہ جانتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے اس لئے ذبح نہیں کیا۔میاں عبدالملک سجاوندی نے ایک گوشہ میں کبوتر کوذبح کر کے لائے ۔اس موقعہ پر بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے بشارت دی کہ بندہ کی راہ تمہارے فرزندوں میں قیامت تک جاری رہے گی۔

حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوریؒ آٹھوں پہر ذکر وفکراور مراقبہ میں رہتے تھےاور ذات خدا میں اس قدر فانی ہو گئے تھے کہ نور علی نور بن گئے تھے۔حضرت شاہ دلاورؓ کے وصال کے بعد بھی آپ بورکھیڑہ ہی میں رہے لیکن مرشد کے اشارہ پر یہاں سے ہجرت کر کے گجرات روانہ ہوئے۔ بارہ گاؤں میں دائرہ قائم کیا۔ یہاں سے دھولقہ میں بہت دن تک آپ کا دائرہ رہا۔قصبہ مہسانہ کے علماء پٹھان اور امراء اور زمیندار آپ کے بیان قرآن، زہد وتقویٰ سے متاثر ہوکر آپ کے معتقد اور مرید ہوتے ہیں۔ دھولقہ مہسانہ کے علاقوں کے لوگ آپ سے تصدیق کا شرف پاتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ نماز فجر میں جب آپ کے چہرۂ انور کی روشنی مسجد کے محراب پر پڑتی تو پوری مسجد میں اُجالا ہو جاتا تھا۔ کافی مدت تک آپ کا دائرہ دھولقہ میں رہا۔ جب یہاں سے ہجرت کا ارادہ کیا تو عقیدتمندوں نے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن آپ نے فرمایا ہجرت متبوع کے اشارے سے ہے۔ دھولقہ سے آپ نگرہ جو کھنبات سے دومیل پر واقعہ ہے دائرہ باندھا۔ دولت آباد میں بہت سارے آپ سے فیض یاب ہوئے اور آپ کے دائرہ کا ادب وعظمت لوگوں میں بہت تھا۔اپنے فرزندوں کے تعلق سے فرمایا میرے فرزند پھٹے پرانے کپڑوں میں لعل کے مانند ہیں۔ان کی قدر کوئی نہیں جانتا مگر خدااور بندگان خدا جانتے ہیں۔

15 /شعبان کی نورانی رات کو یہ پیکر خاکی جو دراصل نوری تھااس فانی دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔جن کے دل میں عشق ومحبت الٰہی کی ہلکی سی بھی چنگاری ہے وہ اس واقف رموز وعشق ومعرفت سے فیض پاسکتی ہے۔دولت آباد میں آپ کا مزار پاک ہے۔

شہدائے دانتی واڑہ

آج ماہ شعبان المعظم کی 16 تاریخ ہےاور آج عرس مبارک ہے حضرت سید یحییٰؒ اور حضرت سید عیسیٰؒ کا جو شہید دانتی واڑہ سے مشہور ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے جسے تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی کہ خلیفۃ اللہ میراں سید محمد جونپوری مہدی آخر الزماں علیہ السلام کی بعثت اور وصال مبارکہ کے بعد سے آج تک مہدویوں کی تاریخ خون سے بھری ہوئی ہے۔ ہر صدی کے دور میں مہدویوں نے اپنے چمن گلستان کو محفوظ رکھنے،اس کی آبیاری کے لئے اپنا خون تک بہایا ہے۔اس حقیقت کی گواہی اپنوں نے بھی دی ہے اور غیروں نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔اس گلستان کی آبیاری میں حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کا خون بھی ہے۔رنگریز لڑکوں کا بھی خون ہے، حضرت سید علیؓ کا خون بھی ہے بدرولایت کا خون بھی ہے۔آپ کے صحابہ کرام اور لخت جگر کا بھی خون ہے۔شاہ نعمتؓ کا بھی خون ہے۔غرض اس خون کی ایک لمبی داستان ہے جسے بیان کرنے کے لئے کئی صفحات چاہیئے ۔اس کے لئے فقیر کی تصنیف ''شہدائے مہدویہ'' دیکھئے۔

حضرت میاں سید یحییٰ وحضرت میاں سید عیسیٰؒ فرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحقؒ ابن حضرت بندگی شاہ

خوندمیر صدیق ولایتؓ کے جنہیں مہدویہ تاریخ میں شہید دانتی واڑہ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے جو دانتی واڑہ میں رہزنوں کے ہاتھوں مقابلہ کرتے ہوئے 17 اصحاب کے ساتھ شہید ہوئے۔

مہدویہ کتب کے اوراق کی چھان بین کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت میاں سید یحیٰؒ بہت ہی قد آور اور طاقتور تھے۔ آپ کا جسم حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے جسم مبارکہ کے مانند تھا اور آپ کی قوت ہاضمہ بھی خوب تھی۔ پانچ سیر گھی تین سیر کھچڑی کے ساتھ کھا لیتے تھے۔ لیکن اگر کوئی کھانے کی دعوت دے کر طلب کرتا تھا تو گھی ایسا کھاتے تھے کہ ناخن بھی گھی میں تر نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ دکن سے احمد نگر واپس ہوتے ہوئے راہ میں ایک مسجد میں آرام کے لئے ٹھہر گئے۔ بھوک و پیاس کی شدت کے باوجود مسجد میں لیٹے رہے۔ یکا یک ایک مصدق جولاہے کی نظر آپ پر پڑی اور اس نے سیدھا اپنے گھر جا کر قبیلہ کے لئے جو کھانا پکا تھا لا کر رکھ دیا اور کہا کہ اللہ دیا ہے تناول فرمائیے۔ میاں سید یحیٰؒ نے تمام کھانا تناول فرمایا اور اس جولاہے کو ایمان کی دعا فرمائی اور صبح سویرے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جولاہے پر نزاع کا وقت آیا اس نے مہدویہ طریقہ کی طرح دنیا ترک کیا اور اپنے مقامات کا حال سنانے لگا۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ تم میں یہ بات کس طرح پیدا ہوگئی ہے اور یہ مقام کس طرح حاصل ہو گیا ہے اس جولاہے نے دریافت کرنے پر جواب دیا کہ مجھے یہ مرتبہ و مقام اس طعام کے بدلے ملا ہے جو میں میاں سید یحیٰؒ کو کھلایا تھا۔ غرض ان واقعات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ والوں کی خدمت کرنا ان کا خیال رکھنا ان کا ادب واحترام کرنا، ان سے اخلاق کا برتاؤ کرنا یہ وہ باتیں ہیں جس سے خالق کائنات بھی خوش ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اس خدمت کا کچھ نہ کچھ صلہ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی عطا کرتا ہے۔

ان دو بھائیوں میاں سید یحیٰؒ اور میاں سید عیسیٰؒ میں کافی محبت تھی۔ ایک جان دو قالب کے طرح رہتے تھے ہر ایک کام ساتھ مل کر کرتے تھے کہیں جاتے بھی تو ساتھ مل کر جاتے۔ قیام احمد نگر کے دوران ایک قافلہ سیروہی کے راستے سے احمد نگر آیا۔ میاں سید یحیٰؒ نے اس قافلہ کے لوگوں سے بندگی میاں سید محمد سید نجی خاتم المرشدینؓ کے دائرہ کے حالات دریافت فرمائے۔ ان قافلہ والوں نے کہا دائرہ پر بہت فقر و فاقہ ہے۔ بہت سے طالبان حق فاقوں کی وجہ سے اپنی جان حق تعالیٰ کے حوالہ کر دیئے۔ قافلہ والوں سے حضرت سید نجی خاتم المرشدین کے دائرہ کے یہ حالت سن کر یہ دونوں بھائی بے قرار و بیتاب ہوجاتے ہیں۔ اُن کی دلی خواہش اور آرزو ہوجاتی ہے کہ کسی طرح بھی حضرت کے دائرہ میں پہونچے۔ میاں سید عیسیٰؒ نے کھانے کے لئے بھائی سید یحیٰؒ کو آواز دی تو بھائی نے کہا کہ کیا خاک کھاؤں۔ چچا میاں کے دائرہ میں فاقہ ہے اور ہم یہاں آرام سے رہ کر کھائیں پیئیں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا یہ دونوں بھائی دائرہ میاں سید یوسف کے حوالہ کر کے جالور کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ الغرض یہ دونوں بھائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جالور آتے ہیں اور حضرت کے دائرہ میں قیام فرمائے ہیں۔ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ کی صحبت میں کچھ دن گذارنے کے بعد یہ دونوں بھائی سید شہاب الدین ابن میاں سید عیسیٰؒ کی شادی میں شرکت کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت سید نجی خاتم المرشدین بہت ہی افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اجازت دی اور کہا۔ کھلے پکارے جاتے ہیں مگر واپسی کی امید نہیں۔ لڑنے مرنے کے آثار ہیں نہ معلوم پھر ملیں گے کہ نہیں ملیں گے۔

یہ کلمات سن کر کسی نے کہا کہ جب آپ جانتے ہیں اور بخوبی واقف ہیں تو پھر انہیں کیوں نہیں روکتے کیوں اجازت دے رہے ہیں۔ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ نے فرمایا کہ مشیت کیسے روکی جاسکتی ہے۔ اجازت مل جانے کے بعد یہ دونوں بھائی دساڑہ تشریف لاتے ہیں اور

سید شہاب الدین کی شادی کا کام انجام پانے کے بعد یہ دونوں بھائی حضرت کی صحبت میں رہنے کے لئے جالور کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ تھوڑی مسافت طے پائی نہیں تھی کہ راہ میں ان بھائیوں کو یہ اطلاع ملتی ہے کہ دائرہ میں آگ لگنے سے مکانات جل گئے ہیں۔ دونوں بھائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس ہوتے ہیں۔ اس ارادہ کے ساتھ کہ مکانات بنوا کر ان میں عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر پھر حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ کی صحبت میں تشریف لے جائیں۔ غرض یہ دونوں بھائی جب ہمراہیوں کے ساتھ موضع دانتی واڑہ میں پہونچتے ہیں تو آپ کے ساتھی شاہ برہان کے ہاتھ میں ایک اعلیٰ درجہ کی تلوار تھی اس تلوار کو دیکھ کر چوروں کی ٹولی پیچھا کرنے لگی اور اس کے تاک میں ہوکر ان چوروں نے آگے جانے کا راستہ روک لیا اور آپس میں لڑائی کی نوبت شروع ہوگئی۔ اس لڑائی میں حضرت میاں سید یحییٰ اور حضرت میاں سید عیسیٰ شہید ہوجاتے ہیں۔

حضرت سید نجی خاتم المرشدین کو جب اس شہادت کی اطلاع ملی تو بڑے ہی دکھ و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا یہ بندہ بے کس ہوگیا اور اس بندہ کے بازو کٹ گئے۔ حضرت میاں سید یحییٰ اور میاں سید عیسیٰ کے ساتھ 17 اشخاص شہید ہوئے ان تمام شہیدوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ سے کسی نے دریافت فرمایا کہ ان کے حق میں منکیر و نکیر کے سوال کی کیا نوعیت ہے حضرت نے فرمایا کہ ان کے جواب کے لئے ایک میاں سید یحییٰ کافی ہیں۔

دین

آج ماہ شعبان المعظم کی 17 تاریخ ہے ''دین'' کے عنوان پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

دین صرف اسلام ہے۔ دین و شریعت اللہ کا فضل ہے۔ اور یہ کسی کی میراث نہیں بلکہ وہ اپنا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ یہ فضل کس کو دینا ہے۔ ایک معنوں میں ہمارا دین سراپا ادب ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں دین کی خوبی اخلاق کی خوبی ہے۔ آپؐ نے فرمایا جس کے اخلاق اچھے اس کا دین اچھا اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے۔ دین' خدا کا دین ہے۔ اس کا تحفظ کرنا ہر ایک کی ذمہ داری ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ اس عالم نے میری کمر توڑ دی جو دین کی ہتک کرتا ہے۔ جو دین سے دور ہیں وہ شریعت سے دور ہیں۔ ان سے میل جول بھی نہ رکھیں۔ دین کو حصول دنیا کا ذریعہ نہ بنائیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔ ''تم دین کی حفاظت کرو دین کو ہاتھ نہ دو۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں جو عالم دنیا کی طرف مائل ہے وہ دین کے بارے میں قابل الزام ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں دنیا کی خاطر دین کو پست کیا جا رہا ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ وہ شخص بے دین ہے جس میں دیانتداری نہیں اور وہ بھی جس میں عہد کی پابندی نہیں۔ دین کی خوبی اخلاق میں ہے جب دیانتداری عہد کی پابندی نہ ہو تو دین کہاں رہے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں مسلمانوں کی ذلت اپنے دین سے غافل ہوجانے سے ہے نہ کہ بے زر ہونے سے۔ آج دین و مذہب سے غفلت کی وجہ سے مسلمان دنیا تمام میں رسوا ہو رہے ہیں۔ جس قوم میں قرآن پاک جیسی انقلاب لانے والی کتاب ہو' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جیسی شخصیت ہو' کیا وہ قوم رسوا ہوسکتی ہے؟

امام غزالیؒ نے اپنے دور میں کہا تھا اس زمانے کے علماء دنیا کے عالم ہیں۔ دین کے ہرگز نہیں۔ اب اندازہ کیجئے اس دور کے علماء کا کیا

حال ہوگا؟ ہمارا دین وہ ہے جو خدائے تعالیٰ کا خوف پیدا کرتا ہے۔لہٰذا دین کو قیاس کے ترازو میں مت تولیں ورنہ لینے کے دینے پڑیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں کہ ہمیں دین اسلام ملا۔حضرت محمدؐ کی اُمّت یں داخلہ ملا۔حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق ملی۔اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لینا ہے۔اوراس کی اطاعت میں کوتاہی نہ کریں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس دائرہ میں ہمارا خاتمہ کرے۔آمین

حضرت بایزید بسطامیؒ

آج ماہ شعبان المعظم کی 18 تاریخ ہے اور حضرت بایزید بسطامیؒ کی وفات کا دن ہے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو پہلوان دین فرمایا ہے آپ کا شمار مشہور ومعروف اولیاءاللہ میں ہوتا ہے۔آپ کا شمار اہل باطن اور اہل کمال اولیاءاللہ میں ہوتا ہے جہاں آپ راہ طریقت کے ہادی ہیں وہیں ولایت اور ہدایت کے منور چراغ بھی ہیں۔آپ اپنے معتقدین کو وعظ ونصیحت کے ذریعہ علم وعمل کی طرف راغب کرتے تھے۔ایک موقعہ پر فرمایا عالموں کی سیاہی کا پلہ شہیدوں کے خون سے زیادہ بھاری ہے۔دوسری طرف آپ نے یہ بھی فرمایا کہ سب سے زیادہ عذاب عالم بےعمل پر ہوگا۔یہ بات یقیناً صحیح ثابت ہوتی ہے کیونکہ علم رکھنے کے باوجود عمل سے دور رہیں تو خدا ضرور پوچھے گا۔بےعمل عالم کی حقیقت کو ایک مثال دیتے ہوئے اس طرح آپ نے سمجھایا کہ ’’بےعمل عالم پارس کی طرح ہیں جو اوروں کو تو سونا بناتا ہے اور خود پتھر ہی رہتا ہے‘‘اس بات سے ہر کوئی واقف ہے کہ کوشش سے ہی کچھ حاصل ہوتا ہے۔آپ فرماتے ہیں بہشت کو بغیر عمل کے طلب کرنا بجائے خود ایک گناہ ہے۔اس طرح آپ وعظ ونصیحت میں عمل پر زیادہ زور دیتے تھے۔

آپ کی نصیحتیں مینار نور ہیں۔جو زندگی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کا کام دیتے ہیں۔عارف کے تعلق سے فرمایا کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ملک اور دولت سے پرہیز کرے۔مالک کے لئے ضروری ہے کہ ان دو چیزوں سے پرہیز کرے۔اس کے قریب بھی نہ جائے ورنہ آگے کی پرواز ختم ہوجاتی ہے۔حضرت بایزید بسطامیؒ نے ظاہر کے ساتھ باطن کو بھی پاک وصاف رکھنے کی تعلیم دی ہے۔18 شعبان 281 ھ کو آپ اس دنیا سے پردہ فرماتے ہیں۔

تعلیم وتربیت

آج ماہ شعبان المعظم کی 19 تاریخ ہے۔تعلیم وتربیت کے عنوان پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

تعلیم بڑی چیز ہے لیکن تربیت کے بغیر بےکار ہے۔تعلیم ایک چراغ ہے اور تربیت ایک ہاتھ۔ہاتھ جہاں چاہے اس چراغ کو لے جاسکتا ہے۔اگر تربیت اچھی ہے تو وہ علم سے وہ تمام فائدے اٹھا سکتا ہے۔تعلیم کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن تربیت کے لئے روپیہ درکار نہیں۔صرف تھوڑی سی توجہ ومحنت کی ضرورت ہوتی ہے۔بی بی عائشہؓ سے نقل ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا سمندر کی مچھلیوں سمیت ہر مخلوق بھلائی سکھانے والے کے لئے خیر کی دعا کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو وحی حضرت محمدؐ پر نازل کی وہ تعلیم کے متعلق ہے۔اقراء یعنی ''پڑھ'' مسلمان جب تک اس وحی پر عمل پیرا رہے کئی ایک چیزوں کو ایجاد کیا۔دوسری قوموں کے امام بنے رہے۔جہاں ہم سے تعلیم و تربیت کا دامن چھوٹ گیا ہم میں انحطاط آ گیا۔آج مسلمانوں کو جتنی تعلیم و تربیت کی ضرورت ہے شاید ہی کبھی رہی ہو۔آج ہم اپنی خواہشوں' آرزوؤں کو کم کر کے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت پر زیادہ خرچ کریں۔دو لقمے کم کھائیں لیکن اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کریں۔تعلیمی میدان میں ہم دوسری قوموں سے بہت زیادہ پیچھے ہیں۔تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ روزانہ بامعنی قرآن سنا کر اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے مکمل آراستہ کریں۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔باپ کا کوئی عطیہ بیٹے کے لئے اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے۔حقیقت ہے کہ والدین پر اپنے بچوں کی تربیت واجبی ہے۔تعلیم کا مقصد انسانی علم میں اضافہ کرنا نہیں بلکہ اس کا مقصد انسانی ذہن کو اسلامی تہذیب و تمدن سے آراستہ کرنا ہے۔

ہر مسلمان کی زندگی کا مقصد نیک بات کی تعلیم دینا ہے۔تعلیم زندگی بسر کرنا سکھاتی ہے۔عبادت کا طریقہ بتاتی ہے۔دماغ کو روشن کرتی ہے۔آدمی کی وحشت و دیوانگی کو دور کرتی ہے۔اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز کی حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے۔دنیا میں جتنے قسم کے حصول ہیں اس میں تعلیم ہی سب سے بڑھ کر ہے۔ایک مرد کو تعلیم دیتے ہیں تو صرف مرد ہی کو تعلیم دیتے ہیں۔لیکن ایک عورت کو تعلیم دیتے ہیں تو پورے کنبہ کو تعلیم یافتہ بناتے ہیں۔اسلام عورت کی تعلیم و تربیت پر زور دیتا ہے۔ایک مفکر نے تعلیم کے تعلق سے یہ بات کہی ہے کہ جن لوگوں نے تعلیم حاصل نہ کی اس کا وجود اس کے لئے بوجھ ہے۔

ہر زمانے میں تعلیم کی ضرورت رہی ہے۔اس ضرورت پر خصوصی طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔تعلیم یافتہ افراد قوم کی پہچان ہوتے ہیں۔قوم کی شان ہوتے ہیں حضرت محمدؐ نے تعلیم پر زور دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔علم کے لئے تمہیں چین بھی جانا پڑے تو جاؤ اور علم حاصل کرو۔اس واضح ہدایت کے بعد والدین اور قومی اداروں کا کام ہے کہ تعلیم و تربیت پر جنگی خطوط پر توجہ دیں۔دوسری اقوام کے ساتھ قدم بہ قدم چلنے کے لئے عصری تعلیم سے بھی آگہی حاصل کریں۔زندہ قومیں وہی ہوتی ہیں جو عصری علوم سے مکمل آگہی رکھتے ہیں۔والدین کو یاد رکھنا چاہئے کہ اولاد کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار ان کی تربیت پر ہے۔جہاں تک ہو سکے اپنی اولاد کو دیندار' راسخ العقیدہ' خوش اخلاق' مہذب' شائستہ اور نیک کردار بنانے کی کوشش کریں۔انشاءاللہ' اللہ تعالیٰ کی مدد بھی حاصل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم اپنے بچوں کو صحیح طور پر تعلیم و تربیت دے کر پابند مسلمان اور اچھا شہری بنائیں۔آمین

اعتماد

آج ماہ شعبان المعظم کی 20 تاریخ ہے۔''اعتماد'' پر مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

زندگی اعتبار اور اعتماد کے پہیوں پر گزرتی ہے۔ایک دوسرے پر اعتماد رکھنا فطری بات ہے۔دراصل اعتماد زندگی ہے اور بے اعتمادی موت۔اعتماد کے بغیر زندگی' زندگی دکھائی نہیں دیتی ہے۔بزرگوں نے کہا ہے اعتماد سے اعتماد بڑھتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اعتماد ہی زندگی کی قوت ہے۔اعتماد بعض وقت رہنما بن کر منزل تک پہنچا دیتا ہے۔اس لئے تعلیم دی گئی ہے کہ جب کسی پر اعتماد کرو تو پورا کرو۔کردار کی یہ خوبی ہونی چاہئے کہ کسی

کے اعتماد کو نقصان نہ پہنچائیں۔ زندگی میں کسی سے معاملہ ہو جائے تو ایمانداری و دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا اعتماد قائم رکھیں۔

ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ پر مکمل اعتماد رکھے' کیونکہ جسے خود پر اعتماد نہیں رہتا وہ بعض وقت خدا پر اعتماد نہیں کرتا۔ اس طرح کی سوچ فکر دہریہ بنا دیتی ہے۔ اور خدا کے عذاب کو آواز دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس طرح کی سوچ سے بچائے۔ اس دنیا میں ہم سچی خوشی' سچی راحت سے زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو اپنی ذات میں خودداری' خود اعتمادی' خود اختیاری کی قابلیت پیدا کرنا ہوگا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہو جائیں تو انشاء اللہ یہ صلاحیتیں ہمارے میں پیدا ہوسکتی ہیں۔ شب و روز کی زندگی میں جو چیز نقصان یا ز ہر پیدا کرسکتی ہے وہ ہے شک اور بے اعتمادی۔ لہٰذا ان دونوں بیماریوں سے بچیں۔ اس کا علاج مکمل طور پر خدا پر بھروسہ کرنا ہے۔ بعض وقت ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ اپنے پر سے یا کسی اور پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور انسان اپنے ہر عمل پر خدا پر بھروسہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ یہ خدا کی عطا ہوتی ہے۔

ہم مسلمان ہیں ہر حال میں اللہ پر ہی اعتماد ہونا چاہئے۔ اس لئے ہمارے رسول حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ملعون ہے وہ شخص جس کا اعتماد اپنے جیسے مخلوق پر ہوتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے بھی ارشاد فرمایا۔ ہر چہ خواہی از خدا خواہ یعنی جو بھی چاہو خدا سے چاہو۔ ہمیں اپنے اعمال پر عبادت پر غرور و تکبر نہ ہونا چاہئے۔ غرور و تکبر نقصان پہنچاتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ ہونا چاہئے۔ حضرت رابعہ بصریؒ فرماتی ہیں'' ثواب کی امید اس وقت ہوتی ہے جب نیک اعمال اور عبادت کو کم خیال کیا جائے۔ کیونکہ اس وقت ہمارا اعتماد محض اللہ کے فضل پر ہوگا نہ کہ اعمال پر۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ زندگی کے ہر قدم پر ہمیں خدا تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رکھ اور اس کی رحمت پر اعتماد رکھ۔ آمین

حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ

آج ماہ شعبان المعظم کی 21 تاریخ ہے اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ بھی ہے۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے آپ تیسرے خلیفہ ہیں اور بارہ مبشر اصحاب میں سے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں آپ مقراض بدعت، مرد میدان، مرد قلاش، مرد ولی، مرد دل اور مرد قتال ہیں اور فرمایا حضرت میاں نعمت ہماری صفتوں میں سے تین صفت رکھتے ہیں۔ سرانداز ہیں، جانباز ہیں، سرفراز ہیں۔ آپ کے مقام و مرتبہ کا پتہ اس ارشاد دافع ہلاکت محمد یہ حضرت مہدی موعودؑ سے بھی ہوتا ہے کہ فرمایا بھائی نعمت دنیا و خلق اور نفس و شیطان کی قید سے آزاد ہیں۔ یہ کیفیت اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ عزلت از خلق پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ ترک دنیا زبانی نہیں عملی ہوتی ہے۔ شب و روز توکل پر بسر ہوتے ہیں، ہجرت خالصتاً للہ ہوتی ہے، صادقین کی صحبت اختیار کی جاتی ہے۔ اس مقام و مرتبہ پر فائض ہونے کے بعد بھی عجز و انکساری اور خوف خدا کا یہ حال تھا کہ اپنے اصحاب فقراء ساتھیوں سے فرماتے تھے بھائیو اگر ہم کسی چیز میں مہدیؑ کا خلاف کریں اور تم ہمارا دامن نہ پکڑو اور نہ پوچھو تو ہم کل قیامت کے دن تمہارا دامن پکڑ لینگے۔ یہ وہ شاہ نعمتؓ ہیں جو راہ طریقت کے ہادی، ولایت و ہدایت کے مہر منور بن کر آسمان مہدویت پر رونق افروز ہوئے۔ متلاشیان حق و صداقت کو فیض پہونچا رہے ہیں۔

اس مقام ومرتبہ پر فائض ہونے کے باوجود سادگی کے پیکر تھے۔ دائرہ کے ضعیف لوگوں کو جن کا کوئی نہیں ہوتا تھا اُن کا کام کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص مرید ہونے آیا۔ صبح کے وقت تک دائرہ میں کوئی چہل پہل نہیں تھی۔ آنے والا شخص باہر ہی بیٹھا رہا۔ کچھ وقت گزر جانے کے بعد دیکھا کہ ایک صاحب نظروں کے سامنے آئے ہاتھوں میں پانی کا گھڑا، پیوند لگی ہوئی لنگی، سر پر چھوٹا سا رومال، بدن پر پھٹا پرانا کرتا، اس شخص نے پوچھا میاں شاہ نعمتؓ کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا بندہ ہی نعمت ہے۔ حضرت کی یہ حالت دیکھ کر اس کو بہت تعجب اور حیرت ہوئی وہ دل ہی دل شاندار لباس کا تصور لئے ہوئے دائرہ میں آیا تھا۔ اُس نے عرض کیا بندہ مرید ہونے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا تھوڑی دیر ٹھیرئے چند گھروں میں مجھے پانی پہونچانا ہے اس کام سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو مرید کرونگا۔ یہ آپ کی سادگی تھی۔ آپ کے دائرہ میں تعلیمات خلیفتہ اللہ پرسختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ خلاف عمل پرسخت سے سخت سزادی جاتی تھی۔ آپ کے دائرہ کے بعض لوگ دائرہ کے باہر موافقوں کے گھر جایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ نعمتؓ نے ان کو راستہ کا خرچ دے کر دائرہ کے باہر کر دیا اور فرمایا کھجلی بھرے اونٹ کو باہر کر دینا چاہیئے تا کہ دوسرے اونٹ کو کھجلی نہ لگے۔ عقیدہ کی پختگی کے لئے دائرہ کے نظام پرسختی سے پابندی ضروری ہے ورنہ مہدویوں کی انفرادیت ختم ہوجائے گی۔ لہذا آئین مہدویہ پرسختی سے عمل کیا جائے۔

خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی جو صفات ہیں ان میں سے تین صفت حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ میں ہیں۔ اس کا ذکر اس فرمان میں ہورہا ہے۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہیں۔ وہ صفات ہیں ''سرانداز ہیں'' ''جانباز ہیں''''سرفراز ہیں''۔ اشرف المخلوقات میں یہ تینوں صفتیں کافی اہمیت کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کو ان صفات سے سرفراز فرماتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ بندے جنہیں یہ مقام ومرتبہ ملا ہے۔ ان میں ایک حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی ذات گرامی ہے۔

سر کے معنی کسی چیز کا اوپری حصہ کے ہیں۔ اس فرمان کا پہلا حصہ سرانداز ہیں، معنی آتے ہیں، طور طریق، قیاس اور اعتدال۔ میاں نعمتؓ کی ذات کے تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ایسے طالب ہو کہ تم کو مرشد کی حاجت نہیں۔ کردار کی اونچائی اس فرمان سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ امامنا علیہ السلام فرماتے ہیں، میاں نعمتؓ مردوں کے مرد اور مرد قلاش ہیں۔ سرانداز صفت کی خاصیت دیکھئے کہ رشتہ دار ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ ان کے لئے طعام کا انتظام کیا جاتا ہے، وہ کہتے ہیں ہم آپ کے رشتہ دار، قرابت دار ہیں۔ میاں نعمتؓ یہ سن کر فرماتے ہیں اللہ ہم کو تمہارا قرابت دار نہ بنائے، ہمارے قرابت دار دائرہ کے فقراء ہیں۔ تم ہمارے والد ملک بڑے کے قرابت دار ہیں۔ اس واقعہ سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ فقراء کا کتنا بڑا مقام ومرتبہ آپ کی نظروں میں تھا۔ تبلیغ دین میں سرانداز ہونے کی یہ کیفیت ملاحظہ فرمائیے۔ جو آج کے ماحول میں ہر مکتب فکر کے لئے دعوت وہدایت ہے۔ سلطان محمود بیگڑہ کے ایک وزیر ملک بڑے تصدیق سے مشرف ہوئے، وہ ترک دنیا کی خواہش دل میں رکھتے تھے لیکن وہیں مزاج اس طرح پایا تھا کہ باریک چاول، سواری کے لئے پالکی اور کپڑے نفیس ملائم استعمال کرتے تھے۔ حضرت شاہ نعمتؓ ترک کے بعد یہ تمام چیزیں مہیا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ آپ ترک دنیا کر کے دائرہ میں قیام کرتے ہیں۔ شاہ نعمتؓ حسب وعدہ تمام چیزیں مہیا کرتے ہیں۔ صاحب دائرہ بھی پالکی اٹھاتے ہیں۔ دوروز کے اندر ہی ملک بڑے اپنے آپ پر ملامت کرتے ہوئے پالکی سے اُتر جاتے ہیں اور دیگر ساتھیوں کی طرح سفر جاری رکھتے ہیں۔ اس واقعہ کے علاوہ یہ واقعہ بھی آپ کے دائرہ کے طور طریق کو پیش کرتا ہے۔ سات بے روزگار سپاہی کا گزر آپ کے دائرہ پر سے ہوتا ہے۔ ان سے ملاقات اور بات چیت کر کے روزانہ کی تنخواہ پر دائرہ میں ملازمت دیتے

ہیں۔ان کا کام وقت مقررہ پر نماز ادا کرنا، بیان قرآن سننا اور ذکراللہ کرنا۔دودن یہ لوگ اپنی تنخواہ صاحب دائرہ سے حاصل کئے۔تیسرے دن سب کے سب مصدق ہوئے اور ترک دنیا کر کے دائرہ کی سکونت حاصل کی۔

حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کی دوسری صفت جانباز ہے۔والد کے انتقال کے بعد بادشاہ نے آپ کے منصب میں کمی کی تو بادشاہ کے خلاف اعلان بغاوت کیا۔اس سے آپ کی جانبازی ظاہر ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اللہ کے حضور میں جانبازی کا واقعہ بھی قابل رشک ہے۔ نماز ظہر کی اذان سن کر نماز کی ادائی کے لئے کھڑے ہوجاتے ہیں جبکہ بادشاہ کی فوج آپ کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کے لئے پیچھے پیچھے آرہی ہے۔جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نماز ادا کرتے ہیں۔حکم خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ پر ہر ایک کے پاس جاکر معافی مانگنا بالخصوص سدی عبداللہ کے گھر جاکر قصاص کے لئے تلوار کے ساتھ اپنا سر پیش کرنا آپ کی جانبازی کا بین ثبوت ہے۔

تیسری صفت سرفرازی کی ہے۔دُنیاوی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ملک بڑے جیسے اُمرا کے گھر میں پیدا ہونا بھی سرفرازی میں شامل ہے لیکن اس سے بڑھ کر خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے خلیفۂ سوم ہونا اور پہلی ملاقات پر مہدی موعودؑ کا یہ فرمانا کہ ''میاں نعمتؓ آؤ کہ تم نعمتؓ سے بھرے ہوئے ہو''۔اللہ تعالیٰ کا حالت نماز میں آپ کے چہرہ کو تبدیل کرنا یا سپاہیوں کا نہ پہچانا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرفرازی ہے۔ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے آخری وقت میں بی بی بونجیؓ کے گھر میں آپ خلیفتہ اللہ کا سر مبارک اپنے زانوں پر رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے مہدی موعودؑ آنکھ بند کئے اللہ کی یاد میں محو تھے۔یکایک آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا کون برادر ہے۔آپ نے کہا بندہ نعمت ہے۔فرمایا خدا کا حکم ہورہا ہے کہ نعمت کو ہم نے اس کی آل سمیت بخشدیا۔اس کے بعد آنکھ بند کرلی۔اس طرح کا واقعہ دوبارہ ہوتا ہے۔اس واقعہ کے بعد حضرت مہدی موعودؑ اپنی ٹوپی کو اپنے ہاتھ سے نکال کر میاں نعمتؓ کے سر پر رکھتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں یہ خلعت خدا کے حکم سے تم کو عطا ہوئی ہے، یہ سب سرفرازی کی علامات ہیں۔

سرانداز ہونا، جانباز ہونا اور سرفراز ہونے کے یہ ظاہری واقعات تھے لیکن تعلیم ولایت میں بھی حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت میں رہ کر سرانداز ہوئے، جانباز ہوئے اور سرفراز ہوئے۔اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیئے تھے جس کی وجہ سے مقراض بدعت کہلائے جانے لگے۔جہاں آپ کا وجود ہوتا وہاں بدعات اور بلیات قلع قمع ہوجاتے تھے۔یہ سب توحید پرستی اور خالق کی محبت کا اثر تھا۔جب ہی تو نعمت پُر نعمت ہوگئے تھے۔آج بھی مہدوی گھرانوں میں دفع بلیات کے لئے آپؓ کی نیاز کی جاتی ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے دائرہ میں خلاف شرع کوئی عمل نہیں ہوتا تھا۔شہر چاپانیر میں نماز ظہر کے وقت ایک عقیدتمند حاضر ہوکر کہتا ہے گردن میں درد ہے اور تیڑھی ہوگئی ہے کچھ پڑھ کر پھونکیئے۔آپ نے فرمایا بندہ پڑھنا نہیں جانتا اس کے لئے کوئی مُلا کے پاس جائیے۔اگر پسخوردہ چاہتے ہو تو لو انشاءاللہ خدا چاہے تو شفا ہوجائے گی۔یہ عقیدتمند پسخوردہ لیتا ہے اور گردن پر ملتا ہے اور شفا پاتا ہے۔جالور میں ایک لڑکے کو بچھو کاٹا۔درد کم نہیں ہورہا تھا۔لڑکا درد سے تڑپ رہا تھا۔آپ کے دائرہ میں لایا جاتا ہے۔اجماع کے پسخوردہ سے اس کے جسم کو دھویا جاتا ہے۔درد دور ہوجاتا ہے اور لڑکا شفا پاتا ہے۔موضع بیلا پور میں میاں پیر محمد کے گھروں پر پتھر گرتے تھے۔تمام لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی۔میاں شاہ نعمتؓ کو جب اس واقعہ سے واقف کروایا گیا تو آپ نے فرمایا اجماع سے پسخوردہ لو اور گھروں کے چاروں طرف چھڑک دو اور اس عمل کے بعد بلا دفع ہوجاتی ہے۔میاں حمیدؓ کی فرح میں طبیعت بگڑ جاتی ہے۔حضرت مہدیؑ فرماتے ہیں میاں نعمت کے بازو میاں حمیدؓ کو بٹھا کر کھلاؤ بہت جلد

شفاء ہوجائے گی ۔ بی بی ملکانؒ اس طرح دعوت کا انتظام کرتی ہیں جب میاں شاہ نعمتؓ دعوت سے فارغ ہوکر روانہ ہوتے ہیں تو حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں بی بی میاں نعمتؓ کے پاؤں کے نیچے نظر کرو اور دیکھو کے کالے رنگ کے گولے لڑکتے جارہے ہیں ۔ بی بی نے پوچھا کیا ہے خلیفتہ اللہ نے فرمایا یہ بلایات ہیں دفع ہوگئیں ۔ صاحب دائرہ جہاں دینی ، مذہبی ، روحانی علاج کے ساتھ ساتھ طبی علاج بھی کرتے تھے اور فضل خداوندی سے آج بھی عقیدتمند فیضیابی حاصل کررہے ہیں ۔ جو آنکھ رکھنے کے باوجود نابینا رہتے ہیں انہیں ان مقدس بابرکات شخصیتوں کے مقام ومراتب کا کچھ خیال نہیں رہتا ہے ۔ روح شریعت پر عمل پیرا ہونے والے دائرہ سے اللہ کا نام ، رسول کا نام ، قرآن ومہدی کا نام تسبیح کی صورت میں بآوازِ بلند لیا جاتا ہے ۔ عقیدت سے پکارا جاتا ہے ۔ لیکن دشمن اسلام ، دشمن خاتمین پاک تسبیح کی آواز پر غضبناک ہوکر جماعت خانہ پر حملہ کرکے حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے ساتھ 21 طالبان خدا کو 22 / شعبان 935ھ کو شہید کرتے ہیں ۔ لیکن آج کفشدار خاں کا نام لینے والا کوئی نہیں ہے ۔ اس کے برخلاف روضۂ بندگی میاں شاہ نعمتؓ اپنے نورانی کرنوں سے آج بھی دعوت فکر دے رہا ہے ۔ اور عقیدتمندوں کو فیض یاب کررہا ہے ۔

زندگی کی قدر و قیمت

آج ماہ شعبان المعظم کی 22 تاریخ ہے ۔ اور آج حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کا عرس مبارک بھی ہے ۔ زندگی کی قدر و قیمت پر مضمون سماعت کیجئے ۔

زندگی ایک پھول ہے ' محبت ہے ' شعلہ ہے ' شبنم ہے ' مرض ہے ' اتحاد واتفاق اور قیمتی ہے ۔ اس سے ہٹ کر زندگی دراصل عبادت ہے اور اس کی مہک ذکر اللہ ہے ۔ زندگی کے دروازے جب تک کھلے ہیں زندگی کو غنیمت جانیں کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں ۔ عقلمند وہ ہے جو اپنی زندگی کو عبادت کے ساتھ ضروری کاموں میں صرف کرتے ہوئے نفس کو قابو میں رکھتا ہے ۔ زندگی ہمت پر ہے کیونکہ ذمہ داریاں بھی بہت رہتی ہیں ۔ دودن کی زندگی کو غرور وتکبر ' شان وشوکت میں نہ گزاریں ۔ ایسی زندگی دائمی زندگی میں نقصان پہنچاتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو قیامت تک کے لئے نصب العین بنا کر ہمارے لئے نازل کیا ہے ۔ یہ ہماری زندگی کا نصب العین ہے اس پر عمل کریں ۔

حسن اخلاق سے زندگی راحت اور آرام سے گزرتی ہے ۔ وہ لوگ جو مسلسل محنت ومشقت کرتے ہیں ان کی زندگی بھی سکون وچین سے گزرتی ہے ۔ جو نیک عمل کرتے ہیں ان کی زندگی دنیا اور آخرت میں سرخرو رہتی ہے ۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں ۔ نیکی سے زندگی بڑھتی ہے ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں ۔ زندگی میں خوشی چاہتے ہو تو شکوہ شکایت نہ کرو ۔ زندگی جس طرح کی میسر ہے اسی دائرہ میں گزاریں ۔ ہمیشہ اپنے سے اوپر والوں کو نہیں بلکہ نیچے والوں کو دیکھیں اور اللہ کا شکر ادا کریں شکوہ شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو حاصل کرنا ہے اس مرض سے باز رہیں ۔

زندگی نیکی کمانے کا ذریعہ ہے ۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں اس دن کو رو جو تمہاری زندگی کا نکل گیا ۔ اور اس میں نیکی نہیں ہوئی ۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں جو اللہ کو بھول جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی زندگی بھلا دیتا ہے ۔ کتنا بدنصیب ہے جو اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے ۔ جبکہ

زندگی کا مقصد عبادت کرنا اور نیکی حاصل کرنا ہے۔ زندگی میں قسمت کا بھی دخل ہے۔ اس لئے اللہ سے ہمیشہ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے اچھی قسمت کی دعا کرتے رہیں۔ ہرگز فکر نہ کریں کہ زندگی کس طرح گزرے گی۔ فکر زندگی کی دشمن ہے۔ زندگی دینے والا اللہ ہے وہ رازق ہے اس پر کامل بھروسہ رکھیں۔ وہ وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں ذہن و دل بھی نہیں پہنچتا۔۔

حضرت محمدؐ نے تعلیم دی ہے زندگی معتدل اور سادہ گزاریں انشاءاللہ تعالیٰ خوش وخرم گزر جائے گی۔ بروز قیامت جواب دہی میں بھی آسانی ہوگی۔

فطرت انسانی میں اللہ تعالیٰ نے یہ ودیعت کیا ہے کہ وہ وقت وضرورت کے لحاظ سے شئے کی قدر کرتا ہے۔ اور قیمت ادا کرکے اس کو حاصل کرتا ہے۔ لیکن یہی انسان اپنی قدر و قیمت کو نہیں جانتا وہ اشرف المخلوقات ہے اس کے آگے کوئی شئے کی قدر و قیمت نہیں ہے۔

یہاں پر ہم وقت کی بات کر رہے ہیں وقت کی قدر کرو۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ جب وقت گزر جائے تو قیمت ادا کرکے بھی حاصل نہیں کرسکتے۔ کیونکہ وقت کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ لہٰذا وقت کی قدر کرو۔ اور باقاعدگی کو اپنا اصول بناؤ۔ دنیا میں وہی لوگ وہی قوم ترقی کرتی ہے جو وقت کی قدر کرتے ہیں۔ اور ایک نصب العین مقرر کرکے زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے ہی لوگ زمانے کو کچھ دے کر جاتے ہیں۔ پہلے ہم اپنی قدر کریں اگر ہم اپنی قدر نہیں کریں گے تو دوسرے بھی آپ کی قدر نہیں کریں گے۔ ہم اپنے ساتھ دوسروں کی بھی قدر کریں تا کہ وہ آپ کی قدر کرسکے۔ اگر قدرشناس نہ ملے تو مایوس نہ ہوں نیک کام کئے جائیں جو باقاعدگی کے اصول مقرر کئے ہیں اس پر چلتے رہیں۔

آج کرہ ارض پر اگر کوئی قوم وقت کی قدر نہیں کر پارہی ہے وہ مسلمان قوم ہے۔ ان کا بیشتر وقت کس طرح گزر رہا ہے ہم بخوبی جانتے ہیں۔ وقت کی خرابی میں سیل فون کا بڑا حصہ ہے۔ وقت کی قدر جانو یہ سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔ دانش مند وقت کی قدر اس کی موجودگی میں کرتے ہیں۔ اور نادان اس کو کھو کر بیدار ہوتے ہیں۔

اسلام تعلیم دیتا ہے ہر صابر و شاکر‘ عبادت گزار اور ذاکر کی قدر کرو۔ بزرگوں کی قدر کرو ہر بندہ کی اخلاقی خوبی اس کے کردار سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ افراد جو خدمت خلق اور شیریں کلام ہوتے ہیں ان کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ لالچ‘ حرص آدمی کی قدر و قیمت کو گھٹا دیتی ہے لہٰذا وقت کی قدر کرتے ہوئے اس کردار کو اپنائیں جو ہماری قدر و قیمت کو بڑھا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وقت کو برباد کرنے کے بجائے قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور مسکین بنا کر زندگی بسر کرنے کی قوت وصلاحیت عطا فرما اور بروز حشر مسکینوں میں ہمارا شمار کر آمین

تقدیر

آج ماہ شعبان المعظم کی 23 تاریخ ہے ”تقدیر“ کے عنوان پر مختصر مضمون کو سماعت کیجئے۔

ہمارا ایمان ہے کہ تقدیر میں جو لکھا جاتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ اس طرح ہمارا ایمان یہ بھی ہے کہ بزرگوں کی نظر کرم اور ان کی دعاؤں سے تقدیر بھی بدل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اچھی تقدیر کی دعا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ بندوں کی دعاؤں کو قبول کرکے تقدیر

میں تبدیلی بھی فرماتا ہے۔ بہت ہی خوش نصیب ہیں وہ جو اچھی تقدیر کے ساتھ اس دنیا میں آتے ہیں۔ اور راضی بہ رضا رہ کر زندگی بسر کر کے خدا کے حضور پہنچتے ہیں۔ ایسے ہی بندوں کے تعلق سے اللہ فرماتا ہے۔ میں ان سے راضی اور وہ مجھ سے راضی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ تقدیر پر کسی سے بحث ومباحثہ نہ کریں۔ یہ ایک حساس مسئلہ ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''خدا سے راضی ہونے کی علامت یہ ہے کہ اس کی تقدیر پر راضی ہو'' زندگی کی ہر سانس ہی نہیں دنیا کے تمام کاروبار تقدیر سے وابستہ ہیں۔ خواہ اس میں فائدہ ہو یا نقصان۔ حضرت عثمانؓ اس لئے ارشاد فرماتے ہیں تعجب ہے اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور پھر جانے والی چیز کا غم کرتا ہے۔ ہم مسلمان ہیں اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات مانتے ہیں۔ اس ناطے ہم تقدیر پر ایمان رکھیں اور یقین رکھیں لیکن تدبیر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہوتا ہے وہ ہوتا ہے اس کو سکون کے ساتھ برداشت کریں۔ اللہ تعالیٰ صابر وشاکر بندوں کو پسند کرتا ہے۔

ہر انسانی زندگی میں تقدیر کا بہت عمل دخل ہے۔ ہر انسان اپنی تقدیر کا مالک ہوتا ہے۔ خود کو بدل دینے سے انشاءاللہ تعالیٰ تقدیر بھی خود بخود بدل جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ بے قراری تقدیر الٰہی کو نہیں مٹاتی۔ جس حال میں ہیں اس سے راضی رہنا' تھوڑے سے مال پر قناعت کرنا یہ بھی تقدیر سے راضی رہنا ہے۔ وہ افراد جو تقدیر پر راضی بہ رضا ہوتے ہیں وہ زاہد ہوتے ہیں۔ تقدیر کو کوسنا 'تقدیر کو بُرا بھلا کہنا دراصل اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے کے برابر ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب کریں۔

ہم اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرمانبردار بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بندے ہونے کے ناطے ہر حال میں اس سے راضی رہ کر زندگی گزاریں اور اس کا شکر ادا کریں۔ اور جو تقدیر ہے اس پر راضی بہ رضا رہیں۔

امانت

آج ماہ شعبان المعظم کی 24 تاریخ ہے۔ ''امانت'' پر کچھ ساعت کیجئے۔

زندگی اللہ تعالیٰ کی ایک امانت ہے۔ اس زندگی کو اپنے ہاتھ سے ختم کرنا گویا دائمی عذاب کو قبول کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روح کو بھی جو پاک ومنزہ ہے ایک مقررہ مدت تک ہمارے جسم میں امانت کے طور پر رکھا ہے۔ اس کو اس طرح اللہ کے حضور میں واپس کرنا ہے۔ اس میں خیانت نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ امین ہے اور ہمیں زمین پر امین یعنی امانت دار بنا کر پیدا کیا ہے۔ زندگی کے سفر میں امین بن کر زندگی گزاریں۔ اگر حفظ امانت ہمارے پاس ہے تو ہمیں کوئی ضرر نہیں ہے۔ گھروں میں یہ تعلیم تھی جب بھی کوئی گھر سے باہر جاتا تو یہ دعا دی جاتی تھی کہ اللہ تجھے حفظ وامان میں رکھے۔ آج گھروں کا ماحول تبدیل ہو گیا ہے۔ ٹی وی' سیل فون نے یہ روحانی تعلیمات کو یکسر ختم کر دیا ہے۔ گھر کا ماحول کس طرح ہو گیا ہے اس واقعہ سے اندازہ لگا لیجئے۔ ایک مکان پر میں نے دستک دی گیارہ سال کی لڑکی آئی میں نے کتاب حوالے کرتے ہوئے کہا کہ اپنی والدہ کو دیدیں۔ یہ لڑکی مجھے ٹکٹکی باندھے ہوئے دیکھنے لگی۔ اور خاموش رہی میں نے جب نام لے کر کہا تو وہ کہنے لگی وہ میری ممی ہیں والدہ نہیں ہیں؟ یہ کیفیت تقریباً آج ہمارے گھروں کی ہے۔

قرآن تعلیم دیتا ہے کہ امانتیں' امانت رکھنے والوں کے حوالے کر دیا کرو۔ ہم سے بھروسہ کر کے کوئی چیز امانت کے طور پر رکھا تا ہے تو

ہمیں اس کی مدد کرتے ہوئے اس چیز کی امانت کے طور پر اپنے پاس رکھنا چاہئے۔اس چیز کے رکھنے سے ہم امین ہو جاتے ہیں۔جب وہ طلب کرے تو اس کو من وعن اس طرح واپس کر دیں یعنی امانت میں خیانت نہ کریں۔خیانت بہت بڑا جرم ہے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں امین بن کر امانت میں خیانت کرنا بڑا گناہ ہے۔وہ لوگ جو امانت میں خیانت کرتے ہیں ان کی عبادتیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔اور وہ اگر مال وغیرہ خیرات کے تو اس کا ثواب بھی حاصل نہیں ہوتا۔

امانت دار کا اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بڑا مقام ومرتبہ ہے۔اس دنیا میں ہر کوئی اسے عزت کی نگاہوں سے دیکھتا ہے۔اس کا ادب واحترام کرتا ہے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں دنیا کے کسی معاملے میں مشورہ کی ضرورت پڑے تو اس سے مشورہ کرے جو امانت دار ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ امانت دار بنا کر اس دنیا میں رکھ اور خاتمہ بھی خیر پر کر۔آمین

مدد

آج ماہ شعبان المعظم کی 25 تاریخ ہے۔''مدد'' پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

ہم کو دنیا میں اس لئے پیدا کیا گیا کہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔مشکلات میں، پریشانیوں میں، اپنے بھائی کا ساتھ دیں اور کوشش کریں کہ وہ تمام تکالیف سے نجات پائے۔اللہ موقف عطا کیا ہے تو اس کی مدد کریں۔

تعلیم قرآنی ہے نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔گناہ وظلم کی باتوں میں مدد نہ دیا کرو۔اس تعلیم کی روشنی میں حضرت محمدؐ کا یہ ارشاد گرامی ہمیں متنبہ کرتا ہے۔آپ فرماتے ہیں جس کسی نے ظالم کی مدد کی گویا اس نے غضب الٰہی خود اپنے سر لے لیا۔آج ظالم کا ظلم مختلف نوعیّتوں سے ہمارے سامنے ہے۔ہم بغیر غور وفکر کے ظالموں کا ساتھ دے رہے ہیں۔مظلوم کی مدد ہمارا شیوہ ہونا چاہئے۔

قرآن کہتا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ہم خدا کے بندے ہیں خدا کی مدد کس طرح کر سکتے ہیں۔اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے مخلوق کی، کمزوروں کی، غریبوں کی محتاجوں کی یتیموں کی مدد کریں۔حضرت محمدؐ واضح انداز میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔مظلوم کی مدد ظالم سے چھڑانا ہے اور ظالم کی مدد اس کو ظلم سے باز رکھنا ہے۔یہ اسلامی تعلیم ہے اس پر عمل کرنے سے معاشرہ سدھر جاتا ہے۔ہر طرف خیر ہی خیر دکھائی دے گا۔ظلم وستم ختم ہو کر ہمدردی، بھائی چارگی کی فضاء نظر آئے گی۔

دولت دراصل خدا کی امانت ہے۔اس میں نہ صرف خود کا بلکہ غریب رشتہ دار کا، غریبوں کا بھی حصہ ہے۔ان تمام کا حصہ پہنچانا ہر صاحب ثروت مالدار پر فرض ہے۔خدا ہم پر کرم فرماتے ہوئے دولت عطا کی ہے تو غرباء کی بھی مدد کریں۔جو دولت راہ خدا میں محتاجوں میں، غرباء میں خرچ کرنے کے بعد یا کسی کی مدد کر کے ظاہر نہ کریں۔یہ کردار کی بہت بڑی خوبی ہے جس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے۔اور مزید نوازتا ہے۔حضرت علیؓ نے یہ اخلاقی تعلیم دی کہ اگر تم اپنے دوست کی امداد کرنا نہیں چاہتے تو اس سے اس کی حالت ہرگز دریافت نہ کرو۔کیونکہ یہ منافقت ہے۔عموماً آج کل بعض افراد کا اس طرح کا مزاج ہو گیا ہے زبان سے اس طرح ہمدردی دکھاتے ہیں کہ سامنے والے کو ایک آس پیدا ہو جاتی ہے۔ہوا کے زور سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔اس طرح وہ بھی حالت کے سننے کے بعد غائب ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے مدد کسی نوعیت کی بھی ہو کرنا چاہئے۔ جو اثر دکھاتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کسی کی مدد کرنے پر بڑے سے بڑا حادثہ' آفتیں' مشکلات' مصیبتیں ٹل جاتی ہیں۔ جہاں آدمی میں آدمیت کا' انسان میں انسانیت کا اس طرح مدد کا جذبہ ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں مخلوق خدا کی مدد کرنے کی طاقت وصلاحیت عطا فرما۔ آمین

جھگڑا

آج ماہ شعبان المعظم کی 26 تاریخ ہے۔ بعنوان ''جھگڑا'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

جھگڑا اور فساد برپا کرنے والے نہ صرف سماج کے بلکہ وطن کے دشمن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جھگڑنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جھگڑا انسانی کردار کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ کس فطرت اور مزاج کا ہے۔ جھگڑا امن کی فضاء کو مکدر کر دیتا ہے۔ غصہ جھگڑے کو فروغ دے کر مزید آگ لگا دیتا ہے۔ ایسے وقت پر غصہ کو قابو میں رکھنا ہے۔ الغرض جھگڑا ہر حال میں بُرا ہوتا ہے۔ اس سے کوئی مفید نتائج سامنے نہیں آتے بلکہ رنجشیں و اختلاف بڑھ جاتے ہیں۔ عفو درگزر ہی جھگڑا کا علاج ہوتا ہے۔ قابل مبارک باد ہیں وہ افراد جو ایسے موقعوں پر عفو درگزر سے کام لے کر آپسی بھائی چارگی کو قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اس شخص کے دل میں ہے جو بہت جھگڑے بکھیڑے کرتا ہے۔ فسادی اور جھگڑالو سماج کے ناسور ہوتے ہیں۔ ان کے مزاج سے واقف ہونے کے بعد ان کی باتوں پر کوئی توجہ نہ دیں۔ بلکہ ان سنی کردیں۔ اس لئے کہ آدمی کی عزت اس میں ہے کہ جھگڑے سے باز رہے۔ جھگڑا قوت کو ضائع کر دیتا ہے۔ آپسی اتحاد و اتفاق کو ختم کر دیتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ کسی انسان سے بے سبب جھگڑا مت کر کہ اس نے تجھ سے کچھ بدی نہیں کی۔ بے سبب کسی سے جھگڑا کرنا اخلاقی گراوٹ ہے۔ تعلیمات اسلام کے خلاف ہے۔ جھگڑا سبب کے ساتھ ہو یا بے سبب کے ساتھ ہر دونوں حالت میں غلط ہے۔ جب دو آدمی آپس میں جھگڑیں سمجھ لو دونوں غلطی پر ہیں۔

جھگڑے جہالت کی بناء پر' مال پر' انا پر' حسد پر ہوتے ہیں۔ اکثر جھگڑے والے یہ نہیں جانتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ کیونکہ وہ اندھے ہوتے ہیں۔ بدلے کی آگ انہیں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں سے محروم کر دیتی ہیں۔

الغرض جھگڑا ہر حال میں بُرا ہے۔ غصہ و نفس کو قابو میں رکھ کر عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے وقوع پذیر ہونے والے جھگڑوں کا سد باب کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر قسم کے جھگڑے سے بچائے رکھ۔ جھگڑے میں ہاتھ و زبان کا اہم رول رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قابو میں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

جنت

آج ماہ شعبان المعظم کی 27 تاریخ ہے۔ مضمون بعنوان ''جنت'' کی سماعت کیجئے۔

زندگی میں ہم وہ عمل کرتے ہیں جن سے فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس عمل کو انجام نہیں دیتے جس سے نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس

احتیاط سے ہم زندگی گزارتے ہیں۔اس طرح ایک ہماری اُخروی زندگی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے۔اس زندگی میں دومقامات ہیں ایک جنت اور دوسرا دوزخ۔ جنت میں جانے کے لئے نیکی کے راستے کواور دوزخ میں جانے کے لئے برائی کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کومعراج میں جنت اور دوزخ کی سیر کروائی۔حضرت محمدؐ نے جنت ودوزخ میں جانے والوں کے واقعات بیان کئے۔اس علم کے بعد جوعقلمند ہوگا وہ نیکی کی راہ کو اپنا کر جنت کا دعویدار بن سکتا ہے۔

حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں جو چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی وہ اللہ سے ڈرنا اور خوش خلقی ہے۔اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ خدا کے خوف اور خدا کے بندوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا جنت میں داخلہ دلاتا ہے۔ جنت میں جانا ہر ایک کی آرزو وخواہش ہوتی ہے۔ اس آرزو کی تکمیل والدین کی خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔حضرت محمدؐ کا ہمسایہ بننا کون پسند نہ کرے گا۔حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں جس کی تین بیٹیاں ہیں وہ جنت میں میرا ہمسایہ ہوگا۔عموماً لوگ بیٹی کے پیدا ہونے پرغمزدہ ہوجاتے ہیں۔اُنہیں چاہئے کہ حضورؐ کی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ بیٹی راحت ہوتی ہے' آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتی ہے۔تین بیٹیوں والا تو حضورؐ کا ہمسایہ بن جاتا ہے۔

حضرت محمدؐ فرماتے ہیں جس شخص نے اپنی شرم گاہ کواپنے قابو میں رکھا اور زبان کو' میں (محمدؐ) اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوں۔ جنت کے حق دار کون ہیں اس کے تعلق سے حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں۔اگر کوئی عورت اس حال میں مرجائے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ وہ افراد جواپنا مال سخاوت کرتے ہیں وہ جنت کے قریب ہوتے ہیں۔ جو مال کو جمع کرکے خرچ نہیں کرتے بخیل بن جاتے ہیں یہ جنت سے دور ہوجاتے ہیں۔حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں۔وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جو اپنے ماتحتوں پر بڑی طرح افسری کرے۔اپنے سے نیچے لوگوں کوحقیر جاننا اور رعب ڈالنا اسلامی تعلیم کے مغائر ہے۔صالح کردار' سچی عبادت جنت میں پہنچاتی ہے۔

حضرت محمدؐ ارشادفرماتے ہیں۔دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے۔اور کافر کے لئے جنت ہے۔اس دنیا میں ہمیں ہر قدم پر امتحان دینا پڑتا ہے۔حق پر چلنے والوں کوئی ایک مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایسے حال وماحول میں صبر واستقامت کے ساتھ زندگی گزاریں۔حضرت بایزید بسطامیؒ ارشادفرماتے ہیں جنت کو بغیر عمل کے طلب کرنا بجائے خود ایک گناہ ہے۔جنت کے دعویدار کے لئے عمل خیر ضروری ہے۔سانس کے ساتھ ساتھ عبادت بھی ضروری ہے۔ہم اس دنیوی زندگی میں جنت کے لئے جستجو کریں۔انشاءاللہ تعالیٰ فضل خداوندی سے ہم پائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سے وہ عبادت وریاضت کرائے جن سے جنت کا حصول آسان ہوجائے۔آمین

اخلاص

آج ماہ شعبان المعظم کی 28 تاریخ ہے ''اخلاص'' کی اہمیت پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

جس طرح سورج کی روشنی کے بغیر دن نہیں ہوتا اس طرح اخلاص کے بغیر عبادت' عبادت نہیں ہوتی۔جس طرح جسم کے رگوں میں خون دوڑتا ہے اس طرح ہمارے ہر عمل میں اخلاص ہونا چاہئے۔ یقیناً وہ بندے خوش نصیب ہیں جن کے ہر عمل میں اخلاص ہوتا ہے۔ایسے ہی

بندوں کواللہ محبوب رکھتا ہے۔

اخلاص دراصل اس کو کہتے ہیں کہ اعمال کے عوض دنیا و دین دونوں سے کچھ طلب نہ کریں۔اس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ اللہ کے واسطے جو کام کیا جاتا ہے وہ اخلاص ہے۔مہدویت جو روح اسلام ہے وہ یہی تعلیم دیتی ہے کہ ہر کام اللہ کے لئے کیا جائے۔ ہماری عبادت' ہمارا ذکر' ہماری ہجرت' صادقین کی صحبت' عشر کی ادائی' عزلت از خلق وغیرہ صرف اور صرف اللہ کے لئے اور اللہ کو پانے کے لئے' طلب دید کے لئے ہو۔ہم کس کو دیتے ہیں تو اللہ دیا کہہکر دیتے ہیں۔ ہمارے ہر عمل میں اخلاص ہی اخلاص نظر آتا ہے۔

علم کا حاصل کرنا ضروری ہے۔جس سے لوگوں کو ہدایت کی جاتی ہے تبلیغ دین ہوتی ہے۔لیکن یہ علم اخلاص کے بغیر بے کار ہے علم کبھی حاصل کریں تو اللہ کے لئے کریں۔نام ونمود شہرت کے لئے نہیں۔علم اخلاص کے ساتھ ہونا چاہئے۔اس طرح کا علم اپنا اثر دکھاتا ہے۔اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔اخلاص یہ ہے کہ اعمال کا عوض نہ چاہے۔آج مسلم معاشرہ کا جائزہ لیجئے ہر کام پر عوض ہے۔کوئی کام عوض کے بغیر ہوتا نظر نہیں آتا ہے۔بالخصوص عبادت و دینی کام للّٰہیت کے دینی فریضہ کواس طرح گرادیتے ہیں کہ تسبیح پڑھنے کے اتنے' ختم قرآن کے اتنے' قصیدہ بردہ شریف کے اتنے وغیرہ۔اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ یہ واضح فرمادیا کہ میری اُمّت کیسے ہلال ہوسکتی ہے جس کے اول میں ہوں' جس کے آخر میں عیسیٰ ابن مریمؑ اور درمیان میں مہدیؑ ہوں گے۔حضرت محمدؐ نے فرمایا مہدیؑ دافع ہلاکت اُمت محمدیہ ہوں گے۔شکر ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت کے طفیل سے آپ کے فرامین کی وجہ سے ہماری قوم میں تمام دینی کام اخلاص کے ساتھ بغیر کسی عوض کے اللہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ یہ فضل خدا ہے۔حضرت عثمانؓ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔خدا کی خوشنودی اخلاص کا پھل ہے۔شکر خدا کا کہ ہم مہدوی اخلاص کا پھل کھارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ زندگی تمام ہمیں اخلاص پر قائم رکھ ہماری عبادتیں' ریاضتیں' خیر خیرات اخلاص پر ہو۔آمین۔

عقل

آج ماہ شعبان المعظم کی 29 تاریخ ہے۔''عقل'' کی اہمیت پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

عقل انسان کے لئے بڑی نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ سے دولت نہ مانگیں بلکہ عقل مانگے۔عقل مل گئی تو ہر چیز مل جاتی ہے۔خدا کے پاس عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے۔عقلمند کی زبان میں خدا کی طاقت ہوتی ہے۔یہ ہر جگہ ہر وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔عقل عمر کو ضروری کاموں میں صرف کرتی ہے۔عقلمند خدا کے لئے ہی نیکی کرتا ہے۔اور ہمیشہ اپنی معتدل چال چلتا یہ زندگی بغیر عمل کے حیوانیات ہے۔عقلمند اپنی زبان کو زیادہ چلنے سے روکتا ہے۔وہ کم بولتا ہے اور زیادہ سنتا ہے۔زبان انسان کی عقل کے سہارے چلتی ہے۔ہر انسان کو شرف وفضل عقل سے ہے نہ کہ عمر سے' عقل سے بہتر کوئی رفیق نہیں ہوتا۔دین کی اصل عقل ہے۔اور عقل کی اصل علم ہے۔ہر وقت علم حاصل کرنے کی جستجو کرتے رہیں۔بعض افراد اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں۔اس طرح کا سمجھنا غلط ہے۔ٹھوکریں پڑ جاتی ہیں۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں حکمت اور عقل کو جہاں پاؤ قبول کرو۔ یہ دونوں چیزیں تلاوت قرآن پاک وذکر اللہ سے حاصل ہوتی

ہیں۔اس کے علاوہ علماء کرام وصادقین کی صحبت میں رہ کر بھی حاصل کی جاسکتی ہیں۔یہ دو چیزیں جس کو حاصل ہے اور وہ زندگی میں استعمال کرتا ہے وہ قابل رشک ہے۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔جسے عقل بخشی گئی اور جو اس کے تقاضوں پر عمل پیرا رہا اور دوسروں کو بھی ترغیب دیتا ہے قابل رشک ہے۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں جو عقل سے محروم ہے وہ گویا دین سے بھی محروم ہے۔اس ارشاد سے علم ہوتا ہے کہ دین کو سمجھنے کے لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عقل کو طلب کریں تاکہ دین ومذہب کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔حضرت محمدؐ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو عقل نہیں ہوتی ہے وہ مال جمع کرتا ہے۔جنت میں سب سے پہلے جانے والے فقراء ہوتے ہیں۔مالداروں کو اپنا حساب دینے کے بعد ہی جانا پڑتا ہے۔

ہمیں زندگی کے سفر میں بہت سارے افراد سے ملنا پڑتا ہے۔ان سے بات چیت ہوتی ہے ان کے مزاج سے واقف ہوجاتے ہیں۔کوئی خاموش' کوئی باتونی' کوئی کاہل' کوئی ناسمجھ' کوئی عقل سے کورا ہوتا ہے۔حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں جب عقل کامل ہوجاتی ہے تو گویائی کم ہوجاتی ہے۔یعنی ایسے لوگ باتیں کم کرتے ہیں کام زیادہ کرتے ہیں۔حضرت سیدنا علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔آدمی کی عقل اس کے کلام کی خوبی سے ظاہر ہوتی ہے۔یعنی بات چیت سے ہی اندازہ ہوجاتا ہے کہ اس میں کتنی خوبیاں اور صلاحیتیں ہیں۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔عقلمند اگر خاموش رہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا ہے۔اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھے تو عبرت حاصل ہوتی ہے۔غرض عقلمند کچھ نہ کچھ حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔

عقلمند کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے حضرت سیدنا حسینؓ فرماتے ہیں عقلمند وہ ہے جو خیر وشر کے درمیان امتیاز کرے۔عقل ہی ہے جو عبادت کی طرف راغب کرتی ہے۔عقل ہی عقیدت کو پروان چڑھاتی ہے۔عقل ہی ہدایت اور فرمانبرداری کی طرف لے جاتی ہے۔عقل ہی تعلیم وتربیت کی طرف گامزن کرتی ہے۔عقل ہی جدوجہد اور حوصلہ کو بڑھاتی ہے۔عقل ہی اُصول اور طور طریقے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔خوداعتمادی اور خیر وخوبی کا جذبہ بھی عقل سے حاصل ہوتا ہے۔ترقی کی سمت اور اس کی راہ عقل ہی دکھاتی ہے۔

عقل اللہ تعالیٰ کا ایک انمول خزانہ ہے۔جس کی کوئی قیمت نہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ عقل کو ہی مانگیں عقل کے ذریعہ سب کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحیح فہم کے ساتھ عقل عطا کرے۔آمین

غرور وخودغرضی

آج ماہ شعبان المعظم کی 30 تاریخ ہے۔ایک مضمون ''غرور وخودغرضی'' کے عنوان پر سماعت کیجئے۔

غرور وتکبر فرعونی صفت ہے۔انسان کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔اس کا بچپن' جوانی بڑھاپا سب کچھ فنا ہونے والا ہے۔پھر غرور کس بات کا؟ اس کی تخلیق مٹی سے ہوئی اور آخر اس کو مٹی میں ہی ملنا ہے۔پھر غرور کس بات کا؟ مال ودولت آنے اور جانے والی ہے۔عزت وشہرت آنے اور جانے والی ہے۔پھر کس بات کا غرور؟ طاقت وقوت کا دینے والا پروردگار عالم ہے' رزق کا دینے والا' اللہ تعالیٰ ہے۔پھر کس بات کا غرور؟ اس کے ساتھ جو رہنے والا ہے اس کا اپنا عمل۔اس کے عمل پر ہی ثواب یا عذاب ملنے والا ہے پھر غرور کس بات کا؟

انسانی کردار میں غرور بہت ہی خطرناک کردار ہے۔یہ انسان کو فرعون بنا دیتا ہے۔فرعون جو اپنے آپ کو خدا (نعوذ باللہ) کہتا تھا۔فرعون کا اصل ٹھکانہ جہنم ہے۔اس طرح غرور جہالت بھی جہنم کی بنیاد ہے۔غصہ تھوڑی دیر کے لئے آتا ہے اس پر قابو پالیا جاسکتا ہے۔لیکن غرور

ہمیشہ رہتا ہے۔ یہ انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے۔ مغرور رہنے والے یعنی غرور کرنے والے میں جذبہ ہمدردی' انکساری' نہیں ہوتی ہے۔ وہ اپنے سے زیادہ کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس میں صرف ''میں پن'' رہتا ہے۔ ہر بات وہ شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ آدم وابلیس کا واقعہ غرور وتکبر کی زندہ مثال ہے۔ یہ غرور ہی تھا کہ ابلیس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا۔ اپنے آپ کو اعلیٰ سمجھا۔ اس غرور میں خدا کے حکم کی خلاف ورزی کیا اور مردود کا لقب حاصل کیا۔

اس روزمرہ کی زندگی میں ہم نے دیکھا ہے غرور وتکبر کرنے والے جلد ہی ٹھوکر کھاتے ہیں۔ ہم گہرائی سے نظر ڈالیں تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تمام غلطیوں کی تہہ میں غرور ہی غرور دکھائی دیتا ہے۔ وہ افراد جس میں خدا کا خوف رہتا ہے طبیعت میں عاجزی وانکساری رہتی ہے۔ عقلمند اور ہوش میں رہتے ہیں۔ یہ کبھی غرور نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کو عاجزی وانکساری پسند ہے۔ اس کردار کے حامل افراد کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی۔

حضرت محمدؐ فرماتے ہیں جس آدمی کے دل میں رائی کے برابر غرور وتکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ غرور یہ ہے کہ اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھے۔ اور دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھے۔ ایسے لوگ کبھی خاندانی جاہ وحشم تو کبھی حسب ونسب کے غرور میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں کسی عربی کو عجمی پر' گورے کو کالے پر کوئی برتری نہیں ہے۔ تم سب آدم کی اولاد ہو۔ پھر غرور کس چیز کا؟ غرور کرنے والا اللہ کی محبت اور مدد سے دور ہو جاتا ہے۔ دنیا کی نفرت اور آخرت کا عذاب اس کا مقدر ہوتا ہے الغرض غرور وتکبر چاہے دولت کا ہو' طاقت کا ہو' رتبہ کا ہو' حیثیت کا ہو' حسن کا ہو' علم کا ہو' حسب ونسب کا ہو حتیٰ کہ تقویٰ کا ہی کیوں نہ ہو انسان کو رسوا کرکے ہی چھوڑتا ہے۔

ہم اشرف المخلوقات ہیں۔ ہمیں خود کے ساتھ دوسرے کے لئے بھی جینا ہے۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ یہی قرآن پاک کی آواز ہے۔ یہی شریعت کی آرزو وخواہش ہے۔ انسان اور جانور میں یہی فرق ہے کہ انسان اپنے ساتھ دوسروں کے لئے بھی جیتا ہے جبکہ جانور صرف اور صرف اپنے لئے۔ فرائض نبوت ہوں کہ فرائض ولایت تمام تعلیمات کا مبدا یہی ہے کہ اس پر خود ہی عمل کریں۔ اور دوسروں کو بھی عمل کی طرف توجہ دلائیں۔ اسلام خودغرضی کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام اجتماعی زندگی پر زور دیتا ہے۔ نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں' روزہ سب مل کر رکھیں' قربانی سب مل کر کریں۔

اپنے لئے جینا زندگی نہیں ہے بلکہ دوسروں کے لئے جینا زندگی ہے۔ مسلمان خودغرض نہیں ہوتا ہے۔ اس کے دل میں دوسروں کے لئے رحم دلی' ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے۔ وہ مصیبت زدہ کی مصیبت کو دور کرتا ہے۔ غرباء ومساکین کا خیال کرکے ان کو راحت پہنچانے کی فکر میں رہتا ہے۔ دکھ کو سکھ میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو خودغرضی پسند نہیں۔ یہ فرعون' شداد کی راہ ہے۔ اس راہ پر خدا کا عذاب ہے۔ جس بندہ خدا میں خدا کا ڈر وخوف رہتا ہے وہ خودغرض نہیں ہوتا ہے۔ شیطان کے چیلے ہی خودغرض ہوتے ہیں۔

جو بھی خودغرض ہوتے ہیں انکی غرض کبھی بھی پوری نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے بندے ہوتے ہیں۔ ان کی خودغرضی بعض وقت جرائم کرادیتی ہے۔ حاسد بنتا ہے یا وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ خودغرضی دراصل روح کو قید کر دیتی ہے۔ مردہ جس طرح کسی کو فائدہ نہیں دے سکتا اس طرح خودغرض بھی کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ وہ سوچتا ہے کہ صرف اپنے لئے۔ جیتا ہے تو اپنے لئے ہی۔

خودغرضی سے دور رہیں یہ اچھے خاصے انسان کو شیطان بھی بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کریں اے باری تعالیٰ ہمیں خودغرض نہیں رحم دل بندہ بنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں غرور وتکبر سے بچائے اور نیکی کی راہ پر چلائے۔ آمین

ماہ رمضان المبارک

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	استقبال رمضان المبارک	361	16	فضائل قرآن	387
2	رمضان المبارک	363	17	تربیت کا مہینہ	388
3	حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ و بی بی فاطمہؓ	364	18	حضرت بندگی میاں سید عالم فانی فی اللہ باقی باللہؓ	389
4	حضرت اول میراں سید محمود ثانی مہدیؓ	367	19	اعتکاف	392
5	رمضان کی برکتیں	369	20	ذوالجلال والاکرام اور یاد	393
6	رمضان ایک مقدس مہینہ	371	21	حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ	394
7	حضرت سیدنا بلالؓ	372	22	قرآنی مہینہ	396
8	ماہ رمضان	374	23	زکوٰۃ	398
9	روزہ	374	24	فضائل شب قدر	399
10	ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ	376	25	شب قدر	400
11	حضرت بندگی میاں سید شریف اللہؓ	377	26	خاص عنایت شب قدر	401
12	قرآن پاک	380	27	شاہ رکن الدین مجذوبؒ	404
13	خلیفہ گروہ حضرت بندگی میاں ملک الہدادؓ	382	28	صدقۂ فطر	405
14	خلیفہ گروہ حضرت بندگی میاں ملک الہدادؓ	383	29	عیدالفطر	406
15	فضائل ماہ رمضان	385	30	پاکیزگی	408

استقبال ماہ رمضان المبارک

آج ماہ رمضان المبارک کی یکم تاریخ ہے۔

اللہ کا شکرادا کیجئے کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہماری زندگی میں پھرایک بار آ گیا۔رمضان کے رات اور دن مبارک ہیں ان میں بیشمار خیر وبرکتیں ہیں۔یہ بات سب ہی مسلمان مانتے ہیں لیکن کوئی چیز آپ سے مبارک نہیں ہوجاتی جب تک آپ اس کی برکتوں سے فائدہ نہ اٹھائیں۔یہ ایام منکروں اور گناہگاروں سب کے لئے آتے ہیں لیکن ان سے سب لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ان ایام سے فائدہ اٹھانے کے لئے خود آپ کی صلاحیت اور نیت شرط ہے۔ہمارے لئے کوئی چیز مفید نہیں ہوسکتی ہے جب تک ہم خود اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کریں۔ مثلاً ہمیں خبر ہی نہ ہو کہ رمضان کسے کہتے ہیں یا رمضان کو جانتے ہوئے روزے نہ رکھیں تو ایسی صورت میں روزے بھی کیا فائدہ پہنچاتے ہیں۔ روزہ کا فائدہ تو اسی وقت مل سکتا ہے جب ہم روزہ رکھیں اور اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں کیونکہ بہت سے لوگ رکھنے کو تو روزہ رکھتے ہیں لیکن ان سب کے روزے سے یکساں فائدہ نہیں پہنچتا ہے جتنا وہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے

روزے کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی یہی ارشاد فرمایا ہے کہ روزے تم پر فرض کئے گئے اور اس سے امید ہے کہ تمہارے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی اب یہ اندازہ لگانا ہر روزہ دار کا فرض ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس کے روزے سے اس کے اندر یہ ضروری صفت کس درجہ پیدا ہورہی ہے۔تقویٰ کا سب سے پہلا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے اور اس کی ناخوشی سے ڈرے اور یہاں حال یہ ہے کہ مسلمان کہلاتے ہیں لیکن روزے اور نماز کے روادار نہیں، مسلمان کہلاتے ہیں اور دینی شعائر کا مذاق اڑاتے ہیں۔ان حالات میں رمضان المبارک کا مہینہ آرہا ہے۔ہم چاہتے ہیں کہ ان مبارک ایام کے آنے سے پہلے آپ کچھ دیر کے لئے اپنے ماحول کے بارے میں سوچئے اور خود اپنے بارے میں بھی کچھ غور وفکر کیجئے۔یہ تو آپ جانتے ہیں کہ سماج کی خرابیاں اب اس حد تک بڑھ چکی ہیں کہ ان کا دور کرنا کسی ایک دو آدمی کے بس کی بات نہیں۔اس کے لئے تو اجتماعیت کی ضرورت ہے۔اگر یہ میسر نہ ہو تب بھی آپ کے لئے ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ جانے کی گنجائش تو نہیں ہے۔آپ کو یہ طے کرنا ہی پڑے گا کہ آپ اپنے قریبی ماحول پر اور خود اپنے نفس پر کس حد تک اثر انداز ہوسکتے ہیں اور اس کے لئے خود آپ کو کیا کرنا چاہیئے۔ہم جانتے ہیں کہ جب اللہ نے آپ کو اسلام کا شعور دیا ہے اور آپ اچھی اور بری باتوں کو پہچانتے ہیں تو آپ سب سے پہلے اپنے انفرادی معاملے کی طرف متوجہ ہوں، خود اپنی زندگی پر نظر ڈالئے اور چن چن کر ایسی چیزوں کو دور کرنے کا فیصلہ کر لیجئے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تعریف میں آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب سے زیادہ اختیار خود آپ کے اپنے نفس پر دیا ہے۔آپ کا سب سے پہلا دائرہ کار یہی ہے۔اس کے بعد جو لوگ بھی آپ سے جس قدر زیادہ قریب ہیں وہ اسی قدر آپ کی توجہ کے مستحق ہیں، خلوص، محبت، ہمدردی اور حکمت کے ساتھ ان کی طرف توجہ دیجئے اور جس شخص کو جس حد تک برائیوں سے بچانا ممکن ہو بچانے کی کوشش کیجئے۔

رمضان کا مبارک مہینہ اس اعتبار سے نہایت ہی موزوں ہے کہ اس میں آپ اصلاح کی طرف جو توجہ بھی دیں گے اس کا اثر دوسرے دنوں کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی ہوگا۔یہ بات آپ کی اپنی ذاتی اصلاح کے بارے میں بھی صحیح ہے اور دوسروں کی اصلاح کے بارے میں بھی۔

روزہ ایک عبادت ہے اور اسلام میں اس عبادت کی بڑی اہمیت ہے لیکن دشواری یہ ہے کہ عبادت کا صحیح مفہوم ذہنوں سے نکل گیا ہے ۔لوگوں نے کچھ خاص اعمال کا نام عبادت رکھ لیا ہے اور سمجھتے ہیں کہ اگر ان اعمال کو انجام دے دیا جائے تو عبادت کا حق ادا ہو جائے گا۔ روزہ اس خرابی کا سب سے زیادہ شکار ہوتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھانا پینا چھوڑ دینا روزہ ہے چنانچہ وہ اس عمل کو تو اختیار کر لیتے ہیں لیکن عین روزے کی حالت میں نہ انہیں جھوٹ بولنے سے عار ہوتا ہے نہ غیبت اور بدگوئی کرنے میں کوئی جھجک محسوس ہوتی ہے۔ وہ عہد و اقرار کا پاس نہیں کرتے حد یہ کہ حلال اور حرام کی تمیز بھی نہیں کرتے۔ حق داروں کا حق مارتے ہیں، کمزوروں پر ظلم کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ نفس کی خاطر جو چاہتے ہیں کر گزرتے ہیں اور ساتھ ہی روزہ اپنی جگہ برقرار رہتا ہے۔ روزہ منہ میں ہوتا ہے لیکن آنکھیں ان چیزوں کے دیکھنے سے نہیں رکتیں جن کا دیکھنا اللہ کو پسند نہیں، اور نہ ہاتھ پاؤں اس کام کے لئے تیار ہوتے ہیں جو اللہ کو پسند ہیں۔ یہی حال نمازوں کا بھی ہے۔ کتنے لوگ ان تمام کاموں کے ساتھ ساتھ پانچ وقت کی نماز بھی پڑھ لیتے ہیں۔ سال میں مہینہ بھر کے روزے بھی رکھ لیتے ہیں۔ مال بھی خیرات کرتے ہیں موقعہ مل جائے تو حج بھی کر آتے ہیں اور سمجھتے ہیں عبادت کا حق ادا ہو گیا۔

روزے کے سوا جتنی عبادتیں ہیں وہ کسی نہ کسی طرح ظاہر ہو جاتی ہیں۔ کوئی شخص نماز پڑھیں تو لوگ دیکھیں گے کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے، زکوۃ دے گا تب بھی کم از کم ایک شخص کو علم ہوگا جسے اس نے زکوۃ دی ہے اور حج کو جائے گا تب تو ہزاروں آدمی دیکھیں گے کہ اس نے حج کیا ہے ۔ان میں سے کسی کا حال چھپ نہیں سکتا لیکن روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حال خدا اور بندے کے سوا کسی دوسرے پر کھل نہیں سکتا۔ ایک شخص اگر سب کے سامنے سحری کھائے دن بھر لوگ اسے کوئی چیز کھاتے پیتے نہ دیکھیں اور افطار کے وقت سب کے ساتھ بیٹھ کر روزہ کھولے تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ وہ روزہ سے تھا لیکن اگر وہ چھپ کر پانی پی لیا ہو یا گھر کے کسی گوشہ میں بیٹھ کر کھانا کھایا ہو یا دل سے روزہ کی نیت ہی نہ کی ہو تو خدا کے سوا کسی کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی۔ یہ ایک بہت اہم چیز ہے ایک ایسے شخص کا تصور کیجئے جو حقیقت میں روزہ رکھتا ہے وہ چوری چھپی کچھ نہیں کھاتا، پیتا کیسی ہی پیاس لگے یا بھوک لگے، کتنی ہی تکلیف ہو وہ سب برداشت کرتا ہے لیکن روزہ نہیں توڑتا ہے اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہے کہ کم از کم چند بنیادی باتیں اس کے ذہن میں بہت قوت کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہیں۔ مثلاً اسے یہ یقین ہے کہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے خدا تو دیکھ رہا ہے اور اگر میں کچھ کھا پی لوں تو خدا کو ضرور خبر ہو جائے گی۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ اسے یہ ڈر ہے کہ میں نے اس روزے کو جو صرف خدا کے حکم کی تعمیل میں رکھا ہے اس طرح توڑ دیا تو مجھے آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس طرح دیکھئے تو رمضان کے پورے مہینے میں مسلمان کے ایمان کو مسلسل جانچا جاتا رہتا ہے اور جتنا جتنا وہ اس آزمائش میں پورا اترجاتا ہے اتنا ہی اس کا ایمان مضبوط ہوتا جاتا ہے، روزے کی حالت میں ہمارے اس ایمان کی جانچ بھی ہوتی ہے اور اس کی تربیت بھی ہوتی رہتی ہے اب سوچئے کہ جو شخص مسلسل ایک ماہ تک اس طرح کے امتحان میں پورا اترتا رہے اور تربیت حاصل کرتا رہے تو اس کے اندر یہ قابلیت کیوں نہیں پیدا ہوگی کہ وہ زندگی کے دوسرے معاملات میں بھی اللہ سے ڈرے اور اسے عالم الغیب سمجھتے ہوئے چوری چھپی وہ کام نہ کرے جن سے اللہ نے منع کیا ہے۔

رمضان کے مبارک ایام کی سعادت پھر ایک بار ہو رہی ہے۔ کیسا اچھا موقع ہے کہ ان دنوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کا ارادہ پھر ایک پوری قوت کے ساتھ کریں۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ روزہ کی حالت میں آدمی کو زیادہ سے زیادہ نیک کام کرنا چاہیئے اور ہر بھلائی کا شوقین بن جانا چاہیئے ۔ یہ مہینہ مرحمت اور مواسات کا مہینہ ہے دوسرے بھائیوں کے لئے ہمدردی کا جذبہ پوری شدت کے ساتھ پیدا ہونا چاہیئے

۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ خود رسالت مآب ﷺ رمضان میں دوسرے مہینوں کے مقابلے میں زیادہ رحیم وشفیق ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعائے کہ ہمیں ان مبارک ایام سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کو ہمارے لئے خیر وفلاح کا موجب بنائے۔کوئی نہیں جانتا کہ زندگی میں یہ سعادت پھر ایک بار نصیب ہوگی یا نہیں۔مومن کو چاہیئے کہ وہ ہر مہلت کو غنیمت سمجھے اور اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی بھرپور کوشش کرے۔

رمضان المبارک

آج ماہ رمضان المبارک کی 2 تاریخ ہے۔

نزول قرآن کا مہینہ' اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ' صبر کا مہینہ' تلاوت قرآن کا مہینہ' ایک دوسرے سے خیر خواہی کا مہینہ' جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے آزادی حاصل کرنے کا مہینہ' ذکر وفکر' صدقہ وخیرات کا مہینہ' شب قدر کا مہینہ' اعتکاف کا مہینہ۔

یہ مہینہ ہر قسم کی عبادت کا مہینہ ہے۔شوق عبادت کا مہینہ دراصل اُمت کے لئے موسم بہار ہے۔اپنے ایمان اور تقویٰ کے مطابق اجر پاتا ہے۔

اسلام کی پانچ بنیاد ہیں۔ان پانچ میں سے چار پر کثرت سے عمل ہوتا ہے۔کلمہ توحید' نماز قائم کرنا' زکوٰۃ ادا کرنا' رمضان کے روزے رکھنا' پانچواں یعنی حج ذی الحجہ میں ادا کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں صرف ماہ رمضان ہی کا نام آیا ہے کسی اور مہینہ کا نہیں۔رمضان میں ہر نیکی پر ۷۰ درجے ثواب ملتا ہے۔یہ صبر کا مہینہ ہے۔اور صبر کا ثواب جنت ہے۔اس کے پہلے دہے میں رحمت' دوسرے میں مغفرت اور تیسرے میں جہنم سے آزادی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کو اس بات کا علم ہوجائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو ہر بندہ کی یہی خواہش ہوگی کہ سال بھر رمضان ہی رہے۔اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔اس ماہ میں سرکش شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔

رمضان کی یوں تو کئی خصوصیات ہیں لیکن ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جو رمضان میں عمرہ کرتا ہے انہیں حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔

حضرت عطارؓ کہتے ہیں میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے انصار کی ایک عورت سے فرمایا تم ہمارے ساتھ حج پر کیوں نہیں جاتیں۔عورت نے کہا میرے پاس صرف دو اونٹ تھے ایک پر میرا شوہر اور بیٹا دونوں حج کے لئے گئے ہیں۔اب ایک اونٹ گھر میں ہے جس پر ہم پانی وغیرہ لاتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا جب رمضان آئے تو عمرہ کرلینا اس کا ثواب بھی حج کے برابر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبروں اور کتابوں کے ذریعہ بندگان خدا کو ہدایت پہونچائی ہے۔اسلام میں ابتدا سے آخر تک یعنی پیدائش سے لیکر آخری سانس تک بہار ہی کا موسم ہے۔ماہ رمضان المبارک بھی اس بہار کا ایک دلکش حصہ ہے۔خوش نصیب ہے وہ بندگانِ خدا جو اس بہار سے فیضیاب ہوکر اپنی روحانی زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔یہ موسم دراصل سنوارنے نکھرنے اور سدھرنے کا ہے۔

اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے اس موسم بہار یعنی ماہ رمضان کے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے"یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ میں اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ میں مغفرت اور آخری حصہ میں آگ سے آزادی ہے" یعنی سال بھر کے یہ بہترین دن ورات ہیں جو اپنے دامن میں اللہ کی رحمت، بندوں کی مغفرت اور بندوں کی آگ سے رہائی لئے ہوئے ہیں۔رمضان کے دن ورات میں اتنی بہاریں و

انعامات ہیں تو کون اس سے استعفادہ حاصل نہ کرے گا۔اس ماہ کی قدر ومنزلت اوراہمیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور نے فرمایا جبرئیل میرے سامنے آئے تھےاورانہوں نے کہاہلاکت ہواس شخص پر جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایااور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔میں نے اس دعا پر کہا آمین۔حضرت جبرئیلؑ کا دعا کرنا اورحضور نبی اکرمﷺ کا آمین کہنا یہ ہمیں ہدایت دے رہا ہے رمضان المبارک کے ایک ایک ساعت کوغنیمت جان کراس کی حفاظت کریں۔عبادت وریاضت سے،تلاوت وخیرات سے،غرباءیتیموں کی امداد سے،عفوودرگزر سے۔الغرض رمضان میں کثرت سے عبادت وریاضت کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کریں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے رمضان کا مہینہ صبر کا ہےاورصبر کا بدلہ جنت ہے۔یہ مہینہ غمخواری کا ہے۔اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مومن کا رزق بڑھادیتا ہے۔جوشخص کسی روزہ دارکا روزہ افطارکرائے تو اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔روزہ دار کے ثواب کے مانند اس کوثواب ہوگا مگر روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔اس ماہ کی 27 ویں شب لیلتہ القدر ہےاس رات کواللہ تعالیٰ ہزاروں مہینوں سے بہتر کیا ہے۔یہ مبارک ومسعودرات ہمیں خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے طفیل میں یقین کے ساتھ نصیب ہوئی۔یہ نعمت عظمیٰ ہے اس کی قدر کریں ذکروفکر سے۔

عربی زبان میں روزہ کوصوم کہتے ہیں جس کے معنی رک جانے اور چپ رہنے کے ہیں۔روزہ جہاں جسمانی علاج سے روحانی معالجہ بھی ہے۔روزہ سے جسم وروح کی کثافتیں دور ہوجاتی ہیں۔روزہ برائیوں کی ڈھال ہے جوکوئی روزہ رکھے اُسے چاہیئے کہ لغواورفحش باتوں سے زبان روکے رہے۔اگر کوئی لڑنے پر بھی آمادہ ہواور گالی گلوج پر اُتر آئے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔روزہ اُس وقت تک برائیوں کی ڈھال ہے کہ اس ڈھال میں سوراخ نہ کیا جائے۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سوراخ کیسے ہوسکتا ہے ارشادفرمایا جھوٹ اور غیبت سے صحابہ صاحب ثروت،امیر کبیر بھی تھےاورغریب بھی۔اس ماہ کے فیوض وبرکات پانے کے لئے بعض غریب صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہرشخص تواتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کوافطار کرائے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرائے یا ایک گھونٹ پانی پلانے پر بھی حاصل کرسکتا ہے۔

رمضان المبارک ایک خاص مہینہ ہے جس میں ٹریننگ دی جاتی ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہرقسم کے کھانے پینے سے روک دیا جاتا ہے۔اس مہینہ میں ہرقسم کے گناہ سے محفوظ رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرمﷺ نے ارشادفرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے روزوں سے صرف بھوک اور پیاس ملتی ہے،روزہ دراصل تقویٰ اور پرہیزگاری کی صفت پیدا کرتا ہےاورشخصیت کی تعمیر بھی ہوتی ہے۔لہذااس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔

حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ و بی بی فاطمہ زُہرہؓ

آج ماہ رمضان المبارک کی 3 تاریخ ہے۔

آج بہرہ عام حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ اور حضرت بی بی فاطمہ زہرہؓ کی وفات کی تاریخ ہے۔

خلفائے مہدی موعودعلیہ السلام کا تذکرہ اوران کے اوصاف وکمالات کا بیان درحقیقت حضور مہدی علیہ السلام کا ذکر مبارک ہے۔

خلفاء مہدی موعودؑ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے جو عظمت و رفعت حضور مہدی موعود علیہ السلام کی اور جو محبت ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ ہرگز کسی اور طریقے سے نہیں ہوسکتی۔اس نظریہ اور اصول کے تحت ملت مہدویہ کی اس عظیم شخصیت کی سیرت کی چند گوشے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جسے مہدویہ تاریخ میں حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ کے نام سے یاد کرکے اپنے دلوں کو منور، آنکھوں میں ٹھنڈک اور ذہن میں سکون محسوس کرتے ہیں۔

حضرت بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ ۲۰ رجب المرجب 867ھ کو اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔آپ نور نظر حضرت مہدی موعود علیہ السلام اور لخت جگر حضرت بی بی الہداتیؓ ہیں۔خلیفۃ اللہ کی نظروں میں اور ولایت کی کرنوں میں پرورش پائے۔ان نظروں اور کرنوں کا فیض تھا کہ جب آپ کی عمر شریف ۱۸ سال کی ہوئی خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی زبان مبارک سے ہر موئے تن سے لا الہ الا اللہ ہوجانے کی بشارت حاصل فرمائی۔

حضرت ثانی مہدیؓ کو دوسو سواروں کا منصب تھا۔کسب بھی کسب کے حدود میں کئے۔اور ہمیشہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تعلیم ''ہر جا کہ باشید بایاد خدا باشید'' کی فضاؤں میں کسب کئے۔اور اس شان سے کئے کہ کوئی سوالی گھر سے خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔آپ ترک دنیا کئے تو مال واسباب کو نوکروں کے لئے چھوڑ دیا اور ہجرت فرمائی۔اس زندگی کو پانے کے،صحبت حضور مہدی موعود علیہ السلام اختیار کرنے کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام نے آپ کی کیفیت اصحاب پر اس طرح واضح فرمائی کہ ثانی مہدیؓ کو سیر ذات مصطفیٰ حاصل ہے۔

حضرت ثانی مہدیؓ نے مقامات عالیہ ومنازل سلوک الی اللہ کو صبر،توکل،عبادت وریاضت،شب بیداری اور غیر اللہ سے کنارہ کشی کرکے اور حضور مہدی موعودؑ کی صحبت سے اختیار کیا۔حقیقت بھی ہے کہ خدائے تعالیٰ کا فضل جس پر ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں ساری کائنات آجاتی ہے۔حضرت مہدیؑ نے فرمایا کہ سید محمود دونوں جہاں میں ممدوح اور محمود ہیں۔اور جہاں بندے کا قدم ہے وہاں بھی سید محمود کا قدم ہے۔میرے اور سید محمود میں کچھ فرق نہیں،ہاں اتنا فرق ہے کہ بندہ مہدی موعود ہے اور سید محمود مہدی موعود نہیں ہے۔حضرت ثانی مہدیؓ اور حضرت شاہ خوندمیرؓ کے مقام ومرتبہ کا اس فرمانِ حضرت مہدی موعودؑ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن خدا بندے سے پوچھے گا کہ اے سید محمد ہم نے تجھ کو مہدی موعود اور خاتم ولایت محمدی بنایا اس کے بدلے میں ہمارے لئے کیا تحفہ لائے،تو بندہ عرض کرے گا اے باریؑ تعالیٰ ان دو سیدین بھائی سید محمودؓ اور بھائی سید خوندمیرؓ کو سرتاپا مسلمان بناکر تیری بارگاہ میں لایا ہوں تو ان کو قبول فرما۔اور حضرت مہدی موعودؑ کا یہ فرمان ہمارے باطنی فیضان کے وارث اور ہمارے خانۂ دل کے مالک میراں سید محمود ہیں۔ہمیں آپ کی فضیلت بتاتا ہے۔

حضرت ثانی مہدیؓ نے تعلیمات امامنا کی مکمل پیروی کرتے ہوئے اپنی زندگی گزاری۔دائرہ میں ہر ہفتہ اجماع کرکے عقیدہ وعمل کی درستگی کی جانب آپ توجہ دلاتے تھے۔اور اصحاب دائرہ سے فرماتے تھے کہ اگر مہدیؑ کے خلاف ہماری ذات میں کوئی بات دیکھو تو ہمارا ہاتھ پکڑ کر دائرے سے باہر کردو۔

ایک مرتبہ حضور مہدی موعودؑ نے اپنے فرزند سے فرمایا کہ بھائی سید محمودؓ کبھی یہ خطرہ آیا ہو کہ سید محمود فرزند اور مہدی موعود پدر ہے۔میراں سید محمودؓ نے عرض فرمایا میرانجی جہاں مہدی کی ذات،ذات خداوندی ہے وہاں پر سید محمود کون ہے۔اس التجا پر حضرت مہدی موعودؑ نے اپنی زبان

مبارک سے فرمایا کہ شاہ باش۔اس قول ثانی مہدیؑ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نفس خودی اور وجود کو ختم کر چکے تھے۔اور غالباً آپ کے ذہن میں ارشاد نبی کریم ﷺ تھا کہ ''اے فاطمہ عمل کر یہ نہ سمجھ کہ بیٹی ہے'' اور یہ فرمان مبارک مہدی موعودؑ بھی تھا کہ خدائے تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تو احمد کا بیٹا ہے یا محمد ﷺ کا بلکہ خدائے تعالیٰ عمل با محبت پوچھے گا۔غرض حضرت ثانی مہدیؑ نے کبھی بھی یہ خیال نہیں کیا کہ والد محترم خلیفۃ اللہ ہیں' خلیفۃ الرحمٰن ہیں' مہدی موعود علیہ السلام ہیں۔

حضرت مہدیؑ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ نے فرہ مبارک سے ہجرت فرمائی اور بھیلوٹ گجرات میں دائرہ قائم کیا اور تعلیمات اور پیام مہدی موعودؑ کی اشاعت کی طرف دعوت دینے میں مصروف ہوگئے۔آپ کے بیان قرآن کا چرچا گجرات تمام میں پھیل چکا تھا۔ہزار ہا لوگ عصر تا مغرب جمع ہوجایا کرتے تھے۔آپ کی اس شہرت اور لوگوں کی عقیدت کو دیکھ کر دنیا پرست علماء حسد اور عداوت کی آگ میں جلنے لگے۔اور دوسری طرف لاتعداد پہاڑی پٹھان آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔اور کئی راجپوت و مسلمان مصدق ہوکر حلقہ ارادت میں داخل ہو رہے تھے۔یہ حالت دیکھ کر علماؤں نے شاہ سے آپ کی شکایت فرمائی۔بادشاہ اور دوسرے امراء جن کو شروع ہی سے حضرت مہدیؑ اور مہدویوں سے بغض تھا فوراً ان دنیادار علماؤں کی شکایت پر احمد آباد سے پولیس روانہ کی اور حضرت ثانی مہدیؑ کو ساتھ لے جا کر احمد آباد میں سوامن کی بیڑی پیر میں ڈال کر رکھا گیا۔اس ہستی معزز کو اس طرح تکلیف سے رکھا گیا جو خدا کی طرف خدا کی مخلوق کو بلاتی تھی۔جس نے کسی کو تکلیف نہ دی نہ کبھی کسی کا نقصان کیا بلکہ ہر ایک کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کیا۔اس مخلص انسان کو ظالموں نے سوامن کی بیڑی پیر میں ڈال کر قید میں رکھا۔ظالموں کے اس عمل سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ حضرت مہدیؑ سے' آپ کے پیام سے' مہدیوں سے انہیں کتنا بغض وعناد تھا۔حالانکہ حضرت شاہ خوندمیرؓ اور رنگریز شہداء کی شہادت سے قبل کسی مہدوی نے کبھی بھی حکومت کے خلاف' حکام کے خلاف علماؤں کے خلاف کوئی آواز نہیں اٹھائی' نہ کسی کو ضرور پہنچایا بلکہ خاموشی سے خدا کے کلام کو خدا کے بندوں تک پہنچاتے رہے۔تاریخ گواہ ہے کہ دور ولایت ہو یا خلفائے مہدیؑ کا دور ہو ہر دور میں مہدویوں کے دشمن دنیا پرست علماء رہے اور انہی کی وجہ سے ہر دور میں ہم پر ظلم وستم ہوتا رہا۔

حضرت ثانی مہدیؑ کی گرفتاری کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے گجرات میں پھیل گئی۔تمام صحابہ کرام میں ایک کھلبلی سی پیدا ہوگئی تھی۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ فوراً احمد آباد تشریف لاتے ہیں اور حضور ثانی مہدیؑ سے ملاقات کرتے ہیں اور عرض فرماتے ہیں کہ اگر حکم ہو تو جیل خانہ کو توڑ کر آپ کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔لیکن ثانی مہدیؑ نے آپ کے اس خلوص وجذبہ کو دیکھتے ہوئے عرض کیا خدا قادر و توانا ہے وہی جس طرح لایا ہے لے جائے گا۔حضرت ثانی مہدیؑ کو چالیس دن کے بعد قید سے رہائی دی گئی۔پیر میں وزنی زنجیر کے سبب پائے مبارک زخمی ہوگیا تھا۔پاؤں میں زخم ہوگیا تھا جس سے بے حد درد تھا۔لیکن مزاج اگر کوئی پوچھتا تو آپ ارشاد فرماتے کہ اگر کہوں کہ درد نہیں ہے تو جھوٹ ہوگا اور اگر کہوں کہ درد بہت ہے تو حق تعالیٰ کا گلہ ہوگا۔اس مرض سے آپ 4 رمضان المبارک 919ھ کو اس دنیا سے پردہ فرمائے۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ:

حضرت فاطمہؓ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔حضرت محمد ﷺ اور بی بی خدیجۃ الکبریٰ کی نظروں کے سامنے پروان چڑھتی ہیں ۔بچپن سے ہی مزاج سادگی پسند تھا' حضور ﷺ آپ کو بتول کہا کرتے تھے یعنی تارک الدنیا۔حضور نبی اکرم ﷺ کی سب سے زیادہ چہیتی صاحبزادی تھیں۔آپ ﷺ سفر یا جنگ کے لئے جب بھی روانہ ہوتے تو سب سے آخر میں بی بی فاطمہؓ سے ملاقات کر کے روانہ ہوتے اور

جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہؓ کے گھر آتے ۔ بی بی فاطمہؓ پکی دیندار خاتون تھیں ۔عبادت وریاضت اور گھر کے کاموں میں وقت صرف کرتی تھیں ۔نہایت ملنسار اور خوش اخلاق تھیں ۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی چہیتی صاحبزادی کا نکاح بھی نہایت سادگی کے ساتھ حضرت سیدنا علیؓ سے کیا۔جہیز میں ایک چادر' ایک چمڑے کا گدا جس میں گھانس بھری ہوئی تھی' ایک تکیہ' آٹا پیسنے کی چکی' ایک مشکیزہ اور دوڈول دیا۔اس کے برخلاف آج غلامانِ محمد ﷺ نے شادی کے تقاریب کو بے جا رسوم ورواج سے اتنی اونچے مقام پر پہنچا دیا ہے کہ جس کے گھر لڑکیاں ہیں ان کی نیندیں حرام ہوگئی ہیں ۔

خواتین کے لئے بی بی فاطمہؓ کی زندگی ایک بہترین نمونہ ہے ۔رسول ﷺ کی بیٹی ہوتی ہوئی آپؓ گھر کا تمام کام کرتی تھیں ۔ پکوان سے لے کر گھر کی صفائی وغیرہ بھی آپ ہی انجام دیتی تھیں ۔آٹا گوندھتے ہوئے' چکی پیستے ہوئے گھٹے پڑ گئے تھے۔آپؓ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت سیدنا علیؓ نے حضور سے ایک کنیز مانگنے کے لئے بی بی سے کہتے ہیں ۔حضرت علیؓ کے کہنے پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہیں لیکن شرم کی وجہ سے مانگ نہ سکیں اور واپس آجاتی ہیں ۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت علیؓ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر مدعا بیان کرتے ہیں ۔حضور ﷺ جواب میں کہتے ہیں یہ اصحاب صفہ کا حق ہے میں تمہیں نہیں دے سکتا۔حضرت علیؓ مایوس ہوکر لوٹتے ہیں ۔حضرت محمد ﷺ اپنی دختر کے گھر آتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں فاطمہ میں تمہیں ایسا عمل بتاتا ہوں جو خادمہ سے بہتر ہے ۔آپ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں سوتے وقت سبحان اللہ 33 بار' الحمد للہ 33 بار اور اللہ اکبر 34 بار پڑھو۔حضور کا گھرانہ ساری انسانیت کے لئے عملی درسگاہ ہے ۔ایک مرتبہ بی بی فاطمہؓ نے ہاتھ میں چاندی کے دو کنگن پہنے اور گھر پر رنگین پردہ لگایا۔حضور ﷺ بغیر ملاقات کئے گھر سے واپس ہوجاتے ہیں ۔بی بی فاطمہؓ حضور ﷺ کے ملاقات کئے بغیر چلے جانے سے غمزدہ ہوکر رونے لگتی ہیں' پھر حضرت بلالؓ کے ذریعہ پردے اور کنگن حضور کی خدمت میں پیش کرتی ہیں ۔آپؓ یہ دونوں چیزوں کو فروخت کر کے اصحاب صفہ کے خورد ونوش کا انتظام کرتے ہیں ۔آج ہمارے گھروں کی کیا کیفیت ہے بیان کی ضرورت نہیں ہے ۔چیزوں میں برکت نہیں رہی' کہیں بارش کے لئے ترس رہے ہیں اور کہیں بارش تباہی مچا رہی ہے اور یہ تمام ہمارے اعمال کے نتائج ہیں ۔خدا کی خوشنودی' خیر وبرکت ورحمت کو پانے کے لئے حضرت محمد ﷺ کے گھرانے سے ہدایت حاصل کر کے اس پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔

حضرت سیدنا علیؓ اپنی بی بی کو بہت چاہتے تھے ۔بی بی فاطمہؓ کے حیات تک دوسرا نکاح نہیں کیا۔ایک موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ زندگی کا آخری سال ہے ۔بی بی فاطمہؓ سن کر رونے لگیں ۔یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا سب سے پہلے تم میرے پاس آؤ گی یہ سن کر بی بی فاطمہؓ خوش ہوجاتی ہیں ۔3 / رمضان 11ھ کو آپکا وصال ہوتا ہے ۔حضرت سیدنا علیؓ غسل دیتے ہیں ۔حضرت عباسؓ نماز جنازہ پڑھاتے ہیں ۔شب میں ہی آپ کی تدفین کی جاتی ہے ۔حضرت بی بی عائشہؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ سب سے زیادہ محبت کس سے ہے ۔آپ نے فرمایا فاطمہ سے ۔وہ جنتی عورتوں کی ملکہ ہے ۔

اول میراں حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ

آج ماہ رمضان المبارک کی 4 تاریخ ہے ۔اور عرس مبارک حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ ہے ۔

آپ نور نظر، لخت جگر، خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ ہیں ۔ایک روایت کے بموجب رجب 869ھ یا 868ھ کو جونپور میں پیدا

ہوئے ہیں۔حضرت مہدی موعود کا ارشاد ہے بندہ کی ایک نظر ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔خاتم الولایت محمدیہ کی نظروں کی روشن کرنوں میں بچپن وجوانی گزارتے ہیں۔ایک منزل ایسی بھی آجاتی ہے کہ بال بال لا الـه الا الله ہوجاتا ہے۔اس لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا آپ باطنی فیضان کے وارث،خانہ دل کے مالک اور آپ کو سیر نبوت حاصل ہے۔سیرت وکردار کی یہ خوبی تھی کہ کبھی آپ کے دل میں فرزند مہدیؑ ہونے کا خیال پیدا نہ ہوا۔اللہ تبارک وتعالیٰ کا خوف ہمیشہ آپ پر طاری ہوتا تھا۔ایک مرتبہ بیان قرآن کرتے ہوئے اس آیت پر پہونچے۔ لم تقولون مالا تفعلون یعنی تم ایسی بات کیوں کہتے ہوں جس پر تم عمل نہیں کرتے۔روایت ہے کہ آپ اس مقام پر رک گئے چہرہ کا رنگ تبدیل ہوگیا پھر اپنا احتساب کرنے لگے۔ یہ کیفیت آپ پر کئی دنوں تک رہی اور بیان قرآن کی محفل منقطع ہوگئی۔دائرہ کے اصحاب اصرار کرتے ہیں لیکن قلب وذہن میں یہی مفہوم پڑاؤ ڈالا ہوا تھا کہ وہ بات کیوں کہتے ہو جس پر تم عمل نہیں کرتے۔اس کیفیت کی اطلاع جب حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کو ہوتی ہے تو آپ دائرہ میں آتے ہیں دیگر اصحاب کے ساتھ حضرت ثانی مہدیؓ سے بیان قرآن کا اصرار کرتے ہیں۔تب کہیں جاکر دوبارہ بیان قرآن شروع کرتے ہیں۔

احتیاط ملاحظہ فرمائیے۔حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو قطعی جنتی ہونے کی بشارت عطا فرمائی لیکن پھر خلاف شریعت کوئی عمل سرزد نہ ہوجائے اور اس کی خبر نہ ہوتو اس کے علم کے لئے آپ ہر ہفتہ اجماع کرتے اور فرماتے کہ مہدیؑ کے خلاف ہماری ذات میں کچھ دیکھو تو ہمارا ہاتھ پکڑ کر دائرے کے باہر کردو۔صاحب دائرہ ہونے کے باوجود اس طرح کا ارشاد فرمانا آپ کی سادگی کو ظاہر کرتا ہے۔

دنیا اور متاع دنیا کے پیچھے جو دوڑ لگاتے ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے طالب دنیا کو کافر فرمایا ہے۔ بزرگوں نے ہمیشہ دنیا سے بے رغبتی کا اظہار کیا ہے اور انہیں ہمیشہ آخرت کی فکر رہی ہے۔حضرت ثانی مہدیؓ کے خوبیٔ کردار کو ملاحظہ فرمائیے۔بادشاہ گجرات سلطان محمود کی شہزادی نے آپ کو خط لکھا۔حضرت خط پڑھ کر رونے لگے اور فرمایا کہ افسوس میرا نام دنیاداروں کے دفتر میں اب تک لکھا ہوا ہے ۔قربان جایئے حضرت ثانی مہدیؓ کہ آپ دنیاداروں کے خط میں نام لکھا جانا پسند نہیں کیا دنیاداروں سے تعلقات یا مراسم پیدا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔دوسری طرف دائرہ میں زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی آپ نصیحت فرماتے تھے۔آپ نے تاکید کی نزدیک کی دوکان سے سوداخریدیں اگر دور جاکر خریدے گا تو دنیا کا طالب ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب تک دائروں میں افہام وتفہیم،بیان قرآن،صحبت وتربیت کا ماحول اور نگرانی تھی۔مہدویت کی فضاء خوشگوار اور بام عروج پر تھی۔حضرت ثانی مہدیؓ کے دائرہ میں آئین مہدویہ پر سختی کے ساتھ عمل کیا جاتا تھا،عالیت پیش نظر ہوتی تھی۔رخصت کے طرف بھول سے بھی نظر نہیں جاتی تھی۔صاحب دائرہ ہونے کی بناپر ذمہ داری کا بخوبی احساس تھا جس کی بناپر دائرہ میں تربیت کا،اوقات ذکر کا،خاص خیال رکھا جاتا تھا۔اس سلسلے میں طالبان خدا کی نگرانی بھی کی جاتی تھی۔حضرت ثانی مہدیؓ اپنے دائرہ کے اصحاب کی خاص نگرانی فرماتے تھے اس سلسلے میں آپ میاں خوند شیخ مہاجر کے حجرے میں تشریف فرما ہوکر نگرانی فرماتے تھے۔ایک دن میاں فرید مہاجرِ مہدی،اوقات ذکر میں اپنے حجرے سے باہر نکلتے ہیں۔حضرت ثانی مہدیؓ فوراً میاں خوند شیخ کو روانہ کرتے ہیں میاں فرید کو لانے کے لئے۔میاں خوند شیخ حسب حکم میاں فرید کو جب ثانی مہدیؓ کے حضور پیش کرتے ہیں،باہر نکلنے کی وجہ دریافت کی جاتی ہے۔میاں فرید فرماتے ہیں جنگل میں لکڑی کاٹ کر ایک جگہ باندھ کر رکھ دی تھی ساتھ لانا بھول گیا تھا۔اب یاد آنے پر لانے کے لئے جارہا تھا۔حضرت نے فرمایا جاؤ اپنے حجرہ میں اور ذکر اللہ میں

بیٹھ جاؤ تمہاری لکڑیاں کوئی نہیں لے جائے گا۔اس طرح دائرہ کے فقراء کی نگرانی کی جاتی تھی۔صاحب دائرہ کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہئیے۔اگر یہ احساس پیدا ہو جائے تو دائروں کے خوبصورت دلکش، روح پرور نظارے دیکھنے کو مل سکتے ہیں پھر کوئی مورخ کہہ سکتا ہے اندھیروں کو دور کرنے کے لئے مہتاب آئے ہیں۔

دائروں کی پہچان اور اسکی روح ذکر اللہ اور بیان قرآن ہے۔یہ دراصل دائروں کی زندگی کی علامت اور نشان ہیں۔حضرت ثانی مہدیؓ کے بیان قرآن کی پابندی ملاحظہ فرمائیے۔قید کے دوران آپ کے پیر میں جو گہرے زخم پڑ گئے تھے اور تکلیف بے انتہا تھی۔جب رہائی ہوئی کسی نے درد کی کیفیت پوچھی فرمایا اگر حقیقت کو بیان کروں تو شکایت ہوگی۔اور درد نہیں ہے کہوں گا تو جھوٹ ہوگا۔منشاء خداوندی کے آگے تسلیم و رضا کا بہترین نمونہ آپ نے خلق کے سامنے پیش کیا۔اس کیفیت میں بھی بیان قرآن کی عظمت اور اپنی ذمہ داری کا احساس دیکھیئے کہ آپ ڈولی میں بیٹھ کر حجرہ سے جماعت خانہ میں آتے تھے۔اور عصر و مغرب کے درمیان بیان قرآن سے بہرہ یاب فرماتے۔حضرت ثانی مہدیؓ کی یہ سیرت اور یہ کردار کیا آج دعوت فکر نہیں دے رہی ہے۔؟ پیر 4 رمضان 919 یا 920ھ کے دن اس دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔بھیلوٹ شریف گجرات میں آپ کا آستانہ عالیہ ہے۔

رمضان المبارک کی برکتیں

آج ماہ رمضان المبارک کی 5 تاریخ ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے ہر ایک ماہ اپنے دامن میں سعادتیں و برکتیں لئے ہوئے ہیں ان میں ایک رمضان المبارک بھی ہے۔قرآن مجید میں صرف رمضان ہی کا نام آیا ہے کسی اور مہینہ کا نہیں۔اس ماہ میں قرآن نازل ہوا۔قرآن پاک دراصل رب العالمین کی بڑی نعمت ہے۔غالبًا اللہ تعالیٰ اس نعمت کے ملنے پر بطور شکرانہ رمضان کے روزے فرض کئے۔رمضان میں ہر نیکی پر 70 درجہ ثواب ملتا ہے۔یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے۔اس کے پہلے دہے میں رحمت' دوسرے میں مغفرت اور تیسرے میں جہنم سے آزادی ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کو اس بات کا علم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو ہر بندہ کی یہی خواہش ہوگی کہ سال بھر رمضان ہی رمضان رہے۔احادیث میں آیا ہے کہ اس ماہ میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔اس ماہ میں تمام سرکش شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔اس ماہ کی 27 ویں شب' شب قدر ہے جو بے شمار برکتیں لئے ہوئے ہے۔اس ماہ کی بنیادی اور خصوصی عبادت روزہ ہے۔

اسلام کے پانچ فرائض میں ''روزہ'' بھی ایک اہم فرض ہے۔قرآن و احادیث میں روزہ کی فرضیت ان کے فضائل و برکات کا واضح انداز میں بیان ہوا ہے۔ان احکامات اور تعلیمات کی روشنی میں روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ اُن لوازمات کو پورا کرے جن سے بارگاہ رب العزت سے شرف قبولیت حاصل ہوتی ہے۔جس طرح کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔''اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔چند روز ہیں گنتی کے' پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا مسافر ہو تو ان پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے اور جن کو طاقت نہیں ہے۔روزہ کی ان کے ذمہ بدلہ ہے ایک فقیر کا کھانا' پھر جو کوئی اپنی طرف سے نیکی زیادہ کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ بھلا ہے اگر تم جانو''

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔سحری کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔حضرت عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں کی درمیان میں فرق ہے سحری کا لقمہ۔حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں ایک دفعہ رمضان میں رحمۃ اللعالمینؐ نے مجھے اپنے ساتھ سحری کرنے کے لئے بلایا اور فرمایا کہ آؤ مبارک ناشتے کے لئے۔

افطار کے تعلق سے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کوئی شخص افطار کرے تو اُسے چاہئے کہ کھجور سے افطار کرے کیونکہ اس میں برکت ہے۔ اور کھجور نہ پائے تو اسے چاہئے کہ وہ پانی سے افطار کرے۔کیونکہ وہ پاک ہے۔آپؐ نے ایک صحابی سے ارشاد فرمایا کہ جب تو روزہ رکھے تو تجھے چاہئے کہ تیرے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ اور تیرا ہر عضو بھی روزہ رکھے۔

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا ہر شئے کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔اور روزہ دار کا سونا بھی عبادت ہے۔اور اس کا خاموش رہنا بھی عبادت ہے۔آپ نے یہ بھی فرمایا ہے جس نے روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔

روزہ کا اصل مقصد و مدعا یہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حالت پر کنٹرول رکھیں۔جسمانی اعضاء اور نفس کو گناہ والے کاموں سے روکیں۔ روزہ کھانے پینے سے روکنے کا نام نہیں بلکہ روزہ میں زبان کو بری بات کرنے سے روکنا بھی ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنے کھانے پینے کو چھوڑ دے۔اس حدیث سے واضح ہوا کہ زبان کا روزہ یہ ہے کہ زبان سے جو گناہ ہو سکتے ہیں ان سے بچے اور بے ہودہ باتیں نہ کرے بلکہ زبان کو یاد الٰہی میں مشغول رکھے۔روزہ رکھ کر غیبت سے بچنا بھی ضروری ہے۔کیونکہ یہ فساد کی جڑ ہے اور روزہ کے لئے نہایت ہی نقصان دہ ہے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا اور ایسا ہوا کہ انہیں اس قدر پیاس لگی کہ جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔آخر رسول اکرم ﷺ سے روزہ کھولنے کی اجازت مانگی۔آپ نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ انہیں کہو جو کچھ کھایا ہے وہ اس میں قئے کر دیں۔لہٰذا ان کی قئے میں خون اور جمے ہوئے خون کے ٹکڑے تھے۔آپ نے فرمایا ان دونوں عورتوں نے اس چیز سے روزہ رکھا جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور اس چیز سے توڑ ڈالا جسے اللہ نے حرام قرار دیا یعنی غیبت میں مشغول ہو گئیں۔الغرض غیبت اور جھوٹ روزہ کو خراب کر دیتا ہے۔

روزہ رکھ کر دل آزاری سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔یعنی شرارت، اُلٹے سیدھے ناموں سے پکارنا، تمسخر اور مذاق اُڑانا یا تکلیف دینا، کیونکہ اس سے روزہ کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔کیونکہ روزہ کا مقصد اللہ کے بندوں کے درمیان ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس، پیار و محبت پیدا کرنا ہے۔

روزہ جسم کے ہر عضو کا ہوتا ہے۔ہر عضو کو روزہ میں گناہ سے بچانا ہی اصل روزہ ہے۔کانوں کو بُری باتوں کے سننے سے، آنکھ سے بُری نظر ڈالنا، دل کو بُرے اور گندے خیالات سے، روزہ میں دل کی حفاظت ضروری ہے۔کیونکہ روزہ کا زیادہ دخل تو دل ہی کے ساتھ ہے۔قرآن اور احادیث کی روشنی میں روزہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ نفس و روح کی پرہیز گاری حاصل ہو۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان کے ہر عمل کا صلہ ہے مگر روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود روزے کا بدلہ دیتا ہوں۔روزہ ڈھال ہے۔جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو نہ جھگڑا کرے نہ فحش بکے اگر کوئی اسے گالی دے یا مارے پیٹے تو کہدے میں روزے سے ہوں۔اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک افطار کے وقت خوش ہوتا ہے، دوسرے خدا سے ملاقات

کے وقت خوش ہوگا۔(بخاری شریف) روزہ دار کی بڑی فضیلت واہمیت احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔حضورا کرم ﷺ نے فرمایا تین اشخاص کی دعا اللہ تبارک وتعالیٰ رد نہیں کرتا ہے ایک روزہ دار کی دعا افطار کے وقت دوسری عادل بادشاہ کی دعا اور تیسری مظلوم کی دعا۔

ہر روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ احکام قرآن واحادیث کی روشنی میں اپنے اپنے روزہ کی حفاظت کریں۔ ورنہ تمام محنت اکارت ہوجاتی ہے۔افطار پارٹیاں جو اسلامی نقطۂ نظر سے غیر اہم ہیں۔ہمارے مذہبی تقاریب کا آغاز مسجدوں سے ہوتا ہے ہم افطار بھی مسجد ہی میں کریں۔آج سیاسی جماعتوں نے افطار پارٹی کا آغاز کر کے مسجدوں سے دور کررہے ہیں۔اس کا دیکھا دیکھی' محلوں میں' چوراستوں پر' شادی خانوں وغیرہ میں یہ پارٹیاں منعقد کی جارہی ہیں۔افطار کا وقت نہایت ہی خاص اہمیت کا ہوتا ہے اس وقت پر کی جانے والی دعا کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا ہے۔افطار پارٹیوں میں شرکت کی وجہ سے ہمارا ذہن خدا پرستی سے ہٹ کر شخصیتوں کی آمد ورفت ودیگر مناظر کی طرف ہوجاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اس خاص وقت کی دعا کی سعادت حاصل کرنے سے محروم ہوجاتے ہیں۔روزہ اللہ تعالیٰ کے لئے رکھا جاتا ہے۔اورافطار بھی اللہ کے گھر ہی میں کرنے کی کوشش کریں جو سنت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔

رمضان ایک مقدس مہینہ

آج ماہ رمضان مبارک کی 6 تاریخ ہے

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو جن عظیم نعمتوں' فضیلتوں اوراحسانوں سے نوازا ہے ان میں ایک ماہ رمضان المبارک بھی ہے۔اس ماہ کا ہر لمحہ' ہر ساعت' ہر گھڑی برات وافضال سے پُر ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نوازش شاہانہ کی دولت سے بہرہ ور کرتا ہے۔یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کی پہلی تاریخ کو صحیفہ ابراہیمؑ کا نزول ہوا۔ 6 تاریخ کو موسیٰ پر توریت نازل ہوئی۔12 تاریخ کو داؤدؑ پر زبور نازل ہوئی۔18 تاریخ کو عیسیٰؑ پر انجیل نازل ہوئی۔اور 27 تاریخ کو حضرت محمد ﷺ پر قرآن نازل ہوا۔ماہ رمضان المبارک کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس مہینہ میں زمین وآسمان کے باعظمت مالک نے اپنے بندوں کی ہدایت واصلاح کے لئے احکامات وتعلیمات کے صحائف نازل فرمائے۔اس مہینہ کی عظمت کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ اس ماہ مبارک میں ساری انسانیت کی رہنمائی کے لئے ایک عظیم کتاب قرآن حکیم نازل فرمایا۔یہ وہ مہینہ ہے جس میں نیکیوں اور بھلائیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں۔عصیان وگناہوں کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔اس مہینہ کی خاص عبادت روزہ ہے۔روزہ رکھنے سے طبی فائدہ یہ ہے کہ نظام ہضم اور معدے کو مسلسل کام کرنے سے کچھ راحت ملتی ہے۔جسم طاقتور ہوتا ہے۔اور بہت سی دوسری بیماریوں کا علاج ہوتا ہے۔روزہ سے انسان کے نفس کی اصلاح ہوتی ہے۔اوراس سے نظم واطاعت اور صبر وخلوص کی عادت پیدا ہوتی ہے۔جب اسے بھوک محسوس ہوتی ہے تو اسے بھوکے اور محتاج بھائیوں کی مدد کرنے کا احساس ہوتا ہے۔روزے سے دوسرے فائدے یہ ہیں کہ عمل میں اخلاص وللّٰہیت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔روزہ ایک ایسا عمل ہے جس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہوتا ہے۔روزہ' کذب بیانی' غیبت' چغل خوری' فحش کلامی سے بچاتا ہے۔اور ہر وقت خدا کی یاد دل میں تازہ کرتا ہے۔

بندہ کا ہر فعل بارگاہ الٰہی میں اس وقت صحیح اور قابل قبول ہوتا ہے جب کہ وہ جادہ توحید پر قائم ہوگا۔بندہ کی نماز' روزہ' تلاوت قرآن پاک' خیر وخیرات خالص اللہ کے لئے ہو۔اگر ان عبادتوں کا ایک معمولی حصہ بھی غیر اللہ کے لئے دکھاوے کے لئے یا نام ونمود کے لئے ہو تو وہ ناقابل قبول ہوجاتا ہے۔اس لئے بندہ کا ہر عمل خالصتاً اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔یہی تعلیم خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے دی ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے بیان فرمایا کہ حضور سرور عالم ﷺ شعبان کی آخری تاریخ میں ہم کو مخاطب فرمایا ''اے لوگو ایک باعظمت مہینہ آ پہنچا ہے جو ماہ رمضان ہے۔ اس میں ایک رات ہے جو ہزاروں مہینوں سے بہتر ہے۔ اس ماہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمائے ہیں اور اس کی راتوں میں قیام کرنا تطوع (غیر فرض) قرار دیا ہے اس ماہ میں جو شخص کوئی نیک کام کرے گا اس کو ایسا اجر و ثواب ملے گا جیسے اس کے علاوہ دوسرے مہینے میں فرض ادا کرتا اور فرض کا ثواب ملتا اور جو شخص اس ماہ میں ایک فرض ادا کرے تو اس کو ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے اور یہ آپس کی غم خواری کا مہینہ ہے اس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے اس ماہ میں جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرا دے تو یہ اس کی مغفرت کا اور دوزخ سے اس کی گردن کی آزادی کا سامان بن جائے گا اور اسی کو اسی قدر ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا۔ مگر روزہ دار کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی''

روزہ بدنی عبادت ہے۔ جو پہلی امتوں پر بھی فرض تھا جیسا کہ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ یہ روزے چند دن کے ہیں''۔

پورے رمضان کے روزے رکھنا ہر عاقل' بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان کے روزے ان احکام و آداب کی روشنی میں رکھ لے جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئے تو واقعتاً نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔

ایک روزہ رکھ لینے سے خدائے پاک کی طرف سے کیا انعام ملتا ہے؟ اس کے بارے میں سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے ایک روزہ رکھے اللہ تعالیٰ اس کو آتش دوزخ سے اتنی دور کریں گے جتنی دور کوئی شخص ستر سال تک چل کر پہنچے''۔

حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جنت میں آٹھ دروازے ہیں جس میں ایک کا نام ریان ہے۔ اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔''

کلام الٰہی کو رمضان المبارک سے خاص تعلق ہے جیسا کہ سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے ''ماہ رمضان ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے''

قرآن و حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رمضان رحمتوں کا مہینہ ہے۔ رمضان برکتوں کا مہینہ ہے' رمضان انوار و برکات کا مہینہ ہے۔ رمضان باہمی ہمدردی کا مہینہ ہے۔ رمضان اتحاد و اتفاق کا مہینہ ہے۔ رمضان کی افادیت بعد رمضان کے ہوا کرتی ہے۔ رمضان کے جو فوائد روحانی و جسمانی ہیں' جو فوائد باطنی و ظاہری ہیں وہ از بعد رمضان تا شعبان ہمارے سامنے آتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رمضان کے مہینے کو مسلمانوں کے لئے بطور مشق مقرر کیا ہے۔ وہ مشق کرتا ہے صبر کی' خود پر قابو پانے کی' ہمیشہ دل میں خدا کی یاد کو تازہ رکھنے کی' دوسروں سے ہمدردی کی' متحد و متفق رہنے کی۔

حضرت سیدنا بلالؓ

آج ماہ رمضان المبارک 7 تاریخ ہے اور حضرت بلالؓ کے وصال کی تاریخ ہے۔

تاریخ اسلام کی ورق گردانی کی جاتی ہے تو اس بات کا علم ہوتا ہے کہ غلاموں میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والوں میں سرفہرست حضرت سیدنا بلالؓ کا اسم گرامی ہے۔ اس شرف کو پانے کے بعد آپ پر جو ظلم و ستم ہوا اور جس صبر و ضبط سے ان تکالیفوں کو برداشت کیا تاریخ اس

کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔گرمی کی شدت ہے سورج سر پر ہے برہنہ پیٹھ گرم ریت پر ہے اور پیٹ پر بھاری پتھر۔کہا جارہا ہے اسلام سے لوٹ آؤ، اسلام کو چھوڑ دو، آباءواجداد کے دین پر لوٹ آؤ یہ عاشق دین اسلام، یہ عاشق رسول اکرمؐ کے زبان سے جاری ہورہا ہے، احد۔احد۔اللہ ایک اللہ ایک ہے۔کفاران قریش ساری کوشش کیے جارہے ہیں لیکن کوئی کامیابی حاصل نہیں ہورہی ہے۔چٹان کی طرح ثابت قدم رہکران تمام تکالیف کو برداشت کررہے ہیں۔حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو یہ ظلم ہوتا ہوا دیکھا نہیں جاتا۔آپ حضرت بلالؓ کو خرید کرآزاد کرتے ہیں۔آج گھر بیٹھے ہمکو اسلام مل گیا ہے اسکی حقیقت، افادیت کا ہمیں کچھ بھی علم نہیں ہے۔اسلام کیا ہے اسکی روح کیا ہے حضرت سیدنا بلالؓ سے دریافت کیجئے۔

آزاد ہونے کے بعد اپنا تمام تر وقت حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت میں گزارتے ہیں۔مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ آتے ہیں۔نماز سے قبل اذان کا طریقہ وضع کیا گیا۔آپ کی آواز نہایت بلند اور دلکش تھی اس کام کے لئے آپ کو معمور کیا جاتا ہے۔دین اسلام کے پہلے موذن ہونے کا آپ کو شرف حاصل ہوتا ہے۔جب مکہ مکرمہ فتح ہوتا ہے خانہ کعبہ سے بتوں کو ہٹا کر پاک وصاف کیا جاتا ہے۔ہر ایک صحابی رسول کی خواہش وآرزو ہوتی ہے کہ نماز کا وقت آگیا ہے اذاں دینے کا شرف پائیں۔حضور نبی اکرم ﷺ پر ہر ایک کی نظریں ہیں شائد حضور اشارہ کریں۔رحمت اللعالمین ﷺ کی آواز بلند ہوتی ہے بلال اذاں دو۔ایک دور تھا اس مقام پر غلامی کا طوق لئے نظریں نیچے کئے ہوئے اپنے آقاؤں کی آواز پر ادھر سے اُدھر بھاگتے پھر رہے، آج تمام کی نظریں بلالؓ پر ہیں۔قریش کے سردار دیکھ رہے ہیں بلالؓ خانہ کعبہ پر چڑھ کر اذاں دے رہے ہیں۔اصحاب ان کی آواز پر چاروں طرف سے دوڑتے ہوئے آرہے ہیں۔یہ ہے اسلام جو غلاموں کو بھی اعزاز بخشتا ہے۔

نبوت کے ابتداءدور سے وصال تک سایہ کی طرح حضرت محمدؐ کے ساتھ رہے۔اقتداء میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ نمازیں ادا کیں۔سفر کے دوران سخت دھوپ سے بچاؤ کی خاطر حضورؐ پر سایہ کرنے کے لئے بندوبست کرتے۔حضرت محمد مصطفیؐ نے معراج سے واپسی پر فرمایا۔بہشت تو بلالؓ کی مشتاق ہے۔بلالؓ سے دریافت کیا تم کون سا ایسا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے میں نے تمہیں جنت میں اپنے آگے آگے دیکھا ہے۔اور تمہارے قدموں کی چاپ سنی ہے۔حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ میں جب بھی وضو کرتا ہوں دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور ادا کرتا ہوں۔یہ سن کر حضورؐ فرماتے ہیں یہ سعادت جو تو نے پائی ہے اس عمل کی بدولت ہے۔

حضرت بلالؓ کی زندگی کا مقصد رسول اللہ ﷺ کی خدمت تھا۔جہاد میں شرکت کا آپ کو بہت شوق تھا۔حضرت بلالؓ کو تمام جلیل القدر اصحاب عزت وتکریم سے نوازتے تھے۔حضرت عمرؓ تو خوشی خوشی فرماتے تھے کہ ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں۔اور انہوں نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کیا ہے۔دور خلافت میں بازار سے گزرتے تھے حضرت بلالؓ سے یوں مخاطب ہوتے' یا سیدی بلال' اے سردار بلال' حضرت محمد ﷺ نے ہجرت مدینہ سے قبل حضرت عمرؓ کو بلالؓ کا دینی بھائی بنادیا تھا۔عمرؓ آپ کی دلجوئی کا خیال رکھتے تھے۔حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں اجازت لے کر شام میں قیام فرمایا۔ایک مرتبہ حضور نبی اکرم ﷺ نے خواب میں آکر کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو۔اس خواب کے بعد مدینہ آئے جگر گوشہ رسول ﷺ حسنؓ وحسینؓ کو چمٹاتے ہیں ان کی خواہش پر اذاں دیتے ہیں، یہ آواز سنتے ہی لوگ زاروقطار رونے لگتے ہیں۔جب آپ **اشھدان محمد رسول اللہ** کہتے ہیں زاروقطار رونے لگ جاتے ہیں ہچکیاں شروع ہوجاتی ہے۔کہا جاتا ہے ایسا متاثر کن منظر مدینہ میں دیکھا نہیں گیا۔یہ عاشق رسول ﷺ 7/رمضان 20ھ کو 60 سال کی عمر میں وصال پاتے ہیں۔دمشق میں آپ کا مزار پاک ہے۔

ماہ رمضان

آج ماہ رمضان المبارک کی 8 تاریخ ہے۔

اس کرہ ارض پر دراصل صرف دو ہی موسم ہوتے ہیں ایک بہار کا دوسرا خزاں کا۔ یہ ہمارے اپنے ہاتھ میں ہے کہ بہار کے موسم کو اپنائیں یا خزاں کے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پیغمبروں کی بعثت کے ذریعہ اور کتابوں کے ذریعہ بندگان خدا کو اس سلسلے میں ہدایت پہونچا بھی دی ہے۔ بندہ کا ہی کام ہے کہ وہ کس راہ کو اپنائے۔ اسلام میں ابتدا سے آخر تک یعنی پیدائش سے لیکر آخری سانس تک بہار ہی کا موسم ہے۔ ماہ رمضان المبارک بھی اس بہار کا ایک دلکش حصہ ہے۔ خوش نصیب ہے وہ بندگانِ خدا جو اس بہار سے فیضیاب ہو کر اپنی روحانی زندگی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہ موسم دراصل سنوارنے نکھرنے اور سدھرنے کا ہے۔

اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ نے اس موسم بہار یعنی ماہ رمضان کے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے ''یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ اللہ کی رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے'' یعنی سال بھر کے یہ بہترین دن ورات ہیں جو اپنے دامن میں اللہ کی رحمت، بندوں کی مغفرت اور بندوں کی آگ سے رہائی لئے ہوئے ہیں۔ رمضان کے دن ورات میں اتنی بہاریں وانعامات ہیں تو اس سے استفادہ نہ کر کے کون بدنصیب خزاں کو گلے لگائے گا۔ اس ماہ کی قدر ومنزلت اور اہمیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جبرئیلؑ میرے سامنے آئے تھے اور انہوں نے کہا ہلاکت ہو اس شخص پر جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔ میں نے اس دعا پر کہا آمین۔ حضرت جبرئیلؑ کا دعا کرنا اور حضور نبی اکرم ﷺ کا آمین کہنا یہ ہمیں ہدایت دے رہا ہے رمضان المبارک کی ایک ایک ساعت کو غنیمت جان کر اس کی حفاظت کریں۔ عبادت وریاضت سے، تلاوت وخیرات سے، غرباء یتیموں کی امداد سے، عفو ودرگزر سے۔ الغرض رمضان میں کثرت سے عبادت وریاضت کر کے خدا کی خوشنودی حاصل کریں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے رمضان کا مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ مہینہ غمخواری کا ہے۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مومن کا رزق بڑھا دیتا ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ روزہ دار کے ثواب کے مانند اس کو ثواب ہوگا مگر روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا۔ اس ماہ کی 27 ویں شب لیلتہ القدر ہے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو ہزاروں مہینوں سے بہتر کیا ہے۔ یہ مبارک ومسعود رات ہمیں خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے طفیل میں یقین کے ساتھ نصیب ہوئی۔ یہ نعمت عظمیٰ ہے اس کی قدر کریں ذکر وفکر سے۔

روزہ

آج ماہ رمضان کی 9 تاریخ ہے۔

عربی زبان میں روزہ کو صوم کہتے ہیں جس کے معنی رک جانے اور چپ رہنے کے ہیں۔ روزہ جہاں جسمانی علاج سے روحانی معالجہ

بھی ہے۔روزہ سے جسم وروح کی کثافتیں دور ہو جاتی ہیں۔روزہ برائیوں کی ڈھال ہے جو کوئی روزہ رکھے اُسے چاہیئے کہ لغو اور فحش باتوں سے زبان روکے رہے۔اگر کوئی لڑنے پر بھی آمادہ ہو اور گالی گلوچ پر اُتر آئے تو کہدے کہ میں روزہ سے ہوں۔روزہ اُس وقت تک برائیوں کی ڈھال ہے کہ اس ڈھال میں سوراخ نہ کیا جائے۔صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ سوراخ کیسے ہو سکتا ہے ارشاد فرمایا جھوٹ اور غیبت سے۔

صحابہؓ صاحب ثروت، امیر کبیر بھی تھے اور غریب بھی۔اس ماہ کے فیوض و برکات پانے کے لئے بعض غریب صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ دار کو افطار کرائے تو آپ نے فرمایا کہ یہ ثواب تو اللہ جل شانہ ایک کھجور سے کوئی افطار کرائے یا ایک گھونٹ پانی پلانے پر بھی حاصل کر سکتا ہے۔

رمضان المبارک ایک خاص مہینہ ہے جس میں ٹریننگ دی جاتی ہے صبح صادق سے غروب آفتاب تک ہر قسم کے کھانے پینے سے روک دیا جاتا ہے۔اس مہینہ میں ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہنے کی تاکید کی جاتی ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے روزوں سے صرف بھوک اور پیاس ملتی ہے،روزہ دراصل تقویٰ اور پرہیز گاری کی صفت پیدا کرتا ہے اور شخصیت کی تعمیر بھی ہوتی ہے۔لہٰذا اس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔

ایک جگہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''صوموا تصحوا'' یعنی ''روزہ رکھو تندرست رہو'' مذہب اسلام دنیا کے لئے رحمت ہے اس کرہ ارض پر یہ واحد مذہب ہے جو بنی نوع انسانی کی فلاح و بہبودی کے ساتھ ساتھ انکی صحت کا بھی برابر خیال رکھتا ہے۔تندرستی ہزار نعمت ہے روزہ اسکا دروازہ ہے۔روزہ جسم میں پیدا ہونے والے تمام جراثیم کو مار کر جسم کو پاک وصاف کرتا ہے۔اگر ہمارے پاس موٹر سیکل یا موٹر ہے تو ہم صفائی کے لئے میکانک کے پاس لے جاتے ہیں وہ اسکو دھوتا ہے، خرابی کو دور کرتا ہے پھر آئیل بھرتا ہے اسکے بعد ہم اسکو چلاتے ہیں۔ہمیں بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ میکانک کو دینے سے پہلے کیسی چل رہی تھی اور اب کیسی چل رہی ہے۔اسی طرح جب حکم خدا اور رسول ﷺ پر روزہ رکھا جاتا ہے۔روزہ کے تقاضوں کو پورا کیا جاتا ہے تو روزہ دار اللہ سے انعام پاتا ہے۔روزہ رکھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو ہلکا سا محسوس کرتا ہے۔ جب ایک ماہ کے روزہ رکھ کر عید مناتا ہے تو چہرہ پر شادابی، صحت مندی کے حالات بخوبی نظر آتے ہیں۔

موجودہ دور میں آدمی کس سے پناہ مانگتا ہے تو بیماری سے۔آج کل علاج اتنا مہنگا ہو گیا ہے کہ صاحب ثروت افراد اس کے اخراجات برداشت نہیں کر سکتے ہیں تو عام آدمی کہاں اس عظیم خرچ کو برداشت کر سکتا ہے۔بیماریوں کے علاج میں لوگ اپنے گھر، زمین جائیداد یہاں تک کہ اپنی جمع پونجی تک خرچ کر جاتے ہیں۔ایسے حال و ماحول میں جو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تندرست ہیں وہ بہت خوش نصیب بندے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر بندہ صحت و عافیت سے اور تندرست رہ سکتا ہے بشرطیکہ وہ اسلامی طور طریقے پر چلتے ہوئے خدا کی عبادت کرے۔مذہب اسلام میں نماز، ذکر اور روزہ یہ ایسی عبادتیں ہیں جو ایک طرف بندہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے قریب کرتی ہیں۔دوسری طرف تندرستی کا بھی سامان مہیا کرتی ہیں۔اور روزہ رکھوانے سے اللہ تعالیٰ کا مقصود انسان کو نیک بنانا ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے روزہ امانت ہے اور اس امانت کی حفاظت کرنی چاہیئے اس حفاظت کے لئے روزہ میں چغلخوری، غیبت، جھوٹ، لڑائی جھگڑا، بے ایمانی اور دھوکہ بازی وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ روزہ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر خفی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس طرح پروردگار عالم نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اسی طرح یہ بندہ خدا بھی روزہ کی حالات میں نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے۔روزہ دار کے بارے

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''اے فرشتو میرے بندے کی طرف دیکھواس نے میری خاطر اپنی شہوت، اپنی لذت، اپنا کھانا اور پینا چھوڑ دیا۔اسلئے رسول اللہؐ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ کے سوابنی آدم کا ہر عمل اس کے لئے ہے اور یہ (روزہ) بے شک میرے لیے ہے اور میں ہی اسکی جزادوں گا۔'' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں روزہ اور قرآن مومن کے لئے سفارش کریں گے۔روزہ کہے گا اے میرے رب میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکا تو یہ رکا رہا، تو اے میرے رب اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر اور قرآن کہے گا کہ میں اس کو رات میں سونے سے روکا تو اے خدا اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول کر۔تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی سفارش کو قبول کرے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں روزہ دار کی نیند عبادت اور اسکی سانس تسبیح ہے دیکھئے روزہ رکھنے پر کتنا بڑا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔نہ وہ عبادت بجالا رہا ہے، نہ خیرات کر رہا ہے، نہ تلاوت قرآن پاک کر رہا ہے، نہ ذکر اللہ کر رہا ہے، نہ اس سے کوئی نیک کام سرزد ہو رہا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا اکرم وانعام حاصل ہو رہا ہے کہ اسکی نیند عبادت اور سانس تسبیح۔اگر روزہ دار عبادت بھی کرے خیرات بھی، تلاوت قرآن پاک بھی کرے، ذکر وفکر بھی کرے تو وہ کتنا نہ اجر وثواب پائے گا۔اس لئے کہا گیا روزہ ڈھال ہے۔تلوار، لکڑی وغیرہ سے کوئی حملہ کرتا ہے تو ڈھال پر اس حملہ کو روکا جاتا ہے۔ڈھال دراصل ہمیں نقصان پہونچانے نہیں دیتی ہے۔ہماری حفاظت کرتی ہے اسی طرح روزہ بھی خواہشات نفس، لڑائی جھگڑے، غیبت وغیرہ سے روک رکھتا ہے اور اسلامی تعلیمات واصول میں باندھکر رکھتا ہے۔ہماری صحت وعافیت اور تندرستی کے لئے روزہ ایک نعمت خداوندی ہے۔اس فرض کی پابندی کرنے اور اسکا انعام پانے کی خدا سے دعا کریں۔

ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ

آج ماہ رمضان المبارک کی 10 تاریخ ہے۔اورام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وصال کی تاریخ ہے۔اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؒ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم اُن خواتین پر ہوا جنہیں اُمہات المومنین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔اُمہات المومنین کی جو عظمت و جلالت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔یہ تمام مسلمانوں کے لئے بمنزلہ ''ماں'' کے ہیں۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات واضح ہے کہ مکہ مکرمہ میں خدیجۃ الکبریٰؓ کا ایک ممتاز مقام تھا۔لوگ عزت کی نگاہ سے آپ کو دیکھتے تھے۔آپ کی تجارت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔آپ بیوہ تھیں، کئی ایک قریش آپ سے بیاہ کے مشتاق تھے۔مکہ مکرمہ کے مالداروں میں بی بی کا شمار ہوتا تھا۔حضور نبی اکرم ﷺ کے حسن معاملات، راست بازی، اور پاکیزہ اخلاق سے متاثر ہو کر پیغام بھیجا کہ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں جو معاوضہ اوروں کو دیتی ہوں اس کے علاوہ آپ کو اس کا منافع دونگی۔آپ ؐ اس کو قبول فرماتے ہیں۔آنحضرت ﷺ مال تجارت لے کر شام سے واپس آتے ہیں۔دیانت داری کی بدولت سامان تجارت دوگنے منافع پر فروخت ہوتا ہے۔حضرت خدیجہ کو میسرہ کے ذریعہ سفر کے حالات معلوم ہوتی ہیں اور بے حد متاثر ہو کر اپنی لونڈی نفیسہ کے ذریعہ شادی کا پیغام بھیجتی ہیں۔حضور نبی اکرم ﷺ منظور فرماتے ہیں۔

اعلان نبوت سے قبل تک قریش حضور نبی اکرم ﷺ کو صادق ، امین کہتے تھے۔ جیسے ہی آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت کو پیش کیا مخالفتوں کا دور شروع ہوا۔ کئی طرح کے ظلم وستم آپ ﷺ پر ڈھائے گئے ، سماجی بائیکاٹ ہوا۔ آپ پر آپ کے ماننے والوں پر، خرید وفروخت بند ہوگئی۔ یہاں تک کہ آپ کو شعب ابی طالب میں پناہ لینا پڑا۔ ان حالات میں بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ آپ کو تسلی اور ہمت دلاتی تھیں۔ سب سے بڑی معین و مددگار ثابت ہوئیں۔ بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ خدیجہؓ برتن میں کچھ لا رہی ہیں آپ ان کو خدا کا اور میرا اسلام پہنچا دیجئے۔ آنحضرت ﷺ کو بھی آپ سے بے انتہا محبت تھی ان کی زندگی تک دوسری شادی نہیں کی۔ بخاری ومسلم میں ہے کہ عالم میں افضل ترین عورت مریم ؑ اور خدیجہؓ ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ حضور نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خدیجہؓ آئیں تو فرمایا ان کو جنت میں ایک ایسا گھر ملنے کی بشارت سنا دیجئے جو موتی کا ہوگا اور جس میں شور وغل اور محنت ومشقت نہ ہوگی۔ رحلت کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ آپ کی تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حسب معمول حضور نے بی بی عائشہؓ کے سامنے تعریف کی۔ بی بی عائشہؓ نے کہا یارسول اللہ وہ ایک بوڑھیا اور بیوہ عورت تھی۔ خدا نے اُن کے بعد آپ کو ان سے بہتر بیوی عنایت کی۔ یہ سن کر حضور ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا اور فرمائے۔ خدا کی قسم مجھے خدیجہؓ سے اچھی بیوی نہیں ملی، وہ ایمان لائیں جب سب لوگ کافر تھے۔ اس نے میری تصدیق کی۔ جب سب نے مجھے جھٹلایا اس نے اپنا مال مجھ پر قربان کیا۔ جب دوسروں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ نے اس کے بطن سے مجھے اولاد دی۔ آپ کے مناقب میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ ام المومنین بی بی خدیجہؓ 10 / رمضان 10 نبوی کو 64 سال کی عمر میں اس دنیا سے کوچ فرماتی ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سال کو عام الحزن یعنی غم کا سال فرمایا۔

حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف اللہؓ

آج ماہ رمضان المبارک کی 11 تاریخ ہے۔ اورعرس مبارک حضرت بندگی میاں سید تشریف اللہؓ ہے

حضرت بندگیمیاں سید تشریف اللہ المعروف تشریف حق ابن حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ ۲۷/ ذی الحجہ 926 کو اس دنیا میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ خاتم سلیمانی نے لکھا ہے کہ آپ کی پیدائش کے وقت دائرہ میں کئی روز کا فاقہ تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ بی بی عائشہؓ عرف اچھا بی بی کو گیارہ روز کا فاقہ تھا۔ یہ صاحب دائرے کے گھر کا حال ہے گھر میں اس قدر تنگی تھی کہ نومولود کو دیکھنے کے لئے چراغ میں تیل نہیں تھا۔ دائرہ کے بیبیوں نے گھاس کو جمع کیا اور سلگا کر نومود کا چہرہ دیکھا گیا۔ اس حال وماحول میں حضرت پروان چڑھتے ہیں۔ آنکھ کھولی تو ذکر وفکر کا ماحول دیکھا، بیان قرآن کی فضا تھی، اس روحانی فضا میں پروان چڑھتے ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر (5) سال تھی۔ شہادت کے بعد آپ کو خلیفہ گروہ حضرت بندگیمیاں ملک الہدادؓ کے زیر پرورش وتربیت میں آتے ہیں اور قریباً (14) سال تک حضرت کی سرپرستی میں رہے۔ خلیفہ گروہ کے دائرہ میں سختی سے فرائض نبوت وولایت پر عمل کیا جاتا تھا۔ خلاف شرع عمل یا کسی کے عمل میں سستی نظر آتی تو فوراً ٹوک دیا جاتا تھا۔ خاص طور پر نوبت جو ارکان دین سے ہے سختی سے پابندی کروائی جاتی تھی۔ ایک روز خلیفہ گروہ نے حسب عادت نماز عشاء کے بعد دیکھا کہ پہلی نوبت میں دائرہ کا ایک فقیر موجود نہیں ہے۔ آپ فوراً حضرت

بندگیمیاں سیدتشریف اللہؓ سے کہتے ہیں کہ فلاں حجرے میں جاؤاور دریافت کروکہ نوبت میں کیوں نہیں آئے۔آپ فوراً جاتے ہیں آواز دیتے ہیں اور جواب ملتا ہے کہ مزاج اچھانہیں ہے اس لئے یہیں نوبت بیٹھ گیا ہوں۔خلیفہ گروہ کہتے ہیں حجرے کے بجائے جماعت خانہ میں بیٹھ کر یا لیٹ کرنوبت میں شریک ہوجاؤ۔فقیر یہ حکم سننے کے بعد حضرت کوجواب دیتا ہے کہ یہاں میری ماں، بیٹی، بیوی سے اچھی خدمت ہورہی ہے۔ اس لئے یہیں نوبت بیٹھ گیا ہوں۔خلیفہ گروہ نے پھرکہلایا کہ جماعت خانہ میں آجاؤیہاں کے بھائی تمہاری سب طرح کی خدمت کے لئے تیار ہیں۔فقیر نے پھرکہلایا کہ یہاں خدمت جیسی ہورہی ہے وہاں کیسے ہوگی اور چڑ کرکہا جاؤآج شب کواگرنوبت کا فیض نہیں دیتے ہیں تو نہ دیں۔ خلیفہ گروہ نے خفا ہوکرفرمایاتشریف اللہ جاؤاس سے کہوکہ آج کی نوبت کا فیض مفقود۔حضرت سیدتشریف اللہ سے سنتے ہی فقیر نے دیکھا کہ اسکی اپنی ذات سے فیض ولایت سلب ہوگیا ہے۔حالت کی بےحالت ہوتی جارہی تھی۔فقیر پریشان ہوگیا ننگے سراور ننگے پاؤں مرشدکی خدمت میں بھاگتے ہوئے آکرقدموں میں گرکرمعافی مانگتا ہے۔اس عظیم المرتبت ہستی کی محبت میں آپ پرورش پاتے ہیں۔نوبت فعل ارکان دین سے ہے ۔حضرت مہدی علیہ السلام نے نوبت بیٹھنے کی بہت تاکید فرمائی۔دائرہ میں مسجد میں جہاں تین فقیرجمع ہوجاتے ہیں نوبت فرض ہوجاتی ہے ہر ایک بھائی ایک ایک پہرنوبت بیٹھے۔

خلیفہ گروہؓ کے وصال کے بعد آپ اپنے بڑے بھائی حضرت بندگیماں سیدشہاب الدین شہاب الحقؓ کی صحبت میں (26) سال تک رہتے ہیں۔حضرت شہاب الدین شہاب الحقؒ جلیل القدر بزرگ ہیں۔آپ کی روحانی کیفیت کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے ۔حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ نے آپ کا حال دریافت کیا۔حضرت نے ادباًعرض کیا جب میں چادراوڑھ لیتا ہوں اس وقت عرش سے فرش تک ایسا ہوجاتا ہے جیسے ہتھیلی میں رائی کا دانہ۔غرض حضرت سیدتشریف اللہؓ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔حضرت کے وصال کے بعد آپ اپنے دوسرے بھائی حضرت بندگی میاں سیدمحمود خاتم المرشدینؓ کی صحبت میں سات سال رہتے ہیں۔خاتم المرشدینؓ نے اپنے دائرہ کے ہرفردکوایمان کی سویت کی جوکہ عین دیدارخدا ہے۔حضرت سیدنجیؓ جالورکی جانب ہجرت فرمائی تو اپنے بھائی حضرت بندگی میاں سیدتشریف اللہ کودکن جانے کاحکم دیا تاکہ تبلیغ دین ہوسکے۔

حضرت تشریف الحقؓ، دکن کی طرف ہجرت فرماتے ہیں۔راہ میں کئی ایک مشکلات پیش آتی ہیں لیکن ذوق ہجرت، طلبِ دید، ذکرو فکرکی لذّت سے تمام مشکلیں دورہوتی جاتی ہیں۔

قومی کتب میں ہے کہ آپ بہت جری وبہادر تھے۔مست جانورکی گردن کوموڑدیتے تھے۔بعض اوقات کئی دن تک فاقہ رہتا۔مگر چہرہ ہمیشہ منوررہتا۔حج بیت اللہ کا سفر پیادہ کیا۔دوران سفرگرمی کی شدت سے پیٹھ تڑک گئی تھی۔اس تکلیف کے باوجود سفرکوجاری رکھا۔ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ چلتے چلتے تھک گئے اورایک منزل پرآنکھیں بند کئے بیٹھ گئے۔دیکھتے ہیں والد بزرگوار حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایت تشریف لارہے ہیں اورآپ کی پیٹھ پردست شفقت رکھتے ہیں اورفرماتے ہیں راہِ خدا میں تم نے یہ تکلیف اُٹھائی ہے اللہ تعالیٰ بہت جلد آسان کردےگا۔اس بشارت کے بعد آپ تازہ دم ہوجاتے ہیں۔سفرکی تمام تھکن دورہوجاتی ہے اوردولت آباد تشریف لاتے ہیں۔حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوری کے دائرہ میں قیام فرماتے ہیں یہاں ذکروفکراور بیان قرآن سے بندگانِ خدا کوخدا کی طرف بلاتے ہیں اورکئی ایک آپ کے بیانِ قرآن سے تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔

دولت آباد میں قیام کے دوران آپ کے فرزند حضرت سعد اللہ جن کو معرفت الٰہی حاصل تھی تشریف لاتے ہیں۔ اُس وقت آپ ذکر میں رہتے ہیں۔ فرزند خاموشی سے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں۔ ابھی کچھ دیر بھی نہیں ہوتی کہ آپ فرماتے ہیں "بوئے سعد اللہ می آید" فرزند فوراً سامنے آ کر قدم بوسی کرتے ہیں۔ حضرت کی بے ادبی سے روحانی کیفیت تھی۔ فرزند کے آنے کے بعد آپ ہجرت کا ارادہ فرماتے لیکن تنگدستی کا یہ حال ہے کہ پہننے کے لئے نعلین تک نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی روحانی طاقت عطا کی تھی کہ کسی بھی چیز کا حصول ناممکن نہیں تھا لیکن بزرگانِ مہدویہ نے ہمیشہ عالیت کو اختیار کیا۔ حضرت کے فرزند نے اپنی کٹھار کو بازار میں فروخت کر کے نعلین خریدتے ہیں۔ یہ باپ اور بیٹے کا روحانی قافلہ دولت آباد سے ہجرت فرماتے ہوئے خاندیس سے جلگاؤں کو رونق افروز ہوتا ہے۔

حضرت کے دائرہ میں مسلسل فاقے اور تنگدستی کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی قدم عزیمت سے ہٹا نہیں بلکہ اپنی جانیں قربان کر دیئے۔ مضمون کی طوالت کو دیکھتے ہوئے یہاں پر صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک زمیندار جو آپ کا معتقد تھا دائرہ میں کھانا پکوا کر بھیجا، لانے والے نے اللہ دیا کہنے کے بجائے زمیندار کا نام لیا۔ آپ نے سارا کھانا اُسی وقت دیگ سمیت زمین میں دفنا دیا دو چار روز کے بعد زمیندار کو معلوم ہوا اس نے معذرت چاہی اور اللہ دیا کہلوایا۔ آپ نے اصحاب دائرہ کو حکم دیا کہ دفن شدہ کھانا زمین سے نکالو۔ دفن شدہ دیگ زمین سے نکالتے ہیں اور جب دیگ کھولی جاتی ہے تو کھانا نہ صرف گرم بلکہ بالکل تر و تازہ تھا۔ حضرت نے دائرہ میں فاقے کے باوجود اس لئے قبول نہیں کیا کہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا تھا۔

آپ کے دائرے میں سینکڑوں بندگانِ خدا نے فاقوں سے جان خدا کے حوالے کی لیکن اس کے باوجود ان کا قدم دائرہ سے باہر نہ نکلا اور نہ ہاتھ کسی کے آگے بڑھا اور نہ فاقہ کشی کا گلہ کیا، نہ ان کی عبادت میں فرق آیا۔ ایک مرتبہ قریباً سات سو مردانِ خدا نے جان دے دی۔ دائرہ کے بازو کی زمین میں سپردِ خاک کیا گیا۔ زمیندار کو جب اس کی اطلاع ملی تو آ کر شکایت کی اس کی زمین کاشت کی قابل نہیں رہی کیونکہ اس میں کئی افراد کو دفن کیا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا زمین کھود کر تمام مردوں کو نکال دو۔ چنانچہ اس نے زمین کھودنی شروع کی تو حیران ہو گیا کہ کوئی بھی نعش نہیں ملی وہ حیرت میں پڑ گیا کہ کیا راز ہے۔ حضرت کے روبرو تمام معاملہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا مردانِ خدا جو اللہ کے ذکر و فکر میں طلبِ دیدارِ خدا میں اپنی جان دی ہے بھلا وہ کیونکر خاک کے پیوندر ہیں گے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ارشاد کے بموجب جو بندہ کے ہیں وہ قبر میں پڑے رہنے نہیں آئے۔ بندہ اس ہاتھ دیتا ہے خدا اُس ہاتھ لیتا ہے۔

حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ سے آپ کو بڑی عقیدت و محبت تھی۔ جب آپ کا وقت آخر آیا تو فرمایا ہم اپنا منہ اپنے مربی (حضرت سید نجی خاتم المرشدینؒ) کے طرف کر کے جان قربان کرتے ہیں۔ 11 / رمضان المبارک 988ھ کو آپ کا وصال ہوا۔ جالگاؤں میں آپ کا روضۂ مبارک ہے۔ یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ پیدائش کے وقت آپ کی والدۂ محترمہ کو گیارہ روز کا فاقہ تھا اور آپ جب اس دنیائے فانی سے کوچ فرمائے تو رمضان کی 11 تاریخ تھی۔

حضرت سید تشریف اللہؒ کی سیرت کا سب سے اہم باب یہ ہے کہ آپ نے اپنے دور کے بزرگوں کی صحبت میں رہنے کو اولین ترجیح دی۔ خلیفہ گروہ کی صحبت میں (14) سال رہے۔ الگ دائرہ باندھ کر بقیہ زندگی گزار سکتے تھے۔ لیکن آپ نے خلیفہ گروہؓ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحقؒ کی صحبت میں (26) سال رہے۔ بڑے بھائی کے وصال کے بعد (7) سال تک حضرت بندگی

میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدین کی صحبت اختیار کی یعنی (52) سال آپ نے بزرگوں کی صحبت میں گزارے۔آخری دس سال الگ دائرہ باندھ کر بندگانِ خدا کو دعوت حق دیتے رہے۔آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ بزرگوں کی صحبت میں گزرا۔

جب تک مذہبی رہنماؤں میں ایک دوسرے کی صحبت میں رہنے کا جذبہ رہا، مہدویت اغیار کو متاثر کرتی رہی اور جب سے یہ عمل رخصت ہوا انحطاط شروع ہوگیا۔وقت گذرا نہیں اب بھی موجود ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ فرائض ولایت کو عملی جامہ پہنایا جائے

قرآن پاک

آج ماہ رمصان المبارک کی 12 تاریخ ہے۔

قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب جو قیامت تک بنی نوع انسانی کے لئے راہ ہدایت ہے یہ وہ کتاب ہے جو خدا کے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ؐ پر نازل ہوئی۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو دیکھنا، جس کا سننا اور جس کا پڑھنا اجر وثواب ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو قاری کے درجات کو بلند کرتی ہے اور سفارش کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔قرآن مجید ہی ایک ایسی واحد کتاب ہے جو نہ کبھی بدل سکتی ہے اور نہ اس میں زیر کو زبر اور زبر کو زیر کیا جاسکتا ہے۔ یہ وہ کتاب ہے جو معلم اخلاق ہے، حل مشکلات ہے، فصاحت و بلاغت کا زندۂ جاوید اعجاز ہے۔جس رات میں نازل ہوئی اس رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔اس سے قرآن مجید کی عظمت وفضیلت ظاہر ہوتی ہے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے اس کتاب کو عشق نامہ فرمایا۔اور آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قرآن کو سمجھنے کے لئے نور ایمان کافی ہے۔

قرآن سارے انسانوں کے لئے خدا کا آخری پیغام ہے۔سورہ ابراہیم آیت 52 میں ارشاد ہوا ھٰذَا بَلٰغٌ' لِلنَّاسِ وَلِیُنْذَرُوا بِہٖ وَ لِیَعْلَمُوٓا اَنَّمَا ھُوَاِلٰہٌ وَّاحِدٌ' ترجمہ: قرآن سارے انسانوں کے لئے خدا کا آخری پیغام ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایا جائے اور لوگ اس بات کو جان لیں کہ اللہ ہی واحد معبود ہے۔حقیقت یہ ہے کہ تمام نوع انسانی روشنی کے محتاج ہیں یعنی نور کے، کوئی بھی اندھیرے میں رہنے کے لئے تیار نہیں رہتا ہے۔قرآن بنی نوع انسانی کے لئے نور ہے۔ یہ وہ نور یعنی روشنی ہے جس سے انسان اس دنیا سے آخرت تک کا راستہ بخوبی طے کرسکتا ہے۔اس کے برخلاف جو اس سے منہ موڑلیتا ہے وہ ابدی سعادتوں سے محروم کردیا جاتا ہے۔حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ اقوام کو اس کتاب قرآن کے ذریعہ سے رفعتیں عطا فرماتا ہے اور اس کتاب کے ذریعہ بہت سی قوموں کو پستی میں گرادیتا ہے حضرت ابوزر غفاریؓ نے رسول اللہ سے عرض کیا یا رسول اللہ کچھ نصیحت فرمائیے۔حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تقویٰ اختیار کرو، تقویٰ عام نیکیوں کا سرتاج ہے۔انہوں نے عرض کیا کچھ اور فرمائیے تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''قرآن مجید کی تلاوت کیا کرو یہ تلاوت تمہارے لئے زمین میں نور ہے اور آسمان پر تمہارا ذخیرہ ہے''

ہر چیز ایک مقصد لئے ہوتی ہے۔رسولوں و نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقصد کے تحت اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ایک مقصد کے تحت کتابیں نازل فرمائیں۔نوع انسانی کا کام یہ ہوتا ہے کہ اس سے فائدہ اٹھا کر خدا کا انعام واکرام پائیں۔اللہ تعالیٰ کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی اس کے بندوں پر ہے۔اس لئے اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں، قرآن پڑھو کیونکہ

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عذاب نہ دے گا جسے قرآن یاد ہو اور قرآن خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کی جگہ ہے جو اس میں داخل ہوا وہ بے خوف وخطر ہے اور جسے قرآن سے محبت ہے اس کو بشارت ہے۔قرآن سے عشق، قاری کو خدا سے قریب کر دیتا ہے۔جہاں عشق ومحبت ہے وہاں ایمان ہے، فکر کی پاکیزگی ہے، تقویٰ و پرہیزگاری ہے، خدا کا ڈر وخوف ہے، جذبہ عشق بندہ کو معراج پر پہونچا دیتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ اللہ اور دافع ہلاکت اُمت محمدیہ بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔خدا کے آخری کلام سے بندگان خدا کو رغبت دلانے کے لئے اور قرآن سے قربت پیدا کرنے کے لئے مہدی موعودؑ کو مبین کلام اللہ بنا کر مبعوث کیا اور مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ''قرآن عشق نامہ ہے'' اس عشق نامہ سے بھی عشق رکھنا چاہیئے کیونکہ یہ عشق قاری کو صراط مستقیم پر رکھتا ہے، ذکر وفکر کا چسکا پیدا کرتا ہے، جانثاری، فداکاری کا جذبہ پیدا کرتا ہے، نفس کی کارستانیوں سے بچا کر رکھتا ہے، اپنی حیثیت سے واقف کراتا ہے کہ کس مقصد کے تحت انسان کو پیدا کیا گیا۔انسان کا اپنے مقصدِ حیات کو پانے میں ہی بڑی کامیابی ہے اور یہ قرآن سے عشق رکھنے پر عیاں ہوتی ہے۔تلاوت قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ حضرت ابوسعید خدریؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو قرآن مجید نے اس قدر مشغول کر دیا کہ کوئی دوسرا ذکر نہ کر سکا اور قرآن مجید کی وجہ سے اس کو دعا مانگنے کی فرصت بھی نہ ہوئی تو میں اسے مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں۔

قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اس کی تلاوت سے نور پیدا ہوتا ہے۔اس کے احکامات پر عمل پیرا ہونے سے چہرہ روشن ومنور ہوتا ہے جو کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے چہرے چاند کی طرح روشن ومنور ہوں گے جس کی وجہ سے بہ آسانی ان کی پہچان ہو جائے گی۔قیامت میں قرآن اللہ کے حضور سفارش کرے گا اے باریٔ تعالیٰ یہ دن ورات کے حصہ میں تیرے کلام پاک کی کثرت سے تلاوت کرتا تھا۔اے باریٔ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما اس کو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ میں رکھ۔روایتوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سفارش کو قبول فرماتا ہے۔

عشق دراصل حقیقت کے دائرہ میں رہتا ہے وہ ایسا کام کر جاتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے، ایمان کی بنیاد اور اس کا سبب محبت یعنی عشق ہی ہے کیونکہ نظر سے ایمان نصیب نہیں ہوتا۔نظر جب محبت بن جاتی ہے تو ایمان نصیب ہوتا ہے۔مکہ مکرمہ میں حضور نبی اکرم ﷺ کو کتنے لوگوں نے دیکھا اور سنا لیکن کتنے لوگ ایمان لائے۔اس کے برخلاف حضرت اویس قرنیؒ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھا لیکن ایمان لائے اور محبت کا یہ عالم ہے کہ جب سنا کہ غزوہ اُحد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے یہ عاشق صادق نے پورے دانت نکال دیئے۔یہ عشق کی معراج ہے، بندگان خدا کو بالخصوص مسلمانوں کو بھی قرآن پاک سے عشق ہونا چاہیئے۔کیونکہ اس عشق نامہ میں خدا تک یعنی اپنے عاشق تک پہنچنے کے طریقہ بتائے گئے ہیں اور وہ تعلیم احسان یا تعلیم ولایت کے ذریعہ سے ہی واضح ہو سکتے ہیں۔اسی لئے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا قرآن عشق نامہ ہے۔قرآن سے اپنا رشتہ جوڑیں کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ ارشاد فرماتے ہیں تلاوت قرآن دنیا میں مسلمانوں کے لئے رہنما اور نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ ہے ہدایت پانے کے لئے۔اپنے چہرے کو روشن ومنور کرنے کے لئے، آخرت میں نیکیوں، رحمتوں کا ذخیرہ پانے کے لئے قرآن سے وابستہ ہو جائیں جس طرح کہ جسم کا رشتہ روح سے ہے۔کیونکہ ارشاد نبی اکرم ﷺ ہے تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن مجید سیکھے اور سکھائے، قرآن مجید کا علم سیکھنے والوں کے لئے زمین وآسمان کی ہر چیز حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں۔قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کو ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ماہ رمضان میں ہی نہیں بلکہ تمام ایام میں نور ایمان کے ساتھ تلاوت قرآن کی سعادت حاصل ہو۔آمین

خلیفہ گروہ حضرت بندگی میاں ملک الہٰد ادؓ

آج ماہ رمضان المبارک کی 13 تاریخ ہے۔اور خلیفہ گروہ حضرت ملک الہٰد ادؓ کی بہرہ عام ہے۔

حضرت بندگی میاں ملک الہداد ؓ کا تعلق باڑی وال خاندان سے ہے۔آپؓ فرزند ہیں ملک احمد کے، نبیرہ ہیں ملک یعقوب باڑی وال کے۔ یہ گھرانہ بہادر اور تعلیم یافتہ تھا۔آپ علم وعمل کے ساتھ عرفان کا چسکا رکھتے تھے۔بادشاہ محمود بیگڑہ کے نامی امیروں میں ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر جن اُمراء وریئسوں نے تصدیق سے مشرف ہوئے ان میں ایک خلیفہ گروہ حضرت ملک الہداد ؓ بھی ہیں یہ شرف آپ کو پٹن میں حاصل ہوا جب تک خلیفتہ اللہ کا قیام پٹن میں رہا۔آپ روزانہ خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ جب پٹن سے ہجرت فرمائی تو آپ پٹن ہی میں رہے۔حضرت مہدی موعودؑ کے ہمراہ ہجرت نہ کرنے پر بھی حضرت علیہ السلام آپ کا خیال رکھتے تھے۔حضرت مہدی موعودؑ نے جب سندھ سے حضرت شاہ خوندمیرؓ کو روانہ کیا تھا تو حضرت ملک الہداد کے لئے اپنا ایک کمر بند بھجوایا تھا۔حضرت مہدی موعودؑ اور بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے وصال کے بعد آپ ترک دنیا کر کے خلیفہ سوم حضرت بندگیمیاں شاہ نظامؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔حضرت کی صحبت میں رہ کر فیض پاتے ہیں۔تاریخ میں حضرت شاہ نظامؓ کے جو چار چراغ مشہور ہیں اس میں آپ کا نام بھی شامل ہے اور وہ چار چراغ ، حضرت بندگیمیاں عبدالرحمٰن ، حضرت بندگیمیاں ملک الہداد ، بندگیمیاں عبدالفتح اور حضرت احمد شہ قدن ہیں۔قوم مہدویہ میں آپ خلیفہ گروہ سے اسلئے مشہور ومعروف ہیں کہ پانچوں خلفاء سے فیض حاصل کیا ہے۔

حضرت شاہ برہان الدین مصنف شواہد الولایت نے آپ کو''مرشد الارشاد''اور حضرت میاں سید حسین مصنف تذکرۃ الصالحین نے ''مردصالح''''دیندار و پرہیزگار'' کے القاب سے خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ایک روز کسی مسئلہ کے حل کے لئے اصحاب مہدی موعودؑ کا اجماع ہوا تھا۔اس میں اصحاب ومہاجرین کے علاوہ قائدین بھی شریک تھے۔مسئلہ پر بحث طویل ہوتی جارہی تھی، ایسے وقت میں حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ فرماتے ہیں، اصحاب ومہاجرین کے علاوہ دوسرے لوگ اجماع سے اٹھ جائیں۔یہ اعلان سن کر میاں الہدادؓ اٹھنے لگے۔حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ نے آپ کا کمر بند پکڑ کر بٹھالیا اور فرمایا بھائی دادو تم ہم میں کے ہی ہو۔جس چشمہ سے ہم کو فیض ملتا ہے اس چشمہ سے تم کو بھی فیض ملتا ہے۔آپ اپنے طور پر یہ عہد کر لئے تھے جب نفس وشیطان حاضر ہو کر مجھے گمراہ نہ کرنے کا عہد کریں میں اس وقت تک ترک دنیا کر کے دائرہ میں نہ جاؤں گا۔قومی کتب میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ خدائے تعالیٰ سے آپ کو عبدالمومن کا خطاب عطا ہوا۔

حضرت بندگیمیاں شاہ نظامؓ کی صحبت میں تین سال گزارنے کے بعد اجازت حاصل کر کے حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیرؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔آپ کے کردار کی خوبی اور عالیت کتنی عزیز تھی اس واقعہ سے علم ہوتا ہے۔جب آپ حضرت شاہ نظامؓ کی صحبت میں تھے ایک دفعہ حضرت نے آپ سے فرمایا بھائی دادو ایک سویت زیادہ لو۔آپ نے زائد سویت لینے سے انکار کیا۔حضرت شاہ نظامؓ نے آپ کو وداع کرتے وقت فرمایا کہ جو کچھ دیا گیا ہے تیرے سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا نہ تیرے بعد کسی کو دیا جائے گا۔آپ کی چاہت اور الفت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ گروہ کے جانے کے بعد بیان قرآن کو موقوف کر دیا دریافت کرنے پر فرمائے کہ سننے والا ایک تھا وہ چلا گیا۔ اب

کس کے لئے بیان کروں۔لیکن فرزند شاہ عبدالرحمٰن کی کوشش سے آپ دوبارہ بیان قرآن کا آغاز کرتے ہیں۔حضرت بندگیمیاں شاہ خوندمیر کی صحبت میں 11 سال رہتے ہیں اور آپ کے تعلق سے بے شمار بشارتیں میاں نے فرمائی ہیں۔ایک موقعہ پر فرمایا جو کچھ بندہ کے سینہ میں ظہور ہو رہا ہے تمہارے سینہ میں بھی ظہور ہورہا ہے۔ایک موقع پر فرمایا جو تمہارا دشمن ہے وہ بندہ کا دشمن ہے، جو بندہ کا دشمن ہے وہ حضرت میراں مہدی موعودؑ کا دشمن ہے، جو حضرت مہدی موعودؑ کا دشمن ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے، جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دشمن ہے وہ خدا تعالیٰ کا دشمن ہے۔

بندگیمیاں کی شہادت کے بعد آپ نے نہایت صبر وضبط سے ناگزیر حالات کا سامنا کیا۔شہداء کے دفن وغیرہ کا نہایت عقیدت و احترام سے انتظام کیا۔تمام امور اپنے ہاتھ سے انجام دیئے۔شہادت کے بعد حالات اس قدر بھیانک ہو گئے تھے۔بادشاہ کے خوف سے لوگ جہاں بھی آپ ٹھہرتے ٹھہرنے نہیں دیتے تھے حالات کا اندازہ اس طرح سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ نماز عشاء تین مقامات پر ادا کی جاتی ہے۔شہادت بندگیمیاں کے بعد آپ 14 یا 15 سال بقید حیات رہے اس عرصہ میں 20 دفعہ آپ کا اخراج ہوا اور 20 جگہ دائرہ باندھا گیا۔خلیفہ گروہؓ کو جہاں ہر مقام پر مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا وہیں سخت فاقہ کی حالات سے بھی گزر رہے تھے۔مختلف علاقوں و مقامات سے گزرتے ہوئے جب آپ 931ھ میں جالور تشریف لاتے ہیں اور دائرہ قائم کرتے ہیں لیکن سخت فاقوں کا یہاں بھی آپ کو سامنا کرنا پڑتا ہے۔کئی ایک فقراء فاقوں کی وجہ سے شہید ہوجاتے ہیں جب اسکی اطلاع والی ریاست جالور زبدۃ الملک علی شیر خاں کو ہوتی ہے تو کئی ایک تھیلوں میں فیروزیاں رکھکر ملازمین کو حکم دیتا ہے کہ ہر ایک حجرہ میں ایک ایک تھیلی رکھ دیں۔ملازمین حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور ہر حجرہ میں ایک ایک تھیلی پہونچادیتے ہیں۔لیکن دائرہ کا ایک بھی فقیر اس کو ہاتھ نہیں لگاتا ہے، جھاڑو یا لکڑی سے اسکو ہٹادیتا ہے اور دائرہ میں فاقے چل رہے ہیں۔ایک دن بعد کسی نے والی ریاست سے کہا افسوس کہ دائرہ میں فاقوں کی وجہ سے کئی ایک فقیر شہید ہو رہے ہیں۔والی ریاست کو یہ سن کر حیرت ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اتنی اتنی فیروزیاں ہر فقیر کے حجرے میں پہونچائی ہے پھر فاقہ کی حالات کیوں۔تحقیق کرواتا ہے جب پتہ یہ چلتا ہے کہ تمام تھیلیاں جیسی کی ویسی پڑی ہوئی ہیں کیونکہ ملازمین نے اللہ دیا کہکر نہیں رکھی تھیں اسلئے کوئی بھی فقیر اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔آپ کے دائرہ کے فقراء کا یہ کردار تھا۔فقر و فاقہ کی حالات میں بھی عالیت کا دامان تھامے رکھے۔ہمارے دائروں کی یہ کیفیت تھی۔

خلیفہ گروہ حضرت بندگی میاں ملک الہٰداد ؓ

آج ماہ رمضان المبارک کی 14 تاریخ ہے۔اور حضرت خلیفہ گروہ ملک الہداد ؓ کا عرس مبارک ہے۔

حضرت خلیفہ گروہؓ کے دائرے میں ہمیشہ دم وقدم کی حفاظت کی جاتی تھی۔خلاف قوانین دائرہ میں کوئی کام نہیں ہوتا تھا۔خلیفہ گروہؓ مختلف مقامات پر دائرہ قائم کرتے ہوئے پٹن تشریف لاتے ہیں۔یہاں پر دائرہ قائم کرتے ہیں۔دائرہ کے بعض فقراء اپنے کا سب رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔آپ کو جب اس کی اطلاع ملتی ہے تو میاں بابن کو دائرہ کے باہر سر راہ کھڑا کرتے ہیں اور تاکید فرماتے ہیں ان افراد کو دائرہ میں آنے نہ دیں۔میاں بابن انہیں حضرت کا حکم سناتے ہیں۔تمام کے تمام اپنی غلطی پر بے حد پشیمان ہوکر معذرت چاہتے

ہیں۔ آپ انہیں معاف کرتے ہیں اور دائرہ میں رہنے کی اجازت دیتے ہیں۔ دائرہ کے فقراء کو آپ نے یہ اجازت دی تھی کوئی رشتہ دار دائرہ میں آئے تو ملاقات کریں لیکن ان کے مکانوں پر نہ جائیں۔

جب آپ گجرات جاتے ہوئے موضع سائلہ میں مقام کرتے ہیں یہاں ایک مصدق بلوچ جمال خاں نے خلیفہ گروہ کی خدمت میں ایک چٹھی روانہ کرتا ہے۔ اور کہلواتا ہے کہ میرا بھائی یعقوب خاں پٹن میں ہے اسے یہ چٹھی دے کر دو سو فیروزیاں لے لیں۔ آپ کو اللہ دیا ہے۔ خلیفہ گروہ چٹھی دیکھتے ہی پھاڑ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کیا بندگان خدا کا یہ حال ہو گیا ہے کہ چٹھیاں لے لے کر لوگوں سے روپیہ وصول کرتے پھریں۔ ایک اور شخص خلیفہ گروہ سے عرض کرتا ہے میں نے خدا کے واسطے عشر دینے کی نیت کی ہے لیکن کوئی ملازمین دیانت دار نہیں ہے اس لیے آپ سے گزارش کرتا ہوں دائرہ کے دو فقیر گاؤں بھیجدیں تاکہ انکے ذریعے عشر کی رقم آپکی خدمت میں پیش کروں۔ حضرت اس پر بے حد خفا ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اور اس فقیر پر جو حدود دائرہ کی پابندی توڑ کر محض عشر کے لئے گاؤں گاؤں پھیرے۔ یہ ہمارے دائروں کا نظام تھا۔ صاحب دائرہ کا عمل تھا۔ آج....................

تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے دائروں کی کیفیت سے ہر کوئی متاثر ہوتا تھا۔ دائرہ میں آکر روحانی مسرت محسوس کرتے تھے۔ حضرت کا دائرہ جب ڈونگر پور میں تھا بادشاہ ہمایوں اپنے بھائیوں جندال عسکری اور کامران کے ساتھ ملاقات کا شرف پاتا ہے۔ دینی و مذہبی باتوں سے مستفید ہوتا ہے دینی پیاس کو محسوس کرتے ہوئے آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کا تحریر کردہ مکتوب ملتانی بادشاہ کو پیش کرتے ہیں۔ بادشاہ اس مکتوب سے متاثر ہو کر اس کو آب زر سے لکھا کر اپنے پاس رکھتا ہے۔ بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ اس مکتوب کو تحریر کرنے کے بعد فرمایا تھا یہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ میاں کی بات کو قبولیت کا درجہ دیتا ہے اور خلیفہ گروہ کے دور میں آب زر سے لکھا جاتا ہے۔

ہمارے دائرے جہاں عالیت وعزیمت کے جیتے جاگتے نمونے تھے وہیں اسلامی تہذیب وتمدن کے شاہکار بھی تھے۔ خلاف اسلامی تہذیب کسی سے بھی کوئی عمل سرزد ہوتا تو اس کی تنبیہ کی جاتی تھی والیٔ ریاست جالور ملک علی شیر اپنے محل میں گلال سے بسنت بازی کھیل رہے تھے۔ خلیفہ گروہ کو جب یہ اطلاع پہونچتی ہے تو دائرہ اٹھالیتے ہیں اور ہجرت کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ والیٔ ریاست فوراً اپنے بیٹوں کو روانہ کرتا ہے کہ حضرت کو جانے نہ دو ان کے گاڑی کے سامنے ہو جاؤ۔ ملک علی شیر بھی قبیلہ کے مزید افراد کے ساتھ خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے خادم کا قصور کیا ہے حضرت فرماتے ہیں تم مشرکوں کی عید پر مشرکوں کی طرح گلال کے ساتھ بسنت کھیلتے ہو۔ والیٔ ریاست کہتا ہے مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہ فعل برا ہے میں توبہ کرتا ہوں۔ حضرت رجوع لانے پر روانہ ہونے کا ارادہ تبدیل کرتے ہیں۔ یہ ہمارے اسلاف کا کردار تھا غلطی کو تسلیم کرتے اور رجوع لاتے تھے۔ توبہ کرتے تھے اور آج غلطی پر نادم ہونے کے بجائے اس کی پرزور ستائش ہوتی ہے۔

دائرہ میں خلاف شرع کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ رسم ورواج وبدعت وغیرہ سے کوسوں دور رہتے تھے۔ آپ کے دائرہ کے ایک فقیر میاں کریم اللہ جنہیں جھاڑ پھونک اور آسیب کا علم آتا تھا۔ حضرت خلیفہ گروہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو منع فرمایا اور فرمایا یہ تعلیمات خاتمین پاک کے خلاف ہے۔ میاں کریم اللہ نے فرمایا میں یہ عمل صرف اللہ واسطے کرتا ہوں، پیسے لینے کی غرض سے نہیں۔ اس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا جب میراں علیہ السلام نے اس کی ممانعت کی ہے خواہ کسی غرض سے ہو۔ وہ جائز نہیں میاں کریم اللہ کو اپنے عمل پر ناز تھا وہ اس عمل کو جاری رکھنا چاہتے تھے۔ حضرت نے اس کو دائرہ سے باہر نکال دیا۔ آج............

حضرت خلیفہ گروہ کا دائرہ حالات زمانے کے ساتھ ایک مقام سے دوسرے مقام پر قائم ہوتا رہا۔ دوسری طرف دائرہ میں فقر و فاقہ کی سنت جاری تھی۔ ایسے حالات میں بزرگوں کے جب اعراس آتے تو بہرہ عام کے وقت ہزاروں مصدقین کو فیض پہونچانے کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ ان حالات میں بہرہ عام کے موقعہ پر ناریزہ کی ابتدا آپ ہی کے دائرہ سے ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ چند چپاتیاں کہیں سے آجاتی ہیں۔ خلیفہ گروہ ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے بانٹ دیتے۔ جب سے اس کا نام نان ریزہ (ناریزہ) ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ چنے اُبال کر تقسیم کئے جاتے ہیں اور یہ رواج آج تک بھی جاری ہے۔

آپ کا آخری دائرہ کپڑونج میں تھا۔ یہاں بھی شدت سے فاقہ تھا۔ ان حالات میں بھی دائرہ کے لوگوں پر فیض و کرم کی بارش برسائی۔ 14/ رمضان 945ھ کو سب فقیروں کو بلاتے ہیں اور ایمان کی سویت عطا کرتے ہیں۔ اس موقعہ پر دائرہ کی تنگدستی کا یہ حال تھا کہ سویت کا طریق یہ تھا کہ ہر ایک فقیر حضور میں آکر دامن پسارتا اور خلیفہ گروہؓ اپنا ہاتھ اس طرح اُنڈیلتے گویا کوئی چیز ڈال رہے ہیں جب کہ بظاہر سب خالی تھا۔ لیکن فیض دینے والا ہی جانتا کہ کیا دیا اور لینے والا جانتا کہ کیا لیا۔ اسی روز بعد مغرب آپ نے جو کچھ پایا تھا وہ سویت کرکے اس جہانِ فانی سے کوچ کرجاتے ہیں۔ کپڑونج میں مزار پاک ہے جہاں زائرین تسکین روح و قلب پاتے ہیں۔

فضائل ماہ رمضان

آج ماہ رمضان کی 15 تاریخ ہے۔

رمضان شریف اسلام میں ایک نہایت ہی مقدس و محترم مہینہ ہے۔ اس ماہ کی سب سے بڑی اور سب سے بنیادی عبادت روزہ ہے۔ روزہ نفس کو قابو میں رکھنے، صبر و استقامت پیدا کرنے، شکرگزاری کا جذبہ پیدا کرنے اور اللہ کی نعمتوں کی قدر و منزلت کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جن چیزوں کو ہم روزمرّہ زندگی میں بالکل قدر نہیں کرتے روزہ ان کی قدر سکھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ اللہ نے ہماری زندگی اور اطمینان کے لئے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں۔ رمضان میں ہر عبادت کا ثواب اور ہر نیک کام کا ثواب دس گنا ہے، نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب (70) گنا ہے اور اس کے ساتھ ہی رمضان وہ عظمت والا بابرکت مہینہ ہے جس میں حق تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب ہدایت قرآن نازل کی ہے اور یہ ہی وہ پاک مہینہ ہے جس میں خالق کائنات نے شب قدر جیسی بیش بہا انعام سے نوازا۔ اس ماہ کی عظمت حضرت ابو ہریرہؓ کی اس حدیث شریف سے کھل کر ہمارے سامنے آتی ہے جس میں حضرت محمد ﷺ نے یہ فرمایا، یہ رمضان شریف کا مہینہ ایسا بزرگ ہے کہ پہلے دس روز میں رحمت ہے، بعد کے دس روز میں مغفرت اور اس کے بعد کے دس روز میں چھٹکارۂ دوزخ ہے۔

رمضان مبارک ہی وہ ماہ ہے جس میں اسلامی مملکت وجود میں آئی اور ساتھ ہی تاریخی واقعات بھی وابستہ ہیں۔ مثلاً رمضان میں جہاد فرض ہوا اور اسلامی تلوار 17/ رمضان کو پہلی مرتبہ نیام سے باہر نکلی اور بدر کے میدان میں چمکی۔ دوم یہ کہ 20/ رمضان مبارک کو مکہ فتح ہوا اور خانۂ کعبہ کو 360 بتوں سے پاک کرکے وہاں خلافتِ الٰہی توحید ربانی کی حکومت قائم کی گئی۔ پس رمضان قرآن کے نازل ہونے کی یادگار ہی نہیں بلکہ جہاد شروع ہونے کی یادگار بھی ہے کہ جنگ بدر کی یادگار رہے، فتح مکہ کی یادگار رہے۔ بت پرستی کی قوتوں سے آخری طور پر ٹوٹ

جانے کی یادگار ہے اور خانہ کعبہ میں ابراہیمی خلافت اور اسلامی حکومت کے قائم ہونے کی یادگار ہے۔

اسلام ہی کی یہ خوبی ہے کہ اس نے زندگی کو پاک کرنے کے لئے سال کا ایک مہینہ خاص کر دیا ہے۔ اس مہینہ کا پروگرام یہ ہے کہ ہم روزے رکھیں تا کہ ہمارا جسم دل، دماغ اور جذبات میل سے پاک ہو جائیں۔ ہم قرآن پڑھیں تا کہ ہمارا دماغ روشن ہو اور اسلامی زندگی کا پورا پروگرام، پورا نظریہ حیات ہماری آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ ہم لوگ روزہ رکھیں تا کہ انسانی تمدن ہر قسم کی میل کچیل سے پاک ہو جائے یعنی اصلاح جسم بھی ہو، اصلاح نفس بھی ہو اور اصلاح تمدن بھی ہو۔ دنیا کا کوئی مذہب اصلاح کی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتا۔

اسی ماہ کی پہلی رات میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے نازل کئے گئے۔ صحیفوں کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر سات سو سال تک کی مدت میں کتاب تورات نازل کی گئی جبکہ رمضان کی 6 / تاریخ تھی۔ 20 / رمضان کو داؤد علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی۔ 13 / رمضان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور 29 / تاریخ کو دنیا سے اٹھائے گئے۔ یعقوب علیہ السلام 28 / رمضان کو یوسف علیہ السلام سے ملے۔ یونس علیہ السلام 26 / رمضان کو مچھلی کے پیٹ سے نکلے۔

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ ہے، جو شخص اس میں نیک کام کر کے تقرب چاہے و مثل اس شخص کے ہوگا جو رمضان کے ماسوا ایک اور فرض ادا کیا جس نے اس میں کوئی فرض ادا کیا تو وہ مثل اس کے ہوگا جو رمضان کے ماسوا (70) فرض ادا کیا۔ جس نے روزہ دار کو افطار کرایا اس کو گناہوں سے مغفرت ہوگی اور اس کی گردن نار دوزخ سے آزاد ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ میرے حوض سے پانی پلائے گا۔ پھر اس کو کبھی تشنگی نہ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان میں روزہ رکھا اور ایماناً و احتساباً اس پر قیام کیا اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ایک اور حدیث جس کے راوی حضرت ابن عمرؓ ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان میں روزے رکھا، عرش و کرسی کہتے ہیں کہ خوشخبری ہو امت محمد یہ کے لئے خدا کے نزدیک ان کی کیا بزرگی ہے۔ ہوا میں اڑنے والے پرندے، پانی میں تیرنے والی مچھلیاں اور دوسرے تمام ذی روح، روزہ داروں کے حق میں مغفرت کی دعا مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے فرشتو جاؤ روزہ اور تسبیح کا ثواب اس مہینہ میں امت محمد یہ کے روزہ داروں کو دے دو جو جنت میں سبز قالینوں، نفیس مسندوں پر تکئے لگائے بیٹھے رہیں گے۔

روزہ کی اہمیت اور بارگاہ خداوندی میں اس کی قبولیت کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے، سانس جو آتی ہے اور جاتی ہے ذکر ہے، بات کرنا صدقہ ہے اور روزہ دار کے منہ کی بو جو فاقہ سے پیدا ہو جاتی ہے اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے اور روزہ دار افطار کے وقت جو دعا مانگتا ہے وہ قبول کر لی جاتی ہے۔

حقیقت میں ماہِ رمضان باطنی صفائی کا مہینہ ہے۔ اہل وفا کا مہینہ ہے اور ان مومن حضرات کا مہینہ ہے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں، صبر کرتے ہیں۔ اس کی عبادت کرتے ہیں، مال خرچ کرتے ہیں، اس کے ہر حکم کے آگے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

وہ بدنصیب حضرات جنہوں نے اس ماہ کو پایا اور اس کی قدر نہیں کی یقین جانئے ان کے لئے دردناک عذاب ہے کیونکہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رمضان المبارک کا ایک روزہ ترک کر دینا اتنا سخت ہے کہ ساری عمر کے روزہ رکھنے کے بعد بھی اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ اور ایک خواب میں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ الٹے لٹکے ہوئے ہیں اور ان کے جبڑے چیرے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ

رہا ہے، آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ لوگ روزہ خور ہیں جو رمضان کے ختم ہونے سے بیشتر ہی روزوں کو ختم کردیا کرتے تھے۔ہم پروردگار سے دعا کریں کہ یا الٰہی ہم پر اپنا فضل عطا کر اور ہم کو ہمت وقوت عطا کرتا کہ ہم اس ماہ میں تیری عبادت کرسکیں۔

فضائل قرآن

آج ماہ رمضان المبارک کی 16 تاریخ ہے۔

قرآن کو قرآن حکیم، قرآن مجید اور کتاب العزیز کے نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔قرآن عام کتابوں کی مانند کوئی کتاب نہیں ہے نہ اسے کوئی معمولی نشانی قرار دیا جاسکتا ہے، نہ یہ عام روشنی کی طرح کوئی روشنی ہے اور نہ یہ کلام اسرار ورموز پر مشتمل ہے بلکہ یہ غیر فنا پذیر اور ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا کا کلام ہے۔

قرآن کریم میں وہ تمام احکامات وارشادات پوری جامعیت کے ساتھ موجود ہیں جو قیامت تک انسانوں کی فلاح و بہبود کے کفیل ہوسکتے ہیں۔اصلاح نفس، ترقی، تمدن، تہذیب واخلاق اور دوستی معاشرتِ عامہ کے وہ اصول قرآنِ کریم میں بیان کئے گئے ہیں جن پر انسان کی علمی وعملی قوتوں کی شائستگی موقوف ہے اور جن کو بجا طور پر نجاتِ انسانی اور امن عالم کا علمبردار کہنا مناسب ہے اور اس کے ساتھ ہی ایسے پیارے قوانین اور آئین حکمت موجود ہیں جو عین فطرتِ انسانی کے موافق ہیں۔عبادت، سیاست، معاشرت، معیشت، تدبیر غرض انسان کے متعلق جتنے زندگی کے شعبے ہیں ان کے لئے قانین وضوابط مقرر ہیں۔کوئی انسانیت کا ایسا پہلو نہیں جس پر قرآنِ مجید میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔یہ اس کا اعجاز ہے خود پروردگارِ عالم نے قرآن مجید میں سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا۔

''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو انسانوں کیلئے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق وباطل کا فرق کھول کر رکھنے والی ہے''

اور ایک مقام پر پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا ''اے مسلمانو، قرآن مجید کو میں نے تم پر اتارا ہے لہٰذا اس کو ادب کے ساتھ اور ادب و دھیان کے ساتھ سنو''

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ایک نعمت عظمٰی قرآن مجید کی شکل میں عنایت کی ہے تو کیوں نہ ہم اس کی دل سے قدر ومنزلت کریں۔کیوں نہ ہم اس کے آئین حکمت کو حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں، بجائے اس کے افسوس ہم نے یہ قدر کی ہے کہ اس قرآن مجید کو قیمتی کپڑوں اور رنگین الماریوں میں بند کررکھا ہے صرف اس کو لڑکی کی شادی کے وقت جہیز کا تمغہ یا میت کے ایصال ثواب کا توشہ بنا رکھا ہے۔حالانکہ قرآن زندوں کے لئے ہے، آج بھی ہماری زندگی کو سنوارنے کے لئے وہ بے چین ہے۔ہمارا فریضہ یہ ہے کہ اولین فرصت میں اس امانتِ مقدس کی طرف توجہ کرنا اور اس کا علم وفکر حاصل کرنے کی جدوجہد کرنا اور پاکیزہ اقوال پر چلنے کی کوشش کرنا اور آج قرآن کو ریشمی غلافوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ سینے چاہتا ہے جو یاد سے منور تھے، وہ زبانیں تلاش کرتا ہے جو تلاوت سے حلاوت پاتی تھیں۔وہ آنکھیں چاہتا ہے جو تلاوت سے پُرنم ہوجایا کرتی تھیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ اے مسلمانو، قرآن مجید کی تلاوت زیادہ سے زیادہ کرو کیونکہ قیامت کے دن قرآنِ پاک تمہارے لئے شفیع ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کی ایک آیت بہتر ہے سو رکعت نفل سے۔ قرآن مجید پڑھنے والے کو ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں

حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ جو شخص اچھی طرح قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے قیامت کے دن اس کے والدین کو ایک تاج پہنایا جائے گا جس کی روشنی، آفتاب کی روشنی سے بدرجہا تیز ہوگی۔ اب یہ غور کی بات ہے کہ جب ماں باپ کو ایسا مرتبہ ملے گا تو پڑھنے والے کو کیا کچھ نہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قرآن مجید پڑھتا ہے گویا وہ مجھ سے باتیں کرتا ہے اور میں اس سے باتیں کرتا ہوں۔

کلام پاک کی تلاوت ہر مسلمان کے لئے واجب اور ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے" جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کیجئے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن پاک مسلمانوں کا ایک ضروری فریضہ ہے۔

اور اب کرۂ ارض پر صرف ایک ہی خدائی چشمہ ہے جو ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک ہے اور یہ صاف چشمہ قرآن ہے۔ ہم اگر سعادت کے طلب گار ہیں اور غموں سے خلاصی چاہتے ہیں تو قرآنِ پاک کے حوض میں غوطہ لگائیں اس کے بغیر ہم زندگی اور آخرت کے بھنور کو سلامتی سے عبور نہیں کر سکتے۔ آیئے قرآن آج ہم کو آواز دے رہا ہے کہ میرے ساتھ وہ معاملہ کرو جو پہلے مخاطب حضرت رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے کیا۔ ایک ایک حرف اور زیر و زبر کی حفاظت اپنے سینوں اور دماغوں سے کی۔ میرے احکام کی تعلیم کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا اور نہ کسی پرائی تعلیم و تہذیب سے مغلوب ہوئے نہ کسی نئے فلسفہ اور تہذیب سے مرعوب ہوئے، وہ صرف میرا رنگ لے کر نکلے تو ساری دنیا پر میرا رنگ چڑھا دیا۔ یہ اب بھی ممکن ہے اگر ہم اس کے احکامات پر عمل پیرا ہو جائیں۔

تربیت کا مہینہ

آج ماہ رمضان المبارک کی 17 تاریخ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر کسی نہ کسی کو فوقیت دی ہے۔ مثلاً تمام مخلوقات میں انسان کو، انبیاء کرام میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو، کتب آسمانی میں قرآن پاک کو، دنوں میں جمعہ کو، راتوں میں شب قدر کو، مسجدوں میں مسجد حرام کو، شہروں میں شہر مدینہ کو، اس طرح مہینوں میں ماہ رمضان کو دی ہے۔ ماہ رمضان دراصل ایک بیش بہا اور انمول نعمت ہے۔ جس میں اہل ایمان کے لئے رحمت، مغفرت اور دوزخ سے نجات ہے۔ اگر اس ماہ میں اللہ کی خوشنودی حاصل ہو جائے تو یہ مہینہ اس کے لئے سرمایہ حیات بن جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اُمت رسول اللہ خوش نصیب اُمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر جو فضل و کرم فرمایا کسی اور نبی کی اُمت پر نہیں کیا۔ اس فضل کا بین ثبوت ماہ رمضان ہے۔ اس مہینے کی فضیلت کہ اس کے تمام دنوں کے روزے فرض ہیں۔ ثواب کا فیصد بڑھا دیا جاتا ہے۔ ایک فرض پر 70 گناہ اضافہ کا ثواب، 27 ویں شب کا شب قدر ہونا، جبرئیل کا فرشتوں کے ساتھ زمین پر اُترنا، صبر کا مہینہ، صبر کا بدلہ جنت، غمخواری، ہمدردی اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کا مہینہ، مغفرت کا مہینہ، نزول قرآن کا مہینہ، تراویح، اعتکاف۔ یہ مہینہ مقصد حیات ہے جو اس مہینے کو دوسرے تمام مہینوں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اس کی بنا پر ہی رمضان کو رحمتوں اور برکتوں والا مہینہ قرار دیا۔

ماہ رمضان کی سب سے اہم عبادت روزہ ہے۔ روزہ صرف رضائے الٰہی کے لئے رکھے جاتے ہیں۔ روزہ ڈھال ہے گناہوں سے بچنے کا۔ روزہ سے تقویٰ یعنی اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان کئی گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ یہ تربیت کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ نیکیوں کی فصل بہار ہے۔ عبادتوں کا گلزار ہے۔ حقیقت میں بڑا ہی رحمت اور فضیلتوں والا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں جو فضیلتیں اور برکتیں ہیں دوسرے مہینوں میں موجود نہیں ہیں۔ اس لئے اللہ اور اس کے رسولؐ نے قرآن اور احادیث میں اس مہینے کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ قرآن میں ماہ رمضان کے سوا کسی اور مہینے کی فضیلت بیان نہیں کی گئی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ حضورؐ شعبان کے مہینے سے ہی اس کی تیاری کیا کرتے تھے۔ اور صحابہ کو اس کی فضیلت واہمیت سے آگاہ کرتے تھے۔ یہ نیکیوں کی بارش کا موسم ہے۔ ۳۰ دن تک مسلسل اللہ کی رحمت کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اس ماہ کے ایک ایک لمحہ کی حفاظت کرکے زیادہ سے زیادہ عبادت وریاضت میں وقت گزارتے ہیں۔

اس ماہ کے روزے ہر عاقل وبالغ پر فرض ہیں۔ بلا عذر شرعی اس کو چھوڑنا گناہ کبیرہ میں داخل ہے۔ کاروباری مصروفیات' نوکری کی تھکن' گھریلو کام کاج' مکان کی تعمیر یا کسی مصروفیات کا بہانہ بنا کر جو روزہ کو ترک کرتے ہیں وہ گناہ گار ہیں۔ ماہ صیام اہل ایمان کو خوش نصیبی بھی عطا کرتی ہے۔ اور بدنصیبی سے بھی دور چار کرتی ہے۔

آج کل ایک بڑا طبقہ علم کی کمی کی وجہ سے روزوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ صرف جمعرات' جمعہ یا اتوار کو روزہ رکھتے ہیں۔ اگر کوئی بلا ناغہ جان بوجھ کر رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دے اور اس روزے کے بدلے زندگی بھر بھی روزے رہے تو اس چھوڑے ہوئے ایک روزے کا بدل نہیں ہوسکتا۔ ماہ رمضان میں ہونے والے افطار پارٹیوں سے بھی گریز کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان پارٹیوں میں افطار کی روح کم اور دکھاوا زیادہ ہوتا ہے۔ یہ تمام سیاسی نوعیت کی ہوتی ہے۔

ہم پر ضروری ہے کہ اس ماہ میں فرض نمازوں کو باجماعت ادا کریں۔ تلاوت قرآن میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں۔ صدقہ وخیرات پر بھی عمل ہو۔ بالخصوص اپنے اعضاء کی حفاظت کریں کیونکہ جسم کا ہر حصہ روزہ سے ہوتا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید عالم فانی فی اللہ باقی باللہؒ

آج ماہ رمضان المبارک کی 18 تاریخ ہے۔ اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں سید عالمؒ بھی ہے۔

گلستان ولایت کے ایک مہک دار روشن چراغ حضرت بندگیمیاں سید عالمؒ بھی ہیں۔ آپ فرزند ہیں حضرت بندگیمیاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے، نبیرے ہیں حضرت بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدیؓ کے۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی بی بی سارہ بنت ننھے میاں ہے۔ جو نیک اور خوش اخلاق تھیں۔ عبادت وریاضت میں اکثر مصروف رہا کرتی تھیں۔

حضرت میاں سید عالم جس گھرانے میں آنکھ کھولتے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کرانے والا گھر تھا۔ جہاں زندگی کے ہر لمحہ کو خدا کے ذکر سے سجایا جاتا تھا۔ تعلیمات شریعت وطریقت پر صدق دل کے ساتھ عالیت کے درجہ پر عمل ہوتا تھا۔ جہاں توکل، عزلت از خلق، اور صحبت صادقین کے دلکش نظارے دیکھنے کو ملتے تھے۔ اس حال وماحول میں حضرت بندگیمیاں سید عالم پروان چڑھتے ہیں۔ آپ کو بچپن ہی سے عبادت

کا بے حد شوق تھا۔ بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے کا اشتیاق رکھتے تھے۔اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے بزرگوں کی سیرت اوران کی طرز زندگی سے واقفیت حاصل کرتے تھے۔

والد بزرگوار حضرت بندگیمیاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کی رحلت کے بعد حضرت بندگیمیاں سید نور محمد خاتم کارؒ سے علاقہ کر کے صحبت اختیار کرتے ہیں۔ مرشد کی اطاعت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ بڑی ہی محنت و جانفشانی سے صحبت میں رہ کر عبادت و ریاضت میں صبح و شام مشغول رہتے ہیں۔ اکثر قومی کتب میں اس بات کا تذکرہ ہے کہ حضرت خاتم کارؒ کے دائرہ میں سختی کے ساتھ فقیری لی جاتی تھی۔ کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔ حضرت خاتم کار کے دائرہ میں رہنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ وہاں وہی قیام کرسکتا ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ اس طرح حضرت بندگیمیاں سید نور محمد خاتم کارؒ کی صحبت میں ایک دو نہیں آپ 25 سال تک رہتے ہیں۔ اور مرشد کے منظور نظر ہو کر مرشد کا دل جیت لیتے ہیں۔ آپ کے علم و مرتبہ سے واقفیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ مولف تاریخ سلیمانی نے آپ کے نام کے ساتھ منبع فیوض توکل، قدوۃ السالکین الواصلین اور زبدۃ العارفین کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے ہمعصروں میں آپ کا کیا مرتبہ تھا اور کس نظروں سے آپ کو دیکھا کرتے تھے۔ ہر ایک آپ کا شیدائی تھا۔

آج رسمی طور پر مرید ہونے والوں کی کمی نہیں ہے۔ مہدویت کے بارونق بازار میں آج بے شمار ایسے مرید نظر آتے ہیں لیکن وہ مرید نایاب ہو چکے ہیں جو مرشد کے حکم پر بلا سوچے سمجھے عمل پیرا ہو جاتے تھے۔ حضرت بندگیمیاں سید عالمؒ بھی ایک ایسے مرید تھے جو کبھی بھی مرشد کے کسی حکم کو ضائع ہونے نہیں دیا۔ فداکاری کا یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیے۔ ایک موقعہ پر حرم محترم حاکم الزماںؒ کی انگوٹھی باولی میں گر جاتی ہے۔ اس واقعہ پر حضرت دائرہ کے احباب سے کہتے ہیں کہ کسی مزدور کو لا کر باولی سے انگوٹھی نکالی جائے۔ مرشد کے زبان سے الفاظ نکلتے ہیں یہ عاشق مرشد فوراً تیار ہو کر باولی میں کودتا ہے۔ کافی تلاش کے بعد انگوٹھی ہاتھ آتی ہے تو مرشد کے حضور پیش کر کے خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ حضرت خاتم کارؒ نے آپ کا نام لیکر نہیں کہا لیکن خادم نے مخدوم کو خوش کرنے کے لئے باؤلی میں کود پڑتے ہیں۔ یہ دراصل مرشد سے جو عقیدت ہے اس کا اظہار ہے۔ آپ کا یہ عمل ہمیں دعوت فکر دے رہا ہے۔

پیری مریدی کیا ہے اس کی حقانیت، اس کی اہمیت، اس کی تعلیم سے اکثر قومی حضرات ناواقف ہیں اور نہ اس کی افادیت کو بتلایا جا رہا ہے۔ جب پہچان ہی نہیں کروائی جا رہی ہے تو شناخت کہاں ہو سکے گی۔ اس کوتاہی کی وجہ سے بہت سا نقصان ہو گیا ہے اور ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ محسوس کرتے ہوئے بھی، دیکھتے ہوئے بھی تمام کے تمام آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔ کسی کو بھی اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہے۔ ایسے حال و ماحول میں یہ مثال بالکل صادق آتی ہے کہ ایک گھر کے چار حصہ دار ہیں۔ چاروں نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ دروازہ آنے جانے کے لئے مختص کر لئے ہیں اور اسی کی سجاوٹ میں مصروف ہیں لیکن اس گھر کے اوپر جو چھت ہے وہ دن بہ دن مخدوش ہوتی جا رہی ہے اور چاروں اس سے بے خبر صرف اپنے راستہ کی صفائی اور خوبصورتی پر نظر کئے ہوئے ہیں۔ اس کیفیت میں ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ نقش و نگاری کے دروازہ اور راستے بے فائدہ ہو جائیں گے۔

پیری، مریدی، کیا ہے اس واقعہ سے اندازہ لگا لیجئے۔ مرید وہی جو مرشد کے ہر بات پر عمل پیرا ہوا۔ حضرت میاں سید عالمؒ سے ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مرشد نے کہا ہے کہ آپ کی بیٹی ہدایت اللہ کو بہلول خاں کو دیجیے۔ آپ اس بات کا ذکر اپنی حرم محترم سے کرتے

ہیں حرم محترم راضی نہیں ہوتی ہیں۔اس موقعہ پر آپ فرماتے ہیں میں مرشد کی بات کو ضائع ہونے نہیں دونگا۔غرض آپ اپنی دختر کا عقد میاں بہلول خاں سے کردیتے ہیں۔مرشد کو جب اس کارخیر کی اطلاع ہوتی ہے تو فرماتے ہیں برادرم سید عالم کو کچھ دیکھنا نہ تھا لیکن کفو غیر کفو تو دیکھنا تھا ۔اس پر میاں سید عالم کو معلوم ہوتا ہے کہ مرشد کو اس کی اطلاع نہیں ہے۔آپ مرشد کے حضور پہونچ کر اُن صاحب کا ذکر کرتے ہوئے تمام واقعہ عرض کردیتے ہیں اس واقعہ سے علم ہوتا ہے کہ اُس دور میں بھی ایسے افراد تھے۔الغرض جب یہ جھوٹے شخص کی موت واقع ہوتی ہے جب قبر میں اُتار کر چہرہ دیکھنے کے لئے کفن کھولا جاتا ہے تو اس کا منہ کالا ہوجاتا ہے اور منہ مشرق کی طرف ہوجاتا ہے۔اس واقعہ سے تمام لوگ خوف زدہ ہوجاتے ہیں اور حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کار رض سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔اس پر آپ فرماتے ہیں کوئی اس سے ناراض ہے اگر وہ راضی ہوکر بخش دے تو تب کہیں اس کا منہ روشن ہوگا۔پھر آپ فرماتے ہیں اے بھائیو تم میں کا ایک بھائی کا یہ حال ہے کوئی ہے جو اس کی مدد کرے۔اس موقعہ پر تمام اصحاب ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں اس موقعہ پر یہ عاشق مرشد فوراً قبر میں اتر کر فرماتا ہے۔اے شخص اپنے خدا کی طرف پلٹ،فوراً میت کا چہرہ مشرق سے مغرب کی طرف ہوکر روشن ہوجاتا ہے۔

اس واقعہ سے اندازہ لگائیے کہ میاں سید عالم رض نے عبادت و ریاضت سے کس قدر خدا کو راضی کرلیے تھے۔عفو و درگزر کا کتنا مادہ آپ میں تھا۔غرض آپ اُس مقام پر پہونچ گئے تھے جس سے آپ ناراض ہوگئے خدا بھی اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔پھر مرشد کے زبان مبارک سے الفاظ نکلتے ہی فوراً معاف کردینا۔اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مرشد کی کوئی بات آپ ضائع نہیں کئے اور نہ خلاف حکم کوئی کام کیا۔مرشد سے مرید کو اس طرح کی عقیدت ہونی چاہیئے ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعہ صرف پڑھنے کے لئے ہے؟ یہ واقعہ دراصل ان افراد کے لئے ہدایت ہے جو دنوں،ہفتوں،مہینوں اور سالوں سے کسی سے ناراض ہوکر، بدگمان ہوکر کسی مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہوئے یا خاندانی عداوتوں کی وجہ سے ناراض رہا کرتے ہیں۔محفلوں میں،تقاریب میں آمنا سامنا ہوتا ہے لیکن کوئی بھی آگے بڑھ کر اس کو ختم کرنے کی پیش رفت نہیں کرتا۔سال میں ایک دن یوم عاشورہ کا آتا ہے،مذہبی طریقہ بولا چالا معاف کرانے کا ہے لیکن ان افراد کے لئے یہ بے معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وہ صلاحیت وطاقت عطا فرما کہ ہم آگے بڑھ کر اختلافات کو ختم کرسکیں۔جو ناراض ہیں ان کو گلے لگاسکیں۔اللہ یہ توفیق ہم سب کو عطا ہو(آمین)

حضرت میاں سید عالم رض قوم میں فانی فی اللہ باقی باللہ سے مشہور ومعروف ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ کی ذات میں مکمل فنا ہوچکے تھے۔ آپ،آپ نہ تھے صرف اللہ کی ذات آپ کے پاس باقی تھی۔فضل خداوندی سے ولایت کی اُس منزل پر پہونچ گئے تھے جہاں صرف تو ہی تو ، اللہ ہی اللہ تھا۔اسی منزلت کی وجہ سے حضرت میاں سید نور محمد خاتم کار نے اپنے دس خلفاء میں خلیفہ اول ہونے کا اعزاز بخشا اور آخری وقت میں اپنے فرزندوں کی تربیت اور پرورش کی وصیت کی۔یہ کتنا بڑا اعزاز ہے کہ مرشد اپنے فرزندوں کی تربیت کے لئے آپ کو وصیت کررہے ہیں ،کیا مقام ہے میاں سید عالم رض کا خاتم کار رض کی نظروں میں۔

حسب وصیت آپ نے مرشد کے فرزندوں کی بہت ہی بہتر انداز سے تربیت کی جو کچھ حاصل کیا تھا فرزندوں تک پہونچائے فرزندوں نے بھی آپ سے علاقہ کیا۔

حضرت بندگیمیاں سید نور محمد خاتم کار رض کے وصال کے بعد آپ نے اپنا دائرہ بیڑ ضلع اورنگ آباد میں قائم کیا۔آپ جہاں جاتے

خلائق کا ہجوم آپ کے ہمراہ ہوتا۔لوگ آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر گرویدہ ہوجاتے تھے۔ بیان قرآن سے ان کے دلوں کو گرماتے تھے۔تعلیمات ولایت محمد یہ پر گامزن ہوکر اپنے اصحاب کو بھی اس پر پابندی سے عمل کی دعوت دیتے تھے۔اُس دور میں حضرت مہدی موعودعلیہ السلام کی اتباع میں کہا جاتا ہے کہ آپ کی ذات ایک عجیب نشانی تھی۔ درس وتدریس کا بھی آپ کو شغف تھا۔اصحاب کی تربیت کا معقول انتظام دائرہ میں تھا۔ حضرت میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کی صحبت کے زمانے میں جو بھی نقل مبارک آپ سماعت فرماتے تھے اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔بیڑ کے قیام کے زمانے میں اس کو آپ کتابی شکل دے کر یکجا کیا۔دارالاشاعت کتب سلف الصالحین نے 1376ھ میں نقلیات میاں سید عالمؒ کے نام سے شائع کی ہے۔جس میں 399 نقلیات ہیں جو قاری کے لئے دینی و مذہبی معلومات کا بہترین ذخیرہ ہے۔قلبی کیفیت کو بدلنے میں یہ رسالہ بہت کارآمد ہے۔یہ ایک انمول خزانہ ہے اس سے اپنی کیفیت کو بدلنے کے لئے استفادہ کریں۔

حضرت بندگیمیاں سید عالمؒ 19 / رمضان 1040ھ کو اس دنیائے فانی سے کوچ فرمائے آپ کا روضہ اقدس مومن پورہ، سوداگر کالونی بیڑ میں واقع ہے۔

اعتکاف

آج ماہ رمضان المبارک کی 19 تاریخ ہے۔رمضان کی ایک اہم عبادت اعتکاف بھی ہے۔

فضائل اعتکاف پڑھنے سے پہلے قارئین کے سامنے یہ بات بھی پیش نظر ہونا چاہئے کہ حضرت سید محمد مہدی موعودعلیہ السلام نے اپنے معتقدین پر حکم الٰہی اور قرآن کی روشنی میں عزلت از خلق کو فرض فرمایا ہے۔عزلت از خلق کے اختیار کے بغیر خدا کا دیدار ہونا مشکل ہے۔اس بات کو ہم اس مثال کی طرح یوں سمجھ سکتے ہیں ایک شاعر لوگوں کے ہجوم میں اشعار موزوں نہیں کرسکتا جب تک کہ وہ عزلت نہ اختیار کرے۔اس طرح جب ایک شاعر عزلت کے اختیار کئے بغیر اشعار نہیں کہہ سکتا تو پھر عزلت اختیار کئے بغیر خدا کا دیدار کیسے حاصل ہوگا۔اس دید کو حاصل کرنے کے لئے ہمارے پاس عزلت از خلق کو فرض قرار دیا گیا ہے۔کیونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے رمضان کے اعتکاف کی بڑی اہمیت اورفضیلت بیان فرمائی ہے۔اسی لئے اعتکاف کے فضائل قارئین کے سامنے پیش کررہے ہیں۔

اعتکاف کے لغوی معنی مسجد میں بیٹھ کر گوشہ نشینی اختیار کرنے کے آتے ہیں۔انتہائی خوش نصیب ہیں وہ افراد جس نے اس ماہ برکت میں دنیا ومافیہا سے علیحدہ ہوکر خود کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتے ہیں۔اعتکاف کے لئے کسی ماہ کی قید نہیں۔ ہر ماہ میں اعتکاف کرسکتے ہیں۔لیکن حضور اکرم ﷺ نے ماہ رمضان کے اعتکاف کی بڑی اہمیت وفضیلت بیان فرمائی ہے۔اور یہ سنتِ موکدہ علی الکفایہ ہے۔یعنی ایک ضروری سنت ہے۔ ہر محلّہ، ہر گاؤں اور پوری بستی میں کم از کم ایک شخص کو انجام دینا ہے۔

حضور اکرم ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔آپ اعتکاف کو بڑی اہمیت دیا کرتے تھے۔اور خدا سے قریب ہونے کا واحد ذریعہ اعتکاف ہی بتلایا کرتے۔اور حقیقت یہ ہے کہ جب ہم ذرا گہرائی میں جا کر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف کے دو فائدے ہیں۔ایک تو یہ کہ اعتکاف کے ایام میں معتکف گناہوں سے بچتا رہتا ہے۔گھر، ماحول، مجلس اور زندگی کے دیگر ہنگامے انسان کو گناہوں پر مجبور کرتے ہیں۔اور معاشرہ غلط راہوں پر لے جاتا ہے۔ان سب باتوں سے احتراز کرتے ہوئے معتکف دربار ایزدی میں

پہنچ جاتا ہے۔جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے یکسر بچا رہتا ہے۔دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ایام اعتکاف میں جو شخص ثواب کے مجموعی کام کر سکتا ہے۔ لیکن معتکف ہونے کی وجہ سے نہ کر سکا۔اس کا ثواب بھی اسے برابر ملتا رہے گا۔مثلاً مریض کی مزاج پرسی' نماز جنازہ بھی ادا کر سکتا ہے۔لیکن اعتکاف کی وجہ سے یہ کام نہ کرنے پر بھی اُسے ثواب ملے گا۔

ماہ رمضان میں اعتکاف روزہ کی حالت ہی میں ہوتا ہے۔غیر روزہ دار اعتکاف نہیں کر سکتا۔پوری آبادی میں کم از کم ایک شخص کو چاہئے کہ مسجد میں معتکف ہو جائے۔اور عید کا چاند دیکھ کر ہی مسجد سے باہر آئے۔اگر عید کا چاند نظر آنے سے پہلے معتکف مسجد سے باہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور بلا ضرورت مسجد سے باہر آجانے پر بھی اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

ذوالجلال والاکرام اور یاد

آج ماہ رمضان المبارک کی 20 تاریخ ہے۔

اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم ذوالجلال والاکرام اور یاد کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

اسمائے الٰہی میں ذوالجلال والاکرام بھی ایک نام ہے۔جس کے معنی عزت وشرف عطا کرنے والا۔یہ سچائی اور حقیقت ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو بھی یہ طاقت نہیں ہے کہ عزت وشرف عطا کرے۔ہر چیز کا عطا کرنے والا اللہ ہی ہے۔جو کلیم بھی ہے' مجیب بھی ہے' باسط بھی ہے' باری بھی ہے' وہاب وحافظ بھی ہے۔اس کی قدرت کے جلوے ہر سمت ہیں ہر کوئی اس کو محسوس کر سکتا ہے۔ہم جانتے ہیں کہ اس کائنات کی جلوہ نمائی میں ایک عظیم المرتبت ذات ہے جو رحمٰن ورحیم ہے' الملک القدوس ہے۔

اللہ جسے چاہتا ہے اس دنیا میں بھی آخرت میں بھی عزت وشرف عطا کرتا ہے۔خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اس کے ہاں عزت پاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو عزت وشرف پالیتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو ذلیل ورسوا نہیں کر سکتی۔اللہ تعالیٰ جس کو ذلیل ورسوا کرے کوئی اس کو عزت نہیں دے سکتا۔اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء میں برکت ہی برکت ہے۔اس کے نام میں عزت وجلال بھی ہے' عظمت والا' کبریائی والا' رحمت والا' احسان والا' مدبر اور بزرگی والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔عام وخاص پر' امیر ہو کہ غریب' علم رکھنے والا ہو یا ان پڑھ اس کی رحمت ہر ایک پر سایہ فگن ہے۔اور اتنا مہربان ہے کہ اپنے دشمنوں کو بھی' شرک کرنے والوں کو بھی رزق دیتا ہے۔اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی کی مرضی نہیں چلتی۔اس کی اعلیٰ خصوصیات یہ ہے کہ تمام دنیا کی مخلوق کو ہر وقت عطا کرتا ہے۔اور احسان نہیں جتاتا۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں'' یا ذوا لجلال والاکرام '' کے ساتھ چمٹے رہو۔یعنی اس صفت کا کثرت سے ذکر کرو۔حضرت محمدؐ جب بھی نماز ختم کرتے تو تین بار استغفار کہتے پھر یہ دعا پڑھتے۔

اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذوا لجلال والاکرام

اے اللہ تو سلامتی والا ہے اور تجھ سے ہی سلامتی ہے۔اے برکت والی ذات اے ذوالجلال والاکرام۔

ہم بھی ہر نماز کے بعد یہ پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے سلامتی چاہیں۔

یاد: زندگی یادوں کے سہارے بھی گزاری جاتی ہے۔ دنیا کی یادیں، مال و دولت کی یادیں، شہرت کی یاد میں نہ گزاریں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں گزاریں۔ یہی زندگی کا اصل مقصد ہے۔ وہ افراد جو اپنے مقصد سے ہٹ کر زندگی گزارتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو پاتے۔ خدا تعالیٰ کی یاد عظیم ترین شئے ہے۔ اس سے کبھی بھی غافل نہ رہیں۔ ہم ایمان رکھتے ہیں ہم مصدق ہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے ہی ہمارے دل سکون پاتے ہیں۔ جو نیک دل ہوتے ہیں خدا کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بے شمار احسانات و نعمتیں ہم پر ہیں۔ انہیں یاد کر کے اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو مزید نوازتا ہے۔ قرآن پاک ارشاد ہوا ہے اس کا مفہوم ہے لوگو خدا کی یاد میں لگے رہو تا کہ تمہارا بھی اس کے پاس ذکر خیر ہوتا رہے۔ قرآن کہتا ہے'' **فاذکرونی اذکرکم** ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ کتنا بڑا فضل ہے کہ ہم خدا کو یاد کرتے ہیں تو خدا بھی ہمیں یاد کرتا ہے۔ اس دنیا میں کوئی بڑا لیڈر ہمیں یاد کرتا ہے تو ہم خوش ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ جو خالق کائنات ہے وہ ہمیں یاد کرنے پر یاد کرتا ہے تو کتنا بڑا اعزاز ہمیں حاصل ہو رہا ہے۔ اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔ **ہر جا که باشید به یاد خدا باشید** یعنی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔

عموماً لوگ اللہ تعالیٰ کو مصیبت یا مشکل حالات میں یاد کرتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں تم خدا کو فراغت اور عیش میں یاد رکھو خدا تمہیں مصیبت اور سختی میں یاد رکھے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ کی یاد میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی فکر کرتا ہے۔ کس طرح سے اس کو راحت پہنچاؤں۔ اللہ تعالیٰ یاد کرنے والوں سے دور نہیں رہتا۔ کوئی کام کرنے سے پہلے اللہ کو یاد کریں اس میں برکت اور خیر کا پہلو ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے جب تک دل اللہ کی یاد میں ہے سمجھے نماز میں ہے۔ اللہ کی یاد کتنی پیاری تعلیم ہے۔ اس تعلیم سے دوری اختیار نہ کریں۔ اللہ کی یاد اس طرح ہو کہ دل جاگے، اس کے لئے خدا کی یاد دل سے کریں۔ یہی مہدویت کی تعلیم ہے جو عین اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر حال میں ہر سانس میں یاد خدا کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

آج ماہ رمضان المبارک کی 21 تاریخ ہے اور حضرت سیدنا علیؓ کی شہادت کی تاریخ ہے۔

حضرت سیدنا علیؓ چوتھے خلیفہ حضرت محمد رسول اللہؐ ہیں۔ آپ کا جلیل القدر اصحاب حضرت محمد رسول اللہؐ میں شمار ہوتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہؐ کے چچیرے بھائی کے ساتھ داماد بھی ہیں۔ آپ کا عقد خاتون جنت بی بی فاطمہ الزہراؓ سے ہوا۔ حضرت سیدنا حسن و حضرت سیدنا حسینؓ کے والد ہیں۔ آپ دراصل بزرگان دین اور اولیاء اللہ کے پیشوا ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں'' اصول معرفت اور شریعت مصطفیٰؐ کی خاطر مصائب و آلام برداشت کرنے میں حضرت سیدنا علیؓ ہمارے امام و شیخ ہیں۔ آپ حیدر کرار بھی ہیں، صاحب ذوالفقار بھی ہیں، میدان شجاعت و خطابت کے شہسوار بھی ہیں، عبادت و ریاضت میں یگانہ روزگار بھی ہیں۔ حالت زہد و اتقا بھی ہیں تو شہنشاہ جود و سخا بھی ہیں، شیر خدا بھی ہیں تو مولا مشکل کشا بھی ہیں، واقف اسرار و معرفت بھی ہیں باب علم بھی ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آپ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں'' اے علی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں'' ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے اور اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ اس ارشاد کے بعد

حضرت عمرؓ نے کہا اے علی مبارک ہو آج آپ مومنین کے مولا ہو گئے۔ حضرت علیؓ کے مقام و مرتبہ کے تعلق سے حضورﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے، علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں مل کر میرے پاس آئیں گے۔ حضرت سیدنا علیؓ راتوں کو عبادت کرتے اور دن میں اکثر روزہ رکھا کرتے۔ نماز پڑھتے تو بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ بڑے انہماک اور خشوع و خضوع سے نماز ادا فرماتے تھے۔ حضرت علیؓ کی فراست اپنی آپ نظیر تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروق ؓ کے دور خلافت میں مشیر رہے۔ پیچیدہ مسائل کو حل کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک موقع پر بے ساختہ کہا کہ اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو گیا ہوتا۔

حضرت سیدنا علیؓ نے دور خلافت حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ میں تحفظ دین کی جس قابلیت کے ساتھ خدمت کی وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس کے علاوہ انفرادی و اجتماعی' انتظامی و سیاسی مسائل میں رہنمائی کی وہ تاریخ اسلام کے صفحات میں روشن ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں قضاء اور فقہ میں حضرت سیدنا علیؓ کو فضیلت ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد انصار و مہاجرین وغیرہ نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا۔ چار برس آٹھ ماہ 9 دن تک آپ مسند خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ 20 / رمضان 40ھ کو نماز فجر کے لئے مکان سے روانہ ہوئے۔ راستے میں آپ لوگوں کو نماز کے لئے آواز دے کر جگاتے تھے۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم سے سامنا ہوا۔ اس نے اچانک آپ پر تلوار سے حملہ کیا۔ حملہ اتنا شدید تھا، پیشانی پر گہرا زخم آیا اور تلوار دماغ تک پہنچ گئی۔ ان زخموں کی وجہ سے 20 / رمضان 40ھ کو آپ نے شہادت نوش فرمائی۔ یہ وہ شخصیت تھی جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوئی اور مسجد میں روح پرواز ہوئی۔ حضرت محمدﷺ کے وصال کے بعد آپ کی حیات 29 سال رہی۔ اس عرصہ میں آپ کی زندگی میں بہت نشیب و فراز آئے لیکن کردار کی یہ خوبی تھی کہ دورِ خلافت حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا عثمان ؓ میں ہر طرح کا تعاون دراز کیا۔

حضرت سیدنا علیؓ کے ارشادات تقویٰ و پرہیز گاری' اخلاق و کردار کے ساتھ تعمیر ذہنیت میں بہترین رول ادا کرتے ہیں۔ سماجی' معاشی' معاشرتی کے ساتھ اسلامی معاشرہ کے قیام میں ممد و معاون ہیں۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں آنکھیں شیطان کا جال ہیں۔ یہ ایک حقیقت بھی ہے۔ انسانی ذہن میں خیر و شر کے خیالات دیکھنے کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل بے قیمت ہوتا ہے۔ یعنی اس میں کوئی کمال یا نور وغیرہ نہیں آسکتا۔ ایک موقعہ پر کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ دنیا کی مختصر سی تعریف بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا اس کے مال حلال کا حساب ہے اور حرام پر عذاب ہے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ آپ نے اس کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اپنے اہل و عیال میں اتنا نہ کھو جانا کہ خدا کو بھول جائے۔ آج معاشرہ میں ہم دیکھ رہے ہیں اکثر افراد اپنی دنیوی زندگی میں مصروف ہیں اس کی چاہت میں اتنے غرق ہیں کہ خدا کو بھول بیٹھے ہیں۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں زندگی کے کسی بھی لمحہ میں خدا کو نہ بھولیں۔ آپ کے خطبات بھی ہدایت کے روشن چراغ ہیں۔ ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا'' میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور دنیا کو چھوڑنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا تمہیں چھوڑنے والی ہے مگر تم اس سے چمٹے ہوئے ہو'' اس ارشاد سے ترک دنیا کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے

حضرت سیدنا علیؓ قطعی جنتی ہیں۔ عبادت و ریاضت کے وقت آپ پر لرزہ طاری رہتا۔ جب نماز کا وقت آتا تو چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپ پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ آج نمازوں کے وقت ہماری کیا کیفیت ہے؟ نماز میں یکسوئی لمحہ برابر نہیں۔ نماز دراصل اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہے۔ کتنا نہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ حضرت سیدنا علیؓ ایک وقت ایک درہم ہاتھ میں رکھ کر فرمایا تو جب تک مجھ سے جدا نہیں ہوگا مجھے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ اس میں مال کی خیرات کی طرف اشارہ ہے۔ ہم مہدوی ہیں تعلیمات مہدی موعودؑ کی روشنی میں ہمیں سب سے زیادہ

خدا کی ذات عزیز ہونا چاہئے۔خدا سے عشق ہی ہمارا منشاء ومقصد ہونا چاہئے۔آج اطراف کا جائزہ لیجئے ہر کوئی مال ودولت کی محبت میں گرفتار ہے اور معاشرہ سے ادب واحترام کے دلکش نظارے ختم ہو چکے ہیں۔خود غرضی' غرور' تکبر کے نشہ کے ساتھ دوسروں کو اپنے سے کمتر سمجھا جارہا ہے۔اس حال میں حضرت سیدنا علیؓ کا یہ ارشاد ہماری آنکھیں کھول دیتا ہے۔آپ فرماتے ہیں جو شخص کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ ایسے آدمی کو دیکھے جو خود بیٹھا ہوا ہو اور لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔غریب ہو کہ امیر ہر ایک کو عزت دیں۔ہم گھروں سے کسی کام کے سلسلے میں نکلتے ہیں اس وقت ہمارے ہاتھوں میں سیل فون ہوتا ہے نظریں اسکرین پر۔اسلامی تہذیب وتمدن کو بھلا بیٹھے ہیں۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب تم کسی ضرورت یا کام کا ارادہ کرو تو اسے جمعرات کے دن شروع کرو اور جب اپنے گھر سے نکلو تو سورہ آل عمران کا آخری حصہ' آیت الکرسی' سورہ قدر اور سورہ فاتحہ پڑھو۔کیونکہ ان میں دنیا اور آخرت کی بہت سی حاجتیں ہیں۔

ہمارا نفس خواہشات کا انبار کھڑا کر دیتا ہے۔اس سے چھٹکارا پانا کٹھن ہے لیکن ناممکن نہیں۔اس نفس کے تعلق سے حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔میں اپنے نفس کے ساتھ بکریوں کے ریوڑ پر ایسے ایک جوان کی طرح ہوں کہ جب وہ ایک طرف انہیں اکھٹا کرتا ہے تو وہ دوسری طرف پھیل جاتی ہے۔آپ ارشاد فرماتے ہیں۔جو جنت کا امیدوار ہوا' اس نے نیکیوں میں جلدی کی' جو جہنم سے ڈرا اس نے خود کو ناجائز خواہشات سے روک دیا۔اور جسے موت کا یقین آ گیا اس نے لذت دنیا کو ختم کر دیا۔حضرت سیدنا علیؓ کے خطبات وارشادات میں زندگی کے شب وروز کے لئے اہم درس ہدایت ملتے ہیں۔آخر میں ایک روایت کو پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔جس کے راوی حضرت سیدنا علیؓ ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''جب لوگ فقراء سے دشمنی رکھیں' دنیاوی شوکت وحشمت کا اظہار کریں اور روپیہ جمع کرنے پر حریص ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان پر چار مصیبتیں نازل فرماتا ہے۔قحط سالی' ظالم بادشاہ' خائن حاکم اور دشمنوں کی ہیبت۔آج کے اس دور میں یہ حقیقت بن کر سامنے آ چکی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خاتمین پاکؐ کے وسیلے سے ہم تمام پر رحمتیں نازل فرما۔

قرآنی مہینہ

آج ماہ رمضان المبارک کی 22 تاریخ ہے۔

روزے فرض ہونے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی مبارک میں نو رمضان آئے۔دُرِمختار میں ہے ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد ۲ ہجری میں روزے فرض ہوئے۔جب یہ حکم نازل ہوا اسی دن شعبان کی دس تاریخ تھی۔روزہ چھ طرح کا ہوتا ہے۔ایک رمضان کا روزہ، دوسرا قضا روزہ، تیسرا نذرِ معین کا روزہ، چوتھا نذرِ غیر معین کا روزہ، پانچواں کفارے کا روزہ اور چھٹا نفل روزہ۔نورالہدایہ میں ہے روزہ نذر اور روزہ کفارہ بھی فرض ہو جاتا ہے، باقی سب روزے نفل ہیں۔نذرِ معین اُسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص دن مقرر کر کے نذر کرے کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو میں فلاں دن روزہ رکھوں گا۔اگر دن مقرر نہ کیا جائے تو اس کو نذرِ غیر معین کہتے ہیں۔

بچوں کے روزے معاف ہیں۔لیکن دس سال کی عمر کے بعد روزہ نہ رکھنے پر ہاتھ سے مارنے کا حکم ہے۔جو ہٹے کٹے تومند صرف اس لئے روزہ نہیں رکھتے کہ ان کے پاس کھانے کو بہت کچھ ہے یا جو لوگ چھوٹے چھوٹے عذر تراش کر روزے سے بچتے ہیں ان پر قضا ہی فرض نہیں کفارہ بھی واجب ہے۔روزہ ہم سے پہلے کی اُمتوں پر بھی فرض تھا۔یہ ایسی عبادت ہے جو شروع سے چلی آ رہی ہے۔ایسی عبادت سے بچنا بہت بڑا گناہ ہے۔حضرت خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ہر گندگی کو دور کرنے والی ایک نہ ایک چیز اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے یعنی

اسے بیماریوں سے پاک کرتا ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاصؓ روایت کرتے ہیں کہ جس طرح لڑائی میں ڈھال دشمن کے حملوں سے بچاتی ہے، اسی طرح روزہ ہمارے لئے ڈھال ہے جو ہمیں جہنم سے بچاتا ہے۔ روزہ صرف کھانا پینا چھوڑ دینے کا نام نہیں یہ لذتوں سے رُک جانے اور ایک خاص نظم کو اختیار کرلینے کا نام ہے۔ یہ ایک ایسا نظم ہے جس میں روزہ دار حلال چیزوں اور بہت سے جائز کاموں سے بھی رُک جاتا ہے صرف اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کی رضا کے لئے ہے۔ کچھ لوگ روزہ بہلانے کے لئے تاش کھیلتے ہیں یا سینما دیکھتے ہیں یہ ان غارتگروں میں سے ہیں جو دکھاوے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔

رمضان کے مہینے میں حضور رسالت پناہ ﷺ کثرت سے عبادت کرتے اور آپ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اس مہینے کو غریبوں سے ہمدردی کا مہینہ قرار دیتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں بانٹنا حضور اکرم ﷺ کو بے حد پسند تھا۔ یوں تو اللہ کی راہ میں دینا ہر وقت ثواب کا موجب ہے لیکن رمضان میں دینے دلانے میں رسول اکرم ﷺ کی محبوب سنت کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔ زکوٰۃ بالعموم اسی مہینے میں نکالی جاتی ہے۔ یہ لازم نہیں ہے لیکن اسے بہتر سمجھا جاتا ہے، جس طرح روزہ سے بچنا سخت گناہ ہے اسی طرح زکوٰۃ دینے سے بچنا بھی سخت گناہ ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ زکوٰۃ دینا ایمان کی پاکی ہے۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہوا گر وہ ادا نہ کرے تو وہ ملعون ہے اور دوزخ میں رہے گا۔ رمضان میں صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، گھر کے ہر چھوٹے بڑے کی طرف سے یہ صدقہ واجب ہے۔

حضور اکرم ﷺ رمضان کے مہینے میں ذکر اذکار میں اضافہ فرما دیتے، عام دنوں میں بھی آپ برابر تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے لیکن رمضان میں اس مصروفیت میں اور بھی اضافہ ہو جاتا تھا۔ رمضان کی عبادتوں ہی کی ایک خاص صورت اعتکاف ہے، ہر رمضان میں آپ ﷺ دس دن مسجد نبوی میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حاشیہ انصاف نامہ جو بندگی میاں ولی بن یوسفؓ صحابی مہدی موعود علیہ السلام کی تالیف ہے 195 صفحہ پر لکھا ہے، حضرت مہدیؑ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھتے تھے۔ حضور کا یہ عمل موقتی نہیں تھا بلکہ یہ ایک عمل جاریہ تھا۔ نقل شریف یہاں ختم نہیں ہو رہی ہے۔ آگے چل کر بزرگ ناقل لکھتے ہیں تمام صحابہ نے بھی اعتکاف بیٹھا ہے۔ مزید یہ بھی لکھا ہے کہ بندگی شاہ نعمتؓ اور بندگی ملک الہدادؓ ہر دو بزرگ اپنے قیام جالور کے دوران وہاں کی جامع مسجد میں جو قلعہ کے اندر واقع ہے اعتکاف بیٹھتے تھے۔ اعتکاف کے معنی مسجد میں گوشہ نشینی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے ہو۔ اعتکاف میں روزہ ضروری ہے۔ رمضان کے آخری دس دنوں میں اعتکاف کرنا سنت موکدہ ہے۔ اس کے سوائے مستحب ہے۔ اعتکاف کے لئے ایسی مسجد کا ہونا شرط ہے جس میں باجماعت نماز ادا ہوتی ہو۔ اگر مسجد نہ ہو تو وہ جگہ ہو جہاں نماز ادا کی جاتی ہو۔ عورتوں کے لئے اپنے گھر ہی کے ایک کونے میں اعتکاف کا حکم ہے۔ وہ جگہ مسجد کے حکم میں آ جائے گی۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اعتکاف کی کم سے کم مدت ایک دن ایک رات ہے زیادہ مقرر نہیں۔

دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے جو آخری رمضان خاتم النبیین ﷺ کی زندگی میں آیا اس میں آپ ﷺ نے بیس دن اعتکاف فرمایا تھا۔ اعتکاف میں آپ کلام اللہ کا شروع سے آخر تک جتنا کچھ وہ نازل ہو چکا ہوتا ورد فرماتے رہتے اور جبرئیل امین تلاوتِ کلام پاک سننے حاضر رہتے۔ آخری اعتکاف کے پہلے دس دنوں میں روح الامین نے تلاوتِ کلام پاک سن لی تو آخری دس دنوں میں سرورِ کونین ﷺ نے زید بن ثابتؓ کو بھی طلب فرما لیا تھا۔ اسی لئے صدیق اکبرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں پارہ اور منتشر حالت سے قرآن کو ایک جگہ جمع کرنا چاہا تو حضرت زیدؓ

ہی کوحفاظ کی اس کمیٹی کا داعی مقرر کیا جس نے ملت کی شہادت سے اس فریضے کی تکمیل کی ۔ رمضان قرآن کا مہینہ بھی ہے ۔ اسی لئے رمضان کے مہینے میں قرآن کثرت سے پڑھا جاتا ہے ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان کے آخری دس دنوں میں راتوں کو زیادہ سے زیادہ جاگ کر عبادت کرتے اور اپنی بیویوں کو عبادت کے لئے جگاتے ۔ آپ ﷺ کی اس زمانے کی عبادتوں میں بڑا جوش اور انہماک ہوتا ۔

اسی آخری دہے میں 27 ویں شب رمضان المبارک کے تعلق سے خاتم ولایت محمد یہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرمانِ الٰہی ہوا کہ یہی رات لیلۃ القدر ہے ۔ جس کی تقدیس و تحریم اور بزرگی پر قرآن شریف میں لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کہہ کر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے اور اسی کی اتباع میں مہدویہ دو رکعت بطور فرض دوگانہ لیلۃ القدر ادا کرتے ہیں ۔ اور احادیث سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے 27 ویں شب کو اہل خانہ اور صحابہ کے اہل خانہ کو لیکر خاص طور پر دیر رات عبادت میں گذاری ، ویسے تو طاق راتوں میں اہتمام کیا کرتے تھے ۔ لیکن 27 ویں شب کو اہتمام میں اضافہ ہو جاتا تھا ۔ اس تمام گفتگو سے یہ بات ثابت ہے کہ رمضان کا اہتمام کیا جائے ، روزے پابندی سے رکھے جائیں ، جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ اس کا اہتمام کریں ، فطرے ادا کریں ، شب قدر جو 27 ویں شب کو ہے اس میں عبادت کا انتظام شاندار طور پر کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں ۔

زکوٰۃ

آج ماہ رمضان المبارک کی 23 تاریخ ہے ۔

زکوٰۃ بھی ایک فرض عبادت ہے ۔ یہ آفات و بلیات ' مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے جو بندے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتے ہوئے زندگی گزارتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کی بارش برساتا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور قائم کرو تم لوگ نماز کو اور دو زکوٰۃ ۔ قرآن میں کئی ایک مقامات پر نماز پڑھنے اور زکوٰۃ کی ادائی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مال حاصل کیا تو اس مال میں اس وقت تک زکوٰۃ نہیں جب تک کہ اس پر سال نہ گزر جائے ۔ اور وہ لوگ جو سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان کے تعلق سے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت مروی ہے ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے جس کو اللہ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ نہ دی تو اس کا مال قیامت کے دن گنجے سانپ کی صورت میں جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے ' پیش کیا جائے گا ۔ پھر وہ اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا میں تیرا مال ہوں ' میں تیرا خزانہ ہوں ۔

حضرت فریدالدین گنج شکرؒ نے زکوٰۃ کے تعلق سے فرمایا اس کے تین قسمیں ہیں ۔ (۱) زکوٰۃ شریعت (۲) زکوٰۃ طریقت (۳) زکوٰۃ حقیقت ۔ زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دوسو روپے میں سے پانچ روپے خدا کی راہ میں دیئے جائیں ۔ زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ دوسو روپے میں سے پانچ روپے رکھ لیں اور باقی خرچ کر دیں اللہ کی راہ میں ۔ زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ کل دوسو روپے راہ خدا میں خرچ کر دیں ۔ مال خرچ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی ہے بلکہ انہیں انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے ۔ ایک دانا بویا جاتا ہے تو بے شمار دانے پیدا ہوتے ہیں ۔ اس طرح مال خرچ کرنے پر فضل ہی فضل ہوتا ہے ۔

فضائل شبِ قدر

آج ماہ رمضان المبارک کی 24 تاریخ ہے۔

سرورِ کائنات ﷺ ایک دفعہ بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا ذکر فرمایا جس نے ہزار راتیں کافروں کے ساتھ جنگ و جہاد میں، ہزار راتیں عبادت و ریاضت میں اور ہزار راتیں خیر و خیرات اور بندگانِ خدا کی بے لوث خدمت میں صرف کیا اور ثواب عظیم حاصل کیا تھا۔ صحابۂ کرام نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت جو حیاتِ دنیوی میں سب سے آخر ظہور پذیر ہوئی اور عمر میں بہت کم ہوکر رہ گئی ہے اور یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم اس مجاہد کی ساری عبادت کر سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پروردگار عالم نے امت محمدیہ کے لئے ایک ایسی رات مرحمت فرمائی ہے کہ اس رات میں عبادت کے لئے جاگنا ہزار راتوں میں جاگنے سے بہتر ہے وہ لیلۃ القدر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جن راتوں کی فضیلت بیان کی ہے ان میں شب قدر، شب برأت اور شبِ معراج کو اونچا مقام حاصل ہے اور ان سب میں شبِ قدر کے فضائل سب سے بڑھ کر بتلائے گئے ہیں۔ ارشاد باریٔ تعالیٰ ہوتا ہے سورۂ قدر میں ''ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے اور تم کیا جانو کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، فرشتے اور روح اس میں اپنے رب کی اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں، وہ رات سلامتی ہے طلوعِ فجر تک''

یہ حقیقت ہے اور حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شبِ قدر، قدر کی رات ہے۔ اس کی فضیلت اس کی حرمت اور اس کی برکت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیئے کہ خود پروردگار عالم نے اپنے کلام بلاغت نظام کو شبِ قدر میں نازل فرمایا اور ایک سورۃ کی سورۃ اس کے فضائل کے باب میں اتاردی۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ کے اجر کی خاطر عبادت کیلئے کھڑا رہا۔ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہوگئے۔

اس عظمت والی بابرکت رات کی تلاش میں خاصان خدا نے عمریں صرف کردیں اور رسول اللہ ﷺ نے اشاروں ہی اشاروں میں بتایا کہ شب قدر کو رمضان میں ڈھونڈو اور آخری دہے کی طاق راتوں میں وہ تمہیں ملے گی۔ پروردگارِ عالم نے اس رات کا افشاء اپنے اس بندۂ مکرم پر کرنا چاہتا تھا جو خاتم اولیاء ہوگا اور جس کے تعلق سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے اول میں ہوں، آخر میں عیسیٰ ہوں اور درمیان مہدی ہوگا جو میرے قدم بہ قدم چلے گا کبھی خطا نہ کرے گا۔ اور 908 ہجری میں بمقام کاہہ میں فرمان حق تعالیٰ ہوا کہ اے سید محمد (مہدی موعود علیہ السلام) یہ ایک رات جو سب راتوں سے افضل اور بزرگ ہے ہم تیرے واسطے رکھے تھے آج وہی رات ہم تجھ پر سرفراز کرتے ہیں اور وہ شب 27 ویں رمضان المبارک ہے۔ یہ رات قدر کی رات ہے، اٹھو اور ہمارے شکرانہ میں دو رکعت نماز ادا کر، جیسے ہی آپ کو یہ حکم ملا آپ نے اپنے گھر والوں کو اپنے آس پاس کے لوگوں کو اور صحابہ کو جمع کر کے ساتھ دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔

شب قدر پروردگار عالم کی طرف سے ہمارے پر بڑا احسان ہے اس کے شکریہ میں ہمارے امامؑ نے بحکم تعالیٰ دو رکعت نماز ادا فرما کر فرض شکریہ ادا کیا جو ہم پر بھی فرض ہوگیا۔ غرض شبِ قدر دعاؤں کی شب ہے۔ دعاؤں کی قبولیت کی اس رات میں اپنے گناہوں سے توبہ اور توبہ

پر ثابت قدم رہنے کی دعا مانگنی چاہیئے اور لیلتہ القدر رمضان المبارک کے روحانی موسم بہار کا ایک حسین تحفہ ہے اور ہم کو چاہیئے کہ اس تحفہ کی قدر کریں اور اس کے ساتھ ہی رات شروع ہونے سے پہلے ہی سارے کام کاج ختم کر کے اللہ کے ذکر میں، توبہ واستغفار میں، نمازوں میں ایک پل ضائع کئے بغیر مصروف ہو جائیں۔

آخر میں پروردگارِ عالم سے یہ دعا کریں کہ اے پروردگار ہم کو اس رات کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرما۔

شب قدر

آج ماہ رمضان المبارک کی 25 تاریخ ہے۔

رسولوں میں سب سے زیادہ فضیلت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے، کتابوں میں قرآنِ حکیم کو، ملائکہ میں حضرت جبریل علیہ السلام کو، گھروں میں سب سے افضل گھر خانہ کعبہ ہے، مہینوں میں رمضان المبارک، دنوں میں جمعہ کو اسطرح راتوں میں افضل ترین اور متبرک شب قدر ہے کرہ ارض پر یہ رات نہایت مقدس اور متبرک ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید نازل ہوئی۔صدیاں گذر گئیں مگر اس کی برکتوں اور رحمتوں میں نہ کوئی فرق پیدا ہوا اور نہ قیامت تک کوئی فرق آئے گا قرآن پاک میں ایک مکمل سورۃ اس رات کے تعلق سے نازل ہوئی ہے جو عاشقان اسلام کو عبادت وریاضت کی دعوت فکر دیتی ہے۔

اس بات سے ہم بھی واقف ہیں کہ رات افضل ہے دن سے، راتوں میں اللہ تعالیٰ ایک ایسی رات رکھا ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔لیکن دنوں میں کوئی ایسا دن نہیں ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہو۔اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ رات کی عبادت دن کی عبادت سے افضل ہوتی ہے کیونکہ رات میں یکسوئی اور قلب کو سکون حاصل ہوتا ہے عبادت کا مقصد یہی ہے کہ قلب حاضر ہو۔

سورہ قدر کی روشنی میں ہم جب اس رات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں (4) مقصد حیات دیکھائی دیتے ہیں اول اس مبارک رات میں قرآن مجید نازل ہوا دوم فرشتوں کے سردار روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اترتے ہیں سوم رات ہزار مہینوں کی رات سے افضل وبہتر ہے چہارم اس رات میں صبح صادق تک خیر وبرکت، امن وسلامتی کی بارش ہوتی ہے۔ جہاں اس رات کی یہ چار خصوصیتیں ہیں وہیں اس رات میں ان چار افراد کی عبادت ودعاؤں کو قبول نہیں کیا جاتا ہے۔اول شراب خور، دوم والدین کا نافرمان سوم رشتے توڑنے والا چہارم کینہ پرور۔آنحضرتؐ نے فرمایا کہ رمضان میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو اس رات کی نیکی اور ثواب سے محروم کر دیا جائے گا وہ تمام نیکیوں سے محروم رہا صرف بدقسمت ہی اس سعادت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے آگے تمام سربسجود ہوتے ہیں۔حضور نبی کریمؐ صحابہ اکرام کو شب قدر کے تعلق سے واقف کروانے کے لئے جب اپنے حجرہ مبارک سے باہر آئے تو دو بھائیوں کو آپس میں لڑتا دیکھ کر انکی صلح وصفائی کئے اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی تاریخ کو آپ کے ذہن ودل سے محو کر دیا۔اس مقام ومنزل پر منشاء ایزدی کے آگے کوئی کچھ کر نہیں سکتا۔اس سے واقفیت دلانے کے لئے ایک معصوم عن الخطاء کی بعثت ضروری تھی۔مشیت ایزدی کے مطابق 14 / جمادی الاول 847ھ کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت ہوتی ہے۔ بہ حکم خدا آپ 901ھ، 903ھ اور 905ھ میں دعویٰ مہدیت کرتے ہیں۔حکم رب العالمین پر ایک مقام سے دوسرے مقام

ہجرت فرماتے ہوئے 909ھ میں جب آپ کاہہ پہنچتے ہیں تو رمضان کا مہینہ رہتا ہے اس کی 26 تاریخ کو آپ فرض عشاء کو ادا کرتے ہیں پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ آج کونسی رات ہے۔ حضرت میاں سلام اللہ عرض کرتے ہیں ستائیسویں ہے۔ اس کے بعد آپؑ فرماتے ہیں خدائے تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے اس رات کو ہم نے سید المرسلینؐ پر قرآن نازل کیا اور سورہ قدر میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ لیکن شب قدر کو ہم نے تمہارے لئے پوشیدہ رکھا۔ ایسی فضیلت والی رات ہم نے تم کو دی ہے اٹھو شکریہ کا دوگانہ ادا کرو۔ اس کے بعد حضرت مہدی موعودؑ خود امامت کرتے ہوئے دوگانہ ادا کیا اور دوسرا دوگانہ بمقام فرہ 910 میں ادا کیا۔ دوگانہ ادا کرنے کے بعد آپ نے دعائیں کی اور پھر سجدہ میں جا کر دعا کی۔ بفضل اللہ تبارک وتعالیٰ مہدوی اتباع خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ میں اپنے مرشدوں کی امامت میں اس مقدس شب میں دو رکعت دوگانہ لیلۃ القدر بطور فرض ادا کر کے بارگاہ خداوندی میں اس رات کی فیوض وبرکات کے حصول کے لئے دعا کرتے ہیں۔

خاص عنایت ''شب قدر''

آج ماہ رمضان المبارک کی 26 تاریخ ہے یعنی شب قدر ہے۔

حمد وثناء اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار جو دونوں جہاں کا خالق ومالک ہے۔ ہزاروں درود وسلام ہو خاتم النبین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر آپ کے طفیل میں قرآن جیسی مقدس کتاب، رمضان جیسا مقدس مہینہ، شب قدر جیسی فضیلت والی رات ہونے کی اطلاع ملی۔ ہزاروں درود وسلام ہو خلیفۃ اللہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام پر جن کے طفیل میں تعین کے ساتھ شب قدر جیسی رات ملی۔

شب قدر کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''لیلۃ القدر خیر من الف شهر'' شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت محمد مصطفیؐ نے بنی اسرائیل کے ایک عابد وزاہد شمعون کا ذکر اس طرح کیا کہ ''آپ کی والدہ نے ان کو خدا کی راہ میں نذر کیا تھا۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قوت بخشی تھی جس کی برابری کوئی انسان نہیں کر سکتا تھا۔ شمعون تن پر جنگی ہتھیار رکھے ہزاروں ماہ جہاد فی سبیل اللہ روزہ رکھتے ہوئے جنگ کرتے اور رات کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ یہ طویل واقعہ سن کر صحابہ کرام کو بہت تعجب ہوا اور اپنی کوتاہ عمروں پر افسوس ہوا۔ حضرت محمد رسول اللہؐ سے دریافت کیا کہ یہ مرتبہ ہمیں کیوں کر حاصل ہوگا۔ وہ عمر وہ عبادت ہم کو کہاں حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ قدر نازل فرمائی۔ لیلۃ القدر آپؐ کی امت کے لئے اس اسرائیلی کی ہزاروں مہینوں کی عبادت اور جہاد سے بہتر ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رمضان شروع ہوا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ جو ماہ تمہارے پاس آیا ہے اس میں ایک رات ہے جو ہزار ماہ سے بہتر ہے جو اس سے محروم کر دیا جائے وہ تمام خیر اور بھلائی سے محروم کر دیا گیا اور اس کے خیر وبھلائی سے ایک بدنصیب ہی محروم کیا جا سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات بھی ہمارے علم میں آتی ہے کہ آپ ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں کثرت سے عبادت وریاضت کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی اکرم ﷺ عبادت کیلئے کمر بستہ ہو جاتے اور خوب شب بیداری فرماتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار رکھتے۔ اس سلسلہ میں حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ 23ویں رات میں ابتدائی تہائی رات تک قیام کیا پھر 25ویں شب میں آدھی رات تک قیام کیا پھر 27ویں رات میں ہمیں لے کر رسول اللہ ﷺ نے اتنا لمبا قیام اللیل کروایا کہ ہمیں فلاح کے چھوٹنے کا ڈر ہونے لگا اور وہ فرماتے ہیں کہ ہم سحری کو فلاح

کہتے تھے۔اس طرح کی ایک روایت حضرت ابوذرؓ سے بھی مروی ہے۔آپؓ فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ 23 ویں شب میں قیام کیا پہلی تہائی رات تک، پھر آپ ﷺ نے فرمایا مجھے ایسا لگتا ہے کہ جس چیز کی ہمیں تلاش ہے وہ ابھی بعد میں ہے۔ پھر ہم نے 25 ویں شب میں آپ ﷺ کے ساتھ قیام کیا آدھی رات تک، پھر آپ نے یہی فرمایا جس چیز کو تم ڈھونڈھ رہے ہو وہ ابھی آگے ہے۔ پھر ہم نے 27 ویں شب آپ ﷺ کے ساتھ قیام کیا اور یہ قیام صبح تک یعنی فجر کے قریب تک تھا۔آج آپ ﷺ خاموش رہے کچھ نہیں کہا۔

لیلۃ القدر وہ ہے جو قرآن عظیم کے نزول کی رات ہے، لیلۃ القدر وہ ہے جو ان گنت بے شمار فرشتوں کے نزول کی رات ہے، لیلۃ القدر وہ ہے جو امن، سلام اور رحمتوں کی رات ہے، لیلۃ القدر وہ ہے جو 83 سال کا مقام و مرتبہ رکھتی ہے۔اس رات کی بہت ساری فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔حضرت جبریل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نزول فرماتے ہیں۔نمازی اور ذاکر کے حق میں دعا فرماتے ہیں۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص ایمان اور اجر کی اُمید سے لیلۃ القدر میں قیام اللیل کا اہتمام کرے گا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ذخیرہ روایت میں یہ بھی روایت ملتی ہے کہ شب قدر میں جو لوگ سو رہے ہیں ان پر فرشتے اور جو بیدار ہیں ان پر جبریل علیہ السلام سلام بھیجتے ہیں اور جو لوگ مصروف عبادت ہیں ان پر باریٔ تعالیٰ سلام بھیجتا ہے۔جبریل ہر عبادت گزار سے مصافحہ کرتے ہیں۔مصافحہ کرنے کی علامت یہ ہے کہ بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، دل میں رقت پیدا ہوتی ہے، آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے شب قدر کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ ''شب قدر میں جبریلؑ آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آسمان کی طرف دیکھئے، میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔پہلے دروازے پر ایک فرشتہ ندا کر رہا ہے، اس شخص کو خوشخبری ہو جو آج کی رات رکوع میں ہے، دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو آج کی شب سجدہ میں ہے، تیسرے دروازہ پر کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو اللہ سے دعا مانگ رہا ہے، چوتھے دروازہ پر کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو آج یاد الٰہی میں ہے، پانچویں دروازہ پر کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو خدائے تعالیٰ کے خوف سے گریہ وزاری میں ہے، چھٹے دروازہ پر کہہ رہا تھا اس کو خوشخبری ہو جو مشیت کے آگے سر تسلیم خم کر چکا ہے، ساتویں دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ آج کی شب جو دعا میں مشغول ہے اس کو خوشخبری ہو کہ خدا تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرنے والا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شخص شب قدر میں اتنی دیر عبادت کرے جتنی دیر ایک بکری کا دودھ دوہا جا سکتا ہے تو اس قدر عبادت بھی مجھے عمر بھر کے روزوں سے زیادہ محبوب ہے۔اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کے آگے تمام سر بسجود ہوتے ہیں۔

حضور نبی کریمؐ صحابہ اکرام کو شب قدر کے تعلق سے واقف کروانے کے لئے جب اپنے حجرہ مبارک سے باہر آئے تو دو بھائیوں کو آپس میں لڑتا دیکھ کر انکی صلح وصفائی کیے اس دوران میں اللہ تعالیٰ نے شب قدر کی تاریخ کو آپ کے ذہن ودل سے محو کر دیا۔اس مقام ومنزل پر منشاء ایزدی کے آگے کوئی کچھ کر نہیں سکتا۔اس سے واقفیت دلانے کے لئے ایک معصوم عن الخطاء کی بعث ضروری تھی۔مشیت ایزدی کے مطابق 14 / جمادی الاول 847ھ کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود کی بعثت ہوتی ہے۔بہ حکم خدا آپ 901ھ، 903ھ اور 905ھ میں دعویٰ مہدیت کرتے ہیں۔حکم رب العالمین پر ایک مقام سے دوسرے مقام ہجرت فرماتے ہوئے 909ھ میں ٹھٹھ سے ہجرت فرماتے ہوئے کاہہ تشریف لائے، یہیں رمضان المبارک کا چاند نظر آیا۔27 ویں شب میں نماز عشاء کے بعد اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔نصف شب کے بعد خدائے تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آج کی رات شب قدر ہے۔اس عطیہ پر معہ اصحاب کے دو رکعت نماز ادا کرو۔حضرت حجرہ سے باہر آئے، اعلان کروایا کہ آج ہی کی شب شب قدر ہے۔اس اعلان کے بعد حاضر اصحاب کے ساتھ آپ نے دو رکعت نماز جماعت سے ادا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کا حکم فرض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرش پر تمام انبیاء مرسلین کو دو رکعت نماز خاتم النبیینؐ کی امامت میں ادا کرنے کا حکم دیا اور اسی اللہ نے فرش پر دو رکعت نماز لیلۃ القدر مصدقین کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی امامت میں ادا کرنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا فرض ہے۔ احادیث سے علم ہوتا ہے کہ ہم جو پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتے ہیں اس کے تعلق سے ایک انصار صحابی نے حضرت محمد رسول اللہؐ سے پوچھا کس نے سب سے پہلے نماز فجر ادا کی تھی۔ حضرت محمدؐ نے فرمایا آدمؑ نے ان کی توبہ قبول ہونے پر ادا کی۔ پھر صحابی نے پوچھا ظہر کی نماز تو حضورؐ نے فرمایا ظہر کی نماز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پڑھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نمرود کی آگ سے نجات دی۔ صحابی بولے عصر کی نماز تو حضورؐ نے فرمایا سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ادا کی۔ جب جبرئیلؑ نے اُنہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی بشارت دی۔ صحابی نے پوچھا مغرب کی نماز تو حضور نبی اکرمؐ نے فرمایا سب سے پہلے مغرب کی نماز داؤد علیہ السلام نے ادا کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی تھی۔ پھر صحابی نے پوچھا عشاء کی نماز تو نبی اکرمؐ نے فرمایا عشاء کی نماز یونس علیہ السلام نے ادا کی جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا۔

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے 910ھ میں قیام فرہ مبارک میں رمضان کے موقعہ پر تمام اصحاب کرام کے ساتھ دوسرا دوگانہ شب قدر ادا فرمائی۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ نے فرمایا کہ حضرت مہدیؑ نے شب قدر میں عشاء کے فرض اور سنت کو ادا کرنے کے بعد ایک دوگانہ خود امامت کر کے ادا فرمایا ہے۔ دوگانہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت مہدیؑ نے یہ دُعا پڑھی۔ **اللھم احینا مسکینا و امتنا مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین بفضلک و بکرمک و برحمتک یا ارحم الراحمین** اے اللہ مجھ کو مسکین جلا اور مجھ کو مسکین مار اور مسکینوں کے زمرہ میں میرا حشر کر۔ تیرے فضل سے اور تیرے کرم سے اور ترے رحم سے اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ مہربان، اور سجدہ میں جا کر دُعا فرمائی۔ الغرض یہ رات اپنے شرف کی وجہ سے شب قدر کہلاتی ہے۔ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ ایک عظیم تحفہ ہے۔ اس تحفہ کے پانے پر پروردگار عالم کا جتنا بھی شکر بجالائے کم ہے۔ ہم مصدقان مہدی موعودؑ تعین کے ساتھ اس رات کا اہتمام کرتے ہیں اور دو رکعت دوگانہ لیلۃ القدر فرض کی نیت سے ادا کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ یہ نماز کسی حالت میں بھی فوت نہ ہونی چاہئے کیونکہ اس کی قضاء بھی نہیں ہے۔

اس رات میں عزلت از خلق کو اختیار کرتے ہوئے طلب دیدار خدا میں، ذکر وفکر میں رات گزاریں اور وہ افراد جن کی نمازیں قضاء ہوئی ہیں وہ قضاء نمازیں ادا کریں، تلاوت قرآن اور ذکر میں یہ رات گزاریں۔ روایت میں ہے کہ اس رات میں یہ دعا کثرت سے پڑھی جائے " **اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنیٰ** " اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس میرے قصور تو ہی معاف کردے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں شب قدر کو پالوں تو کیا عمل کروں فرمایا یہ دعا کرو ' **اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی** بفضل اللہ تبارک وتعالیٰ مہدوی اتباع خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ میں اپنے مرشدوں کی امامت میں اس مقدس شب میں دو رکعت دوگانہ لیلۃ القدر بطور فرض ادا کر کے بارگاہ خداوندی میں اس رات کی فیوض و برکات کے حصول کے لئے دعا کرتے ہیں اور اللہ کا شکر بجالاتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ دین اور عبادت کی اساس قرآن اور عمل حضرت محمد رسول اللہؐ و خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے احکام اور عمل پر قائم ہے۔ بہر حال ہم کو اللہ سے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو شب قدر کی صحیح قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس رات کی برکتوں سے بہرہ ور کرے (آمین)

شاہ رکن الدین مجذوبؒ

آج ماہ رمضان المبارک کی 27 تاریخ ہے

کل یعنی 26 رمضان کو حضرت شاہ رکن الدین مجذوبؒ کا وصال ہوا تھا۔

خلیفۃ اللہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا تھا۔ بندہ کی بعثت اُس وقت ہوئی جب دین مجذوبوں میں باقی رہ گیا تھا۔ مجذوب وہ ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے حق کی آگہی کے ساتھ، آگے کے واقعات کا بھی علم عطا کرتا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت مبارکہ میں جس مجذوب کا ذکر ملتا ہے وہ شاہ رکن الدین مجذوبؒ ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ بعد ادائی فریضہ حج دیو بندر سے احمد آباد ہوتے ہوئے پٹن تشریف لاتے ہیں۔ آپؑ پٹن میں خان سرور کے تالاب کے پاس قاضی قادن کے روضے میں قیام فرماتے ہیں۔ پٹن میں آمد سے پہلے ہی شاہ رکن الدین مجذوبؒ کو علم ہوجاتا ہے کہ خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ پٹن تشریف لا رہے ہیں۔ وہ 6 میل پہلے پہنچ کر آپؑ کا استقبال کرتے ہیں۔ پٹن میں قیام کے دوران آپ کی ضیافت کا اہتمام شاہ رکن الدین کرتے ہیں۔ اپنے خادموں کے ذریعہ روٹی اور موز بھیجتے ہیں۔ دائرہ کے اصحاب اس کا ذکر مہدی موعودؑ سے کرتے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں، ایک روٹی اور دو موز کی سویت کرو۔ اس طرح دائرہ کے تمام برادروں میں برابر تقسیم ہوجاتی ہے۔ اس موقع پر کسی نے کہا کہ شاہ نے گن کر بھیجے ہیں۔ حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں شاہ اہل کشف اور اہل باطن سے ہیں۔ یہاں مہدی موعودؑ روٹی اور موز کو گننے کو نہیں کہتے بلکہ ہر فرد کا حصہ بتا دیتے ہیں اور آئی ہوئی روٹی اور موز برابر برابر تقسیم ہوجاتے ہیں۔ یہی خلیفۃ اللّٰہی شان ہے۔

شاہ رکن الدین مجذوبؒ کو ستر کا لحاظ نہیں رہتا تھا۔ اپنے آپ میں مگن اور غور وفکر میں ڈوبے ہوئے رہتے تھے۔ ایک روز حضرت مہدی موعودؑ کا گزر آپ کے گھر پر سے ہوا۔ صحابہ نے ذکر کیا کہ یہ شاہ کا مکان ہے۔ آپؑ ملاقات کا ارادہ کرتے ہیں۔ ادھر شاہ رکن الدین اپنے خادموں سے کہتے ہیں جلد میرے کپڑے لاؤ، مجھے پہناؤ، شریعت کا حاکم آرہا ہے۔ شاہ کی حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات ہوتی ہے، نظر پڑتے ہی شاہ ادب سے اے دین کے تاجدار کہتے ہوئے خیر مقدم کرتے ہیں۔ یہ مقام غور ہے حضرت شاہ رکن الدین مجذوب بغیر کسی دعوت وحجت کہ آپ کی مہدیت کو قبول کرتے ہیں اور امامنا علیہ السلام کا یہ فرمان کہ میری بعثت کے وقت دین مجذوبوں میں تھا بالکل صد فیصد سچ ثابت ہوتی ہے

حضرت ملک بخن نے دیکھا کہ شاہ رکن الدین مجذوب کے خادم خوان وٹوکرے لیئے ہوئے خلیفۃ اللہ کی مہمانی کے بعد واپس ہورہے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں، کس کی ضیافت ہوئی اور معاملہ کیا ہے۔ خادم کہتے ہیں ایک جماعت آئی ہوئی ہے، شاہ صاحب نے ان کی ضیافت کی ہے۔ حضرت ملک بخن سوچ میں پڑ جاتے ہیں، شاہ رکن الدین مجذوب جیسی شخصیت جو کسی کو خاطر میں نہیں لاتی وہ جس کی مہمانی کی ہوگی یقیناً وہ کوئی بڑی بزرگ ہستی ہوگی۔ آپ فوراً وہاں پہنچ کر ملاقات کرتے ہیں، حضرت مہدی موعودؑ آپ کو ''آیئے ملک برخوردار'' کہہ کر اصلی نام سے مخاطب کرتے ہیں، اس مخاطبت پر آپ حیران ہوجاتے ہیں اور تصدیق فرما کر حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کو ساتھ لاتے ہیں حضرت مہدی موعودؑ پٹن سے ہجرت فرماتے ہوئے بڑلی تشریف لاتے ہیں۔ یہاں پر دعوئ موکدا فرماتے ہیں۔ سلاطین، علماء وغیرہ کو

دعوت نامہ روانہ کرتے ہیں۔ پٹن کے علماء کو بھی دعوت نامہ جاری کیا جاتا ہے۔ ملا معین الدین پٹنی کی سرپرستی میں پٹن کے علماء آپؑ سے مباحثہ کا ارادہ کرتے ہیں۔ مباحثہ سے پہلے وہ شاہ رکن الدین مجذوبؒ کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور غلبہ کی فال نکالنا چاہتے ہیں۔ شاہ رکن الدین مجذوبؒ جو دلوں کا حال جانتے تھے ان پر غضبناک ہوتے ہیں، فرماتے ہیں کیا تم لوگ حق سے مقابلہ کرتے ہو، تم پر قہر نازل ہوگا اور آگے فرماتے ہیں تم تمام دین کے چور ہو، مسلمانوں کے رہزن جمع ہوئے ہو، چوہوں کی طرح گھنٹی تیار کر کے لائے ہو لیکن بلی سے مقابلہ کون کرے گا جو آگے آ کر اس کے گلے میں باندھ دے۔ اس کے بعد شاہ رکن الدین مجذوبؒ فرماتے ہیں سید محمد مہدیؑ کا خنجر اس قدر تیز اور دراز ہے کہ تمہارے سر سے حلق تک پہنچ کر پیٹ کے آنتوں کو پھاڑ دے گا۔

مجذوب جو ہوتے ہیں وہ خدا کی محبت میں غرق، اپنے لباس اور خورد و نوش سے غافل رہتے ہیں۔ کم گو ہوتے ہیں، ان کی باتیں سچ اور حق پر مبنی ہوتی ہیں۔ عام افراد ان کے باتوں کو سمجھ نہیں پاتے۔ یہ اپنی فطرت کے لحاظ سے نہ کسی کی ضیافت کرتے ہیں نہ زیادہ میل جول رکھتے ہیں۔ شاہ رکن الدین مجذوبؒ پر اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا مقام و مرتبہ افشاں کر دیا تھا جب ہی تو وہ اپنے مقام سے ایک نہیں دو نہیں بلکہ چھ میل آگے آ کر استقبال کرتے ہیں اور ضیافت کرتے ہیں۔ عالم لوگ بھی مجذوب سے ربط پیدا کر کے اپنی دلی تسلی اور اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ رکن الدین مجذوبؒ 26 / رمضان المبارک کو اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ پٹن میں ہی آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔

صدقۂ فطر

آج ماہ رمضان المبارک کی 28 تاریخ ہے۔ ماہ رمضان کی ایک اہم عبادت صدقہ فطر بھی ہے۔

اسلامی تاریخ پر جب ہم سرسری نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد سنہ ۲ ہجری میں رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ اور اسی رمضان میں عید سے ایک یا دو دن قبل حضرت محمد مصطفیٰؐ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے صدقہ فطر کو فرض کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ٥ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورہ اعلیٰ آیت 15-14 یعنی فلاحیت یافتہ ہو وہ شخص جس نے پاکی اختیار کی۔ اور اپنے پروردگار کا نام یاد کیا۔ پھر نماز پڑھی۔ اس آیت مبارکہ میں زکوۃ سے مراد زکوۃ فطر ہے اور صلوٰۃ سے صلوٰۃ عید ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہر مرد اور عورت پر صدقہ فطر واجب ہے۔ عاقل و بالغ اولاد کا صدقہ باپ پر واجب نہیں ہے۔ بیوی کا فطرہ شوہر پر واجب ہے۔ نماز عید کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے نماز عید سے قبل اپنا صدقہ فطر ادا کرنے اور دوسروں کو ادا کرنے کا حکم دیتے۔ اور اگر کوئی کسی وجہ سے صدقہ فطر ادا نہ کرے اور عید کا دن گزر جائے تو صدقہ فطر اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا ادا کرنا عمر بھر واجب رہے گا۔ کیونکہ احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ رمضان کے روزے زمین و آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں جب تک کہ صدقہ فطر کی ادائی نہ ہو۔

صدقہ فطر اجناس کی صورت میں دینے کے بجائے قیمت ادا کی جائے تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ اس سے کئی کام نکل سکتے ہیں۔ اور ہمارے پاس

یہی طریقہ رائج ہے۔اب رہا صدقہ فطر کتنا دینا چاہئے۔ایک کیلو 750 گرام گیہوں کی قیمت ادا کی جائے۔

عیدالفطر کی نماز دو رکعت چھ زائد تکبیرات سے واجب ہے۔نماز کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے نماز عید کی نیت کریں یعنی دو رکعت واجب نماز عیدالفطر کے اور چھ تکبیرات کے ساتھ ادا کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے اتباع میں امام کے پیچھے کعبہ کی طرف منہ کر کے پڑھتا ہوں کہہ کر تکبیر کہتے ہوئے رکعت باندھ لے۔اور ثناء پڑھے۔امام اور مقتدی دونوں اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں۔البتہ تیسری تکبیر تک کانوں تک ہاتھ اٹھا کر باندھ لیں۔امام سورہ فاتحہ اورضم سورہ پڑھیں گے پھر رکوع وسجدے ادا کرنے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں تو سورہ فاتحہ اورضم سورہ پڑھنے کے بعد تین بار تکبیر پر ہاتھ کانوں تک اٹھاتے جائیں اور چھوڑتے جائیں چوتھی تکبیر پر ہاتھ اٹھائے بغیر رکوع میں چلے جائیں۔رکوع وسجدا حسب دستور ادا کرنے کے بعد نماز تمام کریں۔نماز کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے۔اور مقتدی خاموشی سے سنیں۔خطبہ اولیٰ اور خطبہ ثانی دونوں کی ابتداء تکبیرات سے کرنا مسنون ہے۔یعنی خطبہ اولیٰ سے قبل کم ازکم نو بار مسلسل اللہ اکبر کہتے جائیں خطبوں کے درمیان ملاقات کا سلسلہ شروع کر دینا یا چلے جانا انتہای نازیبا حرکت ہے۔اورشرعاً سخت منع ہے۔عیدین کے خطبہ میں فرشتے وملائکہ بھی بکثرت شریک رہتے ہیں۔

عیدالفطر

آج ماہ رمضان المبارک کی 29 تاریخ ہے۔عیدالفطر ہمارے سامنے ہے۔

جس دن کا ہمیں انتظار تھا وہ دن ہماری زندگی میں آ گیا۔اس خوشی ومسرت کے دن کے لئے ہم نے مسلسل ایک ماہ کے روزے رکھے۔ رات میں تراویح کا اہتمام کیا،افطار سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی،شب قدر کے فیوض وبرکات حاصل کئے۔تلاوت قرآن سے خدا سے کلام کرنے کی سعادت نصیب ہوئی،خیر وبرکت حاصل ہوئی۔زکوٰۃ وفطرہ ادا کر کے خدا کے حکم کی تعمیل کی،گناہوں کی معافی چاہی ۔ماہ رمضان کا مقدس وبابرکت مہینہ ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔

یکم شوال کو اقطاع عالم میں مسلمان عید مناتے ہیں۔یہ عیدالفطر سے موسوم ہے۔یہ خوشی ومسرت کا دن ہے۔چھوٹے ہو کہ بڑے، بچے ہو کہ جوان وضعیف تمام کے چہروں پر خوشی ومسرت کی بہار ہے۔آج ہر سمت شادمانی ہی شادمانی ہے،خوشیاں ہی خوشیاں ہے،مسرت ہی مسرت ہے۔ہم اس خوشی ومسرت کا آغاز خدا کے گھر سے کرتے ہیں۔خدا کے گھر میں دو رکعت نماز چھ زائد تکبیرات سے ادا کر کے عید کی خوشیاں مناتے ہیں۔اللہ کی حمد وثناء بیان کرتے ہیں اس کی بزرگی کا،اس کے رحمان اور رزاق ہونے اعلان کرتے ہیں۔اس کے حضور عبادتوں کو قبول کرنے کی دعا کرتے ہیں۔ارادتاً یا سہواً جو غلطیاں سرزد ہوئی ہیں اس کو درگزر کرنے اور معاف کرنے کی درخواست پیش کرتے ہیں

آج کے اس نفسانفسی کے دور میں کسی کو خوش کرنا بہت بڑی نیکی اور عبادت ہے۔قابل مبارکباد ہیں وہ افراد جس نے اس خوشی ومسرت کے موقعہ پر اپنے غریب رشتہ داروں،ہمسایوں اور غریبوں کا خیال رکھا جس کی وجہ سے آج وہ بھی عید کی خوشیاں منا رہے ہیں۔عید ان کی نہیں جو صرف اپنا ہی خیال رکھتے ہیں بلکہ حقیقی عید ان کی ہے جو دوسروں کو بھی اس میں شامل کرتے ہیں۔عید کے موقعہ پر اسلامی حدود کا خیال رکھیں،شریعت کی کماحقہ پابندی کریں۔خلاف شریعت کوئی کام نہ کریں۔اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ مسلمان کو ہر حال میں باندھ کر رکھتا ہے۔اس

میں ان کی ترقی، کامرانی اور ذہنی سکون ہے۔ ماہ رمضان میں ہم نے خدا کی عبادت دل کھول کر کی ،تقویٰ شعار اور پرہیز گارانہ زندگی گزاری۔ یہ طرز عبادت رمضان تک محدود نہ رہے بلکہ تمام مہینوں میں بھی انجام دیتے رہیں۔ہم رمضانی مسلمان نہیں ہیں بلکہ تمام قمری مہینوں کے مسلمان ہیں۔جب تک اس خاکی جسم میں روح ہے خدا کی عبادت ہم پر فرض ہے۔ہم بندے ہیں خدا کے، بندگی ہم پر فرض ہے۔

اسلام اپنے دامن میں ایک ضابطہ حیات رکھتا ہو،اسلام چاہتا ہے عید کے موقعہ پر ہر مسلمان چاہے وہ امیر ہو یا غریب،عید کی خوشیاں منائیں۔اس موقعہ پر اسلام غریب افراد کا خیال رکھا ہے۔اس لئے ہر وہ مسلمان جس کے پاس اپنی اور اپنے زیر کفالت افراد کی ضرورت سے زائد مال ہو اس پر عید کے دن اور عید کی رات صدقہ واجب ہے۔رمضان میں صدقہ فطر بھی ایک اہم عبادت ہے۔حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ہر مسلمان آزاد اور غلام،مرد وعورت، بالغ و نابالغ پر صدقۂ فطر فرض ہے رمضان میں صدقہ فطر دینا ایسا ہے جیسے نماز میں سجدہ سہوادا کرنا،روزہ دار سے اگر کوئی گناہ،لغو،فحش،جھوٹ،غیبت وغیرہ کرنے سے جو نقصان ہوتا ہے۔یہ صدقہ فطر اس کا بدلہ ہوتا ہے۔یہ صدقہ روزہ کو کامل بناتا ہے جس طرح توبہ اور استغفار گناہوں کی مصلح ہے اس طرح یہ صدقہ روزہ کی اصلاح کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ پر فضل وکرم فرماتے ہوئے روزہ داروں کے گناہوں سے پاک ہونے کے لئے صدقہ فطر فرض کیا ہے۔صدقہ روزہ کو پورا کرتا ہے اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر بجالائے کم ہے۔

حضرت محمدﷺ نے فرمایا ہے عید کے دن صبح سے اللہ تعالیٰ کے مقدس فرشتے، آبادیوں، گلیوں، گوچوں کے سر پر کھڑے ہوجاتے ہیں اور اُمت محمدیہ کو خطاب کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔اے لوگو اپنے اس پروردگار کی عبادت کے لئے چلو جو تھوڑی عبادت کو قبول کر لیتا ہے اور تھوڑی عبادت کے بدلے میں اجر وثواب بہت دیتا ہے۔نماز عید کی ادائیگی کے لئے گھر سے نکلتے ہی مسجد تک تکبیرات پڑھتے جائیں۔ **اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد**

حضرت محمدﷺ نے فرمایا مسلمان عید کی نماز کے بعد مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی لے کر واپس آتے ہیں۔عید کے دن جب مسلمان عید کی نماز ادا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے مقدس فرشتوں سے پوچھتے ہیں ’’اے میرے فرشتو جب کوئی مزدور،مزدوری پوری کرے اور اپنا کام ختم کر دے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔فرشتے عرض کرتے ہیں اے ہمارے آقا،اے ہمارے رب اپنے وفادار مزدور کو اس کی مزدوری ادا کر دے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے فرشتو تم گواہ رہو میں نے اپنے بندوں کے ان روزوں کے بدلے جو انہوں نے رمضان میں رکھے اور راتوں میں جو عبادت کئے ہیں ان کو اپنی رضامندی اور مغفرت سے نواز دیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم ماہ رمضان میں نفس پرستی سے دور رہتے ہیں۔جہاں تک ہوسکے نفس کی خواہشوں کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ماہ رمضان کی وجہ سے تمام ماحول دینی و مذہبی ہوجاتا ہے۔اللہ والوں نے کہا ہے کہ جو کام بھی اللہ کی رضا کے لئے نہ ہو وہ محض نفس پرستی ہے،خواہ بظاہر وہ دین کا کام ہی کیوں نہ ہو۔یاد رہے ایمان کی قبولیت کے لئے نفس کو شریعت کے تابع بنانا ضروری ہے۔جس طرح ماہ رمضان میں ہمارا عمل رہا وہ رمضان کی حد تک مختص نہ رہے۔ہم صرف ماہ رمضان میں ہی خدا کے بندے نہ رہیں بلکہ جب تک جسم میں سانس ہے اللہ کی بندگی ہم پر فرض ہے۔اس سے کوتاہی نہ کریں ورنہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔اللہ ہم تمام کو اس سے محفوظ رکھے (آمین)

اے اللہ ہم حضرت محمد رسول اللہﷺ اور حضرت مہدی موعودؑ کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں دعا کرتے ہیں۔ہماری بندگی کو قبول فرما،ہم پر رحم فرما،ہم سے راضی ہوجا،ہم کو سلامتی کے راستے پر چلا،کفر اور گمراہیوں کی تاریکیوں سے نجات دے۔اے اللہ تو ہمارے علانیہ کیئے ہوئے

اور نادانی میں کیے ہوئے تمام گناہوں کو معاف فرما۔اے اللہ نفس کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ۔اے اللہ ہمارے دلوں کو، ہمارے بچوں کے دلوں کو دین پر ثابت رکھ، ان کے ایمان وعقیدہ کو پختگی عطا فرما۔اے اللہ ہمارے ہر کام کا انجام ہمارے حق میں اچھا کردے،ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے پناہ دے۔اے اللہ ہم تجھ سے تیرا فضل اور تیری رحمت طلب کرتے ہیں۔اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔اللہ بہت بڑا ہے۔اللہ بہت بڑا ہے۔اللہ بہت بڑا ہے۔اس کی رحمت تمام کرہ ارض وسماء پر چھائی ہوئی ہے۔اسی رحمت کے چھائے میں ہمیں زندگی گزارنی ہے۔

پاکیزگی

آج ماہ رمضان المبارک کی 30 تاریخ ہے۔''پاکیزگی'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجیے۔

ماہ رمضان کے طفیل ہم اس ماہ میں پاکیزگی کے ساتھ زندگی گزاری یہ زندگی صرف ماہ رمضان تک مختص نہ رہے بلکہ تمام تر زندگی اس طرح گزاریں کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک و پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔پاکیزہ آدمی ہی عبادت کرسکتا ہے۔پاکیزہ آدمی ہی روزہ رکھ سکتا ہے۔پاکیزہ آدمی ہی حج کرسکتا ہے۔پاکیزہ آدمی ہی قرآن پاک کی تلاوت کرسکتا ہے۔پاکیزہ آدمی ہی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔پاکیزہ آدمی ہی فرائض ولایت پر عمل کر کے فضل رب تعالیٰ سے ہی قرب خداوندی حاصل کرسکتا ہے۔یا دیدار خدا پاسکتا ہے۔ہر قدم پر پاکیزگی رحمت کے دریا پیش کرتی ہے۔

پاکیزگی جسم کے ساتھ ذہن ودل کی بھی ہو۔اگر دل پاک ہے تو جسم پاک' دل پاک نہ ہو تو سارے جسم میں فساد ہوگا۔پاکیزگی شر سے بچاتی ہے۔شیطان پاکیزہ لوگوں سے دور بھاگتا ہے۔حقیقت میں پاک وہ ہے جن کے باطن میں پاکیزگی اور دل میں خدا کا خوف ہو۔ذہن ودل کی حفاظت پاکیزگی سے ہوتی ہے۔حقیقی عظمت دل کی پاکیزگی میں ہے۔اور پاکیزگی روحانی مسرت پیدا کرتی ہے۔

اس دنیا میں وہ علم حاصل کریں جس سے ذہن ودل پاکیزہ ہو جائے۔یہ علم ہمیں صادقین کی صحبت میں رہ کر حاصل کرنا ہے۔عزلت از خلق اختیار کرنے سے نفس پاکیزہ ہو جاتا ہے۔قرآن تعلیم دیتا ہے اے ایمان والو کھاؤ پیو اور پاکیزہ رہو۔ہمیں ہر حال میں پاکیزہ رہنا ہے۔ہم رحمت اللعالمین ﷺ کی اُمت ہیں۔پاکیزگی ہمارا ایمان ہے۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کون کتنا پاکیزہ ہے اور کتنا گناہ گار ہے۔اس کے علم میں ہر عمل وبات وحرکت ہے۔

آج کے اس دور میں نظر کی پاکیزگی ضروری ہے۔نظر ہی ہے جو فریب دلاتی ہے بھٹکاتی ہے۔شامت پیدا کردیتی ہے۔نظر اس وقت تک پاک ہے جب تک نہ اٹھائی جائے۔ہمارے بزرگ نظر کی پاکیزگی کا خیال رکھتے تھے۔ہر وقت سر پر رومال اس طرح اوڑھتے تھے کہ نظر صرف زمین پر ہوتی تھی۔یہاں تک آسمان کی طرف بھی نظر نہیں اٹھاتے تھے۔جب ہی تاریخ نے انہیں ملائے اعلیٰ کے فرشتوں سے تشبیہ دی تھی۔اچھی نظر عبادت ونیکی بن جاتی ہے اور بُری نظر گناہ۔

ذہن' دل ونظر کو پاکیزہ بنانے کی ہمیشہ فکر میں رہیں۔اس میں دنیوی واُخروی کامیابی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم تمام پر فضل فرمائے اور پاکیزگی کے ساتھ اس دنیا سے خاتمہ کرائے۔آمین

ماہ شوال المکرّم

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	عید کا دن	410	16	چوری	431
2	حضرت بندگی میاں سید یعقوب توکلیؒ	411	17	اہل وعیال	432
3	پردہ	413	18	حق	433
4	روح	415	19	امن وامان	434
5	ام المومنین سودہؓ و رزق	416	20	حلال	435
6	اُمید	417	21	حسد	436
7	جھوٹ	418	22	امیری	437
8	جسم	419	23	خرید وفروخت	438
9	حضرت اویس قرنیؓ اور رحمت	420	24	حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ	439
10	انتقام	421	25	آنکھ	441
11	گنج شہداءؓ	422	26	خیالات	442
12	حضرت بندگی میاں شاہ خوند میرؓ	423	27	مالک الملک و شکر	443
13	حضرت بندگی میاں شاہ خوند میر صدیق ولایتؓ	425	28	آگ	444
14	حضرت بندگی میاں شاہ خوند میرؓ	428	29	خیرات	446
15	اُمّت محمدیہ	431	30	ایذاء	447

عید کا دن

آج ماہ شوال المکرّم کی یکم تاریخ ہے یعنی عید الفطر کا دن ہے۔

خوشی ومسرت کا دن ہے اس دن کی خاص عبادت صدقہ فطر بھی ہے۔

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ماہ شوال اسلامی سال کا دسواں مہینہ ہے جو ماہ رمضان المبارک کے بعد کا مہینہ ہے۔ رمضان المبارک کے جو پورے روزہ رہتے ہیں وہ اس ماہ میں 2 تا 7 شوال روزہ رکھتے ہیں۔ ان چھ روزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو ستہ شوال کے روزہ رکھتے ہیں وہ گویا سال بھر کے روزہ رکھنے کا ثواب پاتے ہیں۔ قابل مبارکباد ہیں وہ مسلمان جو یہ روزہ رکھتے ہیں۔

صدقہ فطر ادا کرنے والے سچے مومن ہیں۔ ادائی صدقہ فطر سے صحت و دولت میں شفاء و برکت ہوتی ہے۔ صدقہ فطر کی ادائیگی قبولیت روزہ ایمان کی نشانی اور حرمت جان کی ضمانت ہے۔ صدقہ فطر اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔ صدقہ فطر آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔ صدقہ فطر ادا کرنے والے قیامت کے دن ہر قسم کے خوف وغم سے محفوظ رہیں گے۔

صدقہ فطر ادا نہ کرنا کفر وشرک کی علامت ہے۔ صدقہ ادا نہ کرنے والوں کی دولت کو جہنم کی آگ میں گرم کر کے جسموں کو داغا جائے گا۔ صدقہ فطر عید الفطر کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہے۔ لہذا صبح صادق سے پہلے جن بچوں کی ولادت عمل میں آئی ان کی جانب سے بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ صدقہ فطر کی ادائی کا وقت تمام عمر ہے صدقہ فطر کی ادائی کے لئے روزہ رکھنا ہی شرط نہیں۔

ایک شخص کا صدقہ فطر ایک مسکن کو دینا افضل ہے اور کئی مساکین کو بھی دیں تو درست ہے۔ صدقہ فطر انہی اصحاب کو دیں جن کو زکوۃ دے سکتے ہیں۔ جنہیں زکوۃ نہیں دے سکتے انہیں صدقہ فطر بھی نہیں دے سکتے۔ افضل یہ ہے کہ صدقہ فطر اپنے بھائیوں، بہنوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر، چچا، پھوپی پھر ان کی اولاد، پھر ماموں، خالہ پھر ان کی اولاد پھر دوسرے رشتہ دار، پھر پڑوسی پھر محلّہ والے قابل ترجیح ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرتا جس کے رشتہ داران کے سلوک کے محتاج ہوں اور یہ قصداً یا سہواً غیروں کو دیدے۔

دردر پھرنے والے فقیروں سے زیادہ خوددار، ہاتھ نہ پھیلانے والے زیادہ قابل ترجیح ہیں ہاں علم دین حاصل کرنے والے اصحاب واداروں کو دینا بھی افضل ہے۔

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ نماز عید کی ادائی کے لئے گھر سے نکلتے ہی مسجد تک یہ تکبیر کے الفاظ ادا کریں۔ **اللّٰہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد** (اللہ تعالیٰ بہت بڑا، بہت بندگی اور ہر قسم کی خوبیوں اور ہر قسم کی تعریف کا وہی مستحق ہے) اور نبی اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں مسلمان عید کی نماز کے بعد مغفرت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی لے کر واپس آتے ہیں۔ احادیث میں ارشاد ہوا کہ عید کے دن جب مسلمان عید کی نماز ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے مقدس فرشتوں سے دریافت فرماتا ہے اے میرے فرشتوں جب کوئی مزدور مزدوری پوری کرے اور اپنا کام ختم کر دے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں۔ اے ہمارے آقا

اور اے ہمارے رب ایسے وفادار مزدور کو اس کی مزدوری ادا کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے فرشتوں تم گواہ رہو میں نے اپنے بندوں کے ان روزوں کے بدلے جو انہوں نے رمضان کی راتوں میں ادا کی ہیں ان کو اپنی رضامندی اور مغفرت سے نواز دیا ہے۔

عید ان لوگوں کی نہیں جنہوں نے خوب کھایا، پیا اور رمضان کی راتوں میں تفریح کیں بلکہ عید اُن کی ہے جنہوں نے اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کیا، عید ان لوگوں کی نہیں جنہوں نے نئے کپڑے پہنے بلکہ ان لوگوں کی ہے جو خدا کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں جو پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں، گناہوں سے باز آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس ماہ مقدس میں ہم نے جو نمازیں ادا کیں، روزہ رکھے، تلاوت قرآن کیا، خیر و خیرات کی، خلوص و ہمدردی کا جو برتاؤ اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا اس کو قبول فرما اور ہمیشہ ہمیں نیک اور صالح زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ قارئین کو تہہ دل کے ساتھ عید کی پرخلوص دلی مبارکباد

حضرت بندگی میاں سید یعقوب توکلیؒ

آج ماہ شوال المکرّم کی 2 تاریخ ہے اور عرس مبارک حضرت بندگی میاں سید یعقوب توکلیؒ ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت پر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے ملتا ہے جو اس طرح ہے۔ حضرت سید یعقوب توکلی بن حضرت سید اسحاق بڑے میراں بن حضرت میاں شاہ محمد بن حضرت سید اللہ بخش بن حضرت بندگی میاں سید اسحاق بارہ بنی اسرائیل بن حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایت بن حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ بن خلیفۃ اللہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ

آپ برار کے علاقہ بالاپور میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت برار کے علاقوں میں کثرت سے مہدوی آباد تھے۔ آپ کے والد اپنے بڑے بھائی حضرت میاں سید عبدالقادر کے تربیت یافتہ تھے اور حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ اور حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کی صحبت بھی اختیار کی تھی۔ ایک مرتبہ بچپن میں آپ سخت بیمار ہو گئے اور اس دوران خواب میں حضرت ثانی مہدیؓ کو دیکھا اور حضرت نے آپ کے گلے میں ناریزہ باندھ دیا۔ صبح آپ نے اس خواب کا ذکر والدہ سے کیا۔ والدہ خواب سن کر رونے لگیں اور سمجھ رہی تھیں کہ بچہ کا وقت آخر قریب ہے۔ آپ کے والد حضرت میاں سید اسحاق عرف بڑے میراں نے خواب سن کر فرمایا کہ بچہ بڑی عمر پائے گا۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے اپنا فیض دیا ہے۔ بچہ بڑا ہو کر اس فیض کو تقسیم کرے گا۔

حضرت سید یعقوب توکلیؒ بچپن ہی سے منسکر المزاج اور تنہائی پسند تھے۔ جب آپ کی عمر شریف 14 سال کی ہوئی تو کسب کے لئے شرزہ خاں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ شرزہ خاں بچہ کی کیفیت کو ملاحظہ فرما کر کہتے ہیں کہ بچہ کسب کرنے کا مزاج نہیں رکھتا ہے خدا کا طالب معلوم ہوتا ہے۔ بچہ کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک گاؤں آپ کی والدہ کے نام کرتے ہیں۔

آپ کے والد صاحب حال بزرگ تھے۔ انہیں بفضل تعالیٰ علم ہوا کہ حضرت میاں سید احمد غازی کا وقت آخر قریب ہے تو فرزند میاں سید یعقوب کو بھائی سے علاقہ کر کے ان کے ہاتھ پر دنیا ترک کراتے ہیں۔ آپ ترک کے بعد جاگیر کی سند شرزہ خاں کو واپس کر دیتے ہیں۔ حضرت میاں سید احمد کے انتقال کے بعد والد کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔

آپ برار سے ہجرت کرتے ہوئے عالپور میں دائرہ قائم کرتے ہیں یہاں سے کڑپہ میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔کڑپہ سے سدھوٹ ہجرت کرتے ہیں۔نواب آف سدھوٹ جومصدق تھے آپ کی آمد کا سن کرخوشی ومسرت کا اظہار کرتے ہیں روزانہ ایک پلہ بریانی پکا کرمغرب کے بعد بھیجتے تھے۔آپ نے خیال کیا کہ اس طرح سے توکل ختم ہوجائے گا اور فقراطیش میں آجائیں گے سدھوٹ سے دوبارہ کڑپہ آتے ہیں اور آبادی کے باہر قیام کرتے ہیں اس وقت کڑپہ سلطان حیدرعلی کے قبضہ میں تھا آپ سلطان کوکڑپہ میں رہنے کی اجازت کے لئے خط لکھتے ہیں۔حیدرعلی سلطان میسور نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اعلان کرواتا ہے کہ کوئی بھی ان فقیروں کو نہ ستائے۔اگرکوئی حکم کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کا پیٹ چیرکراس میں کانٹے بھرے جائیں گے۔اورایک جھنڈا دیا کہ دائرہ کے دروازے پرنصب کریں۔آپ کے دائرہ پر سلطان میسور کا جھنڈا لہرایا ہوا ہوتا تھا۔کڑپہ میں آپ کے تقدس و پرہیزگاری کا چوطرف چرچا تھا۔دائرہ سے وابستہ ہونا اپنی خوش قسمتی سمجھی جاتی تھی۔لوگ جوق درجوق تصدیق سے مشرف ہوکرآپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ہندولوگ آپ کو دیکھ کرکھڑے ہوجاتے تھے۔آپ کا ادب واحترام کرتے تھے اورقدم بوسی کا شرف حاصل کرتے تھے۔آپ کو پرمیشور کہتے تھے۔لوگوں سے کہتے تھے کہ اگر پرمیشورکو دیکھنا ہے تو آپ کو دیکھے سیتارام نامی معتقد ماہ رمضان میں پورا ایک مہینہ کھچڑی پکا کر دائرہ میں بھجواتا تھا۔آپ دائرہ کے تمام فقراء میں اس کی سویت کردیتے تھے۔

آپ کے اخلاق وکردار کا یہ حال تھا کہ ہرایک سے حسن سلوک سے ملتے تھے۔جوایک بار آپ سے ملتا دوبارہ ملنے کا اشتیاق رکھتا تھا۔دائرہ میں حجرے تعمیر کرنے کے لئے جومزدور آتے تھے اُن سے بھی خلوص ومحبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ایثاروقربانی کا یہ حال تھا کہ نہ صرف کام کرنے والے مزدور بلکہ اُس کے بچوں کوبھی مزدوری دیا کرتے تھے۔ان میں کا ایک مزدور آپ کے اس حسن سلوک سے متاثر ہوکرمسلمان ہوتا ہے اورمصدق ہوکرآپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے اورمسلمان کی طرح زندگی گزارتا ہے۔جب وہ مرجاتا ہے تو رشتہ دار اس کو ہندودھرم کے مطابق جلاتے ہیں مگرآگ اُس پرکوئی اثر نہ کرسکی۔آخراس کودفن کیا جاتا ہے۔

آپ شریعت وطریقت پر یکساں عمل پیرا تھے۔صاحب یقین اور گوشہ نشین بزرگوں میں سے تھے۔آپ کا شمار نہ صرف تقویٰ شعار بلکہ اہل باطن اور اہل کمال میں ہوتا تھا۔آپ کے ایک مرید سلیم خان جن کا کڑپہ کے رئیسوں میں شمار ہوتا تھا حضرت سے بے حد عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ان کی بیوی کا کڑپہ کے باہر کسی مقام پرانتقال ہوجاتا ہے۔میت جب کڑپہ لائی جاتی ہے تو بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔دائرہ کے فقیراءاس واقعہ سے آپ کوواقف کرواتے ہیں۔اس واقعہ کوسننے کے بعد دائرہ کے فقیرکواپنا عصاء دے کر یہ کہکر روانہ کرتے ہیں کہ عصا سے میت کے پلنگ پرایک ضرب دو۔جب عصا سے ضرب دی جاتی ہے تو میت سے بدبو کے بجائے خوشبوکی مہک آنا شروع ہوجاتی ہے۔یہ منزل یہ مقام اُس وقت حاصل ہوتا ہے جب یکسوہوکرشریعت وطریقت کے احکامات پرعمل پیراہوکر ذکروفکر کی پابندی کی جاتی ہے۔دم وقدم کی حفاظت کی جاتی ہے۔مرشدوہ ہوتا ہے جو مرید کے تمام احوال سے واقف ہو۔

کرنول،کڑپہ،نندیال،عالپور،سدھوٹ اوراطراف کے علاقوں میں دائروں کے نظام سے متاثر ہوکرلوگ تصدیق سے مشرف ہورہے تھے،دنیادار علماء ومشائخین کو یہ ہرگز گوارانہیں تھا کہ لوگ ان سے دوری اختیار کریں۔نواب کڑپہ آپ کے داماد حضرت میاں سید شہاب الدین کوسدھوٹ میں شہید کرواتا ہے اس کے بعد آپ کا کڑپہ سے اخراج ہوتا ہے۔آپ معہ مصدقین کے ساتھ نندیال آتے ہیں

یہاں پر چند روز رہ کر کرنول میں قیام کرتے ہیں۔حاکم عالم پور محمد خاں اپنے خاص آدمی کے ذریعے عالم پور میں قیام کرنے کی دعوت دیتا ہے اور دائرہ کے لئے للہ زمین دینے کا اعلان بھی کرتا ہے۔آپ اس دعوت کو قبول فرماتے ہیں۔کرنول سے عالم پور آکر تنگبھدرا ندی کے کنارے دائرہ قائم کرتے ہیں۔آخروقت تک آپ کا دائرہ یہیں پر رہا۔2/شوال 1188ھ کو آپ اس فانی دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔ یہیں پر آپ کا مزار مبارک ہے۔آپ کا شمار ملت مہدویہ کے اُن بزرگوں میں ہوتا ہے جو عابد وزاہد اور متقی تھے۔تاحیات ذکروفکر میں رہے اور خاموشی آپ کو بے حد عزیز تھی،اسی لئے اکثر خاموش رہا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کو اس راہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے(آمین)

پردہ

آج شوال المکرّم کی 3 تاریخ ہے۔عنوان ’’پردہ‘‘ پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

پردہ عربی زبان کے لفظ حجاب کا لفظی ترجمہ ہے۔جس چیز کو عربی میں حجاب کہتے ہیں اس کو اردو اور فارسی زبان میں پردہ کہتے ہیں۔
پردے کے تعلق سے قرآن مجید میں سات آیات سورہ نور اور سورہ احزاب میں نازل ہوئے ہیں اور ۷۰ کے قریب احادیث ہیں۔

عورت کا اصل دائرہ عمل اس کا گھر ہی ہے کیونکہ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۳۳ میں عورتوں کو گھر میں رہنے اور پردہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ارشاد ہوا’’تم اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹک کر رہو‘‘حقیقت ہے کہ اسلام نے عورت کی عزت وآبرو کی حفاظت کی ہے۔عورت کا فطری تقدس اور اس کی نسوانی حرمت صرف اسلام میں محفوظ ہے۔اسلام کو کسی طرح بھی گوارہ نہیں کہ اس کی عزت وآبرو پر حرف آئے۔ایک مرتبہ عورتوں نے حضورؐ سے کہا کہ یارسول اللہؐ ساری فضیلت تو مرد لے گئے وہ جہاد کرتے ہیں ہم کونسا عمل کریں کہ مجاہدین کے برابر ثواب حاصل ہو۔آپؐ نے فرمایا تم میں سے جو گھر میں عزت کے ساتھ بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پالے گی۔

پردہ عورت کے وقار کو بلند کرتا ہے۔اور تحفظ عصمت کے ذریعہ سے جس معاشرے میں پردے کا رواج ہے وہاں عورتوں کی عزت عام طور پر محفوظ رہتی ہے۔پردہ دراصل عفت اور پاکدامنی کا ذریعہ ہے۔پردہ حیا کو پروان چڑھاتا ہے۔حضور نبی اکرم ﷺ نے حیاء کو ایمان کا جز قرار دیا۔آپؐ نے فرمایا حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں۔اگر ایک رخصت ہو جائے تو دوسرا بھی رخصت ہو جاتا ہے۔حقیقت بھی ہے کہ حیا عورت کا سب سے قیمتی زیور ہے۔اور عفت کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔مگر مغربی تہذیب نے اسلامی تعلیمات کو مسخ کر کے عورتوں کی آزادی کا پُرفریب نعرہ دے کر عورت کی حقیقی عزت کو ملیامیٹ کر دیا۔ان کا سب سے خطرناک ہتھیار عورت کا بے پردہ گھر سے نکلنا ہے۔آج بازاروں میں مرد سے زیادہ عورتیں نظر آتی ہیں۔اس کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے۔ہم آئے دن اخباروں میں ایک نہیں دو دو چار چار خبریں پڑھ رہے ہیں۔دنیا یہ تسلیم کر لی ہے کہ عورت کی عزت وآبرو کی حفاظت پردہ میں محفوظ ہے۔اسلام نے عورت کے لئے جو احکام دیئے ہیں اس کو لوگ صد فیصد صحیح تسلیم کر رہے ہیں۔عورت اگر اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہو جائے کوئی غلط واقعہ ظہور پذیر نہ ہوگا۔

عورت کے لئے پردہ اسلامی شریعت کا ایک واضح حکم ہے۔حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔کوئی عورت بغیر کسی محرم یا شوہر کے سفر نہ کرے۔عورت کے لئے پردہ ضروری امر ہے۔اسلام کسی حال میں بھی بے پردگی کو پسند نہیں کرتا۔اس دور میں بے حیائی جس طرح دن بدن

بڑھتی جارہی ہے اسی مناسبت سے بھی بے پردگی بھی بڑھتی جارہی ہے۔قرآن کہتا ہے۔عورتوں سے کہو کہ اپنی چادریں اپنے اوپر لیں اور پردہ کریں۔قرآن پاک کا حکم قیامت تک ہے۔جو چیز پردہ میں ہوگی اس کی قیمت بڑھ جاتی ہے اس کی قدر کی جاتی ہے۔اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جہاں عورت کو وہ مقام عطا کیا جو کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔عورت پردہ کرے کیونکہ ہمارا اللہ بھی پردہ میں ہے۔پردہ دراصل حسن اور عفت کا محافظ ہوتا ہے۔دنیا جہاں میں دیکھیں جن جن مقام پر عورت بے پردگی میں زندگی گزارتی ہے وہاں کس کس نوعیت کے واقعات ہورہے ہیں۔عورت کی زندگی وہاں عذاب بن کر رہ گئی ہے۔پردہ ایک ایسا عمل ہے جس سے عورت محفوظ رہتی ہے۔جب عورتیں بے پردہ ہوجاتی ہیں تو فرشتے اس پر سے نظریں اٹھالیتے ہیں اور شیطان اس پر نظریں جمائے رہتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوجاتا ہے۔کیا کوئی عورت گوارا کرے گی کہ اللہ اس سے ناراض ہوجائے۔پردہ کے معنی ہیں آنکھ کی شرم' بے پردگی میں آنکھ کی شرم ختم ہوجاتی ہے۔جہاں آنکھوں کی شرم ختم ہوجاتی ہے وہاں عورت سے حیا ختم ہوجاتی ہے۔جس عورت میں حیاء وشرم نہ ہو وہ عورت باقی نہیں رہتی۔حضرت محمدؐ نے نابینا سے بھی پردہ کرنے کا حکم دیا ۔آپؐ فرماتے ہیں نابینا سے بھی پردہ کرو۔اس لئے کہ تم بینا ہو۔اس طرح کے واضح حکم کے بعد کیا کوئی عورت بے پردگی کو پسند کرسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو پردے کی بنیاد پر دوسری عورتوں سے الگ کر کے پردے کو اس کی پہچان بنایا۔اسلام نے عورت کو شمع محفل بننے سے روکا ہے اور کسی بھی بڑی برائی سے بچنے کے سلسلے میں اسے باہر جانے سے پہلے پردے کی ہدایت کی ہے۔اللہ کے رسولؐ نے فرمایا جو شخص جس قوم کی مشابہت کرے گا وہ اسی میں سے ہوجائے گا۔مغربی تہذیب وتمدن نہ صرف معاشرہ کو گندہ کررہی ہے بلکہ ادب واحترام کو بھی ختم کررہی ہے۔اس کے برخلاف اسلامی معاشرہ سکون واطمینان کی فضا پیدا کرتا ہے۔حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلاتا ہے۔غرض پردہ عورت کی عفت' عزت اور پاکیزگی کا اظہار کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم اپنی بہنوں' ماؤں کو اس کی طرف ہمیشہ راغب کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

ایک عربی کہاوت ہے۔عورت کی آواز بھی عورت ہے۔یعنی آواز کا پردہ بھی۔عورت کی بآواز بات کرنا بھی اسلام میں معیوب ہے عورت جو زیور استعمال کرتی ہے اس کی کوئی آواز نہ ہو۔خوشبو بھی اتنی نہ لگائے کہ غیر مرد محسوس کرے۔عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنا بناؤ سنگھار بھی صرف اور صرف اپنے شوہر کے لئے کرے۔

ماحول کا اثر بہت جلد ہی غالب آجاتا ہے۔لہٰذا اپنی عورتوں کو لڑکیوں کو اس ماحول میں رکھ کر تربیت دیں۔جہاں پردہ کا معقول انتظام ہے۔عورتوں کا بے پردہ ہونا فتنہ وفساد کا سبب اور بے حیائی کو آواز دینے کے برابر ہوجاتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں عورت پردے کی چیز ہے جب یہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان (لوگوں کی) توجہ اس کی طرف کردیتا ہے۔سورہ نور میں عورتوں کو پانچ چیزوں کا پابند کیا گیا ہے۔

(۱) اپنی نظر نیچی رکھیں۔

(۲) اپنی ستر کی جگہوں یعنی عزت وآبرو کی حفاظت کرنا۔

(۳) اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دینا سوائے اس کے جس کے ظاہر کرنے کئے بغیر چارہ نہیں۔

(۴) اپنی چادروں سے اپنے سینوں کو ڈھانپ کر رکھنا۔

(۵) زمین پر پاؤں اس طرح نہ ماریں جس سے ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہواور کوئی غیر محرم ان کی طرف متوجہ ہو۔

غرض عورت کے لئے پردہ ضروری ہے۔ پردہ کے حکم کو فروعی مسئلہ کہہ کر نظر انداز کر کے اس کی اہمیت کو گھٹانا گمراہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امر سے بچائے۔

روح

آج ماہ شوال المکرّم کی 4 تاریخ ہے ''روح'' کے عنوان پر مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے جسم میں ایک شئے رکھی ہے جو نظر نہیں آتی ہم اس کی طرف کبھی بھولے سے بھی توجہ نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پاک ومنزل بنا کر ہمارے جسم میں امانت کے طور پر رکھا ہے۔ یہ وہ شئے ہے جس کو نہ کوئی ہتھیار کاٹ سکتی ہے نہ آگ جلا سکتی ہے۔ نہ پانی بھگو سکتی ہے۔ اور نہ ہوا سکھا سکتی ہے۔ یہ وہ شئے ''روح'' ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے جب لوگوں نے پوچھا یہ روح کیا ہے اس کا جواب خدا تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۸۵ میں روح کے تعلق سے بیان کیا گیا۔ ''وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّي وَمَا اُوتِيتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً'' ''یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم کو تو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے''۔ یہ روح ہمارے جسم میں ایک مقررہ وقت تک رہتی ہے۔ یعنی یہ امانت ہے۔ اس امانت کی حفاظت ضروری ہے۔ سورہ فجر کی آیت ۲۸۔۲۷ میں روح کے تعلق سے بھی ارشاد ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ ہے۔ ''اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی''

روح مذہب سے پاکیزہ ہوتی ہے۔ وہ مذہب اسلام ہے۔ قرآن کہتا ہے سچا ایمان روح کو طاقت بخشتا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہماری طرز زندگی روح کو طاقت، راحت بخش رہی ہے یا نہیں۔ قناعت سے روح کو راحت پہنچتی ہے۔ زندگی دوسروں سے قرض نہیں لی جاسکتی۔ اسے خود اپنی روح کے اندر روشن کرنے کی ضرورت ہے۔ طاقت روح کے اندر سے آتی ہے باہر سے نہیں۔ روح ہی جنت ہے اور روح ہی دوزخ۔ دعا کا اثر دل کے ذریعہ روح پر ہوتا ہے۔ روح کی اہمیت، طاقت اس کی افادیت سے ہم واقف ہوگئے ہیں۔ جسم فانی ہے روح کو فنا نہیں۔ اس طرح جسم روح کی رہائش گاہ ہے۔ جذبہ خدمت دل اور روح کو پاک کرتی ہے۔

ہم دن رات جسم کو سنوانے کی کوش میں مصروف رہتے ہیں۔ جس کے لئے بے دریغ خرچ کرنے کے لئے بھی تیار ہوجاتے ہیں۔ قیمتی وقت بھی اس کے لئے صرف کر دیتے ہیں۔ لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد زندہ رہنے والی روح کو سنوارنے کے لئے وقت ہمارے پاس نہیں ہے۔ جسم کی بھوک مٹانے کی سعی وکوشش میں دن رات مصروف رہتے ہیں۔ لیکن روح کی بھوک مٹانے کے لئے وہ جذبہ دکھائی نہیں دیتا ہے۔ روح کی بھوک شریعت کے ساتھ تعلیمات ولایت سے مٹتی ہے۔ ذکر اللہ، عزلت از خلق، صحبت صادقین اور طلب دید روح کو مزید پاک ومنزہ بناتی ہے۔

اس دنیا کی زندگی امتحان گاہ ہے۔ یہاں جسم کے ساتھ روح کو بھی پاک رکھنے کی کوشش کریں۔ روح ہمارے جسم میں امانت ہے۔ اس کو اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور کو وقت مقررہ پر واپس کردیں۔ جب ہی ہماری کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ام المومنین حضرت سودہؓ اور رزق

آج ماہ شوال المکرّم کی 5 تاریخ ہے۔ام المومنین حضرت سودہؓ کی تاریخ وصال ہے۔

ام المومنین پر اور رزق پر مضمون سماعت کیجئے۔

ابتدائے نبوت میں اسلام سے مشرف ہونے والوں میں حضرت سودہؓ اور آپ کے شوہر سکرانؓ ہیں۔قبول اسلام کے بعد مشرکین نے آپ پر کافی ظلم وستم کیا تو حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ چند برس حبشہ میں گزارنے کے بعد واپس مکہ آتی ہیں۔یہیں پر آپ کے شوہر کا انتقال ہوتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضور نبی اکرم ﷺ سے آپ کا نکاح رمضان 10 نبوی میں ہوتا ہے۔حضرت سودہؓ کا قد بلند و بالا تھا۔آپ سے حضور نبی اکرم ﷺ کو کوئی اولاد نہیں ہوئی۔حضور نبی اکرم ﷺ نے 10ھ میں جب حج کیا تو حضرت سودہؓ بھی ساتھ تھیں۔ ایک دفعہ ازواج مطہرات حضور کی خدمت میں حاضر تھیں انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم میں سب سے پہلے کون مرے گا فرمایا کہ جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہے۔ ہر کوئی اپنا ہاتھ ناپے تو سب سے بڑا ہاتھ آپؓ کا تھا لیکن سب سے پہلے بی بی زینبؓ کا انتقال ہوا۔سب لوگ ظاہری معنی سمجھے جبکہ ہاتھ کی بڑائی سے آپ ﷺ کا مقصد سخاوت اور فیاضی تھا۔

حضرت سودہؓ میں اطاعت، ایثار اور فرمانبرداری کا جذبہ بہت تھا۔حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو آپ ﷺ نے فرمایا تھا میرے بعد گھر میں بیٹھنا۔چنانچہ حضرت سودہؓ اس پر شدت کے ساتھ عمل کیا یہاں تک کہ حج کو نہ گئیں۔پوچھنے پر کہتی تھی میں حج اور عمرہ ادا کر چکی ہوں اور اب خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔آپ گھر بیٹھے طائف کی کھالیں بناتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی اس کو نہایت آزادی کے ساتھ نیک کاموں میں صرف کرتی تھیں۔یہ گھریلو صنعت تھی۔حضرت سودہؓ کی سیرت کا یہ واقعہ خواتین کے لئے درس عمل ہے۔آج بھی وہ اپنے گھروں میں رہ کر گھریلو صنعتوں کے ذریعہ آمدنی کا ذرائع پیدا کر سکتے ہیں چاہے تو مرد بھی ہاتھ بٹا سکتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں 5 شوال 22ھ میں کو آپ کی وفات ہوتی ہے۔

رزق: ہم سب کا ایمان ہے خدا رازق ہے رزق دیتا ہے۔رزق سے بندے کی آزمائش ہوتی ہے۔کون حلال کمائی کی طرف اور کون حرام کمائی کی طرف راغب ہوتا ہے۔کسی کو امیر بنا کر کسی کو غریب بنا کر دیکھتا ہے کون شاکر ہے۔قیامت میں پانچ سوال پوچھے جانے کی جو بات عام ہے ان میں ایک رزق کا بھی ہے کس طرح حاصل کیا۔قرآن شریف میں رزق کے تعلق سے فرمایا گیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے۔''ہم نے جو طیب رزق دے رکھا ہے اس کو کھاؤ اور اللہ کی بندگی اور شکر بجالاؤ۔ بندہ کو اللہ پر کامل بھروسہ ہونا چاہئے۔اللہ رازق ہے۔جو اللہ سے ڈرتے ہیں اللہ انہیں ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ جو بندے کے خواب وخیال میں نہیں ہوتا۔حضرت محمد مصطفیٰ ارشاد فرماتے ہیں خدا کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اللہ پر ہی بھروسہ کرو۔آپؐ ارشاد فرماتے ہیں۔رزق اگرچہ حسب خواہش نہ ہو تو اسے برا نہ کہو۔ ہمیشہ پاک وطاہر رہو رزق میں برکت ہوگی۔

حضرت محمد رسول اللہ ؐ نے فرمایا جو شخص کھانا کھا کر یوں کہے کہ اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا۔ اور مجھے رزق عطا فرمایا۔ جس میں میری کوئی طاقت شامل نہیں اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ رزق بندے کو اس طرح تلاش کرتا ہے جیسے موت انسان کو ڈھونڈتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کردار میں راست بازی کو پسند کرتا ہے۔ اور جو راست باز ہوتے ہیں خدا ان کو رزق پہنچاتا ہے۔ ان پر رزق کے کئی دروازے کھولتا ہے۔ جو رزق حلال کے لئے سعی کرتے ہیں وہ اللہ کے دوست ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کسی مسلمان کو زیبا نہیں دیتا کہ تلاش رزق میں بیٹھ جائیں اور دعا کرے کہ اے اللہ مجھ کو رزق دے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آسمان سے سونا اور چاندی نہیں برستا۔ تلاش میں رزق حاصل ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جہاں سے اجل آتی ہے وہاں سے رزق بھی آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اچھا کھلا رہا ہے اچھا پال رہا ہے تو اس کا شکر ادا کریں شکر ادا کرنے والوں کو اور نوازتا ہے۔ اس طرح رزق میں عیب نہ نکالیں۔ پسند نہ ہو تو مت کھاؤ رزق کے معاملہ میں زبان خاموش رہے تو اچھا ہے۔ غرباء اور مسکینوں کے لئے رزق کا اہتمام کرنا بڑی نیکی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کھانا نہ کھاتے جب تک دسترخوان پر مہمان نہ ہو۔

اس بات کا خیال رکھیں کہ حصول رزق میں عبادت نہ چھوٹے۔ عربی کہاوت ہے اے نفس خدا کی عبادت کر وورنہ اس کا دیا ہوا رزق مت کھا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حرام غذا سے بچا اور حلال غذا عطا کر۔ آمین

اُمید

آج ماہ شوال المکرّم کی 6 تاریخ ہے ''امید'' کے عنوان پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

اللہ کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام رحمٰن اور رحیم بھی ہے اللہ سے امیدیں وابستہ رکھ سکتے ہیں۔ نہ معلوم اس کا فضل کب ہو جائے اور ہماری امیدیں بر آجائیں۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں۔ مت رکھو امید کسی سے مگر اپنے رب سے' ہر چیز کا عطا کرنے والا ہے۔ وہ اگر دینے پر آئے تو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ اس طرح وہ نہ دے تو کوئی طاقت دلا نہیں سکتی۔ بعض وقت انسان بہت ساری امیدیں کر جاتا ہے۔ اس طرح کی خواہش مناسب نہیں ہے اور زیادہ کی اُمیدیں مت کریں۔ انسان کو امید برلانے کے لئے محنت بھی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ امیدوں کے سہارے زندگی نہیں گزرتی بلکہ یہ خود کو فریب دینا ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں تعجب ہے جو اپنی اجل کا مالک نہیں پھر وہ امیدیں کس طرح بڑھاتا ہے۔ ہمیں خود اپنی زندگی کا بھروسہ نہیں کہ کتنے سال تک جئیں گے۔ اس کیفیت میں اگر خواہشوں کا امیدوں کا پہاڑ کھڑا کریں گے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ امیدیں اپنی حیثیت کے مطابق رکھیں۔ ایک موقعہ پر حضرت علیؓ نے اس طرح ہدایت فرمائی کہ جس شخص کی امیدیں چھوٹی ہوتی ہیں اس کے عمل بھی درست ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بڑی بڑی امیدیں انسان کو عمل سے غافل کر دیتی ہیں۔ وہ بڑے بڑے خواب دیکھنے میں منہمک ہو کر خدا کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور غفلت حرام ہے۔ حضرت علیؓ کا یہ احسان عظیم ہے کہ آپ نے سوچ اور فکر کی پاکیزگی کے لئے فرمایا ''فضول

امیدوں سے بچو یہ احمقوں کا سرمایہ ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مدت تک اس کرہ ارض پر ہمیں زندہ رکھتا ہے۔ یہ زندگی کتنی مدت تک ہے اس کا ہمیں علم نہیں۔ اس لئے زندگی کو غنیمت جان کر نیکی کے کام انجام دیں۔ برائیوں سے بچیں۔ خواہشوں سے پرہیز کریں۔ مناسب اُمیدیں رکھیں جو ہمیں صالح زندگی کے لئے کارآمد ہوں۔ حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں ''بدترین وہ ہے جو توبہ کی امیدوں پر گناہ کرے اور زندگی کی امید پر توبہ'' جب ہمیں زندگی کتنی ہے اس کا علم نہیں تو گناہ کیوں کریں۔ اور پھر توبہ کی توفیق ملتی ہے یا نہیں اس کا علم بھی نہیں۔

زندگی شریعت وطریقت کے دائرہ میں گزاریں گے تو امیدیں بھی صحیح و درست ہوں گے۔ اس زندگی میں جو امید پیدا ہوگی وہ اللہ کو کس طرح پانے کی، اس کا دیدار کس طرح حاصل کرنے کی ہوگی۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہی امید ہمارے ذہن میں پیدا کرے۔ آمین۔

جھوٹ

آج ماہ شوال المکرّم کی 7 تاریخ ہے۔

''جھوٹ'' عنوان پر ایک مضمون کی سماعت کیجئے۔ اور جھوٹ کہنے سے بچیں۔

جھوٹ بُری بلا ہے ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے دس جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کو اپنی اُمت پر اتنا اعتبار ہے کہ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں مومن جھوٹ نہیں بولتا۔ جھوٹ ایمان کو زائل کر دیتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ فرماتے ہیں بچوں کو بہلانے کی غرض سے بھی جھوٹ بولنا قابل احتراز ہے۔ آپؐ نے یہ تعلیم دی کہ کسی حال میں بھی زبان پر جھوٹ نہیں آنا چاہئے۔ سچ کیا ہے اس کا اظہار کر دینا اس میں سلامتی ہے۔ اگر نقصان ہو رہا ہے تو وہ بھی وقتی ہوگا۔ سچ کا صلہ مل کر رہتا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں جھوٹ اور غیبت سے بچنے والا سلامت رہتا ہے۔ جھوٹ ہر دور میں بُرا رہا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کے پاس جھوٹی زبان کی بخشش نہیں۔

آج دنیا میں جو چیز سب سے زیادہ نظر میں آتی ہے وہ جھوٹ اور خیانت ہے۔ یہ معاشرہ کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ انسانیت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ جھوٹی قسم نہ صرف خاندان کو بلکہ ملک کو بھی برباد کر دیتی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں جھوٹا آدمی کبھی بلند درجہ پر نہیں پہنچے گا۔ جو جھوٹے ہوتے ہیں وہ ظاہری طور پر اچھے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن خدائے تعالیٰ ان کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ جھوٹا اگر سچ بات بھی کہے تو لوگ مانتے نہیں کیونکہ اس پر اعتماد نہیں رہتا۔ کسی کی تعریف میں بھی جھوٹ کی آمیزش نہ کریں کیونکہ جھوٹی تعریف لوگوں کو مغرور بنا دیتی ہے۔ جھوٹ دراصل تمام گناہوں کی ماں ہے۔

سچ میں برکت ہے، طاقت ہے، اطمینان وسکون ہے، روحانی خوشی ہے۔ جھوٹ میں ذلت، بدنامی، رسوائی پریشانی ہے۔ لہٰذا ہر حال میں سچ کہیں اور جھوٹ سے پرہیز کریں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر حال میں ہمیں جھوٹ کہنے سے بچائے آمین۔

جسم

آج ماہ شوال المکرّم کی 8 تاریخ ہے۔ ''جسم'' کے عنوان پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

ہمارا جسم خدا کا تخلیق کردہ ہے۔ اس جسم میں تبدیلی کرنا دراصل خدا کی خدائی میں شریک ہوجانا ہے۔ اس زمین پر ہمارا جسم خدا کی امانت ہے۔ اس امانت میں خیانت نہیں کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاک ومنزہ روح کو ہمارے جسم میں رکھا ہے۔ ہمارا یہ جسم روح کی رہائش گاہ کی وجہ سے مقدس مقام کی طرح متبرک ہے۔ جسم پانی سے پاکیزہ ہوتا ہے۔ صرف جسم کو دھولینا پاکیزگی نہیں۔ باطن کو بھی پاک رکھیں جس میں خدا رہتا ہے۔ آج ہم ظاہری طور پر جسم کو خوشنما' خوبصورت بنانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اس کے لئے کافی وقت دیتے ہیں۔ پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد زندہ رہنے والا روح کو بھی ہمیں سنوارنا ہے۔

ہمارے جسم کے ایک حصہ میں دل ہوتا ہے جو دل سچائی سے پاکیزہ ہوتا ہے۔ اگر دل پاک ہے تو جسم پاک ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ جسم کا چراغ آنکھ ہے۔ اور آنکھ درست ہو تو سارا جسم روشن ہوگا۔ آنکھ اگر تاریک ہو تو جسم تاریک ہوگا۔ جسم کی حفاظت میں آنکھ کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ہمارا وجود یعنی جسم نہ صرف اپنے لئے ہوتا ہے بلکہ اولاد کے لئے' بیوی کے لئے' والدین کے لئے' قوم کے لئے بلکہ وطن کے لئے ہوتا ہے۔ اس طرح جسم کی حفاظت دراصل سارے معاشرہ کی حفاظت ہوتی ہے۔

جسم کے لئے محنت ضروری ہے۔ محنت کرنے سے جسم میں پھرتی پیدا ہوتی ہے۔ طاقت ور جسم میں طاقت ور دل ہوتا ہے۔ صحیح دماغ بھی تندرست جسم میں پایا جاتا ہے۔ صحت کو جو بگاڑتا ہے وہ دراصل اپنے جسم کا دشمن ہوتا ہے۔ اس دور میں چند ایسی دوائیں ایجاد ہوئی ہیں جو جسم کے نشونما میں تبدیلی کرتی ہیں۔ یہ دوائیں آگے جاکر جسم کے لئے نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ ان سے بچنے کی ضرورت ہے۔ اچھی غذا سے نہ صرف صحت ہوتی ہے بلکہ جسم بھی تیار ہوتا ہے۔ ایسی غذا کا استعمال کریں جس سے جسم کو راحت ملتی ہے۔ دراصل جسم کی راحت کم کھانے میں ہے۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں جب پیٹ خالی ہو تو جسم روح بن جاتا ہے۔ اور جب وہ بھرا ہوتا ہے تو روح جسم بن جاتی ہے۔ ہمیں جسم کو روح بنانا ہے جو پاکیزہ ہوتی ہے۔

ہمارا یہ جسم اللہ کی امانت ہے۔ اس جسم کو دوزخ کی آگ سے بچانا ہمارا کام ہے۔ اس مصروف زندگی میں ہمیں وقت نہیں ملتا کہ زندگی کے اعمال پر نظر ڈالیں۔ ہم کوشش یہ کریں رات آرام سے قبل اپنی روزمرہ کی زندگی کا جائزہ لیں۔ دیکھیں کہ خیر کی راہ میں تھے یا شرکی۔ نیک کاموں میں گزری یا بدی کے کاموں میں' عبادت میں گزری یا ناشکری میں۔ کہیں ہماری زندگی گناہ سے مسخ تو نہیں ہوئی؟ ان تمام سوالوں کا جواب مل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہمارے جسم کو عبادت سے ذکر اللہ سے سنوارے۔ آمین۔

حضرت اویس قرنیؓ اور رحمت

آج ماہ شوال المکرّم کی 9 تاریخ ہے۔ حضرت اویس قرنیؓ کی وصال کی تاریخ ہے۔
''رحمت'' پر بھی ایک مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت اویس قرنیؓ دنیا و مافیہا سے دور عزلت از خلق میں زندگی گزارتے تھے۔ اپنی ہستی کو خدائے تعالیٰ کی محبت میں گم کر دیئے تھے۔ فضل خداوندی سے علم ظاہر کے ساتھ علم باطن بھی آپ کو حاصل تھا۔ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ گھر بار، لباس اور کھانے پینے وغیرہ سے ہمیشہ آزاد رہے۔ دنیوی تعلقات میں آپ کے لئے صرف تنہا ماں تھی۔ ماں کی خدمت کو سب سے بڑی سعادت و عبادت سمجھتے تھے۔ جب تک والدہ بقید حیات رہیں ان کی تنہائی کے خیال سے آپ نے حج نہیں کیا اور جمال نبوی ﷺ کے دیدار سے محروم رہے۔ ایک دن والدہ محترمہ سے اجازت حاصل کر کے حضور نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کا شرف پانے کے لئے مدینہ آتے ہیں لیکن اُس وقت حضور ﷺ سے آپ کی ملاقات نہیں پاتی ہے۔ ماں کی تنہائی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بغیر انتظار و ملاقات کئے اپنے مقام واپس ہوتے ہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ جو وجہ تخلیق کائنات ہے اس عاشق کو ''خیر التابعین'' کے لقب سے نوازتے ہیں۔ آپ کو جب یہ اطلاع ملتی ہے کہ جنگ اُحد میں حضور نبی اکرم ﷺ کا ایک دندان مبارک شہید ہو گیا ہے تو یہ عاشق رسول بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے کوئی پہلو چین نہیں پڑتا ہے فوراً اپنا ایک دانت نکال دیتے ہیں۔ پھر خیال آتا ہے حضور کا کس طرف کا دانت شہید ہوا ہے؟ اس طرح ایک ایک کر کے پورے دانت نکال دیتے ہیں۔ حضور ﷺ سے عشق و محبت، فدائیت کا ایک منفرد واقعہ ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے وصال سے قبل حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا علیؓ کو اپنا جامہ مبارک دیتے ہوئے یہ وصیت فرمائی یہ جامہ مبارک حضرت اویس قرنیؓ کو دینا اور کہنا اُمت کے لئے دعا کریں۔ مقام غور ہے یہ دونوں صحابہ کرام بعد وصال حضور ﷺ اویسؓ کی تلاش کرتے ہیں اور ایک مقام پر ملاقات ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کا جامہ مبارک دیتے ہوئے اُمت کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت اویس قرنیؓ جامہ مبارک لے کر آنکھوں سے لگاتے ہیں اور سر پر رکھتے ہیں اور حسب حکم رسول اللہ ﷺ امت کے لئے دعا کرتے ہیں

ہرم بن حیان نے ایک مرتبہ آپ سے درخواست کی کہ کوئی حدیث سنایئے تاکہ یاد کرلوں۔ آپ نے فرمایا میں نے محمد ﷺ کو پایا اور نہ آپ ﷺ کی صحبت سے بہرہ ور ہوا۔ آپ ﷺ کو دیکھنے والوں نے دیکھا ہے اور تم لوگوں کی طرح مجھے بھی آپ ﷺ کی حدیثیں پہونچی لیکن میں اپنے لئے دروازہ کھولنا نہیں چاہتا کہ محدث، قاضی یا مفتی بنوں۔ حضرت اویس قرنیؓ ہمیشہ ذکر و فکر میں رہتے اور مخلوق سے دوری اختیار کئے ہوئے تھے۔ دم و قدم کی حفاظت کرتے تھے۔ 9 شوال کو آپ کی وفات ہوئی۔

رحمت: جو زمین پر اللہ کے بندوں پر رحمت بنتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر بھی اپنی رحمت نچھاور کرتا ہے۔ جب اللہ کسی پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کے دروازوں کو بند نہیں کرسکتی۔ اللہ کی رحمت غنی اور صابر لوگوں کے ساتھ رہتی ہے۔ یاد رہے فرمانبرداری کے بغیر رحمت کا امیدوار ہونا جہالت اور حماقت ہے۔

ہم اللہ کے بندے ہیں ہمیں اس کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ مایوسی کفر ہے۔ جو گمراہ ہیں وہی اللہ کی رحمت سے محروم رہتے ہیں۔ جو اللہ اس کے رسول اور قرآن پر ایمان رکھتے ہیں انہیں ہر حال میں اللہ کی رحمت میسر ہوتی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کے ساتھ رحمت عطا کرتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب بھی دعا کرتے' فرماتے اے اللہ تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرمادے۔ ہم بھی اللہ سے شہرت کی نہیں' زندگی کی نہیں' مال و دولت کی نہیں' بلکہ ایمان کی دعا مانگتے ہوئے اس کی رحمت کو مانگے۔ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے۔ جب وہ کسی پر رحم کرتا ہے تو وہ زمین کا خوش نصیب بندہ بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کئی ایک اعمال سے ملتی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں جب دو بھائی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان میں ستر (70) رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ 69 رحمتیں اس کو ملتی ہیں جو ان دونوں میں زیادہ خندہ وکشادہ پیشانی سے ملتا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں" خدا اس شخص پر رحمت فرمائے جو مجھے میرے عیوب سے مطلع کرے۔ کوئی ہمارے عیب کو غلطی کے بارے میں بتاتا ہے تو ہمیں اس پر ناراضگی یا غصہ کرنا نہیں چاہئے بلکہ اس کا شکریہ ادا کریں۔ حضرت عمرؓ نے اس شخص کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں تنگدست قرض دار کو مہلت دینا رحمت الٰہی کو جوش میں لانا ہے۔ جس دینی' مذہبی محفل میں بیٹھتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ وخلیفہ کا ذکر سنتے ہیں تو رحمت الٰہی کا کچھ نہ کچھ حصہ مل جاتا ہے۔

ہم جس دور میں زندگی گزار رہے ہیں یہ علمی دور ہے۔ علم وہ ہی اچھا ہے جس سے رحمت برسے۔ نا کہ وہ علم جو شعلہ بن کر نفرت پیدا کرے۔ زبان وقلم کو اس احتیاط سے استعمال کریں کہ لوگ قریب آئیں نہ کہ دور ہوں۔ قریب آنے پر ہی وہ مذہب کی جماعت کی سچائی سے واقف ہوں گے۔ اس طرح تقریر وتحریر ان کے لئے رحمت ہو جائے گی۔

رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے وسیلے سے دعا کریں کہ ہماری زندگی کا ہر قدم دوسروں کے لئے رحمت ہو نہ کہ زحمت۔ آمین۔

انتقام

آج ماہ شوال المکرّم کی 10 تاریخ ہے۔ عنوان "انتقام" پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

اسلام میں انتقام کا جذبہ رکھنا کسی حال میں بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے ایک لامتناہی سلسلہ نسل در نسل شروع ہو جاتا ہے۔ اس کا سدباب عفو و درگزر میں ہے۔ جس سے خوشنودی رب العالمین حاصل ہوتی ہے۔ یہ کہنے کو بہت آسان ہے لیکن دل پر جبر کر کے ذہن کو مائل رحمت کر کے' جذبات کو قابو میں رکھ کر انتقام کی آگ کو انشاءاللہ تعالیٰ بجھایا جا سکتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ انتقام نہیں لیا کرتا۔ کون ہو گا جو اللہ سے نہیں ڈرے گا صرف فرعون' شداد کی فطرت کے لوگ اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُمت محمدیہ میں اس مزاج کے افراد نہیں ہیں۔ انسانی مزاج میں بعض وقت جلد ہی انتقام کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے حالات میں حضرت علیؓ کا یہ ارشاد گرامی ہمیں ہدایت دیتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کسی سے انتقام لینے میں جلدی نہ کرو اور کسی کے ساتھ نیکی کرنے میں تاخیر نہ کرو۔ بعض افراد مجبور ہو کر انتقام کے طریقے سوچتے رہتے

ہیں۔شیطان بھی انہیں بھٹکانے میں پیش رہتا ہے۔جس کی وجہ سے زخم تازہ رہتے ہیں۔ایسے افراد کے لئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔صاحب حکمت وہ ہے جوقدرت واختیار کے باوجودانتقام نہ لے۔

انتقام کی آگ بہت بُری ہوتی ہے۔بعض وقت نہ صرف خود ہی کوجلاتی بلکہ خاندان کوتباہ وبرباد کردیتی ہے۔صاحب دوراندیش نے کہاہے کہ جوانتقام نہیں لیتاوہ اپنے دشمن سے بدر جہا بہتر ہے حقیقت میں دشمن کومعاف کردیناہی سب سے بڑاانتقام ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔عفوودرگزر نہایت عمدہ انتقام ہے۔آپؐ نے یہ بھی ارشادفرمایا انتقام لینے والا اپنے دشمنوں کی ہی سطح پر رہتا ہے۔اورمعاف کرنے والااس سے بلند ہوتا ہے۔بلندی کوکون نہیں پسند کرتا۔بلندی پر پہنچنے کی ہرایک کوآرزو ہوتی ہے۔لہٰذا جس عمل سے بلندی ملتی ہواس کو اپنائیں۔الغرض انتقام لینے سے نہ لینابہتر ہے۔

اللہ تعالٰی کے حضور دعاہے کہ زندگی کے سفرمیں ہمیں اس موڑ پرنہ لے آئے جہاں انتقام لینے نہ لینے کی نوبت آئے۔آمین۔

گنج شہداءؓ

آج ماہ شوال المکرّم کی 11 تاریخ ہےاور بہرہ عام گنج شہداء ہے۔

قرآن پاک میں پارہ دوم میں ارشادہواہے جواللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ ہرگزمت کہنا بلکہ وہ زندہ ہے لیکن تمہیں خبر نہیں اس طرح پارہ چہارم میں ارشادہواہے جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے انہیں مردہ ہرگزنہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔شہید کابڑامقام ومرتبہ ہےخون کاخطرہ گرتے ہی بخشش دیاجاتا ہے،قبرکےعذاب سے محفوظ رہتاہےجہنم کےعذاب کاخوف نہیں رہتا۔

تاریخ کےاوراق شاہد ہیں کہ ہمارے اسلاف نے اپنے اپنے دور کے بزرگوں،رہبروں، اورصاحب دائرہ کی سچے دل سے اطاعت بجالائی انکےحکم پراپنی جانیں تک قربان کرنے سے گریزنہیں کیا مرشدکے زبان سےنکلی ہوئی ہربات پرعمل کیااورکبھی بھی بات خالی نہیں گئی۔

حامل بارامانت حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرصدیق ولایتؓ کادائرہ مبارکہ کھانبیل میں ہے۔حضرت مہدی موعودعلیہ السلام کی پیشن گوئی کےمطابق مہدویوں پرعلمائے سوکےخواہش وحکم پرحکومت کے ذمہ دارافرادظلم وستم کررہے تھے۔مہدوی دائروں کی طرف عوام کارجحان تھا۔لوگ جوق درجوق انکی طرف راغب ہورہے تھے۔ایسے حال وماحول میں یہ دنیادارعلماءسرکاری سپاہیوں کے ذریعے دائرہ والوں پرظلم وستم کررہے تھے۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرصدیقؓ اورآپ کے اصحاب اللہ تعالٰی کی محبت میں ایک مقام سے دوسرے مقام ہجرت کرتے ہوئے کھانبیل میں دائرہ قائم کرتے ہیں۔جب آپکواطلاع دی جاتی ہے کہ دشمن حملہ کرنے کے لئے آرہا ہے 12/ شوال 930ھ کوآپ نے 40 فقراءکودائرہ میں خواتین کی حفاظت کے لئے چھوڑدیا۔ اور ایک لکیر کھینچ کران فقراءکوتاکیدفرمائی کہ کسی حال میں بھی اس لکیرکوپارنہیں کرنا۔حبشیوں کی ایک ٹولی آکر اس دائرہ پرحملہ کرتی ہے تیروں پرتیرچلاتی ہے۔یہ نہتے فقیراپنی جگہ بیٹھے بیٹھے تیروں

کے زخم کھاتے ہوئے شہید ہوجاتے ہیں لیکن لکیر کے باہر آ کر حبشیوں سے مقابلہ نہ کیا۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ جنگ کے بعد جب دائرہ کو واپس آتے ہیں تو چالیس فقراء کی لاشوں کو دیکھ کر افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔ ایمان اور دیدار کی بشارت دے کر نماز جنازہ پڑھاتے ہے۔کھانبیل کے تالاب کے کنارے ایک بڑا گڑھا کھود کران 40 شہیدوں کو ایک ہی جگہ دفن کرتے ہیں جب سے اس جگہ کا نام گنج شہیداں پڑ جاتا ہے۔

یہ واقعہ دراصل قائد، رہبر، مرشد کے حکم کی تعمیل اور انکی اطاعت کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ 40 فقراء کرام نے حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایت کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی یہاں تک کہ جان عزیز قربان کردی۔ان شہداء کی اطاعت امیر و مرشد کی وجہ سے تاریخ میں انکا نام زندہ ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں رہبران قوم کی اطاعت کرنے کا حقیقی جذبہ وحوصلہ عطا فرمائے اور ہمیں بھی وہ عقیدہ عطا فرما جو ہمارے اسلاف میں تھا۔

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ

آج ماہ شوال المکرّم کی 12 تاریخ ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کی پیشین گوئی کے مطابق فتح کی تاریخ ہے۔

آپ خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے خلیفہ دوم ہیں۔آپ کو سیر ولایت حاصل ہے۔تاریخ مہدویت میں حضرت کی شخصیت جو اہمیت رکھتی ہے محتاج بیان نہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کے وصال مبارک کے بعد مہدویت کی دینی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ جس واقعہ نے گہرا اثر ڈالا ہے وہ حضرت کی شہادت کا عظیم واقعہ ہے۔حضور مہدی موعودؑ نے آپ کی شہادت مخصوصہ کو اپنی مہدیت کی حجت اور دلیل فرمایا۔ جنگ کی کیفیت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ پہلے روز تمام عالم کا لشکر بھی اگر تم پر چڑھائی کرے اور تم تنہا رہو تو فتح تمہیں کو حاصل ہوگی اور دوسرے روز تمہاری شہادت ہوگی۔سر جدا ہوگا، تن جدا ہوگا اور پوست جدا ہوگا اور اگر ایسا نہ ہو تو جان لو کہ بندہ مہدی موعود نہیں۔تاریخ شاہد ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ من وعن پوری ہوئی۔12 /شوال المکرّم کو جنگ ہوئی۔عینل کی فوج کو شکست ہوئی۔اس دن کو مہدوی تاریخ میں ''یوم الفتح'' کہتے ہیں۔14 /شوال کو آپ کی شہادت ہوئی۔سر جدا ہوا، تن جدا ہوا اور پوست جدا ہوا۔پٹن، سدراسن اور چاپانیر آپ کے مدفن ہونے کا شرف پائے۔تاریخ اس طرح کی شہادت کی مثال دینے سے قاصر ہے کیونکہ یہ بدل ذات مہدی کی شہادت ہے۔

حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی سیرت کے واقعات ہر راہ شریعت وولایت کے مسافر کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت مند گھرانے میں پیدا فرمایا تھا۔تصدیق حضرت مہدی موعودؑ سے مشرف ہونے کے بعد صحبت مہدیؑ اختیار کئے۔دور خلیفۃ اللہ میں آپ کی کیا کیفیت تھی اس واقعہ سے اندازہ لگائیے۔ایک روز نماز میں حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو نہیں پایا۔آپ خود حجرے کو تشریف لے گئے اور جماعت خانہ میں نہ آنے کی وجہ دریافت کی۔بندگی میاں نے فرمایا میرانجی بندہ کے پاس اتنا بھی کپڑا موجود نہیں تھا کہ باہر آ کر نماز پڑھ سکوں۔یہ دورِ خلیفۃ اللہ کا واقعہ ہے۔بندگی میاں کے دور خلافت کا واقعہ ملاحظہ فرمائیے جن کے تین لاکھ مرید

تھے۔میاںؓ کے سر پر قمر نما ٹوپی تھی جو پرانی ہو کر تار تار ہو گئی۔گھر میں پگڑی بھی نہیں تھی جو پہن لیتے۔اس سے علم ہوا کہ آپ کی نظر کبھی بھی مشایخانہ لباس پر نہیں تھی۔

حضرت مہدی موعودؑ کا وصال ہوئے دس سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔حضرت ثانی مہدیؑ بھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے۔میاںؓ نے مصدقان مہدی موعود میں حضرت مہدی موعودؑ سے کتنی عقیدت ہے اس کا علم پانے کے لئے آپ نے ایک کنکر اپنے ہاتھ میں لے کر اصحاب کو دیکھایا اور فرمایا کہ یہ کیا چیز ہے ؟ سب نے کہا یہ کنکر ہے پھر فرمایا اچھی طرح دیکھو۔انہوں نے کہا ہم دیکھ رہے ہیں بظاہر تو کنکر ہی ہے۔میاںؓ نے فرمایا اس کو مہدی موعودؑ نے جوہر فرمایا ہے۔تمام نے جواب دیا آمنا و صدقنا۔پھر میاںؓ نے فرمایا اس کنکر کو کسطرح جوہر کہتے ہیں تو انہوں نے کہا ہمارے دیکھنے کا اعتبار ہے ہماری نظر میں کنکر دکھائی دیتا ہے کیونکہ امام آخرالزماں نے فرمایا ہے وہ جوہر ہے بے شک وہ جوہر ہے اور حق ہے۔یہ ایک عقیدت کا پرتو تھا۔آج یہ حال ہے کہ علم وسوچ وفکر اور اپنے حاشیہ برادروں کو مدنظر رکھتے ہوئے فرامین خلیفتہ اللہ اور فرائض ولایت کا جائزہ لیتے ہیں جہاں انہیں فائدہ یا اپنا مطلب نکل سکتا ہے اس کو قبول کر لیا جاتا ہے اس کے برخلاف ہوتا ہے تو اس پر اعتراض کر دیا جاتا ہے یہ پرتو اس دور کا ہے۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ نے فرمایا کہ صرف ذکر اللہ، نماز اور روزہ سے خدا نہیں ملتا بلکہ اس کے ساتھ وہ تمام عمل صالح کرنے چاہیئے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔اس ارشاد کی روشنی میں دائروں کی حقیقی تصویر نظر آتی ہے جہاں نہ صرف دینی و مذہبی احکامات پر بلکہ سماجی، معاشی اور دیگر احکامات پر بھی عمل کی ترغیب دی جاتی تھی جہاں قرآن ان کا ضابطۂ حیات اور منشور حیات ہے۔

دائروں میں بڑوں کے ساتھ بچوں کی تربیت کا بھی معقول انتظام تھا۔حضرت شاہ خوندمیرؓ کبھی کبھی عصر اور مغرب کے درمیان بچوں کو بسم اللہ اور الحمد للہ پڑھاتے تھے۔دائرے کے اصحاب بھی بچوں کو بھی زیور تعلیم سے آراستہ کرتے تھے۔اصحاب بھی میاںؓ کی صحبت میں رہ کر صاحب حال ہو جاتے ہیں۔بندر جیول میں ایک بوڑھی عورت آپ سے ملاقات کر کے اپنے بیٹے کے گم ہونے کی کیفیت بیان کرتی ہے۔آپ سے کہتی ہے کہ دعا فرمایئے کہ بیٹا مل جائے۔میاںؓ نے ابراہیم شیخا کی طرف اشارہ کیا۔وہ ابراہیم شیخا کی پاس آئی اور کہا کہ میاںؓ نے بھیجا ہے۔تمام کیفیت سننے کے بعد ابراہیم شیخا کہتے ہیں جب خزانہ کا مالک کا حکم ہے تو کنجی والا کیوں بخیلی کرے فرمایا جا بیٹا گھر میں ہے وہ عورت گھر آ کر دیکھتی ہے کہ بیٹا گھر میں موجود ہے بیٹے سے پوچھتی ہے کہاں تھا اور کیسے آیا۔اس نے کہا فلاں مقام پر تھا سخت ہوا چلی آنکھیں بند ہو گئیں تھیں جب کھولیں تو دیکھا یہاں ہوں۔

دائرہ میں کوئی چھوٹا نہ بڑا سب طالب خدا ہوتے تھے۔جہاں شیخ، پٹھان یا سید کا کوئی تصور نہیں ہوتا تھا سب ایک دوسرے کو بھائی سے مخاطب ہوتے تھے۔تقویٰ و پرہیزگاری کی بنیاد پر ادب و احترام کیا جاتا تھا۔دائرہ مساوات کا درس دیا کرتے تھے۔تمام شیر و شکر ہو کر زندگی بسر کرتے تھے۔

دائرہ میں خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے ارشادات اور تعلیمات پر سختی سے عمل ہوتا تھا۔عالیت پر خاص توجہ دی جاتی تھی متوکلانہ زندگی تھی جو اللہ کے نام پر آتا اس کو قبول کیا جاتا تھا۔صاحب دائرہ اور فقراء کے منصب کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔کھانبیل میں میاںؓ کا دائرہ ہے ملک حسین بھٹی نے تین سو من جواری کی چھٹی للہ بھیج کر کہلایا کہ کسی شخص سے منگوالیں۔میاںؓ نے چھٹی واپس کر دی اور فرمایا یہ کام فقیروں کا نہیں ہے

کہ اناج لانے کے لئے گھر گھر، گاؤں گاؤں پھریں دائرہ میں جو کچھ بے شان وگمان آ گیا وہی لے سکتے ہیں۔میاںؓ نے فرمایا دائرہ کا فقیر کسی امیر کے گھر جائے اور امیر کچھ دے یا دائرہ میں بھیجے تو وہ فتوح نہیں ہے، نہیں کھانا چاہئیے اور مرشد دائرہ کو بھی نہیں لینا چاہئیے ۔

صاحب دائرہ جب ظاہری اور باطنی علم سے اپنے اصحاب کی تربیت کرتا ہے تو صاحب حال فقراء پیدا ہوتے ہیں۔صحبت صادقین اور تربیت سے شخصیتیں ایسی نکھر آتی ہیں کہ ملاءاعلیٰ کے فرشتے دیکھائی دیتے ہیں۔حضرت بندگی میاںؓ اپنے 40 ساتھیوں کے ساتھ احمد آباد جارہے تھے سانبھرمتی ندی کے کنارے موضع سرکھیج میں حضرت شیخ احمد کھٹو کا عرس ہورہا تھا۔اطراف کے ملّا اور عالم جمع تھے۔انہوں نے آپ کو دیکھا اور کہلوایا ہم آپ سے ثبوت مہدیؑ میں بحث کرنا چاہتے ہیں۔آپ یہ سنکر ٹہر جاتے ہیں۔گفتگو کے بعد علماء بحث میں عاجز ہوجاتے ہیں۔کہا کوئی معجزہ حضرت مہدی موعودؑ کا بتلایئے۔آپؓ نے فرمایا معجزات سحر اور جادو کے مشابہ ہوتے ہیں اس لیے حضرت سید محمد جونپوری کے مہدی ہونے کا ثبوت آپ کے اخلاق ہیں۔علمائے سلف نے ثبوت رسالت میں اخلاق نبی اکرم کو پیش کیا ہے۔اگر تم کو اصرار ہے تو حضرت مہدی موعودؑ کا معجزہ رہنے دو۔ان 40 فقراء میں سے جس کسی فقیر سے ایک لاکھ چالیس ہزار پیغمبروں میں 313 نبی مرسل اور 6 اولوالعزم ہیں جس نبی کا معجزہ چاہو ان فقراء میں سے کسی سے بھی طلب کرلو۔یہ سنکر علماء کے ہوش اڑ گئے اور سب خاموش ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ طلب کرنے پر معجزہ کا اظہار ہوجاتا اور تصدیق مہدیؑ کرنا ضروری ہوجاتا۔فقراء میں یہ کیفیت صاحب دائرہ کی تربیت سے پیدا ہوتی ہے۔آج فقراء کی تربیت کی طرف توجہ نہیں دی جارہی ہے جسکی بناء پر فقراء عالیت کو چھوڑ کر رخصت پر بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔صاحب دائرہ جب کسی کو فقیر کرتا ہے تو تربیت کی بھی ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے اس ذمہ داری کو عملی جامعہ پہنانے کی ضرورت ہے آج دنیا کی حرص ہماری زندگی میں سورج کی روشنی کی طرح ہم پر سایہ فگن ہوگئی ہے۔اس ماحول میں خدا کے مقبول بندے بننے کے لئے کافی محنت کی ضرورت ہے۔ حضرت بندگی میاںؓ نے حضرت مہدی موعودؑ سے پوچھا کہ اللہ کے پاس مقبول ہے یا مردود کیسے معلوم ہو۔مہدیؑ نے فرمایا کہ بغیر فنا ہونے کے معلوم نہ ہوگا۔یعنی مرنے سے پہلے مرنیکا۔جو شخص دنیا کی حرص کم رکھتا ہے وہ مقبول ہے اور جو دنیا کی حرص زیادہ رکھتا ہے وہ مردود ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ

آج ماہ شوال المکرّم کی 13 تاریخ ہے۔بہرہ عام حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ خاص کاموں کے لئے چند بندوں کو منتخب کرلیتا ہے اور دنیا میں اُن سے کام لیتا ہے۔اس کام کے قابل بنانے کے لئے انہیں خاص تعلیم سے، اخلاق سے، کردار سے، خاص صفات سے آراستہ کرکے اس دنیا میں پیدا کرتا ہے۔حضرت شاہ خوندمیرؓ کو بچپن سے ہی خدا کی طلب تھی۔رشتہ دار، والد کے دوست احباب، انہیں اپنے والد کا منصب حاصل کرنے کے لئے زور دیتے تھے لیکن وہ ہمیشہ ٹال مٹول کردیتے تھے۔طبیعت دنیا کے حصول کی طرف راغب نہیں ہوتی تھی۔جب دباؤ ڈالا گیا کہ اپنے والد کا منصب حاصل کرلو اور بادشاہ کے نوکر ہوجاؤ۔آپ جواب دیتے ہیں ''ہم نے اپنے معبود کو دیکھا ہے اور نوکری چاکری اور بندگی بھی اپنے خالق کی کریں گے۔ہم مخلوق کے نوکر چاکر نہیں بنیں گے''۔کم عمری میں یہ آپ کی کیفیت تھی۔جب آپ جوان ہوئے، گھر والوں نے آپ کے مزاج کو دیکھ کر متفق

ہوکر کہنے لگے کسی پیر سے انہیں مرید کروادینا چاہیئے ۔گھر والے آپ کو مرید کروانے کے لئے شاہ مودود چشتی، شیخ احمد کھٹو اور شیخ الاسلام شیخ ماہ کے پاس باری باری سے لیجاتے ہیں لیکن ہر جگہ آپ دنیا کی طلب پانے والے پیر پاتے ہیں۔آپ ایسا پیر چاہتے تھے جو بندہ کو خدا سے ملائے۔ گھر والوں سے کہتے ہیں پیر ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے کسی مرید کو دوزخ کی طرف لے جانے والے فرشتوں سے اپنے مرید کا ہاتھ چھڑائے اور کہے کہ یہ میرا مرید ہے اس کو چھوڑ دو۔

خدا تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی تمام ضروریات سے نوازا تھا،شہرت دی تھی،عزت دی تھی، دولت عطا کی تھی،سب کچھ دیا تھا لیکن آپؒ سب کو ہی سب کچھ سمجھ کر خدا کا شکر ادا کر کے بیٹھ نہیں گئے ۔ بلکہ آپ نے ان تمام کو ایک طرف رکھ دیا اور اپنی ذات سے ان تمام کو الگ کر دیا اور تلاش وجستجو میں لگے رہے تو صرف اور صرف حقیقی ''پیر'' کی آپ کی اس بے چینی وتلاش کو دیکھ کر حضرت ملک بخن جو رشتہ میں ماموں ہوتے تھے آپ کو بیعت کے لئے شیخ صاحب کے پاس لے گئے ۔سجادہ صاحب شیخ احمد کھٹو کی قبر کے پاس بیٹھ کر مرید کرنے کے لئے شجرہ لکھنے لگے۔آپؒ کے دریافت فرمانے پر سجادہ نے عرض کیا کہ شجرہ لکھ رہا ہوں اور قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کا مرید کرادیا ہوں ۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ قبر سے مرید ہونا بت پرستی ہے اور اٹھ کھڑے ہوگئے ۔اس واقعہ کے بعد ملک بخن کو خیال ہوا کہ اس لڑکے میں خدا کی بڑی طلب ہے۔آپ کو لے کر مودود حسینی چشتی کے پاس لے کر گئے ۔انہوں نے کہا کہ آپ کا خاندان شیخ احمد کھٹو کے خاندان کا مرید ہے میں اس بات کو ذرا صوبہ دار مبارز الملک سے دریافت کر لیتا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے ماموں سے فرمایا کہ آپ ایسے آدمی کے پاس لائے ہیں جو خاص دنیا کی ماں ہے۔ یہ صوبہ دار سے پوچھ کر مرید کرتے ہیں اور میں ان سے خوب منزل مقصود تک پہنچوں گا۔ان دو واقعات کے بعد بھی ملک بخن آپ کو اس دور کے شیخ الاسلام کے پاس لے کر آئے لیکن یہاں بھی آپ کی طلب کا سامان نہیں ملتا۔اور فرمایا کہ جہاں بھی آپ لے جاتے ہیں وہاں دنیا ہی دنیا ہے۔ان تین واقعات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بعثت مہدی علیہ السلام کے وقت جو اپنے آپ کو دین کے رہبر کہا کرتے تھے ان کی کیا حالت تھی۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام مکہ مبارک کے سفر سے واپس ہوکر احمد آباد سے ہوتے ہوئے پٹن میں قاضی قادن کے روضہ میں قیام فرماتے ہیں ۔یہیں ملک بخن جو روضہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے،حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات فرماتے ہیں ۔عرض کرتے ہیں یہاں ایک طالب خدا ہے۔ دیدار باریٔ تعالیٰ کا طلبگار ہے۔ کئی ایک علماء ومشائخوں کے پاس لے گئے ان کی پیاس نہیں بجھی۔ میں سمجھتا ہوں اس طالب کی طلب صرف آپ سے ہی بجھے گی۔آپ کی اگر اجازت ہو تو بندہ آپ کے دربار میں لے آتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں جاؤ ان کو میرے پاس لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو یہاں ان کے لئے لایا ہے۔ یہ سن کر میاں بخن گھر روانہ ہوتے ہیں اور نماز عصر کے وقت شاہ خوندمیرؒ کو لے کر آتے ہیں اور اسی وقت حضرت مہدی موعود علیہ السلام قیام گاہ سے عصر کی نماز کے لئے باہر تشریف لائے ہیں۔ یکا یک شاہ خوندمیرؒ کی نظر مبارک حضور پر پڑتی ہے۔ نظر سے نظر ملتی ہے اور وہ نظر جو ایک ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے آپؒ بے ہوش ہوجاتے ہیں اور جب ہوش میں آتے ہیں تو فرماتے ہیں ''پھوٹ جائیں بندہ کی آنکھیں بندہ نے مہدی کو نہیں خدا کو دیکھا'' اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مہدیؑ فرماتے ہیں جو خدا ہو سو خدا کو دیکھے اور فرمایا بھائی خوندمیر میں سب سامان موجود تھا صرف روشن کرنا باقی تھا۔خدا کے ذکر وفکر میں آپ اتنے محو ہوجاتے ہیں کہ اپنی ذات کی خبر نہ ہوتی تھی۔ اُلوہیت کے سات کے سات دریا ایک ہی گھونٹ میں پی لیا کرتے تھے،لب تر نہ ہوتا تھا۔حضرت

مہدی موعودؑ آپ کی کیفیت کو دیکھ کر فرمایا کہ ہم اور تم ایک وجود ہیں تمہارے اور ہمارے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔آپ کو سیر ولایت اور حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کو سیر نبوت حاصل تھی۔ان دو بزرگوں کی روحانی کیفیت پر فرمایا کہ ان ہر دو سیدین کو حق تعالیٰ سے بے واسطہ فیض پہنچ رہا ہے۔

حضرت شاہ خوندمیرؒ جس وقت بارگاہ خلیفۃ اللہ میں حاضر ہوئے ہیں اس وقت آپ کی عمر شریف ۱۸ سال تھی۔اس نو جوانی میں آپ کی یہ طلب تھی تو اندازہ لگایئے آپ کے مقام ومرتبہ کا۔

حضرت مہدی موعودؑ ولایت کی تعلیم سے آپ کو بہرہ یاب کرتے تھے۔جو بھی ملتا تھا وہ ہضم ہوجاتا ہے اور تشنگی بڑھتی جاتی تھی،خواہش کی تکمیل نہیں ہوتی تھی روبلند سے بلند تر ہوتی لیکن کیفیت مزید بلندی چاہتی تھی۔آپ کی یہ کیفیت وحالات اور مزاج کو دیکھ کر خلیفۃ اللہ نے فرمایا اس مرد گجراتی نے ہم کو تنگ کر دیا ہے۔حق تعالیٰ کی طرف سے جتنا زیادہ دیا جاتا ہے وہ بس ہی نہیں کرتا۔

حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ مہدی موعودؑ سے ملاقات کے بعد نماز عصر ادا کر رہے تھے۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا اس احسان کے بدلے ہمارے دربار میں کیا تحفہ لائے ہو۔میاں نے کہا نہ میری بیوی ہے،نہ اولاد جو تیرے حضور پیش کروں،میرے تن پر سر ہے اس کو پیش کرتا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تیرے سر کو قبول کیا۔میاںؓ نے عرض کیا یا الٰہی یہ ایک سر کیا ہے اگر سو (100) سر بھی ہو تو تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔ارشاد ہوا ہم نے سو سر کو بھی قبول کیا۔اس کے بعد میاںؓ نے تین نمازیں عصر،مغرب اور عشاء بغیر سر کے ادا کیں۔جب عشاء کی نماز ختم ہوئی تو تن پر سر واپس آ گیا۔اس پر میاں نے کہا یا الٰہی کیا میرا سر مقبول بارگاہ خداوندی نہ ہوا۔ارشاد ہوا بطور امانت یہ سر تم کو دیا ہے وقت پر لے لینگے۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ اثناء عشر مبشر اصحاب میں سے ہیں اور حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی آپ کے لئے متعدد بشارات ہیں مثلاً حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ ہم میاں سید خوندمیرؓ کے ہاتھ کی مشت خاک کے طالب ہیں۔نیز فرمایا میاں سید خوندمیر رات دن حاضر ہیں۔ہر روز عرش سے آتے جاتے ہیں اور فرمایا میاں سید خوندمیر ولایت ہیں،اسد اللہ الغالب ہیں اور فرمایا جس طرح بندہ (حضرت مہدی موعودؑ) کے سامنے تصحیح ہوئی ہے اسی طرح میاں سید خوندمیر کے سامنے ہوگی۔اتنی بشارتیں حاصل ہونے کے باوجود بھی حضرت شاہ خوندمیرؓ فرماتے تھے کہ ''ہمارا مہدی آیا اور گیا جیسا کہ مہدیؑ کو پہچاننا تھا ہم نے نہیں پہچانا''اس سے بندگی میاں کی نیستی اور ترک ہستی وخودی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ترازو میں جو چیز سب سے زیادہ بھاری ہوگی وہ حسن اخلاق ہیں۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ آپ کے پاس جو بھی آتا ملول نہیں ہوتا۔آپ انتہائی شیریں گفتار تھے۔سب سے پہلے سلام کرتے کسی کے سلام کا انتظار نہ کرتے۔اگر کوئی شخص ملاقات کے لئے آتا اور اس وقت آپ پلنگ پر بیٹھے رہتے تو کھڑے ہو کر پلنگ کے نیچے بیٹھتے۔ جب آنے والا بہت مجبور بھی کرتا تو آپ پلنگ پر نہیں بیٹھتے۔یہی نہیں بلکہ مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ کے اخلاق وکردار کو ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے ساتھیوں پر بہت اضطرار طاری ہوا،جس کی بناء پر بعض برادروں نے کچھ چیزیں فروخت کرنے کی اجازت طلب کی۔بندگی میاںؓ نے فرمایا اگر گجرات کی قیمت سے فروخت کریں تو حرج نہیں اگر یہاں کی قیمت سے فروخت کروگے تو سوداگروں میں شمار پاؤ گے۔

بندگی میاںؓ اپنے ہمعصر اصحاب کرامؓ کی تعظیم وعزت کا اپنی ذات سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔چنانچہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک مخالف کو آپ محض اس لئے مار رہے تھے کہ وہ اصحاب کرام سے بدکلامی سے پیش آیا تھا۔اسی واقعہ کی تفصیل سے میاںؓ کی نیستی بھی ظاہر ہوتی ہے

کہ جب آپ اس شخص کو مار رہے تھے، بندگی میاں جلالؓ فرزند میاں نے کہا کہ "یہ شخص آپ کو بھی گالیاں دے رہا تھا" میاں نے ہاتھ روک لیا۔ اس شخص نے اس کا سبب دریافت کیا تو میاں نے فرمایا "بندہ گالیوں کا جھاڑ ہے" آخر یہ شخص آپ کے کردار سے متاثر ہو کر تصدیق سے مشرف ہوتا ہے۔ ترک عزت کا سبق اس واقعہ سے ملتا ہے۔

حضرت شاہ خوندمیرؓ غریبوں کے ساتھ کیسا سلوک فرماتے تھے اور پھر مساوات کا آپ کو کتنا خیال تھا صرف اس ایک واقعہ ہی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ بی بی عائشہ بڑیاں بنا کر دھوپ میں رکھی تھیں۔ بڑیوں کے پاس بائی بھولی کو بٹھا دیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوّے وغیرہ لے جائیں۔ بائی بھولی جس کی عمر ۱۱ سال کی تھی بڑیوں کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ دھوپ کی شدت کی وجہ سے چہرہ سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ اتنے میں حضرت شاہ خوندمیرؓ تشریف لاتے ہیں اور بائی بھولی کو دھوپ میں بیٹھا دیکھ کر گود میں اٹھا لیتے ہیں اور اپنی صاحبزادی بی بی رقیہ کو بڑیوں کے پاس بٹھا دیتے ہیں۔ جب بی بی عائشہ نے دیکھا تو بی بی رقیہ کو اٹھانے کے لئے دوڑتی ہیں لیکن بندگی میاںؓ نے ہاتھ پکڑ کر روک دیا اور فرمایا کہ جتنی دیر بائی بھولی بیٹھی رہی اتنی ہی دیر بی بی رقیہ بھی رہے گی۔ جب آپ نے دیکھا کہ بی بی رقیہ کے چہرے سے پسینہ ٹپک رہا ہے، اس وقت بی بی رقیہ کو گھر میں لائے۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ کی زندگی کے واقعات میں ہمارے لئے بڑے درس موجود ہیں۔

تذکرۃ الصالحین میں روایت ہے کہ ایک روز حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے بندگی میاں کا ہاتھ پکڑ کر حجرے میں لے جا کر فرمایا۔ اے خوندمیر تین مہینے ہوئے جو کچھ اس بندے کے دل میں آتا جا رہا ہے وہی تمہارے دل میں اتارا جا رہا ہے۔ یہ فرما کر پہلے اپنی پانچ انگلیاں حضرت نے اپنے سینہ مبارک پر رکھیں اور فرمایا جو کچھ یہاں ظہور ہوا ہے پھر وہی انگلیاں آنحضرت نے بندگی میاں کے سینہ پر رکھ کر فرمایا کہ وہی ظہور یہاں بھی ہوا ہے۔

موضع جیول میں قیام کے دوران آپ ایک پہاڑ کے دامن میں کھڑے پان کھا رہے تھے، یکا یک ایک جانب سے جوگی آیا اور آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں کیمیا گر ہوں، میری خواہش ہے کہ تم کو یہ ہنر سکھا دوں۔ بندگی میاںؓ یہ سن کر اپنے دہن مبارک سے پتھر پر تھوک ڈالا، پتھر اسی وقت خالص سونا بن گیا اور جوگی اسی واقعہ کو دیکھ کر سر جھکائے واپس چلا گیا۔ اسی مقام پر قیام کے دوران اہل دائرہ پر بہت اضطرار کی کیفیت طاری ہوئی یہاں تک کہ 450 برادران فاقہ سے خشک ہو کر جاں بحق تسلیم ہوئے۔ اگر آپ چاہتے تو ایک ٹھوکر پر زمین سے خزانے پیدا کرتے لیکن آپ نے اس ادنیٰ کرشمہ کا بھی اظہار نہیں فرمایا بلکہ ایسے موقعوں پر بھی خدا کی مصلحت پر ثابت قدم رہے۔ حضرت شاہ خوندمیر کی سیرت و تعلیمات سے یہی بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ دنیا کی زندگی چھوٹی سی زندگی ہے اور اس چھوٹی سی زندگی میں ایسے کام نہ کر پائیں جن سے ہمیشہ رہنے والی دائمی زندگی خراب ہو جائے کیونکہ اصل مقصود تو دائمی زندگی ہی ہے۔ دنیوی زندگی تو اس لئے عطا کی گئی کہ اس دائمی زندگی کے لئے سامان کرلیں۔ اس کے لئے کچھ تیاری نہیں کی گئی تو پھر ندامت ہوگی کہ ذریعہ کو مقصود بنا رہے اور مقصود کو بھولے بیٹھے رہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ

آج ماہ شوال المکرّم کی 14 تاریخ ہے۔ عرس حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ ناگور میں قیام کے دوران حسب عادت بیانِ قرآن فرما رہے تھے۔ اثنائے بیان آیت فالذین ھاجروا

واخرجوا من ديارھم واوذوفی سبیلی و قاتلوا و قتلوا کا بیان فرمارہے تھے۔اس آیت کی چاروں باتیں اخراج،ہجرت،قتل کرنا اورقتل ہونا یہ چاروں میرے گروہ کی صفات ہیں۔اس کے بعد ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا اخراج اور ہجرت دونوں ہو چکے ہیں البتہ قتل کرنے اور قتل کئے جانے کی بات ابھی نہیں ہوئی اور یہ بھائی سید خوندمیر سے ہوگی۔اس کے بعد پیشین گوئی فرمائی کہ ولایت محمدی کا بار اٹھانے والے کا سر جدا ہوگا تن جدا ہوگا اور پوست جدا ہوگا۔ پہلے دن تمہیں فتح حاصل ہوگی چاہے ساری دنیا کی فوج تمہارے سامنے ہو۔دوسرے روز تمہاری شہادت ہوگی۔یہ بات بندے کی مہدیت کی نشانی ہے۔اس کے بعد مہدیؑ دوتلواریں لاکر میاںؓ کی کمر پر باندھتے ہیں گجرات تمام میں عوام الناس مہدوی دائروں سے قریب ہورہے تھے۔بیانِ قرآن،تاثیر وعظ سے مصدق ہورہے تھے۔ادھر دنیادار علماء کا حسد دن بہ دن بڑھتا جارہا تھا۔ بادشاہ سے لیکر اُمرا بھی مہدویت کی طرف راغب ہورہے تھے لیکن دنیادار ملاّؤں کی بے جا ہٹ دھرمی اور مہدویوں سے ان کی دشمنی دربار میں کام کرجاتی ہے۔یہ تمام بھی مہدویوں کے دشمن ہوجاتے ہیں۔اتنا ظلم وستم ہوتا ہے کہ میاں سید خوندمیرؓ کا بیں جگہ سے اخراج ہوتا ہے۔احمد آباد کے علماء مہدویوں کے قتل پر فتویٰ جاری کرتے ہیں۔ایک مہدوی کے قتل کرنے سے سات حج اور سورہزن کو قتل کرنے کے اجروثواب کی منادی کردی جاتی ہے۔اس کے علاوہ ایک لوہے کا پنجہ بنا کر مہدویوں کی پیشانی پر مارا جاتا تھا۔مہدویوں کے گھروں اور مسجدوں کو جلانا ثواب کا کام تھا۔جس نے کھلم کھلا اپنے مہدوی ہونے کا اعلان کیا اس کا سر قلم کردیا جائے گا۔ان علماء نے ایک محضر تیار کیا،اس پر 55 علماء کی دستخطیں لیکر میاں کے پاس بھجوایا اور کہلوایا کہ کھانبیل سے کہیں اور چلے جائیں ورنہ ہم سے مقابلے کے لئے تیار ہوجائیں۔ادھر ملک پیارے کو قتل کرتے ہیں،میاں کبیر احمد کی شہادت ہوتی ہے،اس کے بعد دورنگریز بچوں کی شہادت ہوتی ہے۔اس شہادت پر میاںؓ فرماتے ہیں یہ میری شہادت کے امام ہیں۔

میاں ایک استفتاء اس مضمون کا روانہ کرتے ہیں۔ایک جماعت شریعت اور طریقت میں ثابت قدم ہے،کتاب وسنت جس کا مذہب ہے،چاروں اماموں کو برحق سمجھتی ہے،سنت والجماعت طریقے پر ہے،کسی کو رنج وایذا نہیں پہونچاتی بلکہ مخلوق سے دور رہکر ذکر خدا میں مشغول رہتی ہے،اگر ایسی قوم کو واجب القتل قرار دے تو اس پر شریعت کی جانب سے کیا حکم عائد ہوتا ہے۔استفتاء کی پشت پر بطور جواب یہ حدیث لکھ دی جاتی ہے''قتل الموزی قبل الایذا ''موذی کو ایذا دینے سے پہلے ہی قتل کردینا چاہئے۔استفتاء وصول ہونے کے بعد میاںؓ نے میاں کبیر محمد اور رنگریز شہیدوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے ملاّ حمید اور ملاّ فاریہ کو قتل کراتے ہیں۔ان ملاّؤں کے قتل کے بعد علماء ومشائخین مہدویوں سے خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔یہ دنیادار مشائخین اور ملاّ چاپانیر پہونچ کر بادشاہ سے فریاد کرتے ہیں۔بعض اپنی پگڑیاں نکال کر قدموں میں ڈال دیتے ہیں۔شاہ خوندمیرؓ اور مہدویوں کے خلاف بادشاہ کے کان بھرتے ہیں۔

بادشاہ مظفر بے ظفر مہدویوں کو قتل کرنے کیلئے چن چن کر طاقتور باصلاحیت فوج تیار کرتا ہے۔18 جنگی ہاتھی اور 24 ہزار کی فوج عین الملک کے زیر کمان تیار کی جاتی ہے۔میاں سید جلالؓ فرزند شاہ خوندمیرؓ فوج کے آنے کی اطلاع دیتے ہیں۔میاںؓ یہ خبر سن کر اپنے فرزند کا منہ مصری سے بھرتے ہیں۔شہادت کے شوق میں وقت نہیں گزر رہا تھا۔میاں کبڈی کھیلنے کے لئے فقراء کی دو جماعت بناتے ہیں ایک جماعت اپنے فرزند سید جلال کے ساتھ اور دوسری میاں سید شہاب الدین شہاب الحق کے ساتھ۔حضرت شہاب الحق کی جماعت کو فتح ہوتی ہے۔12/ شوال 930ھ چہارشنبہ کے دن میاںؓ اپنے فقراء کے ساتھ ذکر اللہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔اتنے میں ایک دستہ فوج کا آکر دائرہ کی باڑ جلاتا ہے اور

تیز دھار تیروں سے بعض فقراء کو زخمی کرتا ہے۔میاںؓ تسبیح بلند کر کے میدان جنگ کو روانہ ہوتے ہیں۔گھمسان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔میاں نیزے سے کئی ایک کو ختم کرتے ہیں۔نیزہ ٹوٹ جاتا ہے تو کوڑا لیتے ہیں کوڑا تلوار کا کام کر رہا تھا۔جس پر پڑتا اس کے دو ٹکڑے ہو جاتے۔ادھر میاں سید جلال، میاں ملک حماد، ملک عطن ،سید خانجی وغیرہ کی تلوار کام کر رہی تھی۔عینل یہ منظر دیکھ کر فوراً بغیر سوچے سمجھے توپیں چلانے کا حکم دیتا ہے جبکہ توپوں کے سامنے اس کی ہی فوج تھی۔اس طرح توپوں کی زد میں آ کر بہت ساری فوج ختم ہو جاتی ہے۔باقی بچی فوج بھاگنا شروع کر دیتی ہے۔اس جنگ میں ایک تیر میاں کی چشم پر لگتا ہے۔

14 /شوال بروز جمعہ عینل فوج کو جمع کر کے سدراسن پر حملہ کرنے کے لئے آتا ہے۔میاں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔عینل فوج کی پسپائی کو دیکھ کر حکم دیتا ہے کہ پیچھے سے میاں پر حملہ کرو، پشت پر ہتھیار سے مار مار کر زخمی کر دیتے ہیں۔اسی حال میں شہادت پاتے ہیں۔ پھر تمام جانثاران ایک کے بعد ایک میاںؓ کے قدموں پر اپنی جان نثار کر دیتے ہیں۔18 شہید میاں کے قدموں کے پاس آ کر شہادت پاتے ہیں۔عینل جنگ کے میدان کا معائنہ کرتے ہوئے میاںؓ کی لاش مبارک کے پاس آتا ہے۔اس کا بھانجہ بے ادبی کرتے ہوئے پیر سے اشارہ کرتا ہے کہ یہ شاہ خوندمیر کی لاش ہے۔ملک حماد جو شہید ہو کر پڑے ہوئے تھے ہاتھ میں تلوار تھی فوراً اُٹھ کر حملہ کرتے ہیں وہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا اور مر جاتا ہے۔عینل کی فوج اس واقعہ پر حیران ہو جاتی ہے کہ مردے بھی زندہ ہو کر حملہ کرتے ہیں۔ان لاشوں سے مزید کچھ واقعات ظہور میں نہ آ جائیں، عینل حکم دیتا ہے کہ سات شہیدوں کے سر ان کے تن سے جدا کئے جائیں۔ (1) میاں شاہ خوندمیرؓ (2) میاں سید جلال (3) میاں سید عطن (4) میاں سید خانجی (5) ملک حماد (6) ملک شرف الدین (7) ملک میانجی۔

عینل کی فوج سروں کو لیکر چاپانیر کے لئے روانہ ہوتی ہے۔عصر کے وقت پٹن پہونچتی ہے۔ وقت نماز ٹوکرے میں سے ایک سر نکل کر آذان دیتا ہے۔سب سر ٹوکرے سے باہر آ کر میاں کے سر کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں۔اس طرح مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی جاتی ہے۔یہ کرامت دیکھ کر عینل اس سوچ میں پڑ جاتا ہے کہ اگر دربار میں یہ کرامت کا ظہور ہو جائے تو بادشاہ مجھ کو قتل کروا دے گا۔حکم دیتا ہے کہ ان سروں سے پوست علیحدہ کر دیں۔سروں کی ہڈیاں نکالی گئیں ان کو پٹن شریف میں میاں کے نانا کے قبرستان میں علیحدہ علیحدہ دفن کیا جاتا ہے۔پانچوں سروں کے پوست میں گھانس بھر کر ان کو چاپانیر لایا جاتا ہے۔مظفر بے ظفر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ان سروں کو ایک مصدق کے باغ میں شاہ راجو بن شاہ قطب عالم کے روضہ کے قریب دفن کیا جاتا ہے اس طرح میاںؓ کا مدفن تین جگہ بنا (1) سدراسن (2) پٹن (3) چاپانیر۔خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے فرمان کے بموجب سر جدا ہوا، تن جدا ہوا اور پوست جدا ہوا۔یہی نہیں بلکہ حسب فرمان پہلے دن فتح اور دوسرے دن شہادت ہوئی۔ امامؑ کی تمام پیشین گوئیاں پوری ہوئیں اس لئے میاں کو اتمام حجت مہدیؑ کہتے ہیں لیکن ان تمام سے ہٹ کر جو سب سے اہم بات ہے کہ میاںؓ بدل ذات مہدی کی حیثیت سے شہید ہونے کی وجہ سے یہ شہادت مخصوصہ کہلاتی ہے۔

ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہیئے کہ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق کے بعد ہم ''خیر اُمت'' کے زمرہ میں آ گئے ہیں۔ہم پر دوہری ذمہ داری ہو گئی ہے۔ہم خاتم الولایت کی تعلیمات کو پا کر اس پر عمل پیرا ہو کر دوسروں کو اس تعلیم کی دعوت دیں۔خلیفتہ اللہ کی تعلیم کسی خاص خاندان، گروپ یا فرقہ کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام نوع انسانی کیلئے ہے۔تمام نوع انسانی کے آگے تعلیمات خلیفتہ اللہ کو پیش کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔اس ذمہ داری کو ہم محسوس کریں اور اس پر کاربند ہو جائیں۔اسی پر ہماری نجات ہے۔اور جب ہی مہدویت کو غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔

نوٹ: اس شہادت کا ذکر کافی طویل ہے تفصیل کے لئے دوسرے کتب دیکھے جاسکتے ہیں۔

اُمت محمدیہ ؐ

آج ماہ شوال المکرّم کی 15 تاریخ ہے ’’اُمّت محمدیہ‘‘ پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں جنگلوں کا درندہ، پانی کا جانور، زمین پر چلنے والے چرند، ہوا میں اُڑنے والے پرند نہیں بنایا بلکہ اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں پیدا کیا۔ بے انتہا شکر ہے کہ محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمّت میں پیدا کیا۔ اور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی تصدیق کا شرف عطا فرمایا۔ اس کے لئے ہم رب العالمین کا جتنا بھی شکر بجالائیں کم ہے۔

حضرت محمدؐ کا ارشاد گرامی ہے میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی امت آنے والی ہے۔ حضرت محمدؐ خاتم النبیین ہیں۔ اور ہم ان کی آخری امت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی اُمّت بے حد عزیز ہے۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ نے بے انتہا کرم فرمایا ہے۔ امت محمدیہ جہاں اللہ تعالیٰ کو عزیز ہے اتنی ہی عزیز حضور نبی اکرمؐ کو بھی ہے۔ اس کا اندازہ اس ارشاد سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ ’’اے خدا میں تیرے سامنے اقرار کرتا ہوں کہ غصہ میں اگر میں نے اپنی اُمّت کے کسی آدمی کو برا بھلا کہا ہو یا لعنت کی ہو تو قیامت کے دن میری لعنت کو اس پر رحمت کرنا‘‘ محبوب خدا جب ہمارا اتنا خیال رکھتے ہیں تو ہم کو چاہئے کہ آپ کی سیرت وتعلیمات وسنت پر عمل پیرا ہو جائیں۔ ہم خلاف سنت کوئی کام انجام نہ دیں۔ حضرت محمدؐ نے اپنی اُمتیوں کا خیال رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ جس کو مسلمانوں کا غم نہ ہو میری اُمّت میں سے نہیں ہے۔ آج ہم اس ارشاد سے منحرف ہو کر ایک دوسرے کی کاٹ میں رہتے ہیں۔ اپنے بھائی کی امداد کو آگے نہیں آتے۔ ان کے غم میں شریک نہیں ہوتے۔ جب ہماری یہ کیفیت وحال ہو تو کیا ہم اُمّت رسول اللہ ﷺ میں شامل ہیں؟

حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ مجھے اپنی اُمت پر زیادہ خوف منافق اور زبان درازی کا ہے۔ آج ہم اطراف کا جائزہ لیتے ہیں یہ دونوں باتیں زیادہ دکھائی دیتی ہیں۔ ہماری منافقت ہمالیہ پہاڑ کی طرح بلند اور زبان درازی سمندر کے موجوں کی طرح نظر آتی ہے۔ شقاقیت اور زبان درازی اسلامی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اس سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرنا چاہئے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے اور صحت کی تحفظ کے لئے آپ نے ارشاد فرمایا۔ ’’جو شخص چیزوں میں ملاوٹ کرے وہ میری اُمّت میں سے نہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہر وہ چیز سے ہر اس بات سے گریز کریں جس سے اُمّت میں رہنے کا پتہ کٹ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت رسول اللہ ﷺ پر تا حیات قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارا شمار آخری دم تک اُمّت رسول اللہ میں لکھے۔ آمین

چوری

آج ماہ شوال المکرّم کی 16 تاریخ ہے۔ ’’چوری‘‘ پر مضمون کی سماعت کیجئے۔

جرم کسی نوعیت کا بھی ہو چھوٹا ہو یا بڑا جرم ہی کہلایا جائے گا۔ چوری بھی ایک جرم ہے۔ چوری انسانی دماغ میں وسوسے ڈال کر، اطمینان وسکون کے جذبہ کو ختم کر کے حیران وپریشان بنا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ کسی کے مال کی چوری کی جائے۔ یا ناحق حاصل کیا

جائے۔ چوری کرنے پراسلام میں سخت سزا ہے۔قرآن پاک میں چوری کی سزااس طرح بیان کی گئی ہے۔''جو چوری کرے بلاشبہ اس کے ہاتھ کاٹ دوتا کہ اوروں کوبھی عبرت ہو' قرآن چوری پر کتنی بڑی سزا کا اعلان کرر ہاہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے چوری کرنا کتنا بڑا جرم ہے۔

چوری کے کئی ایک اقسام ہیں۔ان سے واقف ہونا ضروری ہے۔تا کہ احتیاط سے زندگی گزار سکیں۔حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں'' گری ہوئی چیز کا بغیر اطلاع کے قبضہ میں کرلینا بھی چوری میں داخل ہے۔اگر کوئی شخص قرض لے اور دینے کی نیت نہ ہوتو وہ بھی چور ہے۔جوایک روپیہ بھی چرائے وہ چور ہوجاتا ہے۔وہ افراد جو روپیہ جمع کرتے ہیں اس میں سے غرباء' مسکینوں' ضرورت مندوں اور لواحقین پر خرچ نہیں کرتے وہ بھی چور ہوتے ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔جو بن بلائے دعوت میں شریک ہوگیا تو گویا چوراس کے گھر میں چلا گیا۔اور چوری کرکے باہر آ گیا۔نماز صحیح طریقہ سے ادا نہیں ہورہی ہے وہ بھی ایک چوری ہے۔

آج معاشرہ میں چوری بھی فیشن بن گئی ہے۔بے خوف اور نڈر ہوکر اپنے کرتوتوں کو بیان کرتے ہیں۔دعوتوں میں بغیر دعوت کے شریک ہونا عام بات ہوگئی ہے۔دوست کو دعوت رہتی ہے اور وہ اپنے تمام دوستوں کو بلا اجازت اپنی طرف سے دعوت دیدیتا ہے۔یہ بھی چوری میں آجاتا ہے۔چوری کس طرح کی بھی ہو' معاشرہ میں ہی نہیں خدا کے پاس بھی ناپسندیدہ ہے۔دراصل یہ دانستاً گناہ ہے۔جو گناہ جان بوجھ کر کرتے ہیں وہ باغی کہلائے جاتے ہیں۔چوری کرکے اللہ کے باغی کہلانا پسند کروگے؟

چوری کی عادت بہت بُری ہوتی ہے۔کسی نہ کسی طریقے سے اس دنیا میں بچ جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نظروں میں چور رہتے ہیں۔ انسان کو لالچ' حریص' چور بنادیتی ہے۔ان چیزوں سے ان باتوں سے دور رہیں جو چوری کی طرف راغب کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ حقوق اللہ کو معاف کردے گا لیکن بندوں کے جو حقوق ہیں اس کو بندوں سے ہی معاف کروانا پڑتا ہے۔ہم کسی کو نقصان پہنچایا ہے کسی کا مال چرایا ہے تو اس سے ہی اپنے گناہ کی معافی مانگنا پڑتا ہے۔اگر وہ معاف کردے تو اللہ کے حضور معافی ہے۔اگر وہ معاف نہ کرے تو اللہ کے حضور سزا ہے۔

اسی دنیا کی مختصر سی زندگی میں روکھا سوکھا کھائیں اور عبادت میں زندگی گزاریں تا کہ اُخروی زندگی کامیاب رہے۔اس عمل سے کنارہ کشی کریں جس سے سزا کا اندیشہ ہو۔اللہ تعالیٰ سے دعا کریں نیک زندگی بسر کرنے کی۔آمین

اہل وعیال

آج ماہ شوال المکرّم کی 17 تاریخ ہے۔''اہل وعیال'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

قوم' خاندان' قبیلوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ان میں اہل وعیال بھی داخل ہیں۔جو سرپرست ہوتا ہے اس پر اہل وعیال کی پرورش کی ذمہ داری ہوتی ہے۔پرورش میں خورد ونوش کے علاوہ تعلیم وتربیت بھی شامل ہے۔اللہ تعالیٰ نے اہل وعیال کو ہماری رعیت کہا ہے۔اوران کے تعلق سے ہم سے پوچھا جائے گا۔ہم پر لازم ہے کہ ان کی صحیح تربیت کریں۔بااخلاق بنائیں' ادب واحترام سکھائیں۔جذبہ ہمدردی کے ان میں فروغ دیں۔ان پر ہم نگرانکار ہیں نگرانی اس طرح کریں کہ دائرہ اسلام میں ان کی زندگی کے شب وروز گزاریں۔وقتی نہیں حقیقی اُمّتی بنا کر دنیا کے سامنے پیش کریں۔نہ صرف خاندان کے لئے بلکہ پڑوس اور محلّہ والوں کے خیر اور انصاف پرور بنیں۔

ہرایک کا فریضہ ہے کہ اپنے اہل وعیال کے لئے کسب کریں۔ان کی صلاحیتوں کو پروان چڑھائیں۔ادب سکھائیں۔جوشخص اہل وعیال کے ساتھ اچھا ہوتا ہے وہ ہرجگہ ہرمحفل میں اچھا ہوتا ہے۔حضرت محمد مصطفیؐ ارشادفرماتے ہیں۔تمہارے اہل وعیال کا تم پرحق ہے۔اہل وعیال کا خیال رکھنا' ان کے فرائض ادا کرنا فرض ہے۔ان سے کنارہ کشی کرنا فرائض سے منہ موڑ لینا ہے۔جوخدا تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ہمیں اللہ کے حضور جواب دینا ہے۔حضرت محمد مصطفیؐ ارشادفرماتے ہیں جوشخص اپنے اہل وعیال کے لئے مارا جائے وہ شہید ہے۔کتنا بڑا مرتبہ حاصل ہورہا ہے۔ لہٰذا اہل وعیال سے غفلت کسی حال میں بھی درست نہیں ہے۔بزرگوں کے پاس اہل وعیال کا کیا مرتبہ ومقام ہےاس قول سے علم ہوتا ہے۔فرمایا گیا ہے مہمان کے آگے کھانا رکھنے سے پہلے اپنے اہل وعیال کا حصہ رکھو' اپنی حیثیت کے مطابق اہل وعیال کا خیال رکھنے کی کوشش کرنا ایمان کی علامت ہے۔

اس ذمہ داری کوادا کرتے ہوئے خدا کی عبادت بھی ہونا چاہئے۔اللہ نے جہاں جسم سے ہمیں نوازا ہے اس جسم میں دل اوراعضاء بھی ہیں۔دل کواللہ کی یاد میں لگائے رکھیں اوراعضاء کواہل وعیال کے لئے معاش میں مصروف رکھیں۔اہل وعیال اُمت محمدیہ کا ایک حصہ ہے۔ انہیں صحیح معنوں میں امّتی بنا کرحضرت محمد مصطفیؐ سے خوشنودی حاصل کریں اورخدا کوخوش کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اہل وعیال کی اسلام کے حدود میں تعلیم وتربیت کی توفیق عطا فرمائے تا کہ وہ صحیح مسلم بن کر دنیا کے سامنے آئے۔آمین

حق

آج ماہ شوال المکرّم کی 18 تاریخ ہے ''حق'' کے عنوان پر مضمون کی سماعت کیجئے۔

حق ہمیشہ حق رہتا ہے۔باطل حق کے مقابلے میں ٹک نہیں سکتا۔باطل کی کشمکش دنیا کے آغاز سے اختتام تک ہوتی رہے گی۔ہمیں حکم ہے کہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیں۔حق میں ہی کامیابی وکامرانی ہے۔خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔حق کا اظہار کرنا جوانمردی ہے۔اورحق کا چھپانا نامردانگی ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ خدا کے نبیوں' رسولوں اورخلیفۃ اللہ نے کئی ایک مشکلات وتکالیفوں کا سامنا کرنے کے باوجود حق کو پیش کیا۔ ہمارے اسلاف نے بھی اس راہ کواپنایا۔

قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہوا ہے ترجمہ' جان بوجھ کرحق بات کو نہ چھپاؤ اورتم اس بات کواچھی طرح جانتے ہو' حق کو چھپانا کفر ہے۔ہرمسلمان پرفرض ہے کہ حق بات دوسروں تک پہنچائے۔اس میں کمی بیشی نہ کریں۔حضرت عثمانؓ ارشادفرماتے ہیں۔''تعجب ہےاس پرجو اللہ کوحق جانتا ہے پھرغیروں کا ذکرکرتا ہےاوران پربھروسہ کرتا ہے۔''اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ ہمیشہ حق کا ذکر ہو یعنی اللہ کا۔اوربھروسہ کریں تو اللہ پرہی کریں۔زندگی میں ہمیشہ حق کوہی مدنظر رکھیں اور ہرفرد کا حق ہے کہ باطل کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں کیونکہ ہمیشہ فتح حق وصداقت کی ہوتی ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں جوشخص حق کے خلاف کرتا ہے حق تعالیٰ خود اس کا مقابلہ کرتا ہے۔حق کا ساتھ دیں تو اللہ تعالیٰ بھی ہمارے ساتھ ہوجاتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں حق کے معاملے میں چپ رہنے سے کوئی بھلائی نہیں۔حقیقت بھی ہے کہ واضح اورروشن ترین راستہ حق وصداقت

کا راستہ ہے۔اس راہ میں بعض وقت مصیبتیں سامنے کھڑی ہوجاتی ہیں۔اسکو صبر وتحمل سے برداشت کرلیں گے تو قرب حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

ہر فرد کا کسی نہ کسی پہ حق ہوتا ہے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں۔(1) سلام کا جواب دینا(2) بیمار کی عیادت کرنا(3) جنازہ میں شریک ہونا(4) بلاوے کو قبول کرنا(5) چھینک کا جواب دینا۔اس کے علاوہ اہل وعیال کا اپنے نفس کا بھی حق ہے۔ ہر ایک کا حق ادا کریں یہ بندگی کی شان ہے۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی آمد ہوگئی یہ بھی حق ہے۔اس حق کو پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔حق کو پہنچانے والے کے ساتھ حق تعالیٰ رہتا ہے۔لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کا ساتھ مل رہا ہے تو حق کے اظہار سے پیچھے نہ ہٹیں ۔رنگریز شہداء کی طرح حق کا اظہار کریں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ حق کہنے سننے اور حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

امن وامان

آج ماہ شوال المکرّم کی 19 تاریخ ہے امن وامان پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

اس دور میں ہی نہیں بلکہ ہر دور میں انسان امن کا متلاشی رہا ہے۔ جہاں امن ہے وہاں عبادت وریاضت کے ساتھ زندگی بھی پر امن گزرتی ہے۔امن دراصل انسان کی آرام دہ اور فطری حالت ہے۔ یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں وہ افراد جو امن پسند ہوتے ہیں۔ایسے افراد زمین والوں کے لئے فرشتے ہوتے ہیں۔ ہر فرد اپنے مزاج میں تھوڑی سی تبدیلی لالے تو ماحول پورا کا پورا اس کا ہوجاتا ہے۔اس کے لئے اپنے اپنے حق پر اصرار کرنے کے بجائے ہر ایک اپنا فرض ادا کرے تو بنی نوع انسان کے درمیان فوری طور پر امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔ جہاں گڑبڑ کا اندیشہ ہے وہاں کے افراد حکمت کے ساتھ اپنے اپنے کان اور آنکھ استعمال کر کے زبان کو بند رکھیں تو تمام اندیشیں ختم ہوجائیں گے۔اور ماحول پرامن ہوجائے گا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کا ارشاد گرامی ہے۔مسلم وہ ہے جس سے خدا اور انسان کے ساتھ سلامتی اور امن کا رشتہ قائم کیا۔قرآن بھی تعلیم دیتا ہے زمین پر فتنہ وفساد نہ پھیلاؤ۔امن اور چین سے رہو۔سلامتی سے داخل ہوجاؤ۔مسلمان امن پسند ہوتا ہے وہ مسلمان نہیں جو فتنہ وفساد پھیلا کر امن کی فضاء کو مکدر کرے۔ وہ افراد جو امن وامان کو ختم کرنا چاہتے ہیں وہ شیطان کے چیلے ہیں۔امن کے لئے جو اپنی جان قربان کردیتے ہیں ان کے تعلق سے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں۔'' قیام امن کے لئے انسانی زندگی کو جو بہت ہی مقدس ہے قربان کرنے میں دریغ نہ کریں۔ ہر کوئی خوشی' مسرت سے بھر پور زندگی کا خواہشمند ہوتا ہے۔ یہ امن کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔اسی لئے حضرت عمرؓ ارشادفرماتے ہیں۔'' امن کے بغیر خوشی حاصل نہیں ہوتی۔''

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے کئی ایک لذیز چیزیں پیدا کی ہیں اس میں ایک امن بھی ہے۔حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں۔امن سے زیادہ لذیز کسی چیز کو نہ پایا۔بعض افراد عزلت از خلق اختیار کرتے ہیں۔اور بعض تنہا زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں ایسے

افراد کو امن ہی امن کے ساتھ سابقہ پڑتا ہے۔

ایمان ہر حال میں امن پسند ہوتا ہے۔ وہ ہر حال میں امن چاہتا ہے لیکن بعض وقت غلط ماحول بُری صحبت حسد وجلن سے لڑائی جھگڑے فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے وقت میں قرآنی تعلیمات احادیث اور فرامین اماماً سے افہام وتفہیم کردی جائے تو جو وسوسے پیدا ہو گئے تھے وہ یکسر ختم ہو سکتے ہیں۔

حضرت محمد مصطفیؐ ارشاد فرماتے ہیں جنت امن کی جگہ ہے۔ اس امن کی جگہ کو پانے کے لئے شریعت کی پابندی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہیں آخری دم تک شریعت کا پابند بنائے۔ آمین

حلال

آج ماہ شوال المکرّم کی 20 تاریخ ہے ''حلال'' کے عنوان پر ایک مختصر مضمون کی سماعت کیجئے۔

اس ترقی یافتہ اور راکٹ کی طرح پرواز کرتی ہوئی دنیا میں آج ہمارے پاس سوچنے کے لئے اتنا وقت بھی نہیں ہے کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ جس زمانے میں ہم سانس لے رہے ہیں وہ قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد مصطفیؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ لوگ حلال وحرام میں تمیز بھی نہیں کر پائیں گے۔ آج ہمیں کہیں نہ کہیں حرام کھانے کو مل رہا ہے لیکن ہم محسوس نہیں کر پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں کہ ہمیں حلال اور پاکیزہ غذا کھلائے۔

حضرت محمد مصطفیؐ ارشاد فرماتے ہیں عبادت کے دس جز ہیں ان میں نو طالبِ حلال ہیں۔ غذا میں ہی نہیں عبادت میں بھی حلال کا خیال رکھنا ہے۔ حلال غذا کی اہمیت اور اس کا جو دنیوی فائدہ ہے اس کے تعلق سے حضرت محمد مصطفیؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''اگر تمہارے پاس غذائیں حلال ہو تو تم کسی سے محتاج اور شرمندہ نہیں ہوں گے۔ آج ہر مسلمان کسی نہ کسی کا محتاج ہے۔ زندگی شرمندگی سے گزار رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حلال غذا اس کو نہیں مل پا رہی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جب حلال وحرام جمع ہو جاتے ہیں تو حرام غالب ہو جاتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو ۔ حرام مال کا ایک ذرہ بھی حلال کے وسیع حصہ پر بھی غالب ہو جاتا ہے۔ دینی فیوض وبرکات کو حاصل کرنے کے لئے ہر حال میں حرام سے بچنا ہے۔ حلال کمائی کا تھوڑا سا حصہ بھی بہت ساری برکتیں رحمتیں لئے ہوئے ہوتا ہے۔

بزرگوں نے کہا ہے وہ لقمہ سب سے زیادہ حلال ہے جو اپنی کوشش سے ہو۔ اسلام نہیں چاہتا کہ تم محتاج بن کر زندگی گزارو۔ اپنا روزگار تلاش کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیؐ نے ایک صحابی سے کہا اپنی چیز فروخت کرو کلہاڑی لاؤ درختوں سے لکڑی کاٹو اور فروخت کرو۔ اس طرح آپؐ نے حلال کمائی کا راستہ دکھایا۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں اہل وعیال کے لئے کسبِ حلال کرنا ابدالوں کا کام ہے۔ دیکھئے کتنا بڑا درجہ اہل وعیال کے لئے کسب کرنے پر حاصل ہو رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو حلال رزق کی تلاش کرتا ہے سعی کرتا ہے وہ خدا کا دوست ہوتا ہے۔ حلال رزق سے عبادت ہی نہیں دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ایسے افراد کا ذکر کرتا ہے جو حلال رزق سے اپنے اہل وعیال کی پرورش کرتے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ

فرماتے ہیں ''اگر مستجاب الدعوات بننا چاہتے ہوتو لقمہ حلال کے سوا پیٹ میں کچھ نہ ڈالو۔آج دنیا بھر میں مسلمان پیٹے جارہے ہیں۔ان پر ظلم وستم ہورہا ہے۔ہماری دعائیں بارگاہ خداوندی میں قبول نہیں ہورہی ہیں۔اس کی وجہ صرف اورصرف لقمہ حلال نہ کرنے کی وجہ ہے۔

لقمہ حلال کی افادیت کو سمجھنے کی ضرورت ہے' لقمہ حلال برائی سے بچاتا ہے۔روحانی طاقت عطا کرتا ہے۔غصہ کو کھا جاتا ہے۔ذہنی سکون عطا کرتا ہے' خدا کی خوشنودی عطا کرتا ہے اور سب سے اہم بات زہد' حلال میں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حلال روزی کھلائے اور حرام غذا سے بچائے۔آمین

حسد

آج ماہ شوال المکرّم کی 21 تاریخ ہے۔''حسد'' کے عنوان پر ایک مضمون کی سماعت کیجئے۔

حسد ایک ایسا روگ ہے جو انسان کی فطری پرواز کو کچل دیتی ہے۔اس کی سوچ وفکر کو دیمک لگا دیتی ہے۔دنیا کی طرف جو زیادہ راغب ہوتے ہیں اور اپنے سے اوپر کے لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ان میں حسد پیدا ہوجاتا ہے۔حسد سے بچنے کا بہترین طریقہ دنیا کی محبت کو ختم کریں اور اپنے سے نیچے لوگوں پر نظر کر کے خدا کا شکر ادا کریں۔ترک دنیا بھی حسد سے بچنے کا بہترین علاج ہے۔

آسمانوں میں پہلا گناہ حسد سے ہی ہوا۔ابلیس نے کہا میں آگ سے پیدا ہوا ہوں' اور آدم سڑی ہوئی مٹی سے' وہ آدم سے حسد کرنے لگا۔اور سجدہ نہ کیا۔اس طرح زمین پر بھی پہلا گناہ حسد کی بنا پر ہی ہوا' ہابیل اور قابیل کے درمیان۔حسد کرنے والے کا سب سے بڑا دشمن اس کا حسد ہی ہوتا ہے۔ہم خوش وخرم رہنا چاہتے ہیں تو حسد سے بچیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔کسی انسان کے دل میں ایمان اور حسد اکھٹا نہیں رہ سکتے۔جہاں حسد ہے وہاں ایمان نہیں۔جب ایمان ہی نہیں رہا تو عبادت کیا کام کی' خیر وخیرات کیا کام کی؟ اس سے معلوم ہوا کہ حسد کتنا نقصان پہنچاتی ہے۔

حسد ایک خطرناک مرض ہے یہ انسان کے ذہن ودل پر اثر انداز ہوکر سکون اور اطمینان کو ختم کردیتا ہے۔حسد کی وجہ سے زمین پر پہلا قتل ہوا۔شیطان نے حسد کی وجہ سے انسان کو سجدہ نہیں کیا۔اسی لئے حضرت محمدؐ کا ارشاد ہے حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے دیمک خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

جس کو خدا کا ڈروخوف رہتا ہے وہ حسد نہیں کرتا۔مذہبی تعلیم ہونے کا معقول انتظام نہ ہونے کی وجہ سے آج قوم میں حسد کی بیماری بڑھ گئی ہے۔کسی کو کسی کی دولت پر حسد ہے۔کسی کو دنیا کے علم پر حسد ہے۔کسی کو کسی کے علم پر حسد' کسی کی صحت پر حسد' جس سے حسد کیا جاتا ہے اگر اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہ حاسد خوش ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ حسد بہت بُری بیماری ہے اس سے بچنے کے لئے ہمیشہ اللہ سے دعا کرتے رہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم کسی پر حسد کر کے اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔بلکہ اس سے حسد کرنے والا ہی پریشان حال رہتا ہے۔بلکہ ایک معنوں میں اس کی زندہ رہتے ہوئے موت ہوجاتی ہے۔حسد کی وجہ سے اپنے بس میں نہیں رہتا۔خدا کے باغیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔کیونکہ حسد کرنے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر اعتراض کرتا ہے اس لئے حسد کے گمان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

وہ بندے جو سمجھدار ہوتے ہیں وہ حسد نہیں کرتے۔جسکو سمجھ بوجھ نہیں' خدا کا خوف نہیں وہ حسد کرجاتے ہیں۔اور نقصان اٹھاتے ہیں۔حضرت

محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں۔''کسی سے حسداورکینہ نہ رکھوآپس میں بھائی بھائی بن کررہو' حضرت ابوبکرصدیق ؓ فرماتے ہیں اللہ کے بندوحسد چھوڑدواور باہم بھائی بھائی بن کررہو۔ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔'' اللہ کے بندے اگر ہیں تو حسد سے پرہیز کریں۔ایک دوسرے سے محبت کریں۔بھائی بھائی بن کرزندگی گزاریں۔دل سے حسد کودورکرنے سے یہ فائدہ ہوتاہے کہ ہماری نماز'روزہ'ذکراللہ وغیرہ بہتر ہوجاتے ہیں۔

ہر بندہ چاہتاہے کہ اس کے نصیب اچھے ہوں۔اس کوراحت واطمینان نصیب ہو'خوشحالی ہو'غمی سے دوری رہے۔اس کو پانے کے لئے حسد کوچھوڑناہوگا۔کیونکہ جوچھوڑتاہے وہ کچھ نہ کچھ تو پاتاہے۔جوحسدکرتے ہیں انہیں راحت نصیب نہیں ہوتی۔وہ شیطان کی صف میں آجاتے ہیں شیطان تلاش میں رہتا ہے کس طرح بندوں کو بھٹکاؤں' اس طرح حسد کرنے والا سوچتا رہتا ہے کہ کس طرح نقصان پہنچاؤں۔اللہ تعالیٰ ہمیں حسد کے روگ سے بچائے۔آمین

امیری

آج ماہ شوال المکرّم کی 22 تاریخ ہے''امیری'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

زمین کو ہروقت روشنی اور تاریکی سے سابقہ پڑتاہے۔اسی زمین پردوقسم کے افرادزندگی بسرکرتے ہیں ایک غریب اوردوسراامیر۔ہردوپر فرائض ہیں ان پرعمل کرنے سے آخرت سدھرجاتی ہے۔قانون شریعت امیراورغریب کاامتیازنہیں رکھتی۔ہرایک کے لئے ایک ہی قانون ہے۔ بنی اسرائیل اس لئے تباہ ہوئی کہ وہ غریبوں کوسزادیتی تھی اورامیروں کوچھوڑدیتی تھی۔اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جوامیر ہوکہ غریب' مالدار ہو کہ مفلس' عالم ہوکہ جاہل' جوان ہوکہ ضعیف' چھوٹا ہوکہ بڑا' ہرایک کوایک ہی صف میں لاکرکھڑاکردیتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امیری دل کی امیری ہے۔نہ کہ دولت کی۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں غریبوں کے ساتھ دوستی رکھواورامیروں کی مجلسوں سے دوررہو۔یہ ارشادحکمت سے بھرپور ہے۔غریبوں کودوست رکھنے سے خداسے رغبت پیداہوتی ہے اورامیروں کی دوستی خداسے غافل بنادیتی ہے۔اس لئے حضوراکرم ؐ ارشادفرماتے ہیں۔''فقیرمہاجر'امیروں سے پہلے جنت میں جائیں گے۔حضرت ابوبکرؓفرماتے ہیں وہ علماء حق تعالیٰ کے دشمن ہیں جوامیروں کے پاس جاتے ہیں اوروہ امیرحق تعالیٰ کے دوست ہیں جوعلماء کے پاس جاتے ہیں۔اس ارشادگرامی میں ان علماء کے لئے تنبیہ ہے جوغریبوں سے زیادہ امیروں کوعزیز رکھتے ہیں۔اوران کے گھروں کوجاتے ہیں۔غریب کی دعوت سے کنارہ کشی اختیارکرتے ہیں۔امام غزالیؒ فرماتے ہیں وہ دعوت سب سے بدترہے جس میں امیروں کوبلایاجائے اورغریب مسکین محروم رہیں۔

دولت خداتعالیٰ کی ایک عطاہے۔یہ آنے کے بعدذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔دراصل یہ خدا کی امانت ہے اس امانت پرغریبوں کابھی حق ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہی امیروں سے زکوٰۃ لےکراسی شہرکےغریبوں میں تقسیم کردیاجائے۔اللہ تعالیٰ نے امیر بنایاہے تواس کاشکراداکریں۔غروروتکبر سے بچیں۔امیری پرجوحقوق ہیں اس کواداکرنے کی نہ صرف نیت رکھیں بلکہ اس پرعمل بھی کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ ہمیں ہرحال میں شکرگزاربندہ بناکراس دنیامیں زندگی گزارنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

خرید وفروخت

آج ماہ شوال المکرّم کی 23 تاریخ ہے۔"خرید وفروخت" کے سلسلے میں ایک مضمون کی سماعت کیجئے۔

خرید وفروخت ہر انسان کی زندگی کا جز ہے۔ یہ جز کردار کی خوبیوں وخامیوں کو دکھاتا ہے۔ بھروسہ مند ہے یا نہیں' ایماندار ہے یا بے ایمان' صحیح مال فروخت کر رہا ہے یا نہیں۔ قیمت واجبی لے رہا ہے یا نہیں۔ مال کو روک رکھا ہے یا نہیں' خدا کا خوف رکھتا ہے یا نہیں' خرید وفروخت میں ایمانداری ایسی ہی ہے جیسے جسم کے ساتھ روح۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ایمانداری سے خرید وفروخت کرنے والا قیامت کے دن نیکوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا' اللہ تعالیٰ کا ایماندار تاجر پر کتنا بڑا کرم ہے کہ قیامت کے دن جو نفسا نفسی کا دن ہے اس دن وہ اللہ کے مقرب بندوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ خدا اس شخص پر مہربان ہوتا ہے جو خرید وفروخت میں سہولت اور نرمی اختیار کرتا ہے۔" ہر انسان کو اتفاقاً آسمانی وزمینی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مالی حالات خراب ہوجاتے ہیں۔ ایسے وقت پر ان سے نرمی سے' محبت سے بات کر کے سہولت پہنچائیں۔ تو خدا آپ پر مہربان ہوجاتا ہے۔

تاجر کے لئے ضروری ہے کہ وہ قواعد کا بھی پاس ولحاظ رکھے۔ ہر مال کی حقیقت اور سچائی کو فروخت کے وقت ظاہر کردیں۔ کوئی نقص ہو تو اس کا بھی اظہار کردے۔ خریدنے والے کی مرضی ہے کہ وہ لے نہ لے' حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی چیز فروخت کرے جس میں کوئی نقص کے ہونے کا علم ہو' البتہ خریدار کو اس نقص سے آگاہ کردے تو مضائقہ نہیں۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض تاجر اپنے مال کی نکاسی کے وقت غیر ضروری طور پر قسمیں کھاتے ہیں۔ تاکہ ان کی قسموں پر اعتبار کر کے لوگ مال خریدیں۔ قسمیں کھا کر مال فروخت کرنا مناسب نہیں۔ خریدار مال کو دیکھ کر خریدتا ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ قسم سے خرید وفروخت میں زیادتی ہوسکتی ہے مگر کمائی گھٹ جاتی ہے۔ ہر کوئی کمائی زیادہ چاہتا ہے گھٹاتا نہیں۔ لہٰذا قسمیں وغیرہ کھا کر نہ مال فروخت کریں نہ خریدیں۔ اس میں برکت نہیں ہوتی۔

ایماندار تاجر پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھائی ہوئی رہتی ہے۔ اس طرح کی تجارت بھی عبادت ہوتی ہے۔ کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ ہر عمل جو موافق شریعت ہے' ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ خرید وفروخت ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں۔ ایماندار تاجر کا درجہ عابد سے بلند ہے۔ ایمانداری زندگی کے ہر مرحلہ میں' ہر موقعہ پر نیکی دلاتی ہے۔

روز مرہ کی زندگی میں خرید وفروخت لازمی ہوتی ہے۔ لہٰذا خرید اور فروخت کے وقت بھی ایمانداری کو ملحوظ رکھیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل سے درجات کو بلند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سے وہ عمل لے جس سے دنوں جہاں میں بلند مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ آمین

حضرت علامہ بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ

آج ماہ شوال المکرّم کی 24 تاریخ ہے۔

قوم کے مشہور عالم دین حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ کی وفات کی بھی تاریخ ہے۔

حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ کا شمار اُس دور کے مشہور و معروف علمائے دین میں ہوتا ہے آپ کو علوم اسلامیہ تفسیر، حدیث، فقہ تصوف اور 14 علوم پر عبور حاصل تھا۔ جس محفل میں شریک ہوتے اپنی علمی صلاحیتوں کا بھر پور مظاہرہ کرتے ہوئے مقابل سے لوہا منوا لیتے اور ہر ایک سے داد تحسین حاصل کرتے۔ آپ قریہ سجاوند کے رہنے والے تھے اس لئے سجاوندی مشہور ہیں۔ غالباً یہ شام یا عراق کا علاقہ ہے۔ آپ کے آباء و اجداد اسی مقام سے نکل کر ہندوستان آتے ہیں۔ کئی ملکوں کے سیر و سیاحت کرتے ہوئے گجرات تشریف لائے موضع بڑھاسن آپ کو جاگیر عطا کی گئی تھی ۔ آپ اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے بادشاہ گجرات سے کئی دیہات حاصل کر کے اپنی جاگیر میں اضافہ کرتے ہیں۔ آپ کے والد کا نام شاہ عبدالمجید اور بھائی کا نام میاں عبدالغفور سجاوندی ہے۔ 18 ویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے تعلق سے تاریخ داں نے القاب رشید شریعت کلید طریقت، زبدۃ العلماء استعمال کئے ہیں۔ تاریخ سلیمانی میں تحریر ہے کہ اس عہد میں میاں عبدالملک کی علمیت، فضیلت و قابلیت کی نظیر نہیں ملتی تھی۔ یہ علماء، امراء اور سلطان کے منظور اور مقبول تھے۔

گجرات جس کو حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ''کانِ عشق'' فرمایا تھا یہاں دعوتِ مہدیت کا کافی چرچا تھا۔ پیام و تعلیمات مہدویت سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد اپنے ماموں قاضی عبداللہؓ کے ساتھ شہر نہروالہ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کو خدائے تعالیٰ نے حضرت مہدیؑ کی تصدیق کی ہدایت اور رہبری اس طرح فرمائی کہ آپ اپنی جاگیر بڑھاسن کو بگھی میں جا رہے تھے۔ حضرت شاہ دلاورؓ کے دائرہ پر سے آپ کا گزر ہوا۔ دائرہ کے باہر جنگل میں دیکھا کہ چند لڑکے لکڑیاں جمع کر رہے تھے۔ نماز کا وقت ہونے پر ایک لڑکے نے اذاں دی سب نے نماز جماعت سے پڑھی جس نے امامت کی تھی وہ بعد نماز بیان قرآن شروع کیا اور ایسے ایسے نکات بیان کئے کہ جسے سن کر میاں عبدالملک سجاوندی حیران و پریشان ہوگئے۔ بگھی سے اتر کر بچوں سے دریافت کیا کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ بچوں نے دائرہ کا پتہ بتایا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ بچوں کا یہ حال ہے تو ان کے بڑوں، بزرگوں کی کیا کیفیت نہ ہوگی۔ حضرت شاہ دلاورؓ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا دائرہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔

حضرتؓ کا دائرہ موضع بھنگار میں تھا۔ حضرت شاہ دلاورؓ کے پاس آ کر عرض کئے کہ حضور مجھے تلقین کیجئے اور عجز و انکساری سے فرمایا کہ خادموں میں میرا شمار فرمائیے۔ شاہ دلاورؓ جو میاں عبدالملک سجاوندی عالم باللہؓ کی علمی قابلیت سے واقف تھے فرمایا کہ یہ بندہ اُمی ہے اور ''قُل'' کو ''کُل'' کہتا ہے۔ میاں عبدالملکؒ نے فرمایا کہ بندہ اپنے علم کو چھوڑ کر اور اپنے فہم و ادراک کو ترک کر کے حاضر ہوا ہے جو کچھ حضرت سے سنوں گا اُسی پر قائم رہوں گا۔ میرا علم حضرت کی اُمیت پر قربان ہے اور اپنے دل کی تختی صاف کر کے آیا ہوں۔ حضرت شاہ دلاورؓ نے میاں عبدالملکؒ کی عقیدت و وارفتگی دیکھ کر تلقین کرتے ہیں اور فرمایا کہ جس طرح حضور مہدی موعودؑ نے فرمایا تھا کہ بھائی دلاورؓ کے سامنے علمائے

ظاہری و باطنی زانوئے ادب طے کریں گے وہ بشارت آج پوری ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو انکساری، سادگی پسند ہے۔ میاں عبدالملکؒ کے کردار میں یہ پائی جاتی ہے۔ علم کا تکبر وغرور اکثر عالموں کو ہوتا ہے وہ اپنے علم سے رُعب ڈالنے کی ہمیشہ کوشش کرتے ہیں۔ لیکن یہاں حضرت میاں عبدالملک سجاوندی کو دیکھئے کہ گروہ مہدویہ کے ایک فقیر کے آگے اپنا تمام علم کو قربان کردیتے ہیں جو آپ نے برسوں کی محنت سے حاصل کیا تھا۔ صاحب دائرہ میں کیا کشش تھی اور آنے والے میں کیا کیفیت پیدا ہوئی اس پر ہمیں غور وفکر کرنا ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ بعد تلقین حضرت شاہ دلاورؓ کی صحبت اختیار کی اور فرائض ولایت محمدیہ کی کما حقہ پابندی کرتے ہوئے منازل سلوک کو طے کئے۔ حضرت شاہ دلاورؓ نے آپ کی ریاضت اور یقین کامل کو دیکھ کر علم الیقین کی بشارت دی۔ آپ کو عالم باللہ کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ ایک روز بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے اصحاب دائرہ کی طرف نظر ڈالی اور فرمایا یہ تمام بھائی ہم منزلت یعنی ہم مرتبہ، ہم شان کا مقام رکھتے ہیں۔ جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپ نے جو علوم اسلامیہ اور حضرت شاہ دلاورؓ سے تلقین کے بعد صحبت سے علم لدنی حاصل کیا اس پر کامل یقین رکھتے تھے۔ حضرت شاہ دلاورؓ نے فرمایا کہ بندے کے پاس تین طرح کا حال رکھنے والے لوگ ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین، حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ کا علم الیقین میاں عبدالکریمؒ کو عین الیقین اور میاں یوسفؒ کو حق الیقین کی بشارت دی۔ اس مقام ومرتبہ کے لوگ ہمارے دائروں سے پیدا ہوجائیں تو قوم کی کیفیت ہی بدل جائے گی۔ اس کے لئے تعلیم وتربیت کے ساتھ شوق اور خداطلبی ہونا ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ کو جہاں دنیوی علوم پر عبور تھا وہیں ولایت کے رموز واسرار سے بھی کما حقہ واقف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ دلاورؓ دائرہ میں سورۂ اخلاص کا بیان فرمارہے تھے جب "**لم یلد و لم یولد**" پر پہنچے تو بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے "**یلد و یولد**" "لَمْ" کو ترک کرکے تلاوت کی میاں یوسفؒ جو بیان میں شریک تھے لَمْ کے ساتھ تلاوت کی۔ حضرتؓ نے پھر "لَمْ" کو ترک کرکے پڑھا اس کے بعد میاں یوسفؓ نے عرض کیا کہ یہ آیت محکمات سے بے تاویل ہے۔ میاں عبدالملک سجاوندی بھی اس بیان کی محفل میں شریک تھے جنہیں حضرتؓ نے علم الیقین کی بشارت دی تھی۔ بیان میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا کہ خاموش رہو اس وقت حضرت شاہ دلاورؓ ولایت کا شرف بیان فرمارہے ہیں

۔

مہدویوں کے خلاف میں شیخ علی مفتری نے کتاب الردّ لکھی اور حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے پاس روانہ کی۔ حضرت نے سننے کے بعد میاں عبدالملک سجاوندیؒ سے کہا کہ اس کا جواب لکھو۔ میاں نے فرمایا کہ تمام علم سلب ہوچکا ہے۔ حضرت نے پانی پسخوردہ کرکے دیا۔ آپ کا علم واپس آگیا اور فرمایا جس عالم یا مجتہد یا امام کی جانب توجہ کروگے اس کی روح تمہارے پاس حاضر ہوگی ان سے تحقیق کرکے جواب لکھو میاں تعمیل حکم میں رسالہ کا جواب لکھتے ہیں جو قوم میں سراج الابصار کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔ اکبر بادشاہ کے دربار میں مہدویت کا ذکر ہوتے رہتا تھا۔ حضرت بندگی میاں سید مصطفیٰ گجراتی اور علماء کے درمیان مباحثہ بھی ہوئے تھے۔ اس مجلس میں ابوالفضل اور فیضی کے والد حضرت میاں شیخ مبارک ناگوری بھی تھے۔ انہوں نے چند سوالات لکھ کر میاں عبدالملک سجاوندی کے پاس روانہ کئے۔ آپ نے ان سوالات کا مدلل جواب دیا۔ ان جوابات کو آپ نے دربار میں بھی پیش فرمایا۔ یہ جواب منہاج التقویم کے نام سے شائع ہوئے ہیں۔

حضرت میاں عبدالملک سجاوندیؒ اپنے علم ظاہری و باطنی کی قوت سے ثبوت حضرت مہدی موعودؑ میں "منہاج التقویم" "سراج الابصار" "خصائص حضرت امام مہدیؑ، سراج ملت، اور فضیلت المہدی علی الشیخین" رسالے لکھے ہیں۔ ان رسالوں میں ثبوت بعثت مہدی

موعود کو آیات سے پیش کر کے معقول بحث کی ہے۔اس کے علاوہ وجودِ قوم مہدیؑ پر بھی دلائل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ جو لاجواب ہے۔ان رسالوں کے پڑھنے سے اعتقاد درست ہوتے ہیں۔مفاد عامہ کے لئے ان رسالوں کی توضیح وتشریح وقت کی ضرورت ہے اس پر کام ہونا چاہیئے۔مشہور ومعروف تاریخ داں ڈاکٹر اطہر عباس رضوی اپنی تالیف ''شمالی ہند میں احیائے اسلام کی سرگرمیاں'' میں اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ میاں عبدالملک سجاوندی کی جملہ تصانیف میں سراج الابصار سب سے زیادہ اہم کتاب ہے۔اس کے علاوہ آپ کا خطبہ نکاح بھی مشہور و معروف ہے جو ہم اکثر محفل میں سنتے ہیں۔

حضرت شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کے بارہ (12) خلفاء ہیں جن پر خلافت ومرشدی کا بار رہا ہے ان میں ایک میاں عبدالملک سجاوندیؒ بھی ہیں۔کتب سیرت میں یہ بھی درج ہے کہ خلفاء حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ اور حضرت بندگی میاں عبدالکریم نوریؒ کے زمانے میں جس کسی بات پر،مسائل پر ان دو کا اتفاق ہوجاتا اس کو اہل زمانہ پسند فرماتے اور قبول کرتے تھے۔حضرت میاں عبدالملک سجاوندی کے حضور میں حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰن کا ایک مرید عشر کی رقم پیش کرتا ہے۔آپ اس کو قبول نہیں کرتے اور فرماتے ہیں اپنے مرشد کو پہنچاؤ۔یہ مرید جب مرشد کو پہنچاتا ہے تو مرشد فرماتے ہیں بندہ نے حصول عشر کے لئے مرید نہیں کیا بندہ کی خوشی ہے کہ جہاں کہیں متوکلین ہوں انہیں پہنچاؤ۔یہ ہمارے مرشدین کی خوبیاں تھیں۔آپ کے حلم،انکساری،سادگی،عفوو درگزر اور کردار کی عظمت دیکھئے۔آپ کے ایک ہمعصر جاگیردار جو آپ سے حسد رکھتے تھے آپ کا نام عبدالملک کے م پر زبر کے بجائے زیر لکھ کر خط تحریر کرتے ہیں۔اسطرح سے لکھنا برائی کا مقصد تھا۔آپ اس پر غصہ کرنے یا مذمت کرنے کے بجائے فرماتے ہیں،کہتے ہیں بندہ اس سے بھی گیا گزرا ہے۔

میاں عبدالملک سجاوندیؒ نہ صرف ایک کامل عالم تھے بلکہ صحبتی عالم اور عالم باعمل تھے۔بلکہ نہایت نرم دل اور بردبار تھے۔آپ کو 18 فرزند ہوئے۔ترک دنیا کے بعد آپ نے جاگیر چھوڑ دی تھی۔حضرت شاہ دلاورؓ کی خدمت میں آخر تک رہے۔حضرت شاہ دلاورؓ کے پاس 1400 فقراء تھے۔آپ کے انتقال کے بعد 700 فقراء میاں عبدالکریم نوری اور 700 فقراء میاں عبدالملک سجاوندیؒ کے ساتھ رہے۔آپ 24/شوال 980 ہجری مطابق 16/فبروری 1574ء کو اس دنیا سے کوچ فرمائے اور موضع بڈھاسن گجرات میں آپؒ کی آخری آرام گاہ ہے

آنکھ

آج ماہ شوال المکرّم کی 25 تاریخ ہے۔انسانی جسم میں ''آنکھ'' کی اہمیت پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

آنکھ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔نابینا سے دریافت کرنے پر حقیقی علم ہوتا ہے کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں دیکھنے کے لئے آنکھ' سننے کے لئے کان' کہنے کے لئے زبان' اور مستقبل کو سنوارنے کے لئے دماغ' ہاتھ اور پیر دیئے۔آنکھ تمام دنیا کے عجائبات کا نظارہ کرتی ہے لیکن اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔

نظر' خیر اور شر دونوں کو دیکھتی ہے قرآن تعلیم دیتا ہے کان اور دل کی طرح آنکھ سے بھی باز پرس ہوگی۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے

ہیں۔دو آنکھوں کو دوزخ کی آگ نہ چھوئے گی ایک وہ آنکھ جو خدا کے خوف سے روئی اور دوسری وہ جس نے راہ خدا یعنی میدان جہاد میں نگہبانی کرتے شب گزاری۔آج مسلمان قوم ہر طرف پٹ رہی ہے اس کی وجہ راتوں کی عبادت اور گریہ زاری کا نہ ہونا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں بدن کا چراغ آنکھ ہے۔پس اگر تمہاری آنکھ درست ہو تو سارا بدن روشن ہوگا۔اور اگر تمہاری آنکھ تاریک ہو تو تمہارا سارا بدن تاریک ہوگا۔اس لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔آنکھ کا کاسہ دل کا دروازہ ہے۔قلب میں تمام آفتیں اسی راستے سے آتی ہیں۔دل' آنکھ کے تابع ہے آنکھ کے بگڑنے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے۔دل کی صفائی میں آنکھ کا بھی بڑا حصہ ہے۔ولایت کی تعلیمات میں اندر کی آنکھ روشن کرنا ہے۔اس سے باہر کی آنکھ برائی دیکھنے کی طرف راغب نہیں ہوتی۔ہمیں چاہئے کہ آنکھوں کو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی دید سے محفوظ رکھیں۔اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی آنکھوں کو جنت میں ٹھنڈک عطا کرتا ہے اور ایسی نعمتیں میسر کرتا ہے جس کی بدولت آنکھ کو تو راحت اور دل کو سرور حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔میں کسی چیز کو اپنی آنکھ سے اس وقت تک نہیں دیکھتا جب تک اس کے ساتھ اللہ کو نہ دیکھ لوں۔آنکھ اس لئے ہے کہ ہم اللہ کا دیدار کریں۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں عقلمند جب خاموش رہتا ہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا ہے اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا اہل بصیرت کے لے ہر ایک نگاہ میں عبرت اور ہر ایک تجربہ میں نصیحت ہے۔بزرگوں کی نگاہیں بہت کچھ اثر دکھاتی ہیں۔بشرطیکہ بزرگوں کی تعلیمات پر ہمارا عقیدہ مسلم ہو۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں۔بندہ کی ایک نگاہ ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔بہت ہی خوش نصیب بندے ہیں جن پر خلیفۃ اللہ کی نظر پڑی۔اور وہ مصدق ہونے کا شرف حاصل کئے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔اس ارشاد کی روشنی میں اس زمین پر ہم اپنی آنکھوں کو نماز سے ٹھنڈک پہنچائیں۔نماز ہی کے تعلق سے قیامت میں سب سے پہلا سوال پوچھا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آخری سانس تک نماز کے ذریعہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے۔آمین

خیالات

آج ماہ شوال المکرّم کی 26 تاریخ ہے ''خیالات'' کے عنوان سے مضمون کی سماعت کیجئے۔

خیالات کا ذہن انسانی میں پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔اس پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا۔عموماً دیکھا گیا ہے انسان کے جیسے خیالات ہوتے ہیں وہ ویسا ہی بن جاتا ہے۔اس لئے ہمیشہ ذہن و دل میں اچھے خیالات لائیں اور بُرے خیالات سے بچیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔اہل ایمان کے خیالات نیک ہوتے ہیں۔یہ حقیقت ہے کہ جن کے خیالات نیک ہوتے ہیں وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔وہ نہ کسی سے ناراضگی حاصل کرتے ہیں اور نہ کسی کو نقصان پہنچاتے ہیں۔وہ نیک صفت ہوتے ہیں۔ان کی بات چیت سے ہی خیالات کا' فطرت کا علم ہو جاتا ہے۔کسی نے خوب کہا ہے ''زبان خیالات کا لباس ہے''

اچھے مثبت خیالات ذہن کو روشن کر کے ذہنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرتے ہیں۔خیالات جتنے عظیم ہوں گے اس کو عملی جامہ پہنانے کے

لئے اتنی ہی مشقت اور محنت کرنی پڑتی ہے۔کئی اقسام کے خیالات آتے ہیں لیکن کسی کی نسبت بُرا خیال دل میں نہ لائیں ۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں بے شک دلوں میں بُرے بُرے خیالات آتے ہیں مگر حلیم عقلیں اس سے باز رکھتی ہیں' ۔ جو بُرا ہوتا ہے وہ کسی کے ساتھ اچھا گمان نہیں رکھتا۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں ۔بُرا آدمی کسی کے ساتھ نیک گمان نہیں رکھ سکتا۔وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔زندگی کے حالات میں بعض وقت دل کسی کے تعلق سے بُرا خیال کرتا ہے۔دل کی آواز سن کر اس سے بچیں جب خیالات مطابق ہوجائیں تو دوستی کر کے روابط کو برقرار کرلیں۔یہ مومن کا کردار ہے۔غرض جہاں تک ہوسکے یہ کوشش کریں کہ دوسروں کے لئے نیک خیال دل میں لائیں' ایک لمحہ کے لئے بھی کسی سے دشمنی کا خیال دل میں نہ لائیں۔

ذہن انسانی میں خیالات کا پیدا ہونا زندگی کی علامت ہے۔کوشش یہ کریں کہ نیک اچھے خوشگوار' خیالات ذہن ودل میں پیدا ہو۔اس کے لئے ذہن ودل کو پاک رکھیں ۔صبح اُٹھتے ہی جو خیال اول آئے اور زبان سے جاری ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو۔انکساری اور عاجزی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔لہٰذا ہمیشہ اپنے آپ کو حقیر بندہ اور کمتر خیال کرے۔یہ بھی ایک بندگی ہے۔اور یہی مہدویت ہے۔

خدا تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ایسے خیالات ہمارے دل میں پیدا کرے کہ ہم مسکین بن کر زندگی گزاریں اور خاتمہ بھی مسکینی پر ہو۔آمین

مالک الملک و شکر

آج ماہ شوال المکرّم کی 27 تاریخ ہے۔

اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم مالک الملک وشکر کے تعلق سے مختصر طور پر کچھ سماعت کیجئے۔

اسمائے الٰہی میں ایک نام مالک الملک ہے۔جس کے معنی سلطنت و بادشاہت کا مالک کے ہیں۔ ہر بشر جانتا ہے اس بات سے واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات المبارک ہی مالک الملک ہے۔کوئی بھی یہ دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ مالک الملک ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات ہی مختار کل ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات ہی القیوم ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات ہی الملک القدوس ہے۔'اللہ ہی کی ذات العزیز الجبار ہے۔اللہ ہی کی ذات الغفار والقہار ہے۔

بادشاہوں کا بادشاہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔اللہ تعالیٰ میں ہی یہ قدرت ہے کہ جس کو چاہے اقتدار بخشتا ہے۔اور جب چاہے چھین لیتا ہے۔ ہر ایک کام اُس کے ''کن'' سے وقوع پذیر ہوجاتا ہے۔ یہ وہ مالک الملک ہے کہ کائنات کی ہر چیز اس کے تصرف واختیار میں ہے۔وہ قیامت کے روز کا بھی مالک الملک بھی ہے۔اس مالک الملک کا جو بھی فیصلہ ہوتا ہے وہ سچائی پر ہوتا ہے۔کوئی طاقت اس کے فیصلے میں ردوبدل نہیں کرسکتی۔ مالک الملک وہ قدرت والا ہے کہ وہ اپنے فیصلے میں کسی کو شریک نہیں کرتا اور نہ نظر ثانی کرتا ہے۔وہ ہر ایک کے ساتھ انصاف سے پیش آتا ہے۔اس کو انصاف عزیز ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص سب سے گھٹیا' ناپسندیدہ اور حقیر ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلوائے۔کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات وہ قدرت والی ہے کہ عزت وذلت کے تمام

دروازے اس کے ہاتھ میں ہے۔اس مالک الملک کے ہر حکم کا ہم کو پاس ولحاظ رکھنا ہے۔اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا ہے۔اس کی طرف لوگوں کو راغب کرنا ہے۔اس کی ہی عبادت کی دعوت دینا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات حاضر وناظر ہے۔ہماری عبادت اس کے ہاں مقبول ہو جائے۔یہی ہماری کامیابی ہے آیئے ہم ایسی عبادت کریں کہ مالک الملک کے ہاں مقبول ہو جائے۔

شکر: شکر ادا کرنا بندگی کی علامت ہے۔اور بندہ ہونے کا اقرار بھی ہے ورنہ غرور وتکبر پیدا ہوتا ہے۔شکر ادا کرنے سے انسانیت ظاہر ہوتی ہے۔شکر اپنے ساتھ اللہ کی نعمتوں ٗ رحمتوں اور کامیابیوں کو لاتا ہے۔ہم اللہ کے بندے ہیں ہمیشہ اس کا شکر گزار رہنا چاہئے۔

شکر کے تعلق سے قرآن پاک میں کئی ایک آیتیں نازل ہوئی ہیں جن کا عام فہم مفہوم یہی ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس وہ صدیق ہو جاتا ہے۔وہ بندے جو ناشکری کرتے ہیں انہیں عذاب کی خوشخبری سنا دو۔اگر تم اللہ کی بندگی کا دم بھرتے ہو تو اس کا شکر ادا کرو۔اللہ تعالیٰ ہمیں جب نعمتیں عطا کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ تم شکر ادا کرتے ہو یا نہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ایماندار وہ ہے جسے جب خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے۔اور مصیبت کے وقت صبر۔اللہ کے رسول ؐ فرماتے ہیں۔شکر کے ساتھ مال کی زیادتی ہوتی ہے۔اور جو مومن ہوتا ہے وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہتا ہے۔جس نے مدد واعانت کی ہے اس پر ذمہ داری ہے کہ اس کا شکر ادا کرے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ فرماتے ہیں جو بندوں کا شکر گزار نہیں وہ خدا کا بھی ناشکرا ہے۔حضرت علیؓ اس لئے فرماتے ہیں جو شخص کسی کے احسان کا شکر گزار نہیں ہے وہ آئندہ ضرور اس سے محروم رہ جاتا ہے۔لہٰذا جس نے مدد کی ہے اس کا شکریہ ادا کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ان نعمتوں کے تعلق سے حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔نعمتوں کی حفاظت شکر سے کرو۔لینے دینے پر ہی شکر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے پر بھی شکر ادا کریں۔

حضرت علیؓ نے بہت ہی افضل ترین بات فرمائی ہے۔آپؓ فرماتے ہیں سب سے اچھا اور عملی شکر یہ ہے کہ جو نعمتیں ہمیں خدا نے دی ہیں یہ نعمتیں دوسروں کو بھی دیں۔یہی دین ہے یہی اسلام ہے۔اس پر جو عمل کرتا ہے وہی بندۂ خدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں شکر گزار بندہ بنا کر اس دنیا میں رکھ اور جب دنیا سے رخصت ہوئیں اس وقت تو ہم سے راضی رہے۔آمین

آگ

آج ماہ شوال المکرّم کی 28 تاریخ ہے آج ہم ''آگ'' کے تعلق سے ایک مضمون سماعت کریں گے۔

ہر انسان دنیا کی آگ سے محفوظ رہنے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہے۔جان بوجھ کر بھی آگ کو نہ ہاتھ لگاتا ہے اور نہ اس کے قریب بیٹھتا ہے۔یہ بات انسان کی فطرت میں داخل ہے۔اس دنیا کی آگ کی طرح آخرت میں بھی ایک آگ ہے یہ آگ دنیوی آگ سے ۹۹ درجہ زیادہ ہے۔اس آگ سے بچنے کے لئے شر کے کاموں سے بچنا ہوگا۔شرعی زندگی گزارنی ہوگی۔

قرآن پاک تعلیم دیتا ہے جو کوئی زور وظلم سے کسی کا مال خرد برد کرے گا تو ہم اس کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جھونک دیں گے۔عموماً لوگ حُبِّ دنیا' اولاد کی محبت' مال وزر کی ہوس میں ظلم وستم کر جاتے ہیں۔یہ سوچتے نہیں کہ اس عمل سے ان کے کردار پر کیا اثر

ہوگا۔آخرت میں کیا انجام ہوگا۔حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔مکر،دھوکہ اور خیانت کرنے والا آگ میں جھونکا جائیگا۔اس آگ سے بچنے کے لئے حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کر کے سہی۔دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے آپؐ فرماتے اس ایک ٹکڑا کھجور کا دے کر راحت پاؤ۔کیا کوئی جھوٹ، فریب، دھوکہ دہی، ظلم وستم کر کے، حق دار کو بے حق کر کے زندگی بسر کرنا پسند کرے گا۔جواب نفی میں ہوگا۔دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے یہ تھوڑی سی زندگی حق پر رہ کر کس طرح بھی گزاریں، ورنہ دائمی زندگی آگ کے ساتھ گزارنا ہوگا۔

ایمان بہت بڑی دولت اور عطا ہے،ہمیں اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے۔حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں''جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ آگ سے نکالا جائے گا۔اللہ تعالیٰ کو جہاں ایمان والے پسند ہیں وہیں وہ افراد جو غرباء، مسکینوں کا، خیال کرتے ہیں۔ان کے دکھ درد کو بانٹتے ہیں۔ایسے سخاوت کرنے والوں کو بھی اللہ پسند فرماتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔سخی آگ سے دور اور بخیل آگ سے قریب ہوگا۔بخل بہت بڑی بیماری ہے جو ایمان والے ہوتے ہیں وہ بخیل نہیں ہوتے۔ہر انسان بخیل نہیں سخی ہونا چاہئے۔کیونکہ جو بھی اس کے پاس ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے۔ان میں دوسروں کا بھی حق ہے۔وہ افراد جو اس سے اجتناب کرتے ہیں انہیں دوزخ کی آگ سے سابقہ پڑسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر ایک مسلمان کو اس سے بچائے۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں۔تعجب ہے اس پر جو دوزخ کی آگ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔یہ واقف ہونے کے بعد کہ اس عمل سے گناہ گاروں میں شامل ہوجاتے ہیں جان بوجھ کر گناہ نہ کرنا چاہئے۔دوزخ کی آگ بہت ہی بھیانک اور خوفناک ہوتی ہے۔حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔جو اپنے آپ کو آگ سے بچانا چاہئے اس کو اپنی تمام آرزوئیں اور خواہشات چھوڑ دینی ضروری ہے۔اکثر دیکھا گیا ہے کہ اپنی آرزوئیں، خواہشوں کی تکمیل کے لئے شرعی راستہ چھوڑ کر گناہوں کے راستہ اختیار کرلیتے ہیں۔اس راہ سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آرزوئیں، خواہشوں پر توجہ نہ دیں۔زندگی کے سفر میں بعض وقت اپنے سے زیادہ مالدار لوگوں کو دیکھ کر خواہشیں، آرزوئیں دل میں پیدا ہوجاتی ہیں۔ایسے حالات میں ایک بزرگ فرماتے ہیں لوگوں کو آگ سمجھو اور بلاضرورت ان کے پاس نہ جاؤ اور جب اس کے قریب جاؤ تو آگ کی طرح ان سے ڈرو۔

اس معاشرہ میں جو چیز زیادہ نظر آرہی ہے وہ بدکلامی اور غصہ۔یہ دونوں چیزیں بھی آگ کی طرف لے جانے والی ہیں۔زبان کو اکثر ذکر اللہ کے لئے، اچھی باتوں کے لئے استعمال کرنا ہے ناکہ بدکلامی کے لئے۔بدکلامی انسان کے کردار کو بدنام کردیتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس شخص کی عبادت کو بھی قبول نہیں کرتا جو بدکلامی کرتا ہے۔اسلام تعلیم دیتا ہے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہمدردی، میانہ روی اور خیر خواہی کے ساتھ اتحاد واتفاق کے ساتھ زندگی گزارو۔ان کے ساتھ بے انصافی نہ کرو۔حضرت لقمان فرماتے ہیں۔جس طرح آگ کا ایک ذرہ عالم کو تباہ کردیتا ہے اس طرح ایک بدکلمہ انسان کی حالت کو تباہ کردیتا ہے۔اپنے آپ کو تباہ وبرباد کرنا کوئی پسند نہیں کرتا ہے۔لہٰذا بدکلامی بری چیز ہے اس سے پرہیز کریں۔غصہ بھی انسان کو شیطان بنادیتا ہے۔غصہ کے وقت صبر کا دامن تھام لیں۔غصہ ماحول کو جنگ کی صورت میں بدل دیتا ہے۔جس سے جانی نقصان کا بھی اندیشہ ہے۔بقراط نے حکیمانہ بات یہ فرمائی کہ اگر تم طویل زندگی چاہتے ہو تو غصہ کی آگ سے بچو۔غصہ بھی دراصل آگ کا ایک حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں اس دنیا کی آگ سے بھی اور آخرت کی آگ سے محفوظ رکھے۔آمین

خیرات

آج ماہ شوال المکرّم کی 29 تاریخ ہے۔''خیرات'' کے عنوان پر مضمون سماعت کیجئے۔

خیرات اس کو کہتے ہیں کہ حاجت مندوں کو ان کی ضرورت کے موافق دے دیں۔ دین وزندگی کے اُصولوں میں خیرات بھی ایک اہم عنصر ہے۔ خیرات بندگی کا اظہار بھی ہے۔غرور وتکبر کو بھی ختم کرتی ہے۔ یہ احساس بھی دلاتی ہے کہ ہم خیر اُمت میں سے ہیں۔۔ایک مقام پر قرآن میں ارشاد ہوا ہے جس کا ترجمہ ہے۔''جو نیک بندے ہوتے ہیں وہ خیرات کرتے ہیں اور اس کا پھل کھاتے ہیں'' خیر وخیرات' مدد واعانت نیکی کی راہیں ہیں۔ یہ راہیں زندگی کی تعمیر میں مدومعاون ہوتے ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ خیرات کر کے کسی پر احسان نہ جتاؤ۔ جب اللہ تعالیٰ ہمیں اس موقف میں رکھا ہے' اس قابل بنایا ہے کہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں تو مدد کریں۔لیکن مدد کر کے لوگوں کے سامنے اس کا اظہار نہ کریں۔ جب خیرات کریں تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ ایسی خیرات اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتی ہے۔ایک موقعہ پر حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا'' کھاؤ اور خیرات کرو اس حد کہ فضول خرچی اور تکبر نہ کرو' 'اللہ تعالیٰ نے دولت سے نوازا ہے تو خیرات کریں۔ دولت کو بے جا رسوم ورواج میں خرچ نہ کریں۔ اور کبھی بھی مال ودولت پر تکبر نہ کریں۔آج ہمارے پاس ہے تو کل دوسرے کے پاس ہوگی۔غرباء میں خیرات کرنا افضل عمل ہے۔ مال دیا گیا ہے تو خیرات ضروری ہے۔ عابد ہے لیکن خیرات نہیں کرتا ہے تو وہ گناہ گار ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں وہ گناہگار جو خیرات کرے اس عابد سے اچھا ہے جو بخیل ہے۔

حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ جو خیرات کرتا ہے وہ حبیب خدا ہے اگر چہ فاسق ہو۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں اپنے میزان اعمال کو خیرات کے وزن سے بھاری کرو۔ میزان اعمال میں خیرات بھی ایک اہم وزن ہے۔ یہ وزن دنیا اور آخرت دونوں میں کام آتا ہے۔اس لئے حضرت علیؓ ارشاد فرماتے ہیں خیرات افضل ترین عبادت ہے اور آپ آگے ارشاد فرماتے ہیں خیرات کے ساتھ احسان رکھنا نہایت کمینگی ہے۔

آج کے دور میں مسلمان ہر معاملہ میں دوسری قوم سے بہت پیچھے ہیں۔ان حالات میں سب سے اچھی اور بہتر خیرات یہ ہے کہ آدمی کو قابل بنادیں۔ دوسری بات لوگوں پر ظلم نہ کرنا بھی خیرات ہے۔بعض اللہ کے بندے ایسے بھی ہیں جب مال کا' دولت کا بیشتر حصہ خیرات ہو جاتا ہے تو ان کے دل خوشی سے سرشار ہو جاتے ہیں۔حقیقی معنوں میں ایسے ہی افرادسخی کے زمرہ میں آتے ہیں۔انہیں معاشرہ میں عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔اور لوگ ان کی تعظیم وتکریم بھی کرتے ہیں۔

ضرورت مندوں کی خدمت عبادت ہے۔ یہ عبادت خدا کو محبوب ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر حال میں غرباء' مساکین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ایذاء

آج ماہ شوال المکرّم کی 30 تاریخ ہے ''ایذاء'' کے عنوان پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

ایذاء یعنی کسی کو تکلیف پہنچانا۔ خدا کے جو حقیقی بندے ہوتے ہیں جسے خدا کا ڈر و خوف رہتا ہے وہ کسی انسان کو نہیں بلکہ جانور کو بھی تکلیف نہیں پہنچاتے۔ کسی کو ایذاء دینا دراصل اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالنا ہے۔ کسی کو راحت پہنچانا دراصل سکون واطمینان حاصل کرنا ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے یہ ارشاد فرمایا ہے۔ ہمارے والے یعنی مہدوی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے وہ سانپ وبچھو بن کر کسی کو ڈستے نہیں۔ یہ ہمارا کردار تھا۔ آج ہم کسی کے خلاف ہو جاتے ہیں ان کو ایذا اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اگر اس کو نقصان یا پریشانیاں گھیرتی ہیں تو ہم خوش ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارا کردار اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے۔ انسانیت کے ناطے ایک بھائی تکلیف میں ہے تو ہم کو بھی اس کا درد ہونا چاہئے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ لوگوں کو ایذاء پہنچانا ہے۔ اللہ کی ذات میں کسی کو شریک کر کے اگر وہ شرک کرتا ہے تو اس کی نجات نہیں ہوتی ہے۔ اس بڑے گناہ کے بعد جو گناہ ہے وہ ایذا پہنچانا ہے۔ اس کا علم ہونے کے بعد اپنے بھائیوں کو یا کسی کو بھی ایذا نہیں پہنچائیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ فرماتے ہیں۔ مومن کو ایذا پہنچانا خدا کے نزدیک کعبہ اور بیت المقدس گرانے سے پندرہ گنا بڑا ہے۔ مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا وہ نعوذ باللہ کعبہ یا بیت المقدس کو گرائے۔ وہ کسی کو ایذا پہنچاتا ہے تو وہ یہ مقدس مقامات کے گرانے کے پندرہ گنا زیادہ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اس لئے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔ کوئی تمہارے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ پائے ورنہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔

ایذا کے کئی اقسام ہیں۔ ان میں ایک بدکلامی بھی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''جس کی زبان پڑوسیوں کو ایذا پہنچائے بے شک وہ جہنمی ہے۔ حضرت محمدؐ کے سامنے صحابہ نے دو عورتوں کا ذکر کیا۔ ایک عبادت گزار ہے لیکن اس کی زبان لوگوں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ دوسری عبادت گزار نہیں ہے لیکن زبان سے لوگوں کو راحت پہنچاتی ہے بدکلامی نہیں کرتی۔ یہ سن کر اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ''پہلی دوزخی ہے اور دوسری جنتی ہے''۔ ہمارا کردار ایسا ہونا چاہئے کہ کسی کو ایذا نہ دیں۔ جو ایذا نہیں پہنچاتے اُن کے تعلق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔ خلقت کو ایذا پہنچائے بغیر ان کی تکلیف خود اٹھالینا حقیقی عبادت ہے۔ وہ جو سخی ہوتا ہے وہ اللہ کے قریب ہوتا ہے کسی کو تکلیف یا ایذا نہ پہنچانے پر ہم مستحق ہو جاتے ہیں۔ کتنا بڑا مقام ہمیں کسی کو ایذا نہ دینے پر حاصل ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ایک مقام پر ارشاد ہوا ہے۔ ترجمہ: اگر اللہ تم کو کسی قسم کی ایذا پہنچانا چاہے تو اس کے سوا اس تکلیف کو دور کرنے والا نہیں' اللہ تعالیٰ کی یہ قدرت ہے۔ اس کی قدرت کے آگے ہر ایک کا سر جھکا رہنا چاہئے۔ اللہ سے ہمیشہ خیر ہی طلب کرتے رہیں اور فضل کے طلب گار رہیں۔ ایک بزرگ نے اپنے ارشادات میں جو بڑی حکمت سے لبریز بات کہی ہے فرماتے ہیں ''مخلوق سے ایذا پہنچنے پر صبر کرنا علامات ولایت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ زندگی میں کسی کو بھی ایذا یا تکلیف دینے کے خیال سے ہمیں دور رکھے۔ آمین۔

ماہ ذیقعدہ

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ	449	16	حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ	472
2	حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ	451	17	موت ومنکر نکیر	474
3	قبرونجات	453	18	خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ	475
4	حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ	455	19	حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ	478
5	آل رسولؐ	458	20	رحمت خداوندی	482
6	حضرت بندگی میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ	459	21	حضرت بندگی میاں سید اسحاقؓ اور طلب	483
7	حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ	460	22	بزرگانِ دین کا فیض	484
8	حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ	463	23	حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ پالن پور اور مقصد	486
9	اولاد	464	24	آیت الکرسی۔ سات کا عدد	488
10	فضول خرچی	465	25	دشمنی وظلم	489
11	عمل اور کراماً کاتبین	466	26	حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ	491
12	خطاوبحث	468	27	سچائی ونیکی	493
13	بات	470	28	رشتہ داری	495
14	خدمت	470	29	شیطان	496
15	وضو	471	30	شراب	497

حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ

آج ماہ ذیعقدہ کی یکم تاریخ ہے اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ ہے۔

ماہ ذیقعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ ہے۔ یہ حرمت والا مہینہ ہے زمانے جاہلیت میں بھی اس ماہ کا ادب واحترام کیا جاتا تھا۔ اس ماہ میں لڑئی جھگڑے وغیرہ بالکل بند ہوجاتے تھے۔آفتاب خاتم ولایت محمد یہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ اسی ماہ میں پردہ فرمانے سے اس ماہ کے تقدس میں اضافہ ہوگیا ہے۔اس ماہ کے بعد ہی حج کا مہینہ ہے۔اس لئے بھی اس ماہ کی قدرومنزلت زیادہ ہے۔ ہماری مختصرسی زندگی میں دوبارہ یہ مہینہ آیا ہے لہٰذا کوشش کریں کہ ایک صالح بندہ بن کر اس مہینہ کو وداع کریں۔

حضرت شاہ دلاورؓ راجہ دلپت رائے والی گوڑ کے بھانجے تھے۔سلطان حسین شرقی نے حضرت مہدی موعودؑ کی مدد سے گوڑ کو فتح کیا تو حضرت شاہِ دلاورؓ غنیمت کے ساتھ گرفتار ہوگئے۔اس وقت آپ کی عمر شریف (11) سال کی تھی۔آپؓ جس وقت خلیفۃ اللہ حضرت میراں سید محمد مہدی علیہ السلام کی بارگاہِ عالی میں تشریف لائے اس وقت حضور علیہ السلام نماز ظہر کا وضو فرمارہے تھے اور شاہِ دلاورؓ پر نظر پڑتے ہی فرمایا کہ یہ دلاور نہیں شاہِ دلاور ہے۔اس مبارک ملاقات کے بعد سے آپ کی پرورش ونگہداشت وتربیت خلیفۃ اللہ کی نظروں کے سامنے ہوتی رہی۔ اسی وجہ سے کیسے ممکن ہے کہ ذات بابرکات حضرت شاہ دلاورؓ میں کسی بھی قسم کی کوئی کمی رہ جاتی۔حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپ کو ذکرِ خفی کی تلقین فرمائی اور اپنا ہاتھ حضرت شاہ دلاورؓ کے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ مرید اللہ ہوجاو۔پھر شاہ دلاورؓ کا ہاتھ اوپر رکھ کر فرمایا کہ مراد اللہ ہوجاؤ۔ اس کے بعد شاہ دلاورؓ حضور مہدی علیہ السلام کے حجرۂ مبارکہ کے پاس ہمیشہ یادخدا میں مشغول رہا کرتے تھے۔جس وقت خاتم اولیاء حضرت مہدی موعودؑ جیون پور سے ہجرت فرما کر دانا پور تشریف لائے تو وہاں جب حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ اپنے والد محترم کی مہدیت اور ماں کی عقیدت کی گفتگو سماعت فرمارہے تھے اسی وقت حضرت شاہ دلاورؓ بھی آپ کے بازو ٹھیرے ہوئے تھے۔اس سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کو حضرت مہدی موعودؑ سے کتنا عشق تھا کہ آپ ہر وقت خلیفۃ اللہ کے حجرۂ مبارکہ کے سامنے ہی رہا کرتے تھے۔حضرت بی بی الہداتیؓ اور حضرت ثانی مہدیؓ کے تصدیق سے مشرف ہونے کے بعد حضرت شاہ دلاورؓ نے بھی یہ معاملہ سن کر آمنا وصدقنا کہا۔اس کے بعد جذبۂ حق میں مستغرق ہوگئے اور تقریباً ایک دونہیں بلکہ سات سال تک جذبۂ حق میں ڈوبے رہے لیکن اس حالت میں بھی خدا تعالیٰ آپ سے شریعت کی پابندی کراتا رہا۔اسی جذبۂ حق کی وجہ سے آپ سفر کے قابل نہیں رہے تو حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپ کو دانا پور کی مسجد میں رہنے دیا اور میاں دُراج کو آپ کی نگرانی اور خدمت کے لئے چھوڑ دئے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ خود خلیفۃ اللہ کو بھی آپ کا کتنا خیال تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی یوسف علیہ السلام کا پیراہن لے کر مصر سے روانہ ہوئے تھے تو ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہنا شروع کردیا تھا کہ مجھے میرے یوسف کی بو آرہی ہے۔اسی طرح جب حضرت مہدی موعود علیہ السلام حج سے واپس ہوکر احمد آباد میں تشریف لائے اور ادھر حضرت شاہ دلاورؓ جذبہ حق سے فارغ ہوئے۔تو حضرت شاہ دلاورؓ کو احمد آباد کی طرف سے خوشبو آنے لگی اور اسی خوشبو کو اپنا رہبر بنائے ہوئے آپ خلیفۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔

حضرت شاہ دلاورؓ کی بزرگی اور روحانی قوت کا اندازہ ہم اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں، ایک دن آپ نے خلیفۃ اللہ کے حضور آ کر عرض کیا کہ بندہ کو خوندکار کے صدقے سے عرش سے فرش تک بلکہ آسمان اور لوح وقلم پر جو چیزیں ہیں اس طرح روشن ہو گئے ہیں جیسا کہ ہاتھ میں رائی کا دانہ، یہ سن کر خاتم الاولیاء نے فرمایا یہ تمہارا مقام نہیں ہے بلکہ تمہارا مقام اس سے بلند ہے تم کو ہر سانس میں اس سے دگنا حاصل ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ہماری زبان، ہمارا قلم شاہ دلاورؓ کی بزرگی کو، آپ کی روحانی قوت کو، آپ کے مقام کو ہی نہ صرف بلکہ خدا تعالیٰ کے حضور جو بزرگی حاصل ہے اس کو بھی بیان نہیں کر سکتا لیکن صرف ان چند واقعات سے ہم آپ کے مقام کا، آپ کی عظمت کا اندازہ آسانی سے لگا سکتے ہیں

حضرت شاہ دلاورؓ ایک دن دائرے میں کھڑے ہوئے تھے اور آپ کے ایک صحابی راجے محمد تیل کی تلاش میں جا رہے تھے۔ آپؓ نے میاں راجے محمد کو آواز دے کر اپنے پاس بلایا، وہ سامنے آئے، پھر کہا جاؤ، پھر کہا آ ؤ۔ اس طرح آپ نے تین دفعہ کہا اور فرمایا کہ جب سے کہ مجھے داڑھی نکلی ہے بندہ سے کوئی بدعت نہیں ہوئی ہے یہ سن کر میاں راجے محمد نے کہا کہ بندہ صدقہ خوار ہے مجھ سے بھی کوئی بدعت نہیں ہوئی ہے تو شاہؓ سے کس طرح ہوگی۔ آپؓ نے فرمایا تم نے جیسا کہ سمجھا ہے ایسا نہیں ہے بندے کے پاس بدعت یہ ہے کہ بغیر معلومات حق کے کوئی کام کرے۔ بندہ بغیر معلومات حق تعالیٰ کے کوئی کام نہیں کیا ہے۔ اس کے برخلاف آج ہم غلامان شاہ دلاورؓ کے یہاں ہر کام میں بدعتی طریقے جاری ہو گئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ طریقے عبادت میں بھی شامل ہو گئے ہیں جس کو ہم عبادت سمجھ بیٹھے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا بندہ کے مہاجر تین قسم کے ہیں۔ ایک نفس حضور، دوسرے وقت حضور اور تیسرے حال حضور ہیں۔ اس ارشاد گرامی مرتبت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے فرمایا نفس حضور حضرت مہدی موعودؑ کے پانچ اصحاب کرام ہیں ان کے لئے پلک مارنے کی دیر کا بھی حجاب نہیں اور بعض حال حضور ہیں جو مہدی علیہ السلام کے اصحاب عضام ہیں ان کو حال پیدا ہوتا ہے تو حاضر ہوتے ہیں اور جو وقت حضور ہیں یہ مہدی کے عام اصحاب ہیں ان کو کسی ایک وقت میں حضوری ہوتی ہے۔ جن پانچ عظیم المرتبت شخصیتوں کو نفس حضور حاصل ہے ان میں ایک حضرت شاہ دلاورؓ بھی ہیں۔ اس بات کا ثبوت ہمیں اس واقعہ سے ملتا ہے کہ ایک مرتبہ بندگی میاں شاہ دلاورؓ نے حضرت مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ میرانجی حضرت رسالت پناہ کے حضور میں چار صحابہ اکرام تھے۔ حضرت مہدیؑ کے حضور میں بھی ہونے چاہئیں وہ کون ہیں؟ یہ سننے کے بعد آنحضرت علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ فرمان خدا تعالیٰ ہوتا ہے میراں سید محمودؓ میراں سید خوندمیرؓ، شاہ نعمتؓ، شاہ نظامؓ اور پانچواں سائل ہے۔ یہ سن کر حضرت شاہ دلاورؓ نے ادباً پیچھے ہو کر کہا کہ صحابہ کرام سے ہونا لازمی ہے۔ بندہ دلاور ہے اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اے میاں دلاور جہاں ایک ہے، دوسرے تم ہو، جہاں دو ہے تیسرے تم ہو، جہاں تین ہیں وہاں چوتھے تم ہو، جہاں چار ہیں پانچویں تم ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ دلاور نے اطاعت اللہ ورسول اللہ اور مہدی مراداللہ کی وہ مثال قائم کی ہے کہ تاریخ مہدویہ اس کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ جس طرح حضرت علیؓ کے علم کے تعلق سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''میں شہر علم ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ'' اسی طرح شاہ دلاورؓ بھی علم وعمل وگفتار و کردار کہ وہ عمیق سمندر ہیں کہ بار بار مسلسل اللہ کے خلیفہ آخر الزماں نے حضرت شاہ دلاورؓ کی ذات کو دنیا والوں سے اس طرح روشناس کرایا کہ اگر بندہ موجود نہ ہو تو اپنے معاملات میاں دلاورؓ سے حل کر لیا کرو کیونکہ میاں دلاورؓ عالم دل، میاں دلاورؓ دیانتدار اور میاں دلاورؓ پر عرش سے تحت اثریٰ تک ایسا روشن ہے جیسا کہ کسی کے ہاتھ میں رائی کا دانہ

حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے آپ کے تعلق سے بہت سی بشارتیں دیں اگر ان بشارتوں کو پیش کیا جائے تو اس کے لئے کئی اوراق چاہیئے۔ مختصراً یہ ہے کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ میاں دلاورؓ کا فیض قیامت تک رہے گا اور بندہ کو اور میاں دلاورؓ کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ اس کے علاوہ حضور نے فرمایا کہ تین اشخاص ذاتی ہیں اول حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ دوم حضرت سید خوندمیرؓ اور سوم حضرت شاہ دلاورؓ۔ یہی نہیں بلکہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نہ دیکھا ہو وہ میاں دلاورؓ کو دیکھے

حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ

آج ماہ ذیقعدہ کی 2 تاریخ ہے عرس مبارک حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ ہے۔

مہدویت کی دنیا میں حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ ایک روشن آفتاب کے مانند ہیں۔ اس آفتاب کی صحبت میں کئی روشن ہوئے جن کی بزرگی اپنی آپ مثال ہے کیونکہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ بارہ مبشر جیسے بندہ کے سامنے ہوئے ہیں۔ اس طرح بھائی دلاورؓ کے سامنے ہوں گے۔ اس بشارت سے جو حقیقت میں بشارت رحمانی ہے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس آفتاب کے صحبت میں رہنے والوں کا کیا مقام ہے۔ اس کے برخلاف ہم اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ شاہ دلاورؓ کے دائرہ میں رہنے والوں کا کیا مقام ہے۔ ایک دن بی بی خونزا جو شاہ عالم کی پوتی اور آپ کی حرم محترم ہیں کہا میانجی آج یوسف کہاں گیا ہے، ابھی تک پانی بھی نہیں لایا ہے۔ شاہ نے ناخوش ہو کر فرمایا خبردار میاں یوسف کا نام ادب و تعظیم سے لیا کرو کیونکہ ہر روز خدا کا سلام میاں یوسف کے لئے آتا ہے۔ بی بی نے کہا میانجی میں شاہ عالم کی پوتی ہوں۔ یہ سن کر شاہ نے فرمایا شاہ عالم کہاں اور میاں یوسف کہاں۔ پھر آپؓ نے فرمایا کہ ان کا مرتبہ قطب عالم سے بھی بڑا ہوا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کتنے ایک قطب ہمارے دائرے میں ہیں اور پڑے ہوئے ہیں۔

خلفاء مہدیؑ اور بزرگوں کے دائرے میں تعلیمات امامنا پر سختی سے پابندی ہوتی تھی ہر روز نماز فجر کے بعد تمام فقراء طلوع آفتاب تک پھر عصر سے عشاء تک ہی نہیں بلکہ آٹھوں پہر ذکر اللہ میں بیٹھے رہتے تھے۔ ایک روز بورکھیڑہ میں شاہ دلاورؓ نے نماز فجر ادا کرنے کے بعد جماعت خانہ کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ بی بی خونزا کو بلا کر فرمایا دیکھو صحابہ ذکر اللہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اس جماعت کے وہ لوگ ہیں جن کے تعلق سے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''وہ میرے بھائی ہیں اور وہ میرے درجے میں ہیں وہ یہی لوگ ہیں'' لیکن فی الزمانہ افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہمیں یہ خوشنما نظارے دیکھنے پر بھی نظر نہیں آرہے ہیں۔ آج ہم امامنا علیہ السلام کی تمام تعلیمات کو پس پشت ڈالدیئے ہیں اور اس پر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم غلامانِ مہدی ہیں۔ حالانکہ امامنا علیہ السلام اس دنیائے فانی سے کوچ فرمانے سے قبل ارشاد فرمایا تھا کہ یہ وقت رونے کا نہیں بلکہ رونے کا وہ وقت ہوگا جب تم بندہ کی یاد کو دل سے بھلا دو گے یعنی بندہ کی تعلیمات کو چھوڑ بیٹھو گے

حضرت شاہ دلاورؓ کے زمانے کے حالات پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ للّٰہیت اور خدا طلبی آپ کی زندگی کا اہم مظہر تھی۔ آپ کی عظمت و بزرگی ملاحظہ ہو۔ آپ اس وقت تک نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جب تک خدا تعالیٰ اس کو نجات نہ دیتے۔ بورکھیڑہ میں آپؓ کا دائرہ تھا (یہیں آپ کی آخری قیام گاہ بھی ہے) دائرہ میں ایک مشرک آیا کرتا تھا۔ یہ تھوڑا بہت علم بھی جانتا تھا۔ ایک روز آ کر دیکھا کہ دائرے میں

ایک کی رحلت ہوئی ہے۔تمام برادر شاہ دلاورؒ کے حکم کے منتظر تھے۔شاہ ایک پہر تک باہر نہیں آئے۔ جب اس مشرک نے دیکھا کہ باہر نہیں آرہے ہیں تو کہا افسوس ہے اس مردہ پر عذاب ہو رہا ہے اور وہ بھی شاہ دلاورؒ کے سامنے، مشرک کے کہنے کے بعد اللہ سے حکم پہنچا اے دلاور یہ مردہ مستحق عذاب تھا لیکن ہم نے تیری بھلی داڑھی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو نجات دی، باہر جا اور اس کے دفن کی تیاری کا حکم دے اور نماز جنازہ پڑھا، اس کو ہم جنت میں پہنچائیں گے۔ یہی نہیں بلکہ آپؒ کے حضور ایک اور جنازہ لا کر رکھ دیئے لیکن آپ نے تھوڑی دیر کے لئے منتظر رہے کہ اللہ تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ جو شخص تیرے پاس آتا ہے نعمت سے محروم ہو کر کس طرح جائے۔ یہ گنہگار دراصل مستحق عذاب تھا لیکن تیری نظر کی خاطر بخش دیا۔اس کے بعد آپؒ نے نماز جنازہ ادا کی۔اس سلسلے کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ایک راستے سے آپ گذر رہے تھے اس راہ پر ایک پرانی قبر پر آپ کی نظر پڑی۔اس وقت اللہ تعالیٰ کا آپ پر حکم ہوا کہ اے دلاورؒ تو اپنا پاؤں اس قبر پر رکھ وہ عذاب کا مستحق ہے۔تیرے نعلین کی گرد کے سبب سے اس کو نجات عطا کروں گا۔آپ نے حسب حکم پروردگار ایسا ہی کیا۔

مرشد میں مرید کا رنگ آجانا بہت بڑی بات ہے۔ یہ بات اسی وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ مرید اپنی جان سے زیادہ مرشد کو عزیز نہ رکھے اور مرشد کا کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرید کو کامل بنائے۔حضرت شاہ دلاورؒ کے دور میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اپنے صحابۂ کرام کی ایسی تربیت فرمائی کہ آپ کے گذر جانے کے بعد آپ کا رنگ صحابہ کرام میں پایا گیا۔لوگ بے ساختہ پکار اٹھے کہ دیکھو شاہ دلاورؒ آرہے۔ایک دن میاں سید شہاب الدین نے میاں عبدالملک سجاوندیؒ کو دیکھے۔حضرت شاہ دلاورؒ کے خلیفہ خاص ہیں اور جن کو آپؒ نے علم الیقین کی بشارت دی تھی اور فرمائے کہ مانند میاں دلاورؒ کے آتے ہیں اور بندہ کس طرح بیٹھا رہے اس طرح آپؒ کے ایک اور خلیفہ میاں قاضی عبداللہ کو دیکھ کر میاں سید شہاب الدین کھڑے ہوگئے اور فرمایا سبحان اللہ بندگی میاں شاہ دلاورؒ نے نشتر لگا کر اپنے جیسا بنا کر چھوڑ گئے ہیں۔

شاہ شاہان ولایت ایک مرتبہ اپنے اصحاب کو تعلیم دیتے وقت ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو جلنے کے لئے پیدا کیا ہے جو کوئی دنیا میں عشق کی آگ میں یا راہ خدا میں، فقر کی آگ میں نہیں جلا، لامحالہ وہ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔اس فرمان کے ثبوت میں ہمیں کئی آیات قرآن پاک میں نظر آتے ہیں جس میں خالق کائنات بالکل صاف اور کھلے انداز میں ارشاد فرماتا ہے۔جس بندہ کے دل میں خدا تعالیٰ سے ذرا سی بھی محبت نہ ہوگی اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اس عظیم المرتبت شخصیت کی خاکساری، سادگی اور اخلاق کو دیکھئے کہ جب میراں سید محمود ثانی مہدیؑ کا وصال ہوگیا اور نماز ظہر کی ادائی کے بعد صفوں پر تمام صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ میاں سلام اللہ جو ثانی مہدیؑ کے ماموں ہوتے تھے بلند آواز سے فرمایا کہ کوئی شخص میراں کا خلیفہ نہ ہوا۔حضرت شاہ دلاورؒ اس موقع پر فوراً اپنے سر مبارک کو اونچا کر کے فرمایا بندہ میراں سید محمود ثانی مہدیؑ کا خلیفہ ہے اور اس بات کو آپؒ نے مسلسل تین دفعہ فرمایا۔ایک مرتبہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا بندہ کی تصدیق کی علامت اپنے وجود کو فنا کر دینا ہے۔ نابینا، بینا، نامرد مرد، بخیل سخی، ظالم عادل، امی عالم اور بیمار شفایاب۔اس کے بعد آپ نے فرمایا اے میاں دلاورؒ تمہارے پاس بھی لوگ اس طرح ہوں گے اس فرمان مبارک سے حضرت شاہ دلاورؒ کی عظمت معلوم ہوتی ہے جبھی تو آپ نے ایک موقعہ پر فرمایا جس قدر کہ حضرت مہدی کی ذات میں فنا حاصل ہوگی اس قدر معرفت حاصل ہوگی۔

حضرت شاہ دلاورؓ جہاں اپنی تعلیمات سے کئی نقوش ہماری رہبری کے لئے چھوڑے ہیں وہیں آپ نے یہ تعلیم بھی دی ہے کہ اس مقام پر نہیں بیٹھنا چاہیئے جہاں کوئی شخص اپنے مرشد کی مذمت کرے۔ آپ نے شریعت کی کس طرح پابندی فرمائی اس واقعہ سے اندازہ لگا سکتے ہیں اور بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ آج ہمارے یہاں پردے کی کتنی اہمیت ہے؟ سلطان محمود کی بہنیں راجے مرادی اور راجے سون نے حضرت شاہ دلاورؓ کو اپنے گھر دعوت دی۔ اس دعوت کو آپ نے قبول فرمایا اور یہ دونوں بہنیں پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں، پردہ اٹھا کر درخواست کی کہ خوندکار ہم پر نظر ڈالیں تا کہ ہم نجات پائیں۔ شاہ دلاورؓ نے اپنے سر پر چادر ڈال کر فرمایا کہ شریعت کا پردہ ہے باندھ دو ورنہ بندہ چلے جائے گا۔ ان بہنوں نے یہ سن کر پردہ برابر کر دیا اس کے بعد آپ نے چہرۂ مبارکہ پر سے چادر ہٹائی۔ آج کے اس ماحول میں جبکہ عورتیں چادر پھینک دی ہیں اور قرآنی آیت ''قرن فی بیوتکن'' کو بھلا بیٹھی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان بزرگوں کے واقعات کے ذریعہ اور شمع قرآن سے صراط مستقیم دکھائیں۔

مختصر یہ ہے کہ حضرت شاہ دلاورؓ پر خدا تعالیٰ کا خاص فضل وکرم تھا۔ یہ خاص فضل وکرم یہ تھا کہ آپ کے پاس زماں ومکاں کی قید نہیں رہتی تھی۔ آپ ماضی وحال سے کما حقہٗ واقف رہتے تھے۔ اس لئے امامنا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''میاں دلاورؓ پر عرش سے تحت الثریٰ تک ایسا روشن ہے کہ کسی کے ہاتھ میں رائے کا دانہ'' حقیقت یہ ہے کہ اس مبارک ومسعود ہستی کے مرتبہ ومقام کا اندازہ ہم اس واقعہ سے آسانی سے لگا سکتے ہیں کہ ایک دن حضرت شاہ خوندمیرؓ نے اپنا معاملہ بندگی میاں دلاورؓ سے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مہدیؑ کی صاحبزادی سے جلوہ ہو رہا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ بی بی ہدنجی کی طرف پیغام بھیجوں۔ یہ سن کر حضرت شاہ دلاورؓ نے عرض کیا کہ اللہ کی مشیت میں تمہاری نسبت بی بی فاطمہؓ سے ہونے والی ہے۔ اب آپ حج کے لئے روانہ ہو جایئے اور جب حج کے بعد تشریف لائیں گے انشاء اللہ آپ کا کار خیر ہو جائے گا۔ تاریخ مہدویہ گواہ ہے جس طرح آپ نے فرمایا اسی طرح حضرت شاہ خوندمیرؓ کا عقد مبارک حضرت بی بی فاطمہؓ سے ہوا۔

حضرت شاہ دلاورؓ کو یہ مقام ومرتبہ حاصل ہو جانے کے بعد بھی ہمیشہ خوف خدا طاری رہتا تھا اور ہمیشہ زاری میں رہتے تھے اور رخسار مبارک پر آنسوؤں کا سیلاب رواں رہتا تھا۔ اگر کوئی شخص خوشی سے ہنستا رہتا تو شاہ دلاورؓ کی نظر مبارک اس پر پڑ جاتی تو خوشی کہ جگہ خدا کا خوف ایسا ہوتا تھا کہ وہ تمام دن خوف وزاری کی حالت میں گذارتا۔

ملت مہدویہ کی یہ مایہ ناز ہستی جن کو حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے قطعی جنت کی بشارت دی تھی۔ 2/ ذیقعدہ 945ھ کو اس دار فانی سے کوچ فرمائی۔ آپ کا حظیرہ مبارک بورکھیڑ ضلع خاندیس میں ہے جو اورنگ آباد سے 60 میل پر واقع ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان کے بموجب آپ کا فیض قیامت تک جاری رہے گا۔ اور خلیفۃ اللہ نے یہ بھی فرمایا تم (شاہ دلاورؓ) وہ شخص ہو کہ تم پر کوئی قادر نہیں ہو سکتا۔

قبر ونجات

آج ماہ ذیقعدہ کی 3 تاریخ ہے۔ قبر ونجات پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

قبر کا مطلب کسی چیز کو چھپانا یا دفن کرنا ہے۔ زندگی کی آخری جائے پناہ قبر ہے۔ اہل ایماں کو قبر میں جنت کی نعمتیں حاصل ہوتی

ہیں۔ نیک اور پاک لوگوں کی روح قبض کرنے کے لئے فرشتے آتے ہیں تو پہلے سلام کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں داخل ہو جاؤ جنت میں ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے رہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بے شک مومن اپنی قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے۔ جو اس کے ۷۰ ہاتھ فراغ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس میں چودھویں رات کے چاند جیسی روشنی کر دی جاتی ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے جب کوئی مرتا ہے تو اسے صبح و شام اس کا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتی ہے تو اسے جنتیوں والے محلات دکھائے جاتے ہیں۔ اور اگر جہنمی ہے تو جہنمیوں والا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے۔ اور اسے بتایا جاتا ہے کہ یہ تیری رہائش گاہ ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تجھے یہاں بھیجے گا۔

عذاب قبر حق ہے۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شریک ہوئے آپ قبر کے کنارے بیٹھ کر رونے لگے۔ حتیٰ کہ مٹی آپ کے آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا اے میرے بھائیو اس کے لئے تیاری کرلو۔

قبر میں تدفین کے بعد میت کے پاس سوال جواب کے لئے دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ انہیں منکر اور نکیر کہتے ہیں۔ دونوں میت سے پوچھتے ہیں تم کس کی عبادت کرتے تھے اور تمہارا نبی کون تھا۔ مومن میت جواب دیتی اللہ کی عبادت کرتے تھے اور حضرت محمد مصطفیٰؐ ہمارے نبی تھے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا قبروں کی زیارت کے لئے جاؤ خود عبرت حاصل کرو اور مسلمین کی مغفرت کی دعا کرو۔ آپؐ نے تاکیداً فرمایا قبروں کو عبادت گاہ نہ بناؤ خواہ پیغمبروں کی ہو یا بزرگوں کی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ سب سے بلیغ اور موثر وعظ یہ ہے کہ انسان قبرستان کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے۔ شکستہ قبروں پر غور کرو کہ کیسے کیسے مالدار، شہرت یافتہ، حسین و جمیل لوگ اس کے اندر ہیں۔ انہیں ان کے اعمال ہی فائدہ پہنچا رہے ہیں۔ جو شخص قبر کے عذاب سے محفوظ رہنا چاہتا ہے وہ دنیا سے صرف اتنا تعلق رکھے جتنا ایک مسافر درخت کے نیچے آرام کے لئے ٹھہرتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں قبر تک میت کے ساتھ گھر والے، رشتہ دار، دوست اور اس کا عمل ہوتا ہے۔ دفن کے بعد سب واپس ہو جاتے ہیں صرف اس کا عمل اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا میت کو قبر میں جو چیز فائدہ پہنچانے والی ہے وہ اس کا نیک عمل ہے۔ جس طرح ہم دنیوی زندگی کا خیال رکھتے ہیں اس طرح قبر کی زندگی کا بھی خیال زندگی میں ہی رکھیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس دنیا میں ہم سے وہ عمل کرائے جس سے ہماری قبریں پُر نور ہو جائیں۔ آمین

نجات: زندگی کا سب سے بہترین انعام نجات پانا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ بندگان خدا جو زندگی میں ہی نجات پانے کا مژدہ سن لیتے ہیں۔ بندہ کے لئے نجات پانا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اس رحمت سے بڑھ کر کوئی رحمت نہیں ہے۔ ہم زندگی میں جو بھی نیک عمل کرتے ہیں، عبادت و ریاضت کرتے ہیں صرف اس لئے ہی کرتے ہیں کہ نجات پائیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے لئے ماہ رمضان جیسا مقدس بابرکت مہینہ عطا کیا ہے۔ اس ماہ کا دوسرا دہا مغفرت پانے کا ہے۔ یعنی نجات پانے کا۔ ہر سال ہماری زندگی میں یہ مہینہ آتا ہے۔ ہم روزے رکھ کر عبادت کرکے، خیرات کرکے، زکوٰۃ ادا کرکے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں کہ ہماری مغفرت ہو جائے ہماری نجات ہو جائے۔ اللہ غفور و رحیم ہے۔ بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے۔

ایک مقام پر قرآن ہدایت کرتا ہے خدا سے ڈرو تا کہ نجات پاؤ۔ ہم خدا کے بندے ہیں خدا سے ڈرنا چاہئے اور اس کی ہی بندگی بجا لانا چاہئے تا کہ نجات پاسکیں۔ آخرت ہماری اچھی ہو جائے نیکیاں عبادت وغیرہ راہ نجات دلانے والے عمل ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ جس نے سلامتی پائی اس نے راہ نجات پائی۔ سلامتی پانا بھی اللہ تعالیٰ کے رحم وکرم پر ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں رہیں تا کہ سلامتی پائیں اور نجات حاصل کریں۔

نجات پانے کے لئے عزلت از خلق ایک پیارا عمل ہے۔ بزرگوں نے اس پر عمل کیا ہے جس نے لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی اس نے نجات پائی۔ دنیا و آخرت میں اسے اتنا بڑا مقام اس کو عزلت از خلق اختیار کرنے پر حاصل ہو رہا ہے۔ اس طرح جو لوگ سچے ہوتے ہیں سچائی پر قائم رہتے ہیں۔ سچائی کا ساتھ دیتے ہیں ان کے تعلق سے حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔ سچائی میں اگر چہ خوف ہے مگر باعث نجات ہے۔

شیطان کو پیار ہے ان افراد سے جو بدی اور برائی میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ لوگ نجات پانے والے نہیں۔ حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں شیطان نجات نہ پانے والے چہرہ پر فدا ہوتا ہے۔ نجات ہمارے عمل پر حاصل نہیں بلکہ خدا کے فضل پر ہوتی ہے۔ ہم کیا ہمارا عمل کیا۔ موت تو برحق ہے۔ موت زندگی کے تمام مصیبتوں سے نجات دلاتی ہے۔ لیکن ہم مسلمان ہیں، مہدوی ہیں۔ موت سے نجات پانا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہماری اپنی نجات حاصل کرنا ہے۔ اس کے لئے شریعت اور فرائض ولایت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھیں اور اس پر آخری دم تک عمل پیرا رہیں انشاء اللہ نجات حاصل ہو جائے گی۔ آمین

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجر رضی اللہ عنہ

آج ماہ ذیقعدہ کی 4 تاریخ ہے اور حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی بہرہ عام ہے۔

آپ کا اصلی نام میاں مبارک ہے۔ آپ حضرت شیخ منتخب الدین زرزری زربخش (خلد آباد) کی اولاد سے ہیں۔ حضرت بندگی میاں بھیک مہاجرؓ جو مردہ کو زندہ ہے فرمایا تھا تو مردہ زندہ ہو گیا تھا اور میاں فرید مہاجرؓ آپ کے بھائی ہیں۔ تینوں بھائیوں کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے بے پناہ عشق تھا آپ کے ساتھ ہجرت کئے، صحبت میں رہے اور فیض پائے، ایک روایت کے مطابق آپ تصدیق کا شرف دولت آباد میں پایا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام جب جونپور سے ہجرت کرتے ہوئے 892ھ میں دولت آباد رونق افروز ہوے۔ یہاں پر آمد سے قبل ہی آپ کے بیان قرآن کا چرچا عام وخاص تھا۔ لوگ بے چینی سے آپ کی آمد اور بیان قرآن سننے کا اشتیاق رکھتے تھے۔ تاریخ مہدویہ میں یہ ایک عجیب واقعہ ہے، حضرت مہدی موعودؑ کی جب دولت آباد میں تشریف آوری ہوئی تھی اُسی وقت حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا عقد ہوا تھا۔ عزیزوں، رشتہ داروں اور دوست احباب کے ساتھ پُر مسرت گفتگو ہو رہی تھی۔ ہنسی مذاق ہو رہا تھا، اور جلوہ کی تیاری ہو رہی تھی۔ اس موقعہ پر کوئی کہتا ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کی آمد ہو چکی ہے۔ آپ فلاں مقام پر قیام کئے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی یہ الفاظ سماعت کے پردے سے ٹکراتے ہیں نوشہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور یہ اعلان کرتا ہے کہ بندہ جس کی آمد کا منتظر تھا وہ شخصیت آچکی ہے۔ اس خدائی بعثت کی

صحبت میں رہنے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔تلوار مہر کے بدلے میں بیوی کے حوالے کرتے ہیں اور کہتے ہیں بی بی تمہارا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے تم جو چاہو کرو اور ہم کو اجازت دو کہ ہم مہدیؑ کی صحبت اختیار کریں۔اس موقعہ پر حاضر افراد سمجھاتے ہیں اپنے ارادہ سے باز آ جاؤ۔اس عاشق مہدی پر انکا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، قابل غور مقام یہ ہے کہ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی ملاقات حضرت مہدی موعودؑ سے ابھی نہیں ہوئی ہے۔لیکن کیفیت یہ ہے کہ آپ سے ملاقات اور صحبت میں رہنے کا جذبہ اُمنڈ رہا تھا۔یہ اس لئے کہ آپ کے پیش نظر حضور نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ تھی کہ ''اے لوگو جب تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ مہدیؑ کی بعثت ہو چکی ہے تو ان کے ہاتھ پر بیعت کرو۔اس کے لئے اگر تمہیں برف کے پہاڑ پر سے بھی جانا پڑے تو جاؤ اور دوسری وجہ نظر خلیفۃ اللہ ایک ہزار سال کی مقبولہ عبادت سے بہتر ہے

یہ ایک عشق مہدیؑ کا منظر تھا۔دوسری طرف اہلیہ حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی کیفیت دیکھئے، رشتہ دار کہتے ہیں تمہارے میاں نے تمہیں اختیار دیدیا ہے، دوسرا نکاح کرلو۔آخر کب تک انتظار میں رہوگی۔اللہ تعالیٰ کی یہ مخلص بندی مشورہ کو رد کرتی ہے اور کہتی ہے میں انتظار کروں گی۔حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کو جب اہلیہ کی اس کیفیت کا علم ہوتا ہے تو اپنے پاس بلواتے ہیں۔بی بی بھی آپ کے ساتھ ہجرت میں شریک ہو جاتی ہیں اور صحبت مہدی موعودؑ اختیار کرتی ہیں۔حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ بہت ہی کم گو، خاموش مزاج، عجز و انکساری کے پیکر تھے۔اکثر ذکر الٰہی میں مصروف رہا کرتے تھے۔ساتھیوں سے گفتگو ہوتی تو دینی امور پر ہی ہوتی۔صحبت مہدی موعودؑ کا یہ اثر تھا کہ عشق الٰہی میں ڈوبے رہتے اور صاحب حال ہو گئے تھے۔اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کو عشق کی بوٹی فرمایا۔حضرت میاں بھائی مہاجرؓ کو امامنا مہدی موعودؑ سے اپنی جان سے زیادہ عشق و محبت تھی۔اس لئے آپ ارشاد فرماتے ہیں اگر کوئی شخص حضرت مہدی موعودؑ کی صحبت اتنی دیر بھی حاصل کرلے جتنی کہ نعلین سے گرد جھاڑنے میں لگتی ہے تو اس کے گناہ جو کچھ بھی ہوں گے معاف ہو جاتے ہیں۔حقیقت میں یہ بالکل سچ ہے کیونکہ حضرت مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ ہیں، مبین کلام اللہ ہیں، معصوم عن الخطا ہیں۔جن کی نظر ہزار سالہ مقبولہ عبادت سے بہتر ہے۔آپ کی صحبت میں بھٹکے ہوؤں نے راہ پالی جو اندھیرے میں تھے روشنی پالی۔

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ نے فرمایا کہ ہر روز حضرت مہدی موعودؑ دو تین مرتبہ حجرہ سے باہر تشریف لاتے اور جب دیکھتے کہ دو تین اشخاص ایک جگہ بیٹھے ہیں تو فرماتے تھے کہ تم کس کے لئے بیٹھے ہو۔برادر عرض کرتے کہ میراں جی ہم کچھ دینی حکایت کرتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اے بھائیو خدا کو حکایتوں سے نہ پاؤ گے سوائے اُس کے ذکر کے۔992ھ میں حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کا شرف پاکر تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔18 سال تک یعنی 19/ ذیقعدہ 910ھ تک آپ کی صحبت میں رہتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔حضرت ثانی مہدیؓ کے پردہ فرمانے کے بعد حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؓ کی صحبت میں رہتے ہیں۔حضرت سید نجی خاتم المرشدینؓ کو حضرت میاں بھائی مہاجرؓ سے بڑی عقیدت تھی۔حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ نے اپنے فرزند سید نجی خاتم المرشدینؓ کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ کے ہی سپرد کئے تھے۔حضرت بھائی مہاجرؓ ذکر میں بیٹھے تو سید نجیؓ آ کر دریافت فرماتے آپ کیا کر رہے ہیں، فرماتے ذکر اللہ کر رہا ہوں۔سید نجیؓ یہ سن کر کہتے ہیں ہم کو بھی بتلائیے، میں بھی یہ ذکر کروں گا۔حضرت نے سید نجیؓ کو ذکر کی تعلیم دی اور آپ حضرت کے بازو بیٹھ کر ذکر فرماتے تھے، اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سید نجیؓ کو حضرت میاں بھائی مہاجرؓ سے اور حضرت میاں بھائی مہاجرؓ کو سید نجیؓ سے کتنی محبت تھی۔حضرت بندگی میاں کی شہادت کے بعد آپ دساڑہ میں

دائرہ قائم کرتے ہیں۔حضرت بھائی مہاجرؓ کی فکر ونظر اور دائرہ کے اُصول کتنے عزیز تھے اس واقعہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔عالم خاں دساڑیہ نے اپنی بیٹی کو حضرت بندگی میاں شہاب الحقؓ کے فرزند میاں سید ولی کو دینا چاہا۔حضرت شہاب الحقؒ نے یہ کہہ کر انکار کیا کہ تم امیر ہم فقیر۔اس کے بعد عالم خاں نے بیٹی لاکر بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کو اللہ دیا کہہ کر دیدیا، پھر حضرت کے کہنے پر حضرت شہاب الحق نے میاں سید ولی کی شادی عالم خاں کی بیٹی سی کی۔قوم مہدویہ میں حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے۔کئی ایک خانوادوں کا تربیتی سلسلہ آپ سے ہے۔حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ جب کسی کو تربیت کرتے،اُس وقت حضرت بھائی مہاجرؓ یا حضرت ملک الہداد خلیفہ گروہؓ سے جس کسی کا مشاہدہ حاصل ہوتا اس کے نام سے تربیت کرتے۔آپ نے حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؓ،حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل کو حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا سلسلہ پڑھایا۔الحمدللہ قوم میں یہ سلسلہ جاری ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کی بشارت کے مطابق قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔یہیں پر آپ 5/ذیقعدہ کو اس فانی دنیا سے کوچ کرتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی نیستی وانکساری کا یہ واقعہ ان کے کردار کی عظمت کو پیش کرتا ہے۔حضرت کا گزر ایک مقام سے ہورہا تھا۔آپؓ نے دیکھا کہ حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کا بچپن ہے،مٹی میں کھیل رہے ہیں۔لباس پر دھول ہے،یہ دیکھ کر خیال آیا کہ جن کے بڑے نہیں ہوتے ان کا حال ایسا ہی ہوتا ہے۔اسی شب آپ نے خواب دیکھا کہ ایک ہجوم ہے،لوگ ایک ڈیرے کی طرف جارہے ہیں جس میں خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا دربار ہے۔آپ اندر جانا چاہتے ہیں لیکن دربان اجازت نہیں دیتا۔وہیں کھڑے رہتے ہیں،حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؒ اُسی طرح جس طرح سے آپ نے کھیلتے ہوئے دیکھا تھا آرہے ہیں،آپ کو دیکھ کر کہا یہاں کیوں کھڑے ہیں،آپ نے کہا دربان اندر جانے نہیں دے رہا۔یہ سن کر آپ ہاتھ پکڑ کر اندر لے جاتے ہیں۔آپ بھاگتے ہوئے اُسی لباس میں حضرت مہدی موعودؑ کی گود میں بیٹھ جاتے ہیں۔اس خواب کے ساتھ ہی بیدار ہوجاتے ہیں۔اپنے خیال وسوچ پر افسوس کرتے ہیں اور صبح شاہ یعقوب حسن ولایت کے گھر پر جاکر آواز دیتے ہیں،تشریف لانے پر کہتے ہیں میاں یعقوب مجھے معاف کرواور میاں کی زبان مبارک سے معافی سن کر آپ کو اطمینان ہوتا ہے۔اس واقعہ سے ہمیں درس مل رہا ہے کہ مقام ومرتبہ کا علم ہوجانے کے بعد ان کا ادب کرنا ضروری ہے۔اس کے لئے عمر کی کوئی قید نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی جلالت کا یہ عالم تھا کہ دائرہ میں آپ کی اجازت کے بغیر کوئی کام سرزد نہیں ہوتا تھا۔ہر کام کی تکمیل کے لئے حضرت سے اجازت لی جاتی تھی۔ایک مرتبہ نظام الملک نے اپنے پیش کار پیر محمد کو جو مہدوی تھے قلعہ میں قید کردیا۔ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا۔ان کی تعزیت کے لئے حضرت کی بیوی نے دائرہ کے ایک برادر کو میاں بھائی مہاجرؓ کی اجازت کے بغیر بھیجا۔حضرت کو جب اس کی اطلاع ملی کہ ایک بھائی اجازت کے بغیر دائرہ سے باہر گیا ہوا ہے تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ برادر بندہ کو اطلاع دیئے بغیر گیا ہے ہرگز واپس نہیں آئے گا۔اللہ والوں کا یہ کہنا پورا ہوا راستہ میں وہ برادر رہزنوں کے ہاتھوں مارے گئے۔

قوم مہدویہ میں حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کا بہت بڑا مقام ومرتبہ ہے۔حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق اور حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ،آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے ہر چھ ماہ کو آپ سے ملاقات کیلئے دساڑہ جہاں آپ کا دائرہ تھا آتے تھے اس موقعہ پر ادب واحترام کا خاص لحاظ رکھتے تھے۔آپ کے کہنے کے باوجود دونوں بھائی چارپائی کے بجائے نیچے بیٹھتے تھے۔

بزرگوں کا کس طرح ادب واحترام کیا جاتا ہے یہ دوشہزادوں نے اپنے اخلاق وکردار سے بتلایا ہے۔

بزرگوں کی سیرت کے واقعات پڑھنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ عقیدہ اگر درست رہا، بزرگان دین کا ادب واحترام ملحوظ رکھا گیا تو بفضل اللہ تعالیٰ ہر ایک کا اقبال بلند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بزرگان دین کی سیرت پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

آل رسولؐ

آج ماہ ذیقعدہ کی 5 تاریخ ہے۔ آل رسول یعنی سادات کے تعلق سے کچھ معلومات حاصل کیجئے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات ''الباقی'' ہے یعنی باقی رہنے والی۔ اور القیوم یعنی ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس کے علاوہ ''القادر'' و''المقتدر'' یعنی قدرت والی اور صاحب قدرت ہے۔ اس قدرت والے خدا کے فضل وکرم سے میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کی آل بھی قیامت تک رہے گی اور ہدایت کرتی رہے گی۔ حضرت بی بی فاطمہؓ وحضرت سیدنا علیؓ کی اولاد کو اولادِ رسول اللہؐ یا ذریت رسول اللہؐ کہا جاتا ہے۔ ان کا ادب واحترام اور تعظیم ضروری ہے۔ کیونکہ ان میں حضرت محمد رسول اللہؐ کا خون ہے۔ ہندوستان' پاکستان' بنگلہ دیش میں انہیں سادات' افغانستان' ایران' روس کے اطراف علاقوں میں آغا' سعودی عرب وغیرہ میں شریف کہا جاتا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن میں چار لوگوں کی شفاعت کروں گا جو میرے ذمہ ہے۔

(۱) میری اولاد کی عزت کرنے والا۔

(۲) ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا۔

(۳) ان کے کام' پریشانیوں کو دور کرنے میں سعی وکوشش کرنے والا۔

(۴) اپنے دل وزبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والا۔

ذریت رسول اللہ ﷺ کی ادب وتعظیم جز ایمان ہے۔ جنہوں نے اولاد فاطمہ کی خدمت کی اس نے حضرت فاطمہؓ کو خوش کیا۔ جس نے حضرت فاطمہؓ کو خوش کیا اس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خوش کیا۔ جس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی۔ آل رسول سے گالی گلوج کرنا کفر ہے۔ ان کی توہین کرنا کفر ہے۔ ان کی بے ادبی کرنا حرام ہے۔ ان میں رسول اللہ ﷺ کا خون ہے۔ لہٰذا ان کی اولاد کی عزت کریں۔ درحقیقت ان کی خدمت اپنوں' اوروں سے زیادہ کرنا ہم پر فرض ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں جس نے اپنی ذات کو میری ذات سے زیادہ' اپنی جان کو میری جان سے زیادہ' اور اپنی اولاد کو میری اولاد سے زیادہ عزیز نہ رکھا وہ مومن کامل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گروہ مہدویہ میں آل رسول کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ ان کے بغیر کوئی تقریب چاہے خوشی ہو کہ غمی منعقد نہیں ہوتی۔ گھر میں ان کی آمد خیر وبرکت کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ ایک دور ایسا بھی تھا نماز کے لئے گھر سے نکلتے تو سیدزادے کو ہمراہ لے کر سفر کرتے۔ مقصد یہی ہوتا تھا کہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ اور خدانخواستہ روح پرواز ہوجائے تو ان کے ہاتھوں ہی کار خیر ہوجائے۔

الحمداللہ آج کے اس نفسانفسی کے دور میں بھی جبکہ میں پن عروج پر ہے مہدوی لوگ آل رسول کا احترام کس طرح کرتے ہیں کسی اورقوم میں پایانہیں جاتا۔حضرت خاتمین پاک کی اولاد میں جو رشد وہدایت پر فائز ہوتے ہیں ان کے ہاتھ پر بیعت کرکے دین' ایمان' شریعت اور ولایت کی تعلیم پاتے ہیں۔تسمیہ خوانی' نکاح' نماز جنازہ انہی سے پڑھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو کچھ نہ کچھ صلاحیتیں دے کر پیدا کیا ہے۔ہم یہ کوشش کریں کہ ان صلاحیتوں سے آل رسولؐ کی عزت کریں۔ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔اوراپنے سے زیادہ ان سے محبت کریں۔یہ خدمت' محبت ہمیں شفاعت حضرت محمد مصطفیؐ مہیا کرائے گی۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ

آج ماہ ذیقعدہ کی 6 تاریخ ہے۔کل یعنی 7 ذیقعدہ کوحضرت میاں شاہ عبدالکریم نوریؒ کا بہرہ عام ہے۔

آپ حضرت بندگی میاں عبدالمجید نورنوشؒ کی اولاد سے ہیں۔تاریخ میں بعض آپ کوحضرت خواجہ غریب نواز کی اولاد سے اور بعض حضرت فریدالدین گنج شکر کی اولاد سے ہونے کا ذکر کیا ہے۔میاں عبدالمجید نورنوش احمد آباد میں تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ سے جب آپ کی ملاقات ہوتی ہے اُس وقت حضرت کے گلے میں پھولوں کا ہار تھا اور آپ یہ ہار میاں عبدالمجید کو پہناتے ہیں۔تصدیق کے بعد وصال خلیفۃ اللہ تک صحبت میں رہتے ہیں۔آپ کو قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی گئی۔قیام فرہ کے دوران خلیفۃ اللہ کو بخار میں قئے ہوتی ہے اُس وقت میاں عبدالمجید آپ کے روبرو تھے فوراً اُس قئے کو ہاتھوں میں لے کر پی لیتے ہیں۔میاں سلام اللہ جو اس عقیدت کا منظر دیکھ رہے تھے فوراً کہتے ہیں قئے مکروہ ہے۔حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں یہ قئے نہیں تھی بلکہ نور ہی نور تھا۔اس کے سبب اللہ تعالیٰ انہیں ایک فرزند عطا کرے گا۔تاریخ مہدویہ میں آپ جب سے ''نورنوش'' کے نام سے مشہور ہیں۔ 911ھ میں آپ کو لڑکا تولد ہوتا ہے اور میاں عبدالکریم نام رکھا جاتا ہے جب سے آپ کی اولاد نوری کہلاتی ہے۔حضرت میاں عبدالکریم نوریؒ پکے دیندار، پرہیزگار، اور صاحب حال بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔دولت آباد میں آپ کی مرقد مبارک ہے۔آپ کے ایک فرزند میاں شاہ عبداللطیف ہیں جو دولت آباد میں اپنے والد بزرگوار کے پائنتی دفن ہیں۔ان کے فرزند میاں شاہ عبدالکریم نوری ہیں۔

آپ نہایت شجیع و بہادر کے ساتھ عاشق خاتمین پاک تھے۔سلطان قطب شاہ بادشاہ گولکنڈہ کے پاس منصب دار کے عہدہ پر فائض تھے۔زمانے کسب میں بھی پابند صوم وصلوٰۃ کے ساتھ بہترین اخلاق وکردار کے حامل تھے۔آپ جس راستہ سے گزرتے تھے وہاں ایک شعیہ رہتا تھا جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔آپ نے کئی ایک مرتبہ اس کو ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ بھی کی لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آتا تھا۔ایک دن آپ نے اسکو کہا کہ اگر پھر گستاخی کرے گا تو تیرے منہ میں غلاظت بھر دونگا۔واپسی میں آپ نے دیکھا کہ وہ شان رسول اللہ ﷺ میں گستاخی کئے جارہا ہے فوراً آپ اس کے نزدیک پہونچ کر گردن دبوچتے ہیں وہ چلانا شروع کرتا ہے۔اپنے آدمیوں کو آواز دیتا ہے اس کے آدمی دوڑے دوڑے آتے ہیں۔آپ کیونکہ نہایت خوبرو اور وجیہ تھے کسی کی ہمت نہیں ہورہی تھی آپ کے نزدیک جائیں۔آپ

اُسی کے آدمیوں سے غلاظت لانے کو کہتے ہیں وہ غلاظت لاتے ہیں اوراس کے منہ میں ڈلواتے ہیں۔

آپ کسب کے بعد اپنے آباء واجداد کے طریقے پر ترک دنیا کرتے ہیں اور منصب ارشادی پر فائض ہوتے ہیں۔نور گھاٹ کے علاقہ میں دائرہ باندھتے ہیں۔آپ کے دائرہ میں سور بھی تھے۔ایک راجپوت نے سور مار کر لے کر گیا۔دائرہ کے فقراء نے اس کو اس حرکت سے منع کیا لیکن وہ مانا نہیں۔پھر وہ دوبارہ آیا تو آپ کو اطلاع دی گئی، آپ نے بلا اجازت دائرہ میں آنے اور سور کو مارنے پر اس کو خوب پیٹا۔حضرت میاں عبدالکریم نوریؒ کا بچپن دولت آباد میں گزرا۔یہاں آپ ایک مرہٹہ اسکول میں تعلیم پائی۔یہیں پر ایک مرہٹے لڑکے رام جی سے دوستی ہوگئی تھی۔ دوستی اتنی گہری تھی کہ آپس میں معاہدہ کر لئے تھے کہ بڑے ہونے پر ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے۔رام جی ملازمت کے سلسلے میں گولکنڈہ آتا ہے اور ریاست میں ایک بڑے عہدہ پر ملازم ہوتا ہے۔حضرت کا دائرہ بھی گولکنڈہ کے قریب ہی تھا۔دونوں کی اتفاقاً ملاقات ہوجاتی ہے۔ایک دوسرے کا حال پوچھتے ہیں، رام جی آپ کو ایک اچھے عہدہ کا پیش کش کرتا ہے۔آپ کہتے ہیں تم نے اپنا وعدہ پورا کیا، اب ہم اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں۔مراقبے میں جاتے ہیں اس کے بعد نظریں رام جی پر ڈالتے ہیں نظر پڑنے کے ساتھ ہی اس کی حالت بدل جاتی ہے دنیا سے نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔فوراً اسلام قبول کر کے تصدیق سے مشرف ہوکر ترک دنیا کر کے آپ کی صحبت اختیار کرتا ہے

آپ کے اخلاق وکردار، عبادت وریاضت سے نور گھاٹ کا علاقہ نورعلیٰ نور بن گیا تھا۔ایک طرف دائرہ کی روحانی روشنی دعوت فکر دے رہی تھی دوسری طرف آپ کی تو کلانہ و پرہیز گارانہ زندگی دشمنوں کو پریشان کر رکھی تھی۔راجپوت لوگ شعیہ طبقہ اور علمائے سوآپ سے بغض وعاد رکھے ہوئے تھے راجپوت اور شیعہ عالم آپ کے جان کے دشمن ہوگئے تھے۔دائرہ میں بزرگان دین کی بہرہ عام کے موقع پر خلائق جمع ہوجاتی تھی۔ یہ شہرت وعزت سے راجپوت مزید گھبرا جاتا ہے اور آپ کو ختم کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ایک روز اللہ تعالیٰ کے ذکر میں آپ محو تھے دشمن ایک سازش کے تحت حملہ کرتا ہے اور اس حملہ میں آپ شہید ہوجاتے ہیں۔8 / ذیقعدہ 1052ھ کو آپ کی شہادت واقع ہوتی ہے۔نور گھاٹ پر ہی آپ کا روضہ مبارکہ ہے جہاں آج بھی متلاشیان حق وصداقت حاضری دے کر دلی سکون پاتے ہیں۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ

آج ماہ ذیقعدہ کی 7 تاریخ ہے اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ ہے۔

حضرت بندگیمیاں شاہ نظام سلطان خداوند کے بیٹے ہیں۔جائیس کے حکمراں ہیں۔والد کے انتقال کے بعد سلطنت پر فائز ہونے کے بجائے اپنے چھوٹے بھائی کو سلطنت سپرد کرتے ہیں۔تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔خدا تعالیٰ کی طلب اور روحانی پیاس بجھانے کے لئے اپنے وطن جائس کو چھوڑتے ہیں۔مختلف مقامات کا دورہ کرتے ہوئے مکہ ومدینہ جاتے ہیں۔علماء سے ملاقات ہوتی ہے۔شیخ الاسلام آپ کی کیفیت کو دیکھ کر ارشاد فرماتے ہیں یہ زمانہ ظہور مہدیؑ کا ہے آپ کی پیاس ان ہی سے بجھے گی، انتظار کیجئے۔آپ ہندوستان واپس آتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ مختلف مقامات سے ہجرت کرتے ہوئے چاپانیر میں قیام فرماتے ہیں۔حضرت شاہ نظامؓ کو آپ کی آمد کی اطلاع ملنے پر ملاقات کے لئے اپنے مقام سے روانہ ہوتے ہیں۔

برسوں کی پیاس بجھتی ہے حضرت مہدی موعودؑ فرماتے ہیں میاں نظام تمام تیاری کے ساتھ آئے ہیں۔بندہ نے شمع ولایت مصطفیٰ سے

روشن کردیا۔اس کے بعدارشادفرمایاشمع ولایت بھائی نظام کی ذات ہےاورپیشین گوئی فرمائی کہ آپ بہت سے شمعوں کوروشن کریں گے

حضرت مہدی موعودؑ آپ کونبوت کا خاص بہرہ پانےاورخاص ولایت کے خلیفے کی بشارت دینے کےساتھ آپ کوروشن ضمیر، رویت گنج، دریائے وحدت آشام، مردحضوری، مرد ربانی، کلام اللہ کے حافظ، رویت اللہ کے شاہد، عرش سے فرش تک روشن ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ مسکینی کے میدان میں اچھے فقیر ہیں۔آپ کی ذات کودریا سے مماثل کرتے ہوئے ارشادفرمایا۔ذات دریا ہیں بلکہ دریا نوش ہیں۔جب بھی بندہ ربوبیت کی دریا بہاتا ہےتو تمام پی لیتے ہیں۔اس طرح میں نے سات دریا بہائے اورسب پی لئے اس طرح کے لب تر نہ ہوا۔اس کیفیت پر برادران دائرہ سے کہا کہ پیاسے کونہ دیکھا ہوتو چاہیئے کہ میاں نظامؓ کو دیکھے۔

اس منزل میں حضرت شاہ نظامؓ کے کردار کی خوبی ہے کہ وہ صابربھی تھےاورنعمتوں میں شاکربھی۔ اس لئے حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ بندہ کے بعدتم امام ہو۔یہی وجہ تھی حضرت مہدی موعودؑ کے بعدحضرت ثانی مہدیؓ نے آپ سے بیان قرآن کرنے کے لئے کہا۔کیونکہ بہرہ نبوت کے ساتھ ولایت کا خاصہ بھی آپ کو حاصل تھا۔حضرت مہدی موعودؑ کے ساتھ آپ نے حج کیااور دریافت کرنے پرفرمایا کعبہ کوصاحب کعبہ کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔حجرہ اسوداور رکن یمانی کے درمیان آپ نے قاضی علاءالدین کے ہمراہ حضرت مہدی موعودؑ کے دعویٔ مہدیت کی تصدیق فرمائی۔آپ کوتصدیق مہدی موعودؑ کا شرف خانہ کعبہ میں حاصل ہوا۔

طلب دیدارخدا میں محور ہنے کی کیفیت دیکھئے کہ اپنی صاحبزادی بی بی نوراللہ کو جنگل میں درخت کی ٹہنی پرجھولے میں چھوڑکرآگے روانہ ہوجاتے ہیں۔دوران سفرخلیفتہ اللہ کے یاددلانے پرواپس اُس مقام پرآتے ہیں اوردیکھتے ہیں شیرجھولی کے پاس بچی کی حفاظت کے لئے ٹھیرا ہے۔شیرآپ کودیکھ کر چلاجاتا ہے۔اس واقعہ پرخلیفتہ اللہ ارشادفرماتے ہیں شیروں کی نگہبانی شیرہی کیا کرتے ہیں۔

آپ کے دائرہ کا نظام عالیت پرتھا۔دائرے کے بھائیوں کا ہی نہیں بلکہ جانوروں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ایک بکری کے بچے کے پاؤں ٹوٹ گئے تھے۔آپ نے پیروں پر ہاتھ پھیرا وہ فوراً دوڑنے لگا۔دائرہ کے بھائی میاں حبیب کے کان میں دردہوا۔آپ نے ذکرالٰہی کے دم کو کان میں پھونکااوردرددورہوگیا۔اس پھونکنے سے میاں حبیب کی کیفیت بدل گئی۔چشم دل سے خدا کا دیدار ہوگیا۔آپ کا عقیدتمند مرید فتح خاں بڑومسلسل تین ماہ ایک سوتنکہ اللہ دیا کہہ کرروانہ کیا۔آپ نے دوماہ قبول کیااورتیسرے ماہ یہ کہہ کرواپس کیا کہ تعین کے ساتھ بھیجتا ہے۔

آپ کے دائرہ میں نمازوں کی سختی سے حفاظت کی جاتی تھی۔نمازیں خشوع وخضوع سے ادا کرنے کی تاکید کی جاتی تھی۔ایک روز آپ کے سامنے میاں عبدالحمید نے کہااگرمصلی نماز میں تین فعل کرےتو نماز فاسد ہوجاتی ہےتو آپ نے فرمایاایک فعل میں تین فعل ہوتے ہیں۔میاں عبدالحمید نے کہا یہ کس طرح آپ نے فرمایاجب ہاتھ کھولاایک فعل ہوا۔جب فعل کیا دوسرافعل ہوا۔پھر ہاتھ باندھاتیسرافعل ہوا۔اس کی نماز باطل ہوئی۔اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنی احتیاط سے فرائض نبوت وولایت پرعمل ہوتا تھا۔ان افرادکی نمازوں کی کیا کیفیت نہ ہوگی۔ولایت میں نظرکی بہت اہمیت ہوتی ہے۔نظرتقدیرکوبدل دیتی ہے،نظرکیفیت کوبدل دیتی ہے،نظرپریشانی کودورکرکے راحت کا سامان پہونچاتی ہے۔نظرایک انقلاب پیدا کرسکتی ہے۔نظربندہ کوخدا سے قریب بھی کردیتی ہے۔حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کو جہاں نبوت کی خلافت کا بہرہ ملاوہیں شمع ولایت سے فیض پاکرخاص خلیفہ ولایت بنے۔آپ تربیت کرنے سے پہلے دیکھ لیا کرتے کہ روح مقبول ہے یانہیں۔مقبول پاتے توتربیت کرتے جس کوردکرتے وہ گزری ہوئی زندگی کا جائزہ لیتا۔بارگاہ خداوندی میں توبہ کرکے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا،پھر وہ دوبارہ آپ سے تربیت کے لئے رجوع ہوتاتواس کوقبول کرکے تربیت کرتے۔

حضرت مہدی موعودؑ نے حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے تعلق سے فرمایا ہے مسکینی کے میدان میں اچھے فقیر ہیں۔ پہلے تو فقیر ہونا ہی بڑی بزرگی ہے لیکن آپ کو اچھے فقیر کہا گیا ہے جو آپ کے مقام و مرتبے کی بلندی کا اظہار کرتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے ہی نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ سے مسکینی کی زندگی کی دعا کی ہے۔ہم مہدوی اتباع مہدی موعودؑ میں شب قدر کی رات میں مسکینی ہی کی دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ مسکین بنا کر جلا،موت مسکینی میں عطا کر اور قیامت کے دن مسکینوں میں ہمارا شمار کر۔حقیقت میں جو مسکین ہوتا ہے،فقیر ہوتا ہے وہ شہرت،لذت اور دنیا سے دور رہتا ہے۔اللہ کی رضا و مرضی پر اس کی زندگی گزرتی ہے۔

اچھا فقیر جو ہوتا ہے وہ کامل ہوتا ہے۔میاں شاہ نظامؓ کامل کی تعریف کرتے ہوئے ایک مرتبہ سائل کے سوال پر فرمایا کہ کامل اس کو کہتے ہیں اگر وہ پہاڑ سے کہے چل تو پہاڑ چلے۔حضرت شاہ نظامؓ کے کہنے پر پہاڑ چلنے لگتا ہے۔آپؓ نے فرمایا پہاڑ ہم نے بطور مثال بات کہی تم سے نہیں کہا۔پہاڑ دوبارہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔یہ ایک اچھے فقیر کی نشانی ہے۔دولت مند طبقہ کے لئے میاں شاہ نظامؓ کی سیرت بہترین ہدایت ہے۔آپ نے شاہی زندگی چھوڑ کر فقیرانہ زندگی کو ترجیح دی۔حضرت مہدی موعودؑ کی تعلیمات کی روشنی میں جو زیادہ مال وزر چھوڑتا ہے وہ اللہ کے پاس بہت پاتا ہے۔میاں نظامؓ نے فقیری کے لئے حکمرانی چھوڑ دی۔آپؓ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی الٰہی میری اولاد کو روٹی بھی مت دے تاکہ برگشتہ ہو کر مستی نہ کریں۔کیا کوئی اپنی اولاد کے لئے اس طرح کی دعا کرتا ہے؟ جنہیں دنیا عزیز ہوتی ہے وہ اللہ سے دنیا مانگتے ہیں اس کے برخلاف جو اللہ کے طالب ہوتے ہیں وہ اللہ سے اللہ ہی کو مانگتے ہیں۔ان میں ایک حضرت میاں نظامؓ ہیں جن کے تعلق سے حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے حال حضور ہیں،وقت حضور ہیں اور آگے فرمایا میاں دائم حضور ہیں یعنی ہر وقت اللہ کے حضور میں رہتے ہیں۔یہ ایک اچھے فقیر ہونے کی نشانی ہے۔حضرت میاں نظامؓ کا مسکینی کے میدان میں ایک اچھے فقیر ہونے کا یہ ایک واقعہ بھی ہمارے فکر و ذہن کے دروازوں کو کھولتا ہے۔آج جو ہم نفسا نفسی کی زندگی میں دوڑے جا رہے ہیں ہمیں عبرت دلاتا ہے۔ایک جاگیردار فتح خاں بڑے تھے جو آپ کے تربیت یافتہ تھے۔اس وجہ سے دائرہ میں فتوح بھیجتے تھے۔لیکن آپ اس کو قبول نہ کرتے ہوئے یہ کہہ کر واپس بھیجتے ہیں،تم میرے تربیت یافتہ ہو اس لئے بھیجتے ہو،دوسرے دائروں میں نہیں بھیجتے ہو۔آپ کے اس کہنے پر فتح خاں دوسرے دائروں میں بھی فتوح بھیجتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کے کردار کو ملاحظہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا میاں نظامؓ صبر کرنے والے اور شاکر ہیں۔ان پر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل و کرم ہے کہ فرش تا عرش ان پر روشن ہے۔

آپ کی سیرت سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جو سچی طلب رکھتے ہیں اللہ ان کی طلب کو پورا کرتا ہے۔میاں نظامؓ نے سلطنت کو چھوڑ کر حق کی تلاش میں نکلے۔آپ میں خدا طلبی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس سچے طالب حق کی خواہش کی تکمیل خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ سے ملاقات کر کے تکمیل کی۔ہر مہدوی کے لئے لازم ہے کہ وہ سچا طالب حق بنے۔سچا طالب حق بننے کے لئے شریعت و طریقت کی پابندی ضروری ہے۔حال وقال ایک ہونا ہے،فقیری،فقیری کے دائرہ میں ہونا ہے۔جو دائرہ کے حدود سے نکل گیا فقیری بھی وہاں ختم ہو جاتی ہے۔فقیری کا بہت بڑا مقام ہے۔اللہ تعالیٰ اس مقام کی قدر و منزلت سے آگہی دے اور عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کی وہ شخصیت ہے جو ہمیشہ اللہ کے حضور میں رہے۔یعنی آٹھوں پہر ذکر سے اپنے دم و قدم کی حفاظت کی، جس کی وجہ سے مرد ربانی کے درجہ پر فائز ہوئے۔یہ ہستی 8 / ذیقعدہ 940ھ کو اس دنیا سے پردہ فرمائی،کڑی انوندرہ میں آپ کی آرام گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم عقیدتمندان شاہِ نظام کو بھی تیرے ذکر کی چاشنی عطا کرے۔(آمین)

حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ

آج ماہ ذیقعدہ کی 8 تاریخ ہے اور عرس مبارک حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کی ذات گرامی مرتبت وہ ہے جس کے تعلق سے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا ہے وہ شمع ولایت ہیں، رویت گنج ہیں دریائے وحدت آشام ہیں۔ کشک ملامت ہیں، مرد ربانی ہیں، کلام اللہ کے حافظ ہیں، دریانوش ہیں ان تمام القاب سے آراستہ ہونے کے باوجود شخصیت میں نیستی، انکساری، سادگی تھی۔ اس لئے خلیفۃ اللہ نے آپ کے مقام و مرتبہ کو اس طرح ارشاد فرمایا کہ مسکینی کے میدان میں میاں نظامؓ اچھے فقیر ہیں۔ اور فرمایا بعض لوگ حال حضور ہیں، بعض لوگ وقت حضور ہیں اور میاں نظامؓ دائم حضور ہیں۔

اس عظیم المرتبت شخصیت کے دائرہ کا نظام بھی عالیت پر تھا۔ سخت سے سخت تکالیف کے باوجود قدم کبھی بھی رخصت کی طرف گامزن نہیں ہوئے۔ فقر و فاقہ ہو یا کہ فراوانی ہر حال میں خدا کا شکر بجالاتے تھے اور دوسرے دائروں کا بھی خیال رکھتے تھے۔ آپ کے پاس نفسہ نفسی کا معاملہ نہیں تھا۔ فتح خاں بڑو جو آپ سے تربیت حاصل کی تھی ایک سوتنکہ خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے قبول فرمایا۔ دوسرے ماہ بھی ایک سوتنکے خدا کے نام بھجوایا آپ نے قبول کیا۔ جب تیسرے ماہ اس نے روانہ کیا تو آپ نے قبول نہیں کیا، جھڑک کر فرمایا کیا ہمیں نوکر رکھ لیا ہے ایسا کھانا روا نہیں ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے تعین کو لعین فرمایا ہے۔ اصحاب مہدی موعودؑ کے پیش نظر ہمیشہ یہی فرمان رہتا تھا۔ ایک مرتبہ یہی فتح خاں بڑو نے غلہ اور کپڑے کے ساتھ دوسوتنکے حضرت شاہ نظامؓ کے حضور پیش کئے۔ آپ نے قبول نہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تو ہمارا مرید ہے اس لئے پیش کر رہا ہے اس میں مقصود خدا نہیں ہے۔ اگر تیرے دل میں مقصود خدا ہوتا تو تمام جگہ تمام دائروں میں دیتا اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت شاہ نظامؓ اپنے دیگر بھائیوں کے دائروں کا بھی خیال رکھتے تھے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دائرہ کے ہر کام میں روحانی ماحول و فضاء پیدا ہو جاتی تھی۔ شمع ولایت کا دائرہ احمد آباد میں ہے۔ نماز ظہر ادا کر کے جماعت خانہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ شاہ نظامؓ حضرت ملک معروفؓ سے فرماتے ہیں آپ کی لڑکی کی نسبت میاں عبدالرحمٰن سے کر دیجئے، حضرت ملک معروفؓ رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔ بعد عشاء نکاح طے ہو جاتا ہے۔ صاحب دائرہ گھر آتے ہیں بیٹے سے فرماتے ہیں آج تمہارا نکاح ہے حجرے کے محراب سے دو تنکے لو اور صابن خرید کر کپڑے دھولو۔ میاں عبدالرحمٰن کپڑے دھونے باولی کی سمت جاتے ہیں راستے میں ملک معروفؓ کے دریافت کرنے پر جواب دیتے ہیں کپڑے دھونے جا رہا ہوں۔ ملک معروفؓ کہتے ہیں ٹھہر و اور تھوڑی دیر بعد دلہن کا ایک جوڑا لا کر دیتے ہیں اس کو بھی دھلواؤ۔ غرض کپڑے دھونے کے بعد واپس کرتے ہیں اور بعد عشاء نکاح ہوتا ہے۔ دائرہ کے فقراء جماعت خانہ میں چراغ روشن دیکھ کر تعجب کرتے ہیں۔ صبح میں ان کو علم ہوتا ہے کہ صاحب دائرہ کے فرزند کا نکاح ہوا ہے کس سادگی سے نکاح ہوا کہ دائرہ کے فقراء کو تک کہ مدعو نہیں کیا گیا۔ کیا آج کے ماحول میں اس سادگی سے کوئی تقریب نکاح کرنے کے لئے تیار ہے؟ فقیر کا طالب خدا کا ہر لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ حضرت شاہ نظامؓ ان قیمتی لمحوں کو تقاریب میں شرکت کروا کر ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے۔ آج لمحے نہیں، منٹ

نہیں بلکہ گھنٹے ضائع کروار ہے ہیں۔

جس طرح اوپر لکھا گیا کہ آپ کے دائرہ میں عالیت پرعمل ہوتا تھا اس کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ قصبہ بڑلی میں آپ کا دائرہ تھا۔میاں خوندشیخ مہاجر نماز ظہر میں دورکعت کے بعد شریک ہوئے۔آپ نے فرمایا تم میں منافقی کی صفت دکھائی دیتی ہے۔کیا حضرت مہدی موعودؑ کی پیروی یہی ہے جو تم کرتے ہو۔مقام غور ہے آج فرض نماز چھوٹ رہی ہے، ذکر اللہ کی جھلک بھی نہیں، نہ صحبت صادقین ہے۔ان کیفیات میں میاں نظامؓ ہم پر کس صفت کی مہر لگا ینگے؟ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کی سیرت و دائرہ کے واقعات مینار نور ہیں۔8/ ذیقعدہ ۹۴۰ھ کو آپ کا عرس ہے اس نور سے استفادہ کر کے بارگاہ مہدی موعود علیہ السلام میں فیضیابی حاصل کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے حصول کے لئے صلاحیت وطاقت عطافرمائے۔آمین

اولاد

آج ماہ ذیقعدہ کی 9 تاریخ ہے ''اولاد'' کے عنوان پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

اولاد دراصل خداتعالیٰ کا انمول تحفہ ہے۔تحفہ کی جس طرح حفاظت کرتے ہیں اسی طرح اولاد کی حفاظت تعلیم وتربیت سے کریں۔اولاد کی تربیت والدین کی اولین ذمہ داری ہے۔اس ذمہ داری سے سبکدوشی کرنا دراصل قرآن واحادیث اور فرامین حضرت مہدی موعودؑ سے اجتناب کرنا ہے۔

قرآن کہتا ہے مال اور اولاد دنیا کی چندروزہ زندگی کے بناؤسنگھار ہیں۔اولاد سے زندگی کی رونق ہے۔اس رونق کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا ضروری ہے۔عصری تعلیم وترقی نے زندگی کی اس رونق کو مفلسی کے خوف سے' رزق کے ڈر سے' لڑکی ہونے کے اندیشہ پر جاہلوں کی طرح ختم کرنے کی کوشش یا ارادہ کرتے ہیں۔یہ سراسر خدا سے بغاوت کرنے کے برابر ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر امت کو رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔اولاد کو ختم کرنا دراصل خداتعالیٰ کے رازق ہونے کو تسلیم نہیں کرنا ہے۔اس منزل پر مسلمان' مسلمان نہیں رہتا' قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔''اپنی اولاد کو جان سے مت مارو کہ تمہیں مفلسی کا خوف ہو۔کیونکہ ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ان کا مارڈالنا سخت گناہ ہے۔

اولاد کائنات کی رونق ہی نہیں بلکہ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔نیک اولاد جنت کے پھولوں میں سے ایک پھول ہے۔یعنی جنت کی بھی رونق ہے۔اولاد سے ہمیشہ اچھی توقعات رکھنا چاہئے۔انہیں ہرگز بددعا نہ دیں۔والدین کی بددعا عرش کو ہلا دیتی ہے۔حضرت محمدؐ فرماتے ہیں اپنی اولاد کو بددعا نہ دیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ گھڑی اجابت کی ہو۔اور بددعا قبول ہوجائے۔والدین کی دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔اور بددعا دائمی نقصان کا باعث بن جاتی ہے۔بددعا کافروں کے لئے بھی نہیں کرنا چاہئے۔حضرت محمد مصطفیٰؐ فرماتے ہیں۔کافروں کو بھی بددعا نہ دینی چاہئے۔کیونکہ ممکن ہے ان کی اولاد دولت اسلام سے بہرہ ور ہوسکے۔دختر سے محبت کے جذبہ کو حضرت محمد مصطفیٰؐ نے اس طرح فرمایا جو چیز اولاد کے لئے بازار سے لائے پہلے لڑکی کو دیں اس کے بعد لڑکے کو۔اس طرح محمد مصطفیٰؐ نے لڑکیوں سے محبت کرنا سکھایا۔

ماں باپ اولین ترجیح اولاد کی تعلیم وتربیت پر دیں۔یہ تعلیمات اسلامی ہیں اس سے اسلام کی اچھائیاں ظاہر ہوتی ہیں۔اور غیر مسلم متاثر ہوسکتے ہیں۔اس لئے حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''ماں باپ کا عطیہ اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہے کہ اولاد کی بہترین تربیت

کرے۔ ہر ماں باپ پر ہر حال میں اپنی اولاد کی تربیت واجب ہے۔ اولاد کی صحیح تربیت بہت بڑی نعمت ہی نہیں دائمی دولت ہے۔ فضل خداوندی سے جن کی اولاد فرمانبردار، صالح اور نیک ہوتی ہے وہ زندگی میں ہی جنت کو پالیتا ہے۔ نیک اولاد والدین کے لئے سکون واطمینان کا باعث ہوتی ہے۔ جن کی اولاد نیک نہیں ہوتی وہ ہر وقت غمگین پریشان حال ہوتے ہیں۔ لہٰذا اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کرتے ہوئے خود عبادت کریں اور اولاد کو بھی عبادت گزار بنائیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اولاد کی تعلیم وتربیت پر توجہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق اور صلاحیت عطا فرما۔ ہماری اولاد کو نیک اور فرمانبردار بنا۔ آمین

فضول خرچی

آج ماہ ذیقعدہ کی 10 تاریخ ہے۔ ''فضول خرچی'' کے عنوان پر ایک مختصر مضمون کی سماعت کیجئے۔

زندگی جمع وخرچ کے درمیان گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہے۔ ہم جو بھی کرتے ہیں اس کو جانتا ہے۔ ہمارا کوئی عمل اس سے بے خبر نہیں ہر چیز کی وہ خبر رکھتا ہے۔ خرچ کے سلسلہ میں قرآن پاک میں کئی ایک آیتیں ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی راہ میں اس قدر خرچ کرو جو تمہاری حاجت سے زائد ہو۔ خرچ حدود اسلامی میں ہونا چاہئے۔ بے جا خرچ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اس کا جواب ہمیں قیامت کے دن دینا ہوگا۔ ایک اور آیت کا مفہوم ہے'' ہم نے جو مال دے رکھا ہے اس میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرو تاکہ برکت پاؤ۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے خیر وبرکت ہوتی ہے۔ خرچ نام ونمود وشہرت کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ اس کا فائدہ صرف دنیا ہی میں ملے گا۔ یہاں یہ ہدایت بھی ملتی ہے جس کا مفہوم ہے وہ لوگ جو تنگدستی اور خوشحالی دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ متقی اور پرہیزگار ہیں۔ عبادت ہی متقی اور پرہیزگار نہیں بناتی بلکہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں وہ بھی متقی وپرہیزگار ہوتے ہیں۔

خرچ کے معاملے میں قرآن کیا ہدایت دیتا ہے اور قرآن کس قسم کا خرچ اپنے قاری سے چاہتا ہے اس سلسلے میں ایک آیت کا مفہوم ہے۔'' جب تک خدا کی راہ میں وہ چیزیں خرچ نہیں کرو گے جو تمہیں عزیز ہیں ہرگز تم خدا کو نہ پاؤ گے۔ یعنی خدا کو پانے کے لئے ہمیں عزیز چیز خرچ کرنی پڑتی ہے۔ وہ عزیز چیز مال ہے۔ وقت پڑنے پر مال، اولاد نہیں بلکہ اپنی جان بھی خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ حقیقی سخی وہ ہوتا ہے جو اپنی دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ اپنی جان پر بھی خرچ کیا کرو۔

زندگی کے قیمتی اوقات کو فضول کاموں میں صرف کرنے کی اسلام اجازت نہیں دیتا۔ وقت اور رقم کو صحیح وقت پر ضروری اور نیک کاموں پر خرچ کرنے کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ قرآن اور احادیث بالکل واضح انداز میں ہدایت کرتے ہیں۔ فضول خرچی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ فضول خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ وہ افراد جو بے دریغ رقم خرچ کرتے ہیں اپنی شان وشوکت کو دکھانے کے لئے، ان کے لئے سخت وعیدیں ہیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں'' کھاؤ، خیرات کرو اور پہنو اس حد تک کہ فضول خرچی اور تکبر نہ کرو''۔

اس دور میں دنیا کی رنگینیوں کو دیکھ کر ہر ایک کی خواہش دولت مند بننے کی ہے۔ دولت مند بننے کا اسلام مخالف نہیں ہے۔ دولت مند بنئے لیکن دولت جو خدا کی امانت ہے اس کو فضول کاموں میں خرچ نہ کریں۔ آج مسلمانوں کی ہر تقریب میں چاہے وہ غمی کی ہو یا خوشی کی

فضول خرچی دکھائی دیتی ہے۔شب وروز فضول خرچی کے رسم ورواج میں گزر رہے ہیں۔ ہر تقریب ایک مقابلہ کی طرح منعقد کی جارہی ہے۔ اس نے تقریب اس طرح منائی' یہ یہ رکھا تھا' ہم اس سے اچھی بہتر منائیں گے۔ خوردونوش یہ یہ رکھیں گے' فضول خرچی کی انتہا یہ ہے کہ کارڈ پر ہزاروں روپۓ خرچ کردیئے جاتے ہیں۔ جس میں ایک غریب لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے۔

شادیوں پر فضول خرچی کے عالم کو دیکھتے ہوئے اوسط درجہ کے ایماندار مسلمان حیران وپریشان ہیں۔ کس طرح اپنی لڑکیوں کا کار خیر کریں۔ دیکھا دیکھی کے ماحول میں دینی رہنما بھی اس صف میں آکر وہی شان وشوکت سے تقاریب منعقد کررہے ہیں۔ آنکھیں ترس رہی ہیں شادی تقریب سادگی سے منعقد ہوتے ہوئے دیکھنے کی۔ دورنبوت میں حضرت بی بی فاطمہؑ کی تقریب شادی سادگی سے منعقد ہوئی۔ اس سنت پر کیا کوئی عمل کررہا ہے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ نے جس سادگی سے اپنے فرزند حضرت بندگی میاں شاہ عبدالرحمٰنؓ کی تقریب منعقد کی۔ کیا اس طرح کی تقریب کی ہم اس دور میں توقع کرسکتے ہیں؟

تقاریب میں فضول خرچی کی وجہ سے مسلمانوں کی معیشت تباہ ہوتی جارہی ہے۔ کوئی ادارہ وجماعت افہام وتفہیم کے ذریعہ ذہن سازی کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔ قوم بہت ہی کٹھن دور سے گزررہی ہے۔ ان حالات میں خوف خدا پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ فضول خرچی کم ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں فضول خرچی سے بچائے تاکہ سکون واطمینان سے زندگی بسر کرسکیں۔ آمین

قابل تعریف ہیں وہ افراد جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال ودولت سے نوازا اور یہ لوگ مناسب طریقے سے اس کو خرچ کرتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی بڑی توفیق ہے۔ ورنہ لوگ غیر شرعی' بے جا رسوم وعبادت پر دیکھا دیکھی ماحول پر بے دریغ رقم خرچ کردیتے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں۔ ضائع ہے وہ مال جو کار خیر میں خرچ نہ کیا جائے۔ اللہ نے مال دیا ہے تو اس کو کار خیر میں ہی خرچ کریں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا نعمت کو بے مناسب جگہ خرچ مت کرو یہ ناشکری ہے۔ مال ودولت جو نعمتِ خداوندی ہے اس کو بے جا موقعوں پر خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور ناشکری کرنے کے برابر ہے۔ کیا کوئی بندہ اللہ کے حضور میں ناشکرا ہونا پسند کرے گا۔ جواب ہرگز نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اس کی کار خیر میں ہی خرچ کریں۔ اس سے ہر دوز زندگی میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ یہ بات بھی ذہن عالی میں رہنا چاہئے کہ دولت اس وقت بڑھتی ہے جب راہ خدا میں خرچ کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں صحیح مقام پر دولت خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

عمل اور کراماً کاتبین

آج ماہ ذیقعدہ کی 11 تاریخ ہے۔ ''عمل وکراماً کاتبین'' کے عنوان پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

عمل :ایمان کے ساتھ جو ضروری ہے وہ عمل ہے۔ قرآن' احادیث اور فرامین امامنا علیہ السلام پر عمل کرنا ہوتا ہے جو نیک عمل کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور آخرت میں خیر وخوبی سے رکھتا ہے۔ زندگی کی اصل عملِ نیک ہے۔ عمل وہ آئینہ ہے جو کردار کی خوبی کو ظاہر کرتا ہے۔ عمل بیکار نہیں جاتا بلکہ خوبیاں پیدا کرتا ہے۔ عمل سے زندگی بنتی ہے بے عملی زندگی کو بگاڑ دیتی ہے۔

عمل زندگی کو کامیابی دلاتی ہے۔عمل شخصیتوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں جو شخص عملِ خیر ثواب کے خیال سے کرتا ہے وہ تاجر ہے' جو دوزخ کے خوف سے کرتا ہے وہ غلام ہے لیکن جو شخص صرف خدا کے لئے کرتا ہے وہ احرار ہے یعنی آزاد ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں جسے عمل نے پیچھے کی طرف ڈھکیل دیا نسب اسے اگلی صف میں نہیں لاسکتا۔

حضرت بی بی فاطمہؓ کو قبر میں اُتارتے وقت حضرت ابوذر غفاریؓ نے جوش غم میں قبر سے کہا اے قبر کچھ خبر بھی ہے کہ ہم کس کے جنازے کو لے کر آئے ہیں یہ بیٹی ہے حضرت محمدؐ کی' بیوی ہے حضرت علیؓ کی' یہ ماں ہے حسنؓ وحسینؓ کی۔ یہ فاطمہ زہراہیں جنت کی بیبیوں کی سردار' قبر سے آواز آئی اے ابوذرؓ قبر حسب ونسب کرنے کی جگہ نہیں ہے یہاں تو نیک عمل کا ذکر کرو۔آج تو وہی آرام پائے گا جن کے اعمال نیک اور کثیر ہوں۔

حضرت مہدی موعودؑ کی سیرت وتعلیمات کا مطالعہ کرنے پر جو بات نمایاں نظر آتی ہے وہ عمل'عمل اور عمل ہے۔آپؑ ارشاد فرماتے ہیں۔''باعمل مقبول بےعمل مردود'' آپؑ کا یہ فرمان ہمیں غور وفکر کی دعوت دیتے ہوئے عمل کی افادیت کو ظاہر کرتا ہے۔خدا تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تم احمد کے بیٹے ہو یا محمد کے۔ اللہ تعالیٰ عمل با محبت کو پوچھے گا۔حضرت ملک برخوردارؓ ایک نیا جوتی کا جوڑا لے کر حضرت مہدی موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ نیا جوتی کے جوڑے دے کر حضرت علیہ السلام سے تلقین حاصل کرتے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم وقدرت عطا کی تھی کہ آنے والے کا نام اور آنے والے کے مقصد سے واقف ہوجاتے تھے۔ ملک برخوردارؓ کے کہنے سے قبل آپؑ ارشاد فرماتے ہیں''یہ پیر کا ہے پیر میں رہنا چاہئے۔اتنی مدت سے بندہ کی صحبت میں رہے کیا مہدی اس بکرے اور گائے کے چمڑے سے نجات کا سامان فراہم کرتا ہے۔یادرکھو بندہ تم کو اپنا پوست بھی پہنادے تو تم کو نجات نصیب نہیں ہوسکتی۔جب تک کہ بندہ جو احکامات عصر اور مغرب کے درمیان کرتا ہے اس پر عمل نہ کروگے''۔اور فرمائے''اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم سے میرا پوست جدا کر کے تمہیں عذاب دے۔

حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کوئی عمل تقویٰ اور اخلاص کے بغیر مقبول نہیں ہوتا۔عمل میں اخلاص ہونا اور نیت اللہ واسطے ہونا چاہئے۔ بغیر عمل کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔جس طرح بیج بوئے بغیر مولکا پیدا نہیں ہوتا۔حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں عمل کے بغیر جنت طلب کرنا گناہ ہے۔اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں عمل کی توفیق عطا کرے۔آمین

کراماً کاتبین: جہاں نگرانی نہیں وہاں زندگی تذبذب کا شکار ہوکر بے ترتیب ہوجاتی ہے۔ایک شخص پر نگرانکار مقرر ہے اور دوسرے پر کوئی نگرانکار نہیں ہے دونوں کی زندگیوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔اول احتیاط سے' شرافت سے' اخلاق سے' فرمانبرداری سے' خوش خلقی سے' پرہیزگارانہ زندگی گزارتا ہے اس کو احساس رہتا ہے کہ میرے پر ایک نگرانکار مقرر ہے۔میری ہر حرکت پر اس کی نظر ہے۔اس طرح دوسرا شخص جس پر کوئی نگرانکار مقرر نہیں ہے وہ تمام اُصولوں کو خیر باد کر کے خودغرضی اور نفس پرستی میں زندگی گزارتا ہے۔اس کو کسی کا ڈر وخوف نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ ہم پر ایک نہیں دو فرشتے نگرانی کے لئے مقرر کئے ہیں۔وہ ہماری ہر حرکت وعمل پر نہ صرف نظر رکھتے ہیں بلکہ اپنے اپنے دفتر میں ہمارے ہر عمل کو تحریر کرتے ہیں۔اور وقت مقررہ پر ہماری زندگی کے تمام حرکات' واقعات قلمبند کر کے بارگاہ خداوندی میں پیش کردیتے ہیں۔ ان دو فرشتو کو کراماً کاتبین کہا جاتا ہے۔قرآن اور احادیث میں اس کا واضح انداز میں ذکر ہے۔

سورہ الانفطار کی آیت ۱۱ میں ارشاد باری تعالیٰ ہوا ہے۔''کراماً کاتبین''یعنی لکھنے والے مقرر ہیں''۔ یہ ہماری ہر بات کو اور ہر عمل کو نوٹ کرتے ہیں۔ ہم جو بھی کرتے ہیں وہ اس کو جانتے ہیں۔ ان دو فرشتوں کے تعلق سے سورہ ق کی آیت 18-17 میں ذکر کیا گیا ہے۔ ایک فرشتہ ہماری بائیں جانب اور دوسرا دائیں جانب ہوتا ہے۔ احادیث سے علم ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ ہماری نیکیوں کو اور دوسرا ہماری بدی کے کاموں کو لکھتا ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں''جس وقت مومن گناہ کرتا ہے تو ایمان باہر ہو جاتا ہے۔ جب اس گناہ سے توبہ کرتا ہے تو ایمان آجاتا ہے۔ ایمان کا نکل جانا بدنصیبی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ دو نگرانکار فرشتے ہم پر مقرر کئے ہیں تو ہمیں بھی چاہئے کہ اس زمین پر بھی کسی رشد و ہدایت پر فائز حضرات کی نگرانی میں زندگی بسر کریں۔ وقتاً فوقتاً ان سے رہبری حاصل کر کے عبادت و نیکی کے کام انجام دیں اور برائیوں سے بچ جائیں۔ لہٰذا کسی مرشد کے ہاتھ پر بیعت کر کے مرید ہو جائیں۔

ہمیں ہر وقت اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ ہماری نگرانی دو فرشتے کر رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ہیں۔ لہٰذا ہر بات اور ہر عمل کرنے سے پہلے سوچ لیں کہ اس میں نیکی یا خیر کا پہلو ہے یا نہیں۔ جب ہی وہ بات و عمل کو انجام دیں۔ اس طرح ہم برائی سے بچ سکتے ہیں۔ ہمارے نامۂ اعمال میں انشاء اللہ نیکی ہی نیکی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خطا و بحث

آج ماہ ذیقعدہ کی 12 تاریخ ہے۔ عنوان''خطا و بحث''پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

خطا یعنی غلطی، اللہ تعالیٰ نے ہر بشر کو ارادہ کی قوت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے غلطی کا امکان ہے۔ فرشتوں کو یہ قدرت حاصل نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے وہ معصوم ہوتے ہیں۔ ان سے کوئی خطا نہیں ہوتی۔ خطا کرنا دراصل انسان کی فطرت میں ہے۔ غلطی کو ماننا اور اس کا اعتراف کرنا غلطی کی اصلاح ہے۔ غلطی کو نہ ماننا غلطی کو باقی رکھنا ہے۔ کی ہوئی غلطی کو ماننا مردانگی ہے۔ خطاؤں پہ خطا نہ کریں یہ اپنے آپ پر ظلم ہوتا ہے۔ اور قرآنی آیت کا مفہوم ہے۔''جو اپنی خطاؤں سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں''جو اللہ کو مانتا ہے' محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھتا ہے' جو تصدیق مہدی موعودؑ سے مشرف ہے وہ ظالم نہیں ہوتے بلکہ اپنی غلطیوں کو تسلیم کرتے ہوئے اپنے عمل کی اصلاح کرتے ہیں۔

خطا دنیا میں ہی ہوتی ہے دنیا کی رغبت' دنیا کی چاہت' اور جو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں ان سے خطا کا ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ دنیا کی محبت ہر ایک خطا کی جڑ ہے۔ عام آدمی کی خطا اس کی حد تک ہوتی ہے۔ لیکن عالم کی خطا پوری قوم پر پڑ جاتی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں جب عالم سے خطا ہوتی ہے تو ایک عالم لغزش میں پڑ جاتا ہے۔ لہٰذا قومی نمائندوں کو ایک ایک قدم سوچ سمجھ کر اُٹھانا پڑتا ہے۔

ہر انسان میں عفو و درگزر کا بھی مادہ ہونا چاہئے۔ غلطیوں کو معاف کرنا اسلامی تہذیب کی نشانی ہے۔ حضرت عمرؓ ارشاد فرماتے ہیں اللہ ان کی خطا معاف نہیں کرتا جو اوروں کی خطا معاف نہ کرے''اگر ہم اپنے رشتہ داروں کی' دوستوں کی' خطا معاف نہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ جو خطا ہم سے ہوئی ہے اس کو معاف نہیں کرتا۔ اپنی خطا پر نادم ہونا' شرمسار ہونا بندگی کی علامت ہے۔ یہ کردار کی خوبی بھی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں

اپنی خطاؤں پر نادم ہونا خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔کوئی ہماری خطاؤں کی نشاندہی کر رہا ہے اسے اپنا دشمن نہ مانے بلکہ دوست مانیں۔ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ دیدہ و دانستہ خطا پہ خطا نہ کریں۔یہ شیطانی فطرت ہوتی ہے۔جو نقصان پہنچاتی ہے۔کیونکہ جو دانستہ خطا کرتے ہیں وہ نا قابل معافی ہیں۔اگر کوئی ہماری غلطی کی طرف اشارہ کر رہا ہے تو اس پر غصہ نہ کریں وہ آپ کا ہمدرد ہے۔رہنمائی کر رہا ہے۔کیونکہ غصہ کرنا بُری صفت ہے۔ یہ غصہ خطا کو جرم بھی بنا دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے۔

الغرض خطا پر نادم ہونا' شرمسار ہونا' غلطی کو تسلیم کرنا' شریعت پر عمل کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہر حال میں خطاء سے بچائے' اگر سہواً خطا ہو جائے تو معاف کر دے۔آمین

بحث: عموماً بحث کو پسند نہیں کیا جاتا ہے۔لیکن زندگی کی دوڑ میں بعض وقت دین کے لئے مذہب کے لئے' عقیدہ کی حقانیت کو واضح کرنے کے لئے بحث میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ورنہ حق کو باطل سمجھا جائے گا۔ بحث کے بھی آداب ہیں۔ بحث کریں' الفاظ کی خوبیوں کے ساتھ' حکمت کے ساتھ' فراخ دلی کے ساتھ' چہرہ پر مسکراہٹ کے ساتھ' علمی دلائل کے ساتھ' للّٰہیت کے جذبہ کے ساتھ' بحث نام ونمود کے لئے یا شہرت کے لئے' علمیت ظاہر کرنے کے لئے' شان وشوکت کا مظاہرہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ واسطے کرنا ہے۔اس امر کے لئے صبر وتحمل' نفس پر کنٹرول اور غصہ سے دور رہنا ہے۔جب ہی یہ بحث کامیاب ہو کر کوئی نتیجہ برآمد کرتی ہے۔

بحث کے آداب میں غیض وغضب سے دوری' دلائل قوی ہوں اور آواز کو بلند نہ کریں' سامنے والے کی کیفیت جان کر اس کے علم کے مطابق اتنے ہی علم کے ساتھ بحث ومباحث کریں۔عموماً مباحث میں دیکھا گیا جہاں دلائل کمزور ہو جاتے ہیں تو آواز سخت اور تیز ہو جاتی ہے۔ اور اس سے آگے بڑھ کر ذاتیات پر حملہ کر دیتے ہیں جو آداب مباحث کے خلاف ہے۔اس سلسلے میں حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ نے بادشاہ اکبر کے دربار میں جو مناظرہ کیا وہ اسلامی تاریخ کے بہترین مناظرہ میں سے ایک ہے۔مناظرہ میں بحث ومباحث ہوتے ہیں موضوع کے لحاظ سے آیت قرآنی' احادیث وغیرہ کو پیش کیا جاتا ہے۔مناظرہ ہر کوئی نہیں کر سکتا۔علم ہر کوئی حاصل کرتا ہے لیکن اس کو حکمت سے استعمال کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔علم کے ساتھ علم کا استعمال کرنا بھی آنا چاہئے۔

اس دور میں علم کا غرور سایہ کی طرح ساتھ ہو گیا ہے۔یہ اچھی علامت نہیں ہے۔ایسے لوگ بحث ومباحث سے دوری اختیار کریں تو قوم پر ان کا بڑا احسان ہوگا۔عقلمند وہ ہوتے ہیں جو سامنے والے کو دیکھ کر بحث کرتے ہیں یا بحث سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔زیادہ بحث شخصیت کو لوگوں کے سامنے گرا دیتی ہے۔اس کا وقار متاثر ہو جاتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔خدا کے نزدیک سب سے زیادہ کینہ اس شخص کے دل میں ہے جو بحث کرتے رہتا ہے۔قوم کے جو مخالف ہیں ان سے بحث ہرگز نہ کریں کیونکہ یہ بات کو ماننے والے نہیں' جو سو رہا ہے اس کو جگایا جائے تو آپ کی بات کو سنے گا لیکن جو سونے کی اداکاری کر رہا ہے اس کو جگا بھی دیں تو وہ بات کو ماننے والے نہیں ہیں۔ان سے بحث کرنا دراصل گفتگو کی موت ہے۔

اس دور میں اکثریت کی نیت صاف نہیں ہے ایسے حال وماحول میں بحث ومباحث سے گریز کریں تو اپنے لئے اور قوم کے لئے مفید ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں مذہب کے صحیح اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

بات

آج ماہ ذیقعدہ کی 13 تاریخ ہے۔ایک مضمون ’’بات‘‘ کے عنوان پر سماعت کیجئے۔

ہر بات اپنے اندر ایک وزن رکھتی ہے۔اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔بات چیت سے کردار کے ساتھ فطرت بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔بات چیت سنبھل کر کرنا چاہئے۔خامیاں بھی بات چیت سے ظاہر ہوجاتی ہیں۔بات بھی وہ بات کریں جو کر سکتے ہیں۔وہ بات ہرگز نہ کریں جو کر نہیں سکتے۔کسی سے ناپسندیدہ بات نہ کریں جس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔جو بات زبان سے نکل جاتی ہے وہ پتھر کی لکیر بن جاتی ہے۔لہٰذا بات کریں تو سوچ سمجھ کر کریں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔جو شخص سلام سے پہلے بات کرے اس کا جواب مت دو۔جب تک وہ سلام نہ کرلے۔یہ اسلامی تہذیب ہے۔کسی سے ہم کلام ہونے سے پہلے سلام عرض کریں۔اس کے بعد بات چیت شروع کریں۔بات نیکی کی ہو‘ خیر کی ہو یا تعلیم کی ہو۔فضول باتیں وقت کی بربادی کے ساتھ گمراہی کی طرف لے جاتی ہے اور گناہ گار بنا دیتی ہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں مصیبت کی جڑ انسان کی بات چیت ہے اور حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں بات کم کرنا حکمت ہے۔اس لئے طویل گفتگو سے بچتے ہوئے اختصار سے کام لیں۔حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں تلوار کا زخم جسم پر ہوتا ہے اور بُری بات کا روح پر۔اور حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں جتنی کم باتیں کروگے ملامتوں سے محفوظ رہوگے۔پہلے کی امتوں میں خاموشی بھی روزہ تھا۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں جو کام سب سے زیادہ سبب مغفرت ہوگا وہ شیریں بیانی اور کشادہ روی ہے۔

درحقیقت اچھی بات کہنا‘ سننا عبادت بھی ہے۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں عالم سے ایک گھنٹہ کی بات چیت دس برس کے مطالعہ سے زیادہ مفید ہوتی ہے۔بات چیت کا بھی ایک معیار ہوتا ہے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں ہر ایک شخص سے اس کی فہم کے مطابق بات کیا کرو۔بات چیت سے ہی انسان کی شناخت ہوتی ہے۔

حرام باتوں سے‘ بے شرمی کی باتوں سے دور رہیں۔ان دنوں جھوٹی گواہی عام ہوگئی ہے۔جو جھوٹ بات کی گواہی دے اللہ کی نظروں میں وہ ناپسندیدہ ہے۔ہمارے ساتھ اللہ نے دو فرشتوں کو رکھا ہے جو کراماً کاتبین کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ہماری ہر بات کو درج کرتے ہیں۔لہٰذا بات چیت سنبھال کر کریں۔تعلیمات حضرت مہدی موعودؑ کی روشنی میں جو بات یا جو سانس ذکر اللہ سے خالی ہے وہ لغو ہے۔ہمارے ہاں اتنی عالیشان تعلیم موجود ہونے کے بعد مہدوی کبھی بھی غیر ضروری بات نہ کریں۔وہ بات ہونی چاہئے جو مخاطب کو اللہ کی طرف رجوع کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بات چیت کے دوران ہم سے کسی کی دل آزاری نہ ہو‘ غلط بات ہم سے نہ ہو‘ ذکر و فکر کی باتیں ہم سے ہو‘ مہدویت جو روح اسلام ہے اس کی باتیں ہو۔آمین

خدمت

آج ماہ ذیقعدہ کی 14 تاریخ ہے۔’’خدمت‘‘ کے عنوان پر مضمون کی سماعت کیجئے۔

اس زمین پر بندہ کی دو چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں ایک عبادت دوسری خدمات۔عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی خدمت ہر ایک کی۔

خدمت کے بھی مدارج ہیں۔ اہل وعیال، رشتہ دار، پڑوسی، محلّہ والے، وطن والے وغیرہ۔ اس کے علاوہ وہ بندگان خدا جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ تعالیٰ کی طلب میں زندگی گزارتے ہیں اور وہ طالب علم جو علم کی تلاش میں اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ ان کی خدمت بہت اجر رکھتی ہے۔ غرض عبادت وخدمت زندگی ہے۔ خدمت ہی زندگی کا مقصد ہونا چاہئے۔ انسان کی خدمت ہی انسان کا پہلا فرض ہے۔ حضرت سعدیؒ فرماتے ہیں۔ ''**عبادت بجز خدمتِ خلق نیست**'' بندوں کی خدمت ہی عبادت ہے۔ یہ اظہر من الشمس ہے کہ جو دوسروں کی خدمت میں لگا رہتا ہے لوگ اس کی خدمت کے لئے آگے آگے آتے ہیں۔

عموماً لوگ محبت کا اظہار تعریف سے کرتے ہیں لیکن اصل میں خدمت سے کیا جانا چاہئے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ '' لوگوں کی خدمت کرنے والا ایسا ہے گویا تمام عمر خدا کی خدمت میں گزاری'' دیکھئے خدمت پر کتنا بڑا اجر حاصل ہورہا ہے۔ ہم گنہگار بندے ہیں لیکن لوگوں کی خدمت کر کے خدا کی خدمت کا انعام پارہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے۔ غریب کی خدمت کرنے والا اپنا حق ادا کر کے اجر وثواب حاصل کرتا ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں قوم کا سردار قوم کی خدمت گزار ہوتا ہے۔ آج قومی اداروں پر نام ونمود، شہرت کے لئے صدر بن جاتے ہیں۔ لیکن خدمت قومی سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ یہ قوم کے سردار یا صدر نہیں ہوتے۔ قوم کا حقیقی صدر یا سردار وہ ہے جس کی زندگی قوم کی خدمت میں گزری ہو۔

خدمت قوم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا عطیہ ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ افراد جنہیں یہ توفیق حاصل ہے۔ حضرت سیدنا ابوبکرؓ ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے۔ ''اے اللہ مجھے خدمت خلق کی توفیق عطا فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے'' خدا کے بندوں کی خدمت ہی دراصل خدا کی خدمت ہے۔ خدمت سے خوش خلقی حاصل ہوتی ہے۔ دین ومذہب صرف مصلے پر نہیں بلکہ لوگوں کی خدمت میں بھی ہے۔ ہم گوشہ نشین ہیں یا عزلت از خلق اختیار کئے ہوئے ہوں ایسے حالات میں بھی خدمت خلق سے محروم نہ رہیں۔

ہم خدا کو رب العالمین مانتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ حضرت سید محمد جونپوری کو مہدی موعودؑ مانتے ہیں۔ تو عبادت کے بعد خلق کی خدمت بھی انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں بندگان خدا کی خدمت کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وضو

آج ماہ ذیقعدہ کی 15 تاریخ ہے۔ ''وضو'' بھی ایک اہم عبادت ہے اس پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

اسلام میں پاکیزگی نصف ایمان ہے۔ مسلمان ہمیشہ طہارت وپاکیزگی سے رہتا ہے۔ نماز، تلاوت قرآن، ذکر اللہ اور بزرگان دین کے قبور کی زیارت کے لئے وضو ضروری ہے۔ نماز کی ادائیگی کے لئے پہلی سیڑھی وضو ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ارشاد فرمایا۔ بغیر پاکی (وضو) کے نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور مال حرام سے صدقہ وخیرات قبول نہیں کی جاتی۔ وضو کی فضیلت یہ ہے کہ قیامت کے دن جو نفسا نفسی کا ماحول ہوگا اس ماحول میں بھی کثرت سے وضو کرنے والے بآسانی پہچانے جائیں گے۔ صحابہؓ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ سے عرض کیا قیامت کے دن آپؐ اپنی اُمّت کو کیسے پہچانیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ قیامت میں وضو کے باعث ہاتھ پاؤں، چہرے اس قدر روشن وچمکدار ہوں گے کہ ایسے نشان کسی دوسری اُمّت کے لوگوں کے لئے نہیں ہوں گے۔ میں اپنی اُمّت کو اس سے پہچان لوں گا۔

قرآن پاک واحادیث میں وضو کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ وضو کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو وضو سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے گا اس کا وضو نہیں ہوتا۔ سورہ الجاثیہ کا آیت 6 میں وضو کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ ’’اے اہل ایمان جب تم نماز کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ کرو تو بسم اللہ کہو، ہاتھ دھونے کے بعد کلی کریں، ناک میں پانی چڑھائیں، پھر ناک صاف کریں۔ اپنا چہرہ دھویں، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئیں۔ پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں، اپنے سر کا دونوں کانوں تک مسح کریں، ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئیں۔ وضو میں پہلے دائیں پھر بائیں اعضاء دھوئیں۔ اس ترتیب سے وضو کریں۔ ایک اعرابی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، وضو کی کیفیت دریافت کی۔ آپؐ نے اعضاء کا تین تین بار دھونا سکھایا اور فرمایا اس طرح کامل وضو ہے۔

اگر نمازی کو زخم ہے اور پٹی بندھی ہوئی ہو تو وضو کرتے وقت پٹی پر مسح کر لے اور اردگرد دھولے۔ اسلام پانی احتیاط سے استعمال کی تعلیم دیتا ہے۔ چاہے وضو ہو یا کوئی دوسرے کام ہوں۔ پانی دستیاب نہ ہونے پر پاک مٹی پر تیمّم کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں۔ تیمّم یہ ہے کہ اپنی ہتھیلیوں کو مٹی پر ماریں انہیں اپنے چہرے پر پھیرلیں اور دائیں اور بائیں ہاتھوں کی پشت پر پھیرلیں۔ حضرت بریدہؓ کہتے ہیں اللہ کے رسولؐ نے فتح مکہ کے دن ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کیں۔ عمرؓ نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ آج آپ نے ایسا عمل کیا جو اس سے پہلے نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ میں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے۔ اس طرح ہم ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کر سکتے ہیں۔

مسلم شریف میں روایت درج ہے کہ جب کوئی بندہ وضو کرتے ہوئے اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو اس کے چہرہ کی ہر وہ غلطی جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے پانی کے ساتھ دھل جاتی ہے۔ جب وہ اپنے ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہر وہ غلطی جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے چھوا ہوتا ہے پانی کے ساتھ دھل جاتی ہے۔ جب وہ پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ غلطی جس کی طرف اس کے پاؤں چلے ہوں پانی کے ساتھ آخری قطرے کے ساتھ دھل جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

ہمارے بزرگ ہمیشہ باوضو رہا کرتے تھے۔ بغیر وضو کے آسمان پر نظر نہیں ڈالتے تھے۔ ہم مصدقان مہدی موعودؑ ہیں۔ کوشش کریں کہ ہمیشہ باوضو رہیں۔ ذکر وفکر میں رہیں۔ اپنے اسلاف کی روش پر چلیں۔ اس میں خیر ہی خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ

آج ماہ ذیقعدہ کی 16 تاریخ ہے۔ اور عرس مبارک حضرت سید محمد گیسو درازؒ ہے۔

آپ 4 / رجب 720ھ کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت سید یوسف حسینی صوفی نے نام ’’محمد‘‘ اور کنیت ابوالفتح رکھی۔ آپ حضرت امام زین العابدینؓ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد جہاں حضرت سید نظام الدینؒ سے بیعت رکھتے ہیں وہیں حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلوی کے روحانی فیوض سے مستفید ہوتے ہیں۔ آپ کے والد سختی سے احکام خداوندی پر عمل کرتے تھے۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں زندگی گزرتی تھی۔ آپ نے کبھی بھی نفس کی باتوں کو قبول نہیں کیا۔ ہمیشہ نفس کے ساتھ جہاد کرتے رہے اس لئے راجو قتال سے مشہور ہیں۔ آپ کا روضہ خلد آباد، دولت اباد میں ہے۔ بلند پایہ بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت سید محمد گیسودرازؒ نے ابتدائی تعلیم والد اور نانا سے حاصل کی۔ ذہین تیز پایا تھا اور حافظہ بھی خوب تھا۔ 19 سال کی عمر میں ہی علوم ظاہری سے فارغ ہوگئے تھے۔ آپ نے دہلی سے گوالیار، چندیری ، بڑودہ اور خلدآباد میں قیام کر کے متلاشیان حق وصداقت کو فیض یاب کرتے رہے۔ ہر مقام پر لوگ آپ کے وعظ و نصیحت سے بہرہ ور ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو کر آپ کے ارادتمندوں میں شامل ہوگئے۔ سلطان فیروز شاہ آپ سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا اور اس کی درخواست پر گلبرگہ میں سکونت اختیار کرتے ہیں۔ سلطان آپ کا شاہانہ طور پر استقبال کرتا ہے۔ لوگوں میں آپ کی ریاضت، عبادت و علم کا کافی چرچا ہوتا ہے۔ جوق در جوق لوگ آپ کے واعظ میں شریک ہو کر ایمان کی جلاء پاتے تھے۔ آپ نے تقریباً 105 رسالے و کتابیں تحریر کی ہیں جنہیں تصوف کا چسکہ ہے وہ ان کتابوں سے بہت محضوظ ہوتے ہیں۔

آپ گیسودراز کے لقب سے مشہور ہیں اس کی وجہ سیرت نگاروں نے اس طرح بیان کی ہے کہ آپ اپنے مرشد حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلوی کی پالکی کو اٹھائے جا رہے تھے۔ آپ کے بال لانبے تھے اور گیسو پالکی کے پائے میں پھنس جاتے ہیں، آپ اسی طرح اٹھائے ہوئے راستہ طے کرتے ہیں۔ آپ نکالنے کی کوشش بھی نہیں کرتے ہیں۔ مرشد کے پاس وادب میں پالکی کو روکنا پسند نہیں کیا۔ اس واقعہ کی اطلاع مرشد کو ملتی ہے تو بہت خوش ہوتے ہیں اور یہ شعر پڑھتے ہیں۔

ہر کہ مرید سید گیسو دراز شد
واللہ خلاف نیست کہ او عشق باز شد

اس واقعہ کے بعد ہی سے گیسودراز آپ کے نام کا جز بن جاتا ہے۔

آپ نے عمومی طور پر تمام بندگان خدا کو اور خصوصی طور پر اپنے مریدوں کو یہ تعلیم دی کہ وقت کو کس حال میں بھی ضائع نہ کریں۔ اور تعلیم دی کہ مرشد کی تلاش و جستجو کریں، تاکہ اس کی صحبت سے صالح زندگی گزار سکیں۔ آپ نے نفس کو پاک وصاف رکھنے کے ساتھ ساتھ حرص، حسد، کذب، غیبت وغیرہ سے دور رہنے کی تعلیم دی۔ ہمیشہ اکل حلال کا خیال رکھنے اور نفس کی خواہش پر عمل نہ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے مریدوں کی تربیت کرتے ہوئے تاکید فرمائی کہ یہ عقیدہ نہ رکھو کہ شریعت، طریقت، حقیقت ایک دوسرے سے جدا ہیں دیکھو بادام کے اندر تین چیزیں ہیں، پوست، مغز اور روغن تینوں ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ ایک دوسرے کا خلاصہ ہیں یعنی پوست کا خلاصہ مغز ہے اور مغز کا خلاصہ روغن اس طرح شریعت کا خلاصہ طریقت اور طریقت کا خلاصہ حقیقت ہے۔ آپ سے دریافت کرنے پر کونسی نیکی بہتر ہے تو آپ نے فرمایا دنیا میں ترک دنیا سے بہتر کوئی نیکی نہیں۔ آپ کے کشف و کرامات کے بے شمار واقعات ہیں لیکن آپ کا سب سے اہم کام تھا بندوں کو خدا سے قریب کرنا اسی نقطہ نظر سے آپ نے رشد و ہدایت کے فرائض انجام دیئے۔ 16 / ذیقعدہ 825ھ میں آپ اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔ سلطان احمد جو سلطان فیروز شاہ کے بھائی ہیں آپ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی، اس محبت میں مزار پر عالی شان گنبد تعمیر کیا۔

حضرت مہدی موعودؑ بیدر سے ہجرت فرماتے ہوئے بیجاپور جانا چاہتے تھے، راستے میں حضرت سید محمد گیسودرازؒ کی روح پاک نے گلبرگہ آنے کی دعوت دی اور آپ اس دعوت کو قبول فرماتے ہوئے گلبرگہ کے راہ پر روانہ ہوئے۔ صحابہ نے کہا کہ یہ راستہ بیجاپور کو نہیں جاتا ہے آپ نے کہا سامنے دیکھو کون ہے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت شیخ بھیکؒ نے سامنے دیکھا تو حضرت سید محمد گیسودراز کو پایا۔ حضور

مہدی موعودؑ اپنے اصحاب کے ساتھ روضہ پر آتے ہیں۔آپ کی آمد کی اطلاع سن کر سجادہ نشین اور دیگر لوگ آ کر آپ کا استقبال کرتے ہیں۔ روضہ اقدس مقفل تھا، آپ ہاتھ لگاتے ہی قفل کھل جاتا ہے اور آپ اندر جاتے ہیں۔دروازہ خود بخود بند ہوجاتا ہے۔دو آدمیوں کے بات کرنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔جب آپ روضہ سے واپس ہوتے ہیں تو راستے میں صحابہ روضہ کے واقعات دریافت کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں حضرت گیسو دراز نے جذبہ میں دعویٰ مہدیت کیا تھا اس کی معافی کا تذکرہ کئے تھے اور اس بات کا تقاضہ کررہے تھے کہ مزار پر کھڑے ہوجاؤ چونکہ بندہ اولیاءاللہ کا ادب واحترام رکھتا ہے یہ بات اچھی نہیں ہے۔لیکن اصرار ہونے پر مجبوراً ان کی بات سننی پڑی۔حضرت مہدی موعودؑ نے آپ کی فضیلت کے تعلق سے فرمایا کہ آپ کی ذات میں بوئے رسول اللہ ﷺ پائی جاتی ہے اپنے زمانے کے مرشد تھے۔

موت ومنکرنکیر

آج ماہ ذیقعدہ کی 17 تاریخ ہے۔''موت ومنکرنکیر'' کے عنوان پر مضمون کی سماعت کیجئے۔

جہاں زندگی ہے وہاں موت ہے۔موت برحق ہے۔موت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔دنیا میں آنے کا مطلب یہی ہے کہ ایک نہ ایک دن موت کو گلے لگانا ہے۔موت عبادت وریاضت کے دروازے کو بند کردیتی ہے۔عمل ختم' رشتے ناطے ختم' ماضی مستقبل کی سوچ ختم' چاپلوسی چالاکی ختم' دوستی دشمنی ختم' حرص وہوس ختم' رزق ختم' شکوہ شکایت ختم' خواہشیں بھی ختم ہوجاتی ہیں یعنی موت تمام جدوجہد کو ختم کردیتی ہے۔قرآن کہتا ہے تم کہیں بھی رہو موت تو آکر رہے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہو۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں اے اللہ موت کی سختی پر میری مدد فرما۔حضرت محمدؐ وجہہ تخلیق کائنات ہیں۔روح کائنات ہیں۔ شافع محشر ہیں۔جن کے اشارہ پر چاند کے دوٹکڑے ہوئے' سورج پلٹ کر آیا۔یہ محبوب خدا دعا کررہے ہیں موت کی سختی پر مدد فرما۔ہم غلامانِ رسول اللہ ﷺ کو کتنی نہ فکر ہونی چاہئے۔ہم موت سے غافل ہوکر زندگی گزار رہے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ نے غفلت کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا موت کو ہمیشہ یاد رکھیں اس سے نیکی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔اور برائی سے دور رہتے ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''میں نے تم میں دو واعظ چھوڑے ہیں ایک خاموشی دوسرا بولنے والا۔خاموشی موت ہے' اور بولنے والا قرآن مجید ہے۔ہمیں موت اور قرآن مجید سے زندگی کا سبق سیکھنا ہے۔اس لئے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔جب جنازہ کے ہمراہ جاؤ تو مردے کے غم سے زیادہ اپنا غم یاد کرو۔اور خیال کرو کہ وہ ملک الموت کا منہ دیکھ چکا ہے اور مجھے ابھی دیکھنا ہے۔وہ موت کی تلخی کا مزہ چکھ چکا ہے اور مجھے ابھی چکھنا ہے۔

گھر میں کسی کی موت دراصل گھر والوں کے لئے عبرت ہے' نصیحت ہے' موت سے پہلے بڑھاپے کو غنیمت جانیں' نیکی کی راہ کو اپنائیں۔جو موت سے رغبت رکھتے ہیں وہ صرف زندگی کے لئے کھاتے پیتے ہیں۔دنیوی چیزوں سے رغبت نہیں رکھتے۔حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔جو ہنستا ہے وہ اپنی موت سے غافل ہے۔غرض موت سے غافل نہ رہیں وہ کبھی بھی آسکتی ہے۔اس کے آنے سے قبل ہی عبادت' خیر وخیرات' خوش خلقی کا سامان لے کر تیار رہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں موت سے غافل نہ بنا۔ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد دل میں قائم رکھ۔آمین

منکیر نکیر:

اللہ تعالیٰ الاول والاخر ہے۔ وہ وارث یعنی مالک ہے وہ باقی ہے یعنی ہمیشہ رہنے والا۔ وہ خالق ہے یعنی پیدا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو زمین و آسمان، جن وانس، سمندر، پہاڑ، چاند و سورج اور فرشتوں کی تخلیق کی۔ ان فرشتوں میں دو فرشتے ہی جنہیں تاریخ اسلام میں منکر نکیر کہتے ہیں۔

ان دو فرشتوں منکر نکیر سے ہر بندہ خدا کو بعد پرواز روح دفن ہونے کے بعد سابقہ پڑتا ہے۔ قبر میں دفن ہونے کے بعد سب سے پہلے یہی دو فرشتے میت سے ملاقات کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ارشاد فرمایا۔ جب میت کو دفن کر دیا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے اور نیلگوں آنکھوں والے دو فرشتے آتے ہیں۔ ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ وہ اس سے سوال کرتے ہیں تو اس شخصیت (محمد رسول اللہ) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے جیسے وہ خود کہتے تھے کہ وہ اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔ میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہی معبود برحق ہے۔ اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ یہ جواب سن کر فرشتے کہتے ہیں ہمیں علم تھا کہ یہی جواب دے گا اور اس کی قبر ستر مربع ہاتھ تک وسیع اور منور کر دی جاتی ہے۔ اور اسے کہا جاتا ہے کہ سو جا۔ اگر یہ دفن ہونے والا منافق ہو تو فرشتوں سے سوال کے جواب میں کہتا ہے میں لوگوں کی طرح کچھ تو کہہ تو دیتا تھا لیکن مجھے علم نہیں ہے۔ فرشتے کہتے ہیں ہمیں تیرے اس جواب کا علم تھا۔ زمین کو حکم ہوتا ہے کہ اس پر تنگ ہو جائے۔ یعنی وہ اتنی تنگ ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اس عذاب میں مبتلا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اس مقام سے اٹھائے گا۔

ہماری زندگی کے ہر عمل و فعل کو دو فرشتے کراماً کاتبین قلمبند کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تک جسم میں روح ہے صالح زندگی گزاریں۔ کثرت سے اللہ کا ذکر اور درود شریف کا ورد کریں تاکہ قبر میں منکر نکیر کے جواب دینے میں آسانی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں قبر میں بھی ہماری رہنمائی فرمائے۔ آمین

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ

آج ماہ ذیقعدہ کی 18 تاریخ ہے اور خلیفۃ اللہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کی بہرہ عام مبارک ہے۔

یہ وہ مہدی ہیں جو داعی الی اللہ، مبین کلام اللہ، دافع ہلاکت اُمّت محمد یہ، اسد العلماء وسید الاولیاء ہیں۔ آپ کی قوم وہ قوم ہے جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور آپ کی قوم بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہے۔ جس کا ثبوت اس حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ اے ابوذر کیا تو جانتا ہے کہ میرا غم اور میری فکر کیا ہے اور مجھے کس بات کا شوق ہے تو آپ کے اصحاب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہم کو بتائیے کہ آپ کو کیا غم ہے اور کیا فکر ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ آہ میرے بھائیوں کی ملاقات کا شوق ہے تو آپ ﷺ کے اصحاب نے فرمایا کہ ہم آپ کے بھائی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میرے اصحاب

ہواور وہ میرے بھائی ہیں جو میرے بعد ہونے والے ہیں۔ان کی شان انبیاء کی شان جیسی ہوگی اور وہ اللہ کے پاس شہیدوں کے مرتبہ میں ہوں گے۔خدا کی خوشنودی کے لئے وہ اپنے ماں باپ ، بھائی بہن اور بچوں سے بھاگیں گے۔اور وہ خدائے تعالیٰ کے لئے مال و دولت کو ترک کردیں گے اوران کی تواضع ایسی ہوگی کہ اپنی ذاتوں کو حقیر سمجھیں گے شہوتوں اور دنیا کی فضول باتوں کی رغبت نہیں کریں گے۔اللہ تعالیٰ کے گھروں میں سے کسی ایک گھر میں جمع رہیں گے۔اللہ کی محبت کی وجہ سے غمگین اور رنجیدہ رہیں گے۔ان کے دل اللہ کی طرف لگے رہیں گے اوران کا رزق اللہ کی جانب سے ہوگا اوران کا سارا کام خاص اللہ کے لئے ہوگا۔ان میں سے کوئی ایک بیمار ہوگا تو اللہ کے پاس اس کی بیماری ہزار برس کی عبادت سے افضل ہوگی الخ۔

اس حدیث مبارک میں اس قوم کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔یہی وہ قوم ہے جس کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔’’ فَسَوْفَ یَاتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہ ‘‘یعنی میں اس سے محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کرے گی۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی اطاعت‘اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض ہے۔اس سے روگردانی کفر ہے۔آل عمران اور سورہ الفتح کی سورتوں میں واضح طور پر حکم دیا گیا ہے۔اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرو۔جو اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اللہ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔اور جو روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب دے گا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے عہد مبارک سے ہی مہدیؑ کی بعثت کے بارے میں خبریں مشہور ہوگئیں تھیں۔جلیل القدر اصحاب کرام سے حدیثیں مروی ہیں مثلاً حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت انسؓ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت طلحہؓ حضرت ثوبانؓ ام سلمہؓ اور ام حبیبہؓ وغیرہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ مہدی‘ آل محمد سے ہوں گے یا ہمارے سوا دوسروں میں سے‘ آپؐ نے فرمایا ہمیں سے ہوں گے‘اللہ تعالیٰ مہدی پر دین کو ختم کرے گا جیسا کہ ہم سے دین کی ابتداء کی۔آپ ؐ نے مہدی کا تعارف اس طرح کروایا کہ مہدی مجھ سے ہوگا روشن پیشانی‘ بلند بینی ہوگی‘ مہدی میری نسل سے فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔یہ بات ہر ایک کو ذہن میں رہنا چاہئے کہ احادیث بعثت مہدیؑ میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ صرف علامت کے بارے میں ہے۔سب احادیث اس امر میں متفق اور متحد ہیں کہ مہدیؑ کی بعثت ہوگی اور ضروریات دین سے ہے۔یہ احادیث متواترہ کے درجہ کی ہیں اور تمام اہل سنت بلکہ مسلمانوں کا متفقہ فیصلہ ہے۔احادیث متواترہ کا انکار کفر ہے۔

تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی پیغمبر ورسول نے اپنے بعد آنے والے خلیفۃ اللہ کے تعلق سے اتنا نہیں بتلایا جتنا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے مہدیؑ کے تعلق سے فرمایا۔نام‘ نسب‘ کنیت‘ گھرانہ‘ بعثت کا مقام‘ وجہ بعثت‘ مرتبہ ومقام‘ دعویٰ کی جگہ اور مدت‘ اور زمانہ کے حالات۔یہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کا احسان عظیم ہے امت محمدیہ پر۔لہٰذا ہر اُمّتی پر لازم وفرض ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی اطاعت بجالائے۔اور تصدیق مہدی موعودؑ کرے۔حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ المھدی منی یقفو اثری و لا یخطی یعنی مہدی مجھ سے ہے میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہ کرے گا۔

حضرت سید محمد جونپوری نے اللہ کے حکم پر اپنے مہدی موعود ہونے‘خلیفۃ اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا۔بیان قرآن سے شریعت محمدی کی صحیح تصویر کو اپنے متاثر کن انداز میں پیش کی کہ جو بھی سن لیتا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپؑ کی خدمت میں ہمیشہ کے لئے آجاتا۔آپؑ کی

تعلیمات دراصل اسلامی تعلیمات کی روح ہے۔آپ نے ارشادفرمایاعمل صالح سے ہی خداتک پہنچا جاسکتا ہے۔یہ عمل صالح اصل میں ترک دنیا ہےاور جب ترک کردیتے ہیں تو پھر'ذکراللہ' صحبت صادقین' توکل علی اللہ' عزلت ازخلق' اورطلب دیدارخداسب فرائض ولایت پرعمل آسانی سے ہوتا ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے کوئی نئ تعلیم یا کوئی نیادین نہیں سکھایا بلکہ دنیااورخصوصاً عالم اسلام کواسلام کی حقیقت سے واقف کروایا۔آپؑ نے سلاطین کے نام جومکتوب لکھاوہ آپ کی صداقت کااوردعوت حق کا بہترین ثبوت ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کا مکتوب سلاطین وقت کے نام

اے لوگواس امرکوسمجھ لوکہ میں محمد بن عبداللہ اوررسول اللہ کا ہم نام ہوں۔مجھ کواللہ تعالیٰ ولایت محمدیہ کا خاتم اورآپ ؐکی بزرگ امت پرخلیفہ بنایا ہے۔میں وہی شخص ہوں جس کے آخرزمانہ میں مبعوث ہوں گا' وعدہ کیا گیا ہوں اور میں اگلے اورپچھلے گروہوں میں توصیف کیا گیا ہوں۔میں رحمانی خلافت دیا گیا ہوں' میں بصیرت پرخدا کی طرف خلائق کواللہ اوراس کے رسول کےحکم سے بلاتا ہوں' میں اس دعوے کے وقت نشہ کی حالت میں نہیں ہوں بلکہ ہوشیار ہوں' ہوشیارکرنے کامحتاج نہیں ہوں' میں اللہ کی طرف سے پاک رزق دیا گیا ہوں' مجھے خدا کےسوائے کوئی حاجت نہیں ہے۔میں ملک وامارت کا طالب نہیں ہوں اور نہ ریاست وحکومت سے مجھے رغبت ہے۔میں ان چیزوں کونجس سمجھتا ہوں' دنیا کوچھڑانے والا ہوں' اس دعوت کا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس دعوت کے لئے تاکید فرمائی ہے۔اور مجھے مفترض اطاعت بنایا ہے۔یعنی میری اطاعت کوفرض کیا ہے' میں انس وجن کی طرف اپنی دعوت کوپہنچاتا ہوں۔اس مضمون سے کہ میں ولایت محمدیہ کا خاتم اورخدا کا خلیفہ ہوں۔جس نے میری اطاعت کی خدا کی اطاعت کی اورجس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔مجھ پر ایمان لاؤتاکہ تم کورہائی ملے۔اورمیری اطاعت کرواگرانکارکروگےتوخداتم کوسختی کے ساتھ پکڑےگااوراس دن کےعذاب سےبچوجس دن پہاڑباریک ریت بن جائیں گے۔پس دنیاسےایسی حالت میں سفرمت کروکہ ہلاکت میں پھنسے رہوحسنِ ثوابِ آخرت اختیارکرو۔کھوٹے داموں میں اس کونہ بیچو کیونکہ تم سمجھ والے ہواگرمیں تمہارےزعم میں بناوٹی باتیں اوراللہ پرافتراکرتاہوں توتم میرےکام میں تحقیق کرواوراس کام میں جلدی کرو۔اگرتم میرے کام سےروگرداں ہوں گےتوتمہاراجھٹلاناثابت ہوگا کیونکہ تم حق کی دریافت پرقادرہو۔اگرتم مجھےجھوٹ پر چھوڑوگےتوخودماخودہوں گے۔میں اللہ کی قسم کھاتاہوں اورخداشہادت کےلئےکافی ہے کہ میں امت محمدیہ کادافع ہلاکت اوراس جماعت سےگمراہی کودورکرنے والا ہوں۔پس تم دھوکےمیں نہ رہوبلکہ میرےاقوال' افعال اوراحوال کوقرآن شریف سے ملاؤاوراس میں غورکرواگر قرآن سےموافق ہوتو میراکہامانوورنہ مجھےقتل کردویہ طریقہ تمہاری نجات کاہے۔پس اللہ تعالیٰ سےڈرواورقلب عاجزسےاس کی طرف رجوع ہو۔کیونکہ وہ اپنے بندوں پرمہربان ہے۔یہ نصیحت ہےاس شخص کےلئےجس نےاپنےدل کوحاضررکھااورسنا۔**السلام علی من اتبع الھدی**

حضرت مہدی موعودؑ کےمقام اورمرتبہ یہ ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں بندہ حضور کی اتباع احادیث پڑھ کرنہیں کرتا بلکہ قلب محمدؐ پرپہنچ کر روح رسول اللہ سے پوچھ کرکرتا ہے۔قرآن پاک سب کلاموں میں بہترین کلام ہےایک جامع دستورحیات ہے۔اس کلام پاک کےبیان کےلئے اللہ تعالیٰ نےآپ کومبین قرآن بناکرمبعوث کیا۔کسی نے پوچھا قرآن کی مرادایک آیت میں بتلائیے۔آپؑ نے جواب دیانہ صرف قرآن بلکہ توریت' زبور' انجیل کی مرادایک کلمہ میں بتاتا ہوں اوروہ ہےکلمہ لا الہ الا اللہ۔یہی وہ کلمہ ہے جوصرف اللہ تعالیٰ کی توحید خالص کی

دعوت دیتا ہے۔آپؑ نے اسی کلمہ کے ذکر کو فرض فرمایا۔آپؑ نے دعویٰ مہدیت کے ثبوت میں آغاز سے وصال کی تاریخ ۱۹ذیقعدہ ۹۱۰ھ تک اتباع کلام اللہ اور اتباع رسول اللہؐ ہی کو اپنے دعوے کی صداقت میں پیش کیا۔آپ کی دعوت ہر انسان کو طلب مولیٰ کی سمت لے جاتی ہے۔ مصدقان مہدی موعودؑ پر فرض ہے کہ اس دعوت کو ہر دور میں پیش کرتے رہیں۔اللہ اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ

آج ماہ ذیقعدہ کی 19 تاریخ ہے۔عرس مبارک خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ اور حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ بھی ہے۔

تبلیغ دین کے شہہ سوار، جانباز، حق وصداقت کے علمبردار حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی طبقۂ تابعینؒ کے جلیل القدر عالم وفاضل مذہب مہدویہ کے جامع اعظم ہوئے ہیں۔حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ ایک روز حضرت میاں عبدالرشیدؒ کے گھر آتے ہیں۔گھر والے حضرت کی قدمبوسی کرتے ہیں۔شاہ خوندمیرؒ، اہلیہ میاں عبدالرشید کی تعظیم کرتے ہیں۔اس تعظیم کی آپ سے وجہ پوچھی گئی۔آپ فرماتے ہیں اس بی بی کے شکم سے ایک فرزند دیندار پیدا ہوگا۔اس طرح حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ آپ کے مبشر ہیں۔آنجناب 932ھ میں شہر گجرات علاقہ نہروالہ المعروف پٹن میں پیدا ہوئے۔اپنے والد بزرگوار حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؒ سے علم دینی کی تحصیل کی۔حضرت شاہ خوندمیرؒ سے آپ کو بے حد محبت تھی۔اکثر پٹن میں آپ کے روضہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ایک روز آپ حضرت کی مزار کے پائنتی بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت شاہ خوندمیرؒ قبر سے برآمد ہوتے ہیں۔پوچھتے ہیں تو کس کا مرید ہے۔آپ عرض کرتے ہیں کسی کا بھی مرید نہیں ہوا ہوں۔ اس جواب کے بعد میاں خوندمیرؒ نے میاں مصطفیٰ کو اپنا مرید کرتے ہیں اور ذکر کی تعلیم دیتے ہیں۔تاریخ بزرگانِ مہدویہ میں کئی ایک واقعات ہیں جہاں بزرگانِ دین کی ارواح نے آکر ذکر کی تلقین دی اور تربیت بھی فرمائی۔حدود دائرہ اور سراج منیر کے مصنف حضرت خوب میاں صاحب اس واقعہ کے تعلق سے فرماتے ہیں، میاں نے آپ کے سینے سے اپنا سینہ لگا کر ذکر کی تعلیم دی۔آپ جوان ہو کر حضرت بندگی ملک پیر محمدؒ سے تلقین ہوئے، پھر حضرت بندگی میاں شہاب الحق سے بیعت کی اور فقیر ہو کر حضرت بندگی میاں شہاب الحقؒ اور حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجیؒ کی صحبت وخدمت اختیار کی۔حضرت کے دائرے کئی مقامات پر رہے اور بیشمار لوگ حضرت کے فیض بیان سے تصدیق مہدیؑ سے مشرف ہوئے۔

آپ جہاں عالم دین تھے وہیں افہام وتفہیم کا آپ کو ملکہ تھا۔آپ کے علم اور گفتگو سے سب متفق ہوجاتے تھے۔مسائل کو سلجھاتے تھے۔ دونوں فریقین راضی ہوجاتے تھے۔حضرت شہاب الدین شہاب الحقؒ آپ کو خلافت عطا کر کے دوسری جگہ دائرہ قائم کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔اس دور میں حضرت بندگی میاں لاڑ شاہ ایک تصنیف میں تحریر کرتے ہیں ''منکر مہدی کافر نہیں ہے'' حدیث کے خلاف بات ہوگئی تھی۔اُس دور کے بعض بزرگوں نے حضرت میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی سے عرض کرتے ہیں آپ میاں لاڑ شاہ سے ملاقات کر کے اس عبارت کو منسوخ کرائیں۔آپ اس حکم کی تعمیل میں حضرت لاڑ شاہ سے ملاقات کرتے ہیں۔قدمبوسی کے بعد پسخوردہ طلب کرتے ہیں۔پسخوردہ پینے کے بعد

رسالہ طلب کر کے پڑھتے ہیں۔ انداز بیان کی تعریف کرتے ہیں۔ دوران گفتگو عرض کرتے ہیں، ادب واحترام کے ساتھ خوندکار اگر کوئی اس تحریر پر اعتراض کرے تو کیا کرنا چاہیئے ۔ میاں لاڑ شاہ فرماتے ہیں اس عبارت کو نکال دینا چاہیئے ۔ آپ احادیث کے ذریعہ تفہیم کرتے ہیں۔ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہتے ہیں اس عبارت کو نکال دو۔ میاں مصطفیٰ عرض کرتے ہیں بندہ کی کیا وقعت کہ حضرت کی تحریر کو میٹے اس طرح آپ نے فہم وفراست سے معاملہ کو سلجھا دیا۔ اس طرح آپ میں کئی ایک صلاحیتیں اور خوبیاں تھیں۔ حضرت میاں شیخ مبارک ناگوری تصدیق سے پہلے چند سوالات میاں عبدالملک سجاوندی کے علاوہ میاں شیخ مصطفیٰ گجراتی کے پاس بھی روانہ کئے تھے۔ آپ نے ان تمام سوالات کے جوابات حقائق کے ساتھ نہایت خوبی سے دیتے ہیں۔

رسالہ اسامی مصدقین، شواہد الولایت، ستہ الصالحین اور ترغیب الطالبین میں حضرت میاں شیخ مصطفیٰ کے حالات جو ذکر کئے گئے ہیں ان کا خلاصہ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ تقریباً 950 ھ سے 982 ھ تک حضرت نے متفرق اوقات میں مختلف مقامات سے متعدد بزرگان دین مثلاً حضرت شاہ یعقوب حسن ولایت، حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندی عالم باللہ اور حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر مشائخین عظام وعلماء کرام نے اپنے مریدین ومعتقدین عزیز واقارب کے نام جو مکتوبات لکھے تھے بالآخر اپنے ہی دست مبارک سے ان کو ترتیب وار لکھا اور اس پر فصیح وبلیغ خطبہ لکھ کر اس مجموعہ کو کتاب کی صورت دی۔ تمام مکتوبات کا خلاصہ محض عشق ومعرفت الٰہی کی تعلیم خدا طلبی اور راہ خدا میں جانبازی کی ترغیب ہے۔ چنانچہ ساتویں مکتوب میں حضرت نے تحریر فرمایا ہے

ترجمہ: جس طرح سے کہ فقیروں کی مجلس دینی حکایت سے خالی نہیں ہوتی اسی طرح سے چاہئے کہ ان کے خطوط بھی اس قسم کے کلام سے خالی نہوں، اسی لحاظ سے یہ چند الفاظ لکھے گئے ہیں چاہئے کہ دل حاضر رکھ کر ان کلمات کا مطالعہ کریں۔ اگرچہ یہ کاتب فقراء (اہل اللہ) کے زمرہ میں نہیں ہے لیکن ان سے مشابہت کی رغبت رکھتا ہے، حدیث ہذا کے حکم کے مطابق کہ جو شخص جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اُن ہی میں ہوگا، فقیروں میں شمار پانے کی امید لیا ہوا ہے۔

چوبیسویں مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ **انجا کہ اصل کارجاں بازیست طلب حق باتدبیر ناں بازیست الخ**

ترجمہ: جہاں کہ اصل کام جان کی بازی لگا دیتا ہے، نان (روٹی) کی تدبیر طلب حق کے ساتھ محض بازی (کھیل) ہے۔

پٹن میں ملا طاہر مہدویوں کا سخت مخالف اور دشمن تھا۔ اس کی مخالفت روز بہ روز بڑھتی جارہی تھی۔ عوام کا رجحان مہدویت کی طرف بڑھتا جارہا تھا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مُلّا وجیہ الدین گجراتی نے مُلّا طاہر کو منع کیا کہ مہدوی بزرگوں سے دشمنی نہ کرو اور نہ ان کو ستاؤ مگر وہ اکبر کے پاس پہنچ کر اپنی پگڑی اکبر کے پیروں میں ڈالدیتا ہے اور میاں مصطفیٰ کی شکایت کرتا ہے۔ یہاں غور کرنے کی بات ہے کہ کیا کوئی عالم دین اپنی پگڑی کسی کے پیروں پر رکھ سکتا ہے۔ جواب نہیں ہوگا۔ لیکن خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ اور مہدویت کی دشمنی میں یہ ایسی گری ہوئی حرکت کر جاتا ہے۔ ایک ان پڑھ، عام آدمی بھی گوارا نہیں کرے گا کہ سر کی ٹوپی کسی کے پاؤں پر رکھ دے۔ اکبر آپ کو پٹن چھوڑ کر کہیں چلے جانے کو کہتا ہے۔ آپ موربی آتے ہیں لیکن شاہی فوج دائرہ پر حملہ کرتی ہے۔ آپ کے والد حضرت میاں عبدالرشید اور دائرہ کے دس اصحاب کو شہید کر کے حضرت میاں مصطفیٰ کو قید کیا جاتا ہے۔

دینی و مذہبی عالم کو اس طرح قید کیا جاتا ہے جس طرح ڈاکوؤں، قاتلوں کو کیا جاتا ہے۔ مخدوم الملک کے حکم سے آپ کو ایک خاردار،

پنجرے میں ہاتھ اور پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر رکھا جاتا ہے۔ پنجرہ اس قدر چھوٹا ہوتا ہے کہ نہ آپ برابر کھڑے رہ سکتے ہیں نہ بیٹھ سکتے ہیں۔ اس قید کی تکلیف سے آپ نحیف وکمزور ہوجاتے ہیں۔ فتح پور سیکری میں آپ کو بادشاہ اکبر کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اکبر آپ کی حالات دیکھ کر کہتا ہے اے مصطفیٰ تم کو بہت تکلیف ہورہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں مجھے اس قید کا کوئی غم نہیں ہے، دل یادخدا میں ہر دم ہے۔ قومی کتب میں یہ واقعہ بھی درج ہے کہ حالت قید میں آپ کا عزم دیکھیئے حضرت شاہ خوندمیرؓ کی روح گھوڑے پرسوار منہ پرنقاب ڈالے قید خانہ میں ملاقات کرتی ہے اور فرماتی ہے اے مصطفیٰ تم سخت تکلیف میں ہو اگر چاہو تو ہم تم کو اس قید سے آزاد کرسکتے ہیں۔ آپ حضرت شاہ خوندمیرؓ کو پہچان لیتے ہیں۔ ایک دوہہ پڑھتے ہیں جس کا ترجمہ یہ ہے ''دنیا کی سیر کرنے والے شوق جان من تو نے میری آزمائش کیلئے بھیس بدلا ہے، اگر میرا سر گھن سے پھوڑ دیا جائے اور میرا جسم آرے سے چیر دیا جائے، جب بھی میری زبان سے یہی بات نکلے گی کہ مہدیؑ آیا اور گیا''

حضرت شاہ خوندمیرؓ یہ سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔ چہرہ پر سے نقاب الٹا کر اپنے دیدار سے مشرف کرتے ہیں۔ یہ عاشق مہدی موعودؑ ایک دو دن نہیں بلکہ 18 مہینے اس تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔

اکبر بادشاہ کے دربار میں بحث مذہب کے لئے حضرتؒ کو بلایا جاتا ہے اور تقریباً دو سال تک قید میں رکھتے ہیں۔ اس مدت میں 18 مجالس دربار میں ہوتی ہیں جن کی رودادیں خود حضرتؒ ہی کی قلمبند کردہ ہیں ان کا مجموعہ ''مجالس'' کے نام سے مشہور ہے یہ کتاب بھی دارالاشاعت جمعیۃ مہدویہ سے مع ترجمہ شائع ہوچکی ہے، اکبر بادشاہ کے دربار میں حضرتؒ کے جانے آنے کا حال جو تاریخ سلیمانی میں مذکور ہے اس کا کچھ حصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ صاحب تاریخ سلیمانی فرماتے ہیں۔

میرے قبلہ گاہ (والد) فرماتے تھے کہ میاں مصطفیٰ کے بیان سے بادشاہ محظوظ ہوکر انعام، جاگیر و وظیفہ دینا چاہتا تھا لیکن میاںؒ فرماتے تھے کہ بادشاہوں کی ایسی فتوح کو ہمارے بزرگوں نے قبول نہیں کیا، وظیفہ کے تعین کو اور اس جیسے دوسرے ذرائع معاش کو اپنے حق میں حرام جانا ہے۔

ایک دن بادشاہ اکبر نے قرآن شریف میں اشرفیاں رکھ کر آپ کو دیا۔ آپ نے وزن زیادہ دیکھ کر قرآن کو پکڑ کر جھٹکا، اشرفیاں نیچے گر پڑیں۔ علماء ان کو لینے کو دوڑے، اکبر یہ منظر دیکھ کر کہا کہ تم میں اور میاں مصطفیٰ میں یہ فرق ہے۔ نیز لکھا ہے۔ ترجمہ: جب علماء نے دیکھا کہ شیخ بحث مہدویت میں الزام نہیں پاتا اور اس پر کسی وجہ سے ہم غلبہ نہیں پاتے ہیں تو انہوں نے مشورہ کیا کہ ایسا حیلہ کرنا چاہیئے کہ وہ بغیر کسی الزام میں پھنسے کے رہا نہ ہو، پس انہوں نے یہی حیلہ کھڑا کیا کہ وہ وظیفہ اور انعام کو (اپنے حق میں) حرام کہتا ہے جب تک یہ وظیفہ قبول نہ کرے رہا نہ ہونے دیں۔

نیز لکھا ہے کہ مخالف علماء نے حضرتؒ کی ایذا دہی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ بادشاہ کو مشتعل کرنے کے لئے بالآخر یہ سوال کیا کہ اگر اکبر بادشاہ مہدیؑ کی آمد گذشت کو قبول نہ کرے تو تم کیا کہو گے؟ جب مکرّر سہ مکرر انہوں نے یہی سوال کیا تو حضرت میاں شیخ مصطفیٰ نے فرمایا کہ

ترجمہ: مہدیؑ کے ماننے والے کو مومن کہتا ہوں اور اس کے منکر کو کافر کہتا ہوں اور اگر اکبر قبول نہ کرے تو اس کو اکفر کہتا ہوں۔ یہ سن کر علماء دربار بہت برہم ہوئے لیکن بادشاہ کے حکم کے بغیر کچھ نہ کرسکتے تھے اپنی اپنی جگہ خاموش رہے اس واقعہ کے ذکر کے بعد مورخ میاں ملک سلیمانؒ نے لکھا ہے۔

ترجمہ: بادشاہ نے رات کے وقت میاں مصطفیٰ کو اپنے حضور میں بلا کر کہا کہ شیخ مصطفیٰ کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ ہمارے سامنے بغیر ہماری اجازت کے زبان ہلا سکے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ دیوار کی تصویر کی طرح تمام وزراء اور علماء سہمے ہوئے رہتے ہیں، باوجود ایسے دبدبہ اور اہتمام

کے تم نے گستاخانہ بات ہمارے حضور میں کی اور جو کچھ ایک بڑا اپنے چھوٹے سے کہہ سکتا ہے تم نے شاہوں کے دربار میں کہا، میاں مصطفیٰ نے جواب دیا کہ جہاں پناہ! ہر چند علماء پوچھتے رہے اور میں ان سے چشم پوشی کرتا رہا جیسا کہ آنجناب کو معلوم ہے لیکن میں نے دیکھا کہ خاتم الانبیاء اور خاتم الاولیاء علیہما السلام میرے سیدھے بائیں جانب کھڑے اس فقیر کے سر پر اپنا سایۂ لطف وشفقت ڈالے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے مصطفیٰ بے فکری سے بے تحاشہ کہدے کہ منکر کافر اور اکفر ہے۔ پس اس عاجز کے دل کو ہمت ہوئی اور جو کہا اس کے کہنے کی جرأت پایا، بادشاہ نے کہا واقعی بغیر اُس عالی جناب ملائک مآب کی تائید وامداد کے یہ بات کہی جانے والی نہ تھی، اب تم کو رضا ہے۔ جہاں چاہتے ہو جاؤ لیکن شاہی انعام کو قبول کرلو، اس میں طرفین کی حرمت ہے۔ بادشاہ کے دربار میں بلا خوف وجھجک اپنے عقیدہ کا اعلان کرنا اور خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی مہدیت کو قبول نہ کرنے پر کافر ہو جانا ذکر کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ حق گوئی وبے باکی میاں مصطفیٰ گجراتیؒ میں تھی۔ آج ہم میں اس طرح کی ایمانی طاقت وقوت کے ساتھ عقیدہ میں پختگی ہونا ہے۔

اس واقعہ کے بعد جب حضرت کو انعام قبول کر کے واپس ہونے پر مجبور کیا گیا تو آپ کے لڑکے شیخ عبداللہ نے اپنے نام پر جاگیر کی سند لکھوالی اور قید سے رہا ہونے کے بعد حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰؒ مقام بیانہ میں آبادی کے باہر قیام کیا۔

حضرت میاں مصطفیٰ گجراتی کی تبلیغ سے ہزاروں افراد نے تصدیق مہدی موعودؑ کا شرف حاصل کیا۔ بڑے بڑے اُمراء، جاگیردار، مہدویت کو قبول کیا۔ شیر شاہ سوری کا بھائی عثمان خاں سوری اور وزیر اعظم ہمایوں مصدق ہوتے ہیں۔ عثمان خاں سوری نہ صرف تصدیق کا شرف پاتے ہیں بلکہ ترک دنیا کر کے حضرت کی خدمت میں کثیر مال پیش کرتے ہیں۔ حضرت تمام مال کو دائرہ میں سویت کرتے ہیں

آپ حالت قید میں تقریباً دو سال رہتے ہیں۔ اس دوران آپ بہت نحیف ہو جاتے ہیں۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ کمزوری بڑھتی جاتی ہے۔ اس دوران آپ کا دل حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؓ کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ آپ کے کردار کی خوبی دیکھئے فرماتے ہیں اب مجھے حضرت سیدنجی کے جو مراتب بتائے جا رہے ہیں اگر پہلے علم ہو جاتا تو بندہ خدمت سے جدا نہ ہوتا۔ پھر فرماتے ہیں مارواڑ کا اونٹ مارواڑ کی طرف منہ کر کے مرتا ہے۔ میرے مرنے پر میرا منہ سیدنجی کے دائرہ کی طرف کردو۔ حضرت سیدنجی سے آپ کو اتنی عقیدت ومحبت پیدا ہو گئی تھی۔

آپ کی طبیعت بگڑتی ہے تو فرزند شیخ عبداللہ کو وصیت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، آج ذی قعدہ کی ۱۹/ تاریخ ہے اگر میری موت آج ہو جائے تو پہلے خلیفۃ اللہ کا عرس مبارک کرنا۔ سب لوگوں کو کھانا کھلانا اس کے بعد میری تجہیز وتدفین کرنا۔ آپ کے اس ارشاد سے عرس مبارک کا اہتمام کرنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ آج ہم اس سے دن بہ دن غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر مہدوی کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے گھر میں فیض و برکت پانے کے لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کا عقیدت واحترام سے عرس مبارک کریں۔ غرض ۹۸۳ھ یا ۹۸۴ھ میں بتاریخ ۱۹/ ذیقعدہ بعمر ۵۲ سال واصل حق ہوئے حضرت مہدی موعودؑ کے وصال کی تاریخ وماہ میں یہ عاشق اس دنیا سے پردہ فرماتا ہے۔

آج مہدویہ افراد میں قابلیت کی کمی نہیں ہے لیکن وہ جذبہ عقیدت نہیں ہے جو میاں مصطفیٰ گجراتیؒ میں تھا۔ تبلیغ دین کے لئے اس جذبہ کی ضرورت ہے۔ آیئے نوجوان نسل میں یہ جذبہ پیدا کرنے کی ہم سب مل کر کوشش کریں۔

رحمت خداوندی

آج ماہ ذیقعدہ کی 20 تاریخ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے۔وہ رؤف ہے یعنی بہت مہربان۔اس کا رحم وکرم ایمان والوں پر کافروں پر گناہگاروں پر بھی ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کب‘ کس وقت رحیم وکریم ہوجائے کوئی بیان نہیں کرسکتا۔قوم بنی اسرائیل کے گنہگاروں پر اس کی رحمت کس طرح برسی اس کے دو واقعات پیش کرتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں سب سے بڑے گناہگار کو دیکھنا چاہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ کل صبح سورج طلوع ہونے کے بعد سب سے پہلے جس شخص پر تمہاری نظر پڑے گی وہی سب سے بڑا گناہگار ہے۔صبح آپ نے اُس کو دیکھا۔دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میں سب سے بڑا نیک بندہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اس دعا کو بھی شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ سورج غروب ہونے کے بعد جس شخص پر تمہاری نظر پڑے گی وہی سب سے نیک بندہ ہے۔موسیٰ علیہ السلام سورج غروب ہونے کا انتظار کررہے تھے۔جب وقت مقررہ پر سورج غروب ہوگیا تو آپ نے نظر ڈالی تو وہی شخص نظر آیا جو صبح میں دیکھے تھے۔یعنی سب سے بڑا گناہگار اور اب سب سے بڑا نیک بندہ بھی وہی ہے۔موسیٰ علیہ السلام تجسس میں پڑ گئے اپنی فطرت کے لحاظ سے بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔اے پروردگار یہ کیا معاملہ ہے۔گناہگار و نیک بندہ بھی ایک ہی ہے۔یا اللہ مجھے بتلایئے صبح کا گناہگار شام میں کس طرح نیک بندہ بن گیا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے موسیٰ یہ شخص صبح اپنے فرزند کو کاندھے پر بٹھائے ہوئے جارہا تھا۔بیٹے نے باپ سے کہا پہاڑ سے بڑی بھی کوئی چیز ہے؟ باپ نے کہا جنگل۔بیٹے نے کہا جنگل سے بڑی؟ باپ نے کہا سمندر۔بیٹے نے کہا سمندر سے بڑی؟ باپ نے کہا میرے گناہ۔بیٹے نے کہا آپ کے گناہ سے بڑی؟ تو باپ نے کہا گناہ سے بڑی خدا کی رحمت۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے موسیٰ اس گناہگار نے ہماری رحمت کو بڑی بتایا ہمیں اس کی ادا پسند آگئی۔ہم نے اس کے تمام گناہ معاف کردیئے اس لئے وہ نیک بندہ بن گیا۔

گناہ گاروں پر رحمت خداوندی کا دوسری واقعہ سماعت فرمایئے۔حضرت موسیٰؑ کا دور ہے۔بارش نہ ہونے کی وجہ سے کھیتیں سوکھ گئے تھے۔پانی نہ ہونے کی وجہ سے جانوروں کا چارہ پیدا نہیں ہورہا تھا۔جانور بھوکے مر رہے تھے۔لوگوں کا بھی بُرا حال تھا۔ہر طرف سوکھا ہی سوکھا دکھائی دیتا تھا۔بستی والے موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچتے ہیں۔اور بارش کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔حضرت موسیٰؑ ان سے فرماتے ہیں بستی کے تمام لوگوں کو جمع کرو ہم سب مل کر دعا کریں گے۔وقت مقررہ پر سب جمع ہوجاتے ہیں۔بارگاہ خداوندی میں سب مل کر دعا کرتے ہیں۔موسیٰؑ کو اللہ کا حکم ہوتا ہے کہ اے موسیٰ اس مجمع میں ایک گناہگار ہے وہ یہاں سے چلا جائے تو بارش ہوگی۔اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر موسیٰ اعلان کرتے ہیں اور گناہگار کو چلے جانے کی درخواست کرتے ہیں۔مجمع میں جو گناہگار تھا وہ نادم ہوجاتا ہے‘ دل ہی دل میں سونچ لیتا ہے اتنے مجمع میں ذلیل ورسوا ہونے پڑے گا۔سب کی نظریں مجھ پر پڑیں گی۔وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے والے ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ بادلوں کو حکم دیتا ہے آنسو کے قطرے زمین پر گرنے سے پہلے بارش ہو۔زوردار بارش ہوتی ہے تمام کے چہرے خوشی سے سرشار

ہو جاتے ہیں۔اِدھر موسیٰ حیران و پریشان رہتے ہیں۔مجمع میں سے ایک شخص بھی نہیں گیا اور بارش ہوگئی۔

حضرت موسیٰؑ نے خدا سے پوچھا اے باری تعالیٰ کوئی بندہ گیا ہی نہیں اور بارش ہوگئی۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ وہ گناہگار نے توبہ کرلی تھی۔ہم نے اس کے گناہ کو معاف کردیا اور بارش برسادی۔موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا میں اس شخص کو دیکھنا چاہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔اے موسیٰ جب وہ گناہگار تھا ہم نے ظاہر نہیں کیا۔اب نادم ہوکر نیک بندہ بنا ہے ہم کس طرح اسکو ظاہر کریں گے۔

ان دو واقعات سے علم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر طرف چھائی ہوئی ہے۔ہم اس کے حضور میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہیں وہ غفور الرحیم ہے۔

حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ اور طلب

آج ماہ ذیقعدہ کی 21 تاریخ ہے۔اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ ہے۔

حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ کے نبیرہ اور حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے فرزند ہیں۔آپ کی تربیت حضرت بندگی میاں سید عبدالکریم نوریؒ نے فرمائی جو حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؒ کے خلیفہ اول اور حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجید نور نوشؒ کے فرزند ہیں۔حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ والد بزرگوار کی صحبت میں آخری دم تک رہے۔23 / ذی الحجہ 980ھ کو آپ کے والد کا انتقال ہوا۔نماز جنازہ آپ نے ہی پڑھائی اور دولت آباد میں تدفین عمل میں آئی۔خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے دولت آباد کے تعلق سے فرمایا کہ یہ مکہ خورد (چھوٹا مکہ) ہے۔حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؒ کے انتقال کے بعد آپ نے اپنے بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید اشرف بارہ بنی اسرائیل سے علاقہ کیا۔آپ کے بڑے بھائی والد کے انتقال کے وقت دولت آباد میں نہیں تھے، تین دن بعد آئے اور قبر کھول کر چہرہ دیکھنا چاہا۔آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ یہ عمل لوگوں کے لئے حجت ہو جائے گی اور لوگ تین تین دن کے بعد قبریں کھول کھول کر چہرہ دیکھیں گے۔بڑے بھائی نے اپنے چھوٹے بھائی کی بات کو تسلیم کیا۔

حضرت بندگی میاں سید اسحاقؒ شریعت کی کما حقہ پابندی کرتے تھے اور ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہتے تھے۔زاہد و متقی تھے۔طبیعت میں سادگی تھی، نام و نمود اور شہرت سے کوسوں دور رہتے۔زندگی کا بیشتر وقت عزلت میں گزرتا تھا۔اوقات ذکر کی سختی سے پابندی کے ساتھ دم و قدم کی بھی حفاظت فرماتے تھے۔اُسی دور کے بے نظیر بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔آپ کا انتقال 22 / ذیقعدہ کو ہوتا ہے۔دولت آباد میں ہی والد بزرگوار کے مشرقی جانب آپ کو سپرد خاک کیا جاتا ہے۔

طلب: اس دور کا انسان لالچی ہے۔اس کے روم روم میں لالچ بھرا ہوا ہے۔دنیا بھر کا لالچ وہ اپنے سینہ میں رکھتا ہے۔وہ لالچ ہے سنہری زندگی کا۔امیری کی زندگی کا' عیش و عشرت کی زندگی کا' اس دور کے انسان کو واقفیت نہیں ہے کہ خدا سے کیا طلب کریں۔ہر انسان میں طلب ہوتی ہے۔کسی چیز کے پانے کی۔حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔اللہ سے اس کا فضل طلب کرو۔چونکہ اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس سے طلب کیا جائے۔جب اللہ خود چاہتا ہے کہ بندے اُس سے طلب کریں۔تو سوال یہ ہوتا ہے کہ بندے کیا طلب کریں۔حضرت مہدی موعودؑ

فرماتے ہیں۔اللہ سے اللہ ہی کو طلب کرو۔ جب اللہ مل جائے گا تو سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔یہی مہدویت ہے' یہی اسلام ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے یہاں تک ارشاد فرمایا کہ''تم میں ہر ایک کو اپنی ساری حاجتیں اپنے رب سے ہی طلب کریں یہاں تک کہ چپل کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو بھی اسی سے طلب کرو۔آپؐ نے یہ بھی فرمایا مخلوق سے مت طلب کرو۔مخلوق کے خالق سے طلب کرو۔ہم مسلمان ہیں مومن ہیں صادق ہیں تو جو کچھ بھی مانگیں اللہ تعالیٰ سے ہی مانگیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''ایمان' عقیدہ بھی طلب کرو گے تو اللہ تعالیٰ عطا کرے گا۔اللہ فرماتا ہے تمام حاجتیں مجھ سے ہی طلب کرو۔لیکن یاد رہے دنیا کی طلب نہ ہو۔دنیا کی طلب کبھی بجھتی نہیں۔دنیا کو دنیا کے کاموں کے لئے طلب کرو۔خدا کا نام لو خدا ہی کے لئے۔۔اور خدا سے خدا ہی کو مانگو۔عموماً ہر مسلمان جنت کی طلب رکھتا ہے۔لیکن یاد رہے بغیر عمل کے جنت طلب کرنا خود ایک گناہ ہے۔

ہم مہدوی ہیں۔حضرت سید محمد جونپوری کو خلیفۃ اللہ' مہدی موعودؑ' مہدی آخرالزماں' خاتم الاولیاء مانتے ہیں۔ہماری طلب دنیا کی آسائشیں نہیں بلکہ طلب ہے تو صرف طلب دیدارِ خدا۔اسی طلب میں ہمارے بزرگوں نے زندگی بسر کی۔اور دیدار خداوندی سے الحمد اللہ مشرف ہوئے۔نماز کے لئے رکعت جب تک نہیں باندھتے جب تک دیدارِ خدا نہ ہو۔

بزرگوں کی روش پر چلنے کے لئے خدا سے فضل طلب کریں اور طلب' دیدارِ خدا کی رکھیں۔یہی راہ ہدایت ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اسی راہ پر چلائے۔آمین۔

بزرگان دین کا فیض

آج ماہ ذیقعدہ کی 22 تاریخ ہے۔

انشاءاللہ ہم بزرگان دین کے فیض کے تعلق سے کچھ سماعت فرمائیں گے۔

ایمان رکھنے والوں اور اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں سے محبت رکھنے والوں پر بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فیض یاب کرتا ہے۔

محبت عقیدت ہر موقعہ پر کام آتی ہے۔غرور و تکبر ہر موقعہ پر نقصان پہنچاتی ہے۔عجز و انکساری اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔یہ کیفیت بھی اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو عزیز ہوتی ہے۔میں پن ہر اچھائی سے دور کر دیتا ہے۔

اپنے دور کے ہر بزرگ شخصیت سے وابستگی رکھیں۔یہ وابستگی ہمیشہ رحمت بنتی ہے نہ کہ زحمت۔ایک شخص حج کو جا رہا تھا اس نے ایک ہزار درہم حضرت حسینؓ کے پاس اماناتاً رکھوانے کے لئے آیا ہے۔حج سے واپسی کے بعد اپنی رقم لے لوں گا۔آپ اُس سے اجازت لیتے ہیں اگر ضرورت پڑے تو میں یہ رقم خرچ کروں گا۔تمہاری واپسی پر وہ رقم مل جائے گی۔وہ اجازت دیتا ہے۔آپؓ یہ رقم غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔فضل خدا سے جب وہ واپس آتا ہے تو آپؓ امانت کی رقم واپس کر دیتے ہیں۔وہ جب اپنی رقم لے کر جانے لگا تو آپ نے فرمایا یہ رقم ضرورت مندوں میں خرچ کرو گے تو میں جنت میں محل عطا کروں گا۔وہ کچھ دیر کے لئے سوچتا ہے پھر رقم دے کر کہتا ہے آپ لکھ کر دیں۔حضرت حسینؓ اس کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔اور لکھ کر دیدیتے ہیں۔جنت میں ایک محل فلاں بن فلاں کو دیا جائے گا۔نیچے لکھتے ہیں حسین ابن

علیؑ وہ یہ دستاویز لے کر چلا جاتا ہے۔ آپؑ اس کی رقم ضرورت مندوں میں خرچ کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے فرزندوں کو وصیت کرتا ہے مرنے پر یہ دستاویز میرے کفن میں رکھ دینا۔ اس کا انتقال ہو جاتا ہے۔ وصیت کے مطابق دستاویز اس کے کفن میں رکھ دیتے ہیں۔ دوسرے دن اس کی قبر پر دیکھتے ہیں وہ دستاویز اسکی قبر پر ہے اور نیچے لکھا ہوا ہے کہ جنت میں محل دے دیا گیا ہے۔

حضرت عثمان ہارونیؒ کے مرشد حضرت شریف ایک وقت یکا یک اپنے مرید سے کہتے ہیں کل یہاں جو نماز فجر پڑھے گا وہ جنتی ہے۔ پھر کہتے ہیں یہ بات کسی سے بھی نہ کہنا۔ اگر کہہ دے تو دوزخی ہو جاؤ گے۔ عثمان ہارونی مرشد سے کہتے ہیں میرا ایک جانی دوست ہے میں چاہتا ہوں کہ جنت میں وہ بھی میرے ساتھ رہے۔ اگر اجازت دیں تو صرف اس کو اطلاع دیتا ہوں۔ مرشد اجازت دیتے ہیں اور کہتے ہیں اس سے بھی کہنا کہ کسی سے بھی اس کا اظہار نہ کرنا۔ ورنہ وہ بھی دوزخی ہو جائے گا۔ اجازت ملنے پر آپ جاتے ہیں اپنے دوست حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ کو بتلا دیتے ہیں۔ نماز فجر میرے مرشد کی مسجد میں پڑھو۔ عثمان ہارونی کے جانے کے بعد آپؒ یہ اطلاع عام کر دیتے ہیں۔ نماز فجر میں بہت سارے لوگ شریک ہو جاتے ہیں۔ حضرت شریف نماز کا سلام پھیرتے ہیں کیا دیکھتے ہیں مجموعہ کثیر نے نماز ادا کی ہے۔ عثمان ہارونی کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ وہ اشارہ حضرت غریب نوازؒ کی طرف کرتے ہیں۔ غریب نواز ادباً کہتے ہیں ہاں میں نے اطلاع عام کر دی۔ میں چاہتا تھا کہ میرے حبیب حضرت محمد مصطفیٰؐ کی اُمّت کے بہت سارے لوگ جنت میں چلے جائیں۔ میں اکیلا دوزخ میں جانے سے بہت سارے گناہگار جنت میں چلے جائیں گے۔ یہ ہوتی ہے رسول اللہ کی اپنے بھائیوں کے لئے فکر اسی لئے آج ان کی درگاہ پر ہزاروں عقیدت مند حاضری دیتے ہیں۔

حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ اپنے مرید بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے ملنے کے لئے آتے ہیں۔ شیخ کے ہاتھ میں ایک انار تھا وہ بابا فرید الدین کو دیدیتے ہیں۔ آپ روزہ سے تھے۔ انار کو توڑ کر حاضرین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ شیخ کے جانے کے بعد بابا فرید الدین دیکھتے ہیں ایک انار کا دانہ گرا پڑا ہے۔ اٹھا کر ارادہ کر لیتے ہیں اس سے افطار کروں گا۔ آپ اس ایک دانے سے افطار کرتے ہیں۔ یہ حلق سے اترتے ہی آپ کے روحانی مدارج میں ہزار گنا ترقی ہوتی ہے۔ دل میں خیال آتا ہے کاش میں سارا انار کھالیا ہوتا۔ رات کو مراقبے میں مرشد گرامی سے ملاقات ہوتی ہے۔ مرشد فرماتے ہیں اس انار میں وہی ایک دانا برکات ربانی سے لبریز تھا۔

خلیفہ ہارون رشید اپنی بیگم زبیدہ کے ہمراہ تفریح کر رہے تھے۔ ریگستان میں دیکھا کہ ایک بزرگ ریت میں گھر بنا رہے ہیں۔ زبیدہ بیگم کو یہ منظر عجیب دیکھا وہ سواری سے اتر کر بزرگ کے پاس پہنچتی ہیں۔ کہتی ہیں بابا یہ کیا کر رہے ہو۔ وہ عرض کرتے ہیں ریت پر جنت کے محل بنا رہا ہوں۔ وہ کہتی ہے کیا مجھے یہ محل فروخت کرو گے۔ بابا کہتے ہیں ہاں۔ اس کی قیمت کیا ہے۔ ایک درہم۔ زبیدہ ایک درہم دیتی ہے۔ بابا کہتے ہیں جنت میں یہ تیرا محل ہوگا۔ یہ معاملہ دیکھ کر ہارون رشید کہتے ہیں میں تم کو بہت ہوشیار سمجھتا تھا۔ بابا کی باتوں میں آ گئی اور ایک درہم بھی دیدی۔ بھلا اس دنیا میں جنت کا محل کون بناتا ہے۔ وہ تمہارے کو بیوقوف بنا دیا اور تم بھی بے وقوف بن گئی۔

رات میں ہارون رشید خواب دیکھتے ہیں کہ جنت کی سیر کر رہے ہیں۔ ایک جگہ بہت ہی خوبصورت محل نظر آتا ہے۔ قریب جاتے ہیں ' دیکھتے ہیں اس پر لکھا ہوا ہے۔ ''قصر زبیدہ'' محل کے دربان سے دریافت کرتے ہیں یہ کس کا محل ہے وہ جواب دیتا ہے زبیدہ کا۔ ہارون رشید خواب سے بیدار ہو کر حیران ہو جاتے ہیں۔ صبح ہوتے ہی بزرگ کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ تین دن تک بھی پتہ نہیں چلتا۔ چوتھے دن اس جگہ پر جہاں ریت کے محلات بنائے جا رہے تھے۔ وہی بزرگ محل بناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہارون رشید قریب پہنچ کر پوچھتے ہیں۔ بابا محل

فروخت کرو گے۔ بابا کہتے ہیں ہاں ۔ قیمت کیا ہے۔ بابا کہتے ہیں ایک لاکھ درہم۔ ہارون رشید کہتے ہیں تین دن قبل آپ نے ایک درہم میں فروخت کیئے تھے۔اب ایک لاکھ درہم میں کیوں؟ بابا کہتے ہیں وہ بغیر دیکھی خریدی تھی۔تم دیکھ کر خریدنے آئے ہو۔یہ بزرگ بہلول دانا تھے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں بزرگان دین اپنی ریاضت وعبادت سے گم ہوجاتے تھے۔ان سے کب فیض ربانی حاصل ہوجائے ہم کہہ نہیں سکتے۔لہٰذا ہمیشہ ان سے عقیدت رکھیں'ان کی صحبت میں رہیں۔

حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ (پالن پور) اور مقصد

آج ماہ ذیقعدہ کی 23 تاریخ ہے۔شہادت میاں سید اشرفؒ کی تاریخ ہے۔

آپ خاتم المرشدینؓ کے پوترے اور حضرت سید میراں ستون دینؒ کے فرزند ہیں۔945 میں آپ کی پیدائش ہوئی۔۔دادا آپ کا نام سید اشرف رکھتے ہیں۔حضرت بندگی میاں سید علی ستون دین نے فرمایا کہ ہم تین بھائیوں کے گھر کا چراغ سید اشرف ہے۔آپ اپنے والد بزرگوار سے ہی تربیت پاتے ہیں۔ والد نے آپ کو حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ کی صحبت میں رہنے کی تاکید فرماتے ہوئے نصیحت بھی کی تھی کہ صحبت میں رہ کر میاں نور محمد خاتم کارؒ کو راضی کرو۔گھر کی بیبیوں نے کہا یہاں سب کچھ ہے اور سب کچھ حاصل ہوگیا ہے۔ وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔حضرت نے فرمایا اس لئے کہہ رہا ہوں کہ حکم زمانہ انہی پر ہے۔ بزرگوں کا طریقہ تھا کہ اُس دور کے صاحب حال بزرگ کی صحبت میں رہ کر فیض پاتے تھے۔

حضرت بندگی میاں سید اشرف والد بزرگوار کی وصیت اور نصیحت کے مطابق حضرت نور محمد خاتم کارؒ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ آپ کے آنے سے حضرت بہت خوش ہوتے ہیں۔ایک مہینہ کے بعد تمام اہل وعیال اور دائرہ کے لوگوں کو لانے کے لئے آپ کو روانہ کرتے ہیں۔آپ جالور پہنچ کر تمام سے کہتے ہیں لیکن کوئی بھی تیار نہیں ہوتا ہے۔کچھ دن توقف کے بعد پر آپ کہتے ہیں لیکن کوئی جالور چھوڑ کر جانے تیار نہیں ہوتا ہے۔آپ اپنے اہل وعیال کو لیکر روانہ ہونے کا ارادہ کر لیتے ہیں تب تمام تیار ہوجاتے ہیں اور حضرت نور محمد خاتم کار کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔حضرت نور محمد خاتم کار چند روز کے بعد تمام کو رخصت کرتے ہیں۔اسکے بعد دو مرتبہ آپ حضرت نور محمد خاتم کارؓ سے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔آخری مرتبہ حضرت خاتم کار وصیت کرتے ہوئے اپنی دستار نکال کر آپ کے سر پر رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں دادے کی لی باپ کی لی میری بھی لی۔اور فرماتے ہیں ملک الہدادؒ کے فرزند تیرے پاس آئیں گے اور افغاں میاں سید قاسم کے پاس رہیں گے

حضرت بندگی میاں سید اشرف کے بیان قرآن سے پالن پور سے پٹن تک کے تمام لوگ بہت محفوظ ہوتے تھے ان میں تقریباً تمام کے تمام آپ کے مرید اور معتقد تھے۔آپ کے پنخوردہ کا بھی بہت چرچا تھا۔دائرہ میں بارہ سو سے زیادہ لوگ رہتے تھے۔روزانہ لوگوں کا ہجوم آپ کے دائرہ میں رہتا تھا۔پٹن کے علماء آپ کی اس شہرت اور لوگوں کی عقیدت کو دیکھ کر حسد کرنے لگے۔اس کوشش میں تھے کس طرح سے حضرت کو ختم کردیں۔

حضرت کا مزاج گرم تھا جس کی وجہ سے ایک چھوٹا سا حوض بنالئے تھے اس میں بیٹھ کر ذکر کرتے تھے۔آپ کے علاج کے لئے

نواب پالن پورمجاہد خاں ایک حکیم کو بلاتے ہیں وہ آپ کے لئے دوائیں تیار کرتا ہے۔علماءاس حکیم کواپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ایک جوشاندہ میں زہر ملادیا جاتا ہےاور وہ جوشاندہ پینے کے بعد آپ کو قئے آتی ہے جس کا رنگ ہرا ہوتا ہےاس کا طشت تک ہرا ہوجاتا ہے جس کپڑے پر گرتی ہے وہ بھی ہری ہوجاتی ہےاس دوا کے بعد حکیم بھاگ جاتا ہے۔میاں کوعلم ہوجاتا ہے اب وقت آخر ہےلواحقین کووصیت کرتے ہیں اورنواب کوکہلاتے ہیں حکیم کومعاف کردو۔اس کی گردن مت مارواوردائرہ کےلوگوں سےفرماتے ہیں اس حکیم سے ہی علاج کراؤ۔کیا اخلاق وکردار ہےاپنے دشمن کومعافی کے ساتھ اس کی گزربسر کا بھی خیال کیا جارہا ہے۔آپ کے عفوودرگزر سے حکیم کوزندگی میسر ہوتی ہے۔23/ ذی الحجہ 1039ھ کوزہر کے اثر سے شہادت واقع ہوتی ہے۔پالن پورہی میں آپ کی مزار پاک ہےاوروہاں کے سلطان حظیرہ ہیں۔نواب آف پالن پورنے مزار پاک پرگنبدتعمیر کی ہے۔وقت شہادت آپ کی عمر45 سال تھی۔

مقصد: اللہ تعالیٰ نے جس چیز کی بھی تخلیق فرمائی ایک مقصد کے تحت فرمائی۔سورج کی تخلیق اس لئے کی کہ روشنی دے اناج کو پکائے' سمندر کے پانی کو بھاپ بنائے اور آسمان پر لے جائے بادل بن کر برسے اور زمین کو سرسبز وشاداب کردے۔اس طرح ہر چیز ایک مقصد کے تحت بنائی ہے۔تمام چیزیں اپنے اپنے مقصد پرقائم ہیں اورہمیں فائدہ پہنچارہی ہیں۔سورج' چاند' ستارے' زمین' آسمان' پانی' ہوا وغیرہ اپنے مقصد پرقائم ہیں۔

انسان کوبھی اللہ تعالیٰ نے ایک مقصد کے تحت پیدا کیا وہ مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے۔اللہ کے بندوں کی خدمت کرنا' مساکین' غرباء کا خیال رکھنا' مصیبت زدہ افراد کی مصیبتوں کودورکرنا' اہل وعیال کی خدمت فرض جان کرکرنا' والدین کا ہمیشہ خیال رکھنا' ہمیشہ سچائی کا ساتھ دینا' برائی سے بچنا' حق بات کہنا حق کا ساتھ دیناوغیرہ۔غرض ہمارا مقصد ہمیشہ سچائی پررہنا ہےاوراپنے مقصد سے کبھی غافل نہ رہنا ہے۔

مقصد جتنا عظیم ہوتا ہےاس کا راستہ بھی طویل ہوتا ہے۔لہٰذا اپنی زندگی کا ایک مقصد مقرر کریں۔مقصد مقرر کرنے کے بعد اس کو حاصل کرنے کی جستجو کریں۔کوشش مستقل مزاجی سے ہوگی تو مقصد انشاءاللہ حاصل ہوجائے گا۔ہمارا مقصد دنیا کی زندگی کو پانا نہیں ہے بلکہ عبادت کرنا مقصد ہے۔ہمارا مقصد دنیا میں رہ کرآخرت کوسنوارنا ہے۔مقصد کو ہمیشہ عزیز رکھیں اس سے کبھی بھی لاتعلق نہ ہوں۔ورنہ زندگی بے مقصد ہوجائے گی۔بے مقصد زندگی جانوروں کی ہوتی ہے ہم اشرف المخلوقات ہیں ہمارا مقصد پیدائش سے موت تک یہی ہے کہ خدا کی عبادت کریں۔اپنے فرائض کوخوش اسلوبی سے انجام دیں۔مومن کا اورولایت میں زندگی کا اصل مقصد طلب دیدارخدا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشادفرماتے ہیں''انسان کے حسن اسلام میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ان کاموں کوترک کرے جن کا کوئی فائدہ نہیں یعنی وہ کام ترک کرے جن سے آدمی کوسروکار نہیں۔وہ ہراُس کام اور ہراُس چیز سے بےغرض اور لاتعلق رہے جو بے مقصد ہے۔جس سے دنیوی مفادوابستہ ہونہ آخرت میں فلاح وکامیابی کی توقع ہے۔زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہےاس کوضائع نہ کریں بلکہ مقصد کے حصول میں خرچ کریں۔ زندگی کا مقصد عبادت' نیک کاموں کا کرنااورلغو کاموں سے اعراض کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری زندگی بے مقصد نہ گزرے بلکہ مقصد کے حصول میں گزرے۔اورہماری طلب میں ہم کوصادق رکھے اوراپنے دیدار سے مشرف کرے۔آمین

آیت الکرسی۔سات کا عدد

آج ماہ ذیقعدہ کی 24 تاریخ ہے آیت الکرسی اور سات کا عدد پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

قرآن پاک میں 114 سورتیں ہیں۔سورہ بقرہ دوسرا سورہ ہے جس میں 286 آیتیں اور 40 رکوع ہیں۔یہ قرآن پاک کا سب سے طویل سورہ ہے۔اسی سورہ کی 255ویں آیت کو آیت الکرسی کہا جاتا ہے۔جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

''وہ اللہ ہے اس کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں' زندہ ہے' سب کو سنبھالے ہوئے ہے' اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ لوگوں کے لئے اور جو کچھ پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کو اپنے احاطے میں نہیں لا سکتے' سوا اس بات کے جو وہ چاہے' اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔اور اسے ان دونوں کی حفاظت تھکاتی نہیں۔اور وہ بلند تر نہایت عظمت والا ہے۔''

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کرسی اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں کی جگہ ہے اور عرش الٰہی کا کوئی شخص اندازہ نہیں لگا سکتا۔

حضرت محمدؐ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا کتاب اللہ کی سب سے عظیم الشان آیت کونسی ہے تو انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔آپؐ نے یہ سوال کئی بار دہرایا تو پھر ابی بن کعبؓ نے جواب دیا آیت الکرسی قرآن مجید کی سب سے عظیم الشان آیت ہے۔آپؐ نے فرمایا ابومنذر تمہیں علم مبارک ہو' اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔بے شک اس آیت کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں اور یہ عرش الٰہی کے پائے کے پاس اللہ تعالیٰ کی تقدیس بیان کرتی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا ایک تفصیلی واقعہ ہے ایک شخص آتا ہے مال لے کر جاتا ہے۔اس طرح تین مرتبہ آتا ہے آپ روکتے ہیں اس شخص نے ابوہریرہؓ سے کہا میں تمہیں کچھ ایسے کلمات سکھا دیتا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ تمہیں نفع دے گا میں نے کہا وہ کلمات کیا ہیں؟ کہنے لگا جب بستر پر آؤ تو آیت الکرسی آخر تک پڑھ لیا کرو ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ تمہاری حفاظت کرتا رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہ آ سکے گا۔اس واقعہ کو سن کر حضرت محمدؐ فرماتے ہیں وہ شیطان تھا۔

غرض آیت الکرسی بہت فضیلت والی آیت ہے اس کا ورد کرتے رہیں انشاءاللہ سلامتی میں رہو گے۔

سات کا عدد: یہ ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ عدد ہو یا حرف تہجی یہ صرف سمجھنے' سمجھانے یعنی افہام وتفہیم یا زندگی کے حساب وکتاب وبات چیت کے لئے مختص ہیں۔اس کے علاوہ کوئی اور بات ان میں نہیں ہے۔جب ہم کائنات کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں تو علم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عدد سات سے دلچسپی ہے اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

(1) آسمانوں کی تعداد سات ہے۔

(2) زمینوں کی تعداد سات ہے۔

(3) قرآن میں سات منزلیں ہیں۔

(4) سورہ فاتحہ کی آیتیں سات ہیں۔

(5) قرآن پاک کو سات قراءتوں میں نازل کیا گیا۔

(6) خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگاتے ہیں۔

(7) صفا و مروہ کے درمیان سات چکر لگاتے ہیں۔

(8) دنیا میں سمندروں کی تعداد سات ہے۔

(9) دربار الٰہی میں یعنی نماز میں سجدہ سات اعضاء کے ساتھ ہوتے ہیں۔

(10) گائے کی قربانی میں زیادہ سے زیادہ سات حصہ دار شامل ہو سکتے ہیں۔

(11) سات قسم کے ایماندار ہیں جنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سایہ تلے جگہ نصیب کریں گے۔(1) عادل حکمران (2) وہ نوجوان جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا رہا۔(3) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے۔(4) وہ بندے جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں اور اللہ کے لئے الگ ہوتے ہیں۔(5) ایسا شخص جسے اہل جمال عورت نے دعوت گناہ دی مگر اس نے یہ کہتے ہوئے ٹھکرا دیا کہ مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔(6) وہ آدمی جس نے دائیں ہاتھ سے صدقہ دیا اور بائیں کو بھی علم نہ ہونے دیا۔(7) ایسا شخص جس نے اکیلے میں اللہ کا ذکر کیا اور اس کی آنکھیں اشکبار ہوئیں۔

(12) منکر نکیر کے سوال پر صحیح جواب دینے قبر کو 70 مربع ہاتھ تک وسیع اور منور کر دی جاتی ہے۔

(13) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ سے مروی ہے کہ حضرت محمدؐ نے ارشاد فرمایا ابن آدم کا دل چڑیا کی طرح دن میں سات مرتبہ لوٹ پوٹ ہوتا ہے۔

(14) برتن کتا چاٹ جائے تو برتن کو سات مرتبہ دھوئیں۔

ان تمام سے سات عدد کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

دشمنی و ظلم

آج ماہ ذیقعدہ کی 25 تاریخ ہے۔ ''دشمنی و ظلم'' کے عنوان پر ایک مختصر مضمون سماعت کیجئے۔

لفظ دشمنی ہی سب سے بُرا اور خطرناک لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس لفظ سے بچائے رکھے۔ دشمنی کسی حال میں بھی فائدہ مند نہیں ہوتی۔ یہ ہمیشہ نقصان پہنچاتی ہے اور سکون و اطمینان کو ختم کر دیتی ہے۔ بعض وقت دشمنی نسلاً در نسلاً چلتی ہے۔ جو جہالت کی نشانی ہے۔ نفس سے بڑھ کر انسان کا کوئی دشمن نہیں ہوتا ہے۔ اس کے بعد سب سے بڑا دشمن گناہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں جگہ جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس کے قدم بہ قدم نہ چلو۔ حضرت عثمان غنیؓ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے جس کو دشمن قرار دیا ہے وہ ہر حال میں دشمن رہتا ہے۔ یہ ایسا دشمن ہے جو آپ کو ہر سمت سے ہر انداز سے بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے وسوسوں سے بھی دور رہیں اس پر ہمیشہ لعنت بھیجتے رہیں۔

ہمارا دشمن صرف شیطان ہی نہیں بلکہ وہ بھی ہیں جو خدا کی خدائی کو نہیں مانتے۔شرک کرتے ہیں' خدائی بعثوں پر ایمان نہیں لاتے' یہ بھی خدا کے دشمن ہیں۔ان کے ساتھ الفت رکھنا بھی خدا کے ساتھ دشمنی ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔دشمنی اگر تھوڑی بھی ہو تو بہت ہے۔جو خدا کے دشمن ہوتے ہیں وہ ہمارے بھی دشمن ہوتے ہیں۔

روز مرہ کی زندگی میں بعض وقت حالات اور واقعات ایسے ظہور پذیر ہو جاتے ہیں کہ اپنے ہی بھائیوں' رشتہ داروں سے دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن یہ دشمنی مستقل نہ ہونی چاہئے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں دشمن کے ساتھ حد سے زیادہ دشمنی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کبھی اس سے دوستی ہو جائے۔یعنی پھر سے روابط پیدا ہو جائیں۔مومن کی شان یہ ہونا چاہئے کہ اگر کوئی دشمنی ختم کر کے صلح جوئی کے لئے آگے آئے تو فوراً راضی ہو جائیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں اگر دشمن صلح کر لینے کی خواہش ظاہر کرے تو تم بھی صلح کر لو۔کردار کی یہ خوبی ہونی چاہئے کہ دشمن بھی ان سے محبت رکھیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں دشمنی کو ختم کرنے کے لئے ہدیہ اور تحفہ دینے کی ضرورت لاحق ہو تو دیدیں۔مرد کامل وہی ہے جو دشمن کو دوست بنالے۔حضرت غوث اعظم دستگیرؒ فرماتے ہیں کسی کی دشمنی اور کینہ کی یاد میں ایک رات بھی مت گزارو۔مطلب یہ ہے کہ آپسی دشمنی کو جتنا جلد ہو سکے ختم کرنے کی کوشش کریں تا کہ اتحاد و اتفاق کی قوت قوم میں قائم رہے۔

بعض افراد کی فطرت ہوتی ہے لڑاتے ہیں حسد سے یا اپنے مفاد کے لئے۔کبھی وہ دو بھائیوں میں' بھائی بہن میں دشمنی پیدا کر دیتے ہیں۔یہ عظیم گناہ ہے۔جس کو اللہ کبھی معاف نہیں کرتا۔اس مزاج کے افراد کی باتوں کو ان سنی کر دیں۔ان پر غور ہی نہ کریں۔دوسری بات جن لوگوں کے ساتھ ہمارا اٹھنا بیٹھنا ہے' دن رات ان سے ملنا رہتا ہے ان سے کبھی بھی دشنی نہ کریں' کوشش کریں کہ کسی کو اپنا دشمن نہ بنائیں۔خدا کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں لفظ دشمنی سے ہمیں بچائے رکھ۔آمین

ظلم : انسانی کردار میں ظلم بدنما داغ ہے۔ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے۔جس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے وہ کتنا بدنصیب ہوتا ہے۔جو ظلم کرے اس کو مرنے کے بعد آگہی ہوتی ہے کہ ظلم کتنا بڑا گناہ ہے۔ظلم سے جو مال و دولت' زر' زمین یا جو چیز بھی حاصل کرتے ہیں ان کا ٹھکانہ قیامت میں دوزخ ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے ظلم کرنے والوں کو کبھی فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

جس پر ظلم ہوا ہے اس کو مظلوم کہتے ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کرتا ہے۔جب اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کے لئے آگے آ رہا ہے تو ہم بھی اس معاشرہ میں جہاں جہاں ظلم ہو رہا ہے اس کو روکیں اور مظلوم کو ظالم سے چھڑائیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہی تم اپنے بھائی کی مدد کرو۔ان کو ظلم سے باز رکھنا ہے۔وہ افراد جو ظالم کی مدد کرتے ہیں ان کے تعلق سے حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں ''جو دانستہ ظالم کا ساتھ دے وہ پورا مسلمان نہیں جس کسی نے ظالم کی مدد کی اس نے گویا غضب الٰہی خود اپنے سر لے لیا۔جس عمل سے مسلمانی خطرہ میں ہو' غضب الٰہی کا خطرہ ہے تو اس عمل سے کوسوں دور رہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔اگر ظلم نہ کرو تو قیامت میں نور کے ساتھ اٹھو گے۔ظلم نہ کرنے پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جو نفسا نفسی کا دور رہتا ہے' اس دن نور سے اٹھاتا ہے کتنا بڑا انعام حاصل ہوتا ہے۔

جہاں ظالموں کی مدد نہ کرنے کا حکم ہے وہیں ظالموں کو معاف کرنا نہیں ہے۔حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں'' ظالموں کو معاف کرنا مظلوم پر ظلم کرنا ہے'' حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں'' ظالموں اور ان کے متعلقین سے کسی قسم کا بھی معاملہ مت کرو۔اگر کوئی معاملت' تعلقات رکھتا ہے تو

بروز قیامت اس سے باز پرس ہوگی۔ بزرگوں نے کہا ہے ظالم سے بغاوت کرنا خدا کی اطاعت کے برابر ہے۔ ہر انسان میں یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ وہ ظالم کے خلاف ایک جٹ ہوں اوراس کے خلاف بغاوت کریں جب ہی دنیا سے ظلم ختم ہوسکتا ہے۔ یہ اسلام کی خوبی ہے۔

ظالم سمجھتا ہے کہ اُس نے مظلوم کی دنیابگاڑ دی اُس کو پریشانی میں مبتلا کردیا لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ اپنی آخرت خراب کرلی۔ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں۔ ''جس شخص نے ناحق کسی کی زمین کا تھوڑا سا حصہ بھی لے لیا تو قیامت کے دن اسے سات زمینوں تک دفنایا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ظالم کے ظلم سے بچائے اوراتنی طاقت عطافرمائے کہ ہم ظالموں کوظلم کرنے سے روک سکیں۔ آمین

حضرت بندگی میاں سید شاہ برہان الدینؒ

آج ماہ ذیقعدہ کی 26 تاریخ ہےاورحضرت بندگی میاں سید شاہ برہان الدینؒ کی وفات کی تاریخ ہے۔

قوم مہدویہ میں جن بزرگوں نے لسانی اورقلمی دینی خدمت انجام دی ہے ان میں صف اول میں حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ بھی نظر آتے ہیں۔ آپ 1012ھ میں احمدنگر میں پیدا ہوتے ہیں۔ آپ حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کی اولاد سے ہیں آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے حضرت سید شاہ برہان الدین بن حضرت سید اللہ بخش بن حضرت بندگی میاں سید یحیٰ (شہید دانتی واڑہ) بن حضرت بندگی میاں شہاب الدین شہاب الحقؒ ۔ آپ کی نشونما اُن مبارک ہستیوں کے درمیان ہوتی ہے جوخدا بین تھے۔ آپ کی تسمیہ خوانی حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ کے حضور میں ہوتی ہے۔ اس کے بعد تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جہاں معرفت کی باتیں تھیں۔ دنیا کی رنگینیوں سے کس طرح دور رکھا جاتا ہےاس واقعہ سے اندازہ لگائیں۔ بیجاپور کے دائرہ میں جہاں آپ کا بچپن گزرا، شاہ بیجاپور کی سواری کا جلوس نہایت اہتمام سے دائرہ کے روبرو سے گزرتا تھا۔ باجوں کی آواز، سواروں کی شان وشوکت کا لباس، پیادہ افراد کا جوش وجذبہ یہ سب دیکھنے کا فطری جذبہ ہرفرد میں ہوتا ہے، خصوصاً بچے بڑے ہی اشتیاق سے یہ منظر دیکھتے ہیں۔ آپ کی عمر چھ سال کی تھی یہ جلوس دیکھنا چاہتے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ یہ کہہ کر روکتی ہیں دنیوی جاہ وحشم دیکھنے سے دل میں دنیوی حرص وخواہش پیدا ہوتی ہے۔ لہذا اُس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ سات سال کی عمر میں حصول علم دینیہ کے لئے حافظ مُلّا الہداد کے مدرسہ میں شریک کیا جاتا ہے۔ جب آپ کی عمر بارہ سال ہوتی ہےتو والد حضرت سید خدابخش تربیت کے لئے حضرت بندگی میاں سید سعد اللہ کے پاس لے جاتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں یہ بچہ تو میرا ہی بچہ ہے، بہتر یہ ہے کہ اس کوحضرت میاں سید حسین ابن حضرت بندگی میاں سید عبدالحیٔ روشن منورؒ کی خدمت میں لے جاؤ کیونکہ میرے کو چچا حضرت بندگی میاں شہاب الدین نے حضرت بندگیمیاں روشن منورؒ کے پاس بھیج کر تربیت کروایا۔ لہذا تم بھی اس بچہ کومیاں سید حسینؒ سے تربیت کراؤ۔

حضرت بندگی میاں سید شاہ برہان الدینؒ اپنے حالات میں تحریر کرتے ہیں۔ بیماری کے زمانے میں والد نے مجھے بلوایا اورفرمایا کہ اے شاہ برہان الدین ادھر آؤ میں تمہیں مرشد بناتا ہوں۔ اس کے چھ دن بعد والد کی رحلت ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ منصب ارشاد والد سے حاصل کیا۔ تربیت آپ نے حضرت میاں سید حسینؒ سے پائی۔ حضرت بندگی میاں سید حسینؒ کی رحلت کے بعد آپ حضرت بندگی میاں سید راجے محمد ابن حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؒ اورحضرت بندگی میاں سید زین العابدین ابن حضرت بندگی میاں سید حسینؒ سے علاقہ کیا۔ آپ کی

تربیت کا سلسلہ حضرت سید زین العابدین بن حضرت سید حسین بن حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منور سے ہے ایک روایت کے مطابق آپ نے سندوصحبت کامل حضرت بندگی میاں سید راجے محمد بن حضرت بندگیمیاں سید سعداللہ بن حضرت بندگی میاں سید تشریف الحق سے حاصل کیا۔

آپ کے والد حضرت بندگی میاں سید خدابخش صاحب حال بزرگ تھے۔حضرت بندگی میاں سید سعداللہ سے تربیت پائے تھے۔ آپ کا شمار اہل تقویٰ، اہل باطن اور اہل کمال میں ہوتا تھا۔والد کی صحبت سے بھی فیصیاب ہوئے۔یہ حقیقت ہے کہ دائروں میں سب سے پہلے جس چیز پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی وہ مرید کو تربیت کرنا۔حضرت شاہ برہان الدینؒ کی سیرت میں ہم کو یہ سب کچھ بخوبی نظر آتا ہے۔لیکن آج یہ دونوں باتیں اکثر گھرانوں سے ختم ہوتے دکھائی دے رہی ہیں۔یہ بہت ہی افسوس ناک ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ باعمل عالم کے ساتھ زاہد اور متقی بھی تھے۔راہ طریقت کے ہادی، ولایت وہدایت کے مہر منور تھے۔علوم ظاہری وباطنی پر آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔سیرت نگاروں نے آپ کو پروانۂ کعبہ، رب معبود، عاشق روضہ مہدی موعودؑ، مبلغ دین متین وسالک راہ علم ویقین کے القاب سے یاد کیا ہے۔اس سے آپ کے کردار اور علمیت کی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔آپ کی شخصیت اُن نادر شخصیتوں میں سے ایک ہے جو روز روز دنیا میں نہیں آتی ہیں جن کی روشنی اور تابانی ایک عالم کو منور کر جاتی ہیں۔حضرت سید اللہ بخش توحید اپنے ایک مضمون میں آپ کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔اگر آپ کو حجتہ الاسلام امام غزالی کے مماثل کہا جائے تو بے جا نہیں ہے۔آپ کی زندگی کا بیش تر حصہ تبلیغ دین میں گزرا۔آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ بڑے بڑے نامور علماء فضلاء، حکمراں کے گھر جاتے اور دعوت حق پیش کرتے۔دین ومذہب کی باتوں کو پیش کرنے کا آپ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔علمی نکات کو اس انداز سے پیش کرتے تھے سامنے والا بے بس ہوجاتا تھا۔تسلیم کئے بغیر اس کو کوئی چارہ نہیں ہوتا تھا۔مباحث میں کوئی آپ کو زیر نہیں کرسکتا تھا۔تبلیغ کا آپ کو شوق تھا۔اس شوق کی تکمیل کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔مخالفین کی جانب سے کسی مناظرے یا مباحثے کی اطلاع ملتی ہے، آپ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔جب آپ کا قیام نیلنگہ میں تھا۔خطوط کے ذریعہ علم ہوا کہ ثبوت مہدیت کے سلسلے میں بیجاپور میں مباحثہ ہے تو آپ بیجاپور پہنچ جاتے ہیں لیکن آپ کی آمد کے بعد کوئی شخص بھی مباحثہ پر آمادہ نہیں ہوتا۔تبلیغ دین کے سلسلے میں آپ علاقہ مرہٹواڑہ سے نکل کر گجرات، پنجاب، سندھ، مکہ، مدینہ، بصرہ، عراق، روس، کابل، قندھار، ہرات کا دورہ فرماتے ہوئے 7/رمضان 1052ھ کو فرہ پہنچتے ہیں۔آپ نے جن مقامات کا تبلیغی دورہ کیا وہاں کے کئی ایک علماء اور افراد نے آپ کے ہاتھ پر تصدیق سے مشرف ہوئے۔

کابل اور بلخ کے درمیان ایک شہر غور ہے۔یہاں کے قاضی سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے۔اور مسئلہ مہدیت پر گفتگو ہوتی ہے۔ بڑے انہاک سے سماعت کرتا ہے اور آخر میں بڑی محبت کا اظہار کرتا ہے لیکن تصدیق کا شرف حاصل نہ کرسکا۔لیکن اس شہر کے معتبر شخص محمد حسین پشتوی اور میاں سلیمان ہندی تصدیق سے مشرف ہوتے ہیں۔ثبوت مہدیت کے بارے میں علماء سے اکثر آپ کے مباحث ہوتے تھے۔ حاکم قندھار نواب دولت خاں اور اس کے دیوان مرزا ہدایت اللہ آپ کے وعظ وبیان سے متاثر ہوکر تصدیق مہدی موعودؑ سے مشرف ہوتے ہیں۔ایک خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں علاقہ خراساں میں اس فقیر کے ہاتھ پر اس قدر لوگوں نے تصدیق کی ہے کہ میں ان کی تعداد کو شمار نہیں کرسکتا۔انداز اً اس قدر بتلاسکتا ہوں کہ صرف 12 ہزار بے ریش لڑکوں نے تصدیق کی، مردوں اور عورتوں کی تعداد خدا جانتا ہے۔آپ کے اشاعتی وتبلیغ کے کاموں کو دیکھ کر ''حجتہ الاسلام ولایت'' کے لقب سے آپ کو نوازا گیا۔آپ کے وصال کے بعد کوئی ان سے ربط قائم نہیں رکھا جس کی بناء پر وہ

دور ہو گئے۔ دوسرے آپ کے اخلاق و کردار، عبادت و ریاضت اور تبحر علمی کی وجہ سے کئی ایک لوگ قندھار، ہرات اور فرہ میں تصدیق سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ نے فرہ میں شادی کی تھی اور دولڑکیاں ہوئی تھیں۔ ان کا نکاح بھی فرہ ہی میں ہوا تھا۔ روضہ مبارک کے پاس قیام کی وجہ سے اطراف کے علاقوں میں مہدوی رہتے تھے۔ آج اگر ان مقامات پر قیام کر کے تحقیق کی جائے تو ہمیں بہت سارے لوگ ایسے ملیں گے جن کے آباو اجداد مہدوی تھے۔ حضرت سید شاہ برہان الدین کا وصال 26 / ذیقعدہ 1062ھ مطابق 30 / اکٹوبر 1652ء کو 52 سال کی عمر میں ہوتا ہے۔ خلیفتہ اللہ حضرت مہدی موعود کے روضہ مبارک کے باہر آپ کی مزار پاک ہے۔ آپ کی اولاد اور مصدقین سے روابط کا سلسلہ جاری رہتا اور فرہ اور ہرات کے علاقوں کی کیفیت کچھ اور ہوتی۔ ان مقامات کا دورہ کر کے تحقیق کریں تو افغان قبیلوں میں کہیں نہ کہیں مہدویت کی جھلک ہمیں نظر آ سکتی ہے۔

حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ کو قلم کا دھنی اور علم کا کوہ پیکر کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ کا سب سے عظیم کارنامہ آپ کے تصانیف ہیں جو قیامت تک متلاشیان حق و صداقت کی دینی و مذہبی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ آپ نے تصنیف و تالیف کا آغاز 30 سال کی عمر سے کیا۔ آپ کی پہلی تصنیف رسالہ دلائل المبین علیٰ سبیل المومنین ہے۔ کردار کی خوبی یہ ہے کہ یہ رسالہ تحریر کرنے کے بعد آپ حضرت بندگی میاں سید راجے محمد ابن حضرت بندگی میاں سید سعد اللہؓ اور حضرت بندگی ملک یوسفؓ کو پیش کرتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں جو باتیں غلط ہیں اُس پر قلم پھیر دیں، یہ دونوں حضرات بعد مطالعہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں علم لدنی سے نوازا ہے جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ درست ہے۔ آپ کی سب سے مشہور و معروف تصنیف شواہد الولایت اور رسالہ شواہد المہدی ہے جو ثبوت بعثت مہدی پر بے نظیر کتاب ہے۔ شواہد الولایت کو آپ نے فراہ مبارک میں لکھنا شروع کیا اور یہیں تکمیل فرمائی۔ اس طرح دفتر اول و دوم بھی روضہ حضرت مہدی موعودؑ میں تکمیل کیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ دو کتابیں ''شواہد الولایت'' اور ''حدیقۃ الحقائق'' مہدی موعودؑ کے مزار پاک پر رکھی ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ حدیقۃ الحقائق، حقیقت الحقائق، رسالہ مجمع الفضائل و معدن الدلائل، مولود و قتال صدیق، نقلیات کے دو دفتر اور بہت ساری کتابیں تھیں۔ آپ نے بہت قلمی کام انجام دیا جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ موجودہ دور میں بھی ضرورت اس بات کی ہے کہ قومی علمائے کرام قلمی کام انجام دیں۔ ہمارے لٹریچر کو ہندی و انگریزی میں پیش کیا جائے۔ کہا جاتا ہے آپ کا بہت بڑا کتب خانہ فرہ میں تھا جس میں مشہور و معروف کتابیں تھیں۔ شہر فرہ میں کوئی قیام کر کے اس کی تلاش کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس کام کو ایک ٹیم کی شکل میں انجام دیا جائے تو کئی ایک روشن پہلو ہماری تاریخ کے سامنے آ سکتے ہیں۔

سچائی و نیکی

آج ماہ ذیقعدہ کی 27 تاریخ ہے۔ ''سچائی و نیکی'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

بچپن میں اپنے بزرگوں سے یہ محاورہ سنتے تھے۔ ''سچ کا بول بالا جھوٹے کا منہ کالا'' اس طرح کے محاوروں سے بچوں کی تربیت کی جاتی تھی۔ آج ایسی تربیت کے نظارے دیکھنے کو نہیں ملتے ہیں۔ والدین ہمہ وقت سیل فون پر سجدہ کئے ہوئے رہتے ہیں۔ کہاں وقت ہے کہ بچوں کی

تربیت کی جائے۔اسکولوں سے بھی کردار سازی کی تعلیم ختم ہو چکی ہے۔مغربی تہذیب کامل ڈیرہ ڈالی ہوئی ہے۔

حضرت محمد مصطفیؐ ارشاد فرماتے ہیں ''سچائی انسان کی اعلیٰ خدمت ہے'' حقیقت ہے کہ سچ سے ذہنی جہت حاصل ہوتی ہے۔اور جھوٹ سے ذہنی شکست۔آپؐ تاکیداً فرماتے ہیں ''سچ کہو اگر چہ تلخ ہی ہو'' سچ کہنے سے روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے۔اس لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا سچے کو ہمیشہ بزرگی اور عزت ملتی ہے۔انسانی کردار میں بزرگی اور عزت ملنا بہت بڑی بات ہے اور وہ سچ کہنے سے حاصل ہوتی ہے۔قرآن پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ تعلیم بھی ملتی ہے سچ کو جھوٹ کے ساتھ مخلوط نہ کرو۔اور جان بوجھ کر سچ کو نہ چھپاؤ۔سچ بات میں جھوٹ ملانے سے سچائی چھپ جاتی ہے۔اور کسی حال میں بھی سچ کو نہ چھپاؤ۔اگر تمہیں سچ کہنے سے نقصان ہو رہا ہے تو یہ وقتی ہوگا۔یہ نقصان تمہارے سامنے فائدہ کی مانند ظاہر ہوگا۔کیونکہ سچ کو کبھی بھی شکست نہیں ہوتی۔سچے لوگ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوتے ہیں۔

سچائی پر رہنے والوں کو دنیا کی کوئی طاقت مرعوب نہیں کرسکتی۔سچ بولنے والے ہمیشہ کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔سچائی میں یہ طاقت ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ کے شر سے محفوظ رکھتی ہے۔اور برائیوں کا علاج بھی ہے۔سچائی سے سرداری حاصل ہوتی ہے۔اس لئے ہمیشہ سچ بولو خواہ تکلیف میں ہو یا کتنا بڑا خطرہ ہو۔دل پاک ہوتا ہے سچائی سے۔اور سچائی پر جو بنیاد قائم ہوتی ہے اس کو نہ کوئی ہلا سکتا ہے نہ گرا سکتا ہے۔دنیا میں ایسے مقامات اور جگہ ہیں جہاں سچائی نہیں ہے وہاں جانے سے اپنے قدم کو روکے اور وہاں سے علم بھی حاصل نہ کریں۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں '' اس دنیا میں جو چیز کم ہے وہ سچائی ہے۔'' جو چیز کم ہوتی ہے اس کی قیمت بہت ہوتی ہے۔ہمیں سچائی کی قیمت کا اس کی طاقت وقوت کا اندازہ نہیں ہے۔جو ہماری نظروں سے اوجھل ہے۔اگر اس کا علم ہو جائے تو کوئی بھی جھوٹ نہیں کہے گا ہمیشہ سچ کہے گا۔اس کے فائدہ کے تعلق سے حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''سچائی میں اگر خوف ہے مگر باعث نجات ہے'' جس سچائی سے نجات حاصل ہوتی ہے اس سے بڑھ کر کوئی انعام ہو سکتا ہے۔؟

سچائی کے تعلق سے سقراط نے بڑی پیاری بات کہی ہے' وہ کہتے ہیں۔''سچی بات غور سے سنو' یہ نہ دیکھو کہنے والا کون ہے''۔سچی بات کہنا اور سننا عبادت ہے۔ہماری زندگی کا نصب العین سچائی ہونا چاہئے۔جو سچائی پر ہوتے ہیں وہ کسی سے نفرت نہیں کرتے۔دنیا میں سچائی سے بڑی کوئی شئے نہیں ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سچ کہنے' سچ سننے اور سچائی کا ساتھ دینے کی ہمیں صلاحیت عطا فرمائے۔آمین

نیکی : زندگی دوراہوں سے گزرتی ہے ایک نیکی کی ہے اور دوسری بدی کی۔عقلمند جو ہوتا ہے وہ نیکی کی راہ کو اپناتا ہے۔نیکی جو بھی کرسکتے ہو' کرو۔جن پاک ذرائع سے بھی کرسکتے ہو کرو' جس طرح بھی کرسکتے ہو کرو' جہاں بھی کرسکتے ہو کرو' جب بھی کرسکتے ہو کرو' جس کے ساتھ بھی کرسکتے ہو کرو' اور جب تک کرسکتے ہو کرو' نیکی ملکیت ہے یہ عمدہ جائیداد ہے جو کام آئے گی آخرت میں۔

نیکی میں تاخیر نہ کریں' جتنے دن زندہ ہیں' غنیمت جان کر نیکی کریں۔نہ صرف خود کریں بلکہ دوسروں کو بھی نیکی کی راہ بتلائیں۔نیکی کر کے ظاہر نہ کریں کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اپنی نیکیوں کو مخفی رکھیں۔نیکی کے کاموں کو کرنے میں جب تک قدرت حاصل ہے غنیمت جان کر انجام دیتے رہیں۔ہر نیکی اور خوبی اپنانے کی عادت ڈالیں۔اس سے کردار کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں۔لوگوں کی نیکیوں کو ظاہر کرو' برائیوں کی پردہ پوشی کرو۔

قرآن اور احادیث تعلیم دیتے ہیں نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔نیکی کی توفیق خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ہر ایک کے ساتھ نیکی کرو۔جو شخص نیک کام کر دیتا ہے قیامت کے دن اس نیکی کے اجر میں اس کو حصہ ملے گا۔نیکی کر کے' احسان نہ

جتائیں۔ یہ عمل نیکی کو ضائع کر دیتا ہے۔نیکی کیا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ جب تک خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے ہر گز نیکی کے درجہ کو نہ پہنچو گے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں ہر قدم جو نیکی کے ساتھ اٹھایا جائے وہ صدقہ ہے۔نیکی سے عمر بڑھتی ہے۔آپؐ ارشاد فرماتے ہیں'' افضل ترین نیکی خلق کو آرام پہنچانا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نے خدا کے بندوں کی خدمت کو افضل ترین نیکی ارشاد فرمایا ہے۔اگر کوئی بندہ انہیں تکلیف پہنچائے تو کتنا نہ گناہ گار ہوگا؟ آپؐ فرماتے ہیں ہر ایک نیک و بد کے ساتھ نیکی کرو۔آپؐ فرماتے ہیں سلام میں سبقت کرنے والے کو تیس اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔لہٰذا سلام میں ہمیشہ سبقت کریں۔آپؐ فرماتے ہیں'' طبیعت میں نرمی پیدا کرو جو نرمی سے محروم ہے وہ نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔

نیکی کے کام جلد سے جلد کر لیا کرو۔ زندگی کا بھروسہ نہیں ہوتا۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں موت سے پہلے نیکی کے لئے زندگی کو غنیمت جانیں۔حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں۔حیا کے ساتھ تمام نیکیاں اور بے حیائی کے ساتھ تمام برائیاں وابستہ ہیں۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں نیکی کا ارادہ بدی کی خواہش کو دبا تا ہے۔

غرض ہم زندگی کو غنیمت جانیں جہاں تک ہو سکے نیکی کے کام کو انجام دیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

رشتہ داری

آج ماہ ذیقعدہ کی 28 تاریخ ہے مضمون عنوان'' رشتہ داری' کی سماعت کیجئے۔

دنیا کی رونق' دنیا کی مصروفیات' ٹی وی' سیل فون نے رشتہ داروں سے تعلق' روابط اور حقوق ادا کرنے میں حائل ہو گئے ہیں۔آج نفسا نفسی کا یہ عالم ہو گیا ہے کہ صرف اپنے آپ پر توجہ' امیر رشتہ دار پر توجہ' غریب کا پرسان حال کوئی نہیں ہوتا۔تقاریب میں اولاً ترجیح رشتہ داروں پر دینے کے بجائے دوستوں کو دی جاتی ہے۔ایک صاحب نے اپنی لڑکی کی شادی کے رقعہ لکھنے کے لئے مجھ سے کہا ہم مقررہ وقت پر گھر پہنچے۔ہم نے کہا پہلے رشتہ داروں سے شروع کرتے ہیں۔انہوں نے بیزارگی سے کہا یہ بعد میں پہلے دوستوں کی فہرست تیار کریں گے۔تقریب کی خوشی' رشتہ داروں کی شرکت سے دوبالا ہوتی ہے۔خوشی وغم کے موقعہ پر رشتہ دار ہی ساتھ دیتے ہیں۔بشرطیکہ ہم ان سے روابط رکھیں۔

قرآن پاک میں پہلے والدین' رشتہ داروں' ہمسایوں' مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔تقسیم مال یا صدقہ کے سلسلے میں غیر کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ جب کہ قریبی رشتہ دار محتاج ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔'' رشتہ داروں کا سہ چند حصہ حق ہے۔ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا'' رشتہ دار کو صدقہ (مالی خدمت) دینا دو صدقے ہیں۔ایک تو اصل صدقہ دوسرے رشتہ داری کی نگہداشت کا۔ ہر مسلمان کے لئے رشتہ داری کا پاس و لحاظ رکھنا چاہئے۔ یہ پاس و لحاظ دل سے ہونا چاہئے۔ جسے رشتہ داری کا پاس و لحاظ نہیں وہ حقیقت میں کسی سے بھی محبت یا رشتہ قائم نہیں رکھ سکتا۔جس رشتہ کی بنیاد محبت' الفت' ہمدردی اور اخلاص پر ہوتی ہے وہ پائیدار ہوتی ہے۔لہٰذا ہر رشتہ دار سے اس طرح سے ہی تعلق رکھیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''تنگدست آدمی جو رشتہ داروں سے ملاپ رکھے اس مالدار سے اچھا ہے جو ان سے قطع تعلق رکھے۔غریب ہونا یا تنگدست ہونا کوئی بُری بات نہیں۔آج کے امیر کل کے غریب بھی ہو سکتے ہیں۔لہٰذا کوئی غریب کسی امیر سے اپنا رشتہ داری قائم رکھتا ہے خندہ پیشانی سے اس کے ساتھ رشتہ داری کو قائم رکھیں۔دولت رشتہ داری میں حائل نہ ہونی چاہئے۔امیر رشتہ دار کو جس طرح عزت دی جاتی ہے اُسی طرح اپنے غریب رشتہ دار کی بھی عزت کریں۔یاد رہے غریب خدا سے قریب ہوتا ہے اور جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارا رشتہ دار غریب ہو کہ امیر ہر ایک سے نیک سلوک اور رشتہ داری قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

شیطان

آج ماہ ذیقعدہ کی 29 تاریخ ہے۔''شیطان'' کے عنوان پر مضمون سماعت کیجئے۔

زمین پر انسان کا سب سے بڑا دشمن جو ہے وہ شیطان ہے۔یہ ظلم کرواتا ہے، عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے، عمل سے دور کر دیتا ہے، غرور، غصہ، فریب، فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیتا ہے۔قتل کرواتا ہے، گناہ کرواتا ہے، نافرمانی کرواتا ہے، شرک کی راہ پر لگاتا ہے، انتقام کی آگ کو بھڑکاتا ہے، حلال سے ہٹا کر حرام کی طرف راغب کرتا ہے، بدگوئی، بدکلامی اور جھوٹ کہنے پر اُکساتا ہے۔یہ تمام برائیوں کا استاد ہے۔ان سب سے بڑھ کر دین کا دشمن ہے۔خدا کے بندوں کا دشمن ہے۔اس دشمن کے شر سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی سے پناہ مانگیں۔

شیطان نہایت ناشکر گزار ہے۔قرآن نے ہدایت کی ہے۔شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔شیطان کا کام یہی ہے کہ شر و فساد پھیلائے۔زمین پر اللہ تعالیٰ کی بندگی نہ ہو، ہر کوئی شرک میں مبتلا ہو جائے۔وہ خوشگوار فضا کو ختم کر کے نفرت پھیلانے کی کوشش میں رہتا ہے۔انسان کو مال و دولت کا غرور دے کر اپنے جیسا شیطان بنا دیتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰؐ اس کے تعلق سے فرماتے ہیں ''شیطان کا گزر بنی آدم کے خون کے گزر گاہوں تک ہے۔یعنی جس طرح ہماری رگوں میں خون گزرتا ہے اسی طرح وہ ہماری رگوں میں شیطانی وسوسے پیدا کرتا ہے۔ہمارا یہ دشمن سرتاپا شر سے معمور ہے۔کسی حال میں بھی یہ ہمارا رفیق نہیں ہے۔اس کی فطرت میں بھی نہیں ہے کہ وہ خدا کے بندوں کا دوست بنے۔

اس دنیا میں ہمارے کچھ اعمال ہم کو شیطان کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتے ہیں۔قرآن پاک میں کہا گیا ہے فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔ہماری زندگی فضول خرچیوں سے بھری پڑی ہے۔تقریب خوشی کی ہو یا غمی کی اس میں فضول خرچی حد سے زیادہ ہوتی ہے۔مسلسل جو گناہ کے کاموں میں منہمک رہتے ہیں شیطان ان سے خوش رہتا ہے۔حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں اگر انسان چالیس سال کی عمر تک پہنچ کر گناہ نہ چھوڑے اور اپنی سرکشی سے تائب نہ ہو تو شیطان اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہے اور کہتا ہے نجات نہ پانے والے پر میں فدا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ شیطان کے شر سے ہم تمام کو بچائے رکھ۔آمین

شراب

آج ماہ ذیقعدہ کی 30 تاریخ ہے۔ایک مضمون ''شراب'' پرسماعت کیجئے۔

شراب یعنی نشہ' ہر وہ چیز جو نشہ دلاتی ہے وہ اسلام میں حرام ہے۔شراب کی بے شمار خصلتیں ہیں۔خوش خلقی ختم کر کے بدخلقی پیدا کرتی ہے۔ذلت ورسوائی پیدا کرتی ہے۔ہوس کی رغبت پیدا کرتی ہے۔فتنہ وفساداور جھگڑا پیدا کرتی ہے' غصہ اور تشدد کو آواز دیتی ہے' قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتی ہے' گناہ کو پیدا کرتی ہے۔مشکلات' مصیبت' نقصان کو سامنے کھڑا کر دیتی ہے۔ہوش وحیا کو ختم کر کے نفرت پیدا کرتی ہے۔عقل کو مفقود کر کے ظلم کرواتی ہے۔اورانجام بُرا ہوتا ہے۔شہوت اور شرارت پر اُکساتی ہے۔یعنی شراب وہ ہے جو انسان کو شیطان بنا دیتی ہے۔

شراب کا پینا' شراب کا کاروبار کرنا سخت گناہ ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں شراب اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔جس چیز کا زیادہ حصہ نشہ کرتا ہے اس کا ایک گھونٹ بھی حرام ہے۔شراب کے تعلق سے کتنی سخت وعید آئی ہے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے علم ہوتا ہے۔آپ ؐ فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے عالم کے تمام گناہوں کو ایک گھر میں بند کر دیا ہے اور اس کی کنجی شراب خواری ہے۔معلوم یہ ہوا کہ تمام گناہوں کی جڑ شراب ہے اور یہ حقیقت بھی ہے اس میں سچائی بھی ہے۔شرابی سے عبادت بھی دور ہو جاتی ہے۔اور بعض وقت اللہ کے حضور میں گستاخی کر جاتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں۔شرابی پر ایک گھڑی ایسی آتی ہے جس میں وہ اپنے پالنے والے کو نہیں پہچانتا۔دیکھئے شراب کے ایک گھونٹ سے انسان کتنا بدبخت ہو جاتا ہے۔وہ خدا تعالیٰ کی خدائی کو پہچان نہیں سکتا۔اس لئے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں۔''شرابی مثل بت پرست کے ہیں''

شراب عبادت سے دور کرتی ہے۔بندگی سے دور کرتی ہے۔انسانیت' آدمیت سے دور کر کے درندہ صفت بنا دیتی ہے۔اس لئے اس کو حرام قرار دیا گیا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں شرابی کی نماز چالیس دن تک خداوند عالم قبول نہیں کرتا اور اگر وہ چالیس دن کے اندر مرجائے تو کافر مرے گا۔اس ارشاد کی روشنی میں حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔''شراب کی عادت انسان کو کفر تک پہنچاتی ہے''

ان تمام کے علاوہ شراب صحت کو بگاڑ دیتی ہے۔جو جان بوجھ کر اپنی صحت کو بگاڑ دیتے ہیں وہ خدا کے دشمن ہیں۔شراب وہ نشہ ہے جو صحت کے ساتھ گھروں کو بھی تباہ وبرباد کر دیتی ہے۔شرابی ہی کو نقصان نہیں ہوتا بلکہ اہل وعیال بھی نقصان اٹھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس گناہوں کی جڑ سے تمام کو محفوظ رکھے۔آمین

ماہ ذی الحجہ

تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر	تاریخ	عنوان	صفحہ نمبر
1	بہرۂ عام	499	16	صدقہ	522
2	اُم المصدقین بی بی الہداتیؓ	500	17	حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف خاموش باوا سامیاںؒ	523
3	قربانی	502	18	جامع القرآن حضرت عثمان غنیؓ	525
4	مقام ابراہیمؑ	503	19	نافرمانی اور بدکلامی	527
5	حضرت بندگی میاں عبدالوہابؒ	504	20	دن رات کے اوقات	528
6	حجرِاسود	505	21	طلب دیدار خدا	530
7	حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؒ	507	22	حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ	531
8	حج	508	23	فرض	533
9	ماہ ذی الحجہ اور قربانی	510	24	قناعت اور لالچ	535
10	عیدالاضحیٰ	512	25	رحم و نرمی	536
11	ترک دنیا	513	26	عقیدت	537
12	عالم	515	27	حساب اور خوف	538
13	حرام اور گناہ	516	28	عظمت مہدی موعودؑ	540
14	حضرت بندگی میاں ملک گوہرؓ	518	29	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی خشیت الٰہی	541
15	مال و دولت	521	30	فقراء	543

بہرۂ عام

آج ماہ ذی الحجہ کی یکم تاریخ ہے۔

ماہ ذی الحجہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے جو حرمت والا اور افضل مہینہ ہے۔اس ماہ کے پہلے دہے کی راتیں بہت مقدس و بابرکت ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان دس راتوں کی قسم کھائی ہے۔(سورہ فجر 2) اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اپنی بخشش اور رحمتوں و برکتوں کی دعا کے ساتھ اپنے بچوں کے لئے دعا کریں۔پہلی سے نویں تک روزہ رکھنا جاگ کر عبادت کرنا مستحب ہے۔

ارشاد نبی اکرمؐ ہے۔اللہ تعالیٰ کسی دن بھی یوم عرفات سے زیادہ اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد نہیں فرماتے۔اللہ تعالیٰ یوم عرفہ میں (اپنے بندوں سے) بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں۔اور فرشتوں کے سامنے اپنے بندوں پر فخر کرتے ہیں۔اور فرماتے ہیں یہ بندے کس (اچھے) ارادوں سے آئے ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰؐ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں ''میں اللہ کی ذات سے امید رکھتا ہوں کہ (یعنی) ذی الحجہ کی 9 ویں تاریخ کا روزہ اگلے اور پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔

اس ماہ کی دسویں شب نہایت متبرک ہے۔اس ماہ کی 8 تا 12 تاریخیں حاجیوں کے لئے اہم ہوتے ہیں۔وہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہو کر منیٰ میں قیام کرتے ہیں۔پھر عرفات و مزدلفہ میں قیام کے بعد منی سے واپس مکہ مکرمہ آتے ہیں۔اس ماہ کی ۹ تاریخ عرفہ کا دن ہوتا ہے۔اس دن حاجی عرفات کے میدان میں حج کے لئے جمع ہوتے ہیں۔اور دس تاریخ عیدالاضحیٰ منا کر حضرت سیدنا ابراہیمؑ حضرت سیدنا اسماعیلؑ اور بی بی ہاجرہؓ کی یاد مناتے ہیں۔اس ماہ کے دامن میں عمومی طور پر مسلمانوں کے لئے خصوصی طور پر مہدویوں کے لئے راہ ہدایت و نصیحت کے بے شمار روشن پہلو ہیں۔اگر ہم سنجیدگی سے اس پر غور کریں تو خوشنودی خدا کے حصول کے ساتھ عمل کی طرف راغب ہونے کی راہیں کھل سکتی ہیں۔

اسی ماہ کی دو تاریخ سے بہرہ عام کا قوم مہدویہ میں آغاز ہوتا ہے۔بہرہ عام شعائر قوم ہے اس سے قوم کی شناخت ہے۔یہ دراصل ''بہرہ فیضِ ولایت مقیدہ محمدیہ برائے خاص و عام'' ہے۔قوم مہدویہ میں بہرہ عام سے مشہور ہے۔

یہ فیض ہے اس کو سمجھنے کے لئے دور نبوت میں جانا پڑے گا۔ایک روز حضرت ابو ہریرہؓ بارگاہ حضرت محمد مصطفیٰؐ میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔آپؐ سے بہت ساری باتیں سنتا ہوں لیکن بھول جاتا ہوں۔میرا حافظہ کمزور ہے۔یہ سن کر حضرت محمد مصطفیٰؐ فرماتے ہیں۔اپنی چادر بچھاؤ حضرت ابو ہریرہؓ اپنی چادر بچھاتے ہیں۔آپؐ اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھی بنا کر چادر میں تین بار ڈالتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں۔اسے لپیٹ لو۔حضرت ابو ہریرہؓ چادر کو اٹھا کر اپنے چہرے اور سینے پر پھیر لیتے ہیں۔اس واقعہ کے بعد آپ کا حافظہ بہتر ہو جاتا ہے۔ہر بات آپ کو یاد رہتی ہے۔جس کا بہترین ثبوت سینکڑوں حدیثیں جو آپؓ سے مروی ہیں۔وہ دراصل ولایت محمدیہ کا فیض تھا جو حضرت محمد مصطفیٰؐ نے دیا تھا۔

اس فیض کو خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے عام کر دیا۔قومی روایت ہے کہ حضرت ام المصدقین بی بی الہداتیؓ کی روح پرواز ہونے والی تھی۔تمام غمگین تھے۔مہدیؑ نے بی بی سے کہا کچھ بولو۔بی بی نے کہا میرے آقا کے صدقہ سے ہر نماز کی رکعت خدا کے دیدار کے بعد باندھتی ہوں۔بی بی کہتی ہیں مجھے جو کچھ ملا ہے اس کو تقسیم کر دو۔حضرت مہدی موعودؑ نے وصال کے ایک سال بعد عرس سے ایک دن پہلے تمام مصدقین کو

جمع کر کے حسب وصیت بی بی کا بہرہ فیض ولایت مقیدہ عام تقسیم فرمایا۔ بی بیؓ کے بعد مہدیؑ کا فیض تمام صحابہ کرام نے تقسیم فرمایا۔ اس کے بعد رشد و ہدایت پر فائز حضرات کے عرس سے ایک دن قبل فیض تقسیم کیا جا رہا ہے۔ جسے ہم بہرہ عام کہتے ہیں۔

فیض ولایت کے لینے دینے میں روح عقیدت ضروری ہے۔ دینے والا یہ سوچ کر دے کہ فیض ولایت مقیدہ محمد یہ دے رہا ہے اور لینے والا بھی یہ عقیدہ رکھے کہ وہ فیض ولایت مقیدہ محمد یہ حاصل کر رہا ہے۔ ذہن و دل کی پاکیزگی کے ساتھ سچی عقیدت اور صالح عمل کا توشہ ہے تو یہ فیض اپنا اثر دکھاتی ہے۔ دور ولایت کے اول حصہ میں بہرہ عام کے موقعہ پر روٹی یا نان ہوتی تھی۔ اسکو چورا کر کے تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس کا نام نان ریزہ ہو گیا۔ آج یہ چنے' لوبے کی شکل میں تقسیم ہوتا ہے جسے عرف عام میں ناریزہ کہا جاتا ہے۔ حاضرین میں ان کے درجوں کے مطابق تقسیم کیا جاتا ہے۔ تارک الدنیا اہل ارشاد کو چار مشت' کسی کو تین کسی کو دو مشت دیتے ہیں۔ ہر دائرہ میں اس کا طریقہ الگ الگ ہے جیسا ان کے بزرگ دیتے تھے وہی اپنایا گیا ہے۔

بہرہ عام کے سلسلے میں صبح کے وقت اجماع منعقد ہوتا ہے۔ جس میں پانی یا لکڑی' مرشد' فقراء اور کاسبین عقیدت سے سر پر اٹھا کر لاتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی قوم کا شعائر ہے۔ اس دور میں اکثر یہ کہہ رہے ہیں کہ آج اس عمل کی کیا ضرورت ہے۔ دراصل یہ ہمارے بزرگان دین کا عمل ہے۔ اس کی افادیت اپنی جگہ ہے۔ عقیدت منداس کو سر پر رکھ کر لاتے ہیں اور ناریزہ کو آنکھوں سے لگا کر کھاتے ہیں۔

ہر ایک مصدق پر لازم ہے کہ وہ اپنے مذہبی شعائر کی نہ صرف حفاظت کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے۔ جن شعائر سے قوم کی شناخت اور پہچان ہوتی ہے اس کو فروغ دینا ہر ایک عالم دین صاحب رشد و ہدایت اور قومی اداروں کا اولین فریضہ ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اُم المصدقین بی بی الہداتیؓ

آج ماہ ذی الحجہ کی 2 تاریخ ہے اور بہرہ عام ام المصدقین بی بی الہداتیؓ ہے۔

اُم المومنین اور اُم المصدقین کا اسلام میں بڑا مرتبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عظیم احسان عطا کرتے ہوئے نبیوں، رسولوں اور خلیفۃ اللہ کے ازواج مطہرات میں ان کا شمار کیا۔ انہی ازواج مطہرات میں حضرت بی بی الہداتیؓ بھی ہیں۔ حضرت بی بی الہداتی 855ھ میں جونپور میں پیدا ہوئیں اور 866ھ میں آپ کا نکاح خلیفۃ اللہ، مبین کلام اللہ حضرت میراں سید محمد مہدی موعود علیہ السلام سے جونپور میں ہی ہوا۔ نکاح کے وقت بی بی کی عمر 11 سال اور حضرت علیہ السلام کی عمر شریف 19 سال تھی۔

بی بی الہداتیؓ کی ذات مبارک تمام انسانی خوبیوں اور اخلاقی بلندیوں سے معمور تھیں۔ ایثار، ہمدردی، صبر، استقامت، خلوص، محبت، زہد وتقویٰ، دیانتداری، خوش خلقی، غرض آپ کی سیرت میں ہر وہ صفت موجود تھی جو بارگاہ رب العزت میں قبولیت کا درجہ رکھتی تھی۔ ہمدردی اور انسانیت کا یہ حال تھا کہ آپ کے مکان سے کوئی سائل بھی ناکام واپس نہیں ہوتا تھا۔ جب تک بقید حیات رہیں۔ دائرہ کے تمام بھائیوں کے کھانے وغیرہ کا انتظام کرتی تھی۔ بی بی کے وصال کے بعد سے ہی تمام چیزیں چاہے وہ پخت سے ہو یا فام سویت ہوتی تھیں۔ اس لئے بی بی کے وصال کے وقت تمام بھائیوں نے کہا تھا کہ آج ہماری ماں ہم سے جدا ہو گئیں۔ جس طرح ماں اپنے بچوں کا خیال رکھتی ہیں اسی طرح بی بی

الہداتیؓ دائرہ کے بھائیوں کا خیال رکھتی تھیں۔

بی بی الہداتیؓ کا سب سے عظیم کارنامہ وہ ہے جو آپ نے اپنے شوہر حضرت مہدی موعود علیہ السلام پہ جذبہ کی حالات میں خدمت کی ہیں وہ سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہے اور یہ خدمت ایک دن نہیں ایک ہفتہ نہیں ایک ماہ نہیں۔ایک سال نہیں بلکہ تقریباً 12 سال تک آپ نے کی ہیں۔اس بارہ سال میں جو ایثار، خلوص ومحبت، ہمدردی اور صبر کا مظاہرہ کی ہیں اس کو قلم پیش کرنے سے قاصر ہے۔سلطان حسین شرقی بادشاہ جونپور سالانہ خراج راجہ دلپت کو ادا کرتا تھا۔حضرت مہدی موعودؑ نے بادشاہ سے کہا کہ مطیع اسلام ہونا جائز ہے مطیع کفر ہونا جائز نہیں۔اس پر سلطان آپؑ سے مدد کا طالب ہوا۔آپؑ نے سلطان کے ساتھ راجہ دلپت سے جنگ کی اور اپنے ہاتھوں سے راجہ کا قتل کیا، اس کا دل باہر نکل پڑا۔حضرت نے دیکھا کہ جس کی وہ پوجا کرتا تھا اس کا عکس اس کے دل پر تھا۔حضرت نے دیکھ کر فرمایا جب کفر وشرک کا یہ اثر ہے تو توحید اور ذکر اللہ کا اثر کس قدر نہ ہوگا۔اس واقعہ کے بعد آپ پر جذبہ طاری ہوگیا جو بارہ سال 872 ہجری تا 884 ہجری تک رہا۔اس دوران بی بیؓ کی خدمت خواتین کے لئے باعث ہدایت ہے۔جذبہ کی حالت میں ایک مرتبہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے عشاء کے وقت پر پانی طلب فرمایا۔بی بی پانی لے کر آنے تک حضرت پر پھر جذبہ طاری ہوگیا اور بی بی ہاتھ میں پانی کا کٹورا لئے کھڑی رہیں تا کہ ہوش آتے ہی پانی پیش کردوں۔فجر کے وقت جب ہوش آیا تو حضرت نے دیکھا کہ بی بی پانی لئے کھڑی ہیں۔بی بی کی اس اطاعت کو صبر وخدمت کو دیکھ کر حضرت علیہ السلام نے وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور وضو فرما کر دوگانہ شکر ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بی بی کے حق میں دعا فرمائی کہ یا اللہ جس طرح اس عورت نے مجھ کو خدمت سے آرام پہنچایا ہے اس طرح اس کو اپنے دیدار سے محضوظ کر۔

خدائے تعالیٰ کے حکم پر حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے جونپور سے ہجرت فرمائی تو حضرت بی بی الہداتیؓ بھی آپ کے ساتھ شریک تھیں۔887 ہجری میں ہجرت فرماتے ہوئے آپ نے داناپور پہنچ کر قیام فرمایا۔اس مقام پر بی بی نے معاملہ دیکھا یہاں پر ہمیں بی بی کی بزرگی ومقام کا پتہ چلتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ الہام اور معاملہ ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے محنت ومشقت کرنی پڑتی ہے۔شب بیدار ہونا پڑتا ہے عورتیں یہ سمجھ لیتی ہیں کہ یہ سب مردوں کے لئے ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔عورتیں اس معاملہ میں آگے رہتی تھیں جن کی عبادت، پرہیزگاری، شب بیداری کے کئی واقعات تاریخ مہدویہ میں ملتے ہیں۔غرض بی بی نے معاملہ دیکھا اور غیب کی آواز سنی کہ تیرا شوہر جو سید محمد ہے اس کو ہم نے مہدی موعود اور محمد رسول اللہ ﷺ کی ولایت کا بار اٹھانے والا اور نبی کی ولایت کا خاتم کیا ہے وہ صاحب زماں اور ہمارا خلیفہ ہے اس کی تصدیق کر اس کا انکار میرا انکار ہے، اس کی تصدیق فرض ہے۔بی بی نے جو کچھ دیکھا اور سنا تھا حضرت علیہ السلام سے عرض کیں۔حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ بالکل سچ ہے۔بندہ کو تمام اوقات میں فرمان خدا ہوتا ہے کہ ہم نے تجھ کو مہدی موعود کیا ہے اس کے بعد بی بی کی پاکیزگی، پرہیزگاری وعقیدت مندی دیکھئے کہ قدم بوسی کر کے عرض کرتی ہیں کہ میرانجی اس سے پہلے آپ کی خدمت میں مجھ سے جو کچھ قصور ہوا ہے معاف فرمائیں اور گواہ رہیں کہ میں آپ کے حضور تصدیق کرتی ہوں۔صحابیات میں جس طرح خدیجۃ الکبریٰؓ کو قبولیت اسلام میں اولیت حاصل ہے اس طرح تاریخ مہدویت میں ام المصدقین بی بی الہداتیؓ سب سے پہلے تصدیق مہدویت سے مشروف ہوئیں۔اگر آپ کو خدیجۃ الولایت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

حضرت بی بی الہداتیؓ کو اپنے شوہر سے ایسی والہانہ محبت تھی کہ اپنی ساری متاع زندگی کو شوہر کے قدموں پر نثار کر دیا اور ہر وقت

خوشنودی اور رضامندی پیش نظر رکھتی تھیں اور پھر شب بھر اللہ کے ذکر میں رہنے والی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے دریافت فرمانے پر بی بی نے فرمایا کہ میرانجی آپ کے تصدق سے بارہ سال سے میں نے دیدار خدا کے بغیر نماز نہیں پڑھی ہے اور آج عورتیں نماز کو بھول ہی گئی ہیں اگر یاد کرتی ہیں تو صرف شب معراج، شب برات اور رمضان کے کچھ دنوں میں یا نہیں تو صرف شب قدر میں اور باقی دنوں میں اپنے آپ پر معاف ہی سمجھتی ہیں حالانکہ نماز محمد رسول اللہ ﷺ پر مہدی موعود علیہ السلام پر بی بی فاطمہؓ پر معاف نہیں ہوئی تو ان پر کہاں معاف ہونگی۔ خدا تعالی کے حضور قیامت میں سب سے پہلے جس کی پوچھ ہوگی وہ نماز کی ہوگی۔ عورتیں اگر نماز کی پابندی کریں تو گھر کے تمام افراد بھی پابند ہوجاتے ہیں۔ غرض حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا جس کو بی بی سے نسبت غلامی حاصل ہوگی وہ برگزیدہ ہوگیا۔ آپ کے فضائل ومناقب میں حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں حق تعالی نے اپنے ازل سے بی بی کی اولاد کے سات پشت کو بخشا۔

حضرت بی بی الہداتیؓ کا 3 / ذی الحجہ 891ھ م 30 / نومبر 1486ء کو چاپانیر میں وصال ہوا اور چاپانیر میں ایک میناری مسجد کے مشرق کی جانب ایک بہت بڑا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کے دامن میں سپرد خاک کیا گیا۔ بی بیؓ کی بزرگی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ دفن کے وقت جو پھول مزار پاک پر ڈالے گئے تھے 8 دن کے بعد بھی اس طرح تازہ تھے جس طرح پہلے دن تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے اس کیفیت کو دیکھنے کے بعد صحابہ کو حکم دیا کہ بی بیؓ کی قبر پاک کو زمین کے برابر کر دیا جائے تا کہ قبر کی نشانی نہ رہے، لوگ خدا پرستی کے بجائے قبر پرستی نہ کرنے لگ جائیں۔ بی بیؓ کے وصال کے بعد سے ہی بہرہ عام کا طریقہ رائج ہوا۔ بی بیؓ کے وصال کے بعد دوسرے سال یعنی ایک دن قبل 2 / ذی الحجہ 892ہجری کو حضرت مہدی موعودؑ نے بہرہ عام کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا کہ میرے اصحاب کو جو بہرہ ولایت محمدی پہنچا ہے سب کے برابر بی بیؓ کو بھی ملا ہے۔ بی بیؓ کے فیض کی نیت سے جو ماحضر غذا خدا نے دیا ہے سب میں تقسیم کرو۔ اس کے بعد سے قوم میں بہرہ عام کا سلسلہ شروع ہوا جو فیض خاتم الولایت محمدیہ ہے۔

قربانی

آج ماہ ذی الحجہ کی 3 تاریخ ہے ''قربانی'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

ہر فرد میں قربانی کا جذبہ ہونا چاہئے۔ وہ انسان ہی نہیں جس میں قربانی کا جذبہ نہ رہے۔ قربانی ہی انسانیت ہے۔ قربانی پر ہی کائنات کا نظام چل رہا ہے۔ بیج زمین میں فنا ہو کر یعنی قربان ہوجاتا ہے تو مولکا پیدا ہوتا ہے۔ مولکا اپنی ذات کو فنا کر دیتا ہے تو وہ درخت کی شکل اختیار کرتا ہے۔ غرض ہر شئے کسی نہ کسی میں فنا ہوتی ہے یعنی قربان ہوتی ہے۔ انسان کو قربان ہونا ہے اللہ کی ذات میں۔

یہ ایک حقیقت ہے جو قربان ہوتے ہیں وہ زندگی پاتے ہیں قربانی کا جذبہ ہر ایک میں ہونا چاہئے۔ کیونکہ خوبیاں قربانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ امن وامان اور سکھ کا راز بھی قربانی میں پنہاں ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ قربانی جو راہ دکھاتی ہے وہ نجات کی راہ دکھاتی ہے۔

زندگی ہر قدم پر قربانی چاہتی ہے بغیر قربانی دئے زندگی حاصل نہیں ہوتی۔ وقت عبادت میں قربان کریں۔ مال اللہ کی راہ میں قربان کریں۔ اپنے آپ کو اہل وعیال کی خدمت میں قربان کریں۔ اپنی زندگی کا وقت اہل وعیال کے فرائض ادا کرنے میں قربان کریں۔ عزت، شہرت، فتح مندی، فضیلت اور اجر وثواب کچھ نہ کچھ قربان کرنے پر ہی پا سکتے ہیں۔

زندگی دراصل ایثار،ہمدردی، غم خواری، عفوودرگزر، عیادت اور قربانی میں ہے۔اپنی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دینا، مال ودولت کی محبت کے باوجود مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی قربانی ہے۔عظیم قربانی یہ ہے کہ اپنے نفسوں پر دوسروں کو ترجیح دیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے پاس ایک بھوکا آیا۔آپؐ نے بعض ازواج مطہرات کے پاس پیغام بھیجا۔انہوں نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔دوسری بیوی کے پاس پیغام بھیجا وہاں سے بھی وہی جواب آیا۔حضرتؐ نے فرمایا آج کی رات کون اس کی مہمان نوازی کرے گا۔ایک انصاری نے کہا یارسول اللہؐ میں اس مہمان کو کھلاؤں گا۔اس بھوکے مہمان کو انصاری اپنے گھر لے جاتا ہے۔بیوی سے کہتے ہیں کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے اس نے کہا صرف بچوں کی خوراک ہے۔اس نے کہا بچوں کو بہلا کر سلا دو۔بچوں کا کھانا مہمان کو کھلا دیں گے۔تم ایسا کرنا جب مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ کو بجھا دینا۔اس پر ظاہر ہو کہ ہم بھی ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔چنانچہ مہمان کے آتے ہی چراغ بجھا دیا جاتا ہے۔اور سب کھانے بیٹھ جاتے ہیں۔مہمان کھانا کھایا اور وہ دونوں اپنے بچوں کے ساتھ بھوکے رات گزارے۔جب صبح ہوئی اور حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے پاس حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا تم نے رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوا۔یہ بھی ایک قربانی ہے۔

آج قربانی کا جذبہ نہیں کے برابر ہے۔ہر ایک اپنے آپ میں مگن ہو کر دوسروں کی فکر سے بالکل آزاد ہوگیا ہے۔جبکہ زندگی قربانی مانگتی ہے۔ہم ہمیشہ اس قربانی کے لئے تیار رہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کو وہ بندے پسند ہیں جو قربانی میں پیش پیش رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم میں صرف اللہ کے لئے قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔آمین۔

مقام ابراہیمؑ

آج ماہ ذی الحجہ کی 4 تاریخ ہے۔''مقام ابراہیمؑ'' کے تعلق سے مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں یعنی اللہ کے دوست۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ شرف دیا کہ نبوت وکتاب کو اولاد ابراہیم پر نزول کئے۔توراۃ، زبور، انجیل اور قرآن پاک آپ ہی کی اولاد پر اللہ تعالیٰ نازل کئے۔آل ابراہیم علیہ السلام کو یہ فضیلت عطا کی ان میں انبیاء کا سلسلہ قائم ہوا۔آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔میں اپنے باپ ابراہیمؑ کی دعا، عیسیٰ کی بشارت اور اپنی والدہ کا خواب ہوں۔حضرت مہدی موعودؑ ارشاد فرماتے ہیں۔بندہ (مہدی موعود) حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اور حضرت ابراہیمؑ ایک زمانہ میں پیدا ہوجائے تو کوئی ان میں تمیز نہیں کرسکتا۔کون محمد ہیں کون ابراہیمؑ اور کون مہدی موعود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کو ملت ابراہیمی کی اتباع کرنے کا حکم دیا۔یہاں تک درود پاک میں بھی آل ابراہیمؑ کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہر قدم پر امتحان سے گزرنا پڑا۔الحمدللہ ہر امتحان میں اللہ کے فضل وکرم سے کامیاب ہوئے۔اللہ تعالیٰ پر آپ کو کامل یقین، کامل بھروسہ تھا۔اور توکل علی اللہ پر تمام زندگی قائم رہے۔آپ کے دل میں خیال آیا اللہ تعالیٰ مردوں کو کس طرح زندہ کرتا

ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابراہیم چار پرندوں کولوان کے ٹکڑے کردو۔ان کوآپس میں ملادو۔اور چار حصہ کرو۔پہاڑ پرایک ایک حصہ الگ رکھ دو۔پھرانہیں پکارو۔وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اس کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت 260 میں ہے۔''ابراہیم کے توکل پراللہ نے آگ کوحکم دیا ابراہیم پر ٹھنڈی ہوجا۔اللہ کے حکم پر اپنی اہلیہ حضرت بی بی ہاجرہؓ اور شیر خوار لخت جگر حضرت اسماعیلؑ کو وادی ذی زرعٰی میں چھوڑ دیئے۔لخت جگر کا پیاس سے رونا بی بی کا پانی کے لئے کسی قافلہ کے انتظار میں صفاومروہ پردوڑ لگانا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے معصوم اسماعیلؑ کے پیر کے نیچے سے پانی نکالا۔ جسے ہم زم زم کہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا یہ کرم زم زم نہ صرف ماں بیٹے کے لئے بلکہ قیامت تک کے لے مسلمانوں کے لئے نعمت عظمٰی ہے۔ایک خواب پراپنے فرزند کوقربان کرنے کے لئے تیار ہوجانا' بیت اللہ کی تعمیر کرنا' لوگوں کواس گھر کا طواف کرنے کی دعوت دینا' بیت اللہ کے بانی اول کا درجہ پانا' اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کواونچی شان اور بڑی منزلت عطا کی۔صفاومروہ پر دوڑے بغیر حج وعمرہ تکمیل نہیں پاتا۔پھرقربانی کادینا۔یہ تمام ابراہیم علیہ السلام اور بی بی ہاجرہؓ واسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہیں۔

سورہ بقرہ کی آیت 125 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔''وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامَ اِبْرٰهِمَ مُصَلًّی وَعَهِدْنَآ۔یعنی تم مقام ابراہیم کوجائے نمازمقرر کرلو۔مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکرحضرت ابراہیمؑ تعمیر کعبہ کرتے تھے۔روایتوں میں ہے کہ جیسے جیسے خانہ کعبہ کی تعمیراونچی ہوتی جاتی یہ پتھر بھی اونچا ہوجاتا۔اس پتھر پر حضرت ابراہیمؑ کے قدم کے نشانات ہیں۔اب اس پتھر کوایک شیشے میں محفوظ کردیا گیا ہے۔جوخانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے چندقدم پر ہے۔اس مقام پرطواف مکمل ہونے کے بعد دورکعت نماز پڑھنے کاحکم ہے۔ہر حاجی' ہرعمرہ کرنے والا بعدطواف اس کے پیچھے دورکعت نماز ادا کرتا ہے۔اللہ کے گھر کی تعمیر میں یہ پتھر حصہ لیا تو اللہ نے اس کو یہ مقام عطا کیا۔غور کیجئے جو اللہ کے گھروں کی یعنی مساجد کی تعمیر کرتے ہیں ان کوآباد رکھتے ہیں تو ان کو کتنا نہ اجروثواب حاصل ہوگا۔نماز کے بعد دعا کریں اور پھر کھڑے ہوکرزم زم پئیں۔اللہ کا شکرادا کریں۔

حضرت بندگی میاں عبدالوہابؒ

آج ماہ ذی الحجہ کی 5 تاریخ ہے وفات حضرت بندگی میاں عبدالوہابؒ کی تاریخ ہے۔

چمنستان مہدویت میں کئی ایک پھول کھلے اوراپنی مہک سے فضاء کومعطر کیا۔ان میں ایک بزرگ شخصیت حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ کی ہے جوفرزند ہیں حضرت بندگی میاں سید تشریف الحقؒ کے اور حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ کے پوترے ہیں۔

آپ کی والدہ محترمہ بی بی بوجیؒ نہایت متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں۔حضرت بندگی میاں تشریف الحق کے دائرہ جل گاؤں جامود میں سخت فاقہ تھا جس کی وجہ سے دائرہ کے 700 افراد شہادت پائے۔ایسے حال وماحول میں بھی آپ کی والدہ محترمہ صبرواستقلال سے ان تمام تکالیف کو برداشت کر کے ثابت قدمی کا اظہار کیا۔

حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ تربیت وتلقین اپنے والد سے پاتے ہیں۔آخری وقت تک والد کی صحبت میں رہ کر فیضیاب

ہوتے ہیں ۔ والد کے انتقال کے بعد بڑے بھائی حضرت بندگی میاں سید سعد اللہ سے علاقہ کرکے صحبت اختیار کرتے ہیں ۔ جب آپ کے بڑے بھائی والد کے انتقال کے بعد جل گاؤں جامود سے دائرہ بیجاپور کے محلّہ افضل پور میں قائم کرتے ہیں تو آپ بھی بھائی کے ساتھ ہجرت فرماتے ہیں ۔

حضرت بندگی میاں عبدالوہاب کا شمار صاحب حال بزرگوں میں ہوتا ہے ۔ ہمیشہ قدم عالیت پر رہا اور اکثر دائرہ میں فقر و فاقہ رہتا تھا جو آپ کو ورثہ میں ملا تھا۔ جب آپ کے والد حضرت بندگی میاں سید شریف الحق پیدا ہوئے تھے اُس وقت 11 دن کا فاقہ تھا اور انتقال کے وقت بھی 11 دن کا فاقہ تھا۔ ایسے موقعہ پر جب کہ شریعت سوال کی اجازت دیتی ہے لیکن عالیت کا مظاہرہ کرکے فقر و فاقہ کو برداشت کئے لیکن دستِ سوال دراز نہیں کئے ۔ یہ مہدوی بزرگوں کی شان تھی اور ہمارا یہ ماضی تھا۔

حضرت کا دائرہ بیجاپور میں ہے سخت فاقہ ہے، دائرہ کے تمام فقراء اور ان کے بچے بھی سخت حالات سے گزر رہے تھے ۔ ایک لڑکا فاقہ کی تاب نہ لاکر ماں سے بھوک کی کیفیت بیان کرتا ہے ۔ اس کیفیت کو سن کر ماں پریشان حال ہوتی ہے ۔ پڑوس میں رہنے والی عورت یہ منظر دیکھتی ہے اور گھر سے روٹی کا ٹکڑا لا کر دیتی ہے ۔ جب تک یہ بچہ روتے روتے سوجاتا ہے، ماں کہتی ہے بچہ سوگیا ہے اس روٹی کے ٹکڑے کو دوسری جگہ پہونچاتی ہے۔ آپکے دائرہ کی عورتوں نے فاقہ کی حالت میں بھی اس طرح سے اثیار و قربانی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان عورتوں کی یہ ادا اتنی پسند آتی ہے کہ حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ کو پروردگار عالم سے فرمان پہونچتا ہے کہ تمہارے دائرہ کی چند بیبیوں نے ایک روٹی کے ٹکڑے کے بدلے جنت خرید لی ہے۔ حضرت بعد نماز فجر دائرہ کے فقراء کے سامنے یہ بشارت سناتے ہیں

آپ کے دائرہ میں سختی سے شریعت وطریقت کی تعلیم پر عمل کیا جاتا تھا۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رہا کرتے تھے ۔ بیجاپور کے تمام اُمراء، سربراہان فوج عوام وخواص آپ کے اور آپ کے بھائی حضرت میاں سید سعد اللہؒ کے معتقد اور مرید تھے۔ اس کے باوجود کبھی بھی دنیا کی طرف آپ راغب نہیں ہوئے ۔ دنیوی جاہ وحشمت کو ٹھوکر ماردی ۔ ہمیشہ قید قدم رہے اور لوگ آپ کا چہرہ دیکھنے کو ترستے تھے ۔ آپ کی زباں سے کبھی بھی غیر ضروری کوئی بات نہیں نکلی ۔ ہمیشہ اللہ کی یاد میں محو رہتے تھے ۔ جب آپ کا وصال 5 / ذی الحجہ 1022ھ کو ہوا اُس وقت بھی آپ پر 11 دن کا فاقہ تھا جس طرح کہ آپ کے والد پر تھا۔ بیجاپور میں آپ کا روضہ ہے جو کافی بڑا ہے جس سے آپ کی عظمت وشوکت کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک دور تھا تقریباً نصف حصہ بیجاپور کا مہدویوں سے آباد تھا، لوگ جوق در جوق مہدوی بزرگوں کی سیرت، ان کے اخلاق وکردار، اُن کی ریاضت وعبادت، بیانِ قرآن سے متاثر ہوکر تصدیق خلیفۃ اللہ سے مشرف ہوجاتے تھے ۔ بدقسمتی سے یہ سلسلہ قائم نہ رہ سکا جس کا یہ نتیجہ نکلا ہے کہ آج صرف اور صرف ہمارے بزرگوں کے آثار اور حظیرہ کچھ حد تک باقی رہ گئے ہیں جو ہماری تاریخ کی نشاندہی کرتے ہیں ۔

حجر اسود

آج ماہ ذی الحجہ کی 6 تاریخ ہے ''حجر اسود'' پر مضمون سماعت کیجئے ۔

اس زمین پر جنت سے اُتری ہوئی کوئی چیز ہے تو وہ ہے ''حجر اسود'' زمین پر عرش الٰہی سے جو چیز حضرت محمد مصطفیٰ ؐ پر نازل ہوئی وہ قرآن مجید ہے۔ حجر اسود کی ایک تاریخ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے حجر اسود کو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے اُتارا تھا۔ طوفان نوحؑ کے وقت حجر اسود کو

جبل ابوقیس پر پہنچا دیا گیا تھا۔تعمیر خانہ کعبہ کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حجر اسود پہنچایا۔حضرت ابراہیمؑ نے اس کو خانہ کعبہ میں نصب کیا۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی مکی زندگی میں جب کہ آپ اپنے نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ ہر قبیلہ پتھر جمع کر کے تعمیر کی سعادت حاصل کر رہا تھا۔کعبہ کی دیواریں اُٹھ گئی تھیں۔حجر اسود کی تنصیب کا وقت آیا تو ہر قبیلہ یہ شرف حاصل کرنا چاہتا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس کی جگہ پر نصب کرے۔ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئی کہ تلواریں بے نیام ہوگئیں۔بعض قبیلے والوں نے عرب کے دستور کے مطابق خون سے بھرے ہوئے پیالہ میں اپنی انگلیاں ڈبوئیں۔ یہ بات کا اعلان تھا کہ ہم کعبہ کی دیوار میں حجر اسود نصب کر کے رہیں گے۔ یا پھر لڑ کر جان دیدیں گے۔ چار پانچ روز اسی کشمش میں گزر گئے۔مسجد حرام میں جمع ہو کر مشورہ کرنے لگے۔روایت کے مطابق ابوامیہ بن مغیرہ جو اس وقت قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھے۔ یہ تجویز پیش کی کہ اے قریش جو کل سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے (باب بنی شیبہ) سے داخل ہوگا اس کو حکم مان لیا جائے گا۔ وہ جو فیصلہ کرے سب اسے تسلیم کریں۔ دوسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ پہلے داخل ہونے والے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ہیں۔سب بیک زبان پکار اٹھے یہ تو امین ہیں یہ تو محمدؐ ہیں ہم آپ کو حکم بنانے پر راضی ہیں۔آپ کو صورت حال بتائی گئی آپ نے فرمایا ایک چادر لاؤ۔ چادر لائی گئی تو آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اس میں رکھ دیا اور فرمایا کے تمام قبیلوں میں سے ایک ایک آدمی چادر کے کونے کو تھام لے پھر سب مل کر اٹھائیں۔ جب سب مل کر اٹھایا اور حجر اسود اپنے مقام پر پہنچ گیا تو آپؐ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو نصب فرما دیا۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی فراست سے جو تلخیاں پیدا ہوگئی تھیں وہ ختم ہو کر معاملہ سلجھ گیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔اگر اس حجر اسود کو جاہلیت کی نجاستوں نے نہ چھوا ہوتا تو اسے مس کرنے والے آدمی کی تکلیف دور ہو جاتی۔معلوم ہوا گناہ اور نجاست کتنی بُری چیز ہے۔آسمان سے نازل ہوا پتھر اپنی خاصیت کو کھو دیا۔

حج' عمرہ اور طواف کے وقت حجر اسود کا بوسہ لینا سنت رسول اللہؐ ہے۔حضرت عمرؓ نے حجر اسود کے تعلق سے فرمایا۔اللہ کی قسم آگاہ ہو کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے اور اگر میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی بوسہ نہ لیتا۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع میں کثیر اجتماع کی وجہ سے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا۔اور حجر اسود کو اپنی چھڑی سے چھو لیتے تھے۔

اس دور میں ہر دن ہزاروں افراد عمرہ کے لئے دنیا کے کونے کونے سے آتے ہیں۔طواف کے وقت مطاف میں بڑی بھیڑ ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں حجر اسود کو بوسہ دینا' چھونا نہایت دشوار ہوتا ہے۔حجر اسود کے مقام سے تین یا چار گز کے فاصلے سے ہی ایک دوسرے کو ڈھکیلا جاتا ہے۔ ہر کوئی جلد سے جلد حجر اسود تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔زائرین کو تکلیف بھی پہنچتی ہے۔اس طرح کا عمل مناسب نہیں ہے۔اللہ کے رسول نے صاف طور پر ارشاد فرمایا ہے۔ایسے وقت دور ہی سے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ سے حجر اسود کی طرف اشارہ کریں۔ ہر زائر کے لئے ضروری ہے کہ حج وعمرہ کے موقعہ پر اپنے اطراف کے زائرین کو اپنے کسی عمل سے تکلیف نہ پہنچائیں۔اللہ تعالیٰ نیتوں کو دیکھتا ہے۔نیت اگر چومنے اور چھونے کی ہے تو اس کا اجر مل جاتا ہے۔

حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ بارہ بنی اسرائیل

آج ماہ ذی الحجہ کی 7 تاریخ ہے۔اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؒ ہے۔

اس کرہ ارض پر بزرگوں کا،اللہ والوں کا وجود ایک نعمت ہے۔ان نعمتوں سے درس وتدریس حاصل کرنا،اپنی دنیوی اور دینی زندگی کو دراصل سدھارنا ہے۔چمنستان مہدویت میں کئی ایک پھولوں نے اپنی مہک سے زائرین کورشد وہدایت سے فیضیاب کرتے ہوئے تقویٰ اور پرہیزگارانہ زندگی گزارنے کی دعوت دی۔ان میں ایک حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل ابن حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ ہیں۔آج کے دور میں جہاں مصدقان تعلیم وتربیت وصحبت صادقین سے دور ہوتے جارہے ہیں،ان حالات میں حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ اورآپ کے فرزندوں کی سیرت ہمیں دعوت فکر دیتی ہے۔ان وارثوں نے کس طرح سے اپنے نفس کو فنا کرکے، تکالیف ومصیبتوں کو برداشت کیا۔مخدوم ہوتے ہوئے خادم بنکر اپنی جواہر سیرت کے جوانمول نقوش چھوڑے ہیں وہ قیامت تک کے لئے فدائیان مہدویوں کے لئے صراط مستقیم ہیں۔اس ایثار وقربانی کا نتیجہ یہ ہے کہ آج بھی ہم ان کے آستانوں پر فیض پانے کی تڑپ لے کر حاضری دیتے ہیں۔

تربیت اور صحبت زندگی کے سفر میں بہت کارآمد ہوتی ہے۔دین کی راہ میں آسانی پیدا کرتی ہے۔قرب خداوندی کے حصول کا شوق و ذوق پیدا کرتی ہے۔حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے گھر میں وہ تمام خزانے موجود تھے جس سے بخوبی ولایت خاتم محمدیہ کا فیض پاسکتے تھے۔ لیکن آپ کے والد بزرگوار حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؒ نے گروہ میں تعلیم وتربیت کی جو خاص اہمیت ہے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرزندوں کی تعلیم وتربیت کے لئے اُس دور کے بزرگوں کے پاس روانہ کیا۔

آپ کی والدہ محترمہ بوابی بی صاحبہ کو حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیرؒ کا نام بہت عزیز تھا۔اس لئے جب آپ کو فرزند تولد ہوا تو سید خوندمیر نام رکھا۔حضرت میاں سید خوندمیرؒ اپنی والد کی نظروں کے سامنے بچپن سے جوانی کو پہنچے۔باپ نے وہ تمام دیا جو ایک باپ اپنے فرزند کو دیتا ہے۔ایک ایسی منزل آئی اپنے فرزند کی مزید تعلیم وتربیت کیلئے حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ کی صحبت میں روانہ کیا۔یہ تربیت و صحبت چند دن یا ہفتے یا مہینے کی نہیں بلکہ کامل 18 سال رہی۔آج ہم یہ سوچ بھی نہیں سکتے کہ کوئی 18 سال تک صحبت میں رہا۔اتنی طویل مدت تک رہنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کس اشتیاق ومحبت سے آپ نے دائرہ میں قیام کیا،جس سے آپ کے کردار کی اعلیٰ ظرفی ،نیستی وانکساری کا پتہ چلتا ہے۔اور والد کے حکم کو عملی جامہ پہنایا۔اس سفر میں آپکے بھائی حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ بھی ساتھ تھے۔

حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؒ نے پہلے حضرت بندگی میاں سید یوسفؒ کو علیحدہ دائرہ باندھ کر رہنے کی اجازت دی۔اس کے بعد میاں سید خوندمیرؒ کو بھائی کے پاس جانے کی اجازت دی۔میاں سید خوندمیرؒ بھائی کے دائرہ میں قیام کرتے ہیں۔بھائیوں نے کہا کہ آپ بھی اپنا دائرہ الگ قائم کرلیں۔آپ نے فرمایا جب تک بھائی سے سوسویت نہ لوں اپنا دائرہ الگ قائم نہ کرونگا۔اس ارادہ کی تکمیل کے بعد آپ اپنا علیحدہ دائرہ قائم کرتے ہیں۔اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ صادقین کی صحبت میں رہنا آپ کو کتنا عزیز تھا۔

حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیل کے دائرہ میں اکثر اضطرار واقع ہوتا تھا۔غربت اور فاقہ کشی اکثر رہتی تھی۔اسکے باوجود دائرہ میں عبادت و ریاضت میں کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔دم وقدم کی حفاظت تھی۔ ہر عمل میں عالیت پیش نظر ہوتی تھی۔تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ کے دائرہ میں بہت کم فتوح آتی تھی۔اس واقعہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کتنی فتوح آپ کے پاس آتی تھی۔آپ خاتم المرشدین کے حضور میں جو عشر روانہ کرتے تھے وہ اٹھنی ہوتی تھی۔اس عشر کا خاتم المرشدینؒ بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔روایت میں ہے کہ آپ اس اٹھنی سے اہلیہ کو کہتے تھے میٹھا تیار کرو اور بندہ کو کھلاؤ۔حضرت سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؒ نے بھی اپنے فرزندوں حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ اور حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ کی تعلیم و تربیت کا بھی خصوصی خیال رکھا۔اس سلسلے میں اپنی والد کی روش کو اختیار کیا۔آج اس روش کو چھوڑ دیا گیا ہے۔تعلیم و تربیت کا صرف چند دائروں میں خیال رکھا جاتا ہے اور وہ بھی جزوی ہے

مہدویت میں فاقہ اور بھوک کی بڑی فضیلت ہے۔اس حال میں بندہ کو اس کی عبادت ایک خاص لطف عطا کرتی ہے۔بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خاص مستحق بن جاتا ہے اور ولایت کا بہرہ پاتا ہے۔روح کو جو غذا ملنی چاہیئے وہ اس کو حاصل ہوتی ہے۔حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؒ کے دائرہ میں ایسے مناظر اکثر ہوتے ہیں۔توکل اعلیٰ اللہ کا وہ اعلیٰ معیار تھا کہ فرشتے بھی رشک کرتے تھے۔

یہ بزرگ ترین ہستی 8 / ذی الحجہ 1025ھ کو 67 سال کی عمر میں اس فانی دنیا سے کوچ کر جاتی ہے۔دولت آباد میں والد کے بازو آپ کی مزار پاک ہے، جہاں عقیدتمند روحانی فیض کے لئے حاضری دیتے ہیں۔دکن میں آپ کے فرزندوں نے جو دینی خدمت انجام دی ہے وہ سورج کی روشنی کی طرح سب پر عیاں ہے۔آج کے دور میں جبکہ صادقین کی صحبت میں رہنے سے گریز ہو رہا ہے، ایسے حالات میں حضرت میاں سید خوندمیرؒ کی سیرت دعوت فکر دے رہی ہے۔

حج

آج ماہ ذی الحجہ کی 8 تاریخ ہے۔

حج کے لغوی معنی قصد کرنا، کسی جگہ ارادے سے جانے کے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اُمت محمدیہ کے صاحب استطاعت افراد پر حج کو زندگی میں ایک بار فرض فرمایا ہے۔حج دراصل حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ اور بی بی ہاجرہؓ کی یادگار ہے۔اس کرہ ارض پر اس طرح کا مظاہرہ نہ وقوع پذیر ہوا ہے اور نہ ہوگا۔یہ اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کا بہترین مظاہرہ بھی ہے۔حج کے واقعات جوش ایمانی اور عشق حقیقی کو پیدا کرتے ہیں۔حج کی انفرادیت اس لحاظ سے نمایاں ہے کہ یہ عبادت وقتی، مالی اور جانی تمام قسم کی قربانیوں کی شاہکار مثال پیش کرتی ہے۔اس عظیم عبادت کے لئے نفقہ حلال ہونا چاہیئے۔اس کے بغیر حج، حج نہیں ہوتا۔وہ ایک سفر کے مانند ہو جاتا ہے۔دوسری جو اہم بات ہے وہ یہ ہے کہ دل اللہ کے ذکر اور اس کے شعائر کی طرف مائل ہو۔اس کیفیت میں حج کی چاشنی بیان سے قاصر ہو جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے حج کا آغاز عہد ابراہیمی کی یادگار ہے۔جب ابراہیمؑ حکم خداوندی کے مطابق بی بی ہاجرہؓ اور شیر خوار اسمٰعیلؑ کو بے آب و گیاہ لق و دق صحرا میں جسے بعد میں مکہ مبارکہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، چھوڑ دیا تھا۔قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے ''اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكاً وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورہ آل عمران آیت 96)'' یعنی لوگوں کی عبادت کے واسطے جو گھر سب سے پہلے

بنایا گیا وہ یقیناً (کعبہ) ہے جو مکہ میں ہے اور بڑی برکت و رحمت والا ہے اور سارے جہاں کا رہنما۔ اس گھر کو دیکھنے والا گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جس پر فضل و کرم ہوتا ہے اس کو حج کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے بڑے بڑے بادشاہ و امراء، رئیسوں کو کثیر دولت رکھنے کے باوجود انہیں حج کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔

حج ایک ایسے عظیم ترین اجتماع کا نام ہے جس میں مختلف ممالک، مختلف نظریات و مسالک اور مختلف رنگ و نسل کے لوگ ایام مخصوصہ میں مرکز توحید کعبۃ اللہ کے اردگرد جمع ہو کر اپنی توحید پرستی کا ثبوت دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا مرکز توحید ہے جہاں لبیک اللّٰھم لبیک اور کلمہ توحید کی صدا بلند ہوتی ہے۔ یہ صدائیں قیامت تک سنی جاتی رہیں گی۔ اس مرکز توحید پر ایسے ایسے مناظر ایام حج میں نظر آتے ہیں جو دنیا بھر میں کہیں نظر نہیں آتے۔ سب کے لئے ایک لباس معین کیا گیا ہے۔ ایسا نہیں کہ بادشاہ حج کے لئے جائے تو اپنا مخصوص لباس زیب تن کریں۔ اسلام نے مساوات کی تعلیم دی ہے۔ بلاتفریق و امتیاز ایک ہی جامہ احرام سب کے لئے مقرر کیا گیا تا کہ امیر و غریب، فقیر و بادشاہ میں کوئی فرق و امتیاز باقی نہ رہے۔ الحمدللہ ہر سال عاشقان اسلام لاکھوں کی تعداد میں حج و عمرہ کے لئے آتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک آتے رہیں گے۔ قبولیت کے رجسٹر میں کس کس کا نام ہے اللہ اور اس کے فرشتے ہی جانتے ہیں۔ اس موقعہ پر ایک واقعہ پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ واقعہ آج کے نفسا نفسی کے دور میں ہماری بصیرت کے دروازے کھول سکتا ہے۔ ہم الحمدللہ اس موقوف میں آ جاسکتے ہیں کہ پاس پڑوس، غریب رشتہ داروں کا خیال کر سکیں۔ اس بات سے بھی ہم بخوبی واقف ہو جاسکتے ہیں کہ اللہ کس عمل سے کون کون سی عبادتوں میں، فرائض کی تکمیل میں ہمارا نام شامل کر سکتا ہے واقعہ پڑھیئے اور درس حاصل کیجئے۔

ایک بزرگ ادائے حج کو گئے تھے۔ فریضہ حج کی ادائی کے بعد لوگ واپس اپنے اپنے مقامات پر چلے گئے، تو یہ بزرگ حرم شریف میں آ کر مراقبہ کیا تو دیکھا دو فرشتے آئے ہیں ایک ان کے دائیں طرف کھڑا ہوا ہے دوسرا بائیں طرف۔ پھر بائیں طرف والے نے دائیں سے پوچھا کہ اس سال حج کتنوں کا قبول ہوا؟ اس نے کہا کسی کا بھی قبول نہیں ہوا مگر ایک شخص مصر میں علی موقف نام کفش دوز ہے۔ اس کے حج کی برکت سے سب حاجیوں کا حج قبول ہوا۔ یہ بزرگ بعد فراغت سوچنے لگے کہ مصر چل کر اس ولی اللہ سے ملنا چاہیئے جس کے طفیل میں تمام حاجیوں کا حج قبول ہوا۔ یہ بزرگ مکہ سے مصر پہونچے۔ لوگوں سے دریافت کرتے ہوئے علی موقف کے مکان پر گئے اور مل کر کہا اے خواجہ مجھ کو آپ سے ایک عرض خاص ہے کہ میں کعبہ شریف گیا تھا۔ بعد ادائے حج حرم میں ٹھیرا۔ ایک بار مراقبہ میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اُترے اور میرے دائیں بائیں کھڑے ہو کر ایک نے دوسرے سے پوچھا اس سال کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا۔ اس نے کہا کسی کا قبول نہیں ہوا سوائے علی موقف کے کہ بہ طفیل اس کے جملہ حاجیوں کا حج مقبول ہوا ہے۔ اب آپ مجھ سے فرما دیں کہ کونسا عمل صالح کیا ہے جس کی وجہ سے یہ مقام و منزلت حاصل ہوئی۔ علی موقف نے کہا اے خواجہ میں نے تو آج تک حج ہی نہیں کیا ہے اور اس سال بھی نہیں گیا مگر ہاں ایک کام مجھ سے ہوا شائد اس کی برکت سے اللہ نے مجھ پر یہ فضل فرمایا ہو گا وہ یہ ہے کہ میں چند سال قبل حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ اس تکمیل کے لئے مزدوری میں سے روزانہ کچھ نہ کچھ رقم جمع کرتا تھا۔ پندرہ سال کے بعد دیکھا کہ اتنی رقم جمع ہو چکی تھی کہ گھر کا خرچ دے کر حج کا خرچا بھی اُٹھا سکتا ہوں۔ اتنے میں ایام حج بھی آ گئے اور میں اس سال حج کا ارادہ کر لیا۔ اس عرصہ میں ایک دن میری بیوی پڑوسی کے گھر آگ لینے گئی دیکھا کہ زن ہمسایہ معہ اپنی اولاد کے بکری کا گوشت بھون کر کھا رہی ہے چونکہ عورت میری حاملہ تھی اس کی خوشبو سے شوق ہوا کہ میں بھی اس کباب سے کچھ کھاؤں۔ تھوڑا

گوشت مانگا مگر اس نے باوجود مانگنے کے اسے وہ گوشت نہ دیا۔ چونکہ حاملہ عورتوں کو ایسی چیزوں کی طرف نہایت رغبت ہوتی ہے اور اس کے عدم حُصول میں رنج زیادہ ہوا وہ غمناک آبدیدہ لوٹ آئی۔ میں نے بیوی کے چہرہ پر غمی کا آثار دیکھے اور پوچھا کہ یہ رنگ کیوں اُڑا ہوا ہے؟ تو رو کر کہا اس پڑوسن کے پاس گئی تھی۔ وہ کباب بھون کر کھا رہی تھی۔ مجھے اس کی بو پسند آئی، دل ہوا کچھ میں بھی کھاؤں مگر اس نے مجھ کو کچھ نہ دیا، لاچار میں نے مانگا اس پر بھی نہ دیا۔ سامنے کھاتی رہی۔ علی موفق اس ہمسایہ کے پاس شکوہ کو گئے اور کہا اے بھائی ہم تم چند سال سے پڑوسی ہیں اور پڑوسی کا حق ثابت ہے۔ میری عورت حاملہ تمہارے گھر آئی اور تم بکری کا گوشت بھون کر کھا رہے تھے۔ گوشت کی بو سے اس کا دل بھی گوشت کھانے کو چاہا اور وہ تم سے مانگی مگر تم نے نہ دیا یہ کیسی محبت اور حق پڑوسی ہے۔ اُس پڑوسی نے کہا اے خواجہ علی کیا کہیں وہ گوشت جو ہم نے نہیں دیا وہ مردار تھا۔ ہم پر تین دن کے فاقے گذرے تھے۔ ایک بکری مردار کچرے کے ڈھیر پر پڑی ملی، ایک ران اس کی کاٹ لایا جو بھون کر کھائی۔ وہ ہم کو مباح تھی، تمہاری بیوی کو چونکہ مباح نہ تھی لہذا نہ دی۔ علی موفق کہتے ہیں جب میں نے یہ حال فقر و فاقۂ ہمسایہ کا سنا نہایت شکستہ خاطر ہوا اور گھر آ کر دل میں کہا خداوند کریم مختار ہے گھر بیٹھے میرا حج قبول فرمائے گا۔ ہمسائے کی تکلیف رفع کرنا ضروری ہے جس قدر رقم حج کے لئے جمع تھی ہمسایۂ کو دے دیا اور کہہ دیا کہ یہ لے کر اس میں کوئی تجارت کر شائد یہ معاملہ میرے پروردگار نکتہ نواز کے یہاں مقبول ہوا ہو۔

ماہ ذی الحجہ اور قربانی

آج ماہ ذی الحجہ کی 9 تاریخ ہے اور عرفہ کا دن ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر دور میں حقیقت اسلام اور روح اسلام کو پیش کرنے کے لئے زمانے کی ضرورت کے لحاظ سے پیغمبروں کو دنیا میں بھیجتا رہا ہے ہر نبی و پیغمبر نے اپنے اپنے دور میں توحید کو پیش کرتے رہے تاریخ اسلام کے صفحات اس کے گواہ ہیں۔

ان پیغمبروں میں سے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جن کی سیرت وتعلیمات کو قرآن پاک نے اسوہ نمونہ قرار دیا ہے اور ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیا۔ حقیقت میں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک طرف توحید پرست نظر آتے ہیں دوسری طرف توکل علی اللہ کا بہترین اسوہ پیش کرتے ہیں۔ وہیں فدائیانِ اسلام کے آگے راہ حق میں سب کچھ قربان کرنا ہی نہیں بلکہ لخت جگر کو بھی اللہ کی راہ میں قربان کرنے سے گریز نہیں کرتے ہیں۔ آج کے اس پر آشوب اور ہولناک ماحول میں اسوہ ابراہیمی ہمارے لئے ہدایت کا بہترین سامان فراہم کرتی ہے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام حضرت بی بی ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ایثار و قربانی کے واقعات تاریخ اسلام کے روشن صفحات ہیں۔ حضرت بی بی سیدہ ہاجرہ کے مراتب اور مقامات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام عرب کی ویران زمین پر رہنے کا حکم دیتے ہیں جہاں پانی کا قطرہ اور گھانس کا تنکا تک نہیں تھا۔ قرآن نے اس علاقہ کا نام وادی غیر ذی زرع دیا ہے۔ حضرت ابراہیم نے جب آپ کو اس مقام پر چھوڑ کر روانہ ہوئے تو فرمانے لگیں ہمیں اس مقام پر کس کے سہارے چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا اللہ عزوجل کے سہارے۔ حضرت بی بی ہاجرہ فرماتی ہیں ہم اللہ کے سہارے پر مطمئن ہیں۔ کیونکہ اللہ تبارک و

تعالیٰ پر بی بی کو کامل توکل تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی حرم محترم اور لختِ جگر کو چھوڑ کر واپس روانہ ہوتے ہیں۔ بی بی ہاجرہ اپنے لختِ جگر کے ساتھ کچھ وقت گزارتی ہیں اطراف کا جائزہ لیتی ہیں حدِ نظر تک خاموشی دیکھائی دیتی ہے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ دھوپ میں تیزی شروع ہو جاتی ہے۔ دھوپ کی شدت سے نونہال حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیاس سے تڑپنے لگتے ہیں۔ بچہ کی بے چینی اور تڑپ، ہاتھ پاؤں مارنا ماں کو بے قرار کر دیتا ہے اور پانی کی تلاش اور قافلہ کی آمد کی اُمید میں ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر دوڑنے لگتی ہے۔ ایک نہیں دو نہیں بلکہ سات چکر لگاتی ہیں۔ آخر اللہ تبارک وتعالیٰ کو ماں کی اس تڑپ و بے چینی پر رحم آتا ہے اور رحمت خداوندی سے بچہ کی ایڑیوں کی رگڑ سے زمین سے پانی نکلتا ہے۔ بی بی اس منظر کو دیکھکر خدا کا شکر بجالاتی ہے اور جب پانی کافی مقدار میں جمع ہو جاتا ہے تو زمی زمی (رک جا رک جا) کہتی ہے۔ بی بی کے زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ہی اس کنویں کا نام پڑ جاتا ہے۔ یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام و بی بی ہاجرہؓ کی یادگار ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو بی بی ہاجرہ کی پہاڑیوں پر دوڑنے کی ادا اتنی پسند آئی کہ ہر حاجی کے لئے فرض ہو گیا کہ صفا اور مروہ پر سعی کریں۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور بی بی ہاجرہؓ کی زندگی کا دوسرا اہم واقعہ جو ایک امتحان تھا فضل خداوندی سے اس امتحان میں بھی آپ کامیاب ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ذی الحجہ کی 7 اور 8 کی شب میں خواب دیکھا کہ اپنے فرزند کے گلے پر چھری پھیر رہے ہیں۔ ہر صبح اُٹھتے ہی اونٹوں کا ایک گلہ ذبح کر کے گوشت مسکینوں میں تقسیم کرتے ہیں جب 9 ویں تاریخ کو دسویں شب میں پھر وہی خواب دیکھتے ہیں تو پہچان جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی مانگ رہا ہے۔ ایثار و قربانی کے جذبہ کا یہ عالم کہ خوشی خوشی لختِ جگر کو قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے خواب کا ذکر کرتے ہیں۔ بیٹا خوشی کے ساتھ اللہ کی راہ میں قربان ہونے تیار ہو جاتا ہے۔ باپ اور بیٹا قربان گاہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں باپ، بیٹے اور ماں کو شیطان ورغلانے کی کوشش کرتا ہے کہ ایک خواب کے بدلے میں بیٹے کی قربانی کہاں کی عقلمندی ہے؟ باپ، بیٹے اور ماں اس پر پتھر اور کنکر پھینکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان مخلص بندوں کی یہ ادا اتنی پیاری لگی کہ حج میں تمام حاجیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ بھی کنکریاں ماریں۔

باپ اور بیٹا کا یہ قافلہ قربان گاہ پہونچتا ہے۔ باپ خواب کو حقیقت کا روپ دینے کے لئے فرزند کو زمین پر لٹاتا ہے، گلے پر چھری اور زبان سے اللہ کی حمد، بڑائی و کبریائی کا ذکر ہوتا ہے، میری نماز، میرا طریق، میری موت اور میری حیات اللہ کی راہ میں قربان ہو۔ جو کئی جہانوں کا پالنے والا ہے اور جس کا کوئی شریک نہیں مجھے اسی چیز کا حکم دیا گیا ہے اور میں اس حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والوں میں سے پیش پیش ہوں۔ فرشتوں کی زبان سے **اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد** کی تسبیح جاری ہوتی ہے۔ چھری ایک دنبے کی گردن پر چلتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آنکھ کھولتے ہیں تو فرزند کی خون آلودہ نعش کے بجائے ایک دنبہ ذبح ہوا دیکھتے ہیں اور فرزند مسکرائے کھڑے نظر آتے ہیں۔ آنکھیں اللہ تعالیٰ کی رحمت وکرم وانعام سے نم ہو جاتی ہیں اور خدا کا شکر بجالاتے ہیں اس کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔ آپ کی ساری زندگی قربانی و ایثار میں گزری ہے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے گھر بار کو چھوڑا، آگ میں جلنا منظور کیا، بیوی و بچے کو اپنے سے دور کر دیا۔ اپنے اکلوتے جگر گوشے کو بھی قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہ قربانی دراصل حضرت ابراہیمؑ کی بے مثال اطاعت الٰہی کی یادگار ہے۔ دوسری طرف ہمیں جان و مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے اور صبر سے کام لینے کی ہدایت دیتی ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے صحابہ نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ قربانی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ

السلام کی سنت ہے۔ اسلام میں ہر ایک عمل پر نیکی ہی نیکی ہے۔ بعض اعمال ایسے بھی ہیں جس میں بہت اجر ملتا ہے۔ ان میں ایک قربانی بھی ہے۔ حضرت نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ قربانی کے ہر بال پر نیکی ملتی ہے۔ قربانی ہر آزاد اور صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ جانور تندرست اور بے عیب ہونا چاہیئے۔ قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد سے 12 / ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک، نماز عید سے قبل قربانی دینا ممنوع ہے۔ قربانی کا گوشت تین حصوں میں یعنی ایک حصہ گھر کے لئے، دوسرا حصہ عزیز و اقارب کے لئے اور تیسرا غرباء میں تقسیم کریں۔ قربانی کی کھال قصاب کو اُجرت میں نہ دیں اور نہ تعمیری کاموں میں اس کی رقم لگائیں۔ کھال اس کو دیجئے جو زکواۃ لینے کا مستحق ہو۔ کھال دینی درسگاہوں کو دینا احسن ہے یہ ثواب جاریہ بھی ہے۔ کسی وجہ سے قربانی کے آیام میں قربانی نہ ہو سکے تو قربانی کا جانور یا اس کی قیمت خیرات کردیں۔ رات کو قربانی کرنا مکروہ ہے۔ جن پر قربانی واجب ہے ان کو چاہیئے کہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائیں۔ سورہ الکوثر میں ارشاد ہوا ہے ترجمہ: آپ خالص اپنے رب کے واسطے نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ اس آیت میں قربانی کی اہمیت بتلائی گئی ہے اور ان افراد کا منہ بند کردیا گیا ہے جو قربانی کو غیر ضروری اور بے کار سمجھتے ہیں اور جو قربانی کی رقم کو کسی اور نیک کام میں خرچ کردینا ہی زیادہ موجب ثواب سمجھتے ہیں۔ جبکہ ارشاد نبی اکرم ﷺ ہے قربانی کے ہر بال پر نیکی ملتی ہے۔ اگر قربانی کی رقم کسی نیک کام پر خرچ کردیں تو پھر قربانی کے ہر بال پر نیکی کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے ؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قربانی کو نماز کے ساتھ بیان فرما کر بتادیا کہ قربانی بھی نماز کی طرح تمام اُمت پر فرض ہے۔

ایام تشریق نویں (9) ذی الحجہ کی فجر سے تیرہویں (13) ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے ختم پر تکبیر پڑھنا تکبیر تشریق کہلاتی ہے وہ یہ ہے۔ **الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله والله اكبر الله اكبر و لله الحمد**

عیدالاضحیٰ

آج ماہ ذی الحجہ کی 10 تاریخ ہے اور عیدالاضحیٰ کا دن ہے۔

قارئین کو عید مبارک۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام اور بی بی ہاجرہ کی ایثار و قربانی کا دن ہے۔ یہ دن اُمت محمدیہ کو ایثار و قربانی کا درس دیتا ہے۔ زندگی اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے جینے کا درس دیتی ہے۔ وقت پڑنے پر اپنا مال، اولاد اور وقت کو قربان کرنا آج کا یہ دن سکھاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کو حکم دیا کہ آپ اپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھیئے اور قربانی کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے توسط سے پوری اُمت کو قربانی کا حکم دیا۔ یہ قربانی صرف اور صرف رب العالمین کی خوشنودی کے لئے ہونا چاہئے۔ اس میں نام و نمود، شہرت اور قربانی کے جانور پر بے جا خرچ نہیں کرنا چاہئے۔ ہر عمل بالخصوص قربانی میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے۔ اگر قربانی میں اخلاص نہیں تو قربانی نہیں۔ سورہ الحج کی آیت 37 میں واضح انداز میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے پاس قربانیوں کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ تمہاری تقویٰ پہنچتا ہے۔ یہ تقویٰ دراصل اخلاص ہے۔

صحابہ کرام نے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ سے دریافت کیا اے اللہ کے رسولؐ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا تمہارے باپ

ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔صحابہ نے پوچھااس پر عمل کرنے میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے۔آپؑ نے فرمایا ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی ہے۔حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ کوئی عمل قربانی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔اور یہ قربانیاں قیامت کے دن اپنے سینگوں' بالوں اور کھروں کے ساتھ لائے جائیں گے۔اور قربانی کے خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس قبول ہوجاتا ہے۔ایک روایت سے علم ہوتا ہے کہ پل صراط پر یہ جانور ہماری سواریاں ہوں گی۔

ہر بالغ' عاقل جو نصاب کا مالک ہو قربانی کرنا واجب ہے۔نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی' اور ساڑھے سات تولہ سونا یا اس کی قیمت یا اس قیمت کی مالیت کا سامان ہو۔قربانی کا گوشت مستحب یہ ہے کہ تین حصوں میں تقسیم کریں۔ایک حصہ خود کے لئے' دوسرا رشتہ دار کے لئے' اور تیسرا فقراء وغرباء کے لئے۔تمام کا تمام خیرات بھی کرسکتے ہیں۔قربانی سنت ابراہیمی ہے۔اس موقعہ پر غریب رشتہ داروں' غرباء ومساکین کا بھی خیال رکھیں۔عید کی خوشی میں دوسروں کو بھی شریک کرکے انہیں بھی عید منانے کے ذرائع فراہم کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ترک دنیا

آج ماہ ذی الحجہ کی 11 تاریخ ہے۔

ترک دنیا دراصل ترک حب دنیا ہے۔اسباب دنیا سے دل نہ لگائیں۔حضرت مہدیؑ نے فرمایا ہے۔''ایمان خدا کی ذات ہے جس کا ایمان خدا کی ذات ہوتا ہے وہ دنیا کو محبوب نہیں رکھتا۔

فقراء کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے ترک دنیا لازمی ہے۔اس کے بغیر اس جماعت میں شمار نہیں ہوسکتا۔ان کا بہت بڑا مقام نہ صرف اس کرہ ارض پر ہے بلکہ آسمانوں میں بھی ہے۔حضرت عبدالرحمٰن بن سابطہ کہتے ہیں میں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا، قیامت میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو حساب کے لئے جمع کرے گا تو فقراء اور مومنین پھدکتے ہوئے آئیں گے جیسے کبوتر پھدکتا ہے۔ان سے کہا جائے گا حساب کے لئے ٹہرو، وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی حساب نہیں پروردگار عالم فرمائے گا میرے بندوں نے سچ کہا ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اسلام میں کسب جائز ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے کسب کی اجازت دی ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے دریافت کیا کہ ایک شخص کسب کرکے مالداری کے بعد دنیا کو چھوڑتا ہے اور دوسرا بغیر کسب معاش کے مفلس محتاج رہ کر ترک دنیا کرتا ہے۔ان دونوں میں کیا فرق ہے۔آپ نے فرمایا زمین وآسمان کا فرق ہے۔جس قدر مال چھوڑے گا اسی قدر زیادہ ثواب کا مستحق ہوگا اس کے برخلاف جو اللہ والے ہوتے ہیں جو متوکل علی اللہ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ زمین پر چلنے والے کا رزق اللہ پر واجب ہے اپنی ضروریات کو خدا کو سونپ کر ذکروفکر میں محو ہوجاتے ہیں۔

ایک بار حضرت محمد ﷺ سے اصحابؓ نے پوچھا کہ ''یا رسول اللہ ایمان کی علامت کیا ہے تو فرمایا اللہ کی محبت (پھر پوچھا کہ) اللہ کی محبت کی علامت کیا ہے تو فرمایا قرآن کی محبت، کہا قرآن کی محبت کی علامت کیا ہے تو فرمایا نبیؐ کی محبت، نبیؐ کی محبت کی علامت کیا ہے تو فرمایا نبیؐ کی اتباع، کہا اتباع کی علامت کیا ہے کہا ترک دنیا، ترک دنیا کی علامت کیا ہے فرمایا تین چیزیں (1) مفقود کو چھوڑنا (2) موجود کو ایثار کرنا

(3)مال وجاہ کی محبت سے دل سرد ہوجانا۔

یہ دنیا ہی ہے جو تارک الدنیا کی راہ میں خلل ڈالتی ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔ایک شخص حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور فرمائیں دنیا کیا ہے۔حضرتؐ نے ارشاد فرمایا دنیا تیرا نفس ہے جب تک تو اس کو فنا کردے تو پھر تیرے لئے دنیا نہیں۔

ترک دنیا کا تعلق ولایت سے ہے۔حضرت مہدی موعودؑ نے سورہ ہود کی آیت نمبر 15 اور 16 "**مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ ...... مَّاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ** "

ترجمہ: جولوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کے طالب ہیں تو ہم ان کے اعمال کا بدلہ دنیا میں ہی پورا بھگتا دیں گے۔اور اس میں ان کو کچھ کمی نہ ہوگی۔یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش جہنم کے سوا کچھ نہیں اور جو کچھ یہاں کیا تھا سب اکارت ہوگیا اور جو کچھ آئندہ کریں گے وہ بھی ضائع ہوگا۔

اس آیت سے ترک دنیا کو فرض فرمایا ہے۔

حدیث" **حب الدنيا راس كل خطئة** " یعنی دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے اور ایک حدیث **اُترکو الدنیا لاھلھا** ... یعنی دنیا کو اہل دنیا کے لئے چھوڑ دو۔ان احادیث سے ترک دنیا کا ذکر ملتا ہے۔اور فرمان حضرت مہدیؑ ہے کہ "**ورائے ترک دنیا ایمان نیست** "۔ترک دنیا کے بغیر ایمان نہیں۔

ترک دنیا فرائض ولایت میں سے ایک فرض ہے۔اس فرض کو حضرت مہدی موعودؑ نے عمل صالح فرمایا ہے۔ترک کے معنی چھوڑنے کے ہیں یعنی کوئی چیز کو ترک کیا جارہا ہے۔ترک دنیا آیات قرآنی اور احادیث کی روشنی میں اسلام کا ایک اہم فرض ہے۔طلب دیدار خدا اور حصول دیدار کی پہلی منزل ہے بغیر اس کے دیدار حاصل نہیں ہوسکتا۔حضرت مہدی موعودؑ نے بحکم خدا ترک دنیا فرض فرمایا۔کسب کرو تو یہ ارادہ رکھو کہ میں اپنی عمر کے کس حصہ میں ضرور ترک دنیا کروں گا۔ترک دنیا کے معنی ہوئے ترک ہستی وخودی کے جو شخص اموال واولاد وغیرہ میں مشغول ہوگا وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوجائے گا۔حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا خدا سے غفلت حرام ہے اور جو چیز موجب غفلت ہے وہ بھی حرام ہے۔یا یوں سمجھئے کہ ہر وہ چیز جو غفلت کا سبب بن جاتی ہے دراصل وہ دنیا ہے اور اس کا ترک کرنا فرض ہے۔

ترک دنیا کا مقصود حاصل نہیں ہوتا جب تک بارہ اُمور ترک نہ کریں۔شارع عقیدہ شریفہ نے یہ بارہ اُمور بتلائے گئے ہیں (1) ترک خودی (2) ترک عزت (3) ترک لذت (4) ترک شرک خفی وجلی (5) ترک کفر (6) ترک نفاق (7) ترک رسم (8) ترک بدعت (9) ترک عادت (10) ترک رعایا (11) ترک اخلاق ذمیمہ (12) ترک گناہ ظاہری وباطنی

فقیر کا مطلوب، مقصود اللہ کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا۔اس کی اپنی مرضی نہیں بلکہ اللہ کی مرضی ہوجاتی ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جاہ ومرتبہ، قوت واقتدار سے دور بھاگے۔ہجوم سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔لیکن خلق پر ہمیشہ شفقت کرتے رہے۔اور ہمیشہ ایثار سے کام لے۔ اس کے پاس دنیا کی کوئی چیز ہو، نہ اسے کسی چیز کے ملنے کی خوشی ہو اور نہ کسی چیز کے تلف کرنے سے رنج ہو۔وہ ذکر وفکر، مراقبہ ودعا، عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔اس کے لئے حاضری مرشد سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔فقیر کو چاہیئے کہ حاضری مرشد کی رکھے اس کی خاموشی فکر کے

ساتھ ہو،اس کی گفتگو ذکر کے ساتھ ہو۔حضرت شاہ خوندمیرؓ نے فرمایا اگر کوئی تارک الدنیا شخص عالیت کی جگہ چھوڑ کر روٹی کے واسطے دوسرے دائرہ میں جاتا ہے تو اس کے لئے کوئی حصہ دین سے حاصل نہ ہوگا یہ اللہ واسطے نہ ہوگا۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ پہلے دل میں اللہ ورسول اللہ ﷺ کی محبت ہونی چاہیئے اس کے ساتھ دل میں خدا کی طلب رکھنا چاہیئے ۔شریعت کی پابندی کا ہر حال میں خیال رکھیں ۔اس کے ساتھ خاموش رہنے کی عادت ڈالیں ۔غیر ضروری باتوں سے پرہیز کریں ۔دم و قدم کی حفاظت کریں۔گروہ میں کاسبین شریعت کی پابندی کرتے ہوئے رفتہ رفتہ ترک دنیا سے قریب ہوجاتے ہیں۔عمر کے ایک حصہ میں فرض ترک دنیا کی تکمیل کرتے ہیں۔جب ترک دنیا کرتے ہیں تو یہ سفراطمینان کا ضامن بن سکتا ہے۔روحانی سعادتیں دنیا ترک کرنے پر ہی حاصل ہوتی ہیں۔ترک دنیا دراصل حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کی اتباع بھی ہے۔غرض ہر مہدوی ترک دنیا کا خیال وشوق اپنے دل میں رکھےاور اس پر عمل کرنے کی اللہ سے دعا کرتے رہے۔

عالم

آج ماہ ذی الحجہ کی 12 تاریخ ہے ایک مضمون بعنوان ''عالم'' سماعت کیجئے۔

عالم دین کا طبیب ہے۔عالم میں خوبیاں ہی خوبیاں ہوتی ہیں۔جس کا ظاہر و باطن ایک ہے وہی عالم ہے۔بارش جس طرح زمین کو تر کرتی ہے اس طرح عالم کی صحبت سے عبادت کا ذوق وشوق اور خدا کا ڈر وخوف پیدا ہوتا ہے۔عالم بردبار' حلیم الطبع 'اور صاحب وقار ہوتا ہے۔عالم دنیا کی طرف مائل نہیں ہوتا۔دنیا والوں کے پاس بیٹھ کر اپنے علم کو میلا نہیں کرتا۔عالم سے ایک گھنٹہ کی گفتگو دس برس کے مطالعے سے بہتر ہے۔

عالم کی تعریف حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اس طرح فرماتے ہیں۔عالم وہ لوگ ہیں جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔یعنی عمل ہی بندگی ہے۔عالم کا درجہ بہت بلند ہے اس پر ذمہ داریاں بھی بہت ہوتی ہیں۔عالم کے مقام و مرتبہ کے تعلق سے حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔دنیا کے عالم انبیاء کے وارث ہیں۔ہر عالم کو اس فرمان کی لاج رکھنا چاہیئے۔عالم کو جہاں اتنا بڑا اعزاز ہے وہیں بے عملی پر عام افراد سے زیادہ عذاب دیا جاتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔جاہل کو ایک دفعہ عذاب دیا جائے گا اور عالم کو سات دفعہ۔

عالم کو زندگی کا ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑتا ہے تاکہ علم کی بے حرمتی نہ ہو۔حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں وہ عالم اللہ کے دشمن ہیں جو امیروں کے پاس جاتے ہیں۔اور وہ امیر حق تعالیٰ کے دوست ہیں جو عالموں کے پاس جاتے ہیں۔ہر ایک کی نظر عالم پر ہوتی ہے وہ دیکھتے ہیں کیا کہہ رہا ہے' کس طرح اس کا عمل ہے۔عالم کو دیکھ کر ہی علم سیکھا جاتا ہے۔حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں جب عالم کی لغزش ہوتی ہے تو اس سے دنیا لغزش میں پڑ جاتی ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ عام افراد کو عالم پر کامل بھروسہ اور اعتماد رہتا ہے۔اور بغیر شک وشبہ کے اس کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔اس اعتقاد سے لغزش کی بھی پیروی ہوجاتی ہے۔اس طرح کا عملی اعتقاد اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے۔غرض عالم کا ہر عمل قرآن واحادیث اور فرامین امامنا علیہ السلام پر ہو۔اس کو لغزش کا امکان نہیں رہتا۔

عالم وہی ہے جو باعمل ہے۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں عالم اگر حقیر حالت میں ہو اسے ذلیل نہ سمجھو۔آج ہماری نظریں ظاہری شان وشوکت، عمدہ لباس کی متوجہ رہتی ہے۔وہ عالم جو سادگی سے زندگی گزارتا ہے اور سادہ لباس پہنتا ہے، ہم اس کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہوتے۔یہ آج کی فطرت انسانی ہے۔حضرت فضیلؒ فرماتے ہیں مجھے رونا آتا ہے جب میں عالم کے ساتھ دنیا کو کھیلتا دیکھتا ہوں۔حضرت کا یہ ارشاد اُن کے زمانے کا ہے موجودہ دور میں کیا کیفیت ہے اس کو بیان نہیں کروں گا۔اشارہ کافی ہے۔

عالم کے علم کی قدر افزائی ضروری ہے۔ہم فانی چیزوں کی قدر کرتے ہیں۔علم جو باقی رہنے والا ہے اس کی بھی قدر کریں۔حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں عالموں کی سیاہی کا پلہ شہیدوں کے خون سے زیادہ بھاری ہے۔یہ علم کی فضیلت ہے جو عالم کو حاصل ہو رہی ہے۔قیامت میں سب سے بڑھ کر بدبخت وہ عالم ہے جس کے علم پر لوگ تو عمل کریں مگر وہ خود عامل نہ ہو۔

عالم بننا اور باعمل بننا اللہ تعالیٰ کے کرم پر منحصر ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ یہ دعا کریں ہر دور میں باعمل عالم دنیا میں پیدا کرے تاکہ لوگ ان سے رغبت وصحبت میں رہ کر علم دین حاصل کرسکیں۔آمین

حرام اور گناہ

آج ماہ ذی الحجہ کی 13 تاریخ ہے۔ایک مختصر مضمون ''حرام اور گناہ'' پر سماعت کیجئے۔

ہم واعظین سے سنتے آئے ہیں یہ حلال ہے یہ حرام ہے۔کسب حلال اختیار کرو حرام سے بچو۔اللہ تعالیٰ ان کی عبادتوں کو قبول نہیں کرتا جن کا جسم کسب حرام سے پلتا ہے۔جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے تمام اعضاء گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ کسب حرام کتنا بڑا گناہ ہے۔کسب حرام ایسا گناہ ہے کہ کوئی نیکی اس کا تدارک نہیں کرسکتی۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''حرام پیسے سے خریدے ہوئے کپڑے میں نماز قبول نہیں ہوتی۔اس لئے حضرت محمد مصطفیٰؐ تاکید فرماتے ہیں حرام چیزوں اور حرام باتوں سے بچتے رہو۔ہمیں اس سلسلے میں کتنی احتیاط کی ضرورت ہے اس ارشاد گرامی سے اندازہ لگا لیجئے۔آپؐ ارشاد فرماتے ہیں ایسا اشارہ بھی حرام ہے جس سے کسی کو رنج ہو۔ہمیں ہر روز اپنی زندگی کا جائزہ لینا ہے اور دیکھنا ہے کہ کہیں ہم سے کوئی غلطی نہ ہو۔

حرام کاموں سے نہ صرف خود کو روکیں بلکہ دوسروں کو بھی روکیں۔یہ مومن کا کام ہے۔زندگی اور آخرت کو تباہ کرنے والی حرام کمائی سے حرام مال سے صدقہ دینے والا ناپاک کپڑے پیشاب سے دھونے والے کے مثل ہے۔نفس کا اختیار ہمارے پاس ہے ہم نفس کو حرام کاموں سے نہ صرف روکیں بلکہ راغب ہونے بھی نہ دیں۔

دنیا کی محبت بھی حرام ہے اس کو دینی کاموں کی حد تک استعمال کریں۔دنیا کی محبت کتنا نقصان پہنچاتی ہے۔ایک بزرگ فرماتے ہیں معرفت الٰہی ان پر حرام ہے جن کے دل میں دنیا کی محبت رائی کے دانے جتنی بھی ہو۔ایک کنکر کی اُتنی بھی دنیا سے محبت ہوگئی تو عبادت کی حلاوت نصیب نہ ہوگی۔اس لئے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے ترک دنیا فرض فرمایا ہے تاکہ عبادت کی حلاوت پاسکیں۔اور طلب

دیدار تعالیٰ کی منزل پر گامزن رہ سکیں۔

حرام، حرام ہی رہتا ہے اس کو مختلف حیلے، بہانے سے حلال نہیں ہو جاتا۔ قدرت نے جس کو حرام قرار دیا ہے اس کو حرام ہی رکھیں۔ قدرت کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ خدا کے عذاب سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں زندگی کے ہر قدم پر حرام کاموں سے بچائے۔ آمین۔

گناہ: گناہ کو کوئی عزیز نہیں رکھتا بلکہ سب نفرت کرتے ہیں۔ لیکن پھر بھی گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ گناہ سے ڈریں گناہ کے کام میں قتل، چوری، غبن، رشوت خوری، شراب نوشی، زنا کاری، جوا وغیرہ گناہ ناسور ہوتے ہیں۔ اگر ترک نہیں کریں گے تو یہ بڑھتے ہی جائیں گے۔ یہ بات بھی ہمیشہ یاد رہے جو کام نبی اکرمؐ کے حکم کے خلاف ہو وہ بھی گناہ ہے۔

کسب حرام ایسا گناہ ہے کہ کوئی نیکی اس کا تدارک نہیں کر سکتی۔ اسلئے کہ جو شخص حرام کھاتا ہے اس کے تمام اعضاء گناہ میں پڑ جاتے ہیں۔ جو فرد یا جو قوم گناہ اور بدکاری میں مبتلا ہو جاتی ہے خدا تعالیٰ اس پر مصائب کا نزول فرماتا ہے۔ اس کی زندہ مثال قوم ثمود اور قوم عاد ہے۔ جب یہ قوم بدکاری میں پڑ گئی تو اللہ تعالیٰ اس پر عذاب نازل کیا۔

قرآن تعلیم دیتا ہے کہ گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو۔ بہت بڑا گناہ یہ بھی ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ تو توبہ قبول کرتا ہے مگر انہی لوگوں کی جو نادانی میں گناہ کر بیٹھتے ہیں اور جلدی سے توبہ کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو عمر بھر تو گناہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان میں سے جب کسی کی موت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں میری توبہ۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ سب سے بڑا گناہ والدین سے سرکشی ہے۔ والدین کی خدمت کو ترجیح دیں اس کے بعد اہل وعیال پر۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں گناہ گار کا دل کثرتِ بُرے عمل کی وجہ سے کالا ہو جاتا ہے۔ ایسے افراد کے لئے آخرت میں عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بُرے عمل سے بچائے۔ اور نیک عمل کی توفیق دے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ فرماتے ہیں استغفار کثرت سے پڑھا کرو۔ گناہ کا خیال نہ آئے گا اور گناہ کم ہو جائیں گے۔ آپؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مانند ہے۔ گناہ ہونے پر صدق دل کے ساتھ توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے وہ بندوں کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔ آپؓ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں گناہوں کو اپنی نیکیوں سے مٹاؤ۔ گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً خدا کو یاد کر کے گناہوں کی معافی مانگیں۔ اور اپنے گناہ پر نادم و شرمسار ہو جائیں۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں گناہ پر نادم ہونا اس کو مٹا دینا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہمیشہ اس طرح دعا کرتے تھے۔ ''خدایا مجھے خدمت خلق کی توفیق عطا فرما اور میرے گناہوں کو بخشدے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے شب معراج میں جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا۔ آپ گناہگاروں پر عذاب ہوتا ہوا دیکھا۔ یہ جاننے کے بعد بھی مسلمان گناہ کرنے سے باز نہیں آتے۔ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں۔ ''تعجب ہوتا ہے اس پر جو دوزخ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔'' یہ بات ہمیشہ یاد رہے روح ہمارے جسم میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے۔ روح کی راحت گناہ نہ کرنے میں ہے۔

آیئے ہم اپنی روح کو راحت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے گناہ سے باز رہیں۔ اور نیک عمل کرتے رہیں۔ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اور اس پر کاربند رہنا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں یہی توفیق عطا کرے۔ آمین

حضرت بندگی میاں ملک گوہر رضی اللہ عنہ

آج ماہ ذی الحجہ کی 14 تاریخ ہے اور حضرت بندگی میاں ملک گوہرؓ کی وفات کی تاریخ ہے۔

حضرت بندگی ملک گوہرؓ کے سنِ ولادت اور مقام ولادت کی تفصیل تاریخ اس کی آگاہی سے قاصر ہے۔ابتداً حضرت ملک گوہرؓ بنگالہ کی امارت ومنصب پر فائز تھے اور خزانہ داری کی خدمت آپ کے حوالے تھی جو اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ آپ بادشاہ وقت کے قابل بھروسہ ومعتمد تھے۔شواہد الولایت میں لکھا ہے کہ آپ بادشاہ گجرات کے مصاحبین خاص میں سے تھے۔پھر مالوہ میں سلطان غیاث الدین کے ایوانِ حکومت میں امارت ومنصب حاصل کی۔سلطان آپ کی سیرت ومروّت میں حسنِ اخلاق وسلوک سے خوش ہوکر اپنے خاص مقرّب امراء میں شمار کرتا تھا۔

تمام قومی کتب میں آیا ہے کہ ایک روز ایک کیمیا گر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ مجھے اکسیر بنانا معلوم ہے، اگر آپ ضروری چیزیں مہیا کریں تو اکسیر تیار کی جاسکتی ہے۔بادشاہ اس کام کو رازداری سے کرنے کے لئے حضرت ملک گوہرؓ کا انتخاب کرتا ہے کہ وہ اس کیمیا گر کو تمام چیزیں مہیا کریں جن کی نشاندہی کی جائے۔حسب ایماء منشائے شاہِ وقت آپ تمام چیزیں منگوا کر حوالے کرتے ہیں۔کیمیاء کی تیاری کے دوران کیمیا گر آپ کے اخلاق وعادات اور آپ کے حسن سلوک کے جذبہ سے بہت متاثر ہوتا ہے۔ان دونوں میں دوستی اور محبت ہوجاتی ہے اور آپ کو کیمیا بنانے کا ہنر سکھلاتا ہے اور ساتھ ہی کچھ مقدار اکسیر بھی دیتا ہے۔جس کو آپ ایک ڈبہ میں رکھ لیتے ہیں۔

حضرت ملک گوہرؓ زمانہ کسب ہی سے طالبِ خدا تھے۔اور اکثر اوقات طلب خدا کی باتوں میں رہا کرتے تھے۔علمائے زمانہ سے بعثت حضرت مہدی موعودؑ کے تعلق سے سنا کرتے تھے۔حج کا ارادہ فرمایا اور سلطان غیاث الدین سے اجازت چاہی۔بادشاہ آپ کے کمال درجہ شوق وطلب کو دیکھ کر رخصت دی۔آپ مالوہ سے حج کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔دورانِ سفر میں آپ گجرات پہونچے تو وہاں پہلے ہی سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی آمد کی خبر گرم اور مشہور ہوچکی تھی۔خاص وعام ہر ایک کی زبان پر حضرت مہدی موعودؑ کے بیان قرآن کا چرچا تھا۔ایک روز اتفاق سے آپ کی ملاقات حضرت مہدی موعودؑ سے ہوجاتی ہے۔اس ملاقات کا تیر آپ کے دل پر ایسا لگا کہ امارت ووزارت کو چھوڑ کر بیعت وتلقین کا شرف حاصل کیا اور ہجرت میں حضور کے ساتھ ہوگئے۔اس طرح ساتھ رہے کہ حضور مہدی موعود علیہ السلام کے پردہ فرمانے تک ساتھ نہیں چھوڑا۔ہجرت کی کٹھن منزل پر فقر وفاقہ کی حالت میں بھی صبر واستقامت کا مظاہرہ کرتے رہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ السلام سانتیج، پٹن، بڑلی، جالور، ناگور اور جیسلمیر سے ہجرت فرماتے ہوئے ٹھٹھ سندھ تشریف لائے۔آمد خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے قبل ٹھٹھ میں ہر ایک کی زبان پر آپ کا چرچا تھا۔علماء نے حاکم ٹھٹھ جام ندا کو حضرت کے خلاف ورغلا دیا تھا۔جب آپ مع اصحاب ٹھٹھ تشریف لائے تو جام ندا نے علماء کو مباحثہ کے لئے بھیجا لیکن دنیا دار علماء حقیقت کو دل میں جگہ دینے کے بجائے جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس لوٹ گئے اور حاکم وقت کو حضرت کے قتل کی ترغیب دی۔حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے یہ جو پیشین گوئی کی تھی کہ علماء اور فقہائے وقت امام مہدی علیہ السلام کے سخت مخالف رہیں گے۔دورانِ ہجرت کے واقعات نے سچ ثابت کر دکھایا جہاں جہاں سے امامنا علیہ السلام

کا اخراج ہوا ہے اس کے پیچھے دنیا دار علماء کا ہاتھ رہا ہے۔ ٹھٹھ میں بھی حاکم وقت جام نندا، ان دنیا دار علماء کی باتوں میں آ کر دریا خان نامی سپہ سالار کو حضرت کے اخراج کا حکم دیا اور فرمایا کہ اگر وہ حکم کی تعمیل نہ کریں تو قتل کر دیا جائے۔ دریا خاں فوج لیکر دائرہ کا محاصرہ کر لیتا ہے، دریا خاں کے مع فوج آنے کی اطلاع حضور مہدی موعودؑ کو دی جاتی ہے۔ آپ اصحاب کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے اپنے ہتھیاروں کو صاف کر لیں اور دائرہ کے اطراف کانٹوں کی باڑھ لگادیں۔

ملک گوہرؓ کی خواہش و آرزو یہ رہتی ہے کہ کسی طرح سے بھی دشمن کو شکست دی جائے۔ مہدی موعودؑ کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں۔ حضور کی رضا ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ 12 ہزار سپاہی سوار، تمام ہتھیاروں سے مسلح، باقی سب سامان جنگ اور لشکر کے سفر خرچ کے ساتھ تھوڑی ہی مدت میں بغیر کسی محنت و شفقت کے تیار کی جاسکتی ہے۔ اور اگر بارہ سال تک بھی جنگ ہو تو اس لشکر کے لئے اسباب کی فراہمی کی فکر کی ضرورت لاحق نہ ہوگی۔ یہ سن کر حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ اتنی فوج کی تیاری کہاں سے کرو گے۔ ملک گوہرؓ عرض کرتے ہیں بندہ کے پاس زرِ خاص بنانے کی اکسیر تیار ہے اس کے ذریعہ سے ہم جنگی سامان کا بندوبست کر سکتے ہیں۔ حضورؑ نے دریافت فرمایا وہ کتنی ہے، آپؓ نے وہ ڈبہ حاضر کر دیا جس میں اکسیر تھی۔ حضورؑ نے دریافت کیا اگر یہ سب کچھ صرف ہو جائے تو پھر کیا کرو گے؟ حضرت ملک گوہرؓ نے عرض کیا اس کا نسخہ مجھے معلوم ہے جس قدر چاہے بنالے سکتے ہیں۔ یہ سن کر خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا ''میاں گوہر اس دنیوی بت کو بغل میں دبائے ہوئے تم اب تک بندہ کی صحبت میں رہے'' اصحاب سے فرمایا ان کو دائرہ سے باہر کر دو۔

حضرت ملک گوہرؓ حکم مہدی موعودؑ کی تعمیل کرتے ہوئے اور اپنے آپ پر لعنت و ملامت بھیجتے ہوئے دائرہ سے باہر چلے جاتے ہیں۔ اس طرح عشق و عقیدت مہدیٔ موعودؑ کو اور جلا ملتی ہے۔ دائرہ سے تو نکل جاتے ہیں لیکن کسی اور مقام کو جانے کے بجائے حدودِ دائرہ کے باہر قیام کرتے ہیں۔ جہاں زمین آپؓ کا فرش اور آسمان سائبان رہتا ہے۔ نہ تو دھوپ کی گرمی کی فکر رہتی ہے اور نہ باد و باراں کا خیال۔ پس صحبتِ امامنا سے جدائی اور دوری گراں اور نا قابل برداشت رہتی ہے۔ ان لمحات جدائی میں مسلسل اشکبار رہتے ہیں۔ اس حال میں آپ نے مسلسل تین دن بغیر کچھ کھائے پیئے، آہ و زاری میں گزارے۔ عموماً اصحاب کرامؓ آپ کی اس حالت اور عشق امامنا سے بہت متاثر ہوئے اور خصوصاً شاہ نعمتؓ سے یہ کیفیت دیکھی نہیں گئی۔ آپ خلیفۃ اللہ کے حضور میں تمام ماجرا عرض کرتے ہیں۔ خلیفۃ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''ملک گوہر سے کہو اگر وہ بندہ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہے تو اس بت کو باہر پھینک دے اور سچے تارک الدنیا بن کر صحبت میں رہیں۔ حضرت شاہ نعمتؓ کے ذریعہ یہ مژدہ جانفرا سن کر ملک گوہرؓ کی جان میں جان آ گئی۔ حضرت ملک گوہرؓ اکسیر بے نظیر کا ڈبہ امام علیہ السلام کے حضور میں پیش کر دیتے ہیں۔ حضور مہدی موعودؑ بہت خوش ہوتے ہیں آپ کی رجوع کو قبول فرما کر بشارت دی کہ ''ملک گوہر'' ''گوہر ولایت'' اور ''گوہر لا قیمت'' ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ صحبت امامنا جن کو نصیب ہو جاتی تھی وہ مال و دولت، منصب و امارت، جاہ و عزت، ملک و وطن اور بیوی بچے، عزیز و اقارب سب کو چھوڑنے کے درپے ہو جاتا تھا۔

حضور مہدی موعودؑ نے میاں سلام اللہؓ کو طلب کر کے فرمایا کہ اس اکسیر کو کسی ویران کنویں میں ڈال دو تاکہ کسی کے ہاتھ نہ لگے اس کے بعد میاں سلام اللہؓ نے کنویں میں ڈال دیا اکسیر کا ایک معمولی حصہ جو کنارہ پر گر گیا، بطور واقفیت اسے لے کر ایک تانبہ کے لوٹے کو گرم کر کے اس پر ڈالا تو وہ زرِ خالص بن گیا۔ حضور مہدی موعودؑ کے حضور سارا واقعہ بیان کیا۔ جس کو سن کر حضرت مہدی موعودؑ نے ملک گوہرؓ کے حق میں بشارت

شمس وقمر سے روشن تر دے کرفر مایا کہ ان کے صدق کا کیا امتحان کرتے ہو کہ، گوہر، گوہر ہے۔ اور یہ بشارت بھی دی کہ جو مشقت اس کیمیا کو اٹھا رکھنے میں برداشت کی ہے اس کو بھی حق تعالیٰ نے قبول فرمایا ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے ٹکڑے کر کے سویت کر دو اور میاں سلام اللہ کو اس سویت میں اپنا حصہ لینے سے منع فرمایا۔

زر خالص کی سویت ہو جانے کے بعد اکثر مہاجرین اپنی اپنی ضروریات کی چیزیں خریدنے کے لئے شہر گئے اور نماز عصر کے وقت حاضر نہ ہو سکے۔ حضرت مہدیؑ نے میاں سلام اللہؓ سے فرمایا دیکھو اس تھوڑی سی متاع دنیا نے ان کو جماعت اور بیان قرآن اور بندے کی صحبت سے باز رکھا۔ اگر وہ سب ہوتا تو معلوم نہیں کیا ہوتا۔ الغرض حاکم ٹھٹھ کی مخالفت میں گئے بغیر اتنا لکھنا ضروری ہے کہ مخالفت کا مقصود صرف یہی تھا کہ امام مہدی موعودؑ ٹھٹھ سے چلے جائیں چونکہ اماماً تابع فرمانِ حق رہا کرتے تھے اور حق تعالیٰ کا فرمان نہیں ہوا تھا اس لئے آپ نے ٹھٹھ سے ہجرت نہیں کی۔ اسی مقام پر امامؑ کے صحابہ پر ایسی آزمائش ہوئی کہ محض فقر و فاقہ سے 84 اصحاب کرامؓ واصل بحق ہوئے اور امام آخر الزماں علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے فرمان سے ہر ایک صحابی کو اولوالعزم اور انبیاء مرسل کے مقامات حاصل ہونے کی بشارت دی آخر کار حق تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ آپ یہاں سے آگے بڑھیں۔ اس کے بعد ہی حضور مہدی موعودؑ ٹھٹھ سے ہجرت فرما کر کاہہ تشریف لائے۔ حضرت ملک گوہرؓ نہایت خلیق، برد بار، اور نرم دل تھے۔ جرأت وشجاعت میں بے مثال تھے۔ حضرت مہدی موعودؑ سے بے حد محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ حضور کی خدمت میں حاضر رہنے کو اپنے لئے بہترین سعادت سمجھتے تھے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ بہترین فطرت کے لوگ بہترین تربیت پا کر ایک نا قابل شکست قوت بن جاتے ہیں۔

حضرت مہدی موعودؑ سے آپ کو جو عشق تھا وہ اپنی آپ مثال تھا۔ تفصیلات میں گئے بغیر صرف ایک واقعہ پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ روایت میں آیا ہے کہ سردی کا موسم تھا اور حضور مہدی موعودؑ نے وضو کے لئے پانی گرم کرنے کا کام آپ کے ذمہ کیا تھا۔ آپ جنگل کو جاتے اور پانی گرم کرنے کے لئے لکڑیاں جمع کر کے لاتے۔ انہی سردیوں کے دنوں میں حضور مہدی موعودؑ نے گرم پانی طلب کیا۔ اتفاقاً اس وقت نہ پانی گرم موجود تھا اور نہ لکڑیاں تھیں کہ پانی گرم کر کے دیا جائے۔ اور وقت بھی اتنا نہیں تھا کہ جنگل جا کر لکڑیاں لائی جائے۔ حضرت ملک گوہرؓ نے اپنی چار پائی توڑ کر پانی گرم کیا اور جب اس بات کی اطلاع خلیفۃ اللہ کو ہوئی تو بہت متاثر ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ملک گوہرؓ کو روزآنہ ایک سویت زیادہ دیا کرو۔ اس عنایت کو سن کر حضرت ملک گوہرؓ خوش نہیں ہوئے بلکہ زار و قطار رونے لگے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ مجھ کو کم ہمت پا کر ایک سویت زیادہ دینے کا حکم دیا یعنی کچھ حصہ دنیوی میرے لئے زیادہ فرمایا۔ جب ان باتوں کی اطلاع حضور مہدی موعودؑ کو ہوئی تو آپ نے ملک گوہرؓ کی تسلی کرتے ہوئے ''قطعی جنتی'' ہونے کی بشارت دی۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان کا دل اور نفس مال سے خراب ہو جاتا ہے۔ ایک روز حضرت ملک گوہرؓ مہدی موعودؑ کے ہمراہ جنگل سے گزر رہے تھے۔ اس جنگل میں جتنے پہاڑ تھے خالص سونے کے بن گئے۔ جو ریت تھی وہ جواہر بن گئی۔ مہدی موعودؑ نے فرمایا اگر تم کو کوئی چیز درکار ہو تو لے لو۔ آپ نے عرض کیا کچھ نہیں چاہیئے۔ مہدی موعودؑ نے کہا ایک مٹھی لیکر صحابہ کو دکھاؤ اور کہو جس شخص کو اس چیز کی ضرورت ہے لے لو، جائز ہے۔ تمام صحابہ نے کہا ہم کو ان جوہرات اور سونے کی ضرورت نہیں۔ ملک گوہرؓ نے مہدی موعودؑ سے عرض کیا کہ صحابہ نے سونے اور جواہرات پر توجہ نہیں کی۔ ہم قربان ہو جائیں صحابہ کرام کے اس کردار پر۔ یہ سننے کے بعد حضرت مہدی موعودؑ نے ارشاد فرمایا جو شخص خدا کو چاہتا ہے مال کو نہیں

چاہتا اور جو مال کو چاہتا ہے وہ خدا کو نہیں چاہتا۔ مال کی محبت خدا سے دور کر دیتی ہے۔ مہدی موعودؑ کی بعثت بندہ کو خدا سے قریب کرنے کے لئے ہوئی ہے۔

حضرت بندگی میاں ملک گوہرؒ کی سیرت کا حرف آخر یہ ہے کہ دنیا اور متاع دنیا انسان کی زندگی کا مقصود نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ترک حُب دنیا اور ترک متاعِ دنیا کی سعادت عطا کرے اور حصول مقصد حیات کی راہ میسر کرے۔ یہ گوہر ولایت 14 / ذی الحجہ 914 ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مال و دولت

آج ماہ ذی الحجہ کی 15 تاریخ ہے ''مال و دولت'' کے تعلق سے کچھ معلومات حاصل کیجئے۔

مال و دولت دراصل خدا تعالیٰ کا ایک عطیہ ہے۔ اس عطیہ کے ملنے پر بہت بڑی ذمہ داریاں آجاتی ہیں۔ مال آنے پر انسان بندھے جاتا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ کا خوف رہتا ہے وہ مال آنے پر احکامات خداوندی کے مطابق اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ مال نعمت بھی ہے اور زحمت بھی ہے۔ ہمارے ہاتھ میں ہے کہ اس کو نعمت بنائیں یا زحمت کے زمرہ میں لائیں۔

تعلیمات اسلام کی روشنی میں مال آنے پر اس کا حساب کتاب دینا پڑتا ہے۔ اگر حرام طریقے سے ملا تو عذاب ہے۔ حلال طریقے سے حاصل کیا تو بھی حساب دینا پڑتا ہے۔ مال کی محبت دل میں پیدا نہ کریں۔ کیونکہ مال کی محبت دنیا کی تمام برائیوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔ مال آتا ہے تو وبال بھی آتا ہے۔ ہر وقت خطرہ میں رہتا ہے۔ نفس گناہوں کی طرف کھینچتا ہے۔ مال کی محبت زن پرست، زر پرست، نفس پرست، شہوت پرست بنا دیتی ہے۔ دوسری طرف بندہ سہولت پسند ہو جاتا ہے۔ حرص و خواہش بڑھ جاتی ہے۔ حُبِّ دنیا میں گھر جاتا ہے جس کی وجہ سے دل مال میں اٹک جاتا ہے۔

ہم سرمایہ کو ہی دولت نہ سمجھیں سب سے بڑی دولت زبان ذاکر اور دل شاکر ہو۔ یہ سب سے بڑی دولت ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔ نیکی اور شرافت بھی دولت ہے۔ اس کے ساتھ حقیقی سکون میسر ہو تو یہ بھی سب سے بڑی دولت ہے۔ آج ہمارا ذہن سرمایہ ہی کو دولت سمجھ بیٹھا ہے۔ یہ دولت اگر ہم ذہن و نگاہ میں رکھیں گے تو اس کے خادم اور غلام بن جائیں گے۔ اگر خرچ کریں گے تو یہی دولت ہماری خدمت کرے گی۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ قرآن پاک تعلیم دیتا ہے جو دولت عطا کی گئی ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرو۔ قبل اس کے کہ موت آجائے۔ ایک جگہ فرمایا گیا'' خدا کی راہ میں جتنی دولت تمہاری حاجت سے زیادہ ہو خرچ کرو۔ وہ افراد جو مال و دولت کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے لئے قیامت میں دردناک عذاب ہے۔ قیامت والے دن ان کے مال کو ایک زہریلا اور نہایت خوفناک سانپ بنا کر طوق کی طرح ان کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ سانپ ان کی باچھیں پکڑے گا اور کہے گا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں دولت روح کے قبض ہونے تک ساتھ رہتی ہے۔ آپؐ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ قابل رشک ہے وہ جسے دولت ملی ہو اور اس کو مناسب طریقے پر خرچ کرنے کی توفیق بھی عطا ہوئی ہو۔ دولت ایک امانت کے طور پر اللہ تعالیٰ عنایت کرتا ہے۔ اس پر

اہل وعیال، والدین، رشتہ دار اور غرباء، مساکین کا حق ہے۔ قیامت میں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دینا پڑے گا کہ دولت کس طرح حاصل کی اور کس طرح خرچ کیا۔ ہمیں اللہ کے حضور جواب دہی کا ہمیشہ تصور رہنا ہے۔ یوم قیامت میں مالداری پر سخت حساب ہوگا۔

دنیا کی تھوڑی دولت پر راضی رہ کر خدا کا شکر ادا کریں اور نجات پائیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''مفلس خدا کے نزدیک سب سے زیادہ دولت مند ہے'' اللہ تعالیٰ نے دولت مند بنایا ہے تو غرور نہ کریں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں دولت فرعون وہامان کا ترکہ ہے۔ اگر کوئی دولت پر فخر کرے تو اس کی تعریف نہ کرو۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ وہ دولت کہاں سے حاصل کی۔ اور وہ کس طرح سے خرچ کر رہا ہے۔ اس دور میں دیکھا گیا ہے دولتمندی ایمان میں خلل پیدا کرتی ہے۔ عقیدہ کمزور کر دیتی ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں تنگ دستی اس دولت مندی سے اچھی ہے جس سے انسان گناہوں اور خرابی میں مبتلا ہو کر ذلیل ورسوا ہوتا ہے۔

آج لوگوں میں دولت کی ہوس زیادہ پائی جاتی ہے۔ زور وظلم سے خرد برد کر کے دولت حاصل کی جارہی ہے۔ دنیا مزے سے گزر جائے گی لیکن قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جھونکے جائیں گے۔ یہ بات ذہن نشین رہنا چاہئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اپنے لئے زمین پر مال و دولت جمع نہ کرو۔ جہاں کیڑا اور زنگ لگ جاتا ہے اور ڈاکہ پڑتا ہے اپنے لئے آسمان کی دولت جمع کرو جہاں نہ کیڑا لگے گا اور نہ زنگ۔ دولت کی خاصیت یہ ہے کہ بے شمار دشمن پیدا کرتی ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکرؓ کے پاس دولت کی کیا حقیقت تھی آپؓ فرماتے ہیں ''صدیقوں کی زکوٰۃ تمام دولت کا صدقہ کر دینا ہے۔ یہ اللہ والوں کی شان تھی۔ وہ کبھی بھی دولت کی طرف راغب نہیں ہوئے۔ جب بھی آئی راہ خدا میں خرچ کر دیئے۔ عزت، دولت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔ شہرت ہو جاتی ہے کہ کافی دولت مند ہے۔ آج کے دور میں دنیا دار دنیا کی عزت دولت سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل عزت آخرت کی ہے۔ اور یہ عزت صرف اور صرف نیک اعمال سے ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ ہمیں آخرت کی عزت کے لئے اس دنیا میں نیک اعمال انجام دینے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

صدقہ

آج ماہ ذی الحجہ کی 16 تاریخ ہے ''صدقہ'' کی اہمیت پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

صدقہ مال سے، حلال جانور سے دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی مصیبت کو دور کرنا، کسی کی سفارش کرنا، کسی کے کام آنا بھی صدقہ ہے۔ عموماً لوگ مال اور کالا مینڈھا وغیرہ صدقہ میں دیتے ہیں۔ ماہ رمضان میں جو فطرہ دیا جاتا ہے وہ بھی صدقہ میں آتا ہے۔ صدقہ کے لئے کوئی ماہ یا وقت مقرر نہیں ہے۔ اپنی سہولت سے جب چاہیں صدقہ دے سکتے ہیں۔ صدقہ آفات و بلیات وغیرہ کو دور کرتا ہے۔ یہ تقدیر کو بھی بدل سکتا ہے۔ صدقہ بھی ایک طرح کی عبادت ہے۔ یہ ادب ہے دین کا۔ یہ تنگ دستی کو دور کر دیتا ہے۔ صدقہ میں فائدہ پوشیدہ ہے۔ صدقہ دے کر فخر نہ کریں اور نہ احسان جتائیں، ورنہ سب کیا کرایا غارت ہو جاتا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کوئی صدقہ زبانی صدقے سے بہتر نہیں۔ زبانی یہ ہے کہ کسی کی سفارش کرنا، اذیت ہٹانا، جان بچانا ہے، آپ ﷺ یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں دو شخصوں کے درمیان صلح کرا دینا صدقہ ہے۔ مال کا صدقہ دینا ہے تو پہلا حق جاننے والوں میں مستحقین وفقراء

کا ہے۔غریب رشتہ دار(غریب پڑوسی)‘غریب محلّہ والے‘ مساکین وغیرہ ہیں۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشادفرماتے ہیں۔مسکین کوصدقہ دیناایک صدقہ ہے۔قرابت دارکودینادوصدقے ہیں۔ایک تواصل صدقہ کا ثواب دوسرا صلہ رحمی کا۔حضرت ابوبکرصدیقؓ ارشادفرماتے ہیں۔صدقہ فقیر کے سامنے عاجزی سے باادب پیش کروکیونکہ خوش دل سے صدقہ دیناقبولیت کی نشانی ہے۔

زکوٰۃ بھی مال کا صدقہ ہے جوڈھائی فیصد ہے۔حضرت ابوبکرؓ اس تعلق سے فرماتے ہیں سودرہم میں سے اڑھائی درہم بخیلوں اور دنیا داروں کی زکوٰۃ ہےاورصدیقوں کی زکوٰۃ تمام مال کا صدقہ ہے۔عاشقان الٰہی اس طرح کی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔صدقہ فطرجورمضان میں ادا کیاجاتا ہے وہ دراصل روزہ کوپورا کردیتا ہے۔صدقہ فطرادانہ کرنے پرروزے زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں۔

حضرت عثمان غنیؓ ارشادفرماتے ہیں’’ترغیب دلانے کی نسبت سے اعلانیہ صدقہ دیناخفیہ سے بہتر ہے۔یہ عمل نیکی کی طرف راغب کرتا ہے۔لہٰذااس عمل کواپنائیں۔حضرت عثمان غنیؓ نے بہت پیاری بات یہ فرمائی کہ فقیرکوصدقہ دے کراحسان نہ جتلاؤ بلکہ اس کے قبول کرنے کے خوداحسان مندرہو۔یہ کردار کی خوبی کوظاہرکرتی ہے۔اوریہی اسلام کامزاج ہے جوکسی اورمذہب میں نظرنہیں آئے گا۔

صدقہ کی قبولیت حلال مال اورنیت پرہوتی ہے۔صدقہ ادا کرنے سے نہ ہونے کے کام ہوجاتے ہیں۔بگڑے ہوئے کام درست ہوجاتے ہیں۔بیماری سے شفاپاتے ہیں۔آفات وبلیات دورہوجاتے ہیں۔ناموافق حالات سدھرجاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کوحکم ہے کہ صدقہ دیاکرواس میں بھلائی ہے۔‘راحت ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعاہے کہ ہمیں اپنے مال کا‘وقت کاصدقہ دینے کی توفیق عطافرما۔آمین

حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف خاموش باواصاحب میاںؒ

آج ماہ ذی الحجہ کی 17 تاریخ ہےاورعرس حضرت بندگی میاں سیدابراہیم عرف خاموش باواصاحب میاںؒ ہے۔

آپ راہ طریقت کے ہادی، ولایت وہدایت کے مہرمنور ہیں۔اُس دور کے صاحب حال بزرگوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔اسلاف کے کرداراوراخلاق،عبادت وریاضت وطرزحیات کا آپ ایک بہترین نمونہ تھے۔آپ حضرت بندگی میاں سیدخوندمیر بارہ بنی اسرائیل کی اولاد سے ہیں۔نسب اس طرح ہے۔حضرت بندگی میاں سیدابراہیم عرف خاموش باواصاحب میاںؒ بن حضرت میاں سیدعبدالکریمؒ بن حضرت میاں سیدزین العابدینؒ بن حضرت بندگی میاں سید یداللہ عرف بڑے شاہ میاںؒ بن حضرت سیدموسیٰؒ بن حضرت سیدجلال بن حضرت سیدخوندمیر بارہ بنی اسرائیل بن حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ بن حضرت سیدمحمودثانی مہدیؓ

آپ جدامجدحضرت سیدزین العابدین سے تربیت حاصل کرتے ہیں اوروالد بزرگوار کے ہاتھ پرفقیرہوتے ہیں۔سری رنگاپٹن میسور سے ہجرت کرکے زہرہ پورکرنول میں دائرہ قائم کیا۔یہیں پرآپ کا وصال ہوتا ہے۔آپ حافظ قرآن تھے کہاجاتا ہے چاشت کی نماز کے بعد سے نماز ظہرتک روزانہ ایک بارقرآن پاک کااعادہ کرتے تھے ہمیشہ خاموش رہاکرتے تھےاورباوضورہتے تھے۔بزرگانِ دین کے نقش قدم

پر چلتے ہوئے نماز فجر سے طلوع آفتاب تک، پھر عصر سے عشاء تک ذکر اللہ میں مصروف رہتے تھے۔ قید قدم تھے تمام دینی امور بسم اللہ ہو کہ عقد خوانی مسجد میں ہی انجام دیتے تھے کاسبوں کے گھر نہ جاتے تھے۔ دائرہ کے فقراء کو بھی پابند کرتے تھے کہ کاسب کے گھر نہ جائیں جو کچھ بھی فتوح دائرہ میں آتی وہ تقسیم کردی جاتی تھی۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ ہر مہدویہ آبادی میں ماہ رجب سے ہی ماہ رمضان کے استقبال کی تیاریاں شروع ہوجاتی ہیں۔ بالخصوص 29 / شعبان کو نہایت ہی مسرت وشادمانی کے ساتھ دائرہ کے ہر فرد کو ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کا اشتیاق ہوتا۔ ایک دور تھا کہ کرنول، نندیال، کڑپہ میں مہدوی کثرت سے آباد تھے۔ آج بھی ان مقامات کے وسیع حظیرے اس کے بین ثبوت ہیں۔

کرنول کی سرزمین ہے شعبان کی 29 / تاریخ ہے ہر مقام پر بعد نماز مغرب چاند دیکھنے کی ہر ایک کو جستجو ہے۔ کرنول کے حاکم الف خاں ابن ابراہیم خاں کے متعین کردہ ملازمین بھی چاند دیکھنے کے لئے آسمان پر ٹکٹکی جمائے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت آگیا لیکن حضرت بندگی میاں سید ابراہیم عرف خاموش باوا صاحب میاں نماز عشاء کے وقت اپنے متعلقین سے فرماتے ہیں نماز تراویح کی تیاری کرو چاند نظر آگیا ہے۔ اس حکم پر تمام سر تسلیم خم کرکے آمنا وصدقنا کہتے ہیں اور یہ اطلاع تمام دائروں میں پہونچ جاتی ہے چوطرف خوشی ومسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ تمام دائروں میں نماز تراویح پڑھی جاتی ہے۔ کوئی یہ نہیں کہتا ہے کہ ہم نے چاند دیکھنے کی کوشش کی لیکن ہمیں نظر نہیں آیا۔ آپ کس بنیاد پر نماز تراویح کا حکم دے رہے ہیں ؟ بلکہ مرشد کے حکم پر لبیک کہتے ہیں۔ یہ مرشد سے مریدوں کی عقیدت تھی سب سے اہم بات ایک مرشد کی بات کو تمام کاسبین اور دیگر مرشدین بھی قبول کرتے ہیں ہمارے بزرگوں کا یہ اتحاد واتفاق تھا جو ہماری تاریخ کے سنہری اوراق تھے۔

الغرض کرنول کے مہدوی ملازمین اُس دور کے طریقے کے مطابق یکم رمضان کو حاکم کرنول کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں دربار کے تمام لوگ حیران وپریشان ہوجاتے ہیں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں کہ رویت ہلال کی اطلاع نہیں ملی پھر یہ مہدوی نذرانہ کیوں پیش کررہے ہیں جبکہ یہ نذرانہ انہیں کل پیش کرنا ہے آج تو شعبان کی 30 / تاریخ ہے جب یہ نذرانہ لیکر دربار میں آتے ہیں اور حاکم کو پیش کرتے ہیں حاکم کرنول قبول نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ قاضی شہر نے رویت ہلال کی اطلاع نہیں دی ہے پھر چاند کس نے دیکھا ہے؟ مہدوی جواب دیتے ہیں ہمارے مرشد نے دیکھا ہے اور ہم نے ان کے حکم پر ہی نماز تراویح پڑھی بھی ہے۔ حاکم کرنول کہتا ہے رویت ہلال کی اطلاع کہیں سے نہیں آئی پھر تمہارے مرشد نے چاند کس طرح دیکھا۔ ہم رویت کو مان لیتے ہیں مگر دو گواہ چاہئے یہ بات سن کر مہدوی اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر دربار کی تمام کیفیت کو بیان کرتے ہیں۔ مرشد تمام کیفیت کو سننے کے بعد اپنے مرید سے فرماتے ہیں اگر اس کو ہماری بات کا یقین نہیں تو انشاءاللہ تعالیٰ، اللہ میں اتنی قدرت ہے وہ آئندہ ماہ کا چاند اُن کے حساب سے 28 تاریخ کو دکھلائے گا جب کہ ہمارے حساب سے 29 تاریخ ہوگی۔ مہدوی اپنے مرشد کی بات کو حاکم کے سامنے عرض کرتے ہیں حاکم یہ سن کر غصہ میں آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ دنیا میں آج تک کہیں 28 تاریخ کو چاند نظر آیا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کیا تم کو اس بات پر یقین ہے دربار میں حاضر تمام مہدوی یک زبان ہوکر کہتے ہیں ہمارے مرشد کی بات صحیح ہے اور ایسا ہوسکتا ہے۔ مرشد کی بات پر اس قدر یقین ہونے پر حاکم کرنول حیرت زدہ ہوجاتا ہے اور دربار میں اعلان کرتا ہے اگر شوال کا چاند ۲۸ کو نظر نہ آئے تو مہدویوں پر سخت سے سخت کاروائی کی جائے۔ اس اعلان کو حکومت کے ہرکارے عام کرتے ہیں۔

مہدوی دائروں میں اس تاریخ کی مناسبت سے بزرگان دین کی بہر عام اور شب قدر ادا کی جاتی ہے۔مہدویوں کے اعلان کے لحاظ سے 29 رمضان اور حاکم کے اعلان کے مطابق رمضان کی 28 تاریخ آجاتی ہے۔کرنول کے ہر فرد کی زبان پر رہتا ہے آج رویت ہوگی یا نہ ہوگی۔تمام مہدوی اپنے مرشد کی مسجد میں جمع ہیں نماز عصر ادا کرکے ذکر میں مشغول ہوجاتے ہیں نہ کہ بازاروں چبوتروں یا مسجد کے اطراف کھڑے ہوکر وقت گزارتے ہیں۔اُس دور میں اوقات ذکر کے دوران کوئی بازاروں میں چہل پہل کرتے ہوئے دکھائی نہیں دیتا تھا ان اوقات کی سختی سے پابندی کی جاتی تھی۔ادھر فوج نواب کے حکم پر مہدوی آبادی میں پہنچ جاتی ہے نواب رویت ہلال کے لئے آدمیوں کو مقرر کرکے خود بھی بلند مقام پر پہنچتا ہے جب وقت مغرب ہوا سب کی نگاہیں آسمان کی طرف تھیں۔مہدوی اپنی اپنی مساجد میں اطمینان سے ذکر اللہ میں مصروف ہیں۔اتنے میں مرشد کے خلیفہ میاں سید عمر نے نماز مغرب کے لئے اذان کی اجازت چاہی۔آپ حجرہ سے نکل کر صحن مسجد میں آتے ہیں اس وقت مسجد میں اور مسجد کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا۔صحن میں پہنچ کر آسمان کی طرف دیکھا اور انگلی سے اشارہ کیا لوگوں نے دیکھا کہ عید کا چاند آسماں پر نظر آرہا ہے۔مہدویوں کے چہرے مسرت وشادمانی سے چمکتے ہیں سب ایک دوسرے سے بغل گیر ہوکر مبارکباد دیتے ہیں۔نماز مغرب کی اذان دی جاتی ہے مرشد اپنے خلیفہ حضرت میاں سید عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے ہیں۔نماز کی ادائی کے بعد حجرہ میں چلے جاتے ہیں

ادھر حاکم کرنول چاند کو دیکھ کر حیران ہوجاتا ہے اُس کے حکم کے حساب سے 28 روزے ہوئے،اس کے دل میں جو عداوت ونفرت بھری ہوئی تھی اس کی جگہ عقیدت واحترام کا بے پناہ جذبہ پیدا ہوجاتا ہے وہ مہدوی بزرگوں کے تقدس وپرہیزگاری کے چرچے سنا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد دل سے قائل ہوجاتا ہے۔فوراً جمعیت کے ہمراہ حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے لئے دائرہ پر حاضر ہوتا ہے حضرت سے ملاقات کی درخواست پیش کرتا ہے لیکن اجازت نہیں ملتی ہے۔جب اصرار بڑھ جاتا ہے تو اجازت ملتی ہے۔عقیدت واحترام کے ساتھ قدم بوسی کرکے اپنے سابقہ عمل کی معافی چاہتا ہے۔آپ اس کو معافی دیتے ہیں۔وہ نذرانہ وجاگیر کا پیشکش کرتا ہے لیکن آپ قبول نہیں کرتے ہیں بہت اصرار کرنے پر حظیرہ کے لئے زمین چاہی اور فرمایا مہدوی تمہاری حکومت میں سکون سے ہیں انہیں صرف پانی اور جنگل سے لکڑی لینے کی اجازت دو اس کے بعد حاکم کرنول حظیرہ کے لئے زمین عطا کرتا ہے اور مہدویوں کو جہاں چاہے وہاں رہنے کی اجازت دیتا ہے۔۱۷/ ذی الحجہ ۱۲۱۵ھ کو آپ اس فانی دنیا سے کوچ فرماتے ہیں۔زہرہ پور کرنول میں آپ کا روضہ مبارک ہے۔

جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آج ماہ ذی الحجہ کی 18 تاریخ ہے اور امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کی وفات کی تاریخ ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ 10 /شوال م 17 /ستمبر 578ء کو عبدالشمس برادر ہاشم بن عبد مناف کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔آپ شروع ہی سے سلیم الفطرت تھے۔حضرت عثمان غنیؓ کا عرب کے دولتمند حضرات میں شمار ہوتا ہے۔امیر ترین آدمی ہونے کے باوجود مزاج میں سادگی تھی۔اپنی ذات کے لئے کوئی خاص اہتمام بھی نہیں کرتے تھے۔غرور وتکبر سے کوسوں دور تھے۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جگری دوست تھے۔اپنے دوست کے ہمراہ ہی بارگاہ نبوی میں آکر مشرف بہ اسلام ہوتے ہیں۔آپ کو حضور نبی اکرم ﷺ کی دو صاحبزادیوں بی بی رقیہ اور بی بی کلثوم سے عقد کا شرف حاصل ہوتا ہے جس کی وجہ سے آپ کو ذوالنورین خطاب بھی ملا۔اس کے علاوہ آپ کو دو ہجرت حبشہ اور مدینہ کا شرف حاصل ہوا

حضرت عثمانِ غنیؓ نے تبلیغ اسلام، اسلامی جنگوں اور رفاہ عام کے بھی بہت سارے کام انجام دے کر بارگاہ نبوی سے قطعی جنتی ہونے کی بشارت بھی حاصل کی۔ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے۔ اس دور میں غلام کو خرید کر آزاد کرنا بہت بڑی نیکی تھی۔ کئی ایک غلاموں کو آپ نے آزاد کیا اور بعد میں وہ مشرف بہ اسلام بھی ہوئے۔ جنگ تبوک میں بہت سارا مال اللہ کی راہ میں دیا۔ مورخین اسکی صراحت اس طرح کی ہے کہ 900 اونٹ، 100 گھوڑے معہ سوار، ایک ہزار دینار سرخ اور بہت کچھ سامانِ جنگ دیا۔ حضور نے اس موقعہ پر فرمایا آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مدینہ کی آبادی کے لئے میٹھے پانی کا صرف ایک ہی کنواں تھا وہ بھی یہودیوں کے قبضہ میں جس کا نام تھا بڑرومہ۔ مسلمانوں کو پانی کے لئے یہودی بہت ستاتے تھے۔ حضورؐ کے علم میں جب یہ بات لائی گئی تو آپؐ نے فرمایا کون ہے جو یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے اور جنت پائے۔ حضرت عثمان غنیؓ 20 ہزار درہم میں وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرتے ہیں۔ مسجد نبوی کی توسیع کا مرحلہ آتا ہے تو مسجد سے ملحق پلاٹ کو خرید کر مسجد میں شامل کرتے ہیں۔ ہر موقعہ پر بیش بہا رقم خرچ کرنے میں آپ پیش پیش رہے۔ جنگ کے زمانے میں، قحط کے زمانے میں بھی آپ نے مال و دولت اور غلہ سے مسلمانوں کی خدمت کی۔ ان سارے کاموں کو دیکھنے کے بعد ہی حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عثمانؓ نے نیکی کے اتنے کام کئے ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے۔ آپ نے نازک نازک موقعہ پر آگے آ کر اسلام کی مدد فرمائی۔ سرمایہ دار افراد کے لئے حضرت عثمان غنیؓ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ اگر آج سرمایہ دار افراد اپنی آمدنی کا 25 فیصد حصہ نہیں بلکہ صرف 5% بھی مسلمانوں کی تعلیمی اور معاشی امور پر خرچ کر دیں تو صرف دس سال کے عرصہ میں مسلمانوں کی معیشت کہاں سے کہاں پہونچ سکتی ہے۔ اس کے بعد بہت سارے امور بھی بخوبی انجام پا سکتے ہیں

حضرت عثمانؓ کے حصہ میں سب سے بڑی سعادت 6 ہجری میں آئی جب آنحضرت ﷺ معہ اصحاب بمقام مدینہ سے مکہ عمرہ کے لئے نزول فرمائے ہوئے تھے کہ قریش مکہ کی طرف آپ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا اور مشہور ہو گیا کہ آپ شہید کر دیئے گئے تو حضور نے صحابہ سے خون عثمان کا قصاص لینے کے لئے بیعت لی اور اس بیعت رضوان میں آپ کو شامل کرنے کے لئے اپنا ایک ہاتھ دست عثمان قرار دے کر دوسرے پر رکھا یہ بہت بڑی سعادت تھی جو آپ کے حصہ میں آئی۔

حضرت عثمان غنیؓ کے کردار کا سب سے بڑا واقعہ صلح حدیبیہ میں نظر آتا ہے جو اطاعت امیر کے جذبہ کو فروغ دیتا ہے۔ حضور نبی اکرمؐ عمرہ کی نیت سے مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں کفار راہ میں روک لیتے ہیں۔ گفتگو کے لئے عثمان غنیؓ مکہ جاتے ہیں۔ دونوں فریقوں میں گفتگو ہوتی ہے۔ جب آپ وہاں سے روانہ ہوتے ہیں تو کفار آپ سے کہتے ہیں عمرہ کرتے جایئے۔ اطاعت امیر کو ملاحظہ فرمایئے آپ کہتے ہیں۔ ہم حضور نبی اکرمؐ کی قیادت میں عمرہ کے لئے آئے ہیں جب آپ عمرہ نہیں کر رہے ہیں تو پھر میں کس طرح عمرہ کر سکتا ہوں؟ اس طرح آپ نے دور خلافت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ میں بھی اطاعت امیر بخوبی انجام دی۔

حضرت عثمان غنیؓ نے ساری زندگی دین و ایمان کے جھنڈے کو دین و دنیا میں بلندی پر پہونچانے میں گذاری۔ آپ بڑے غنی اور وفادار تھے۔ صلہ رحمی کے خوگر تھے۔ لوگوں کو اسلام و ایمان کا راستہ دکھایا۔ قرآن کی تبلیغ و اشاعت کی، عدل سے کام لیا۔ اگر کوئی مورخ آپ کے ایثار کا سب سے بڑا کارنامہ لکھے تو وہ یہی بیان کرے گا کہ حضرت عثمانؓ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل جانا ہے۔ آپ اپنے پاس بڑی سے بڑی فوج رکھنے کے باوجود اپنی جان بچانے کے لئے ان سے کام لینا پسند نہ کیا۔ چالیس دن تک پیاسے محصورر ہے اور منع فرمایا کہ کوئی میری خاطر تلوار نہ اٹھائے۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن پڑھتے ہوئے 18 / ذی الحجہ کو بڑی مظلومیت کے ساتھ باغیوں کے ہاتھوں

سے شہید کردیئے گئے ۔قریباً بارہ سال آپ کی خلافت رہی آپ کے دورِ خلافت میں سلطنت کے حدود وسیع ہوتے گئے ۔آپؓ کا عظیم کارنامہ قرآن پاک کو یکجا کرنا ہے۔مسلمان اور عجمی اپنے اپنے لہجے میں قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ایک دوسرے سے بحث وتکرار بھی ہوتی۔ان واقعات کا علم ہونے پر ایک کمیٹی تشکیل دی۔اصل نسخے سے نقلیں تیار کرکے گورنروں کو بھجوادیں گئیں تاکہ یکسانیت اور صحت ہو باقی نسخے جو تھے وہ تلف کردیئے گئے ۔اس کام کی بناء پر آپ کو ''جامع القرآن'' کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت بلحاظ اپنی مظلومیت کے،اوراس امت میں سب سے پہلی اور بے نظیر شہادت ہے۔مسلمان باہم متحد و متفق تھے اور سب کی متفقہ قوت کفر کے فنا کرنے میں صرف ہورہی تھی اور برکات نبوت ان میں موجود تھیں مگر حضرت عثمانؓ کا شہید ہونا تھا کہ وہ تمام برکات ختم ہوگئیں۔

آپ نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ اللہ کو ہر وقت اپنے ساتھ سمجھنا افضل ترین ایمان ہے۔اسی طرح ایک موقعہ پر فرمایا ''مت رکھو امید کسی سے مگر اپنے رب سے'' اللہ کے چاہنے والے کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔یہ ارشادات اگر ہمیشہ ذہن میں رہے تو انسان گناہوں سے دور رہتا ہے اور اللہ ہی کو اپنا محبوب،رزاق،غفار کریم پاتا ہے۔جب ذہن،سوچ وفکر پر غلبہ پالیتا ہے تو آپ فرماتے ہیں زبان اصلاح پزیر ہوجاتی ہے اور دل بھی نیک ہوجاتا ہے آپ نے اس طرح ڈر وخوف بھی دلایا کہ تعجب ہے اس پر جو دوزخ کی آگ کو برحق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے اور فرمایا۔تعجب ہے اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔آپ نے واضح انداز میں بتادیا کہ کس کی اطاعت میں رحمت ہے کس کی اطاعت میں آگ ہے۔

نافرمانی وبدکلامی

آج ماہ ذی الحجہ کی 19 تاریخ ہے۔اللہ کے پاس نافرمانی وبدکلامی کتنا بڑا گناہ ہے اس کے تعلق سے ایک مضمون سماعت کیجئے۔

گناہ کے جو راستے ہیں وہ شرک' بدی' برائی اور نافرمانی وغیرہ ہیں۔ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اشرف المخلوقات بنا کر اس دنیا میں پیدا کیا گیا ہے۔ہم سے کسی حال میں بھی اللہ کی' حضرت محمد رسول اللہ ﷺ' حضرت مہدی موعودؑ وقرآن پاک کے احکامات کی نافرمانی نہیں ہونا چاہئے ۔زندگی فرمانبردار بندہ بن کر گزاریں۔اطاعت اللہ اور اطاعت خاتمین پاکؑ بجالائیں اور نافرمانی سے دور رہیں۔جو نافرمان ہیں انہیں فرمانبرداری کی دعوت دیں۔اللہ،رسول اللہؐ اور قرآن پاک کی باتوں سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو نافرمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو اس بات کا علم ہے کہ کونسا بندہ اطاعت گزار ہے اور کون نافرمان۔وہ سب کچھ جانتا ہے۔اس سے کوئی چیز کوئی عمل پوشیدہ نہیں ہے۔نافرمانوں اور منکروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں دوزخ میں سخت عذاب ہے۔اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ وہ اپنے بندوں کی نافرمانیوں کو دیکھتے ہوئے بھی انہیں مہلت دے رہا ہے۔اگر خدا بندوں کی نافرمانیوں کی سزا میں پکڑتا تو روئے زمین پر کسی ایک آدمی کو باقی نہ چھوڑتا۔اللہ تعالیٰ کی جو خاص صفت الرحمٰن الرحیم ہے وہ اسی دنیا کو اب تک بچائے رکھی ہے۔ورنہ وہ کبھی کی ختم ہوجاتی۔ ہر ایک کو یوم الحساب

سے گزرنا پڑتا۔

اللہ تعالیٰ کا خاص حکم ہے کہ گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھی نہ بنو۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ دوستی میں یا مروّت میں یا ہمدردی میں گناہ اور نافرمانی کے کاموں میں ساتھ دیتے ہیں۔ اس سے اجتناب کریں ورنہ گناہ گاروں میں شمار ہو جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں انسان ضعیف ہے تعجب ہے کہ وہ کیوں کر خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ خدا کے بندوں کو کس حال میں بھی اپنے خالق کی جو جبار' غفار' رزاق' عظیم' قیوم اور رؤف ہے اس کی نافرمانی نہ کریں بلکہ اطاعت بجالائیں۔ اس میں مغفرت ہے۔

نافرمان کا ایمان نہیں ہوتا۔ آفات' آزمائشوں' مشکلات' مصیبتوں میں زندگی بسر ہوتی ہے۔ انجام برا ہو کر نجات نہیں ہوتی۔ جو بدبخت ہوتے ہیں وہی نافرمانیاں کرتے ہیں۔ جاہل ہے وہ جو فرمانبرداری کو چھوڑ کر اللہ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں آخری دم تک فرمانبردار بندہ بنا کر اس دنیا میں رکھ اور خاتمہ ایمان پر کر۔ آمین

بدکلامی: اس دنیا میں ہر انسان کو پرہیز کرنا ہے بدنامی سے' بدی سے' برائی سے' برے انجام سے اور بدکلامی سے۔ بدکلامی کردار کو غارت کر دیتی ہے۔ انسان کا رعب و دبدبہ وقار ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی اس پر اچھی نظر نہیں ڈالتا۔ بدکلامی کسی کو بھی پسند نہیں۔ بدکلامی کر کے یہ سمجھتا ہے کہ اس کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ لیکن حقیقت میں وہ خود ہی ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے۔ کوئی بھی بدکلامی کرنے والے کو منہ لگانا پسند نہیں کرتا۔

جس معاشرہ میں ہم زندگی گزار رہے ہیں ان میں ایسے حضرات بھی ہیں جو بغیر کسی وجہ سے بدکلامی پر اُتر آتے ہیں۔ اس کا بہتر علاج یہی ہے کہ اس کو برداشت کریں۔ دل ہی دل میں دعا کریں۔ اے اللہ اسکو اچھے کلام کی توفیق عطا فرما۔ بدکلامی کرنے والے سے کلام کرنا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر کلام کریں گے تو بات بڑھ جاتی ہے۔ ہوسکتا ہے ہم سے بھی بدکلامی ہو جائے۔ کیونکہ شیطان یہی چاہتا ہے کہ آپس میں لڑے اور فتنہ و فساد پھیلے۔ اس کا موثر علاج خاموشی ہے۔ آخر میں وہ خود بڑ بڑا کر خاموش ہو جائے گا۔

بدکلامی بدروح کی طرح ہے۔ جب دل میں حسد ہوتا ہے' بدی ہوتی ہے' برائی ہوتی ہے تو نظر پڑتے ہی شیطان اپنا کام کر کے بدکلامی شروع کرا دیتا ہے۔ بدکلام شخص پر توجہ نہ دینا ہی اس کی شکست ہے۔ وہ بدکلامی سے ہماری بے عزتی نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنی زبان سے خود ہی کی بے عزتی کر رہا ہے۔ اس کے عمل سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ ہمارا دوست ہے یا دشمن۔

غرض جس طرح برائی سے بچا جاتا ہے بدکلامی سے بچیں۔ ہم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمت سے ہیں۔ آپؐ کی سیرت بتلاتی ہے۔ آپؐ نے ہر شخص کو معاف کیا جس نے بھی آپ کی شان میں گستاخی کی۔ آپ نے اس کے حق میں دعا کی۔ اے اللہ یہ جانتا نہیں ہے کہ میں کون ہوں اس کے قصور کو معاف کر اور ایمان کی دولت عطا کر۔

بدکلامی کسی حال میں بھی ٹھیک نہیں اسکو حرف غلط کی طرح اپنی زندگی سے مٹا دیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری زبان سے ہمیشہ اچھے کلمات نکلیں۔ آمین۔

دن رات کے اوقات

آج ماہ ذی الحجہ کی 20 تاریخ ہے۔ زندگی میں ''دن رات'' کی کیا اہمیت ہے اس سے واقفیت حاصل کیجئے۔

دن و رات ہر ذی روح کے لئے ایک نعمت ہے دن کے بعد رات کا آنا اور رات کے بعد دن کا آنا یہ قدرتی نظام ہے۔ اس ردوبدل

میں سمجھنے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے یہ احساس دلاتی ہے کہ کوئی اس کائنات کا مالک ہے۔ ایک اُصول کے تحت اس کا نظام چل رہا ہے۔ یہ تمام نظام صرف اور صرف ہمارے لئے ہے۔ عبادت کے لئے' فرمانبرداری کے لئے' حفاظت کے لئے' صحت کے لئے' ہمارے آرام کے لئے' ہمارے فائدے کے لئے ہی ہے۔

ہماری زندگی میں کتنے دن اور کتنی راتیں ہیں کوئی کہہ نہیں سکتا۔ ہم زندگی اس طرح گزاریں کہ جیسے آج کا دن زندگی کا پہلا اور یہی آخری دن بھی ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ جلائے۔ کیا عجب کل کا دن ایسی حالت میں آئے کہ ہم سطح زمین سے گم ہو جائیں۔ اور قبر کے اندر موجود ہوں۔ زندگی دو دن کی ایک پیدائش کا دن دوسرا موت کا دن۔ یہ دونوں کے درمیان جو وقفہ ہے وہ حیات ہے۔ اس حیات کو نیک اعمال کے ساتھ' کسی کو تکلیف یا ضرر' نقصان' ظلم یا دل شکنی کئے بغیر گزاریں تو انشاءاللہ آخرت سنور جائے گی۔

ہم دن رات' دنیوی زندگی میں محو رہتے ہیں۔ مال و دولت کی حرص' شہرت کی ہوس' نام و نمود کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ تقاریب دن میں ہو کہ رات میں فضول خرچی کر کے منعقد کرتے ہیں۔ ان تقاریب میں شرکت کے لئے بہترین لباس کے ساتھ اپنے چہرے کو بھی سنوارتے ہیں۔ لیکن جسم کے فنا ہونے کے بعد قائم رہنے والی روح کو سنوارنے کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ اپنی روح کو راتوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ زاری کر کے سنواریں۔ آج کا مسلمان بالخصوص نوجوان رات بھر بازاروں میں' چبوتروں پر اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزار دیتا ہے۔ آدھا دن سونے میں گزار دیتا ہے۔ حالانکہ بزرگوں نے تاکیداً فرمایا ہے۔ دن کا کام رات پر اور رات کا کام دن پر مت رکھو۔ ہم اس کے خلاف میں زندگی گزار رہے ہیں۔ ورلڈ بنک اکنامکس فورم نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے'' مسلمانوں کی بستیوں میں دیکھا گیا ہے وہ دیر رات تک جاگتے ہیں اور صبح دیر تک سوتے ہیں۔ ان کا رات کا جاگنا بے مصرف ہوتا ہے۔'' یہ رپورٹ حقیقت پر مبنی ہے ہم مسلم محلوں میں دیکھ سکتے ہیں۔

زندگی میں اگر سب سے قیمتی چیز ہے تو وہ وقت ہے۔ وقت ایسی چیز ہے وہ آنے کے بعد دربارہ واپس نہیں آتا ہے۔ زندگی میں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جو وقت کی قدر کرتے ہیں۔ سوچ سمجھ کر وقت پر کام کرتے ہیں۔ وقت کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ دانش مند وقت کی قدر اس کی موجودگی میں کرتے ہیں۔ اور نادان کھو کر بیدار ہوتے ہیں۔ جو وقت کی قدر نہیں کرتے وہ ترقی نہیں کر پاتے۔ وقت کو لہو و لعب میں صرف نہ کریں وقت کی پابندی کا خیال رکھیں۔ ہر کام وقت پر کرنے کی عادت ڈالیں۔ جو وقت کو برباد کر دیتے ہیں وقت بھی اُنہیں برباد کر دیتا ہے۔

وقت سونے سے زیادہ قیمتی ہے۔ ہر وقت اپنے دل و دماغ کو اچھے کاموں میں مشغول رکھیں۔ وقت کی قدر کرنے کی عادت ڈالیں۔ اس کو فضول ضائع مت کریں۔ وقت مسائل کو حل کرتا ہے۔ وقت کے لحاظ سے آدمی کا کردار بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ وقت بدل جانے پر لوگوں کی نظریں بدل جاتی ہیں۔ حقیقی دوست وہی ہوتا ہے جس وقت سب چھوڑ دیتے ہیں وہ کام آتا ہے۔ مصیبت کے وقت جو ساتھ دیتے ہیں وہی حقیقی دوست ہوتے ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں خدا ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ یہ ارشاد گرامی ہمیں یہ یاد دہانی کراتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو رحیم ہے' کریم ہے' غفار ہے' ستار ہے' ہر وقت ہمارے ساتھ ہے۔ ہم سے نیکی کے کام ہوں نا کہ برائی کے۔ آپ ؐ فرماتے ہیں نماز کا جو وقت آجائے تو توقف مت کرو۔ وقت پر نماز ادا کرو۔ زندگی وقت کے لحاظ سے کام کرتے ہوئے گزاریں۔ وقت سے نصیحت بھی حاصل کریں۔ کیونکہ نہ عمر نہ

وقت کبھی واپس آتے ہیں۔ زندگی میں آسانیاں اور مشکل حالات آتے رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ مشکل وقت میں ہاتھ پھیلانے کی ضرورت پڑجائے اس لئے اس بات کا خیال رکھیں فضول خرچی نہ کریں۔

اس وقت کرہ ارض پر اگر کوئی قوم وقت کی قدر نہیں کرتی وہ مسلمان قوم ہے۔ ہمارا زیادہ وقت غیر ضروری باتوں' تقاریب وغیرہ میں گزر جاتا ہے۔ وقت کی قدر کرنا سیکھیں۔ جس کے پاس آٹھوں پہر کا ذکر ہے وہ وقت کو فضول خرچ نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں وقت کا صحیح استعمال کرنے اور نیک کاموں میں گزارنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

طلب دیدار خدا

آج ماہ ذی الحجہ کی 21 تاریخ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کے ذریعہ دیدار خدا کو نہیں بلکہ طلب دیدار کو فرض فرمایا ہے۔ ہر مصدق پر دیدار کی طلب رکھنا فرض ہے۔ ہر انسان میں طلب کا مادہ ہے۔ اس کی فطرت میں اچھی غذا' اچھا لباس' اچھا رہن سہن کی طلب رہتی ہے۔ اسی طرح فطرت میں دیکھنے کی خواہش اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ مہدوی کی منزل دیدار خدا ہے۔ اس منزل کی بنیاد یں' ترک دنیا' صحبت صادقین' ذکر اللہ اور عزلت از خلق ہے۔ دل کو ذکر اللہ سے صاف کرنے پر منزل دید کی راہ آسان ہوتی ہے۔

ہر مرد وعورت پر طلب دیدار خدا فرض ہے۔ جب تک کوئی مرد یا عورت چشم سر یا چشم دل یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے مومن نہیں۔ اس راہ کے مسافر کے لئے ضروری ہے کہ مہ پن ہستی وخودی کو فنا کرنے کی کوشش میں رہے۔ کیونکہ خدا کا طالب مومن ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ مجھ سے ملنا پسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھ سے ملنے کو نہ پسند کرتا ہے تو میں اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہوں۔

طلب دیدار خدا کے لئے طالب کو عزلت نشین اور دم وقدم کی حفاظت ضروری ہے۔ حضرت مہدیؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''خدا کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا ہے اور دیکھنا چاہئے۔ حدیث شریف بھی ہے مومنوں کو اللہ کے دیدار کے بغیر راحت نہیں ہے۔ یہ حقیقت اور سچائی پر مبنی ہے کہ دیدار خدا سب کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔ ہر مصدق اپنے اندر طلب صادق کو رکھے اور مشغول حق رہے۔

حضرت مہدیؑ نے فرمایا ہے ''بندہ کی تصدیق خدائے تعالیٰ کی بنیائی (دیدار) ہے۔ دیدار کے خواہشمند دنیا' خلق' نفس اور شیطان سے دور رہ کر نیک اعمال انجام دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سچی طلب کو رائیگاں نہیں کرتا۔ بادشاہ اکبر کے دربار میں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ نے کئی ایک دن تک مناظرے ہوئے۔ طلب دیدار خدا پر بھی مباحث ہوئے۔ دربار کے علماء نے کہا دیدار خدا اس دنیا میں ممکن نہیں۔ حضرت میاں مصطفیٰ گجراتیؒ نے بادشاہ سے کہا ان علماؤں کی ضیافت مرغن غذاؤں سے کرو۔ اور ان کی رہائش کی جگہ سے پانی ہٹادو۔ اس ضیافت کے بعد ہر ایک کو پیاس لگتی ہے۔ پانی دستیاب نہیں تھا۔ آخر تھک کر سوجاتے ہیں۔ اور خواب میں کوئی آبشار' دریا' سمندر کی نہریں اور بارش کو دیکھتا ہے۔ صبح دریافت کرنے پر ہر کوئی اپنا خواب بیان کرتا ہے۔ میاںؒ کہتے ہیں پانی کی طلب رکھتے ہوئے سوگئے۔ اور خواب میں پانی کو دیکھا۔ وہ جو ہمیشہ اللہ کے دیدار کی

طلب میں اپنی زندگی گزارتے ہیں کیاان کواللہ تعالیٰ کا دیدارنہیں ہوسکتا۔اس طرح بھرے دربار میں دیدارخدا کی طلب کو جائز قرار دیا۔

مہدویہ تاریخ شاہد ہے ہمارے بزرگوں نے جب تک خدا کا دیدارنہیں ہوتا تھا نماز کے لئے رکعت نہیں باندھتے تھے۔لہٰذا ہر مصدق دیدارخدا کی طلب رکھے۔اس راہ کے مسافر کے لئے ترک دنیا' عزلت از خلق' ذکراللہ' صحبت صادقین ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دیدارخدا کی طلب میں جلائے اور ہمیں ہمارے مقصد حیات کی تکمیل کرنے کا موقع فراہم کرے اوراپنے دیدار سے مشرف کرے۔آمین

حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایت رضی اللہ عنہ

آج ماہ ذی الحجہ کی 22 تاریخ ہے۔اور بہرہ عام حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کا ارشادگرامی ہے خدا تعالیٰ یہ نہیں پوچھے گا کہ تو احمدؐ کا بیٹا ہے یا محمدؐ کا۔خدا تعالیٰ عمل یہ محبت کو پوچھے گا۔انہی عمل بہ محبت رکھنے والوں میں ایک بزرگ ترین شخصیت حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی ہے۔یہ مبارک ومسعود ہستی دولت آباد میں 23/ذی الحجہ 980 ہجری کو پردہ فرماتی ہیں جس کو تاریخ مہدویہ میں ''حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ '' کے نام نامی سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔آپ حضور بندگی میراں سید محمود ثانی مہدیؓ کے فرزند دوم اور خاتم ولایت محمدیہ حضرت میراں سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے مبشر بھی ہیں اور پوتے بھی۔

حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی ولادت باسعادت ۹۱۱ ہجری میں بمقام بھیلوٹ شریف ہوئی صحیح تاریخ و ماہ کا حال تاریخ میں نہیں ملتا۔آپ مبشر حضرت مہدی موعود علیہ السلام اس طرح سے ہیں کہ فرہ میں حضرت سید عبدالحئی روشن منورؓ کی ولادت کے وقت حضور مہدی موعود علیہ السلام بعد اذاں واقامت فرمایا اس نومولود کا نام سید عبدالحئی یا سید یعقوب رکھو۔حضرت ثانی مہدیؓ نے کہا کہ یہ دوسرے فرزند کی بشارت ہے جس کا نام سید یعقوب ہوگا۔حضرت شاہ یعقوبؓ بچپن میں کافی تن و توش لئے ہوئے تھے۔حضرت ثانی مہدیؓ نے فرمایا کہ ان کے کئی فرزند پیغمبروں کے مقام کے ہیں۔حضور ثانی مہدیؓ نے کم عمری میں تلقین کر کے آپ سے وصیتاً فرمایا جب تم سن شعور کو پہنچو تو جو بھی مہاجر مہدی ملیں ان سے تلقین تازہ کرلو۔

حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی عمر شریف چھ یا سات سال کی ہوئی تو آپ کے والد بزرگوار حضرت ثانی مہدیؓ اس دنیا سے پردہ فرمائے۔واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ بارش کے موسم میں آپ پانی میں کھیل رہے تھے۔ننھے ہاتھ پاؤں مٹی میں لت پت تھے ایسے میں حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؓ کی نظر آپ پر پڑی اور آپ کو اس حالت میں دیکھ کر دل میں خیال آیا کہ جن کے بڑے نہ ہوں ان کے لڑکوں کا یہی حال ہوتا ہے۔حضرت بھائی مہاجرؓ نے اس شب خواب میں دیکھا کہ میدان حشر ہے لوگ پریشان ہیں ادھر سے ادھر دوڑ رہے ہیں ایک طرف میدان میں شامیانہ لگا ہوا ہے جس میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔حضرت بھائی مہاجر اندر جانا چاہتے ہیں مگر دربان روک دیتا ہے۔حضرت شاہ یعقوبؓ اسی حال میں جیسا بھائی مہاجرؓ نے دیکھا تھا ہاتھ پاؤں کیچڑ میں بھرے ہوئے تشریف لاتے ہیں۔آپ کی نظر بھائی مہاجرؓ پر پڑتی ہے باہر کھڑے رہنے کے تعلق سے دریافت فرماتے ہیں اور پھر بھائی مہاجرؓ کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوتے ہیں۔حضرت شاہ یعقوبؓ

اسی حالت میں اپنے جدامجد حضرت مہدی علیہ السلام کے گود میں جا بیٹھتے ہیں۔

حضرت بھائی مہاجرؒ خواب کے بعد بیدار ہوتے ہیں۔اور بی بی ملکانؒ کے حجرہ پر حاضر ہوکر حضرت شاہ یعقوبؒ کو بیدار کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔جب آپ باہر آتے ہیں تو نہایت ہی عقیدت واحترام کے ساتھ گود میں اٹھاتے ہیں اور عجز وانکساری کے ساتھ کہتے ہیں ''میرے شہزادے اپنی زبان سے صرف اتنا کہو کہ میں نے معاف کیا'' حضرت بھائی مہاجر کے اصرار پر آپ الفاظ دھراتے ہیں۔یہ الفاظ سنتے ہی حضرت خوش اور مطمئن ہوجاتے ہیں۔

اس واقعہ سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ جب کسی کی بزرگی کا علم ہوجاتا ہے تو دیکھنے والا یہ نہیں دیکھتا کہ وہ مجھ سے کم عمر اور کمسن ہے بلکہ اس کی تعظیم وتکریم بجالاتا ہے۔حضرت بھائی مہاجرؒ کا یہ عمل ہم سب کو درس نصیحت دیتا ہے۔حضرت ثانی مہدیؒ کے پردہ فرمانے کے بعد آپؒ کی تربیت ابتدا میں حضرت شاہ نظامؒ سے رہی۔حسب الحکم والد بزرگوار جب آپ سن شعور کو پہنچے تو حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ سے تلقین حاصل کی۔حضرت شاہ نعمتؒ کا غیر معمولی لطف وکرم آپ پر تھا۔

حضرت شاہ یعقوبؒ کو صبر وشکر، ہمدردی ومحبت، بے غرضی وبے نیازی اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی۔بچپن ہی سے آپ خاموش مزاج اور عبادت پسند تھے۔جب عمر شریف 18 سال کی ہوئی تو خلیفہ گروہ حضرت ملک الہداد نے آپ کا عقد بی بی راجے رقیہ بنت حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؒ سے کیا۔ایک عرصہ تک آپ خلیفہ گروہؒ کے دائرہ میں رہنے کے بعد ۹۴۰ ہجری میں دکن کی طرف ہجرت فرمائی۔آپ حضرت شاہ دلاورؒ کے دائرہ بھنگار ضلع احمد نگر میں قیام فرمایا اور صحبت میں رہے حضرت شاہ دلاورؒ اور حضرت شاہ نعمتؒ کے اظہار خوشنودی واصرار پر آپ نے الگ دائرہ بمقام جیور (احمد نگر) میں قائم فرمایا۔یہیں پر آپ کی اہلیہ حضرت راجے رقیہؒ اس دار فانی سے رخصت ہوئیں۔

دائرہ جیور میں حضرت میراں سید حمیدؒ ابن حضرت امامنا مہدی موعودؑ کے دو فرزند حضرت میاں سید میرانجیؒ اور حضرت سید منجو جیؒ حضرت شاہ نعمتؒ کے پاس بغرض تربیت دائرہ میں آئے حضرت نے ان دونوں فرزندوں کو حضرت شاہ یعقوبؒ کے پاس تربیت کے لئے لائے حضرت شاہ یعقوبؒ نے صحابہ کرامؓ کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کیا کہ آپ کی موجودگی مجھ سے یہ بے ادبی نہیں ہوسکتی لیکن حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؒ کے اصرار واجازت سے دونوں کو تربیت کیا۔حضرت شاہ نعمتؒ کے اس عمل سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں ہر دائرہ کی کیفیت وحالات سے واقفت رکھی جاتی تھی اور ہر نئے دائرے کی ہمت افزائی کی جاتی تھی۔صاحب دائرہ سے محبت وشفقت اور اظہار خوشنودی کے لئے طالبوں کو خود لاکر تربیت کروایا جاتا تھا۔آج کسی نئے دائرہ کو قبول کرنے کے لئے وہ چاہت وخوشی دیکھنے میں نہیں آتی جو بزرگوں میں تھی۔ہمت افزائی کے لئے کوئی آگے بھی نہیں آتا۔جس کی وجہ سے سکڑتے جارہے ہیں۔

آپؒ احمد نگر سے ہجرت فرماتے ہوئے 975 ہجری میں دولت آباد تشریف لاتے ہیں۔ان دنوں دولت آباد سلطنت نظام شاہی کا ایک اہم فوجی مرکز تھا۔کئی مہدوی گجرات سے نکل کر دکن آرہے تھے۔نظام شاہی افواج میں کئی مہدوی اکثر بڑے عہدوں پر فائض تھے۔ حضرت شاہ یعقوبؒ کی آمد جہاں ہزاروں عاشقان مہدی موعودؑ اور جانثاران دین کے لئے باعث خوشنودی وسعادت تھی وہیں مشائخین کے لئے تکلیف کا باعث بن گئی۔شاہ علی نامی مشائخ نے حضرت کی مقبولیت اور لوگوں کی عقیدت کو دیکھ کر حسد کرنے لگا۔حضرت کے دست حق پر کئی لوگوں نے بیعت وتلقین کا شرف حاصل کیا اور اس شہرت ومقبولیت کو دیکھ کر اس نے اپنے لڑکوں کو لے کر ایک منصوبہ بنایا۔اس منصوبے کے تحت

آپ کو۲۰ ذی الحجہ 980 ہجری کو دعوت دی اور پسخوردہ حاصل کرنے کے بہانے شربت میں زہر ملا دیا۔ آپ نے ایک ہی گھونٹ پیا اور زہر نے اپنا اثر دکھایا۔ آخرکار ۲۳/ ذی الحجہ 980 ہجری کو اس زہر سے آپ کی شہادت واقعہ ہوئی۔ دولت آباد میں آپ کا مزار مقدس ہے جو مرجع خاص وعام ہے۔

حضرت کی پانچ بیویاں تھیں جن سے آپ کو آٹھ فرزند اور چار دختر ہوئیں انہی فرزندوں اور دختروں سے اکثر سادات گھرانے رشد و ہدایت سے وابستہ ہیں جن کا فیض کا سلسلہ آج تک بھی جاری وساری ہے۔ حضرت کو شجرہ المرشدین سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے فرزندوں اور دختروں کو ایک بشارت کی بنا پر بنی اسرائیل ولایت کہا جاتا ہے جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ فرزندوں کو بنی اسرائیل نبوت سے مخاطب کیا جاتا ہے اس طرح آپ کے فرزندوں اور دختروں کو بارہ بنی اسرائیل ولایت سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کی زندگی ہی نہیں بلکہ آپ کے پورے گھر کی زندگی تعلیمات ولایت کا عملی نمونہ تھی جو ایک مثالی اور قابل تقلید مقام رکھتی ہے چنانچہ آپ کے آٹھوں فرزند تارک الدنیا تھے کوئی بھی فرزند کسب وفراغ سے نہیں تھے

حضرت حسن ولایتؓ کی سیرت کا سب سے درخشاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے اپنے فرزند حضرت بندگی میاں سید اشرف کو حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق ؓ سے حضرت بندگی میاں سید اسحق ؓ کو میاں سید عبدالکریم نوریؓ سے اور حضرت بندگی میاں سید یوسفؓ اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر کو حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدین کے پاس تربیت کروایا۔ حضرت بندگی میاں سید عالمؓ حسب وصیت پدر بزرگوار حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؓ کے فقیر و تربیت یافتہ ہیں۔ آپ کے اس عمل پر کچھ لوگوں نے لب کشائی کی کہ فرزندوں کو باہر بھیجنے کی کیا ضرورت ہے جب کہ گھر میں سب کچھ موجود ہے۔ آپ نے یہ کہہ کر سب کو خاموش کر دیا کہ، مرد وہ ہیں جو باہر سے کما لائیں، گھر کی چیز تو ان کی میراث ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کا یہ عمل آپسی خلوص ومحبت اور اتحاد واتفاق کو قائم رکھنے کے لئے ہمارے لئے درس بصیرت رکھتا ہے۔ دور حاضر میں حضرت شاہ یعقوب حسن ولایت رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر آج بھی ہم کار بند ہوتے ہوئے آپسی محبت وشفقت، اتحاد و اتفاق جو حضرتؓ کے دور میں تھا قائم کر سکتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ قوم کو حضرت کی سیرت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

فرض

آج ماہ ذی الحجہ کی 23 تاریخ ہے۔ اور عرس مبارک حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؓ ہے اس موقعہ پر ''فرض'' عنوان پر مضمون سماعت کیجئے۔

ہر بندہ پر خدا کی عبادت فرض ہے۔ اس فرض کی ادائی ہر حال میں کرنی ہے۔ ورنہ زندگی بے بندگی ہو جائے گی۔ ایسی زندگی میں خسارہ ہی خسارہ ہے۔ فرض جذبہ سے اونچا ہوتا ہے۔ ہر موقعہ اور ہر حالت میں جو اپنا فرض نظر آئے اس کو مذہب سمجھ کر ادا کریں۔ خدا تعالیٰ کی عبادت' حضرت محمد رسول اللہؐ سے اپنی جان سے زیادہ محبت' اہل وعیال کی خدمت' بچوں کی تعلیم وتربیت' والدین کی خدمت' رشتہ داروں کے حقوق' ہمسایہ سے تعلقات فرض ہیں۔ ان تمام کے علاوہ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ' ذکر اللہ' صحبت صادقین' عزلت از خلق' طلب دیدار خدا' ہجرت'

توکل اور عشر فرض ہے۔ان تمام پر عمل پیرا ہونے کے لئے خدا سے مدد مانگتے رہیں۔انشاء اللہ توفیق مل جائے گی۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔اپنا فرض ادا کرتے رہو کہ تمہارا شمار اطاعت گزاروں میں ہوتا رہے گا۔ہم اُمّتی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔آپؐ کے ہر حکم وارشاد کو تسلیم کرتے ہوئے ان کو روبہ عمل لانے کی کوشش کریں۔جب ہی ہمارا شمار اطاعت گزار بندوں میں ہوگا۔حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں۔''جو حقوق تیرے ذمہ ہیں اس کے ادا کرنے کا خود ذمہ دار ہے دوسروں پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے۔بعض افراد فرض کی ادائیگی کے بجائے دوسرے نیک کام کر جاتے ہیں۔دراصل وہ شیطانی فعل ہو جاتے ہیں۔قیامت میں سب سے پہلا سوال فرض کی ادائیگی کے تعلق سے ہوگا۔لہٰذا اولین ترجیح فرض کی ادائیگی پر کریں۔

علم سے عمل صحیح ہوتا ہے۔یہی عمل عبادت بن جاتی ہے۔ہم بندہ ہیں بندگی ہماری سانس ہے۔جس طرح جسم کے لئے ہوا یعنی سانس ضروری ہے۔اس طرح بندہ کے لئے عبادت ضروری ہے۔اس زمین پر بہترین کام عبادت اور بہترین بات اللہ کا ذکر ہے۔عبادت کامل ایمان و کامل اعتقاد کے ساتھ ہونا چاہئے۔اگر ایمان و اعتقاد کمزور ہو تو جو بھی عبادت ہوتی ہے وہ بیکار ہے۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی بندہ مقبول ہوتا ہے۔جو پرہیزگار اور عبادت گزار ہے۔عبادت دل سے کرنا ہے۔جو بے دلی سے عبادت کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں کو کھوتے ہیں۔عبادت میں رتی برابر بھی تکبر نہ ہونا چاہئے۔ورنہ تمام عبادت برباد ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کس طرح ہو۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔اگر تم اس کو دیکھ نہیں سکتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' عبادت میں یکسوئی' حلاوت گوشہ نشینی سے حاصل ہوتی ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔گوشہ نشینی عبادت ہے۔عبادت کی قبولیت میں حلال وحرام کا بہت خیال رکھنا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''عبادت کے دس جز ہیں ان میں نو طلب حلال ہیں۔'' آج کے اس برق رفتار زمانے میں حلال وحرام کا کوئی خیال نہیں رکھا جارہا ہے۔ہمیں اس کا خصوصی خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ورنہ عبادت بھی غارت ہو جاتی ہے۔عبادت' نماز' روزہ کے علاوہ کم سونا عبادت ہے۔خیرات کرنا افضل ترین عبادت ہے۔خاموشی بھی عبادت ہے۔کھانا کھلانا بھی عبادت ہے۔بالخصوص عابدوں کو کھلانا عبادت میں مدد کرنا ہے۔

عبادت یقین اور بغیر شک کے کی جائے۔عبادت قلب سے ہو۔عبادت میں سستی اور غرور نہ ہو۔ایسے علم کو حاصل کریں جس سے عبادت کا شوق پیدا ہو۔کم خواری عبادت میں حلاوت پیدا کرتی ہے۔وہ عبادت فضول ہے جہاں مال حرام سے پرہیز نہیں۔اس زمین پر بعض اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو رات آتی ہے تو خوش ہوتے ہیں۔بغیر کسی رکاوٹ کے عبادت ہو جاتی ہے۔جب دن آتا ہے تو افسوس کرتے ہیں کہ لوگ آئیں گے' ملنے ملانے میں بات چیت میں وقت ضائع ہو جائے گا۔عبادت میں خلل ہوگا۔غرض اللہ کے بندے عبادت کو محبوب رکھتے ہیں۔

آج اکثر نوجوانوں میں یہ عمل دیکھا جارہا ہے نماز فرض کی ادائیگی کے بعد بغیر سنت ادا کرے مسجد سے روانہ ہو جاتے ہیں۔فرض نماز ادا کرنے کے بعد سنت کی ادائی بھی ضروری ہے۔دین ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ؐ سے ملا ہے۔پھر کس طرح سنت پر عمل نہ کریں۔قیامت میں کس بنیاد پر شافع روزِ جزاء سے امید رکھیں گے؟ وہابی ذہنیت عشق حضرت محمد رسول اللہؐ سے کوسوں دور ہے۔اس یزیدی ذہنیت کو دفن کر کے پروانۂ رسول اللہؐ بنیں۔یہاں دین و دنیا دونوں ملے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں آخری سانس تک عبادت کی توفیق عطا فرما ہماری عبادتوں کو قبول فرما' ہمیں یہ طاقت' قوت اور صلاحیت عطا کرے کہ ہم دوسروں کو بھی عبادت کی دعوت دے سکیں۔آمین

قناعت ولالچ

آج ماہ ذی الحجہ کی 24 تاریخ ہے۔ ''قناعت ولالچ'' پر ایک مختصر سا مضمون سماعت کیجئے۔

قناعت اس کو کہتے ہیں جو تھوڑی سی چیز پر راضی رہتے ہیں۔ یہ کردار کی بڑی خوبی ہے۔ اس کردار کے لوگوں میں حرص وہوس' لالچ اور ناشکری نہیں رہتی ہے۔ ہر حال میں وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے زندگی بسر کرتے ہیں۔ انہیں دنیا کی کوئی چاہت' محبت نہیں ہوتی۔ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی محبت رکھتے ہیں۔ ان کی کوشش یہی رہتی ہے کہ کس طرح سے اللہ کو خوش رکھیں اور اللہ ان سے راضی رہے۔

قناعت پسند لوگ دکھ درد میں بھی' آزمائش میں بھی اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ شکایت نہیں کرتے۔ ہر حال میں وہ اللہ سے راضی رہتے ہیں۔ یہی فطرت کے لوگ حقیقی مومن ہوتے ہیں۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو حقیقی مسرت وخوشی قناعت میں ہی ہے۔ اس مزاج کے لوگ رزق تھوڑا ہو یا بہت اُس پر راضی اور شاکر رہتے ہیں۔ روکھی سوکھی زندگی پر قناعت کرتے ہیں۔ سکون واطمینان کی زندگی گزارتے ہیں۔ انہیں زندگی کبھی دوبھر نہیں معلوم ہوتی۔ ایسے شاکر بندوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نوازتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہمیشہ اپنی زندگی سادگی سے بسر کی۔ بالخصوص خلیفہ بننے کے بعد زیادہ قناعت کی زندگی بسر کی۔ آپ نے دنیا کے سامنے اپنی ضروریات کو کم کر کے ایک مثالی زندگی پیش کی۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں۔ ''نہیں حاصل ہوتی فقیری بغیر قناعت سے'' فقیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ قناعت پسند ہو۔ مال وزر کی فراوانی فقیری کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ جہاں مال وزر ہوتا ہے وہاں قناعت پر رہنا مشکل ہوتا ہے۔ حقیقت میں قناعت ہی بڑی دولت ہے یہ دولت جس کو بھی مل جاتی ہے وہ خوش نصیب بندہ ہے۔ حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں قناعت ہی سب سے بڑی دولت ہے۔ اور قناعت سے روح کو راحت ملتی ہے۔ اصل بزرگی قناعت ہی میں پوشیدہ ہے۔

اس حرص وہوس کی زندگی میں آج اطراف کا ماحول مزید اور مزید کی پیاس لئے ہوئے ٹھیرا ہے۔ ایسے حالات میں قناعت پر یعنی راضی بہ رضا رہ کر زندگی گزارنا جہاد سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان بندوں پر فضل وکرم فرما جو قناعت پسند ہیں۔ قناعت پسند افراد کو یوم حساب کے دن انشاء اللہ تعالیٰ کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ وہ بآسانی اپنا حساب دے دیں گے۔

لالــچ : لالچ ایک ایسی بلا ہے جو چھٹائے نہیں چھٹتی بلکہ آخری سانس تک ساتھ رہتی ہے۔ یہ امانت میں خیانت کرنے کی طرف راغب کرتی ہے۔ یہ اخلاق کو تباہ کرتی ہے۔ یہ فرمانبرداری' اطمینان وسکون کو ختم کر دیتی ہے۔ یہ چاپلوسی وچالاکی کی راہ پر کھڑا کر دیتی ہے۔ یہ وہ آفت ہے جو بعض وقت انسانیت کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ یہ آگ ہے جو ہمیشہ جھلسائے رکھتی ہے۔ وہ احمق ہیں جو لالچ میں مبتلا رہتے ہیں۔ قرآن واحادیث اس سے باز رہنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

لالچ ایک ایسی بیماری ہے جس کو شفا نہیں۔ یعنی اس کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ جس شخص پر پیسے کا لالچ چھا گیا اس نے زندگی کو بگاڑ لیا۔ یہ ذہنی سکون کو ختم کر دیتی ہے۔ اس سے خوش خلقی' خوش مزاجی ختم ہوجاتی ہے۔ اور چڑچڑا پن شروع ہوجاتا ہے۔ اس حال میں اپنے بھی اس کو دشمن نظر آتے ہیں۔ لالچی کو کوئی بھی قریب آنے نہیں دیتا نہ اُس سے دوستی رکھتے ہیں۔

مومن جو ہوتا ہے وہ سادگی پسند ہوتا ہے۔راضی بہ رضا رہتا ہے۔تمناؤں وخواہشوں سے دور رہ کر شکر ادا کرتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ شاکر بندوں پر ہی اپنی رحمت نچھاور کرتا ہے۔وہ افراد جو لالچ میں مبتلا ہوجاتے ہیں وہ کبھی بھی شکر کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ یہ بغض وحسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔ یہ آگ ان کے ہی ہاتھوں لگائی ہوئی ہوتی ہے۔لالچ پیدا کرکے اپنی اچھی خاصی اطمینان کی زندگی میں حرص وہوس کا ایک پہاڑ کھڑا کردیتے ہیں۔جس سے ان کا ذہنی سکون ختم ہوجاتا ہے۔ذہنی سکون ختم ہونا بھی ایک بڑا عذاب ہے۔

لالچ ایک زہر ہے اس کو کبھی بھی نوش نہ کریں۔ یہ عبادت وریاضت کی حلاوت کو بھی ختم کرکے رکھ دیتا ہے۔لالچی اور بے لالچی کی زندگی میں زمین وآسمان کا فرق رہتا ہے۔ان کی عبادت بھی یکساں نہیں رہتی۔ کیونکہ وہی بھٹکا ہوا رہتا ہے۔لالچی زندگی سے اللہ ہر ایک کو بچائے رکھے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں قناعت پسند بنا کر اس دنیا میں رکھ۔آمین

رحم ونرمی

آج ماہ ذی الحجہ کی 25 تاریخ ہے ایک مضمون ''رحم ونرمی'' کے عنوان پر سماعت کیجئے۔

اللہ تعالیٰ رحمٰن ہے رحیم ہے۔حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمت اللعالمین بنا کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا۔ہم خدا کے بندے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمّتی ہیں۔ہم میں بھی رحم کا مادہ ہونا چاہئے۔جس کے کردار میں رحم نہیں ہوتا ہے وہ وقت کا فرعون ہوتا ہے۔رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت کے سودروازے کھول دیتا ہے۔اللہ کی رحمت پانے کے لئے اللہ اور رسولؐ کا حکم ماننا ہوگا۔جس پر اللہ کی رحمت ہوجائے وہ دنیا کا خوش نصیب انسان ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں''رحمت رحم کرنے والوں کے لئے ہے۔اور جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا'' آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا''جس میں رحم نہیں اس میں کوئی خوبی نہیں'' رحم کرنے سے ذہن ودل مسرت سے سرشار ہوجاتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آنے والے مشکلات' بلیات وغیرہ کو دور کرتا ہے۔اسی لئے حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔''اپنے نفس پر رحم کھاؤ خلق خدا پر بھی رحم کھاؤ تو خدائے تعالیٰ تم پر بھی رحم کھائے گا۔'' ہمارا اپنا جو نفس ہے اس کے بھی اختیارات ہیں اس پر بے جا ظلم یا پابندیاں عائد مت کرو۔بعض لوگ غیر اسلامی طریقے اپناتے ہوئے نفس پر ظلم کرجاتے ہیں۔ پانی نہیں پیتے' ایک پیر پر کھڑے ہوجاتے ہیں' حلال غذا نہیں کھاتے وغیرہ۔حضرت محمد رسول اللہؐ نے فرمایا ہے''اس طرح اپنے نفس پر ظلم نہ کرو اپنے اطراف میں جو رشتہ دار' بھائی' ہمسایہ ہیں ان پر جہاں تک ہو سکے رحم کرو۔رحم اس طرح کرو کہ اگر وہ کسی تکلیف میں مبتلا ہیں تو اس کو دور کرو یہ بھی رحم ہوجائے گا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہمیں بتاتی ہے۔رحم کرتے وقت یہ نہیں دیکھیں کہ وہ رشتہ دار ہے یا غیر' دوست ہیں یا دشمن' مسلمان ہے یا مشرک' صرف انسانوں پر ہی نہیں جانوروں پر بھی رحم کریں۔حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں جس نے بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر رحم نہ کیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں۔جس نے غور وفکر کی عادت ڈالی اور اپنے نفس کو نصیحت کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ اس پر خدا نے بہت رحم کیا۔اللہ تعالیٰ سے عمل صالح پانے کے لئے غور وفکر کریں اور نفس کو اس راہ پر چلنے کی نصیحت کریں۔اللہ کی رحمت

سے ہماری زندگی انشاءاللہ مقبول بارگاہ خداوندی ہوجائے گی۔

نرمی: جن افراد کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے۔انہیں عزیز رکھا جاتا ہے۔جو طبیعت کے سخت ہوتے ہیں ان سے لوگ دور رہتے ہیں۔نرمی ایک پسندیدہ عمل ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ خود بھی رفیق یعنی نرمی فرمانے والا ہے۔نرمی کو پسند کرتا ہے۔جو نرمی سے محروم کردیا گیا وہ بھلائی سے محروم کردیا گیا۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اپنی اہلیہ بی بی عائشہؓ سے فرماتے ہیں اے عائشہ نرمی اختیار کرو اس لئے کہ نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے خوبصورت بنادیتی ہے۔اور جس چیز سے نرمی اٹھالی جائے وہ اسے عیب دار کردیتی ہے۔

قرآن پاک میں حضرت محمد مصطفیٰ ؐ کے تعلق سے ارشاد ہوا ہے جس کا مفہوم ہے۔''اے محمد یہ خدا کی غایت ہے کہ تم لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے رہیو۔اگر سخت دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے آس پاس سے ہٹ جاتے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ نرم دل واقع ہوئے ہیں۔غلامان محمدؐ کو بھی نرم دل ہونا چاہئے۔بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں موت کو یاد کرو دل میں نرمی آجائے گی۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ فرماتے ہیں ہر بات میں نرمی پیدا کرو تاکہ بھلائی حاصل ہو۔قرآن ہدایت کرتا ہے سائل کو نرمی سے جواب دو۔نرمی میں یہ خاصیت بھی ہوتی ہے کہ غصہ کو زائل کردیتی ہے۔ حضرت حسینؓ فرماتے ہیں بردباری اور نرمی انسان کی سیرت کو آراستہ کرتی ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں شریف کی پہچان یہ ہے کہ جب کوئی سختی کرے تو سختی سے پیش آتا ہے اور جب کوئی نرمی کرے تو نرم ہوجاتا ہے۔زیادہ نرمی بعض وقت اچھی نہیں ہوتی مشکلات بھی کھڑا کردیتی ہے۔مزاج میں سختی اور نرمی باہم ملی ہو تو بہتر ہے۔زندگی ان دونوں سہاروں سے گزرتی ہے۔

کردار میں نرمی بہت فائدہ مند ہوتی ہے۔بات چیت میں بھی نرم لہجہ ہونا چاہئے۔لہجے کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔مرنے کے بعد بھی نرم دل، شفیق ومہربان شخص کو لوگ نہایت عزت واحترام سے یاد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ ہم میں نرم مزاجی پیدا کرے اور سختی سے دور کرے۔اللہ تعالیٰ سے فضل ورحمت کی دعا کرتے ہوئے ہم یہ بھی دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں ضرورت مندوں کی خدمت اور ان پر رحم کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین

عقیدت

آج ماہ ذی الحجہ کی 26 تاریخ ہے''عقیدت پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

عقیدت کا مطلب ہے خود اعتمادی اور خود اعتمادی کا مطلب ہے خدا پر بھروسہ، مسلمان وہی ہے جو ہر حال میں خدا سے عقیدت، محبت کے ساتھ کامل بھروسہ رکھتا ہے۔عقیدت کا تعلق دل سے ہوتا ہے عقل سے نہیں۔کیونکہ عقل، عقیدت کو ختم کردیتی ہے۔جس طرح عقل سوچتی رہتی ہے وہیں عشق کام کرجاتا ہے۔عمل کے ساتھ عقیدہ بھی کام آتا ہے۔جو کام عقیدت سے نہیں کیا جاتا ہے وہ نہ اس دنیا میں کام آتا ہے نہ آخرت میں۔

انسان میں جس طرح انسانیت اور آدمیت ضروری ہے اس طرح عقیدت بھی ضروری ہے۔یہ عقیدت اولیاء اللہ سے اور بزرگان

دین سے ہو۔اس کے علاوہ حضرت محمد مصطفیؐ اور حضرت مہدی موعودؑ سے اپنی جان سے زیادہ عقیدت ہونا چاہئے ورنہ ایمان نہیں۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ہمیشہ ہر وقت اپنی جان عزیز کو خاتمین پاکؐ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتے تھے۔صحابہ کرام اپنے آخری وقت میں بھی حضرت محمد مصطفیؐ کے چہرہ مبارک دیکھنے کی آرزو رکھا کرتے تھے۔جنگ احد کا وقعہ ہے ام المومنین بی بی عائشہؓ نے دیکھا کہ ایک سپاہی زخمی ہے۔آپؓ اس کے پاس پہنچتی ہیں پانی پلاتی ہیں۔اس سپاہی کی سانس اُکھڑ رہی تھی۔چند ساعتوں میں اس کی روح پرواز ہونے والی تھی۔وہ کچھ کہنے کی کوشش کررہا تھا۔بی بی کہتی ہیں کہو وہ کہتا ہے کہ اللہ کے رسول پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں کاش اُن کو یہ پیغام پہنچادیا جائے کہ ان کا غلام دنیا سے رخصت ہورہا ہے۔اتنا سننا تھا بی بی عائشہؓ دوڑتی ہوئی حضرت محمد مصطفیؐ کے پاس پہنچتی ہیں اور زخمی سپاہی کی کیفیت کو بیان کرتی ہیں۔ہماری جانیں قربان حضرت محمد مصطفیؐ پر۔آپ فوراً زخمی سپاہی کے پاس پہنچتے ہیں آپ فرماتے ہیں زیاد آنکھیں کھولو دیکھو میں آگیا ہوں۔زیاد کی آنکھیں چہرہ کا دیدار کرنے کے لئے بے چین تھیں۔کان آواز سننے کے لئے بے قرار تھا۔ادھر اللہ کا حکم تھا جب تک دیدار نہ ہو روح قبض نہ کیا جائے۔زیاد آنکھیں کھولتے ہیں شدید زخمی ہونے کے باوجود چہرہ پر خوشی ومسرت کی لہر آجاتی ہے۔عقیدت کے آنسو نکل پڑتے ہیں حضرت محمد مصطفیؐ پوچھتے ہیں زیاد کوئی آخری تمنا۔یہ عاشق صادق اپنے جسم کو گھسیٹتے ہوئے اپنا سر حضورؐ کے قدموں پر رکھتا ہے۔آخری تمنا پوری ہوجاتی ہے۔سجدہ عشق بر پائے نبی مصطفیؐ صحابہ کرام کو حضرت محمد مصطفیؐ سے اس طرح عقیدت تھی۔

حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کو سپاہی گرفتار کرکے لے جارہے ہیں۔حضرت مہدی موعودؑ کے فرزند حضرت بندگی میاں سید علیؓ کی نظر پڑتی ہے۔سپاہیوں سے دریافت کرتے ہیں انہیں کہاں لے کر جارہے ہو۔وہ کہتے ہیں بادشاہ کا حکم ہے۔حضرت مہدی موعودؑ کے خلیفہ کو گرفتار کرکے لاؤ۔میاں سید علی فرزند مہدی موعودؑ ہیں صحابہ سے ان کی عقیدت دیکھئے۔فرماتے ہیں۔خلیفہ کے بجائے اگر فرزند مہدی موعودؑ مل جائے تو کیا آپ ان کو چھوڑ دیں گے۔سپاہی فوراً کہتے ہیں اس سے اچھی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔آپ کہتے ہیں بندہ فرزند مہدی موعودؑ ہے اس پر سپاہی حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ کو رہا کردیتے ہیں۔اور آپ کو گرفتار کرلیتے ہیں۔یہ بھی اصحاب مہدی موعودؑ سے عقیدت کا ایک انمول واقعہ ہے۔جب تک ہم میں عقیدت تھی مہدویت عروج پر تھی۔جہاں سے عقیدت میں جھول آگیا خدا پرستی کے بجائے دنیا پرستی آگئی ہم بزرگوں کے فیض سے محروم ہوتے جارہے ہیں۔

آج مہدویت کو عروج پر لانے کے لئے کھویا ہوا زمانہ ومقام پانے کے لئے عقیدت کا بھرپور مظاہرہ کرنا ضروری ہے۔عقیدت فیض کا دریا کھولتا ہے۔ہمیں اس سے اپنی پیاس بجھانا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم میں عقیدت کو پروان چڑھائے۔آمین

حساب وخوف

آج ماہ ذی الحجہ کی 27 تاریخ ہے۔''حساب اور خوف'' پر ایک مضمون سماعت کیجئے۔

ہر بشر اپنی زندگی ایک حساب سے گزارتا ہے۔چاہے وہ امیر ہو کہ غریب' عالم ہو کہ جاہل' مرد ہو کہ عورت۔اس زندگی کا حساب ہمیں خدا تعالیٰ کے پاس دینا فرض ہے۔حساب دیئے بغیر کوئی بچ نہیں سکتا۔قرآن پاک میں کئی مقامات پر حساب کے تعلق سے ارشاد ربانی کا نزول ہوا

ہے۔جس کا مفہوم ہے ''بیشک ہر چیز کا حساب لینے والا اللہ ہے'اللہ کے سوا کسی میں ہمت نہیں کہ وہ حساب لے جو پرہیزگار ہیں ان کا حساب اللہ کے پاس ہے۔دنیا میں جو بھی نیکی کی جاتی ہے اس کا درج اللہ کے پاس ہوتا ہے۔ہر برائی بھی تحریر کی جاتی ہے۔اسے بھی نیک کام کا حساب ملے گا جس نے دوسروں کو نیکی کا راستہ بتایا ہو۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اگر حساب کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی ایک بکری بھون کر کھاتا۔حضرت عمرؓ کو کتنا حساب کا خوف ہے۔جبکہ حضرت محمد مصطفیٰ ؐ آپ کے تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں۔''میرے بعد کوئی نبی ہوتے تو حضرت عمر ہوتے'' عمرؓ جس راہ سے گزرتے ہیں شیطان اس راہ سے نہیں گزرتا۔اتنی فضیلت رکھنے والی شخصیت کو بھی اللہ تعالیٰ کے حساب کا خوف ہے۔ہمیں کتنا نہ خوف ہونا چاہئے۔جتنا مال جمع کریں گے اتنا ہی حساب دینا ہوگا۔قیامت میں مالداروں سے پہلے فقراء جنت میں جائیں گے۔کیونکہ انہیں حساب دینے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں ''تعجب ہے اس پر جو حساب کو حق جانتا ہے اور مال کو جمع کرتا ہے۔'' ہم مال جمع کر رہے ہیں تو اس کا حساب دینے کے لئے بھی تیار رہیں۔دنیا میں مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہیں گے تو حساب دینے میں سہولت ہوگی۔ورنہ اللہ تعالیٰ کا غضب دیکھنا پڑے گا۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن مال کا حساب ہوگا علم پر کوئی حساب نہیں۔اس سے علم کی افادیت ظاہر ہو رہی ہے۔لہٰذا علم نہ صرف خود حاصل کریں بلکہ اپنے اہل وعیال' فرزندوں ودختروں کو بھی زیور علم سے آراستہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے کبھی بھی اپنی عبادت کا' خیرات کا' نیک اعمال کا حساب کے طور پر نہ بتلائیں بلکہ ہمیشہ اس کے فضل کے طلب گار رہیں اُس کے فضل پر ہی نجات حاصل ہوسکتی ہے۔آج زندگی مکان بنوانے میں' روپیہ جمع کرنے میں گزر رہی ہے۔مکان بنائیں گے ہم' رہیں گے دوسرے۔مال جمع کریں گے ہم' خرچ اور مزے اُڑائیں گے اولاد وغیرہ۔حساب دینا ہمیں پڑے گا۔حساب کو پاک وصاف رکھنا ہے تو شریعت کے جو اصول ہیں' زکوٰۃ وعشر وغیرہ سے اس پر عمل کریں۔انشاءاللہ قیامت کے دن حساب دینے میں سہولت ہوگی۔

خوف: ہر بندہ میں خوف خدا ہونا ضروری ہے۔عبادت زیادہ تر خوف سے کی جاتی ہے۔خوف خشیت الٰہی پیدا کرتی ہے۔خوف الٰہی گناہ سے دور رکھتی ہے۔ایک مقام پر قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے۔ترجمہ: جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہے وہی نصیحت پر عمل کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے ہی صراط مستقیم پر زندگی گزارتے ہیں۔اسلامی دائرہ میں ان کی زندگی گزرتی ہے۔بھلائی اور ہمدردی ان کا شیوہ ہوتا ہے۔حضرت محمد مصطفیٰ ؐ ارشاد فرماتے ہیں جس کو اللہ کا خوف ہے وہ کسی سے بدلہ نہیں لیتا۔کیونکہ بدلہ شیطانی صفت ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں ''خوف مت کھا کسی سے مگر اپنے گناہ سے'' حضرت علیؓ فرماتے ہیں جب تمہیں خالق کا خوف آئے تو بھاگ کر اس کی بارگاہ میں پناہ لو اور جب مخلوق کا خوف ہو تو ان سے دور بھاگو۔حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جو عدل کرتے ہیں وہ بے خوف ہوتے ہیں۔اور جو ظلم کرتے ہیں وہ خائف رہتے ہیں۔ان ارشادات خلفاء راشدین سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بندہ جتنا علم حاصل کرتا ہے اس کے حساب سے وہ خدا کا خوف رکھتا ہے۔جو زیادہ علم جانتے ہیں انہی زیادہ خوف ہونا چاہئے۔ہم اپنے گناہوں سے خوف رکھیں بارگاہ خداوندی میں معافی کی دعا کرتے رہیں۔جو خالق سے ڈرتے ہیں وہ مخلوق سے نہیں ڈرتے اور جو خالق سے نہیں ڈرتے وہ بے خوف ہو کر زندگی گزارتے ہیں مگر آخر میں ان کو حساب دینا ہوگا اور وہ جہنمی ہوں گے۔اس کے برخلاف جو برائی کی راہ پر چلتے ہیں انہیں ہمیشہ ڈر وخوف رہتا ہے۔

اسلامی تعلیمات کی خوبی یہ ہے کہ مصیبت میں گھر ادیکھو تو اپنے اوپر خوف طاری کرو اور مصیبت سے نجات دلانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا مالک ہے۔ اس کا ڈر و خوف رکھیں۔ یوم الحساب کے آنے سے قبل ہی اپنا حساب صاف ستھرا رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں قہار و جبار بھی ہے لہٰذا اس کا خوف ہر وقت رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم پر حساب کا بوجھ نہ ڈال صرف تیرا فضل ہم کو چاہئے۔ آمین

عظمتِ مہدی موعودؑ

آج ماہ ذی الحجہ کی 28 تاریخ ہے۔

یہ فرمان مبارک **علمت من اللّٰہ بلا واسطة جدید الیوم** یعنی میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ہر روز (تازہ) تعلیم پاتا ہوں' حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے مقام عظمت کا پتہ دیتا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کا ہر ایک حکم منجانب خدا تعالیٰ ہے۔ اسکے ساتھ اسلام کے ارکان جو آپکی تصدیق کے ساتھ ہی ہم پر فرض ہو جاتے ہیں چاہے وہ ترک دنیا ہو یا عزلت از خلق۔ طلب دیدار خدا، ذکر دوام، توکل وغیرہ۔ یہ سب خدا تعالیٰ کے حکم سے ہم پر فرض فرمائے گئے ہیں۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ جو بھی بیان کرتا ہوں خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں اور ہر وہ شخص جو ایک فرض کا بھی منکر ہے وہ خدا تعالیٰ کے پاس ماخوذ ہوگا۔

یہ فرمان مبارک حقیقی معنوں میں آپ کا خاتم الاولیاء ہونے، خلیفتہ اللہ ہونے، معصوم عن الخطا ہونے، مبین قرآن ہونے، مہدی موعود ہونے کا بین ثبوت ہے۔ اسلئے کہ بعثت خاتم الانبیاء کے بعد سے اب تک سوائے حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے کسی نے بھی نہیں فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ہر روز تعلیم پاتا ہوں۔ اس فرمان سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ کی شان وہبی کا یہ مقام ہے کہ آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی واسطے یا ذریعہ کا دخل نہیں بلکہ آپکی نظر ہزار سالہ عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت مہدی موعودؑ کے فضائل ومناقب میں بہت سارے احادیث حضرت محمد رسول اللہ نے بیان فرمائے ہیں۔۔ ان میں ایک یہ ہے کہ مہدیؑ مجھ سے ہیں وہ میرے نقش قدم پر چلیں گے۔ خطا نہ کریں گے۔ اس لئے ایک کتاب ''فتوحات'' میں حضرت محی الدین عربیؒ لکھتے ہیں۔ رسول اللہ نے آئمہ دین میں سے کسی امام کے لئے کوئی نص جاری نہیں ہوئی کہ رسول اللہؐ کے بعد آپؐ کا وارث اور آپ کے نشان قدم کی پیروی کرنے والا ہوگا۔ مگر وہ خاص طور پر مہدیؑ ہوں گے۔ رسول اللہؐ نے مہدیؑ کو اپنے احکام میں معصوم ہونے کی گواہی دی ہے جیسا کہ دلیل عقلی رسول اللہ کے معصوم ہونے کی گواہی ہے۔

اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ حضرت مہدیؑ ہی ایک ایسی ہستی مبارک ہے جو وارث رسول اللہ، معصوم عن الخطا ہے اور آپ کی دوسری خصوصیات میں سے یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کو ہر روز بلا واسطہ تعلیم ملتی تھی۔ اسی وجہ سے لوگ آپ کے بیان قرآن کو سنکر عشق خدا میں ڈوب جاتے اور دنیا سے بےخبر ہو جاتے تھے اور ہمارے ایمانیت میں ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ تعلیم پاتے تھے۔

اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرما رہا ہے کہ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْ...... کہہ دو (اے محمدؐ) میں بلاتا ہوں بصیرت کی

طرف اور وہ بھی بلائے گا جو میرا تابع (تام) ہے'' حضرت مہدی موعودؑ نے فرمایا کہ یہاں تابع سے مراد میری ذات ہے۔ اس کے علاوہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت سے پہلے بھی اہل علم اور اہل دل مفسرین نے بھی اس تابع سے مراد مہدی موعودؑ کی ذات ہی لی ہے۔ جن میں حضرت ابن عربی کا نام بھی آتا ہے۔ چونکہ بصیرت کی تعلیم یا دیدار کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے عام تام نہیں دی اس لئے یہ تعلیم اللہ سے بلا واسطہ تعلیم کے ذریعہ ہی دی جا سکتی تھی، اللہ سے بلا واسطہ تعلیم نہیں ہے تو مہدی داعی علی بصیرت کیسے ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن سے ثُمَّ اِنَّا عَلَیْنَا بَیَانَہ کی صفت بھی مہدی موعودؑ سے منسوب ہے۔ قرآن کا بیان بھی بلا واسطہ تعلیم کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور آپ نے بیان قرآن کے وقت ہی یہ ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن میں رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے۔ ''محمد جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ وحی کی بنا پر کہتے ہیں جو وحی جبرئیلؑ کے ذریعہ ہوئی وہ تو قرآن کہلائی اور جو وحی تعلیم بلا واسطہ کے تحت ہوئی اس پر زندگی بھر آپ ؐ کا عمل رہا اور حدیث کے ذریعہ ہمارے سامنے آیا۔ اس لئے مہدیؑ چونکہ مبین کلام اللہ ہے اس لئے فرمایا علمت من اللّٰہ بلا واسطہ جدید الیوم اور اس سے پہلے بھی فرمایا کہ اگر بندہ خلوت میں قرآن کا مطالعہ کر کے معانی سوچ کر باہر آتا ہے اور بیان کرتا ہے تو بندہ ظالم ہے اور اللہ پر بہتان لینے والا ہوگا۔ بندہ جو کچھ کہتا، کرتا اور پڑھتا ہے خدا کے حکم سے اور اس کی اجازت ہی سے کہتا اور پڑھتا ہے۔ جو آیت بھی بندہ کو دکھائیں بندہ پڑھتا ہے اور جیسے بیان کی تعلیم اللہ تعالیٰ بندہ کو دے وہ بیان کرتا ہے۔

غرض ہم جسکی تصدیق سے مشرف ہوئے ہیں، جنکے غلام ہونے کا شرف حاصل ہے انکے مقام وعظمت ومرتبہ کا ہمیں اندازہ نہیں ہے جس طرح ایک نابینا کو بینائی کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اس کے برخلاف بینائی رکھنے والے کو نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح آج ہمیں تصدیق حضرت مہدی موعودؑ کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہے۔ لیکن کل قیامت کے دن مصدقین کو جو اعزاز، انعام واکرام حاصل ہوگا۔ اس وقت ہمیں حقیقت کا پتہ چلے گا کہ ہمیں کتنی بڑی نعمت سے پروردگار عالم نے اپنے فضل سے نوازا تھا اور پچھتاوا ہوگا کہ اس سے ہم خاطر خواہ بہرہ ور نہ ہو سکے

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ اور صحابہ کی خشیت الٰہی

آج ماہ ذی الحجہ کی 29 تاریخ ہے۔ ''حضرت محمد ؐ اور صحابہ کرام کی خشیت الٰہی'' پر مضمون سماعت کیجئے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ؐ سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والے تھے۔ باوجود آپ محبوب خدا تھے۔ خشیت الٰہی کی وجہ سے اکثر آپ ؐ پر رقت طاری ہو جاتی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ آپ ؐ فرماتے ''لوگو اللہ کی قسم مجھے علم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا۔'' آپ ؐ نے خطبہ میں لوگوں سے فرمایا۔ اے قریش اپنے آپ کی خبر لو میں تم کو خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے عبد مناف میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے صفیہ میں تم کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ اے محمد کی بیٹی فاطمہ میں تجھ کو بھی خدا سے نہیں بچا سکتا۔ ایک مرتبہ فرمایا لوگو جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ رسول اکرم ؐ سے عرض کیا۔ اللہ کے رسول ؐ آپ کے بال کیوں سفید ہو گئے ہیں؟ آپ ؐ نے فرمایا

قرآن مجید کے پانچ سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ مجھے سورہ ہود نے' سورہ مرسلات نے' سورہ واقعہ نے' سورہ عمّ یتساء لون نے اور سورہ التکویر نے بوڑھا کر دیا ہے۔ ان سوروں میں قیامت کی سختیوں کا ذکر ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نمازوں میں خشیت الٰہی کا یہ حال ہوتا تھا کہ تلاوت کرتے ہوئے کوئی عذاب کی آیت آتی تو دیر تک بڑے تضرع کے ساتھ عذاب سے پناہ مانگتے رہتے۔ اور جب کوئی رحمت کی آیت آتی تو اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرتے۔ زیادہ قیام کی وجہ سے آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ آپؐ کی عبادت کو دیکھ کر صحابہ عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسولؐ آپ اس قدر مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اول وآخر سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا ہے تو میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

حضرت عبداللہ بن شخیرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی ہچکی بندھ گئی۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ چکّی چل رہی ہو یا ہنڈیا اُبل رہی ہو۔ سورج گہن ہوا تو آپؐ فوراً نماز کسوف پڑھنا شروع کر دیتے۔ نماز میں آپ پر گریہ طاری تھا۔ رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے ''اے اللہ تو نے وعدہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو دو صورتوں میں عذاب نہیں دیا جائے گا ایک جب میں (محمد) ان میں ہوں اور دوسرا جب تک کہ یہ استغفار کرتے رہیں۔ اے اللہ اب میں ان میں موجود ہوں اور سب استغفار بھی کر رہے ہیں پھر ارشاد فرمایا۔ اے پروردگار ہر نبی کے لئے ایک دعا تھی وہ مانگتے رہے اور ان کی دعا قبول ہوتی رہی۔ میں نے اپنی دعا کو اپنی اُمّت کی شفاعت کے واسطے قیامت کے دن کے لئے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت کا کتنا خیال ہے اور ہم کو چاہیۓ کہ خشیت الٰہی کے ساتھ شریعت پر عمل پیرا ہو جائیں جب ہی ہم حقیقی اُمّتی ہونے کا شرف پائیں گے۔

صحابہ کرامؓ کی سیرت کو پڑھتے ہیں تو علم ہوتا ہے یہ کبھی بے خوفی کی زندگی بسر نہ کی۔ ہر وقت اُنہیں اللہ تعالیٰ کا خوف رہتا تھا۔ خشیت الٰہی میں آنسو بہاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ ' حضور نبی اکرم ﷺ کے سفر و حضر میں ساتھی تھے۔ آج مزار پاک کے ساتھی ہیں۔ کل حشر میں اور جنت میں آپ کے ساتھی ہوں گے۔ یہ مقام و مرتبہ کے باوجود خشیت الٰہی کا یہ عالم تھا فرماتے تھے ''میں ایک درخت ہوتا اور کاٹ دیا جاتا''۔

حضرت عمرؓ کے تعلق سے حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ نماز میں کبھی بھی اتنا روتے کہ کئی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ شہر میں گشت کر رہے تھے ایک مکان سے آواز آئی۔ کوئی مسلمان درد دل سے سورہ طٰہٰ کی تلاوت کر رہا تھا۔ آپ نے فوراً سواری روک دی اور قرآن سننے لگے۔ جب قاری ان آیات پر پہنچا۔ ترجمہ: بلاشبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا اسے کوئی روکنے والا نہیں۔ فوراً آپ کی زبان سے نکلا رب کعبہ کی قسم یہ سچ ہے۔ اور دیر تک روتے رہے۔

جامع القرآن حضرت عثمان غنیؓ کے خوف خدا اور فکر آخرت کا یہ حال تھا کہ جب کبھی آپؓ کے سامنے قبر کا ذکر کرتا دردناک عذابوں کا حال سن کر رنگ زرد پڑ جاتا اور رو رو کر داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

حضرت سیدنا علیؓ کی راتوں میں عبادت کے دوران آنسو جاری ہوتے تھے۔خشیت الٰہی میں ڈوبے رہتے تھے۔عید کے دن خشک روٹی پانی میں ڈبو کر کھا رہے تھے۔دیکھنے والے نے کہا آج عید ہے اور آپ خشک روٹی کھا رہے ہیں۔آپؓ فرماتے ہیں ہماری عید تو اس دن ہوتی ہے جس دن گناہ کوئی نہ ہو۔

مفسر قرآن حضرت سیدنا عباسؓ کو اللہ تعالیٰ کا اتنا خوف تھا کہ روتے روتے چہرے پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو نالیاں بن گئی تھیں۔حضرت ابن عمرؓ بہت رویا کرتے تھے۔حتی کہ روتے روتے آنکھیں بے کار ہوگئیں تھیں۔حضرت عبداللہ بن رواحہؓ ایک جلیل القدر صحابی ہیں۔ایک دن رونے لگے بیوی ان کی حالت کو دیکھ کر رونے لگیں۔پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو کہنے لگی کہ جس وجہ سے آپ روتے ہیں۔عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر سے گزرنا ہے نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا۔

حضرت محمد مصطفیٰؐ وصحابہ کرامؓ کے بے شمار واقعات خشیت الٰہی کے ہیں۔دنیا کی رونق ومحبت نے ہم سے خشیت الٰہی کو چھین لیا ہے۔ہم اسلاف کے ڈگر سے ہٹ کر زندگی گزار رہے ہیں۔موت برحق ہے اس کا خوف دل میں پیدا کریں۔ہنسیں کم روئیں زیادہ‘اس سے عبادت میں حلاوت پیدا ہوگی۔انشاءاللہ۔

فقراء

آج ماہ ذی الحجہ کی 30 تاریخ ہے۔ایک مختصر مضمون ’’فقراء‘‘ پر سماعت کیجئے۔

فقراء کا بڑا مقام ومرتبہ ہے۔یہ اپنے منصب کی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اس پر باعمل ہو جائیں تو یہ زمین کی رونق اور فرشتے ہیں۔فقیر کو تقویٰ وپرہیزگاری عزیز ہوتی ہے۔نیکی ان کی خواہش ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔مال وشہرت سے دور رہتے ہیں۔توکل پر قائم رہتے ہیں۔دنیا سے بے رغبت رہ کر صبح وشام اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔فقیر کو دنیا کی فکر نہیں رہنی چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کو پانے کی فکر رہتی ہے۔عزلت از خلق اسکو پسند رہتی ہے۔مزاج میں عجز وانکساری اور نرمی رہتی ہے۔غصہ سے دور رہتے ہیں۔لباس کی ان کے پاس کوئی قید نہیں رہتی۔اللہ تعالیٰ جو دیا وہ کھا لیتے اور پہن لیتے ہیں۔فقیر کے یہ اوصاف وکردار ہوتے ہیں۔جن کے چہرے سے نور ٹپک پڑتا ہے۔

فقراء کو قیامت میں کیا مقام ملنے والا ہے اس کے تعلق سے حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں میں نے جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اس میں عام طور پر داخل ہونے والے فقراء ومساکین ہیں۔مالداروں کو روک کر رکھا گیا ہے۔حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو مجھے اس میں کثیر تعداد میں فقراء ومساکین نظر آئے۔عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمدؐ نے فرمایا قیامت کے دن فقراء‘مہاجرین‘مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

فقیر اپنے آپ کو کبھی بھی افضل یا برتر نہ سمجھے۔حضرت سعدؓ کو اپنے بارے میں یہ گمان ہو چلا کہ وہ اپنے سے کمتر لوگوں سے افضل ہیں تو اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کی جانب سے تمہاری مدد اور تمہیں رزق انہی لوگوں کی بدولت ملتا ہے۔جو تم میں کمزور وناتواں ہیں۔فقراء سے

محبت رکھیں ان کی خدمت کریں۔ یہ اللہ کے قریب ہیں۔ اللہ ان سے قریب رہتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ فقیروں سے محبت کرتے تھے۔ اوران کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ ان سے باتیں کرتے تھے۔ آپ کے اس عمل کو دیکھ کر حضرت محمد مصطفیٰؐ نے حضرت جعفر کی کنیت ابوالمساکین رکھی۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا مسکینوں سے محبت رکھو اس لئے کہ میں نے حضرت محمد مصطفیٰؐ سے سنا ہے آپ اپنی دعا میں فرماتے تھے۔ یا اللہ مجھ کو جلا مسکین اور میرا حشر کر مسکینوں میں۔

گروہ مہدویہ کا فقیر نہ دنیادار کی صحبت میں رہے نہ اس کے گھر جائے نہ اس سے محبت رکھے۔ حضرت مہدیؑ فرماتے ہیں وہ فقیر جو دنیادار سے روابط رکھتا ہے وہ ہمارا نہیں، محمدؐ کا نہیں اور خدا کا بھی نہیں۔ حضرت شاہ خوندمیرؓ فرماتے ہیں اگر فقیری کے اصولوں پر چل نہیں سکتے تو نوکری کرلو لیکن دنیاداروں سے بےغرض رہو۔ حضرت شاہ دلاورؓ فرماتے ہیں۔ اگر دائرہ کے کسی فقیر کو کسی فقیر سے اختلاف ہوجائے اگر اس نے اپنے دائرہ ہی کے فقیروں سے دادخواہی کی تو وہ مومن ہے اگر کاسبوں سے فیصلہ کرایا تو منافق ہے۔ اور اگر کچہری میں فریاد کی تو وہ مشرک ہے۔

زمین پر دو قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ ایک کسب کرنے والے دوسرے فقراء۔ ایک عمر تک کسب کی زندگی گزارنے کے بعد فقرائے گروہ مہدویہ میں شامل ہوکر زندگی گزاریں یہ اصل زندگی ہے جس کے لئے حضورؐ نے اور حضرت مہدی موعودؑ نے شب قدر کی مقدس رات میں دعا کی تھی۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم کو فقیرانہ زندگی گذارنے کی ہدایت و توفیق عطا فرما اور روز محشر مسکینوں میں ہمارا حشر کر۔ آمین

اظہار تشکّر

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے میرے ارادہ کو کامیاب کیا اور 360 دن کے حساب سے روز ایک مضمون لکھنے اور اپنی معمولی معلومات دوسروں تک پہنچانے کے ارادہ کو بطفیل خاتمین پاکؑ تکمیل تک پہنچایا۔ میری اس چھوٹی سی کوشش کے ذریعہ اگر لوگوں کو کچھ علم حاصل ہوجائے اور بزرگان دین کی سیرت پڑھنے کا انہیں جو موقع ملا اور اگر اس سے وہ کچھ سیکھ جائیں تو یقیناً اس کا اجر مجھے بھی ملے گا۔ اللہ تعالیٰ سے قوی امید ہے کہ میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشے گا۔ اس کتاب کی تیاری میں قوم کے تقریباً تمام مشہور کتب، احادیث کی کتابیں، اردو اخبار و رسالوں کے علاوہ ماہنامہ ''نور ولایت'' کے مضامین سے استفادہ کیا گیا ہے۔ قارئین سے گذارش ہے کہ میرے حق میں دعائے خیر کریں۔

اس کام کی تکمیل میں برادرم جناب ابوالفیض سید احمد عابد صاحب نے جو تعاون دراز کیا اس کو کبھی بھی فراموش نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ انہیں صحت و عافیت سے رکھے اور اپنا فضل فرمائے۔ آمین

فہرست

اسمائے الٰہی

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت	22	14	المتکبر	258
2	الرحمٰن	144	15	الخالق	271
3	الرحیم	144	16	الباری	271
4	الملک	154	17	القہار	289
5	القدوس	154	18	الوہاب	289
6	المھیمن	159	19	الرزاق	318
7	العزیز	159	20	الفتاح	318
8	المصور	170	21	العلیم	321
9	الغفار	170	22	القابض	321
10	بسم اللہ	175	23	الباسط	337
11	السلام	228	24	الخافظہ	337
12	المومن	228	25	ذوالجلال والاکرام	393
13	الجبار	258	26	مالک الملک	443

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	میلاد النبی ﷺ کا مہینہ	107	15	سیرت محمد ﷺ کا ایک پہلو اخوت و محبت	123
2	وصال حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	107	16	سیرت محمدؐ کا وہ واقعہ جہاں حق تلفی کی مخالفت	124
3	سیرت محمد مصطفیٰؐ کا ایک ورق۔ خوش خلقی	108	17	نام محمد ﷺ کے اثرات	125
4	سیرت محمد مصطفیٰؐ کا ایک ورق بحیثیت مددگار	109	18	عظمت محمد مصطفیٰ ﷺ	126
5	فرمان خدا لولاک مما خلقت الافک	110	19	سیرت محمد رسول اللہ ﷺ کا باب فقر	129
6	سیرت محمد رسول اللہ کا ایک پہلو بحیثیت منیر	111	20	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور معجزات	130
7	سیرت محمدؐ کا ایک پہلو بحیثیت امین	111	21	حُبِّ نبی ﷺ	131
8	حضرت محمدؐ بحیثیت ہادی و معلم	112	22	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے گستاخی کے نتائج	132
9	سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور ہم	114	23	بعثت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک نعمت	133
10	سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اتباع اور ہم	115	24	محبت حضرت محمد ﷺ ایمان کی ضامن ہے	134
11	سیرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کردار کے پہلو	117	25	حضرت محمد ﷺ کا ایک پہلو بحیثیت سخی	135
12	میلاد النبی ﷺ	119	26	خلق محمد ﷺ	136
13	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مجسمِ نور	120	27	حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اُمت کا خیال	137
14	اُسوہ محمد رسول اللہ ﷺ	122	28	محبت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ	260

خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	میرانجیؑ کا مہینہ	178	14	فرائض ولایت	200
2	سیرت مہدیؑ میں حضرت محمدؐ کا فرمان	179	15	حضرت مہدی موعودؑ اور ان کی تعلیم	203
3	تصدیق بندہ عمل است	181	16	عمل کے ساتھ ہو تصدیق مہدیؑ	209
4	مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہؐ	182	17	سیرت مہدی موعودؑ	210
5	بندہ عاشقوں کا مذہب لایا ہے	186	18	گروہ مہدویہ میں دعوت الی اللہ واولی الالباب	212
6	مہدیؑ کا انداز۔ تعلیم وتربیت	188	19	گروہ مہدویہ میں توکل	213
7	سیرت مہدی موعود علیہ السلام	189	20	تعلیمات مہدیؑ میں خدا پرستی	214
8	خدا کی پہچان	190	21	گروہ مہدویہ میں سادگی	221
9	فیضِ ولایت محمدیہ	191	22	گروہ مہدویہ میں غفلت کی ممانعت	222
10	سیرت مہدیؑ میں اتباع رسول اللہؐ	193	23	سیرت مہدی موعودؑ اور بیان قرآن	223
11	سیرت مہدیؑ اور شریعت محمدیؐ	194	24	گروہ مہدویہ میں طالب مولا وتقویٰ شعار	224
12	مہدیؑ۔ خلیفۃ اللہ	195	25	خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ	475
13	خلیفۃ اللہ مہدی موعودؑ	198	26	عظمت مہدی موعودؑ	540

قرآن مجید

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	قرآن مجید	26	4	قرآن پاک	380
2	سورہ فاتحہ	53	5	فضائل قرآن پاک	387
3	سورہ الملک	337			

فرائض نبوت

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	کلمہ توحید	31	4	زکوٰۃ	398
2	نماز	52	5	حج	508
3	روزہ	374			

فرائض ولایت

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	توکل	163	6	ہجرت	277
2	ذکراللہ	183	7	عبادت کی غذا ذکراللہ	306
3	صحبت صادقین	216	8	ذکراللہ	335
4	عزلت از خلق	219	9	ترک دنیا	513
5	ذکراللہ کے فوائد	234	10	طلب دیدارِ خدا	530

اُمہات المومنین واُمہات المصدقین

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ	376	7	بی بی زینب بنت جحشؓ	301
2	بی بی عائشہؓ	334	8	بی بی جویریہؓ	138
3	بی بی سودہؓ	416	9	بی بی حبیبہؓ	274
4	بی بی حفصہؓ	324	10	بی بی میمونہؓ	176
5	بی بی زینب بنت حزیمہؓ	140	11	بی بی الہداتیؓ	500
6	بی بی اُم سلمہؓ	142			

خلفاء محمد مصطفیٰ ﷺ، صحابہ و بزرگان دین نبوت

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ	254	13	امام مالکؒ	146
2	حضرت سیدنا عمر فاروقؓ	21	14	امام حنبلؒ	151
3	حضرت سیدنا عثمان غنیؓ	525	15	شیخ اکبر محی الدین عربیؒ	168
4	حضرت سیدنا علیؓ	290-394	16	حضرت بایزید بسطامیؒ	346
5	بی بی فاطمہؓ	364	17	حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ	152
6	حضرت بلالؓ	372	18	حضرت خواجہ غریب نوازؒ	279
7	حضرت ابوذر غفاریؓ	297	19	حضرت نظام الدین اولیاءؒ	160
8	حضرت اویس قرنیؓ	420	20	حضرت بختیار کاکیؒ	122
9	حضرت سیدنا حسنؓ	70	21	حضرت شیخ مومن توکلیؒ	281
10	حضرت سیدنا حسینؓ	33	22	حضرت سید محمد گیسودرازؒ	472
11	حضرت طفیل بن عمروؓ	261	23	حضرت جلال الدین رومیؒ	231
12	امام شافعیؒ	269	24	حضرت سیدنا علیؓ	394

خلفاء مہدی موعودؑ، صحابہ، بزرگانِ ولایت

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؓ	367-364	6	حضرت بندگی میاں ملک برہان الدینؓ	254
2	حضرت بندگی میاں شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ	423	7	حضرت بندگی میاں ملک گوہرؓ	518
3	حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ	348	8	حضرت بندگی میاں ملک جی شہزادہ لاہوتؓ	45
4	حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ	460	9	حضرت بندگی میاں شاہ عبدالمجید نورنوشؓ	43
5	حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ	449	10	حضرت بندگی میاں امین محمدؓ	49

389	حضرت بندگی میاں سید عالم بارہ بنی اسرائیلؒ	33	153	حضرت بی بی آمنہؓ (والدہ مہدی موعودؑ)	11
504	حضرت بندگی میاں سید عبدالوہابؒ	34	127	حضرت بندگی میاں سید سلام اللہؒ	12
439	حضرت بندگی میاں عبدالملک سجاوندیؒ	35	299	حضرت بندگی میاں شیخ بھیکؒ	13
478	حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ	36	149	حضرت بندگی میاں الہداد حمیدؒ	14
491	حضرت بندگی میاں شاہ برہان الدینؒ	37	455	حضرت بندگی میاں بھائی مہاجرؒ	15
247	حضرت شاہ شریف مجذوبؒ	38	382	حضرت بندگی میاں خلیفہ گروہ ملک الہدادؒ	16
342	حضرت شاہ عبدالکریم نوریؒ	39	173	حضرت بندگی میاں سید ابوبکرؒ	17
42	حضرت بندگی میاں شاہ قاسم مجتہد گروہؒ	40	404	حضرت شاہ رکن الدین مجذوبؒ	18
99	حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ	41	314	حضرت بندگی میاں سید عبدالحئی روشن منورؒ	19
70	حضرت بندگی میاں شاہ ابراہیمؒ	42	531	حضرت بندگی میاں شاہ یعقوب حسن ولایتؒ	20
72	حضرت بندگی میاں سید نجم الدینؒ	43	205	حضرت بندگی میاں سید شہاب الدین شہاب الحق	21
262	حضرت بندگی میاں سید یداللہ بڑے شاہ میاںؒ	44	38	حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؒ	22
411	حضرت بندگی میاں سید یعقوب توکلیؒ	45	377	حضرت بندگی میاں سید شریف تشریف اللہؒ	23
523	حضرت بندگی میاں سید ابراہیم خاموش باوا سا میاںؒ	46	486	حضرت بندگی میاں سید اشرفؒ (پالن پور)	24
459	حضرت میاں عبدالکریم نوریؒ (نورگھاٹ)	47	483	حضرت بندگی میاں سید اسحاق بارہ بنی اسرائیلؒ	25
330	حضرت بندگی میاں عبدالشکورؒ	48	62	حضرت بندگی میاں سید یوسف بارہ بنی اسرائیلؒ	26
94	حضرت بندگی میاں سید راج محمدؒ	49	507	حضرت بندگی میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؒ	27
274	نواب بہادر خاں بہادر یار جنگؒ	50	272	حضرت بندگی میاں سید علی ستون دینؒ	28
80	حضرت سید محمد اجی میاں شہیدؒ	51	40	حضرت بندگی میاں سید نور محمد خاتم کارؒ	29
172	حضرت بندگی میاں سید راجو شہیدؒ	52	82	حضرت سید شہاب الدین شہید سدھوٹؒ	30
309	رنگریز شہداءؒ	53	252	حضرت بندگی میاں سید علی شہیدؒ	31
422	گنج شہداء	54	343	شہداء دانتی واڑہ	32

متفرق عنوانات

سلسلہ	عنوانات	صفحہ	سلسلہ	عنوانات	صفحہ
1	ہجری سال	21	20	حیاء	65
2	اسلام	24	21	سخاوت	66
3	ایمان	25	22	بیعت	68
4	بندہ	28	23	نکاح	74
5	یوم آخرت	29	24	سود	77
6	بولا چالا معاف کرانا	32	25	تیرہ تیزی	78
7	اطاعت وفرمانبرداری	34	26	زندہ اور مردہ	79
8	شک وشبہ وشیخی	36	27	غصّہ	84
9	احسان	37	28	درود شریف	87
10	نفس	46	29	انسان	88
11	تقویٰ	48	30	برائی	89
12	اعمال	50	31	اخلاق	90
13	تحیۃ الوضو دوگانہ	53	32	پڑوسی	91
14	السلام علیکم	55	33	ادب	92
15	دعا کا قبول نہ ہونا	55	34	ثواب	93
16	انصاف	56	35	عشق اور اتباع مہدیؑ	97
17	حشر	58	36	نظام دائرہ	98
18	علم	60	37	دائرہ کا ایک فقیر	99
19	شفاعت	63	38	اتباع وعقیدت	103

39	قیامت کی علامتیں	104	61	عمل صالح	235
40	فکر	140	62	عقیقہ	237
41	اخلاق	141	63	میاچنگ کا تجربہ	238
42	آداب جنازہ	143	64	تعزیت	239
43	آفت و بلا	145	65	نماز تہجد	240
44	آداب حظیرہ	148	66	قرض و حالات	242
45	فضیلت	154	67	بڑھاپا	244
46	آگ سے بچاؤ	155	68	فقیر کے اوصاف	245
47	وقف	157	69	نماز استسقاء	246
48	مسجد کے آداب	158	70	وحی	250
49	فخر	159	71	مہدوی اُمّی	251
50	طہارت	161	72	محبت اہلِ بیت	253
51	توبہ	165	73	بازار سے دور رہیں	257
52	آداب طعام	169	74	عیادت	265
53	نعمت	170	75	نصیحت و کامیابی	266
54	رزقِ حلال	174	76	ماہ رجب	269
55	حرص	174	77	اصلاح	271
56	خداپرستی اور عشق	215	78	دنیا	284
57	سجدہ سہو	227	79	محبت دنیا سے نہ ہو خالق دنیا سے ہو	285
58	سجدۂ تلاوت	227	80	غضب	287
59	چہرہ و دل	229	81	قسم	287
60	اذاں	231	82	فنا	289

351	زندگی کی قدر و قیمت	105	292	اطاعت	83
352	تقدیر	106	293	دعا	84
353	امانت	107	295	بخل	85
354	مدد	108	296	راہ نجات	86
355	جھگڑا	109	302	بندہ مومن	87
355	جنت	110	305	زبان	88
356	اخلاص	111	311	شب معراج	89
357	عقل	112	313	حیثیت	90
358	غرور و خود غرضی	113	317	فریب، فتنہ، فساد	91
361	استقبال ماہ رمضان المبارک	114	321	خاموشی	92
363	رمضان مبارک	115	322	بھوک کے تین حصہ کرو	93
369	رمضان کی برکتیں	116	324	بیداری	94
371	رمضان ایک مقدس مہینہ	117	325	سادگی	95
374	ماہ رمضان	118	326	لاحول ولا قوۃ الا باللہ	96
385	فضائل ماہ رمضان	119	327	صبر	97
388	تربیت کا مہینہ	120	329	جہنم	98
392	اعتکاف	121	333	تکبر	99
393	یاد	122	338	محبت	100
396	قرآنی مہینہ	123	340	شب براءت	101
399	شب قدر	124	345	دین	102
401	خاص عبادت شب قدر	125	346	تعلیم و تربیت	103
405	صدقہ فطر	126	347	اعتماد	104

127	عیدالفطر	406	149	شکر	443
128	پاکیزگی	408	150	آگ	444
129	عیدکادن	410	151	خیرات	446
130	پردہ	413	152	ایذا	447
131	روح	415	153	قبرونجات	453
132	رزق	416	154	آلِ رسولؐ	458
133	اُمید	417	155	اولاد	464
134	جھوٹ	418	156	فضول خرچی	465
135	جسم	419	157	عمل ۔ کراماً کاتبین	466
136	رحمت	420	158	خطاء و بحث	468
137	انتقام	421	159	بات	470
138	اُمت محمدیہؐ	431	160	خدمت	470
139	چوری	431	161	وضو	471
140	اہل وعیال	432	162	موت ومنکرنکیر	474
141	حق	433	163	رحمت خداوندی	482
142	امن وامان	434	164	طلب	483
143	حلال	435	165	بزرگانِ دین کا فیض	484
144	حسد	436	166	مقصد	486
145	امیری	437	167	آیت الکرسی ۔ سات کا عدد	488
146	خرید وفروخت	438	168	دشمنی وظلم	489
147	آنکھ	441	169	سچائی و نیکی	493
148	خیالات	442	170	رشتہ داری	495

171	شیطان	496	182	صدقہ	522
172	شراب	497	183	نافرمانی وبدکلامی	527
173	بہرہ عام	499	184	دن رات کے اوقات	528
174	قربانی	502	185	فرض	533
175	مقام ابراہیم	503	186	قناعت ولالچ	535
176	حجراسود	505	187	رحم ونرمی	536
177	ماہ ذی الحجہ وقربانی	510	188	عقیدت	537
178	عیدالاضحیٰ	512	189	حساب وخوف	538
179	عالم	515	190	محمدؐ اور صحابہ کرام کی خشیت الٰہی	541
180	حرام وگناہ	516	191	فقراء	543
181	مال ودولت	521	192	نماز جمعہ	304

فہرست تصانیف حضرت مقصود علی خاں صاحب

1 سیرت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (سوال و جواب میں)
2 سیرت خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام
3 معلومات قرآنی واسلامی (سوال و جواب میں)
4 قرآنی معلومات (سوال و جواب میں)
5 معلومات حج (سوال و جواب میں)
6 سیرت خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام (سوال و جواب میں)
7 سیرت خلفاء حضرت مہدی موعود علیہ السلام (سوال و جواب میں)
8 سیرت حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ
9 سیرت حضرت بندگی میاں شاہ خوند میرؓ
10 مختصر سیرت حضرت میاں عبدالمجید نور نوشؒ و حضرت شاہ عبدالکریم نوریؒ
11 مختصر سیرت حضرت میاں عبدالشکورؒ
12 مختصر سیرت حضرت میاں راج محمدؒ
13 مختصر سیرت حضرت میاں سید روح اللہؒ
14 معصومین صالحین اور ہم
15 سفینۂ روح وعمل
16 خطبات جمعہ وعیدین
17 فرامین حضرت مہدی موعودؑ اور ہم
18 ماضی کے اوراق بہاراں
19 شہدائے مہدویہ
20 والدین۔قدرت الٰہی کا تحفہ
21 نوید سحر (حمدیہ،نعتیہ،منقبتی مجموعہ کلام)
22 نگاہِ سحر (حمدیہ،نعتیہ،منقبتی مجموعہ کلام)
23 مختصر تاریخ مرکزی انجمن مہدویہ
24 مختصر سیرت نواب بہادر یار جنگؒ
25 365 دن